وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

تذکرۂ قاریانِ ہند

تالیف

عماد القراء جناب مرزا بسم اللہ بیگ صاحب بی۔ اے

مُقری قراءتِ عشرہ

ناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

حصّہ اوّل

تذکرۂ قاریانِ ہند

تالیف
عمادُ القرّاء جناب مرزا بسم اللہ بیگ صاحب بی اے
مُقری قراٰتِ عشرہ

الناشر
میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قاریانِ ہند کے حالات جن کو میں نے سولہ سالہ کاوش سے جمع کیا تھا وہ اب طبع ہو رہے ہیں۔ اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ حصۂ اول میں تجوید کی اہمیت۔ قرأت عشرہ کے اختلافات اور تجوید و قرأت پر جو کتابیں عالمِ اسلام میں شائع ہوئیں ان کا مختصر ذکر ہے۔ تاکہ تسلسل و تواتر کی اہمیت واضح ہو جائے اور ہندوستان میں جب سے مسلمان آئے ہیں ان کی مساعی جمیلہ ادوار کی شکل میں مختصراً منظرِ عام پر آجائیں۔

دوسرے حصے میں قراء کے انفرادی حالات کا ذکر ہے جو مسلمانوں کی آمد سے لے کر ۱۳۸۰ھ تک ہندوستان کے مختلف حصوں میں کام کرتے رہے۔

تیسرے حصے میں موجودہ قراء کے حالات ہیں۔ جن سے میں خود مل چکا ہوں۔ نیز جن کی کارگزاریوں کو بچشمِ خود دیکھ چکا ہوں۔ یہ تینوں حصے یکے بعد دیگرے شائع ہوں گے فراہمی رقم اور طباعت کی مشکلات سے تینوں حصے ایک ساتھ شائع نہ ہو سکے۔ میں صدر انجمنِ اسلامیہ حیدرآباد کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے پہلے حصے کی طباعت کی ذمہ داری لے کر میری معاونت فرمائی ہے۔ میں ان کے لئے دست بدعا ہوں کہ جس خلوص سے انہوں نے دستگیری کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور قارئینِ کرام بھی جو اس سے مستفیض ہوں وہ بھی صدر انجمنِ اسلامیہ کے جملہ اراکین کے لئے دعا فرمائیں۔

میں خصوصیت کے ساتھ جناب حبیب حسین باالفقیہ صاحب والحاج فیاض حسین صاحب کلکٹر وظیفہ یاب اور جناب پروفیسر سید محمد صاحب کا ممنون ہوں کہ ان کی حوصلہ افزائی و معاونت سے یہ کام سرانجام پا سکا۔ خواجہ حمید احمد صاحب و دیگر احباب نے بھی اس میں سرگرم حصہ لیا ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

ما را کہ نہ آرایش بر گے نہ کالا ہی ست
سرمایہ اگر ہست ہمیں دست دعائی ست (بیدلؔ)

مرزا بسم اللہ بیگ

۷۸۶

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مقدّمہ

دامنِ اردو قدیم و جدید علوم کے شہ پاروں سے مالامال ہے لیکن یہ وہ خزانہ ہے کہ اس میں جس قدر اضافہ ہوتا ہے اسی تناسب سے اس کی وسعت اور پہنائی میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

علوم اسلامی میں شاید ہی کوئی ایسی شق ہوگی جس میں مستند اور معتبر مواد مہیا اور موجود نہ ہو۔ خصوصًا قرآن کریم اور احادیثِ طیبّہ کے تعلق سے قدیم علوم و فنون کو اردو میں منتقل کرنے کے علاوہ بلند پایہ تصانیف اور وقیع تالیفات کے ذریعہ ہند کے علماء کرام اور اصحابِ قلم نے وہ گراں قدر سرمایہ جمع کر دیا ہے جو دنیا کی کسی بھی علمی زبان سے ہمسری کا دعوےٰ کر سکتا ہے۔ یہ سب کچھ شاہوں یا شہنشاہوں کی سرپرستی یا قانون کی پشت پناہی کے بل پر نہیں رضائے الٰہی کے طلب گاروں اور بے غرض خدمتِ خلق کو زندگی کا مقصد قرار دینے والوں کا رہینِ منت ہے۔ اسلاف نے جو سلسلہ جاری کیا اخلاف نے بھی بحمد اللہ اسے جاری رکھا۔ حالات کی نامساعدت اس وقت بھی تھی اور آج تو کچھ زیادہ ہی مشکلات درپیش ہیں۔ لیکن عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے صلہ و ستائش سے بے نیاز ہو کر دامنِ اردو کو مالامال کرنا یہ کچھ زبانِ اردو کے مخلص خدمت گزاروں کی ہی امتیازی خصوصیت ہے۔

اسلامی علوم میں تجوید و قرأت کو جو اہمیت حاصل ہے وہ ظاہر ہے۔ اس سلسلہ میں جو علمی و عملی خدمات اہلِ ہند نے انجام دی ہیں یہ حقیقت عامۃ الناس کی نظروں سے مستور تھی جو زیرِ نظر تذکرہ کے ذریعہ منظرِ عام پر آ رہی ہے۔ یہ سعادت فاضل مولف عماد القراء الحاج کرنل بسم اللہ بیگ صاحب کے حصہ میں آئی کہ موصوف نے نامور اسلاف کے کارناموں کو یکجا اور مختلف ادوار کی کڑیوں کو جوڑ کر یہ سلسلۃ الذہب تیار فرما دیا۔

فاضل مولف نے قرأۃ کلام پاک کے لئے اپنی زندگی وقف فرما دی اور سینکڑوں سبعہ و عشرہ کے قاری تیار کر دیئے ہیں یہ کس قدر خوش آیند حقیقت ہے کہ بلا مبالغہ لاکھوں کروروں کلامِ الٰہی پڑھنے اور پڑھانے والے ہندوستانی مسلمان من و عن رسول اللہ صلعم کے نطق مبارک کے مطابق تلاوت و تدریس میں مشغول ہیں۔

محترم کرنل صاحب نے زیرِ نظر تذکرہ کی ترتیب و تالیف کے سلسلہ میں برِ صغیرِ ہند میں مشرق سے مغرب شمال سے جنوب تک سفر کر کے مواد جمع فرمایا۔ مختلف خانوادوں کے باقیات الصالحات سے بالمشافہ معلومات حاصل کئے۔

مشہور کتب خانوں کو چھان ڈالا۔ نجی مخطوطات کا مطالعہ کر کے نوٹس لئے یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔ انکی کدوکاوش اور جانکاہی کا حاصل "تذکرہ قاریانِ ہند" کی تین ضخیم جلدوں کی صورت میں مرتب ہوگیا۔

اس تذکرہ کی طباعت واشاعت سے زبانِ اردو میں جہاں علوم اسلامی کی ایک اہم شاخ "تجوید" میں وقیع بلند پایہ تالیف کا اضافہ ہوا وہیں نوجوان نسل کے سامنے چھ سو سال کا مستند تاریخی مواد پیش ہو رہا ہے، وہ دیکھیں گے کہ اولیاء کبار علماء کرام صوفیائے عظام کے علاوہ امراء ورؤسا کو تک قرات قرآن کریم سے کس درجہ والہانہ شغف تھا جس کی برکت سے برِصغیر ہند پر رحمتِ الٰہی سایہ فگن رہی جس کو عرفِ عام میں اقبال مندی کا نام دیا جاتا ہے۔

صدر انجمن اسلامیہ کو اتفاقاً اس کا علم ہوا کہ اس قدر وقیع ومستند اور جامع تالیف محض مصارفِ طباعت کی وجہ منظرِ عام پر نہیں آسکی تو مجلسِ انتظامی نے اس ذمہ داری کو قبول فرمالیا تاکہ یہ شہہ پارہ جلد قدردانان علوم و فنون تک پہونچا دیا جائے۔ صدر انجمن کو یقین ہے کہ ملک کے طول وعرض میں اس کو شوق کے ہاتھوں سے لیا جائے گا اور نوجوان نسل اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چل کر آنے والی نسلوں کے لئے ان شاندار روایات کے سلسلہ کو برقرار رکھے گی، یہی آرزو محترم کرنل صاحب کی بھی ہے اور وہ اپنی خدمات کا یہی صلہ چاہتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالےٰ انہیں اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

بارگاہِ رب العزت میں ہماری دعا ہے کہ آنے والی نسل میں کرنل صاحب کی مثالیں پیدا ہوں کہ ایسی مثالیں جس قدر زیادہ ہوں گی موجبِ خیر وبرکت ہونگی ملت موردِ رحمتِ الٰہی ہوگی۔

واخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین

حبیب حسین بالفقیہ

فہرستِ مضامین

★

تبصرے

"Qarian-e-Hind"

(QARIS OF INDIA)

By

Col. Mirza Bismillah Beg,

Reviewed by DR. SYED ABDUL LATIF Ph. D. LONDON

President of

THE INSTITUTE OF

INDO-MIDDLE EAST CULTURAL STUDIES

Col. Mirza Bismillah Beg, an old graduate of the Osmania University has for years been engaged in a special study of a system of phonology associated with the Quranic learning, known as 'Qira't' or recitation or intonation of the Quranic text. He has already contributed several treatises on particular aspects of this subject. He has now produced a work in Urdu, in three volumes, styled "Qariyan-e-Hind" (The Qaris of India) running altogether into about 1500 pages. This work he has brought to me for an expression of opinion.

I have looked into the manuscript of this work with due interest. The first volume gives an account of the origin and development of this science, in the early days of Islam marking out in detail, the peculiarities of the seven orthodox variations into which it has branched out, along with brief biographical sketches of the leading personalities among scholars who had contributed to the building up of this science in the Medieval period of Islamic history.

The second volume and the third deal with the efforts made from time to time by the scholars of India during the last eight centuries to popularize and sustain interest in this science among the Muslims of India.

For aught I may say, only two works have been written since the advent of Islam, dealing with the history of this subject- Tabaqat-e-qurrah of Osman-e--Dani, Andalusia, of the Fifth Century Hijri and another work bearing the same title by Mohammed bin Mohammad, Al-Jazari of North Africa of the Eight Century. In none of the two works is there any mention of what was being done by the scholars of India in the field of Qirat. I am not aware of any Middle Eastern Scholar having as yet made a similar attempt to cover the subject. It should, therefore, be a matter of pride to India that one of its own scholars should have thought of surveying the entire field from the very beginning of Islam and bringing within the purview of his work the contributions made to the subject, not only by the scholars of India, but the earlier scholars belonging to the Arab world.

Col. Bismillah Beg has worked on this subject for about sixteen years and has had to travel all over India, and consult pertinent material wherever available, both in the public libraries, and in private possession, a good deal of it being in the manuscript form. As the result of his labours he has given the sketches of all the leading scholars of India, numbering about 2000, who have left a mark in this field, a good many of them being Sufi scholars, both of the North and the South.

I think the work is the result of very laborious and very careful research and deserves to be published not only in Urdu, the language in which it is written, but in Arabic, Persian Turkish and Malayese. The work is indeed a handy encyclopedia of Qira't. I heartily congratulate the author on his commendable achievement.

In view of the fact that this valuable research has been accomplished by an Indian scholar on a scale not hither-to attempted, either in the East or in the West, I may venture to suggest that its publication may appropriately be arranged either by the Ministry of Education, Government of India or by the University Grant Commission or by a philanthrophic body like the H.E.H. The Nizam's Charitable Trust.

(DR. SYED ABDUL LATIF)

PRESIDENT.

Opinion of: DR. YUSUFUDDIN

Head of the Department of .
Comparative Religion & Culture,
OSMANIA UNIVERSITY, HYDERABAD-A.P.

India can rightly feel proud of having produced several distinguished luminaries in various branches of Islamic studies. The name of Mahaimi as commentator of Holy Quran and the name of Ali Mutaqi, as a compiler of the Prophets traditions, and the name of Shah Wali-Ullah, as a Islamic political philosopher, and the name of Mulla Jeevan, teacher of Aurangzeb, as a propounder of the principles of theology, are held in high reverence, not only by the scholars of Muslim Countries, but even by the occidental Orientalists. Recently Dr. Zubair Ahmed of Allahabad has brought out a comprehensive book on Indian contribution to Arabic Literature but in the field of the science and Art of reciting the Quran, there is an obvious lacuna not only in Indian literature, but even in the Middle East, this important study appears to have been considerably neglected during recent times, particularly the historic side of it.

Col. Mirza Bismillah Beg, who has distinguished himself as an authority on ten recognised methods of reciting the Quran has indeed rendered yeoman serv..e, not only to the methods of reciting the Quran by giving a succint account of the technicalities of the science, but has deliniated the historical side of the science, with an emphasis on the contribution of India since the advent of Islam in this country.

His contribution runs over 1500 fools-cap pages and contains biographies of 2,000 Qaries, who flourished in this country through ages. He has also given a clear sketch of the position of the science in India in our own days. The publication of this valuable work is bound to be appreciated, not only by the Middle East countries, but it will be most welcomed by all the orientalists, and is bound to be of great value in research work that is being carried on in Islamic studies. I shall be eagerly looking forward to the day when th : work will see the light of print.

Dr. YUSUFUDDIN,
M. A., Ph. D.,
Head of the Department of
Comparative Religion & Culture,
Osmania University, Hyderabad-A. P.

Opinion of : Dr. Ghulam Dastagir Rasheed,

Head of the Department of
Persian & U.G.C. Research Professor,
OSMANIA UNIVERSITY, HYDERABAD-A.P.

It has often fallen to the lot of many distinguished Military Officers to have made a highly valuable contribution to Academic and Scientific pursuit. IMADUL QURRAH Col. MIRZA BISMILLAH BEG Saheb is an outstanding figure of this kind. I can say without any fear of refutation that he is one of the greatest living authorities on the ten recognised methods of the Holy Quran. In view of his high Excellence and Proficiency in this Branch of highly technical study he has been styled as Imadul Qurrah. Apart from a deep study of the technicalities of this science he has paid immense attention to the reconstruction of the History of this science in India. He travelled through the length and breadth of the Country for carefully collecting all the available data and has been exceptionally successful in his great venture. The material collected by him extends over 1500 fools-cap pages and he has brought to light about 2000 distinguished recitors of Quran, who would have remained un-noticed in the unfathomable depths of time since the advent of Islam in India. As I have also been initiated in this science, I can realise the immensity and the technical accuracy of his works, which I am sure no other person at this time could have succeeded in attaining.

Study of Quran and allied sciences is becoming popular in India. Gandhiji had included passages from the Quran in his daily prayers and Shri Vinobabhave the illustraious leader of Bhoodan movements has also distinguished himself as a Qari. But it is very unfortunate that Middle East and even orientalists know practically nothing about Indian contribution to this noble science. It will indeed be a great National Service to get this immensely valuable work printed and translated in other languages. It will surely add laurels to the achievements of any Institution or Government to get this work printed and to get it widely distributed.

Dr. Ghulam Dastagir Rasheed,
M. A., Ph. D.,
U. G. C. Professor & Head of the
Department of Persian,
Osmania University, Hyderabad-A.P.

تبصرہ جناب حکیم عبدالقوی صاحب بی اے زرندائے ملت مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۷۰ء

یہ کتاب جو فن قراءت اور قراء کے موضوع پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی شان رکھتی ہے ایک فرد واحد قاری و مقری کرنل مرزا بسم اللہ بیگ کی سولہ سال محنت کا ثمرہ ہے اور شاید یہ کہنا خلاف حقیقت نہ ہو کہ اس موضوع پر اتنی جامع کتاب، اردو کیا معنی دنیا کی کسی زبان میں موجود نہیں۔ کتاب کے ابھی دو حصے شائع ہوئے ہیں جلد اول کے حصہ اول میں اس فن شریف کی اہمیت۔ قرائے عشرہ کا باہمی فرق اور فن تجوید پر لکھی ہوئی کتابوں کا ذکر ہے۔ جلد اول کے حصہ ثانی میں ان قراء کے مختصر اور ضروری حالات (سنین وفات وغیرہ کے ساتھ درج ہیں) جو مسلمانوں کی آمد ہند سے لیکر سنہ ۱۳۸۰ھ تک اس ملک کے مختلف حصّوں میں اقامت گزین رہے۔

جلد دوم میں اول صدی ہجری سے لیکر چودھویں صدی ہجری تک کے مشاہیر خدام قراءت اور ان کی تصانیف کی فہرست بھی درج ہے۔ قاریوں کے حالات کے ساتھ ضمناً تاریخ اسلام کے بہت سے واقعات اور مشاہیر علما، اور بزرگان دین کے سوانح بھی اختصار و استناد کے ساتھ اس میں آگئے ہیں۔ مثلاً جلد دوم میں شاہ ولی اللہ دہلوی۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی۔ مولانا کرامت علی جونپوری۔ عین القضاۃ حیدرآبادی۔ مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولانا حسین احمد مدنی۔ مولانا سلیمان پھلواری۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن۔ مولانا حکیم برکات احمد ٹونکی وغیرہم۔ قاریوں کی اس فہرست میں غایت توسع سے کام لیکر سرسید احمد خان اور ڈاکٹر سر محمد اقبال وغیرہ کو بھی شامل کر لیا ہے۔ ان بزرگوں کے علاوہ ہندستان کے مشاہیر قراء، اور ان کے سلسلے شاگردوں کی پوری تفصیلات درج ہیں۔ قراء کی فہرست میں بھوپال کے والیہ ریاست نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کے منجھلے صاحبزادے قاری حافظ جنرل عبیداللہ خان بھوپالی جن کا انتقال عین جوانی میں سنہ ۱۳۵۵ھ میں ہوا، کے فنی کمالات اور سبق آموز واقعات اس کتاب کے صفحات میں کثرت سے ملیں گے۔ امید کہ اہل ذوق مصنف کی اس محنت کی قدر افزائی کریں گے۔ کتاب کی عبارت بڑی شگفتہ اور سلیس ہے۔
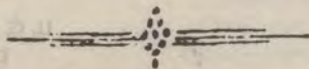
بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبصرہ بر کتاب "قاریانِ ہند"

مصنفہ

قاری کرنل مرزا بسم اللہ بیگ

از:- ڈاکٹر سید عبد اللطیف پی۔ ایچ ڈی (لندن)

پریسیڈنٹ انسٹی ٹیوٹ آف انڈو میڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز

قاری کرنل مرزا بسم اللہ بیگ صاحب جو جامعہ عثمانیہ کے قدیم طیلسانی ہیں سال ہا سال سے قرآن مجید سے متعلق صوتیات اور قراءت کے خصوصی مطالعہ میں مشغول رہے اور اس فن کے مختلف پہلوؤں پر کئی رسالے شائع کئے۔ اب موصوف نے تین جلدوں میں قاریانِ ہند کے متعلق ایک کتاب اردو میں تحریر کی ہے جو پندرہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

موصوف نے اس کتاب سے متعلق میری رائے دریافت کی ہے۔ میں نے اس کتاب کو کافی دلچسپی کے ساتھ دیکھا۔ پہلی جلد میں اس فن کی ابتدا اور ارتقاء کا ذکر ہے اور اسلام کے ابتدائی دور میں مستند سبعہ قراءت کی ترویج اور ان کی خصوصیات سے بحث کی ہے اور فنِ قراءت سے متعلق اسلام کے قرونِ وسطیٰ میں جو ممتاز شخصیتیں گزری ہیں ان کا سوانحی خاکہ پیش کیا ہے۔

دوسری اور تیسری جلد میں ہندوستان کے مشہور قاریوں کا ذکر ہے جنہوں نے گزشتہ آٹھ سو سال کے طویل عرصہ میں اس فن کو ہندوستان میں پھیلانے اور زندہ رکھنے کی کوشش کی ہے

جہاں تک مجھے علم ہے اسلام کے آغاز سے ابتک اس فن کی تاریخ سے متعلق دو کتابیں لکھی گئیں ہیں:-
پہلی کتاب اندلس کے عثمان دانی کی کتاب "طبقات قراء" جو پانچویں صدی ہجری میں لکھی گئی اور دوسری اسی نام کی کتاب شمالی افریقہ کے محمد الجزری نے آٹھویں صدی ہجری میں تحریر کی۔ ان دونوں کتابوں میں ہندوستانی علماء کی کاوشوں کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ مشرق وسطیٰ کے کسی عالم کا جس نے یہ کام کیا ہے۔

ہندوستان کے لئے یہ بات باعثِ فخر ہے کہ اس کے ایک عالم نے فنِ قراءت سے متعلق ابتدا سے ابتک صرف ہندوستانی علماء ہی کا اس میں ذکر نہیں کیا ہے بلکہ بیرونِ ہند سے بھی جو علماء یہاں آئے انکی بھی تفصیلات دی ہیں۔

کرنل بسم اللہ بیگ صاحب نے اس کام میں سولہ سال صرف کئے اور مواد حاصل کرنے کے لئے پورے

ہندوستان کا سفر کیا۔ رفاہی کتب خانوں اور خانگی ذخیروں کو چھانا اور مخطوطات سے استفادہ کیا۔ نتیجتہً وہ دو ہزار سے زائد ایسے ممتاز قاریوں کا مواد پیش کر رہے ہیں جنھوں نے اپنا مقام پیدا کرلیا ہے اور ان میں سے اکثر شمال اور جنوب کے صوفی علماء ہیں۔

میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ بڑی محنت کا کام ہے اور بڑی تحقیق سے جمع کیا گیا ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اس کو صرف اردو ہی میں شائع نہ کیا جائے بلکہ عربی، فارسی، ترکی اور ملائی زبانوں میں بھی شائع کیا جائے۔ یہ کتاب قرأت سے متعلق ایک انسائیکلوپیڈیا ہے۔ میں مصنف کو اس شاندار کارنامے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس امر کے پیش نظر کہ ایک ہندوستانی عالم نے اس تحقیقاتی کام کو ایسے بڑے پیمانہ پر انجام دیا ہے جس کی مثال مشرق اور مغرب میں نہیں ملتی۔ میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اس کی طباعت کا انتظام مناسب طریقہ پر حکومت ہند کا محکمہ تعلیمات، یونیورسٹی گرانٹ کمیشن یا ایچ۔ ای۔ ایچ دی نظام چیریٹیبل ٹرسٹ جیسا کوئی رفاہی ادارہ انجام دے۔

(ترجمہ)

(ڈاکٹر) سید عبداللطیف
صدر
انڈو مڈل ایسٹ کلچرل انسٹی ٹیوٹ

تبصرہ از خواجہ محمد احمد صاحب - ایم - اے - یل یل - بی - سابق ناظم آثار قدیمہ حیدرآباد - دکن

خَیۡرُکُمۡ مَنۡ تَعَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ وَعَلَّمَہٗ

آج سے نصف صدی قبل مولوی مرزا بسم اللہ بیگ صاحب سے میری پہلی ملاقات ہوئی جب کہ موصوف نظام کالج میں بی۔ اے کے آخری سال میں تھے اور میں ایف۔ اے کے سال اول میں داخل ہوا تھا باہمی ارتباط کا ذریعہ موصوف کا ادبی ذوق تھا اور سلجھی ہوئی حقیقت پسند طبیعت تھی۔ کچھ عرصہ بعد ہی موصوف کا انتخاب محکمہ فوج میں کیڈٹ کی خدمت پر ہوگیا۔ بظاہر ملاقاتوں کے مواقع ختم ہوگئے تھے۔ لیکن اکثر ملاقاتیں ہوجاتی تھیں اور ہر ملاقات میں روابط مضبوط سے مضبوط تر ہوتے گئے۔ موصوف محکمہ فوج میں اپنی حسن کارگذاری اور فرائض کی انجام دہی کی وجہ سے کرنل کے عہدے تک پہونچ گئے۔ اور پولیس ایکشن کے فوری بعد ہی وظیفہ حسن خدمت حاصل کرلیا۔

فوجی ملازمت کے زمانے میں بھی موصوف نے اپنے علمی مشاغل کو ترک نہیں کیا۔ جب کبھی موقع مل جاتا تو دن کو یا رات کو علماء کی خدمت میں حاضری سے نہ چوکتے۔ اپنی طبیعت کی مناسبت سے نقشبندیہ طریقہ میں داخل ہوکر سلوک کے مدارج بڑی پابندی کے ساتھ طے کئے۔ تہجد کا التزام بڑے اہتمام اور انتہائی شوق سے کرتے ہیں اور دوسروں کو غیر محسوس طریقہ پر اس کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔

یوں تو اردو و فارسی ادب سے موصوف کو خاصہ لگاؤ ہے اور اردو اشعار کو برجستہ موقع اور محل پر استعمال فرماتے ہیں۔ لیکن خاص دلچسپی علوم قرآنی سے ہے اور اس میں بھی قرأت اور تجوید کے علم اور فن سے آج تقریباً تیس سال پہلے موصوف نے ایک مختصر لیکن جامع رسالہ قراءت عاصم اور تجوید پر شائع فرماکر اس میں قرات سبعہ سے بھی قارئین کو متعارف کیا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ ہی کے بعد علوم قرآنی پر ایک مبسوط کتاب شائع کی۔

مجھ کو دس بارہ سال کی عمر سے قرات و تجوید کا شوق تھا۔ لیکن اچھے رہبر نہیں ملتے تھے اور اگر ملے بھی تو ان سے استفادہ کے مواقع نہ ملے اور یہ غلط خیال ذہن نشین ہوگیا تھا کہ قرات و تجوید کا تعلق راگ سے ہے۔ موصوف سے گفتگو میں میری غلط فہمی دور ہوئی۔ موصوف ہی سے ان کے مبادی حاصل کئے اور حضرت قاری میر روشن علی صاحب کی خدمت میں موصوف کے ہمراہ حاضر ہوا۔ اگرچہ

مولوی مرزا بسم اللہ بیگ صاحب نے ایک مرتبہ قرات عاصم سے قرآن شریف حضرت کو سنایا تھا۔ لیکن میرے ساتھ پھر دہرایا۔ نقشبندیہ سلسلے کے ایک اور بزرگ مولوی حبیب محمد خان صاحب۔ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو گئے۔ اس دور کی خاص خصوصیت یہہ تھی کہ حضرت نے جہاں فنی نکات کی تفصیلی وضاحت فرمائی ساتھ ہی اسناد قراءت کے سلسلوں کو بھی مستند کتب کے حوالوں سے واضح فرمایا اور اپنی عطا کی ہوئی اسناد میں انکو کامل وضاحت کے ساتھ درج فرمایا۔ عام طور پر اس کو کوئی بڑی چیز خیال نہیں کیا جائیگا لیکن اہل علم سے اس کی قدر مخفی نہیں۔

قراءت عاصم کا مرحلہ ختم ہوتے ہی قرات سبعہ و عشرہ کا دور شروع ہو گیا۔ حضرت مرحوم نے جس انہماک و تبحر اور شفقت سے اس کی تعلیم دی اس سے اساتذہ سلف کی تصویر نظروں کے سامنے کھنیچ گئی۔ شاگردوں کو یہہ تاکید کہ کسی مسئلہ کو تشنہ نہ رہنے دو اگر ادب کسی وقت مانع ہو تو دوسرے اور تیسرے روز صاف کر لیا جائے۔ فن سے متعلق جملہ کتابیں فراہم کرا دیں اور شکوک رفع کرنے میں دل کھول کر مواقع عطا فرمائے۔ تعطیلات میں صبح کی نماز کے ساتھ ہی درس شروع ہو جاتا۔ بعض اوقات اس سے بھی قبل ناشتہ حضرت کے ہی ساتھ۔ اس کے بعد ظہر کی نماز کا وقت آجاتا۔ دو پہر کا کھانا حضرت کے ساتھ۔ عصر اور مغرب کا وقفہ عشاء تک سلسلہ جاری رہتا۔ درمیان میں اکثر چائے کا دور ہو جاتا۔ حضرت مختلف طریقوں پر اس کا اطمینان فرما لیتے کہ پڑھنے کے ذوق میں تازگی ہے یا نہیں۔ میں تو اس کو حضرت کی توجہ کا کرشمہ کہوں گا کہ درس کے برخاست کے وقت بھی شاگردوں کے ذوق طلب میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی۔ دوران درس میں رمضان کا مہینہ آگیا۔ اس ماہ مبارک میں مغرب کے کھانے کے بعد حضرت کے ساتھ تراویح پڑھ لی جاتی تھی اور اس کے بعد درس رات کے ڈھائی تین بجے تک رہتا۔ اس کے بعد ہم اپنے گھر آتے۔ غرض اس طرح موصوف نے بھی قرات سبعہ و عشرہ کی تحصیل و تکمیل کی اور موصوف کے انہماک اور مقام کے مد نظر حضرت نے عماد القراء کا خطاب عطا فرمایا۔

یوں تو عشرہ کی تکمیل سے پہلے ہی موصوف نے تشنگان کو اس علم و فن سے سیراب کرنا شروع کر دیا تھا۔ تکمیل عشرہ کے بعد تعلیم کا دائرہ بے حد وسیع ہو گیا۔ شہر حیدرآباد میں شاگردوں کی تعداد ان گنت ہے۔ بنگلور۔ بڑودہ۔ مدراس۔ مالیگاؤں۔ بمبئی اور بجاپور میں طویل عرصے تک قیام فرما کر قرات واحدہ اور قرات عشرہ کی سینکڑوں کو مفت تعلیم دی اور سند عطا کی۔

ہندستان کی علمی مجالس میں شرکت کی اور دینی درس گاہوں میں قیام کیا اور ان کا مطالعہ کیا آل انڈیا اورنٹیل کانفرنس کے کئی اجلاسوں میں مقالے پڑھے جن کو بڑی قدر سے سنا گیا۔

احادیث نبوی جن سلسلوں سے ہندوستان پہونچی ہیں ان کی مستند اسناد کثرت سے ملتی ہیں لیکن قراءت قرآن مجید کی اسناد کی اہمیت سے علماء بھی ابھی تک غافل ہیں عوام کا ذکر ہی کیا۔ موصوف کو اور مجھ کو یہہ خیال ہوا کہ یہہ ممکن نہیں کہ ہندوستان میں مستند قرآن خوانی کے سلسلے کثرت سے نہ پہونچے ہوں۔ باوجود کافی تلاش کے ہندوستان کے قاریوں کے ذکر میں کوئی کتاب دستیاب نہ ہوئی۔ البتہ تواریخ اور تذکروں میں کہیں کہیں ان کا ضمناً ذکر ملتا ہے۔ موصوف نے یہہ مصمم ارادہ کرلیا کہ اس عظیم کام کی تکمیل کی ذمہ داری اپنے سر لیں۔ تواریخ، تذکروں اور سیرتوں کی چھان بین شروع ہوگئی۔ یہی نہیں موصوف زمین کا گز بن گئے۔ ہندوستان کا کوئی فارسی، عربی اردو کتب خانہ ایسا نہیں رہا جس کو آپ نے نہ چھانا جہاں کسی قاری کا پتہ چلا اس کے پاس پہونچگئے۔ خواہ وہ گیا میں ہو یا ہندوستان کے کسی حصہ میں ہو۔
بعض اوقات سفر میں ساتھ رہنے کا مجھ کو بھی اتفاق ہوا۔ موصوف کو اس تگ و دو میں جو مصائب پیش آئیں ان کا ذکر موصوف نے نہیں کیا لیکن وہ ایسی ہیں جن سے علماء سلف کی یاد تازہ ہوجاتی ہے ایک مرتبہ تحقیقاتی سفر میں پورا رمضان کا مہینہ گذر گیا۔ وہ بھی انتہائی گرمی میں اور شمالی ہند میں، راتوں میں عبادت اور دن تمام مجاہد کی طرح مواد کی فراہمی کے لئے چلچلاتی دھوپ میں زمین پیمائی۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ روزے کی حالت میں فاصلے کے متعلق غلط رہبری کی بناء پر معلومات حاصل کرنے کے لئے لکھنو کے قریب ایک قریہ کے لئے سواری نہ ملنے کی وجہ پیدل ہی روانہ ہوگئے۔ خیال تھا کہ مغرب سے قبل واپسی ہوجائیگی۔ لیکن واپسی میں گیارہ بجے گئے۔ صرف خرمے اور پانی سے افطار کیا گیا۔ غرض اس قسم کے کئی واقعات پیش آئے۔ طوالت کی ڈر سے ان کا ذکر نہیں کیا جائے گا۔
قرآن پاک کی خدمت کا یہہ جذبہ ہے کہ آپ کسی کو تعلیم دینے سے انکار نہیں کرتے اور اسکی سہولت اور صلاحیت کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ تعلیم میں شاگرد کے مراتب کا بیحد خیال رکھتے ہیں۔ معمر اور تعلیم یافتہ حضرات میں شاگردی کا احساس پیدا نہیں ہونے دیتے تاکہ اس فن کا حاصل کرنا ان پر شاق نہ گذرے جو حضرت عاصم کی قرأت سے آپ کے پاس قرآن پاک کی تکمیل کرلیتے ہیں ان کے لئے قرآن پاک کا ایسا نسخہ جو رسم الخط کے لحاظ سے اچھا ہو، اس پر قراءت عاصم کا حاشیہ اپنے ہاتھ سے تحریر فرماکر تحفتہً شاگرد کو عنایت فرماتے ہیں۔ اسی طرح جن حضرات نے آپ سے عشرہ کی تعلیم حاصل کی ہے ان کو عشرہ کا حاشیہ تحریر فرماکر تحفتہً عنایت کرتے ہیں۔ اگر آپ کو معلوم ہوجائے کہ کوئی مرد یا خاتون عشرہ کی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف ہے اس کو بھی آپ قرآن پاک کا اچھا نسخہ عشرہ کا حاشیہ تحریر فرماکر تحفتہً دیتے ہیں۔ یوں تو ایک قراءت عاصم کا حاشیہ لکھنے میں کافی محنت اور احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن عشرہ کا حاشیہ لکھنے میں روزانہ چار پانچ گھنٹے اگر صرف کئے

جائیں تو کم از کم دو ماہ درکار ہوتے ہیں۔ اس سے اس محنت شاقہ کا موہوم سا اندازہ ہوجاتا ہے جو آپ اس متبرک فن کی ترویج میں فرماتے ہیں۔ ابھی تک آپ سینکڑوں قرآن شریف تحفۃً دے چکے ہیں۔ خود میرے خاندان میں تحفۃً دیئے ہوئے عشرہ کے حاشیہ کے ساتھ پانچ چھ قرآن پاک موجود ہیں۔ آپ کی مساعی جلیلہ یقیناً مساعی مشکورہ ہیں۔ دل سے خود بخود یہہ دعا نکلتی ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی اور عمر طویل کی نعمت سے سرفراز فرماتا رہے تاکہ یہ فیض تادیر قائم رہے۔

رہا کتاب کے متعلق مجھے چنداں عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہندستان کے قاریوں سے متعلق یہہ پہلی کوشش ہے جو وجود میں آئی ہے (قاریوں کے حالات کے ساتھ قراءت و تجوید کے اصول بھی اس میں درج کردیئے گئے ہیں) اور الحمد اللہ یہہ کتاب طباعت سے آراستہ ہوگئی۔ ایک اچھوتے مضمون پر خامہ فرسائی کسقدر دشوار ہے اس کا اندازہ اہل تحقیق ہی کر سکتے ہیں۔ سات آٹھ سو برس پر پھیلے ہوئے مواد کا جمع کرنا اور پھر اس کی کوشش کہ ہندستان کا کوئی گوشہ چھوٹنے نہ پائے کوئی آسان کام نہ تھا۔ ایک عام خاکہ کافی تفصیل کے ساتھ پیش ہوگیا ہے۔ اس وسیع عمارت پر کئی منزلیں تعمیر کی جاسکتی ہیں۔ لیکن اس کے لئے توفیق اور ذوق کی ضرورت ہے۔

"کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق .:. ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد"

اس کتاب کی اہمیت کے متعلق یہاں چند امور کا ذکر نہایت ضروری ہے۔ یہہ ضخیم کتاب مسلمان سلاطین امراء و علماء و عوام کے ثقافتی مواد کا ایک اہم معدن ہے اور اس کے مطالعہ سے جو غلط فہمیاں ان کے ذوق و مشاغل کے متعلق پیدا ہوگئی ہیں یا کرادی گئی ہیں وہ دور ہوجاتی ہیں۔ مثال کے طور پر ابوالحسن تاناشاہ سلطان گولکنڈہ کے متعلق یہہ تصور عام ہے کہ عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتے تھے لیکن یہہ کسی کو معلوم نہیں کہ تخت نشینی کے بیس سال بعد بھی اور قید ہونے سے چار سال قبل بھی وہ عشرہ قرأت کی تحصیل میں مصروف تھا اور محض ان کی تعلیم کے لئے حلیۃ القاری علی الحسینی نے لکھی تھی۔ اس کا ایک نادر نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں موجود ہے (ملاحظہ ہو ص ۱۵۵ جلد دوم) اسی طرح کئی سلاطین اور امراء کے حالات اس تذکرہ میں درج ہیں۔

عام طور پر قرأت و رسم الخط قرآنی سے عدم واقفیت کی وجہ سے قابل فہرست نگاروں نے بھی اپنی فہرست میں ان امور سے متعلق مواد نظر انداز کردیا ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتاب میں ان پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ اس کتاب کو بنیاد بناکر رسم الخط قرآنی کے ارتقاء کی ایک مصور یا تصویر کتاب تیار کی جاسکتی ہے جس سے واضح ہوسکتا ہے کہ کن مقامات پر کس قسم کا رسم الخط رائج تھا اور ہر دور و سلطنت میں

کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ خاص طور پر محمد ابن مقلہ (۸۸۶-۹۴۱ء) کے مشہور خطاط جس نے کوفی رسم الخط کو نئی شکل عطا کی۔ — عباسی دور کے مشہور کاتب یاقوت کے نسخوں کے اس کتاب میں حوالے درج ہیں کئی ایسی کتابوں کا پتہ اور حوالے ملیں گے جن کے نسخے اب ناپید ہو گئے ہیں۔ ان میں کئی ایسی کتابیں ہیں جو فن کے لحاظ سے نہایت بلند مقام رکھتی ہیں۔ اکثر ایسے اہم نسخوں کے حوالے درج ہیں جو کیا بہ لحاظ تزئین خطاطی اور کیا بہ لحاظ تاریخی حیثیت اس قدر اہم ہیں کہ ان کے عکس تیار کروا کر عام کئے جائیں تاکہ اس خوابیدہ قوم کے کارنامے جس کا ماضی نہایت شاندار تھا منظر عام پر آئیں اور اہل علم اس سے واقف ہوں۔ سب سے زیادہ یہ کہ خود اس قوم کے نونہالوں کے حوصلے بڑھیں اور پھر ایک مرتبہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوں۔ فن قراءت۔ قرا، اور قاریوں کے متعلق تو یہ کتاب ایک عالم کا تیار کیا ہوا اچھا خاصا انسائیکلو پیڈیا ہے لیکن سلاطین صوفیا، علماء اور مشاہیر کے متعلق بھی بیش بہا معلومات اس میں درج ہیں۔

خواجہ محمد احمد

-x-x-x-x-

مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی کا تبصرہ

تذکرۂ قاریان ہند جیسا موضوع نام سے ظاہر ہے قراء کے حالات میں لکھی گئی ہے۔ تجوید و قراءت مسلمانوں کا خصوصی فن ہے۔ محرومی کے ماحول میں شیطان کو اپنے فن (آرٹ) راگ و نغمہ کے چلانے اور پھیلانے کا موقع مل گیا ہے۔

اردو میں تو خیر اس بسط و تفصیل کے ساتھ اس فن شریف کی تاریخ کیا لکھی جاتی دنیا کی کسی زبان میں اس ٹکر کی کتاب کا پتہ غالباً نہ مل سکے۔ کتاب موضوع سے ہر دلچسپی رکھنے والے کے کام کی۔ اور ضرور قابل مطالعہ ہے۔

مولانا امتیاز علی صاحب عرشی کا تبصرہ

آپ نے "قاریان ہند" کے حالات قلمبند فرماکر جو احسان کیا ہے۔ اہل علم اوس کا ہمیشہ احسان مانیں گے۔ یہہ طبقۂ خادمان قرآن پاک عرصہ دراز تک گوشہ گمنامی میں پڑا رہا۔ یہہ سعادت قدرت نے آپ کے لئے ودیعت کی تھی۔

جَزاکُمُ اللہ عَنّا وعَن جمیع قُرّاءِ القرآن المجید خیرًا۔

امتیاز علی عرشی

مہتمم کتب خانہ رضا۔ رامپور

تبصرہ شیخ القراء پروفیسر مولانا سید نور اللہ قادری صاحب بی اے

قاریان ہند کو پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ماشاء اللہ بہترین علمی خدمت ہے۔ دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ استاد محترم رئیس القراء میر روشن علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت کو تلمذ تھا اسوقت میں بھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ وہ نقشہ آنکھوں کے روبرو پھر گیا۔ تصور کی دنیا میں کھو گیا۔ منظر ماضی از سر نو ابھر آیا۔ مچھلی کمان سے قریب کوچہ والی مسجد میں آنجناب۔ اور مولانا عطا حسین صاحب (خواجہ بندہ نواز کی تصانیف کے طبع کرنے والے بزرگ) جو آپ کے ہم سبق تھے اور غالباً عثمان علی خان ابن شیخ القراء درس عشرہ کا سبق لیتے تھے کیا زمانہ تھا ع "آتا ہے یاد مجھ کو گذرا ہوا زمانہ" ماضی کی یاد بے چین کر دیتی ہے اور یہہ گنگنانے لگتا ہوں۔

؎ پھر میکدہ ہو ہم ہوں اور سامنے ساقی ہو ؞ وہ وقت خدا لائے پھر دور میں جام آئے

خدا اپنی رحمتوں سے مالا مال کرے۔ حضرت میر روشن علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی کو کسقدر اجاگر کیا ہے ؎ نام نیک رفتگان ضائع مکن ؞ تا بماند نام نیکت پائیدار

کی نصیحت پر کتنا اچھا عمل کیا ہے۔ کسقدر کد و کاوش سے عاشقان رسولؐ کی زندگیوں میں روشنی بھری ہے ع خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را۔ یہہ کتاب درس قراءت کے مدرسین کے لئے کسقدر کام کی چیز ہے۔ اس کتاب نے سمند شوق کے لئے تازیانے کا کام کیا۔ دل میں بڑی بڑی آرزوؤں نے

جنم لیا - قراء کے حالات دل میں سرور پیدا کر دیتے ہیں - حضرت عین القضاۃ کے حالات زندگی پر روحانی سرور میسر آگیا - کیا سماں کھینچا ہے - کسقدر پیاری اردو ہے - کتنا موثر انداز - اورنگ زیب کا وصیت نامہ دل کو بے قابو کر دیتا ہے - جہاں آرا کا شہزادی ہو کر خود کو غریب کہنا -
ع کہ قبر پوش غریبان ہمیں گیاہ بس است - اونکی خدا شناسی اور عاقبت بینی کی آئینہ دار ہے -
میری دعا ہے کہ ہر قاری کو اس کتاب سے استفادہ کا موقع ملے - والسلام -

سید نور اللہ قادری

تبصرہ جناب قاری عبدالحفیظ صاحب بی - اے - ایل - ایل - بی وظیفہ یاب سشن جج

تذکرۂ قاریان ہند پر ایک عامی کے تاثرات (یہہ اظہار انکساری ہے) نہ میں مفسر ہوں نہ فقیہ نہ عالم ہوں نہ ادیب - نہ واعظ ہوں نہ خطیب - علم سے بے بہرہ - قراءت کا ابجد خواں - اس پر بھی تذکرۂ قاریان ہند پر اپنے تاثرات قلمبند کرنے کی جراءت رندانہ کر رہا ہوں ؎

نہ میں دیوانہ ہوں اصغر نہ مجھ کو ذوق عریانی ؛ کوئی کھینچے لئے جاتا ہے خود جیب و گریباں کو

کتاب اور اس کے مؤلف کا نام دیکھکر تو یہی خیال ہوا کہ اس میں قاریوں کی تاریخ پیدائش مقام پیدائش سنہ وفات، اساتذہ کے نام - تلامذہ کی فہرست اور قاریوں کے بعض فنی کمالات کا ذکر ہوگا - اسی لحاظ سے کتاب پر جستہ جستہ نظر ڈالی تو محو حیرت ہو گیا کہ یہہ تذکرۂ قاریان ہے یا تشنگان علوم قرآنی کے لئے آب حیات - خشک تاریخ ہے یا ناول و افسانہ - کسی کو اگر اس مقولے کی تصدیق مطلوب ہو کہ حقیقت افسانے سے زیادہ دلچسپ ہوتی ہے تو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے -

صرف قراءت نہیں بلکہ علوم قرآن کا نچوڑ - مستند حوالوں کے ساتھ ایسے سادہ مگر دلکش پیرایے میں پیش کیا گیا ہے کہ کتاب کا مطالعہ شروع کرنے کے بعد چھوڑنے کو جی نہ چاہے - معلومات کا یہ خزانہ بڑے سلیقہ اور ترتیب سے پیش کیا گیا ہے - ایک عامی بھی قرآنی نکات اور عظمت سے متاثر و فیضیاب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا -

ترتیب قرآن کی تفصیلی تاریخ مستند حوالوں کے ساتھ کہ کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے - تجوید و قراءت کی اہمیت اور واجبیت پر اسناد - اوسکے رموز و نکات پر سیر حاصل بحث - نہ صرف ہندستان

بلکہ عالم اسلام کے سربرآوردہ علماء، اور تمام سلاسل صوفیہ کے شیوخ کا تجوید سے شغف۔ یہہ سب دلچسپ وسبق آموز حکایات سے پر۔ اس انداز سے پیش کئے گئے ہیں کہ عالم وعامی سب کو مطالعہ کی طرف کھینچے اور تجوید کی ضرورت کا احساس کرائے اور اس کی مشق پر آمادہ کرے۔

تعجب اس بات پر ہوتا ہے کہ ایک فوجی افسر کو کس طرح ایسی عالمانہ اور صبر آزما تحقیق کا شوق پیدا ہوا کس طرح اس شوق کی تکمیل کی اور اس تالیف کی توفیق ہوئی ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ یہی نہیں بلکہ انھوں نے اپنے علم کو عمل کا جامہ پہنایا۔ اور خود تجوید میں کمال حاصل کر کے سینکڑوں اشخاص کو قاری بنا دیا۔

دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ انکی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت بخشیں اور ان کی تالیف کو مقبول عام کریں۔

حفیظ (جالندھری نہیں)
حیدرآبادی

تبصرہ از جناب سید قادر محی الدین صاحب کمشنر آبکاری وظیفہ یاب۔ علاقہ مدراس

تروانلوم میں مجھے بسا اوقات آپ کی تالیفات ہی کا مطالعہ رہا۔ بلکہ اب بھی وہی شغل جاری ہے شوق بڑھتا گیا جوں جوں پڑھتا گیا۔ دوسری کتاب پڑھنے کی طرف رغبت نہیں ہوتی اور ایک وقت کے مطالعہ سے طبیعت سیر نہیں ہوتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یانی عمران کتابوں کے دورے ہی میں گذریگی اسلامی علوم میں تجوید وقراءت کی اہمیت صرف آپ کی تالیفات کی بدولت اس دور میں چراغ ہدایت ضرور ثابت ہونگے مگر اون لوگوں کے لئے جنھیں مذہبی علوم سیکھنے کے لئے وقت اور شوق نصیب ہو۔

اولیائے کبار۔ علماء۔ صلحا۔ صوفیائے کرام سلاطین عظام۔ امراء، و رؤسا جو حفظ قرآن کریم تجوید وقراءت سے کسقدر والہانہ شغف رکھتے تھے۔ یہہ حالات مفصلا تاریخی روشنی میں پڑھنے سے ہدایت ملتی ہے اور روحانی تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اول سے لیکر آخر تک ایسے مستند ومتبرک تاریخی حالات کا ذخیرہ جو مستور تھا اور جس کو یکجائی حاصل نہیں تھی۔ برسوں کی محنت، عرق ریزی، کد وکاوش کے بعد قلمبند کرنا اور روشنی میں لانا آپ ہی کا حق تھا۔ جو صرف خدائے قدوس کی عطا ہے۔ مجھ جیسے ناچیز کا کیا حوصلہ جو داد دیسکے۔ خدائے قدوس آپکی عمر دراز کرے تاکہ مشعل ہدایت تادیر روشن رہے۔ آمین

سید قادر محی الدین (مدراس)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مری انتہائے نگارش یہی ہے ؎ ترے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّبِّ الْاَكْرَمْ ۔ اَلَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ وَنَزَّلَ الْقُرْاٰنَ شِفَآءً لِلسَّقَمْ ۔ مَحَآءً لِّرُسُوْمِ الظُّلَمْ ۔ ضِيَآءً لِلظُّلَمْ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمْ ۔ لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الْعَوَالِمِ مِنَ الْعَدَمْ ۔ مُحَمَّدِ نِ الْمَبْعُوْثِ لِلتَّبْلِيْغِ الْاَعَمْ ۔ وَعَلٰى اٰلِهٖ خَيَارِ الْاُمَمْ وَاَصْحَابِهِ الْهَادِيْنَ اِلَى الطَّرِيْقِ الْاَمَمْ ۔ اَمَّا بَعْدُ

ہے مزہ کونسی کہانی میں ؎ آپ بیتی کہوں کہ جگ بیتی

دونوں ہی چیزیں پیش کر رہا ہوں۔ پہلے آپ بیتی سن لیجئے باقی تو جگ بیتی ہی ہے۔

کوئی بیس سال ہوئے کہ قاری حافظ ابو محمد محی الاسلام پانی پتی کی شرح سبعہ قرأت پڑھنے کا اتفاق ہوا اس کے دیباچے میں حضرت نے لکھا ہے "قراء کے حالات قلم بند کرنے میں عالم اسلام نے جو خدمت انجام دی اس میں اولیت کا فخر اندلس کو حاصل ہے مگر ہندوستان نے قراءات و قراء کے بارے میں کچھ نہ لکھا۔ ہندوستان کے سلاطین و امراء کی تاریخیں لکھی گئیں۔ شاعروں۔ عالموں۔ خطیبوں حتیٰ کہ گویوں کے تذکرے تالیف ہوئے مگر خدام کلام اللہ کا کسی نے نام بھی نہ لیا۔" حضرت کی یہ بات میرے دل میں چبھ گئی۔ اس وقت سے خیال تھا کہ بن پڑے تو قرائے کرام کے حالات جمع کردوں مگر فرصت کی کمی نے تکمیل کا موقعہ نہ دیا۔ اب جو فرصت ملی تو میں نے آہستہ آہستہ حالات جمع کئے۔ ایک مقالہ طبع کرکے ہدیہ ناظرین کیا جس کا عنوان تھا "حیدرآباد دکن نے قراءت کی کیا خدمت انجام دی۔" دوسرا مقالہ قرائے برار پر لکھا جس کو آل انڈیا اورینٹیل کانفرنس نے طبع کرایا۔ اس کے بعد قرائے اڑیسہ پر ایک مضمون لکھا پھر رفتہ رفتہ کام نے وسعت اختیار کرلی۔ اور میں نے قراء ہند کے یہ حالات جمع کئے۔

۲ قراء کے نام و حالات ملنے میں ایک دقت یہ ہوتی ہے کہ ہندوستان کی تاریخ لکھنے والے بیشتر مورخین نے تجوید و قراءت کو ایک علیحدہ مستقل فن کی حیثیت نہیں دی بلکہ اس فن کو علوم قرآنی کا ایک جز سمجھ کر صاحبِ فن کے متعلق یہ لکھ دیا کہ جملہ علوم معقولی و منقولی میں کمال حاصل کیا۔ میں نے قراء کے حالات جمع کرنے میں یہ احتیاط پیش نظر رکھی ہے کہ ایسے عالم کو جس کا ذکر اس اجمال سے ہوا اس کو فہرست میں شامل نہیں کیا۔ تا وقتیکہ اس کے متعلق تجوید و قراءت سیکھنے کی سند نہ ملی۔ اس کا افسوس ہے کہ اس طرح بہت سے علماء کے نام نظر انداز کرنے پڑے۔ تاہم میں نے ہر ہر قدم پر کاوشیں کیں۔ ہر عالم کے متعلق متعدد کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ہندوستان کے تقریباً سب ہی بڑے کتب خانوں کو چھانا۔ تجوید کی قلمی کتابیں۔ قرآن مجید کے قلمی نسخے۔ نیز سبعہ و عشرہ کے حاشیہ والے قرآن مجید کے نسخوں کو بچشم خود دیکھا اور ان کا ذکر بھی اس تالیف میں کر دیا کیوں کہ اس سے قراء کے کام اور حالات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

۳ غرض بارہ سال کی مسلسل محنت کے بعد اس تالیف کی ایک شکل بنی۔ جس سے انشاء اللہ اصحابِ ذوق کو فائدہ پہنچے گا۔ مگر سب سے بڑا فائدہ میرا اور بڑی تربیت خود میری ہو گئی۔ ان بزرگوں کے حالات پڑھ کر جو تاثرات مجھ پر مرتب ہوئے ان کو مختصراً عرض کئے دیتا ہوں۔

(۱) قراء کے حالات پڑھنے سے یہ یقین مستحکم ہو گیا کہ بعض بزرگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کلام اللہ میں فنائیت حاصل کر لیتے ہیں۔ صبح سے شام تک ان کا کام بس قرآن شریف پڑھنا اور پڑھانا ہوتا ہے۔ ان میں بعض ایک کلام اللہ روزانہ ختم کرنے والے ملیں گے بعض دو اور بعض تین اور چار اس طرح پوری زندگی میں ۱۷ ہزار سے لے کر ساٹھ ہزار دفعہ قرآن مجید ختم کرنے والے ملتے ہیں۔ کوئی ایک ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کر کے دیکھے تو اسے اندازہ ہوگا کہ یہ ہزاروں کی تعداد میں قرآن مجید ختم کرنا کس قدر دشوار ہے۔ اس فنائیت سے جو گوناگوں فوائد مرتب ہوتے ہیں ان کو گنوانا بھی مشکل ہے۔

(۲) قراء کی عمریں طویل ہوتی ہیں، ساٹھ اور ستر تو کیا بلکہ سو برس درس و تدریس میں گزارنا بہت سوں کا شغل رہا ہے۔ لہٰذا انفرادی حالات پڑھتے وقت اس پر غور کرتے چلئے۔

(۳) اللہ تعالٰے قراء کو ارذلِ عمر سے بچا لیتا ہے۔ یعنے وہ عمر جس میں بھول اور نسیان لاحق ہوتے ہیں اور عقل جاتی رہتی ہے۔ دیوانگی کے آثار پائے جاتے ہیں اور نوجوان کہنے لگتے ہیں کہ "بڈھا پاگل ہو گیا ہے"۔

(۴) نزع کی حالت میں قرآن مجید ویسا ہی جاری رہتا ہے جیسا ہوش وحواس میں پڑھا جاتا ہے
(۵) تجوید وقراءت کو دوسروں تک پہونچانے میں سب سے زیادہ حریص قراء نظر آئیں گے۔ ان کی یہ کوشش کہ ہر مسلمان قرآن کا صحیح پڑھنے والا بن جائے ہمیشہ جاری رہتی ہے چنانچہ اکثر قراء کی اولاد بھی اس نعمت سے بہرہ ور رہتی ہے۔

(۶) اسلامی اخلاق واسلامی کردار کے حامل اس طبقے میں بہ کثرت نظر آئیں گے۔ قراء حضرات سے بہ کثرت کرامتیں بھی صادر ہوتی ہیں مگر وثوق اور سند کا اہتمام ملحوظ تھا اور اختصار بھی پیش نظر تھا اس لئے بہت تھوڑی مثالیں کرامتوں کی اس کتاب میں درج کی گئی ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالٰی کے ولیوں کو کہاں تلاش کیا جائے تو فرمایا قرآن پڑھنے والوں میں۔ کہا کہ ان میں تو کرامتیں نہیں دکھائی دیتیں۔ تو فرمایا کہ اگر ان کو خدا کا ولی نہ تسلیم کیا جائے تو روئے زمین پر خدا کا کوئی دوست نہیں ہوسکتا۔

(۷) مجھ سے بے شمار لوگوں نے تجوید وقراءت سیکھنے کے بعد یہی کہا کہ اب ہم کو قرآن مجید کی تلاوت میں جو لطف آتا ہے وہ پہلے کبھی نصیب نہیں ہوا اور واقعہ بھی ہے کہ ع

ذوقِ ایں بادہ نیابی بخدا تا نہ چشی

(۸) قراء کے حالات پڑھنے سے قرآن شریف کی عظمت دل پر کھلتی ہے۔ ہر قاری یہ محسوس کرتا ہے کہ اس سے بڑی نعمت دنیا میں کوئی نہیں۔ اسی ذوق نے بہت سوں کو حافظ بنا دیا۔ ایسے حافظ کہ دن رات اسی دھن میں مستغرق ہو گئے یہ کھلی بات ہے کہ اگر لذت نہ ملے تو دن میں دو ختم کیونکر ہوسکیں
(۹) قاری کے قلب پر اس قدر سکینت اترتی ہے کہ اس کی لذت میں مستغرق رہتا ہے۔
(۱۰) یہ قرآن مجید کا فیضان ہے کہ باقاعدہ تجوید سیکھنے کے بعد بلا لحاظ عرب وعجم صحیح تلفظ کی ادائی پر قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔

(۱۱) اسلامی زندگی اختیار کرنے والوں کے عموماً اور قراء کے اوقات میں خصوصاً ایک نظم وضبط پیدا ہوجاتا ہے۔ ابتداءً علم حاصل کرنے کی خاطر محنت شاقہ کا عادی ہونا بڑے بڑے علماء سے علم سیکھنا۔ ان کی صحبت سے فیض یاب ہونا۔ بعد ازاں حج وسفر کرنا۔ پھر متاہل زندگی کے ساتھ درس وتدریس میں مشغولیت۔ خلق خدا کی فیض رسانی۔ ماہانہ۔ ہفتہ واری۔ روزانہ اوقات کی پابندی۔ اس قسم کے نظم وضبط کی زندگی کے بہ کثرت نمونے قراء کی زندگیوں میں ملیں گے۔
(۱۲) قاری کے نزدیک وقت کی بڑی قدر وقیمت ہوتی ہے۔

(۱۳) خدمت خلق کا جذبہ جتنا قراء میں پایا جاتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

(۱۴) محبت و شفقت پر زندگی کی اساس رکھنا۔ دوسروں کی کمزوریاں دیکھ کر عفو سے کام لینا۔ نفرت و حقارت کو دل میں جگہ نہ دینا یہ قاری کا شعار ہو جاتا ہے ورنہ تعلیم و نفع رسانی کے فرائض کی بجاآوری کما حقہٗ نہیں ہو سکتی۔

(۱۵) شفاءٌ لِما فی الصدور کی جو کیفیات یہاں دکھائی دیتی ہیں وہ کسی اور جگہ نہیں ملتیں۔ اگر قلب منیب کی تمنا ہے۔ ارذل عمر سے بچنا ہے۔ عمر کی طوالت مطلوب ہے۔ لذت تکلم حاصل کرنا ہے۔ ایمان کا مزہ لینا ہے تو اس میدان میں آئے یہ سب چیزیں ملیں گی بلکہ بہت کچھ اور۔

وبہ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حقایق کو اس کتاب کے ہر پڑھنے والے پر روز روشن کی طرح واضح فرما دیں۔ اور اپنے لئے دست بدعا ہوں کہ ؎

خواہسم کہ ہمیشہ در وفائے تو زیم — خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم
مقصود من خستہ زِ کونین توئی — از بہر تو میرم و برائے تو زیم
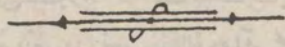
باب اوّل

قرآن مجید ۵ قرآن مجید وہ آخری کتابِ الٰہی ہے جو عالم کی دائمی رہنمائی کے لئے نازل کی گئی۔ یہ روحانیت کا درس۔ دنیوی کامرانیوں کا دستور العمل اور فوز و فلاح اخروی کا اکسیر نسخہ ہے بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ[1] اور فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ[2] کے احکام ملے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پہونچانے میں سعی بلیغ فرمائی۔ قرآن مجید کو نور نبوّت کی روشنی میں پڑھنا اور سمجھنا ضروری ہے۔ کلام اللہ آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ آسان اس طرح کہ ہر بدوی اور کم علم بھی سمجھ کر عمل کر سکتا ہے۔ اور مشکل اس طرح کہ حکماء کے لئے احکام۔ اسرار و امثال و مواعظ ہیں جن میں غور کرنا اور احکام کا استخراج کرنا ایک مستقل فن ہے۔

تعلیم قرآن کا ابتدائی انتظام ۶ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تعلیم قرآن کے انتظام کے لئے صُفّہ کی درس گاہ تھی۔ یہاں دو حلقے تھے۔ ایک اصحاب ذکر و فکر کا حلقہ دوسرا قراء کا۔ قراء کی تعلیم حضرت عبادہ بن صامت رضؓ کے سپرد تھی۔ جو حفاظ میں خاص طور سے ممتاز اور درس گاہ صفہ کے معلّم تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ:-

"میں قرآن اور کتابت کی تعلیم دیا کرتا تھا جن لوگوں کو دن کے وقت فرصت نہیں ملتی تھی ان کے لئے رات کو سیکھنے کا موقعہ تھا۔ جب رات ہو جاتی تو وہ لوگ (اصحابِ صُفّہ) مدینہ کے ایک معلّم کے پاس جاتے اور صبح تک پڑھنے میں مشغول رہتے۔" (مسند احمد بن حنبل)

جو قبائل مرکز قرآن سے دور رہتے تھے ان کے لئے علیحدہ اور خاص انتظام تھا۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ ان کے بعض نمایندوں کو انصار اپنے پاس مہمان رکھ کر قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔

۷ حضرت ابی بن کعب نے پورا قرآن شریف آنحضرت ﷺ سے سن کر یاد کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ

---

[1] پہونچا دیجئے جو آپ پر نازل کیا گیا۔ [2] جو حکم دیا گیا اس کی تعمیل کیجئے۔

روزانہ دس آیتیں پڑھاتے جس میں تجوید۔ تفسیر اور تدبر کے سیکھنے کا موقع ملتا۔ بعدازاں صحابہ نے اپنے رجحان کے مطابق تفسیر وبیان کو مشغلہ بنایا اور بعض نے قرآن کی تجوید و قراءت کی تدریس وتعلیم کی طرف توجہ کی۔ اس طرح مفسرین و قراء کی جماعتیں بنیں۔ جن صحابہ نے خاص محنت وشغف سے تجوید سیکھی تھی ان میں ابی بن کعب۔ معاذ بن جبل۔ عبادہ بن صامت۔ ابوایوب انصاری۔ عبداللہ ابن مسعود عبداللہ ابن عمر۔ عبداللہ بن العاص ابوالدرداء اور تابعین میں عبدالرحمٰن سُلمی اور مجاہد بن جبیر کے نام آتے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے حضرت ابوسفیان کو خاص بدوؤں کی تعلیم کے لئے مقرر کیا تھا کہ وہ قبائل میں گھوم پھر کر ہر شخص کا امتحان لیں اور جس کو قرآن یاد نہ ہو اس کو سزا دیں۔ (اصابہ تذکرہ اوس بن خالد) اس انتظام سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآنی تعلیم اور اس کی نشر واشاعت کا کیسا اہتمام تھا۔ قرآن مجید کو صحت سے پڑھنا سکھلانے والے رسول اللہ تھے۔ اون کے بعد صحابہ۔ جیسے تفسیر بالرائے کی ممانعت ہے ویسے ہی استاد سے سیکھے بغیر قراءت ناجائز ہے، اس کی تفصیل آیندہ آئے گی۔

تدوین قرآن قرآن مجید عہد رسالت میں مرتب ہو چکا تھا۔ اس کی ترتیب وحی الٰہی کے مطابق تھی:۔ بسا اوقات منزل شدہ آیات سورت کے درمیان رکھنے کا حکم ہوتا تھا اس لئے اس کو کتابی شکل نہ دی جا سکی۔ جب سلسلہ وحی ختم ہوگیا اس وقت تک منزل شدہ سورت متفرق طور پر اونٹ کی ہڈیوں پر۔ پتھر کی تختیوں پر کھجوروں کی شاخوں۔ چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھے ہوئے تھے۔ مگر تسلسل وہی تھا جو اب ہے اس کی سند اس سے ملتی ہے کہ آیات کی ترتیب بھی توقیفی ہے۔ زرکشی نے اپنی کتاب برہان میں اور ابوجعفر بن زبیر نے اپنی کتاب مناسبات میں بیان کیا ہے کہ قاضی ابوبکر "الانتصار" میں تحریر فرماتے ہیں کہ آیات کی ترتیب کا اتباع واجب اور اس کا علم لازمی ہے۔" دوسرا ثبوت یہ ہے کہ عہد رسالت میں پورے قرآن شریف کی تلاوت ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ عبداللہ بن العاص کو آنحضرتؐ نے سات دن میں ختم کرنے کی ہدایت فرمائی۔ نیز احادیث سے ختم قرآن کے فضائل ثابت ہیں۔ ایک بار آنحضرتؐ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ مِنْ اَحْزَابِ القُرآنِ کَیْفَ تَحْزِبُوْنَہٗ فَقَالُوا ثَلَاثٌ وَخُمُسٌ وَسُبُعٌ حزب کے معنے ٹکڑے یا باری کے ہیں یعنے قرآن مجید کی روزانہ تلاوت میں تم اس کی تقسیم کیسے کرسکتے ہو؟ تو صحابہؓ نے جواب دیا کہ ہم اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ تین روز میں ختم ہو جائے یا پانچ روز میں یا سات روز میں۔ یہ بھی ثابت ہے کہ بہت سے صحابہؓ نے پورا قرآن شریف نقل کرکے رکھا۔ اور حفظ کیا تھا۔ انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ قرآن شریف کو چار صحابہ نے جمع کیا تھا (۱) ابی بن کعب (۲) معاذ بن جبل (۳) زید بن ثابت

(۸) ابوزیدؓ۔ بعضوں نے ابو درداؓ کا نام بھی لیا ہے۔ دیگر روایات سے حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور ابیؓ بن کعبؓ کا پورا قرآن مجید جمع کرنا تاریخی مسلمات سے ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن مسعودؓ اور ابی بن کعبؓ کے جمع کردہ مصاحف دیکھے ہیں۔

ف آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہوجانے سے درمیانی اضافہ جات کا اندیشہ نہ رہا حضرت ابوبکرؓ آسانی سے کتابی شکل دے سکتے تھے مگر حضرت ابوبکرؓ کا خیال یہ تھا کہ قرآن شریف کے یاد کرنے اور پڑھنے میں شافہتہً ادائی کو دخل ہے اس لئے کسی استاد ہی سے سن کر یاد کرنا مناسب ہے اس لئے یہ کام نہیں کیا مگر جب جنگ یمامہ میں سات سو حفاظ قرآن شہید ہوئے جن کے پاس تحریری شکل میں قرآن پاک موجود تھا تو اندیشہ یہ ہوا کہ کہیں وہ رسم الخط جو آنحضرتؐ کا فرمودہ ہے ضائع نہ ہوجائے اس لئے حضرت عمرؓ نے توجہ دلائی۔ مگر پہلی بار حضرت ابوبکرؓ آمادہ نہ ہوئے مگر پھر راضی ہوگئے اور زید بن ثابتؓ کو لکھنے پر اور حضرت ابی بن کعبؓ کو لکھانے پر متعین کیا۔ حضرت زید کا بھی یہی خیال تھا کہ قرآن شریف کو شافہتہً نہ لیا جائے تو نقائص باقی رہ جانے کا اندیشہ ہے اس لئے وہ بھی پہلے راضی نہ تھے مگر رسم الخط کے ضائع ہوجانے کے اندیشے نے ان کو بھی آمادہ کیا۔ حضرت زیدؓ اور ابی بن کعبؓ دونوں حافظ تھے اور ان کے پاس قرآن منزل موجود تھا۔ مگر بنظر احتیاط ان دونوں بزرگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جملہ صحابہؓ سے جن کے پاس تحریری قرآن مجید موجود تھا اور جنہوں نے حضور اکرمؐ کے بتلائے ہوئے رسم الخط پر تحریر کیا تھا اُن کی گواہی سے جمع کیا۔ ہر آیت کے لئے دو گواہ[۱] طلب کئے اس احتیاط سے یہ کام سرانجام پایا۔

ف ۹ زید بن ثابتؓ کا جمع کردہ یہ قرآن شریف۔ حضرت ابوبکرؓ کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا۔ ان کے بعد ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس رہا مگر عوام معلمین قرآن سے سیکھتے اور سکھلاتے رہے۔ ان معلمین میں بعض سکھلاتے وقت کچھ توضیحی یا تشریحی الفاظ کا اضافہ کرتے تھے اور متعلمین اس کو جزو قرآن سمجھ کر لکھ لیا کرتے تھے نیز ہر لفظ کی ادائی کے لئے جو اجازت حضور اکرمؐ نے دی تھی اس میں بھی مبالغہ

---

[۱] عند ابی داود وکان المراد بالشاهدین الحفظ والکتاب او المراد انهما یشهدان علیٰ ان ذالك المکتوب کتب بین یدی رسول الله او المراد انهما یشهدان علیٰ اَنَّ ذالك من الوجوه التی نزل بها القرآن (فتح الباری) قال ابوشامه: وکان غرضهم اَنْ لا یکتب الا من عین ماکتب بین یدی رسول الله

ہونے لگا۔ چنانچہ ۳۰ھ میں فتح ارمینیا کے وقت شام اور عراق کی فوجیں ایک جگہ جمع تھیں اور دونوں کی قراءت میں اختلاف پایا گیا۔ ہر فریق کو اپنی قراءت کی صحت پر اصرار اور دوسری قراءت کی صحت سے انکار تھا۔ حضرت حذیفہؓ یہ دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئے اور واپسی پر آپ نے حضرت عثمانؓ سے یہ واقعہ بیان کر کے توجہ مبذول کرائی کہ قراءت کو رسم الخط کا پابند اور اضافہ جات کو حذف اور جمع شدہ قرآن مجید کو سب کے روبرو لایا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت حذیفہؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔ بی بی حفصہؓ کے پاس سے قرآن شریف منگوا کر زید بن ثابت۔ عبداللہ بن زبیر۔ سعید بن العاص۔ عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم کو اس کام کے لئے مقرر کیا۔ تاکید یہ تھی کہ اس رسم الخط میں جملہ قراءت متواترہ ثابت ہوں۔ جہاں مشکل پیش آئے وہاں لغتِ قریش کو ترجیح دی جائے۔ اس کام کی تکمیل کے بعد اس کے سات نسخے لکھے گئے یہ سات نسخے بصرہ۔ کوفہ۔ شام۔ مدینہ منورہ۔ مکہ معظمہ۔ یمن اور بحرین میں بھیجے گئے۔ ساتوں جگہ ممتاز صحابہ کرام معلم و نگران مقرر ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عثمانؓ کے جمع قرآن میں یہ فرق ہے کہ حضرت

---

[1] إنّ ابابكر رضی اللہ عنہ کان قد جمعہ اولاً علی سبعۃ الاحرف التی اَذِن اللہ تعالٰی لِاُمَّتِہٖ فی التلاوۃ بھا ومالم یخص حرفا بعینہ فلما کان زمان عثمان رضی اللہ عنہ وقع الاختلاف بین اھل العراق واھل الشام فی القراءۃ حذیفۃ بذالك رای ھو ومَن بالحضرۃ مِن الصحابۃ رضی اللہ عنھم ان یجمع النّاس علٰی حرف واحد مِن تلك الاحرف وان یسقط ماسواہ فیکون ذالك ممّا یرتفع بہ الاختلاف و یوجب الاتفاق (المقنع القلمی) للدّانی

سوال :- فان کان زید حافظاً للقراٰن وجامعاً لہٗ فما وجہ تتبعہ المذکورات
فالجواب :- انہٗ کان یستکمل وجوہ قراءتہ ممّن عندہ وکذا نظرہ فی المکتوبات التی قد عرفت کتابتھا۔ تیقن امرھا فانھا اواکثرھا مماکتبت بین یدی النبیؐ فلا بد من النظر فیھا وان کان حافظاً یستظھر بذالك ولیعلم ھل فیھا قراءۃ غیر قراءتہ ام لا واذا استند الحافظ عند الکتابۃ الٰی اصل یعتمد علیہ کان اٰکد واثبت قال ابن قتیبۃ ظن ابن مسعود ان المعوذتین لیستا من القراٰن ابن مسعودؓ نے صرف اپنے قرآن میں الحمد اور معوذتین کو لکھا نہ تھا اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ ان کو قرآن نہیں سمجھتے تھے۔ ابوبکر الباقلانی نے بھی اپنی کتاب الانتصار میں یہی لکھا ہے۔

ابوبکرؓ نے ایک مصحف کتابی شکل میں اسی ترتیب آیات سے جو حضور اکرمؐ نے سکھلائی تھیں جمع کیا اور حضرت عثمانؓ نے سورتوں کا تسلسل بھی قائم کیا اور مختلف قراءتوں کو ایک رسم الخط پر جمع کیا۔

خط اور رسم الخط کا فرق

ف ۱۰ حروف تہجی کو ملا کر لفظ کی صورت بنانے کو خط کہتے ہیں۔ اب یہ حروف مل کر رہیں گے یا الگ الگ۔ وصل یا قطع۔ حذف یا زیادتی حروف کی پابندی کا نام رسم الخط ہے اِنْ مَا کو اِمَّا لکھنا یا اِنَّ مَا کو مقطوع شکل میں یا موصول شکل میں اِنَّما لکھنا رسم الخط ہے۔ ایک لفظ الف سے لکھا جائے گا یا کھڑے زبر سے۔ یہ بھی رسم الخط کہلائیگا۔ مثلاً العٰلمین میں عین پر کھڑا زبر دے کر اس کو العالمین پڑھنا یہ رسم الخط ہے۔ اگر العالمین الف سے لکھدیا جائے تو پھر رسم الخط بدل گیا۔ ایسے ہی تابوت اور تابوۃ ہے یا بئیس۔ بئیس وغیرہ۔

ف ۱۱ ۔ جب قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا اس وقت خط قیرا موزی رائج تھا۔ چنانچہ پہلی کتابت مکہ معظمہ میں خط قیرا موزی میں ہوئی۔ دوسری بار مدینہ منورہ میں خط حیری میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں جہاد و غزوات میں جو قیدی آئے تھے ان کو اس شرط پر رہا کیا گیا کہ ہر قیدی مہاجرین کو لکھنا سکھلا دے۔ وہ خط حیری تھا۔ علامہ دانی نے کتاب مقنع میں اس کی تفصیل لکھی ہے کہ مہاجرین نے اہل حیرہ سے لکھنا سیکھا تھا۔ اس لئے اس کا نام خط حیری پڑ گیا۔ اس کے بعد خط کوفی رواج پایا۔ پھر نسخ ۳۱۸ھ سے شروع ہوا۔ ان چار ادوار میں چار خط بدلے مگر کلماتِ قرآنی کے رسم الخط میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ چند اور مثالیں یہ ہیں العٰلمین۔ الرحمٰن۔ مٰلک۔ قٰنتٰت۔ عٰبدٰت۔ الصّٰلحٰت پہلے تین الفاظ میں ایک ایک الف حذف ہے۔ دوسرے تین الفاظ میں دو دو الف حذف ہیں۔ خط بالا نسخ ہے نستعلیق میں یوں لکھیں گے العٰلمین۔ الرحمٰن۔ مٰلک وغیرہ۔ دونوں کا رسم الخط ایک ہے۔

رسم الخط کی اہمیت

ف ۱۲ قرآن مجید کا یہ رسم الخط توقیفی۔ سماعی۔ حضور اکرمؐ سے مسموع اور آپؐ کے امر و املا سے ثابت و منقول اور لوح محفوظ کی ہیئت کتابت اور رسم الخط کے مطابق۔ منزل من اللہ ہے۔ اس میں کسی کی رائے اور قیاس کو قطعاً دخل نہیں۔ اس رسم الخط کی متابعت و موافقت واجب ہے اور مخالفت حرام ہے[۲]۔ یہ جامعہ ازہر کا متفقہ فتویٰ ہے[۳]۔

---

[۱] رسم المصحف توقیفا هو مذهب الائمة الاربعة (جعبری فی شرح العقیلة)

[۲] ان رسول الله صلی الله علیه وسلم ما کان یعرف الکتابة بالاصطلاح والتعلم

(ب) قرآن مجید کی جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو حضور اکرمؐ کاتبان وحی میں سے کسی کو بلا کر اسی وقت لکھوا دیا کرتے۔ لکھاتے وقت حضور اکرمؐ صحابہ کرامؓ کو روشنائی کی درستی۔ قلم پر ترچھا خط دینے اور حروف کی شکل وصورت وکلمات کے رسم الخط کے متعلق وضاحت سے بتلا دیتے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ کاتبانِ وحی سے تھے۔ ان سے مروی ہے قال معاویۃ قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینبغویۃ لق الدّواۃ۔ وحرف القلم وانصب الباء وفرق السین ولغور المیم۔ حسن اللہ ومد الرّحمٰن وجود الرّحیم وضع قلمك علی اذنك الیسریٰ فانہ اذکر لك" (انتھیٰ) حضرت معاویہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے ارشادات کتابت رسم الخط کے متعلق کس قدر تفصیلی ہوتے تھے اور بسم اللہ کے متعلق اتنی تفصیلات کا ذکر کیا کو لمبا نہ کیا جائے سین کو دانت ہوں۔ اللہ کو خوبصورت بنایا جائے الرحمٰن کے حا کو کھینچا جائے۔ الرحیم کو اسی مناسبت سے لمبا کیا جائے۔ یہ بتلاتا ہے کہ آنحضرتؐ کے ارشادات رسم الخط کے علاوہ خط کے متعلق بھی کتنے تفصیلی ہوتے تھے۔ (اتقان جلد دوم۔ مرسوم الخط) پھر یہ فرمانا کہ من کتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مجودۃ غفر اللہ لہٗ بتلاتا ہے کہ حسن خط بھی پیش نظر تھا

قرآن مجید سُن کر بھی سیکھا جا سکتا ہے

۱۳ حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ صفہ کے مہاجرین کی جماعت میں بیٹھا تھا۔ ایک قاری قرات پڑھ رہا تھا۔ دوسرے سُن رہے تھے اتنے میں آنحضرتؐ تشریف لائے۔ قاری حضرتؐ کو دیکھ کر ادباً خاموش ہو گیا۔ حضرت نے پوچھا کیا کر رہے ہو۔ جواب دیا گیا کہ ایک قاری پڑھ رہا تھا۔ دوسرے اس کو سُن رہے تھے۔ حضور اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ اس کا شکر ہے جس نے ایسے لوگوں کو

(بقیہ صے آگے) من الناس واما من جھۃ الوحی فکان یامر بکتابۃ القراٰن و رسمہ کما یعلمہ جبرئیل

۲ بدانکہ سکھ رسم الخط واجب است۔ وخلاف رسم الخط نوشتن قرآن گناہ است۔ لہذا بر کاتبان قرآن واجب است تعلیم رسم بدون علم رسم در تحریر قرآن غلطی خواہد شد پس ثواب کجا مستحق عذاب خواہند شد"

(رسالہ تحفۃ نذریہ مولفہ قاری عبد الرحمٰن پانی پتی۔ ملاحظہ ہو مقدمہ از علامہ دانی)

میری اُمّت میں پیدا کیا اور مجھے حکم دیا کہ ان کے ساتھ اپنے آپ کو ٹھہرائے رکھوں۔ یہ کہہ کر آپؐ ہماری جماعت میں بیٹھ گئے۔

تعلیم و تعلّم کی اہمیت

ف ۱۴ عبداللہ بن العاصؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرمؐ برآمد ہوئے تو مسجد کی ایک جماعت تلاوت قرآن اور دعا میں معروف تھی۔ دوسری جماعت تعلیم و تعلم میں۔ حضورؐ نے دونوں گروہوں کی تعریف کی۔ پھر فرمایا کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ کہہ کر تعلیمی حلقے میں بیٹھ گئے۔

ف ۱۵ درس گاہ صفہ کے متعلمین نادار تھے۔ دن کو بعض محنت و مزدوری بھی کرتے اور رات کو تعلیم میں صرف کرتے۔ ان کو قراء کہا جاتا اور جہاں کہیں دینی تعلیم کی ضرورت ہوتی تو ان کو بھیجا جاتا۔

علم تجوید کیا ہے؟

ف ۱۶ قرآن مجید کو صحت کے ساتھ تلاوت کرنا یعنے اس طرح پڑھنا جیسا کہ حضور اکرمؐ نے پڑھا۔ اور جس طرح اوسی صحت کو ملحوظ رکھ کر صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے حاصل کیا بس اسی طرح پڑھنے کا نام تجوید ہے۔ تجوید کے لغوی معنے ہیں بنانا، سنوارنا، خوبصورت بنانا اور اصطلاحی الفاظ میں تجوید کی تعریف یہ ہوئی کہ قرآن مجید کے حروف و کلمات کو صحیح مخارج سے برعایت صفات لازمہ مقومہ محسنہ۔ بلا تکلف و تعسف کے لطافت و خوبی کے ساتھ ادا کرنا جن میں افراط و تفریط نہ ہو بلکہ اعتدال ہو۔

(ب) گو یہ بات عجیب سی معلوم ہوگی کہ اہل عرب جن کی مادری زبان عربی تھی انہیں بھی فن تجوید پر عبور حاصل کرنے میں محنت شاقہ سے کام لینا پڑتا ہے۔ عام طور سے تو کسی زبان کے تلفظ کے لئے خود اہل زبان کی ادائی کو معیاری مانا جاتا ہے۔ اس لئے اہل زبان کے لئے اپنی ہی زبان کو سیکھنے کی کیا ضرورت تھی لیکن یہ حیرانی اسوقت دور ہو جاتی ہے جب ہم علم تجوید کے معنے سمجھ لیں جو اوپر بیان کئے گئے تھے کہ علم تجوید تلفظ قرآن کی اس طرح ادائی کا علم ہے جس طرح حضورؐ نے تلاوت فرمائی بہ الفاظ دیگر تحفظ لحن النبیؐ کا نام تجوید ہے۔ اپنے اس بیان کی تائید میں آیندہ میں بزرگوں کے چند اقوال نقل کردوں گا تاکہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

ف ۱۷ ۔ اسی بات کو پھر ایک بار سن لیجئے۔ جب کسی غیر زبان کو سیکھنا یا پڑھنا مقصود ہو تو اس کا معیار یہ ہوتا ہے کہ اہل زبان کے لب و لہجہ میں ادا کر دی جائے۔ مثلاً انگریزی کو انگریز کے لب و لہجہ میں فارسی کو ایرانیوں کے لب و لہجہ میں۔ اسی طرح عربی زبان کے تلفظ کی ادائی کے لئے عربی لب و لہجہ کافی ہوگا۔ مگر قرآن مجید عربی زبان سیکھنے کی کتاب نہیں ہے۔ یہ اپنی خصوصیات علیحدہ رکھتی ہے جیسا اس کا رسم الخط الگ اور معینہ ہے اسی طرح اس کی صحت سے ادائی کے لئے بھی عام اصول کا اطلاق

نہ ہوگا یعنے نہ تو عرب کے لب ولہجہ پر اکتفا کیا جائے گا اور نہ فصحائے وقت کے تلفظ کو اس کا معیار قرار دیا جائے گا۔ بلکہ قرآن کی صحت ادا کا معیار یہی ہے کہ اسے اس طرح پڑھا جائے جیسا حضور اکرمؐ نے پڑھا اور پڑھایا۔ پس قرآن مجید کے نسخوں میں گو اعراب (حرکات وسکون وغیرہ) تحریر ہوتے ہیں۔ مگر اعراب کی یہ تحریر ادائی پر حاوی ہونے کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ ان کے سوا اور بھی لوازمات ہیں جن کی پابندی ہر قاری پر لازم ہے۔ چنانچہ صحت تلاوت کے لئے تین ارکان لازم ہیں۔

(۱) افصح اللغات قریش پر ادائی (۲) رسم الخط قرآنی سے واقف ہونا (۳) اور سنداً قراء سے مشافہتہ حاصل کرنا۔ اس میں مشافہتہ حاصل کرنے کی خاص تاکید ہے۔ امام کسائی فرماتے ہیں کہ قرآنی الفاظ کا احاطہ طاقت بشری سے باہر ہے۔ اس لئے قاری محض رسم الخط مصحف پر انحصار و اعتماد نہ کرے بلکہ قرآن مجید کو ان قاریوں کے منہ سے حاصل کرے جنہوں نے سلسلہ بہ سلسلہ سن کر حضور اکرمؐ سے سنداً حاصل کیا تھا۔ پس یہ ضروری ہے کہ قرآن کسی مستند استاد سے جس نے بقرات متواترہ۔ مشہورہ۔ مسلسلہ سیکھا ہو پڑھا جائے کیوں کہ قرآن صرف آنکھ سے دیکھ کر نہیں سیکھا جاسکتا بلکہ کان سے سُن کر اسی کے مطابق ادائی پر قدرت حاصل کرنے سے سیکھا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو بے شمار غلطیوں کا اندیشہ رہتا ہے۔

(ب) کسی ایک امام کی اتباع کرنا اس امام کی قراءت کہلاتی ہے۔ اس کے کسی شاگرد کی اتباع روایت کہلائے گی۔ اور اگر ایک شاگرد بھی کئی طرح سے ادا کرتا ہے تو یہ اس کے وجوہ ہوں گے۔ چنانچہ کہا جائے گا کہ میں نے بروایت حفص۔ بہ قراءت امام عاصم قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ فلاں شخص سے حاصل کیا۔

علم وفن کا فرق ۱۸ علم وفن میں وہی فرق ہے جو نظری اور عملی میں ہوتا ہے۔ علم کسی چیز کے خالص جان لینے کا نام ہے۔ کسی علم کے لئے قواعد۔ اصول۔ ربط و تعلق کو سمجھ لینا کافی ہے۔ عملی میدان میں مشق بہم پہونچا کر اس پر حاوی ہونے کا نام فن ہے۔ فن کے حاصل کرنے کے لئے اعضائے جسمانی کی مشق ضروری ہے۔ چنانچہ علم نجوم۔ ریاضی۔ ہیئت۔ یہ سب علوم ہیں فن سپہ گری۔ بجاری۔ لوہاری۔ سناری یہ سب فن ہیں۔ جن میں اعضا کی مدد سے مشق بہم پہونچا کر کمال حاصل کیا جاتا ہے۔ کام میں مشق جتنی زیادہ ہوتی ہے۔ اتنی ہی صفائی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ تلوار کاٹتی کیسے ہے یہ علمی حیثیت سے تھوڑی دیر میں معلوم ہوسکتا ہے۔ مگر جب تک سیکڑوں بار کاٹ کر صحیح گرفت۔ وقت ومحل کا صحیح اندازہ بہم نہ پہونچایا جائے ہاتھ میں صفائی اور کام میں مہارت پیدا

نہیں ہوتی۔ کسی چیز کو پہلے نظری حیثیت سے جانا جاتا ہے پھر فن کی حیثیت سے اس پر عبور حاصل کیا جاتا ہے۔ تمام دماغی کاموں کے جان لینے کو علم کہیں گے ان میں دسترس اور مہارت پیدا کرنے کو فن۔ تجوید کے قواعد و اصول معلوم کرنا یہ علم تجوید ہے۔ ان قواعد کی مشق صحیح مخارج سے بہ رعایت صفات لازمہ و محسنہ حروف کی ادائی اور پھر ادائی کی تکرار کہ بلا تکلف وہ عادت ہو جائے یہ چیز ایک عرصے کی مشق کے بعد حاصل ہوتی ہے اس کو فنِ تجوید کہیں گے۔ تو گویا تجوید علم بھی ہے اور فن بھی۔ ممکن ہے کہ ایک شخص قواعد جان لے مگر مشق نہ کرے تو وہ علم تجوید سے تو آگاہ ہو گا مگر عملی میدان میں قاصر ہو گا۔ لہٰذا فن تجوید کو عمل و مشق سے حاصل کرنا زیادہ اہم ہے۔ حضرت رازی نے اس پر بہت زور دیا ہے کہ تجوید میں مہارت و کمال حاصل کرنا ہے تو زبان و دہن سے محنت و مشق کئے جاؤ۔ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ حضرت جہانگیر اشرف نے فرمایا کہ مجاہدہ انسانی زندگی کا اصل الاصول ہے۔ اللہ تعالےٰ کا طریقہ جاریہ یہی ہے کہ محنت کو برباد نہیں کرتے۔ ریاضت تو شیطان کی بھی بیکار نہیں گئی کہ باوجود شر نفس رکھنے کے معلم الملکوت بنا دیا گیا۔ ریاضت کے بے شمار فوائد ہیں کافروں کو بھی ان کی ریاضت کا ثمرہ مل ہی جاتا ہے ؎

و ۱۹ غرض تجوید کی چار خصوصیات ہیں یہ علم نظری بھی ہے اور عملی بھی۔ کیفی بھی ہے اور حالی بھی۔ نظری و عملی کی وضاحت تو سطور بالا سے ہو گئی ہو گی۔ اب کیفی و حالی کی وضاحت باقی ہے علمی حیثیت سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ زبر کی لمبائی کیا ہے۔ اور پھر الف کی لمبائی کیا ہے۔ مد متوسط میں دو الف کی لمبائی سے کیا مقصد ہے اور مد طویل میں تین الف کے برابر لمبائی ہونے سے کیا مراد ہے۔ مگر جب تک ذوقِ سلیم نہ ہو ان لمبائیوں کی صحیح ادائی عملی حیثیت سے دشوار ہوتی ہے۔ جید اساتذہ کی صحبت میں چندے بیٹھ کر صحیح ذوق پیدا کرنے کے بعد جو بات پیدا ہوتی ہے وہ کیفی کہلائے گی۔ جیسے اور فنون لطیفہ میں کمال حاصل کرنے کے لئے ذوق و وجدان کی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی تجوید میں بھی ذوق صحیح کی ضرورت ہے پھر اس ذوق کو اس قدر ترقی دی جائے کہ اس کی بے تکلفی سے ادائی ہونے لگے جیسے بعض قراء نیند میں بھی صحت الفاظ کے ساتھ پڑھتے چلے جاتے ہیں اور تلاوت لیتے ہیں۔ کوئی غلطی نہیں کرتے، ایسی مشق کو حالی سے تعبیر کرتے ہیں۔

(ب) تجوید کے پورے مفہوم کو حضرت استاد مرحوم نے ایک صحبت میں یوں فرمایا کہ التجوید هو التصحيح والتحسين والتزئين اس میں تصحیح تو یہ ہے کہ حروف کو صحیح مخارج سے صفات لازمہ مقومہ کے ساتھ صحت سے ادا کرے حروف متقارب کے مخارج کی صحت کا خاص طور پر

اہتمام کیا جائے۔ ادائی کی ایسی مشق بہم پہونچائی جائے کہ ایک صفات کے حروف ایک دوسرے کے متصل واقع ہوں تو صفات میں تخلیط نہ ہو جائے۔ تحسین یہ ہے کہ ادائی میں صفات محسنہ مثلاً ادغام و اظہار۔ مد و قصر۔ تفخیم و ترقیق۔ اخفاء و اظہار کا حق ادا کیا جائے اور تزئین صفات مزینہ ہیں جن کی ادائی اس طرح ہو کہ نہ عبارت بگڑے اور نہ آواز میں ترجیع ہو نہ حلق پھاڑنے کی ضرورت ہو نہ تکلف و تعسف ہو۔

حسن صوت ف ۲۰ قرآن مجید کی تلاوت میں حسن صوت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ صوت ہی سے حروف و کلمات کی ادائی ہوتی ہے اور اس میں لطافت کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالےٰ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ کریہہ ترین آواز (جو کانوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے) وہ گدھے کی آواز ہے۔" گدھے کی آواز میں یہی خرابی ہے کہ وہ بے سری بے تکی آواز میں بے ترتیب اونچی اور نیچی ایسی نکالتا ہے کہ وہ کانوں پر بار معلوم ہوتی ہیں۔ آواز میں شیرینی و لطافت واعتدال اور اونچے اور نیچے سُروں میں تدریجی ترتیب کانوں کو خوش گوار ہے اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ گفتگو میں تقریروں میں۔ قرآن خوانی میں ان امور کا لحاظ رکھیں مولانا روم نے ایک کریہہ الصوت موذن کا ذکر کیا ہے اور سعدیؒ نے کریہہ الصوت قرآن خواں کے متعلق کہا ہے کہ ؎

گر تو قرآں بدیں نمط خوانی ؛ می بری رونق مسلمانی

حضور اکرمؐ نے فرمایا حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ۔ وَ زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ قرآن مجید کو ایسا پڑھو کہ اس کا حسن و زینت دوبالا ہو۔ ایک جگہ فرمایا کہ حُسْنُ الصَّوْتِ زِیْنَۃُ الْقُرْاٰنِ آواز کی دلکشی سے قرآن کی زینت ہوتی ہے۔ چونکہ آواز غیر مرئی چیز ہے جس کو دیکھا نہیں جاتا اس لئے ہم حسن صوت کی اہمیت اور اس کے لوازم کو مرئی مثالوں سے سمجھانا چاہتے ہیں۔

خطاطی ف ۲۱ اسلام کی حسن پسندی کا تقاضا تھا کہ فن خطاطی میں بھی حسن کاری داخل ہو جائے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ خطاطی میں ایسی ترقی ہوئی کہ خطاطی کے نمونے دیکھ کر دیکھنے والوں پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا تھا ہر پڑھنے لکھنے والا خوش نویس بننے کی کوشش کرتا۔ جس کا خط اچھا نہ ہوتا اس کی یہ کمزوری بڑا عیب سمجھی جاتی۔ عوام و خواص امراء و بادشاہ سب ہی اپنی اولاد کو خطاطی میں ماہر بنانے کی سعی کرتے بلکہ امراء و رؤسا تو خاص طور سے اس میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے حسن خطی مہارت سے بود و باش کے دوسرے شعبوں میں شائستگی اور سلیقہ میں کمال حاصل ہوتا۔ غرض یہ

فن بے شمار فوائد کا حامل تھا۔ سلاطین ماسلف اور مغلیہ خاندان کے سب بادشاہ۔ شہزادے۔ بیگمات دربار کے اکثر رؤسا و امراء اس فن کے باکمال تھے۔ فنِ خطاطی کے مبادیات یہ ہیں:۔

(۱) لکھتے وقت ہاتھ کی حرکت قابو میں ہو۔ اضطراری حرکت نہ ہو۔
(۲) کرسی مقررہ حد سے اونچی یا گری ہوئی نہ ہو۔
(۳) نوک پلک برابر ہوں۔
(۴) حروف کے جوڑ توڑ درست ہوں۔
(۵) دائرے یکساں خوب صورت ہوں۔
(۶) تناسب حرفی و لفظی برابر ہو کوئی چھوٹا بڑا نہ ہو۔
(۷) بین السطور و بین الحرفین فاصلہ درست ہو۔
(۸) ایک مرتبہ سیاہی لے کر قلم سے لفظ ایسا لکھا جائے کہ سیاہی سب جگہ برابر پہونچے، روانی قائم رہے
(۹) تحریر میں پختگی ہو۔
(۱۰) صفائی اور ستھرا پن ہر جگہ نمایاں ہو۔

یہی تمام خوبیاں آواز میں بھی پائی جانی چاہئیں۔

شہ سواری ف ۲۲ اسی طرح شہ سواری کا فن ہے بعض دیہاتیوں یا بنیوں کو آپ نے گھوڑے یا ٹٹو پر سوار ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جاتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ سوار کی حالت یہ ہوتی ہے کہ کمر جھکی ہوئی۔ دونوں پیر ہلتے ہوئے رانیں کھلی ہوئیں۔ ہر قدم پر سیدھے بائیں ڈُلتا ہوا پیروں کو بے تکے پن سے کھولے ہوئے۔ ہاتھوں کی لگام ایال پر چھوڑے ہوئے۔ یہ سواری نہیں کر رہا ہے لدا ہوا جا رہا ہے۔ گھوڑا اس کے قابو میں نہیں یہ گھوڑے کے قابو میں ہے۔ اس کے برخلاف ایک شہ سوار گھوڑے پر تنا ہوا ایسا بیٹھتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ہر حرکت گھوڑے کی رفتار سے میل کھاتی ہے۔ گھٹنوں کی گرفت مضبوط گھٹنوں سے نچلا حصہ سیدھا لٹکتا ہوا۔ رکاب میں پیر جا ہوا۔ بیٹھک میں نہ ایسی بناوٹ کہ بالکل تختہ معلوم ہو نہ ایسا ڈھیلا پن کہ گھوڑے کے قابو میں ہو جائے لگام ایسی تھامتا ہے کہ گھوڑے پر پورا قابو رہے۔ جب چاہتا ہے اور جدھر چاہتا ہے ادنیٰ اشارے پر گھوڑے کو موڑ لیتا ہے۔ دوسرے اچھے سوار ایک نظر میں سمجھ لیتے ہیں کہ شہ سوار ہے۔ جو لوازم ان دو مثالوں کے ہیں وہی مناسبت فنِ تجوید کے ساتھ ہے۔ شہ سوار جیسا گھوڑے پر قابو رکھتا ہے یا خطاط اپنے ہاتھ پر۔ اسی طرح ماہر صوت اپنی آواز پر قابو رکھتا ہے۔ آواز

نہ زیادہ پست ہو نہ زیادہ بلند۔ مگر گہری اور قوی۔ ہانپنا۔ کانپنا۔ لرزنا۔ پھسپھساہٹ۔ لجلجاہٹ۔ رعشہ۔ یہ سب آواز کی کمزوریاں ہیں۔ بے تکے پن سے شروع کرنا یا بے تکے پن سے ختم کرنا یہ بھی عیب میں داخل ہے۔ آواز میں متانت، وقار دل آویزی ہونی چاہئے چنانچہ حضور اکرم ؐ نے فرمایا اِقْرَءُ الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الرِّجَالِ وَلَا بِصَوْتِ النِّسَآءِ (قرآن مردوں کی آواز میں پڑھو نہ کہ عورتوں کی آواز میں) بے سُری آوازیں۔ بے تکی صدائیں آواز کو کریہہ بنادیتی ہیں جس کو مسلمان کا ذوق سلیم برداشت نہیں کرتا جیسا خطاط نوک پلک کا خیال رکھتا ہے تاکہ حروف کا حسن نہ بگڑے ویسا ہی قاری حروف کی ادائی میں کوشش کرتا ہے کہ حروف اپنے مخارج سے ان کی صفات اصلیہ و محسنہ کے ساتھ ادا ہوں۔ مشتبہ الصوت حروف میں سننے والے کو بین فرق محسوس ہو جائے۔ جیسے خطاطی میں سب دائرے یکساں ہوتے ہیں۔ ویسے ہی یہاں حروف کی ادائی کی مدت برابر ہو۔ ذرا فرق نہ ہو۔ ایک حرف جیسا پہلے ادا کیا گیا ہے ویسا ہی دوسری بار اور تیسری بار ادا ہو۔ زیر کی لمبائی۔ الف کی لمبائی۔ مدّوں کی لمبائیاں سب بنی تلی ہوں۔ وہاں جیسے درمیانی فصل (کرسی) کا اہتمام کیا جاتا ہے ویسے ہی یہاں درمیانی وقفے متوازن طور سے قائم رہیں۔ وہاں سیاہی ایک قلم میں ایک حرف یا لفظ بناتی ہے درمیان میں سیاہی کا کم وبیش ہونا۔ روانی میں یکسانیت نہ ہونا نقص ہے۔ یہاں ایک سانس میں بہ سہولت تمام ایک فقرے کو ادا نہ کرنا سانس کا درمیان میں ٹوٹ جانا۔ یا مشکل سے پورا ہونا۔ یا آواز بربار سا محسوس ہونا یہ سب ادائی کے نقائص سمجھے جائیں گے۔ بے تکلف ادائی حسن ولطف پیدا کرتی ہے۔ جیسے بے تکلف سواری دیدہ زیب ہوتی ہے۔ اب آپ تجوید کی تعریف جو علامۃ الجزری نے اپنی کتاب النشر میں کی ہے اسے بھی سُن لیجئے:۔

(۱۳) فَالتَّجْوِیْدُ هُوَحِلْیَةُ التِّلَاوَةِ وَزِیْنَةُ الْقِرَآءَةِ وَهُوَاَعْطَاءُ الْحُرُوْفِ حُقُوْقَهَا وَتَرْتِیْبُهَا مَرَاتِبَهَا وَرَدُّ الْحُرُوْفِ اِلٰی مَخْرَجِهٖ وَاَصْلِهٖ وَالْحَاقِهٖ بِنَظِیْرِهٖ وَتَصْحِیْحِ لَفْظِهٖ وَتَلْطِیْفِ النُّطْقِ بِهٖ عَلٰی حَالِ صِیْغَتِهٖ وَكَمَالِ هَیْئَتِهٖ مِنْ غَیْرِ اِسْرَافٍ وَلَا تَعَسُّفٍ وَلَا اِفْرَاطٍ وَلَا تَكَلُّفٍ

فَلَیْسَ التَّجْوِیْدُ بِتَمْضِیْغِ اللِّسَانِ وَلَا بِتَقْعِیْرِ الْفَمِ وَلَا بِتَعْوِیْجِ الْفَكِّ وَلَا بِتَرْعِیْدِ الصَّوْتِ وَلَا بِتَمْطِیْطِ الشَّدِّ وَلَا بِتَقْطِیْعِ الْمَدِّ وَلَا

بِتَطْنِينِ الْغُنَّاتِ وَلَا بِحَضْرَمَةِ الرَّاتِ قِرَاءَةً تَنْفِرُ عَنْهَا الطِّبَاعُ وَ تَمُجُّهَا الْقُلُوبُ وَالْاَسْمَاعُ بَلِ الْقِرَاءَةُ السَّهْلَةُ الْعَذْبَةُ الْحُلْوَةُ اللَّطِيفَةُ الَّتِي لَا مَضْغَ فِيهَا وَلَا لَوْكَ وَلَا تَعَسُّفَ وَلَا تَكَلُّفَ وَلَا تَصَنُّعَ وَلَا تَنَطُّعَ وَلَا تَخْرُجُ عَنْ طِبَاعِ الْعَرَبِ وَكَلَامِ الْفُصَحَاءِ بِوَجْهٍ مِنْ وُجُوْهِ الْقِرَاءَاتِ وَالْاَدَاءِ۔

وَلَقَدْ اَدْرَكْنَا مِنْ شُيُوْخِنَا مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حُسْنُ صَوْتٍ وَلَا مَعْرِفَةٌ بِالْاَلْحَانِ اِلَّا اَنَّهُ كَانَ جَيِّدَ الْاَدَاءِ قَيِّمًا بِاللَّفْظِ وَلِلّٰهِ دَرُّ الْحَافِظِ اَبِي عَمْرٍو الدَّانِيِّ حَيْثُ يَقُوْلُ: لَيْسَ بَيْنَ التَّجْوِيْدِ وَتَرْكِهِ اِلَّا رِيَاضَةٌ لِمَنْ تَدَبَّرَهُ بِفَكِّهِ فَلَقَدْ صَدَقَ وَبَصَّرَ وَاَوْجَزَ فِي الْقَوْلِ وَمَا قَصَّرَ

ترجمہ:- پس تجوید تلاوت کا زیور۔ اور قراءت کی زینت ہے۔ حروف کے حقوق ادا کرنا۔ اور ان کے مراتب وترتیب کا لحاظ رکھنا۔ حروف کو ان کے مخارج اور اصل مقام سے ادا کرنا۔ مکرر ادائی میں یکسانیت ملحوظ رکھنا۔ لفظ کی ساخت وھئیت کے اعتبار سے اس کے تلفظ کا اہتمام کرنا ادائی میں لطافت پیدا کرنا کہ نہ تو حدود سے تجاوز ہو جائے اور نہ بے راہ روی کی صورت پیدا ہو اور نہ افراط وتکلف ہو۔ نہ اسراف وتعسف۔ پس تجوید یہ نہیں ہے کہ زبان کو توڑا مروڑا جائے یا منہ کو پھاڑا جائے یا جبڑوں کو ٹیڑھا کیا جائے یا آواز کو کپکپایا جائے یا تشدید کو لمبا کیا جائے یا مدود کے ٹکڑے کر کے بڑھا جائے۔ یا آواز میں غنغناپن پیدا کیا جائے یا بے محل غنے پیدا کئے جائیں۔ یا را کی تکرار میں مبالغہ کرنا۔ یا ایسے طریقے سے پڑھنا کہ طبیعتوں پر انقباض ہو اور کانوں کو ناگوار ہو۔ بلکہ ایسا پڑھنا کہ آسان ہو شیریں ولطیف ہو۔ نہ تو ہونٹوں کو بنایا جائے اور نہ لفظوں کو چبایا جائے نہ ادائی میں تعسف ہو نہ تکلف نہ بناوٹ نہ حرفوں کو پھیلایا جائے اور یہ بھی ضروری ہے کہ فصحائے عرب کی ادائی کے طریقوں سے بہر حال گریز نہ ہو۔ اور تلاوت کے وجوہ قرات میں سے کسی ایک وجہ کے مطابق ہو۔ ہمارے شیوخ میں سے بعض صاحب حسن صوت وخوش الحان نہ تھے، مگر ادائی میں ماہر تھے۔ اور تلفظ میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت حافظ ابو عمرو دانیؒ نے کیا خوب فرمایا کہ تجوید کا حصول و عدم حصول مشق دہن پر منحصر ہے۔ علامہ جزری فرماتے ہیں کہ علامہ دانی نے اس قول میں دریا

کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

۲۴ غرض جس قدر حسن صوت اللہ تعالیٰ نے ودیعت کیا ہے اس کو تجوید و قرأت میں کام میں لانا ضروری ہے۔ مگر حسن صوت کو ماحصل سمجھ کر ادائی سے تغافل جائز نہیں۔ ادائی کی اہمیت میں علامہ الجزری نے حضرت ابو عمرو دانی کے جس قول پر زور دیا ہے وہ بڑی حقیقتوں کا حامل ہے۔ علامہ الجزری نے خود اپنی کتاب مقدمہ الجزریہ میں ایک شعر میں یہی مضمون ادا کیا ہے۔

وَلَیْسَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ تَرْکِہٖ　　　اِلَّا رِیَاضَۃُ امْرِءٍ بِفَکِّہٖ

یعنے تجوید کا حصول اور غیر حصول آدمی کے مشق دہن ہی پر منحصر ہے۔ اس مضمون کو میں ایک مثال سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ گونگوں اور بہروں کے لئے ہندوستان کے مختلف بڑے شہروں میں مدرسے ہیں مجھے تین بڑے مدرسوں کو تفصیل سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ ایک مدرسہ بیسانار ریاست گجرات میں ہے۔ ایک بروڈہ میں۔ ایک مدراس میں۔ ان تینوں مدرسوں کے کام کو غور سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ سب کا اصول ایک ہی ہے۔ چنانچہ جو مادر زاد بہرا ہوتا ہے وہ گونگا بھی ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ بچہ سن سنکر آواز میں نکالتا ہے اور جلد ہی زبان پر قابو حاصل کر لیتا ہے مگر جب اس کے کان میں آواز ہی نہیں پہونچتی تو پھر وہ اپنے منہ سے نقل بھی نہیں کرتا۔ اس لئے گونگا ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ گونگاپن ماہرین فن کی مدد سے دور کیا جا سکتا ہے۔ آٹھ سال کی عمر میں عموماً ایک بچے کو اس مدرسے میں داخل کر لیتے ہیں اور آٹھ سال وہاں رکھتے ہیں۔ ایک آئینہ کے روبرو اس کو کھڑا کر کے استاد منہ پھاڑ کر آواز نکالتا ہے استاد کی نقل کرتے ہوئے بچہ بھی ویسی ہی آواز نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ پہلے آ۔ ای۔ او کی مشق کرائی جاتی ہے پھر دوسرے حروف نکالنے کے لئے زبان اور دہن کے مختلف مقامات پر انگلی رکھ کر اس کو اشارے سے بتاتے ہیں کہ وہاں سے آواز نکال۔ جب وہ صحیح طور سے نکالتا ہے تو شاباشی دیتے ہیں۔ اسی طرح پہلے حروف اور پھر الفاظ بولنا سکھلاتے ہیں۔ ساتھ ہی لکھنے کی مشق بھی کراتے ہیں۔ غرض آٹھ سال میں اس کو بولنا اور لکھنا بھی آجاتا ہے۔ بہرا آواز سننے سے محروم ہوتا ہے۔ لیکن اس طریقہ تعلیم کے بعد وہ بولنے والے کے ہونٹوں کی حرکت سے الفاظ سمجھنے لگتا ہے۔ ابتداءً اس کے سامنے آہستہ آہستہ بولتے ہیں تاکہ وہ اچھی طرح ہونٹوں کی حرکت کو ذہن نشین کر لے۔ پھر ذرا جلدی بولتے ہیں اس طرح اسے ایک زبان سکھلا دیتے ہیں۔ پہلے تو ہمیں اس کا یقین نہ آیا کہ صرف ہونٹوں کی حرکت سے کوئی لڑکا کیوں کر سمجھتا ہوگا۔ مگر بہت سے لڑکوں سے گفتگو کرنے کے اور اساتذہ سے تبادلہ خیال کرنے کے بعد یہ ماننا پڑا ہے کہ بہرا بچہ مشق اتنی بڑھا لیتا ہے کہ بولنے والوں کے ہونٹوں کی حرکت دیکھ کر الفاظ

سمجھ لیتا ہے۔ یہ بہت مشکل کام معلوم ہوتا ہے مگر ماہرین کے زیر تربیت مشق و محنت کرتا ہے اس لئے حاوی ہو جاتا ہے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اتنا مشکل کام بھی محنت سے آسان ہو جاتا ہے تو پھر ہمارے لئے جبکہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں تمام حواس صحیح و سالم دیئے ہیں صحیح ادائی پر قادر ہونا کیا مشکل ہے۔ حضرت دانی کے مشورے پر عمل فرمایئے۔ استاد کی ہدایت کے مطابق منھ سے روزانہ مشق کئے جایئے حروف کی ادائی پر قدرت ہو جائے گی۔ یہ ادائی صحت کے ساتھ قرآن خوانی ہی میں مدد نہ دے گی بلکہ تقریر میں ٹیلی فون پر گفتگو میں۔ مائیکروفون پر بولنے میں۔ دور تک آواز پہونچانے میں بھی مفید ثابت ہوگی۔ الفاظ جب الگ الگ واضح طور پر نکلتے ہیں تو سمجھنے والا آسانی سے الفاظ و مفہوم سمجھ لیتا ہے۔ اگر الفاظ منہ ہی منہ میں چبائے جائیں یا آدھے ادا ہوں آدھے نہ ہوں یا ناک میں لے جاکر ادا کئے جائیں یا الفاظ ایک دوسرے میں ضم ہو جائیں تو قریب کا سننے والا تو شاید سمجھ لے مگر دور والا قطعاً نہیں سمجھ سکے گا۔ پس تجوید سیکھنا روزمرہ کی زندگی میں بھی کار آمد ثابت ہوگا۔

التغنی واللحن

۲۵ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ما اذن اللہ بشیٔ ما اذن بہ لنبی تغنی بالقران (بخاری ومسلم) ما اذن اللہ لشی ما اذن لنبی حسن الصوت بالقران یجھر بہ لیس منا من لم یتغن بالقرآن (ابوہریرہ بخاری) تغنّی، بمعنے حسن الصوت بالقرآن۔ طیبی فرماتے ہیں کہ اس تحسین صوت سے مراد صوت رقت آمیز اور حزن انگیز ہے۔ اور یہی قول امام شافعی کا ہے "سبقان ابی عینہ" اور اکثر علماء کہتے ہیں کہ اس کے معنے تغنی عن الناس ہے۔ اظہری کہتے ہیں یتغنی بہ یا یجھر بہ اس میں تغنی کے معنے استغنا پر حمل کرنا پہلی دو حدیث کے مخالف ہے۔ لیس منا والی حدیث اس کی متحمل ہے۔

عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ رعایت موسیقی سے تکلف کرکے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر قرآن کے کسی تغیر کا باعث نہیں تو بلا شبہ حرام ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ تحسین صوت سے مراد ایسی آواز ہے جو دلمیں نرمی پیدا کرے۔ اور خضوع و خشوع حاصل خشیت پیدا ہو۔ اور جس سے حضور قلب نصیب ہو۔ احکام کی تعمیل کے لئے شوق کو ابھارے سننے والے کا دل اس سے متاثر ہو۔ تجوید کے قوانین کی رعایت ملحوظ رہے۔ کلمات اور حروف نظم کی رعایت رکھی جاتی۔ اگر سفیان ابن عینۃ کی تشریح لی جائے کہ تغنی سے مراد استغنا ہے تو یہ ایک مسئلہ ہے کہ جس کو اللہ تعالےٰ قرآن مجید جیسی نعمت دے وہ اور لوگوں پر بوجھ نہ بنے۔ اور ان قرآء

جو قرأت بے کرامراء کے دروازوں کی زیارت کرتے پھرتے ہیں ان کے لئے اس حدیث میں وعید شدید آئی ہے۔ ام سلمہ کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ حضور اکرم تفصیل کے ساتھ ایک ایک حرف الگ الگ ٹکڑے کرکے ہر آیت کو جدا جدا کرکے رکتے تھے۔ جو لوگ لوگوں کی تحسین حاصل کرنے، یا دکھاوے کے لئے یا دنیا کی محبت کے لئے پڑھتے ہیں وہ برا کرتے ہیں۔ چنانچہ اہل کتاب ایسا ہی کرتے تھے اور کرتے ہیں۔

طاؤس سے مرسلا مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے اچھی آواز والا اور اچھی قرأت پڑھنے والا کون ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ:۔

"وہ شخص کہ جب تو اس کو پڑھتا سنے تو یہ گمان کرے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔"

طاؤس کہتے ہیں کہ طلق تابعی ایسا ہی پڑھا کرتے تھے۔ اس پر بحث کرتے ہوئے عبدالحق صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

"اس کا حاصل یہ ہے کہ آواز میں حسن صوت۔ خوف خدا اور حزن آمیزی پائے جائیں تو وہی احسن صوت ہے تو حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ خود درد انگیز ہوکر پڑھے اور سننے والوں میں بھی درد انگیزی پیدا کرے۔"

انور شاہ صاحب نے اپنے نوٹ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد ابن عربی نے یہ کی ہے کہ

وَضْعُ الْقُرْآنِ مَوْضَعَ الْغَنٰی واختیارہٗ مکانہ فَاِنَّ الْغِنَا اَلَذّ عِنْدَ عَامۃ النَّاس وَالْمَطْلُوْب ترکہ اِذَا تَرَکَہٗ لَا بُدَّ اَنْ یَضَعَ مَکَانَہٗ شَیْئًا اٰخر یَتَلَذَّذُ بہ۔ فَعَلَی الْمُؤمِنِ الْخَاشِعِ اَنْ یَجْعَلَ اَلْقُرْاٰنَ مَقَامَہ یَتَنَزَّہُ قَلْبُہٗ بِہٖ وبترك مالا یَعْنِیْہِ وَ یَشْغَلَ بِاللّٰہِ وغنا وَ اَضَاعَۃ وقتہ وَجَعَلَ الْقُرْاٰن خَلْفَ ظَھْرِہٖ فَاِنَّہٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ وَلَیْسَ بِطَرِیْقِہٖ

قرآن کو غنا کے مقام پر رکھنا اور غنا کا مقام اس کے لئے پسند کرنا اس لئے کہ گانا عامۃ الناس کے پاس لذت انگیز ہوتا ہے اور چوں کہ گانا شرعاً متروک ہے تو جب اس کو چھوڑ دیا تو انکی لذتوں کے واسطے اس کی جگہ پر کسی چیز کو رکھنا پڑے گا جو جائز ہو۔ مومن خاشع کے لئے یہ لازم ہے کہ قرآن کو اس کے مقام پر رکھے اور دل کو اس سے خوش کرے اور چھوڑ دے اس چیز کو جو بے فائدہ ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا اور لہو و غنا کے ساتھ مشغول ہو اور قرآن کو پس پشت ڈال دیا تو یہ طریقہ رسول اللہ کا نہیں ہے۔"

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ تغنی بالقرآن کے معنے یہ ہیں کہ بلا تصنع و تکلف کے ایسا پڑھے کہ اس کا حرف حرف سمجھ میں آئے۔ اور ذہن نشین ہو کر معنے پیدا کرے۔

تجوید ہم تک کیسے پہونچی

ف ۲۶ تجوید یعنے قرآن مجید کا صحت سے پڑھنا ہم تک ناقلین کی سعی محنت سے پہونچا ہے۔ ابتداء میں صحابہ کرام کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ قرآن مجید پڑھا تھا تمام جماعت روزانہ حضور اکرمؐ ہی کی زبان سے قرآن مجید سنتی تھی۔ مگر جو اصحاب خاص صلاحیتیں رکھنے والے تھے ان کو آنحضرت نے خاص توجہ سے سکھایا۔ پھر دوسرے صحابہ نے ان ہی سے حاصل کیا۔ چنانچہ ابن عباس نے حضرت ابی بن کعب سے قراءت سیکھی۔ اور حضرت ابوہریرہؓ اس کے باوجود کہ حدیث کے سب سے بڑے ناقل تھے قراءت حضرت عبداللہ بن مسعود سے سیکھی۔ صحابہ کرام میں اکثر قاری۔ بعض حافظ قرآن۔ اور بعض خصوصیت کے ساتھ معلم قراءت تھے۔ چنانچہ مہاجرین میں جو معلم قراءت تھے ان میں سے سیدنا ابوبکرؓ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علی ابن ابی طالبؓ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ۔ عبداللہ ابن مسعودؓ۔ حذیفہؓ۔ ابوموسیٰ اشعریؓ۔ سالمؓ ابوہریرہؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ ابن عباسؓ۔ ابن زبیرؓ۔ عمر بن العاصؓ۔ معاویہؓ۔ عبداللہ بن السائبؓ امہات المومنین میں سے عائشہ صدیقہؓ حفصہؓ۔ ام سلمہؓ۔ اور انصار میں سے سیدنا ابی بن کعبؓ۔ معاذؓ ابودرداؓ۔ زیدؓ۔ ابوذرؓ۔ مجمع بن جاریہؓ۔ انس بن مالکؓ زیادہ مشہور ہیں۔ بعد کے آنے والوں میں ہر قاری کئی کئی استادوں سے پڑھتا تاکہ کوئی خامی نہ رہ جائے۔ سالہا سال کی محنت سے یہ فن حاصل کرتے پھر تمام عمر اس کام کے لئے وقف کر دیتے۔ چوں کہ وہ اس کی اہمیت سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ قرآن مجید کو صحت کے ساتھ پہونچانا ایک بڑی ذمہ داری ہے اس ذمہ داری کو اس اہتمام کے ساتھ پورا کیا جائے کہ درمیانی کڑیوں میں کمزوری نہ رہ جائے۔ جلیل القدر صحابہ نے اس چیز پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت زید بن ثابتؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ

تَقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ كَمَا عُلِّمْتُمْ

قرآن مجید کو اسی طرح پڑھو جس طرح تم کو سکھلایا گیا ہے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز اور حضرت ابن عامر کا قول ہے کہ :۔

"تجوید سنت متبعہ ہے پچھلا اگلے سے اخذ کرتا چلا آتا ہے۔ پس تم کو جس طرح سے پڑھایا جائے اسی کو اختیار کرو۔" اسی بنا پر علی بن عثمان الشاطبی کہتے ہیں :۔

"قراءت میں قیاس کو دخل نہیں۔ ناقلین سے جو کچھ تم کو پہنچا ہے اسی کو اختیار کرو اور جیسا تم کو

سکھلایا گیا ہے اسی پر قائم رہو کیونکہ قرآن شریف اسی طرح سے نازل ہوا ہے۔"

حضرت کسائی کا قول میں پہلے نقل کر چکا ہوں کہ وہ قرآن شریف کو مشافہۃً سیکھنے والوں کے منہ سے حاصل کرنے کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور اس بارے میں جو احتیاط ملحوظ رکھی جاتی تھی وہ عبداللہ بن مسعود کے ایک واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ کسی نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ الخ مگر للفقراء کے الف کا مد ادا نہیں کیا تو حضرت نے بگڑ کر کہا کہ "حضور اکرمؐ نے قرآن مجید ہم کو اس طرح نہیں سکھلایا۔" سائل نے پوچھا پھر کس طرح سکھلایا؟ تو حضرت نے اس کو مد کے ساتھ ادا کر کے بتلایا کہ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ اس سے ظاہر ہے کہ مد کے بغیر ادائی کو حضرت عبداللہ تنزیل کے خلاف پڑھنا سمجھتے تھے۔ یہ بڑی عمدہ سند ہے کہ ادائی میں تمام امور کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ خواہ وہ صفات محسنہ ہی کیوں نہ ہوں۔

اتقان از علامہ جلال الدین سیوطیؒ اسی مضمون کو شیخ القراء جناب روشن علی صاحب نے نظم میں ادا کیا ہے

قرآن کو لوح پہ قدسی رہے سدا پڑھتے	تھے ہر کتاب میں قرآن ہی انبیاء پڑھتے
سنایا جس طرح جبرئیل نے کلام خدا	اسی ادا و صفت پر تھے مصطفےٰ پڑھتے
پڑھایا آپ نے اصحاب کو امانت وار	تھے تابعین صحابہ سے بے خطا پڑھتے
وہاں سے سلسلہ در سلسلہ سند بہ سند	یہاں تک آتے ہیں مردان باخدا پڑھتے
پڑھا نہ جاتے سنا تم کو قاریان سلف	تمھیں بتاؤ کہ قرآن تم آج کیا پڑھتے

ت بزرگوں کے ان اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم تجوید کا مدار نقل پر ہے قرناً بعد قرنٍ ایک جماعت دوسری جماعت سے سن کر نقل کرتی چلی آتی ہے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ ابتداء میں میں نے کیوں کہا تھا کہ قرآن مجید کے پڑھنے والے کو چاہئے کہ مستند استاد سے سیکھے جس نے سند سے قراءت متواترہ مشہورہ۔ مسلسلہ۔ متصلہ سیکھی ہو۔ فقہا نے قول فیصل سنادیا کہ عِلْمُ التَّجْوِيْدِ فَرْضٌ كِفَايَةٌ وَ تَجْوِيْدُ الْقُرْاٰنِ فَرْضُ عَيْنٍ؛ چونکہ تجوید میں علم و ادائی دونوں چیزیں ہیں اس لئے محض تجوید و قراءۃ کی کتابیں پڑھ لینا کافی نہیں۔ بلکہ استاد سے سبقاً سبقاً مشافہۃً پڑھ کر اس کی سند حاصل کرنا ضروری ہے۔ تجوید کی اہمیت کے بارے میں علامہ جزری کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

والاخذ بالتجويد حتم لازم	مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ
تجوید کا اختیار کرنا واجب و لازم ہے	جو قرآن مجید کو تجوید سے نہ پڑھے گنہگار ہے

لِاَنَّہٗ بِہِ الْاِلٰہُ اَنْزَلَا ؛ وَھٰکَذَا اِلَیْنَا وَصَلَا

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تجوید کیساتھ اُتارا — اور ہم تک اسی طرح سے پہونچا ہے

وَھُوَ اَیْضًا حِلْیَۃُ التِّلَاوَۃِ ؛ وَزِیْنَۃُ الْاَدَاءِ وَالْقِرَاءَۃِ

تجوید تلاوت کا زیور بھی ہے — اور قراءت اور ادا کی زینت بھی ہے

وَھُوَ اِعْطَاءُ الْحُرُوْفِ حَقَّھَا ؛ مِنْ صِفَۃٍ لَّھَا وَمُسْتَحَقَّھَا

تجوید یہ ہے کہ حرفوں کا حق ادا کیا جائے — اور جس حرف کے جو صفات ہیں انکے ساتھ ادا کیا جائے

وَرَدُّ کُلِّ وَاحِدٍ لِاَصْلِہٖ ؛ وَاللَّفْظُ فِیْ نَظِیْرِہٖ کَمِثْلِہٖ

اور ہر حرف کو اس کے اصل مخرج سے ادا کیا جائے — اور جس طرح ایک دفعہ ادا کیا جائے اسی طرح دوبارہ ادا کیا جائے

مُکَمِّلًا مِنْ غَیْرِ مَا تَکَلُّفٖ ؛ بِاللُّطْفِ مِنَ النُّطْقِ بِلَا تَعَسُّفٖ

ادائی کمال کے ساتھ ہو کہ تکلف نہ معلوم ہو — تلفظ میں لطافت ہو سختی اور گرانی نہ ہو

وَلَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ تَرْکِہٖ ؛ اِلَّا رِیَاضَۃُ امْرِیءٍ بِفَکِّہٖ

تجوید کا حصول و عدم وصول — مشق دہن پر منحصر ہے

تجوید کی اہمیت کے متعلق احادیث

ف ۲۸ تجوید کی اہمیت کے بیان میں سو سے زیادہ احادیث وارد ہوئی ہیں ہم یہاں صرف چند احادیث پیش کرتے ہیں تاکہ آتش شوق تیز تر گردد۔

بخاری نے حضرت عثمانؓ بن عفان سے حدیث نقل کی ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا

(۱) خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ

تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن مجید سیکھتے اور سکھلاتے ہیں

طبرانی نے عبداللہ ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ

خَیْرُکُمْ مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ وَاَقْرَءَہٗ

تم میں سے بہترین اشخاص وہ ہیں جو قرآن پڑھتے اور پڑھاتے رہتے ہیں

چنانچہ رئیس القراء حضرت حافظ عبد الرحمٰن سُلمی کوفی پہلی حدیث کو روایت کرکے فرماتے تھے کہ مجھے اس حدیث نے یہاں لا بٹھایا ہے۔ حضرت بڑے کثیر العلم جلیل القدر تابعی تھے لوگ آپ سے مختلف علوم حاصل کرنے کی تمنا کرتے تھے۔ مگر آپ چالیس سال تک کوفہ کی جامع مسجد میں صرف تجوید سکھلاتے رہے اور جب کوئی پوچھتا تو وہی حدیث اول سُنا دیا کرتے تھے۔ امام عاصمؒ کوفی آپ ہی

کے شاگردوں میں سے ہیں۔

(ب) اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ۔ حُبِّ نَبِیِّکُمْ وَحُبِّ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ۔ فَاِنَّ حَمَلَةَ الْقُرْاٰنِ فِیْ ظِلِّ اللّٰهِ تَعَالٰی یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ مَعَ اَنْبِیَاۤئِهٖ وَاَصْفِیَاۤئِهٖ (دارقطنی و ابونصر عبدالکریم)

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو تین باتیں ضرور سکھلاؤ۔ اپنے نبی کی محبت۔ آپؐ کے اہل بیت کی محبت اور قرآن مجید کا پڑھنا۔ اس لئے کہ قرآن کے پڑھنے والے انبیاء اور اصفیاء کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے سائے میں ہوں گے اس روز جب کہ کوئی اور سایہ نہ ہوگا

(ج) زید بن ثابت سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ اَنْ یُقْرَءَ الْقُرْاٰنُ کَمَا اُنْزِلَ

اللہ تعالےٰ کو یہ بات پسند ہے کہ قرآن مجید اسی طرح سے پڑھا جائے جیسا کہ اتارا گیا

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ

جب ہم قرآن پڑھا دیں تو تم اسی پڑھائی کی اتباع کرو۔

(د) اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ ہر زمانے میں اپنے لیسے بندوں کو منتخب کرتا رہتا ہے۔ جو قرآن کی حفاظت کا کام انجام دیں۔ قال اللہ تعالےٰ

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا

یعنے اللہ تعالےٰ اپنے بندوں میں سے انتخاب فرما کر ان کو کتاب کا وارث بناتا ہے۔ لہذا ہر شخص کو چاہئے کہ ایسی صلاحیت پیدا کرے کہ اس انتخاب میں آجائے۔

(ہ) حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث طبرانی میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ

مَا مِنْ رَجُلٍ یُعَلِّمُ وَلَدَهُ الْقُرْاٰنَ اِلَّا تُوِّجَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِتَاجٍ فِی الْجَنَّةِ جس شخص کے فرزند نے قرآن سیکھا اس شخص کو قیامت میں جنت کا تاج پہنایا جائے گا۔

(و) دیلمی نے مسند میں اور خطیب نے بھی روایت کی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ

اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَنْ یُّحَدِّثَ رَبَّهٗ فَلْیَقْرَءِ الْقُرْاٰنَ

تم میں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے رب سے باتیں کرے تو اس کو چاہئے کہ قرآن پڑھے۔

(ز) خطیب نے روایت کی کہ اٰلُ الْقُرْاٰنِ اٰلُ اللّٰهِ جو قرآن کے کنبہ میں آگیا وہ اللہ تعالےٰ کے

کنبہ میں آگیا۔ ابوالقاسم سے روایت ہے کہ اَھْلُ الْقُرْاٰنِ اَھْلُ اللّٰہِ۔ ابن ماجہ نے روایت کی کہ حضور نے فرمایا کہ

اِنَّ لِلّٰہِ اَھْلِیْنَ مِنَ النَّاسِ وَقِیْلَ مَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَھْلُ الْقُرْاٰنِ اَھْلُ اللّٰہِ وَخَاصَّتُہٗ

لوگوں میں سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے کنبے میں شمار ہوتے ہیں پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ وہ قرآن کے کنبے والے ہیں اور خاصانِ خدا سے ہیں

(ح) اَلْقُرَّاءُ عُرَفَاۗءُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (نسائی) قاری کے لئے دو بشارتیں ہیں کہ وہ عارف بھی ہیں اور اہلِ جنت بھی۔

(ط) حضرت ابن عباس سے روایت ہے

اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَۃُ الْقُرْاٰنِ وَاَصْحَابُ اللَّیْلِ

میری امت کے شرفاء وہ ہیں جو قرآن کے حامل ہیں اور راتوں کو جاگتے ہیں

(ی) اَفْضَلُ عِبَادَۃِ اُمتی قِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ نَظْرًا (الحکم عن عبادہ بن صامت) میری امت کی بہترین عبادت قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھنا ہے۔

(ک) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ ھٰذِہِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاُ کَمَا یَصْدَءُ الْحَدِیْدُ اِذَا اَصَابَہُ الْمَاۗءُ قِیْلَ وَمَا جِلَاۗءُھَا قَالَ کَثْرَۃُ ذِکْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَۃُ الْقُرْاٰنِ

(روی البیھقی)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا کہ یہ دل بھی زنگ پکڑتے ہیں جیسے لوہا پانی لگ جانے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے پوچھا کہ یا رسول اللہ اس کی جلا کیا ہے؟ فرمایا موت کا بہت یاد کرنا۔ اور قرآن مجید کو پڑھنا۔

(ل) عَنْ حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِقْرَءُ وا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِھَا وَاِیَّاکُمْ وَلُحُوْنَ اَھْلِ الْعِشْقِ وَلُحُوْنَ اَھْلِ الْکِتَابَیْنِ وَسَیَجِیْءُ بَعْدِیْ قَوْمٌ یُرَجِّعُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ تَرْجِیْعَ الْغِنَاۗءِ وَالنَّوْحِ وَلَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَھُمْ مَفْتُوْنَۃٌ قُلُوْبُھُمْ وَقُلُوْبُ الَّذِیْنَ یُعْجِبُھُمْ شَانُھُمْ (رواہ البیھقی)

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ قرآن مجید کو عرب کے لہجہ اور آواز سے پڑھو۔ اہلِ عشق اور اہل کتاب کے لہجہ سے پرہیز کرو۔ میرے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن مجید کو گانے کی طرح گٹکری وے کر یا بین کے طریقہ پر پڑھیں گے۔ مگر قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہ اترے گا۔ انکے دل فتنوں میں گرفتار رہوں گے اور ان کے عمی جو ان کے انداز کو پسند کریں گے۔

(۴) ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ :-

"اے ابوہریرہ! قرآن پڑھ اور پڑھاتا رہ۔ اگر اس شغل میں تیری موت آجائے تو فرشتے تیری قبر کی زیارت اس طرح کریں گے جس طرح لوگ کعبتہ اللہ کی زیارت کرتے ہیں۔"

۲۹ عبداللہ ابن مسعودؓ تلاوت قرآن کو روزے سے افضل سمجھتے تھے۔

سفیان ثوری قرآن مجید پڑھانے کو جہاد سے افضل سمجھتے تھے۔

عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید پڑھانے والا ارذل عمر سے محفوظ رہتا ہے۔

عبدالملک بن عمیر فرماتے ہیں کہ قراء کی عقل سب سے زیادہ باقی رہتی ہے۔

جس سینے میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کے مانند ہے ؎

الفاظ نہیں کہنے کے لئے قرآن کی فضیلت کیا کہئے
ناچیز زبانِ فانی سے لافانی کی نسبت کیا کہئے

قرآن کو جو قاری پڑھتے ہیں اللہ سے باتیں کرتے ہیں
اعزازِ تکلّم کے صدقے کیا شئے ہے یہ دولت کیا کہئے

جب حاملِ قرآن کے والد کو تاج منوّر ملتا ہے
جو حاملِ قرآن ہوتا ہے پھر اسکی فضیلت کیا کہئے

اس کو تو وہی پہچان سکے عرفان حقیقت ہے جس کو
کیا دولتِ عظمیٰ ملتی ہے قرآن کی بدولت کیا کہئے

استاد علوم دنیا کے جب قابلِ عظمت ہوتے ہیں
قرآن کا جس سے درس ملے الیوں کی عظمت کیا کہئے

یہ شمع وہ شمع ہے جس سے تجوید کی دنیا روشن ہے
اس پاک مقدس ہستی کو جز آیہ رحمت کیا کہئے

آجاؤ جو دربہ قاری کے ہوجائے دلوں سی ظلمت دور

کس کس کے ذریعہ بٹتا ہے فیضانِ نبوت کیسا کہئے

بغیر سمجھے تلاوت مفید ہے یا نہیں

۳۰ ف قرآن کی زبان عربی ہے اور زبان سے ناواقف جب بھی قرآن پڑھے گا اس کا مفہوم بغیر سمجھے پڑھے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی تلاوت مفید ہے یا نہیں۔ دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کمسن بچوں کو مفہوم سمجھائے بغیر پڑھانا مفید ہوتا ہے یا نہیں علماء کے نزدیک تو قرآنی الفاظ بہر حال کلام اللہ ہیں اور سمجھ میں آئے یا نہ آئے اس کی تلاوت ثواب سے خالی نہیں۔ مگر گزشتہ نصف صدی سے کچھ لوگ ایسے بھی نکلے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ طوطے مینا کی طرح پڑھ لینا محض بیکار ہے۔ چنانچہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب بھی ابتداءً یہی مسلک رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک خط میں اپنے فرزند مولوی بشیر احمد کو لکھا تھا کہ :۔

"میں نے تم کو پہلے قرآن مجید شروع نہیں کرایا کہ تم میں اس کے سمجھنے کی صلاحیت نہ تھی اور بے سمجھے الفاظ کو دہرانا (میرے نزدیک) بے فائدہ اور لاحاصل ہے"

ڈپٹی صاحب کا یہ مسلک ہمارے اس نظام تعلیم کے خلاف بغاوت تھی جو ہندوستان کے مسلمانوں میں کئی سال سے مروج چلا آرہا تھا۔ کہ ہوش سنبھالتے ہی مسلمان بچے کو بسم اللہ پڑھائی جاتی تھی اور پھر قاعدہ اور پھر قرآن مجید ناظرہ سے ختم کرایا جاتا تھا اس میں شک نہیں کہ بچہ اس کو سمجھتا نہ تھا مگر دو سال میں قرآن مجید ختم کر لیتا تھا۔ اس طرح کم عمری میں اس کے مخارج خوبی سے بن جاتے تھے۔ ساتھ ہی بچے کو اردو کا قاعدہ پڑھایا جاتا تھا۔ اور قرآن مجید ختم کرنے تک اردو کی دو ایک کتابیں بھی ختم ہوجاتی تھیں۔ ان تجدد پسند لوگوں نے قرآن خوانی کو بے فائدہ اور لاحاصل سمجھ کر چھوڑ دیا۔ مگر سمجھدار لوگ بہت جلد اپنی غلطی کو تسلیم کرنے اور اس پر نادم ہونے لگے۔ چنانچہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب جب بوڑھے ہوئے تو اپنی رائے بدل دی۔ اور بچوں کو قرآن سے تعلیم کی ابتدا کرانے کے حامی ہو گئے۔ چنانچہ تعلیمی کانفرنسوں میں جب آپ نے تقریریں کیں تو ان میں آپ نے فرمایا کہ اگر بچپن میں قرآن نہ پڑھایا جائے تو، بڑے ہو کر اعصاب دہن (یعنے منہ کے رگ و پٹھوں) میں کچھ ایسی خشونت (سختی و کرختگی) آجاتی ہے کہ زبان جن حروف کو ادا کرنے کی ابتداء سے خوگر نہیں ہوتی پھر وہ اس سے بڑی عمر میں ادا نہیں ہوتے"

اسی تجربے اور مشاہدے نے ڈپٹی صاحب کو اس خیال کے قائم کرنے پر مجبور کیا کہ :۔

"طوطے کی طرح بھی مسلمان بچوں کے لئے قرآن پڑھ لینا ضروری ہے۔"

مولوی صاحب نے ایک دلچسپ دلیل اس کی یہ بھی پیش کی ہے کہ

"اگر بے سود ہوتو نومولود (نوزائیدہ بچے) کے کان میں اذاں دینا اس سے زیادہ بے سود و فعل عبث ہوتا"

اسی سلسلہ میں ڈپٹی صاحب نے ایک دلچسپ اور تجربہ کی بات یہ بھی بیان کی ہے کہ:-
اس طرح بچے کو نماز کے لئے چند سورے بھی یاد ہوجاتے ہیں۔ نیز۔ سب سے زیادہ فائدہ جو بچوں کو طوطے کی طرح بے فہم مطلب پڑھانے سے مشاہدہ کیا جاتا ہے (خواہ اس کو کوئی حسن عقیدت سمجھے) وہ یہ ہے کہ قرآن خواں لڑکے زیادہ مودب اور کم آزار دیکھے جاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ قرآن پڑھنے کے لئے مودب بٹھلائے جاتے ہیں اور ادب رفتہ رفتہ داخل عادت ہوجاتا ہے۔ ایک اور فائدہ یہ ہے کہ ذہین بچے مماثلت خطی کے سہارے قرآن کا اردو ترجمہ پڑھنے پر قادر ہوجاتے ہیں۔ یہ ایک کرشمہ دوکار۔ اس طرح دس پانچ سورتیں بھی یاد ہوجاتی ہیں۔" (حیات النذیر)

۳۱ یہ تو تھا استدلال عقلی جس کو ڈپٹی صاحب کے الفاظ میں بیان کیا گیا۔ اب سنئے استدلال نقلی حضور اکرمؐ نے فرمایا:-

"اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ۔ حُبُّ نَبِیِّکُمْ وَحُبُّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ (دارقطنی وابونصر عبدالکریم)

یہاں حضور اکرمؐ کا مطالبہ والدین سے یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو ایسی تعلیم دیں جس سے حضور اکرمؐ اور آپ کے اہل بیت کی محبت بچے کے دل میں راسخ ہو اور قرآن شریف پڑھنا آجائے۔ اگر کوئی باپ یہ نہ کرے تو وہ حضورؐ کے پاس جواب دہ رہے گا۔

امام احمد ابن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ:-

"میں نے اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ الٰہی جن چیزوں سے تقرب کے طالب تیرا قرب حاصل کرتے ہیں ان میں افضل کونسی چیز ہے۔
ارشاد باری ہوا کہ اے احمد! سب سے افضل میرے کلام سے تقرب چاہنا ہے۔ میں نے عرض کیا سمجھنے کے ساتھ یا بدون سمجھے۔
فرمایا دونوں طرح سے۔"

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے جو حدیث مروی ہے اس میں مذکور ہے کہ

"قرآن پڑھو کہ تم کو ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا"

اور تمثیلاً حروف مقطعات میں سے الٓمٓ کا ذکر کیا جس کے معنے سوائے خواص کے کوئی نہیں جانتا۔ بس جب تم کو بے سمجھے پڑھنا تیس نیکیوں کا مستحق بنا دیتا ہے تو اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ فہم کے ساتھ ہو یا بے سمجھے۔ تلاوت پر بہر صورت ثواب ملتا ہے۔ البتہ دونوں صورتوں میں ثواب کے مدارج علیٰحدہ ہیں۔ مولانا اسحقؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھے اور اس کے معنے نہ سمجھے تو اس کو کیا فائدہ ہوتا ہے اور اس پر کیا اثر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اگر کوئی شخص دوا پئے اور یہ نہ جانے کہ کیا پیتا ہے تو وہ دوا اثر کرے گی یا نہیں۔ جب دوا اثر کرتی ہے تو قرآن شریف اپنا اثر کیوں نہ کرے گا۔

استاذنا مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب نظام تعلیم و تربیت پر اس مضمون پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ آخر میں آپ فرماتے ہیں:۔

"بہرحال اس ملک میں ہمیں مسلمان رہ کر جینا ہے اور اسلام و ایمان کے ساتھ مرنا ہے، اپنے متعلق جن کا یہ خیال ہے اور اپنے بچوں کے متعلق بھی جن کی یہی آرزو ہے ان کے لئے ناگزیر ہے خواہ کچھ بھی کہا جائے کچھ بھی سنا جائے۔ لیکن قرآن مجید سے تعلیم کی ابتدا کا جو قاعدہ تیرہ سو برس سے نسلاً بعد نسلٍ چلا آرہا ہے اس کو بہرحال باقی رہنا چاہئے ؎

موج خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے ✽ آستان یار سے اٹھ جائیں کیا۔؟"

قرآن مجید سے استفادے کے چند شرائط

قرآن مجید سے جو شخص نفع حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید کی دعوت کو سمجھے کہ وہ انسان کو سعادت ابدی کی طرف بلاتا ہے۔ وہ انسان کے ظاہر و باطن کی ایسی تعمیر کرنا چاہتا ہے کہ حیات اخروی میں کوئی زحمت پیش نہ آئے۔ وہ انسان کا ایسا تزکیہ کرنا چاہتا ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی میں حضوری کے لائق بن سکے۔

---

[1] افضل العلماء ڈاکٹر عبدالحق صاحب مرحوم سابقہ پرنسپل پریسیڈنسی کالج و وائس چانسلر علی گڑھ یونیورسٹی نے میمن مسجد مدراس میں قرآن مجید کی تلاوت کی اہمیت پر تقریر فرماتے ہوئے اسی استدلال کو پیش کیا تھا۔

امام شاطبیؒ نے قرآن مجید کے اصلاً تین علوم گنوائے ہیں

(۱) ذات حق کی معرفت۔

(۲) حق تعالےٰ کی رضا کی صورتیں۔

(۳) انسان کا انجام۔

دوسرے الفاظ میں قرآن کا مقصد عبد و معبود کے رشتے کو صحیح بنیادوں پر استوار کرنا۔ دنیوی زندگی کو اخروی زندگی کی بنیاد بنانا۔ پس استفادہ کرنے والوں کو اس حیثیت سے آیات قرآنی پر غور کرنا چاہئے۔

(۲) پڑھتے وقت دل اللہ تعالےٰ کی عظمت اور قرآن کی رفعت سے معمور ہو۔ نور یقین رکھتا ہو مولانا اسمٰعیل شہید فرماتے ہیں :-

"کلام اللہ صفتے است از صفات ازلیہ، ربّانیہ کہ آں را بہ عالم امکان، ہیچ گونہ مناسبتے نہ بُودہ۔ حضرت حق جل وعلا محض بہ عنایت خود در کسوت زبان عربی ہماں وصف ازلیؒ کمال ذاتی خود را انزال نمودہ ہماں را واسطہ فیما بینہ، وبین العبادہ گردانیدہ"

کلام اللہ ربّ العزّت کی ازلی صفات میں سے ایک صفت ہے جس سے عالم امکان سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ حق تعالےٰ جل وعلا نے محض اپنی عنایت سے عربی زبان کے لباس میں اسی صفت ازلی اور کمال ذاتی کا ظہور فرمایا اور اسی کو اپنے اور بندے کے درمیان واسطہ گردانا (ترجمہ) یہ عقیدہ تو ہر شخص رکھتا ہے مگر اس کا استحضار ضروری ہے۔

(۳) قرآن کو اپنا مونس وہمدم بنالینا ضروری ہے۔ امام شاطبیؒ نے فرمایا

"جو شخص قرآن کے مطالب جاننا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن ہی کو اپنا مونس وہمدم بنائے امید ہے کہ وہ مقصود کو پالے گا۔"

قاری پر قرآن مجید حسب استعداد کھلتا ہے جتنی استعداد بڑھتی ہے اسی مناسبت سے تدریجی طور پر قرآن مجید کے مضامین سمجھ میں آتے ہیں۔ تفاسیر کا مطالعہ کرتا رہے۔ کوئی بات کبھی سمجھ میں آئے گی اور کوئی بات آئندہ کبھی۔

(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک قرآن مجید کے حصول کے لئے واسطہ ہے آپکے ساتھ اتباع وانقیاد کا جتنا تعلق ہوگا اسی قدر فہم قرآن میں سہولت ہوگی۔ حضور اکرمؐ کا سینہ قرآن مجید کا گنجینہ اور آپ کی سیرت سراپا قرآن تھی۔ اسی لئے سنت بمنزلہ تفسیر وتشریح کے ہے (الموافقات)

اس لئے سنت سے شغف رکھنے والا ہی قرآن مجید کو سمجھ سکتا ہے۔ (الشاطبی)

(۵) استفادے کے لئے طلب صادق کی ضرورت ہے اس کے بغیر یہ راہ نہیں کھلتی۔ جستجو اور گریہ ہونی چاہئے۔ نیکیاں اختیار کرنا اور برائیوں سے بچنا بھی راستہ کھولنے میں مدد دیتا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ :۔

" اگر کسی کے دل میں تکبّر۔ بدعت۔ ہوا پرستی اور دنیا کی محبت موجود ہو۔ یا اگر کوئی شخص گناہ کا عادی ہو۔ یا ایمان کمزور ہو۔ یا تحقیق کا مادہ کم ہو یا غیر مستند لوگوں کی تفسیر قبول کر لیتا ہو تو وہ نہ قرآن سمجھ سکتا ہے اور نہ اسرار اس پر کھل سکتے ہیں۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیَاتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ اس کی دلیل ہے۔ ایسے لوگوں سے فہم چھین لی جاتی ہے۔

(۶) حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ :۔

(۱) تاثیر کے لئے ضروری ہے کہ کوئی چیز اثر انداز ہو۔

(۲) کوئی اثر قبول کرنے والا ہو۔

(۳) اثر ہونے کے شرائط ہوں۔

(۴) اثر کو زائل کرنے والی چیزیں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ (ق ۳) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ ذِكْرٰی سے موثر کی طرف اشارہ ہے۔ القی السمع سے جو کہا جائے اس کو دل لگا کر سننا مراد ہے۔ کسی بات سے متاثر ہونے کے لئے یہی شرط ہے۔ وھو شھید کا مطلب یہ ہے کہ دل حاضر ہو۔ غفلت اور بے فکری اثر نہیں ہونے دیتی۔ پس جب موثر یعنے قرآن مجید محل قابل یعنے حالتِ بیدار اور اثر پیدا ہونے کی شرط یعنے توجہ کامل موجود ہو اور اثر زائل کرنے والی چیز یعنے غفلت اور بے توجہی حائل نہ ہو تو انشاء اللہ مقصود یعنے قرآن سے نفع حاصل ہو جائے گا۔

(۷) قرآن مجید کے فہم کا دروازہ اس وقت کھلتا ہے جب آدمی غیر اہل واسطوں کے بغیر اس کلام کے ذریعہ صاحب کلام سے ہم کلام ہو۔ اس کا طریقہ قرآن شریف کی بہ کثرت تلاوت ہے اور نوافل کی ادائی اور ان بندگانِ خدا کی صحبت جو اس کتاب کے حقیقی لذت آشنا اور حقیقت شناس ہیں اور جن کے رگ و پے میں یہ کلام بس گیا ہے ؎

عروس قرآن آنگہ نقاب از رخ بیانداز د ٭ کہ دارالملک ایماں را مجرد بیند از غوغا
(عرفی)

(۸) ضرورت اس کی بھی ہے کہ پڑھنے والا اس کتاب سے براہِ راست تعارف و انس پیدا کرے اور ایسا محسوس ہو کہ وہ براہِ راست مخاطب ہے ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب ؎ گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف
(اقبال)

(۹) میرزا مظہر جانجاناںؒ فرماتے ہیں:-

"قرآن کریم واجب التعظیم و کثیر البرکات است۔ و تلاوت آں موثر در حاجات بنی آدم۔ کہ القران لما قرء لہ

(۱۰) قرآن مجید کافروں کے لئے وعید ہے یعنے تقرر عذاب کا نوٹس۔ مسلمانوں کے لئے وعدہ ہے۔ یعنے بشارت جنت۔ مقربین کے لئے مقعد صدق ہے اور عاشقوں کے لئے حدیث عشق ؎

زجبرئیل ایں قرآن بہ پیغامے نمی خواہم ؎ ہمہ گفتارِ معشوق است قرآنے کہ من دارم

(۱۱) مولانا عبید اللہ مرحومی خلیفہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے دائرہ شاہ محب اللہ۔ بہادر گنج الہ آباد میں قرآن مجید سے صحیح ربط پیدا کرنے کی تاکید فرماتے ہوئے کہا تھا کہ کلام اللہ میں متکلم کی تجلی ہوتی ہے زیادہ تلاوت کرنے والے کے قلب پر تجلیات ذات و صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ مجاہدے سے راستہ طویل ہوتا ہے اور تلاوت سے راستہ چھوٹا ہوتا ہے۔ تلاوت کی خاصیت اصلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے کہ قرآن مجید کو چھوڑ کر کسی اور ذریعہ سے اصلاح کی تلاش کی جائے۔ قرآن سے صحیح ربط پیدا کرنا ازبس ضروری ہے۔ مولانا اشرف علی صاحبؒ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ؎

در سخن مخفی منم چون بوئے گل در برگ گل ؎ ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

زیب النساء کے اس شعر کو یہ معنے پہنانا بزرگوں کی رفعت نظری کا پتہ دیتی ہے۔

باب دُوّم

فنِ قراءت کے آئمہ

ف ۳۳ جب حضور اکرمؐ اور صحابہ کرامؓ نے قراءت متواترہ۔ مشہورہ مسلسلہ۔ متصلہ کو سیکھنے اور سکھلانے کی اہمیت واضح کر دی تو تابعین اور تبع تابعین میں سے اہلِ علم کی ایک بڑی تعداد نے اپنے آپ کو خاص طور پر خدمت تجوید و قراءت کے لئے وقف کر دیا۔ اور قراءت کو سیکھنے اور حفظ و ضبط کے لئے جتنی توجہ محنت وسعی انسانی امکان میں ہوسکتی ہے صرف کر دی۔ اور اس فن میں کامل دست گاہ حاصل کر لی۔ ان میں سے بعض نے کئی کئی صحابہ سے اور بعض نے صحابہ سے اور تابعین سے اور بعض نے صرف تابعین سے پڑھا۔ پھر غیر مشروط احاد اور شاذ کو چھوڑ کر اقویٰ اور موافق رسم وجوہ سے اپنے استاد کے سکھلائے ہوئے طریق پر جُدا جُدا قراءت کی تعلیم دینے لگے عمر بھر ان ہی قراءت کی تعلیم دیتے رہے۔ بے شمار شاگردوں نے ان بے شمار مشہور پڑھانے والوں سے (مقریوں سے) سیکھا۔

مفسرین۔ محدثین۔ فقہا و مجتہدین نے ان ہی کے طریق پر قراءتیں سیکھیں اور ان کے شاگردوں نے ان کی تعلیم کو اس شغف سے عالم اسلامی میں پھیلایا کہ تمام عالم اسلامی میں ان قراءتوں کے مطابق تعلیم پھیل گئی۔ دوسری صدی سے دنیائے اسلام میں وہی قراءتیں پڑھی اور پڑھائی جانے لگیں۔ اسلامی ممالک کے بعید ترین علاقہ کو ہر شہر و قصبہ سے طلباء سفر کر کے ان مقریوں سے قراءت پڑھنے آتے تھے اور سند کے طور پر ان ہی کے نام سے قراءت منسوب کرتے تھے۔ مختلف قراءتیں آج تک ان ہی مختلف ائمہ قراءت کے نام سے معنون چلی آتی ہیں۔ ہر امام کے ذیلی اختلافات کی وضاحت کے لئے دو دو راوی مشہور ہوئے۔

ف ۳۴ وہ قراءتیں جو احاد۔ شاذ و غیر مشہور روایات سے مبرا ہیں اور جن کو نماز میں پڑھنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے وہ قراءت عشرہ کہلاتی ہیں۔ ان قراءتوں کے امام اور ان کے راویوں کے نام درج ذیل ہیں:۔
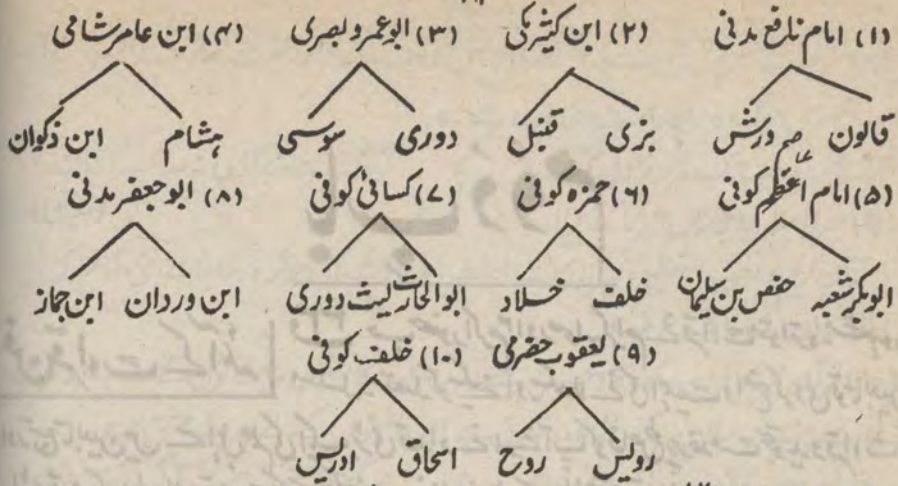
امام نافع مدنی

ف ۳۵ **نام نافع ۔ والد کا نام عبدالرحمٰن** دادا کا نام ابونعیم ۔ آپ جعونہ بن شعوب لیثی کے آزاد کردہ غلام تھے ۔ اصلاً اصفہانی ۔ کنیت ابورویم یا ابوالحسن یا ابوعبدالرحمٰن ہے ۔ رنگ سیاہ تھا ۔ مدینہ میں ۷۰ھ میں پیدا ہوئے ۔ آپ عالم اور سنت کے بڑے پابند تھے ۔ صحابہ میں طفیل اور ابن ابی انیس کی زیارت کی ہے ۔ ستر تابعین سے قرآن شریف پڑھا ۔ پھر مسجد نبوی میں درس جاری کیا ۔ ستر برس سے زیادہ یہ خدمت انجام دی ۔ جب پڑھاتے تھے تو منھ سے مشک کی بو آتی تھی ۔ کسی نے پوچھا ۔ کیا آپ خوشبو لگاتے ہیں ۔ فرمایا نہیں ۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم میرے منہ میں قرآن شریف پڑھ رہے ہیں ۔ اوس روز سے یہ خوشبو آتی ہے ۔ سو سال کی عمر پاکر ۱۶۹ھ میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی ۔ جنت البقیع میں امام مالکؒ کی قبر کے پاس دفن ہیں ۔

ف ۳۶ امام نافع کے پہلے راوی سیدنا قالون ہیں ۔ نام عیسیٰ بن مینا ۔ کنیت ابوموسیٰ قالون لقب ہے ۔ یہ لقب امام نافع نے ان کی قراءت عمدہ ہونے کی وجہ سے دیا تھا ۔ آپ مدنی زرقی زہری کے مولیٰ ۔ نحو کے معلم تھے ۔ بہرے ہونے کے باوجود قرآن مجید سننے میں رکاوٹ نہ ہوتی تھی ۔ ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے ۲۲۰ھ میں انتقال ہوا ۔

ف ۳۷ امام نافع کے دوسرے راوی سیدنا ورش تھے ۔ نام عثمان ۔ کنیت ابوسعید ۔ والد کا نام سعید ۔ ۱۱۰ھ میں مصر میں پیدا ہوئے ۔ تحصیل علم کے بعد قراءت قرآن کے شوق میں حضرت امام نافع سے پڑھنے کے لئے مدینہ منورہ آئے ۔ خود فرماتے ہیں کہ :۔

"کوئی شخص امام نافع سے پڑھنے یا ادن تک پہونچنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ میں متردد ہوا کہ کام کیسے بنے۔ بعض بزرگوں کو سفارش کے لئے آپ کی خدمت میں لے گیا۔ انہوں نے حضرت نافع سے سفارشاً کہا کہ یہ شخص محض قراءت کے شوق میں مصر سے آپ کے پاس آیا ہے نہ حاجی ہے نہ تاجر۔ اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ تو امام صاحب نے فرمایا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ مہاجرین و انصار کی اولاد کی تعلیم کے باعث میں کتنا عدیم الفرصت ہوں ان کو پڑھانا میں اپنا فرض اولین سمجھتا ہوں ان کے آباء کا احسان سر پر ہے مجھے مطلق فرصت نہیں۔ لیکن ان بزرگوں نے مزید اصرار کیا تو آپ نے مجھے مسجد نبوی میں رہنے کی تاکید کی کہ جب فرصت ملے گی پڑھا دوں گا۔ دوسرے روز صبح کی نماز سے قبل جب آپ مسجد نبوی تشریف لائے تو پوچھا وہ مصری کہاں ہے؟ میں حاضر خدمت ہوا تو مجھے کچھ اصول بتائے اور پڑھنے کا حکم دیا۔ میں نے پڑھنا شروع کیا۔ آپ غلطیاں بتلاتے اور سمجھاتے گئے جب میں ۳۰ آیتیں پڑھ چکا تو آپ نے مجھے خاموش ہو جانیکا اشارہ کیا حلقہ طلبا میں سے ایک نوجوان نے کھڑے ہوکر کہا اے معلم خیر! میں آپکے ساتھ رہتا ہوں یہ ہجرت کرکے آپکے پاس آیا ہے میں اپنے وقت میں سے بقدر دس آیات اسکو ہبہ کرتا ہوں پھر ایک اور شخص نے دس آیتوں کا وقت ہبہ کیا جس پر امام صاحب نے مجھے تیس آیتیں پڑھنے کی اجازت دی اسطرح پورا قرآن مجید کئی مرتبہ آپ سے پڑھا حضرت ورش بڑے خوش آواز تھے آپ قرآن مجید بڑی تحقیق سے پڑھتے تھے۔ ۱۵۵ھ میں مصر واپس گئے۔ جہاں سینتالیس برس قراءت کی خدمت انجام دے کر ۱۹۷ھ میں انتقال کیا۔

۳۸۔ امام نافع مدنی اور ان کے شاگردوں کے مذکورہ بالا واقعات سے بہت سے حقایق کھل جاتے ہیں اول تو یہ کہ قرآن مجید کی صحت کے ساتھ تلاوت سیکھنے کے لئے دوسری صدی ہجری میں ایک کثیر جماعت کس قدر شغف سے جد و جہد کرتی تھی۔ امام نافع کا یہ فرمانا کہ مجھے مہاجرین و انصار کی اولاد کو پڑھانے سے فرصت نہیں یہ ظاہر کرتا ہے کہ عربی النسل جن کی مادری زبان عربی تھی اور جن کے گھروں میں قرآن مجید کا بہ کثرت چرچا تھا وہ بھی مستند استاد سے قرآن شریف پڑھنا سیکھنا ویسا ہی ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ ایک غیر عرب ضروری سمجھتا۔ اور اسی طرح پڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ جیسا کہ حضور اکرم نے پڑھایا تھا یہ بات توجہ کے قابل ہے کہ امام نافع تفسیر و علوم قرآنی نہیں سکھلاتے تھے بلکہ صرف صحیح پڑھنا۔ اس تعلیم کے لئے طالب علم اس قدر ہجوم کئے رہتے تھے کہ دن بھر حضرت کو فرصت نہ ملتی تھی۔ ان واقعات کی روشنی میں کیا یہ کہنا جائز ہوگا کہ قرآن مجید میں اعراب تو لگے ہوئے ہیں دیکھ کر ہم بھی پڑھ سکتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مہاجر و انصار نے جو اسلام کی مدد کی تھی

تھی اس کا احسان قابل احترام اور ان کی اولاد کے ساتھ اس کا بدلہ کر دینا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ تیس آیتوں سے زائد نہ پڑھانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ بڑی احتیاط اور تحقیق سے تعلیم دی جاتی تھی۔ امام نافع کا ستر تابعین سے پڑھنا اور حضرت ورش کا کئی بار ختم کرنا ۔ ان کے تحقیق کے شوق کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ طالب علموں میں بھی ایثار کا کتنا مادہ تھا کہ اپنے وقت میں سے وقت دینے آمادہ ہو گئے۔ یہ خیال نہ کیا کہ ایک غیر ملکی آفاقی آیا ہے۔ ہمارے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتا ہے۔ غیر عرب ہے۔ کیا جانتا ہے اور کیا سیکھے گا۔ یہ ہے وہ علمی فضا اور ماحول کا وہ عجیب نظارہ جو بارہ سو برس پہلے کی ایک درس گاہ میں نظر آتا ہے۔ کیا کوئی یونیورسٹی آج بھی اپنے طالبعلموں میں۔ اس ذوق۔ اس کردار۔ اس ایثار کے نمونے پیش کر سکتی ہے؟ ایک فرد واحد مسجد میں بیٹھکر صبح سے شام تک درس دیتا ہے۔ ہزاروں طالب علم مستفید ہو کر نکلتے ہیں اور دنیا میں پھیل جاتے ہیں۔ تعلیم پر ایک پیسہ خرچ نہیں ہوتا۔ اور کام ایک یونیورسٹی کے پیمانے پر ہوتا ہے۔ ستر سال اس طرح درس دینا کس قدر محنت و صبر چاہتا ہے۔ یہ ہے نمونہ اس ذوق و شوق کا جو قرآن کی تعلیم نے ان بزرگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا ۔

مت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں ؎ تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ابنِ کثیر مکّی ۳۹ قراءت کے دوسرے امام ہیں سیدنا ابو معبد عبد اللہ بن کثیر بن عمرو بن عبد اللہ بن زادان بن فیروزان بن ہرمز داری مکی۔ جو عمرو بن علقمہ کنانی کے مولیٰ تھے فارسی الاصل تھے۔ ۴۵ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابو السائب اور مجاہد بن جبیر اور درباس مولیٰ حضرت ابن عباس سے قرآن پڑھا۔ ابو السائب حضرت عمر اور حضرت ابیّ بن کعب کے شاگرد تھے۔ مجاہد اور درباس ابن عباس کے۔ مکہ میں ابن کثیر افصح النّاس ملنے جاتے تھے۔ امام ابو عمر و بصری امام سفیان بن عینیہ۔ امام النحو خلیل بن احمد جیسے آئمہ آپ کے شاگرد تھے۔ عطر و خوشبویات کی تجارت کرتے تھے۔ اس لئے داری کہلاتے تھے۔ صحابہ میں ابوایوب انصاری۔ انس بن زبیر سے ملے ہیں ۱۲۰ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۴۰ ابن کثیر مکی کے پہلے راوی سیدنا بزّی ہیں۔ آپ کا نام احمد بن محمد بن عبد اللہ بن قاسم بن البزہ ہے۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ ۱۷۰ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ بنی مخزوم کے مولیٰ تھے۔ چالیس سال مسجد حرام کے موذن و امام رہے۔ اپنے زمانے میں حجاز میں قراءت کے سب سے بڑے شیخ تھے۔ ۲۵۰ھ میں بہ مقام مکہ ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ بزّی اور ابن کثیر کے درمیان دو واسطے ہیں۔

بزی نے پڑھا عکرمہ سے۔ اور عکرمہ نے پڑھا اسمٰعیل بن عبداللہ قسط و شبل بن عباد سے۔ اور آخرالذکر دونوں حضرات نے پڑھا۔ ابن کثیر مکی سے۔

و۴۱ آپ کے دوسرے راوی قنبل ہیں۔ جن کا نام محمد عبدالرحمن بن محمد بن خالد بن سعید بن جرجہ ہے۔ قبیلہ کے لحاظ سے مخزومی۔ کنیت ابوعمرو۔ لقب قنبل۔ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ القراء ابوالحسن قواس۔ اور شیخ القراء ابوالحزبط سے قراءت سیکھیں۔ ان دونوں نے اسمٰعیل اور شبل سے اور ان دونوں نے ابن کثیر سے پڑھا۔ اس طرح ابن کثیر اور قنبل کے درمیان بھی دو واسطے ہیں۔ اپنے وقت میں قراءت کے امام اور رئیس القراء تھے۔ آپ نے مکہ میں ۲۸۰ھ میں اور بقول بعض ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔ عمر ۹۶ سال تھی۔

ابوعمر بصری

و۴۲ قراءت کے تیسرے امام سیدنا ابوعمرو بصری ہیں۔ آپ کا نام زبان یا بقول دیگر عریان یا بقول ثالث یحیٰی ہے۔ والد کا نام اعلاد بن عمار بن عبداللہ بن الحصین بن الحارث۔ خالص عرب ہیں۔ ۶۸ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ بصرہ میں پرورش پائی۔ سترہ شیوخ سے قرآن شریف پڑھا۔ جن میں امام ابوجعفر۔ ابوروح۔ امام شیبہ۔ امام مجاہد۔ امام ابن کثیر۔ حسن بصری وغیرہ ہیں۔ ان میں سے اکثر نے ابوہریرہؓ اور ابن عباس سے پڑھا ہے۔ آپ بھی تابعی ہیں۔ انس بن مالک کو دیکھا تھا۔ قراءت۔ لغت۔ انساب تاریخ و شعر میں اعلم الناس تھے۔ ابن مجاہد کہتے ہیں کہ امام ہونے کے باوجود نقل کے پیرو تھے۔ آپ کی قراءت دل آویز اور تکلف سے بالاتر تھی۔ بصرے میں بہت سے علماء آپ کے معاصر تھے۔ مگر کوئی آپ کے مرتبے اور مقبولیت تک نہیں پہونچا جب آپ مدینہ پہونچے تو آپ سے پڑھنے کے لئے لوگ ٹوٹ پڑے۔ آپ کے شیخ خواجہ حسن بصری نے آپ کے گرد طلباء کا اژدھام دیکھ کر تعجب سے فرمایا۔ لاالٰہ الا اللہ کیا علماء ربّین بن گئے بلاشبہ عزت کی بنیاد علم پر ہونی چاہئے ورنہ انجام ذلت ہے۔"

(ب) ۱۵۴ھ میں شام کی طرف جاتے ہوئے کوفہ میں ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔

و۴۳ سیدنا ابوعمرو بصری کے پہلے راوی ابوعمرو حفص بن عمر بن عبدالعزیز بن صہبان ازدی دوری (ضریر) ہیں۔ دور ایک موضع کا نام ہے۔ جو بغداد کے علاقہ میں ہے۔ دور میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ امام اسمٰعیل بن جعفر انصاری۔ امام کسائی۔ علامہ یزیدی۔ مسلم بن عیسیٰ سے قراءتیں پڑھیں علامہ الجزری فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے قراءتیں جمع کیں۔ ۲۴۶ھ میں سامرہ میں ۹۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(ب) آپ کے دوسرے راوی سوسی ہیں۔ نام ابوشعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ بن جارود سوسی رقی ہیں۔ ابوعمر بصری کے جملہ تلامذہ میں جلالت رکھتے تھے۔ رقہ میں جو برلب دریائے فرات ارض ربیعہ کا ایک شہر ہے، رہتے تھے وہیں ۲۶۱ھ میں۔ ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(ج) یہ دونوں شاگرد بواسطہ امام ابومحمد یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ مقری نحوی بغدادی المعروف بہ یزیدی۔ امام ابوعمرو کی قراءت روایت کرتے ہیں۔ سیدنا یزیدی بڑی شان سے بغداد میں رہتے تھے۔ پہلے یزید بن منصور عباسی کے اتالیق تھے۔ جس سے یزیدی عرف پڑ گیا۔ پھر ہارون الرشید نے مامون کی اتالیقی پر مقرر کیا۔ قراءت۔ نحو۔ لغت کے ماہر۔ اور صاحب تصنیف عالم تھے۔

ابنِ عامر شامی **ف۴۴** قراءت کے چوتھے امام سیدنا عمران عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعہ یحصبی ہیں۔ یحصب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ ہے۔ پیدائش ۲۱ھ بمقام دمشق ہوئی۔ آپ تابعی ہیں۔ ابوالدرداء عویمر ابن عامر خزاجی انصاری کو دیکھا اور ان سے قراءت سیکھیں۔ علاوہ ازیں شیخ القراء ہاشم۔ مغیرہ بن شہاب عبداللہ ابن عمر بن مغیرہ مخزومی تلمیذ حضرت عثمان۔ حضرت ابو فضالہ بن عبید اوسی انصاری اور حضرت واثلہ بن الاسقع لیثی۔ تلمیذان حضرت عبد الدرداء سے بھی قراءت سیکھیں۔ حضرت بلال بن ابی درداء کی وفات پر دمشق کے قاضی مقرر ہوئے۔ پھر امام بنائے گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنی خلافت میں آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے دمشق دارالخلافہ صحابہ اور تابعین سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے باوجود آپ دمشق جیسے مرکزی مقام میں قضاء۔ امامت و مشیخت قرآن کے تین مناصب جلیلہ کے حامل تھے۔ آپ کی حیات میں آپ کی اختیار کردہ قراءت پر اجماع ہوگیا تھا۔ گو امام مجاہد نے آپ کو آئمہ سبعہ میں چوتھا رکھا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ قراء سبعہ میں آپ کبار تابعین میں سے تھے اور بہ لحاظ زمانہ اور بہ لحاظ شیوخ آپ سب سے مقدم ہیں۔ نیز قراء سبعہ میں امام ابوعمرو بصری اور امام ابن عامر خالص عرب اور آزاد تھے باقی قراء یا تو خود یا ان کے بزرگ عجمی اور موالی میں سے تھے۔ حضرت ابن عامر کا انتقال دمشق میں ۱۰ محرم ۱۱۸ھ کو ۹۷ سال کی عمر میں ہوا۔

ف۴۵ آپ کے شاگردوں میں ابوعمر یحییٰ بن حارث ذماری غسانی دمشقی متوفی ۱۴۵ھ ہیں جن کے چار شاگرد تھے۔

(۱) ابوالعباس صدقہ بن خالد اموی بُولا متوفی ۱۸۰ھ۔

(۲) ابومحمد سوید بن عبدالعزیز بن نمیر واسطی سلمی بُولا متوفی ۱۹۴ھ۔

(۳) امام ابوضحاک عراک بن خالد بن یزید مزی۔

(۴) امام ابوسلیمان ایوب بن تمیم متوفی بعد از ۱۹۰ھ۔

یہ چاروں شیخ القراء دمشق کے رہنے والے تھے۔ ان چاروں سے شیخ الاسلام ابوالید ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرہ بن ابان سلمی خطیب جامع دمشق نے قراءت حاصل کی۔ آپ حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ بخاری۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ اور دیگر کثیر التعداد محدثین آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۵۳ھ میں ہوئی۔ اور آخر محرم ۲۴۵ھ میں ۹۲ سال کی عمر میں دمشق میں انتقال کیا۔ جیسے اوپر بیان کیا گیا۔ آپ دو واسطوں سے ابن عامر شامی کے راوی ہیں

(۶) ابن عامر شامی کے دوسرے راوی ابن ذکوان ہیں۔ جن کا نام عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان القرشی ہے۔ کنیت ابوعمرو۔ امام جامع دمشق تھے۔ پیدائش ۱۰ ارمحرم ۱۷۳ھ۔ آپ نے امام ابوسلیمان ایوب ابن تمیم سے قراءت سیکھی۔ ولید بن عتبہ کہتے ہیں کہ تمام عراق میں آپ سے بہتر قرآن پڑھنے والا نہ تھا۔ جمعہ کے سوا دیگر اوقات میں جامع اموی دمشق میں امامت فرماتے تھے۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ اور دیگر محدثین کی ایک کثیر جماعت آپ سے حدیث روایت کرتی ہے۔ شوال ۲۴۲ھ میں ۶۹ سال کی عمر میں دمشق میں رحلت ہوئی آپ بھی دو واسطوں سے ابن عامر شامی کے راوی ہیں۔

امام عاصم کوفی

(۷) قراءت کے پانچویں امام سیدنا عاصم کوفی ہیں۔ پورا نام ابوبکر عاصم ابن ابی النجود (وابن بہدلہ) اسدی۔ والد کا نام عبداللہ تھا۔ ماں کا نام بہدلہ آپ نصر بن قعین کے مولیٰ ہیں اور تابعی کوفہ میں ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔ آپ نے شیخ القراء ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب سلمی نابینا و شیخ القراء ابومریم زر بن حُبیش و سعد بن الیاس شیبانی سے قراءت سیکھی۔ ان تینوں بزرگوں نے حضرت عثمان رض۔ حضرت علی رض۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رض ابی بن کعب رض و زید بن ثابت سے قراءت حاصل کی۔ حضرت عاصم حضرت حارث بن حسان و دیگر صحابہ سے ملے ہیں۔ امام احمد حنبل فرماتے ہیں کہ:-

"عاصم صاحب قراءت اور حماد صاحب فقہ تھے۔ میں عاصم کو زیادہ پسند کرتا ہوں"

عجلی کہتے ہیں کہ:-

"عاصم صاحب سنت و قراءت۔ ثقہ اور رئیس القراء تھے"

ابواسحاق سبیعی بار بار کہتے تھے کہ:-

"میں نے عاصم سے بہتر قاری نہیں دیکھا۔ عاصم سے زیادہ قرآن کا عالم کوئی نہیں۔"
آپ فصاحت و بلاغت۔ ضبط و اتقان تجوید و تحریر کے جامع تھے۔ طریقہ ادا و لہجہ نہایت دلکش تھا۔ خوش الحانی میں آپ کی نظیر نہ تھی۔ عابد و کثیر الصلوٰۃ تھے۔ پچاس سال سے زیادہ مدت کوفہ پر قائم رہے۔ وفات کے وقت ثم ردوا الی اللہ مولٰھم الحق بار بار پڑھتے تھے۔

ف ۴۸ آپ کے پہلے راوی ابوبکر شعبہ بن عیاش بن سالم اسدی ہیں۔ ۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ حفاظ حدیث میں سے ہیں۔

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ:-

"آپ ثقہ۔ صدوق۔ صالح۔ صاحب قرآن و صاحب سنت تھے۔"

خود فرماتے ہیں کہ:-

"میں نے کبھی کوئی منکر کام نہیں کیا۔ تیس سال سے روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرتا ہوں۔"
ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر (شعبہ) سے زیادہ متبع سنت نہیں دیکھا۔"

احمسی کہتے ہیں کہ:-

"میں نے ابوبکر (شعبہ) سے بہتر نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا۔"

ستر سال عبادت میں معروف رہے۔ چالیس سال آپ کے لئے بستر نہیں بچھایا گیا اور اس عرصے میں آپ نے شب کے وقت زمین سے پیٹھ نہیں لگائی۔ ۲۴ ہزار مرتبہ قرآن ختم کیا۔ اپنے استاد امام عاصم کے روبرو تین مرتبہ قرآن مجید پڑھا۔ پہلی بار پانچ پانچ آیات پڑھ کر تین سال میں ختم کیا۔ وفات کے وقت ان کی ہمشیر رونے لگیں تو فرمایا:-

"کیوں روتی ہو (مکان کے ایک گوشہ کی طرف اشارہ کر کے بتلایا) اس گوشے کی طرف دیکھو میں نے اس میں اٹھارہ ہزار قرآن مجید ختم کئے ہیں اور اپنے لڑکے سے یہ بھی فرمایا کہ بیٹا اس گوشے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا۔"

جمادی الاول ۱۹۳ھ میں ۹۸ یا ۹۹ برس کی عمر میں وفات پائی۔ امام کسائی جیسے آئمہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

ف ۴۹ امام عاصم کے دوسرے راوی حفص ہیں۔ نام حفص بن سلیمان بن مغیرہ اسدی ہے کنیت ابوعمرو ہے۔ ۹۰ھ میں کوفے میں پیدا ہوئے۔ یہ امام عاصم کے لے پالک بیٹے بھی تھے۔ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ امام وکیع فرماتے ہیں کہ "آپ ثقہ تھے۔"

امام بن سعین کہتے ہیں کہ :-

"آپ قراءات میں ابوبکر (شعبہ) سے زیادہ ماہر اور ضابط تھے۔"

علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ :-

"قراءات میں ثقہ ضابط اور محبت تھے۔ امام عاصم سے متعدد بار پڑھا۔ حضرت ابوحنیفہ کے ساتھ پارچے کی تجارت میں شریک تھے۔ متعدد شیوخ سے اکتساب کیا۔ فرماتے ہیں کہ :-

"ضُعُف کے ضمہ کے سوا میں نے کسی حرف میں امام عاصم کی مخالفت نہیں کی۔"

(ب) اس وقت دس قراءات متواترہ صحیحہ امت کے پاس موجود ہیں۔ ان میں سے اہلِ مکہ و مدینہ کی قراءات خاص قریشی ہونے کی وجہ سے زیادہ امتیاز رکھتی ہے۔ لیکن یہ مقبولیت خداداد ہے کہ صدیوں سے جملہ مکاتب و مدارس عالم اسلامی میں حفص ہی کی روایت پڑھی اور پڑھائی جاتی ہے۔ اور اس کو سہل الروایت مانا گیا ہے۔ ۱۸۰ھ میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

امام حمزہ کوفی

۵۔ قراءات کے چھٹے امام سیدنا حمزہ کوفی ہیں۔ ابو عمارہ حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسمٰعیل الزیات کوفی ہیں۔ روغن زیتون کے تاجر۔ فرضی یعنے علم فرائض میں ماہر تھے۔ قبیلہ کے لحاظ سے تیمی ہیں۔ اس نسبت سے آپ یا آپ کے بزرگوں میں سے کوئی قبیلہ تیم کے موالی تھے۔ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ تبع تابعی ہیں۔ جید اساتذہ سے قرآن پڑھا۔ ان میں امام ابو محمد سلیمان بن مہران الاعمش۔ امام ابو محمد طلحہ بن مصرف۔ امام ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ۔ شیخ القراء ابو حمزہ حمران۔ قاضی ابو عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ انصاری اور امام جعفر صادق ہیں۔ یہ سب اساتذہ بالواسطہ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ۔ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زیدؓ کے شاگرد ہیں۔ حضرت حمزہ سپاہیانِ فارس کی اولاد میں سے تھے۔ حد درجے زاہد و مرتاض۔ متقی و پرہیزگار تھے۔ ابن معین کہتے ہیں کہ :-

"حمزہ کے باعث کوفہ کی بلا دور ہوتی ہے۔"

امام اعمش آپ کے شیخ جب آپ کو دیکھتے تو فرماتے کہ :-

"یہ حبر قرآن ہے۔"

امام حمزہ اپنے شاگردوں سے کسی قسم کی خدمت لینا پسند نہیں فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ پانی پینا تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ :-

"حمزہ قراءات و فرائض میں بلاشبہ ہم سب پر فوقیت رکھتے ہیں۔"

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ:-

"آپ نے ایک حرف بلا سند نہیں پڑھا"

امام عاصم کے بعد کوفے میں آپ ہی رئیس القراء تھے۔ ہر مہینے میں ۲۷ یا ۲۸ ختم ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے طریق ادا میں مبالغہ ناپسند تھا۔ خود فرماتے ہیں کہ جس طرح راستی کے بعد کجی اور سفیدی کے بعد برص ہے اسی طرح قراءت فصیحہ کے بعد قراءت نہیں لحن ہے۔ سفیان ثوری اور امام شریک بن عبداللہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں آپ کوفہ سے حلوان کو روغن زیتون لے جاتے تھے اور وہاں سے پنیر اور اخروٹ کوفہ لاتے تھے یہی وجہ معاش تھی۔ ۱۵۶ھ میں ۷۶ سال کی عمر میں حلوان میں وفات پائی۔

۵۱ امام حمزہ کے تلامذہ میں سیدنا ابوعیسیٰ سُلَیم بن عیسیٰ خاص جلالت رکھتے تھے۔ یہ کوفہ میں ۱۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ زہد و تقوےٰ میں شیخ کے پیرو تھے۔ امام حمزہ سے دس مرتبہ قرآن شریف پڑھا۔ بقول علامہ سلیمان دانی و علامۃ الجزری ۱۸۸ھ میں وبقول ملا علی ۲۰۰ھ میں کوفہ میں وفات پائی آپکے واسطے سے دو راوی مشہور ہوئے۔

۵۲ پہلے راوی سیدنا ابو محمد خلف بن ہشام بغدادی بزاز ہیں۔ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید کا حفظ پورا کرلیا۔ تیرہویں سال سماعت حدیث شروع کی۔ ثقہ۔ عابد۔ زاہد جلیل الشان امام تھے فرماتے ہیں کہ:-

"مجھے عربیت میں ایک مشکل پیش آئی اس کے حل کے لئے میں نے اسی ہزار درہم خرچ کئے اور اس کو حل کر کے چھوڑا"

آپ حضرت سُلَیم کے ممتاز شاگرد تھے۔ متعدد اساتذہ سے پڑھا ہے۔ مسلم، ابوداؤد وغیرہ علمائے حدیث آپ سے روایت کرتے ہیں۔ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ جمادی الثانی ۲۲۹ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

۵۳ دوسرے راوی خلاد کوفی ہیں۔ کنیت ابوعیسیٰ۔ والد کے نام میں اختلاف ہے خالد (۲) خلید (۳) عیسیٰ صیرفی ان تینوں میں سے کوئی ہے۔ امام وقت ثقہ۔ محقق۔ مجود۔ صاحب ضبط و اتقان تھے علامہ عثمان دانی فرماتے ہیں کہ:-

"سُلَیم کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ضابط و جلیل تھے"

ترمذی اور ابن خزیمہ کی صحیح میں آپ سے احادیث مروی ہیں۔
۲۲۰ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

امام کسائی کوفی

ف ۵۳ قراءت کے ساتویں امام سیدنا ابوالحسن علی بن حمزہ بن عبداللہ بن قیس (بہمن) ابن فیروز اسدی نحوی کوفی کسائی ہیں۔ تقریباً ۱۱۹ھ میں کوفے میں پیدا ہوئے۔ اصلاً ایرانی ہیں۔ امام حمزہ کے روبرو چار مرتبہ قرآن پڑھا۔ نیز قاضی محمد ابی بن لیلیٰ۔ امام ابوبکر امام اسمٰعیل بن جعفر انصاری وغیرہ سے قراءت سیکھی۔ امام کسائی نے پہلے خلیل بن احمد نحوی سے نحو سیکھی۔ پھر قبائل عرب میں رہ کر لغت عربی کا اتنا ذخیرہ جمع کیا کہ سیاہی کے پندرہ شیشے صرف ہوئے۔ واپسی پر بغداد میں قیام کیا۔ پہلے ہارون الرشید کو پڑھایا۔ پھر ان کے بیٹے امین کو۔ بڑے بڑے آئمہ آپ کے شاگرد ہیں۔

ابن الانباری کہتے ہیں کہ قراءت عربی ادب اور لغت میں اعلم الناس تھے۔ طلباء جو قراءت سیکھنے آتے تھے ان کی کثرت کی وجہ آپ منبر پر بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں :۔ معانی القرآن۔ کتاب النحو۔ کتاب نوادر کبیر وغیرہ ہیں۔ سیبویہ سے مناظرے ہوتے تھے۔ یزیدی سے ہم نشینی رہتی تھی۔ ۱۸۹ھ میں خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ رے جاتے ہوئے موضع رنبویہ میں ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ وہیں امام محمد نے انتقال کیا۔ جس پر خلیفہ نے کہا کہ :۔

"ہم نے قراءت اور فقہ کو یہاں دفن کیا ہے"

ف ۵۴ آپ کے پہلے راوی ابوالحارث لیث بن خالد نحوی مروزی بغدادی ہیں۔ آپ ثقہ، ضابط۔ محقق اور قراءت کے ماہر تھے۔ امام کسائی کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔ ۲۴۰ھ میں وفات پائی

ف ۵۵ دوسرے راوی دوری ہیں جن کا حال ابوعمرو بصری کے پہلے شاگرد کی حیثیت سے اوپر بیان ہوچکا ہے فقرہ ۴۲ میں دیکھ لیا جائے۔

امام ابوجعفر مدنی

ف ۵۶ قراءت کے آٹھویں امام ابوجعفر یزید بن قعقاع مدنی تھے عباش بن ابن ربیعہ مخزومی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ جلیل القدر تابعی تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ ہی کی قراءت رائج تھی۔ آپ نے قراءت سیکھی اپنے مولیٰ ابن عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی سے۔ نیز عبداللہ بن عباس ہاشمی سے وابوہریرہ عبدالرحمٰن بن صحر الادوسی سے۔ ان تینوں بزرگوں نے سنایا ابی بن کعب کو نیز ابوہریرہ اور ابن عباس نے سنایا زید بن ثابت کو۔

حضرت امام نافع سے روایت ہے کہ جب آپ کی میت کو غسل کے لئے نکالا گیا تو منہ اور گردن کے درمیان قرآن مجید کا ایک ورق دکھائی دے رہا تھا۔ حاضرین میں سے سب نے یہی کہا کہ یہ نورِ قرآن ہے۔ انتقال کے بعد خواب میں نظر آئے کہ بے حد حسین ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ میرے

رفیقوں کو جو میری قراءت سے قرآن مجید پڑھتے ہیں خوش خبری سنا دو کہ میں نے ان کے لئے سفارش کی تھی وہ بخش دیئے جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بخش دیا اور میری دعا قبول فرمائی۔

حضرت ابو جعفر کا انتقال ۱۳۰ھ میں ہوا۔ ان کے دو راوی تھے۔ پہلے راوی عیسیٰ ابن وردان جن کا انتقال ۱۶۰ھ میں ہوا۔ دوسرے راوی ابن جماز ہیں جن کا انتقال ۱۷۰ھ میں ہوا۔

یعقوب حضرمی

ف ۵۷ قراءت کے نویں امام سیدنا یعقوب حضرمی ہیں۔ آپ اپنے وقت کے بڑے امام۔ عالم اور صالح مانے جاتے تھے۔ بصرہ کی جامع مسجد کے امام تھے آپ کی ولادت ۱۱۷ھ اور وفات ۲۰۵ھ میں ہوئی۔ آپ کے دو راوی ہیں۔ پہلے راوی رویس جن کا انتقال بصرہ میں ۲۳۸ھ میں ہوا۔ دوسرے راوی رَوح ہیں جن کا انتقال ۲۳۵ھ میں ہوا۔

خلف عشرہ

ف ۵۸ قراءت کے دسویں امام سیدنا خلف تھے۔ جن کے حالات اوپر حضرت حمزہ کے پہلے راوی کے تحت فقرہ ۵۲ میں درج ہیں۔

ف ۵۹۔ اماموں اور راویوں کے جو حالات اوپر بیان ہوئے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان بزرگوں نے (۷۵) سال سے لے کر (۱۰۰) سال تک عمر پائی۔ اور ہر ایک نے قرآن مجید کی خدمت میں پچاس ساٹھ سال سے لے کر ستر سال تک صرف کئے۔ روزانہ بے شمار طلباء درس میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت نافع تہجد سے لے کر عشاء تک برابر پڑھاتے تھے۔ ہر شخص کے لئے تیس آیتوں کا وقت مقرر تھا۔ بڑی مشکل سے سیدنا ورش کو تہجد کے بعد وقت ملا تھا۔ امام ابو عمرو بصری کے گرد طلباء کا اژدھام دیکھ کر حضرت حسن بصری نے خوشی کا اظہار کیا کہ قرآن مجید کے صحت لفظی کے لئے کس قدر ذوقِ صحیح کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ اور تعجب سے فرمایا کہ علماء بھی ارباب ہو گئے۔ حضرت عاصم سے پڑھنے کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔ امام کسائی کے گرد کثرتِ طلباء کی یہ حالت تھی کہ پڑھانا مشکل ہو گیا تو حضرت نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ منبر پر خود بیٹھ کر پڑھتے تھے اور طالبانِ علم آپ سے سُن کر قراءت حاصل کرتے تھے۔ دوسرے اماموں کا بھی یہی حال تھا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کتنی مخلوق نے ان بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ جب ان کے شاگرد اسلامی دنیا میں پھیلے تو گوشے گوشے میں قراءت پھیلا دی۔ ان سب کا خلوص و محنت۔ ان کی تن دہی اور مستقل مزاجی۔ اور کلام اللہ کو دوسروں تک پہونچانے کا ذوق و شوق دیکھ کر نیز جو طویل عمریں ان کو ملیں ان کے پیش نظر یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ ان بزرگوں نے تو دنیا کو قراءت سے بھر دیا ہوگا۔ اور حقیقت بھی یہی تھی کہ ان کے گرد جس طرح پروانہ وار طالب علموں کا اژدھام ہوتا تھا

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اکثر و بیشتر لوگ قرآن کی صحیح قراءت سے واقف تھے۔
اب اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اماموں اور ان کے راویوں کے بعد کیا کام ہوا۔ اور قراءت
کے تسلسل و تواتر کا کیا انتظام رہا۔

باب سوم

تسلسل و تواتر

ف ۶۰ قرون اولیٰ میں قرآن کی حفاظت کا مدار اعتماد و حفظ پر تھا۔ کتابی شکل حافظہ کی مدد کے لئے تھی۔ صحابہ کرام و تابعین عظام قوی الحافظہ تھے۔ آنحضرت سے جس طرح حاصل کیا تھا اسی طرح حافظہ سے پڑھاتے تھے۔ پڑھنے پڑھانے اور تلاوت کی کثرت سے بھولنے کی صورت پیدا نہ ہوتی تھی۔ مصحفِ عثمانی کی نقلیں سب جگہ پہونچ گئی تھیں۔ مگر اس پر حاشیہ یا بین السطور کچھ لکھنا مکروہ سمجھا جاتا تھا۔ دوسری صدی کے آخر تک وجوہ قراءت لکھنے کا دستور نہیں تھا مگر جب غیر ضابط اور کمزور حافظے والے طلباء نے داخل ہو کر غلطیاں کرنی شروع کیں تو آئمہ فن نے وجوہ قراءت کی تدوین ضروری سمجھی۔ اور تصانیف کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ مگر ان تصانیف کا منشاء بھی سماعی علم کو مدد پہونچانا تھا! لیکن ان کتابوں کے باوجود مستند استاد سے جس نے اسناد متواترہ۔ مسلسلہ مشہورہ۔ متصلہ سے قراءت حاصل کی ہو۔ قراءت قرآن سیکھنے کی ضرورت بہرحال باقی رہتی ہے کہ قرآن آنکھوں سے نہیں بلکہ کانوں سے سیکھا جاتا ہے۔

اختلافاتِ قراءت سبعہ و عشرہ

ف ۶۱ تصانیف کا سلسلہ بتانے سے پہلے قراءت سبعہ و عشرہ کے اختلافات کو واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس اختلاف کی نوعیت تضاد و تناقص کی نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق لہجہ اور طرز ادا۔ بلاغت و حسنِ بیان کے اون اختلافات سے ہے جو نزول قرآن کے زمانے میں مستند مانے جاتے تھے۔ مثلاً مدود کی لمبائیوں میں فرق۔ مدمنفصل کو ایک الف کی لمبائی دینا۔ یا دو کی یا تین کی۔ چنانچہ مدمنفصل ان تینوں طریقوں سے پڑھا جاتا ہے۔ اس طرح بعض حروف کی ادائی اس لئے مشکل ہو جاتی ہے کہ دوسرے قریب المخرج حروف بعد میں واقع ہو جاتے ہیں اس کو رفع کرنے کے لئے ادغام جیسے قَدْ جَآءَکُمْ کی دال کا جیم میں ادغام۔ یا افعال ناقصہ واوی یا یائی جیسے فسوٰی۔ رمیٰ۔ انیٰ۔ اشتریٰ میں واوٗ یا الف سے بدل دیتے ہیں۔ ادائی میں

فصحا عام طور سے الف کی آواز نکالتے ہیں لیکن بعض فصحا کے نزدیک فصاحت یہ ہے کہ ان کا ناقص ہونا تلفظ سے واضح ہو جائے تو وہ ان کی ادائی کے لئے یا کی آواز کی طرف جھکاتے ہیں۔ اس کو امالہ کہتے ہیں۔ امالہ بھی یا صغریٰ ہوگا یا کبریٰ۔ غرض ادائی کی تین صورتیں بنیں — ان تینوں صورتوں میں لفظی تغیر تو کچھ نہیں ہوتا۔ صرف ادائی کا فرق ہوتا ہے۔ اختلاف کی ایک صورت تو یہ ہوئی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ لفظ میں تو تبدیلی ہو۔ مگر معنے نہ بدلیں جیسے الصراط کو صاد سے ادا کریں یا سین سے یَاحَسَبَ۔ یَحْسِبُ یا یَحْسَبُ مضارع میں سین کو زیر یا زبر سے ادا کرنا اَلْغُیُوْبُ۔ اَلْغِیُوْبُ۔ قِرْطَاس۔ قُرْطَاس۔ عَلَیْھِمْ۔ عَلَیْھُمْ۔ یہ سب ہی اہلِ فن کے نزدیک مسلمہ لُغات ہیں۔ جس کی صحت و فصاحت مانی ہوئی ہے۔

تیسری قسم کی تبدیلی وہ جو لفظ و معنے دونوں میں ہو مگر دونوں کا مصداق و مراد ایک ہی ہو جیسے مَلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ یا مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ دونوں اللہ تعالےٰ کی صفات ہیں کہ وہ مالک یوم الدین بھی ہے اور ملک یوم الدین بھی ہے۔ مالک بھی ہیں اور بادشاہ بھی۔

(ب) کَیْفَ نُنْشِزُھَا۔ کَیْفَ نُنْشِرُھا۔ پہلے کے یہ معنے ہوئے کہ ہم کس طرح ہڈیاں کو ایک دوسرے پر چڑھاتے ہیں اور دوسرے کے یہ معنے ہوئے کہ ہم کس طرح ہڈیوں میں جان ڈال زندہ کرتے ہیں۔ غرض کہ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے کلام کے ایک سے زیادہ پہلو ایسے ہوتے ہیں کہ ہر ایک میں ایک خاص خوبی ہوتی ہے۔ مثلاً ایک ہی مفہوم کو جملہ خبریہ میں ادا کیا جائے تو ایک خاص حُسن کا اظہار ہوتا ہے اور استفہامیہ میں ادا کیا جائے تو دوسری نزاکت ظاہر ہوتی ہے ایسے موقعوں پہ دونوں پہلوؤں کی اجازت دینا ہی قادر الکلام کی خوبی ہے۔ مثلاً ذوق کا یہ شعر

قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ ؎ ہر فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

یہ شعر اپنی جگہ اچھا ہے مگر ایک معنے رس سخن سنج نے فرمایا کہ اگر ذوق دوسرے مصرع کو یوں کہتے کہ "کس فن میں نہیں طاق مجھے کیا نہیں آتا" تو بندش چُست ہو جاتی۔ اور استفہام زیادہ لُطف پیدا کرتا۔

یہ مثال بیان کرنے سے مدعا یہ ہے کہ شاعروں کا کلام تو اصلاح پذیر ہو سکتا ہے۔ مگر اللہ کے کلام کو اللہ تعالےٰ ہی نے وہ دوسری وجہ بھی بیان کرکے اعتراض کی گنجائش باقی نہ رکھی — گا یا بعض جگہ دوزخیوں سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو قیامت میں تم کو معلوم ہو جائے

مِمَّا تَعْلَمُوْنَ مگر بلاغت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایسے موقع پر مخاطبت ان کی طرف نہ ہو۔ بلکہ دوستوں سے مخاطبت کر کے یہ مضمون ادا کیا جائے کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں قیامت میں ان کو معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ کی قراءت خود اللہ تعالےٰ ہی نے فرما دی۔ اس میں عزت مخاطبت سے بھی محرومیت ہے۔ داغ کا شعر ملاحظہ ہو ؎

دیکھا مجھے تو ہو کے خفا غیر سے کہا ؎ اس بزم میں ہر ایک کو آنا نہ چاہئے

شاعر نے یہ مضمون ادا کیا ہے کہ اگر مخاطبت ہمیں سے ہوئی تو لذت کلام اور عزت مخاطبت تو نصیب ہوتی۔ وہ بھی غیر کے حصے میں گئی اور ہم کو اس قابل بھی نہ سمجھا کہ ہم سے مخاطبت ہی رہے اسالیب بیان کے معمولی تغیرات کے اختلاف سے جو ندرت پیدا ہوتی ہے ان سے وہی لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں جن کو معانی و بیان میں نظر حاصل ہے۔

۶۲ اختلافات کی قسموں کے بیان کے بعد یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ ان اختلافات کو کیوں جائز رکھا گیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ نزول قرآن کے وقت اہل عرب میں سب سے بڑا ہنر اور فن فصاحت و بلاغت اور بیان اور خطابات میں کلام تھا۔ اہل کمال اپنے کمالات کو چھپا چھپا کر رکھتے تھے اور خاص خاص مجمعوں، جلسوں یا میلوں میں بڑے بڑے فصحا کے مجالس میں اپنے کمالات کا اظہار کرتے تھے۔ اور کعبۃ اللہ ہی اس کا سب سے بڑا اکھاڑہ تھا۔ جب عرب میں اسلام پھیلا۔ اور فصحائے عرب ملک کے مختلف حصوں سے قرآن مجید سیکھنے کے لئے آئے تو حضور اکرمؐ نے ان ہی کے کمالات کو ان پر واضح کر کے فرمایا کہ تمھارے پاس تو فلاں لفظ املے سے ادا کرنا فصیح مانا گیا ہے تو ان فصحا نے ان کا اقرار کیا کہ بے شک ایسا ہی ہے۔ اس پر حضور اکرمؐ نے اجازت دی کہ تم اسی طرح ادا کرو اللہ تعالےٰ اس کی اجازت دیتا ہے۔ بعضوں کے پاس قَدْ جَآءَکُمْ میں دال کا جیم میں ادغام فصیح مانا جاتا۔ ان کو اسی طرح اجازت دی۔ اس سے وہ فصحا بھی اپنی جگہ قائل ہو گئے کہ کلام کتنا معجز ہے نیز ان کو بھی سہولت حاصل ہو گئی۔ چنانچہ اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں کہ حضور نے صحابہ کو مختلف طریقے سے پڑھایا۔ بخاری کی ایک مشہور حدیث حضرت عمر رضی اللہ سے منقول ہے کہ:۔

"میں نے رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں ہشام بن حکیم کو دیکھا کہ سورہ فرقان نماز میں ایسے طریقے سے پڑھ رہے ہیں جس طریقہ سے رسول اللہ نے مجھے نہیں پڑھایا تھا۔ مجھے غصہ آیا اور میں نے چاہا کہ نماز ہی میں لڑ پڑوں۔ مگر میں نے تحمل کیا جب نماز سے فراغت

ہوئی تو میں نے ان کے گلے میں چادر ڈال دی اور پوچھا کہ پڑھنے کا یہ طریقہ تم نے کس سے سیکھا۔ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو مجھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے طریقے سے سکھلایا ہے۔ پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ صلعم کے پاس لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ سورۂ فرقان اور ہی طریقے سے پڑھتے ہیں جو آپ نے ہمیں نہیں بتایا۔ آپؐ نے فرمایا ہشام کو چھوڑ دو۔ اور ہشام سے فرمایا اچھا پڑھو تو سہی۔ پس انہوں نے اسی طرح پڑھا جیسا میں نے ان سے (نماز میں) سُنا تھا۔ اس پر حضور اکرمؐ نے یہ فرمایا کہ یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر مجھ سے فرمایا اے عمر! تم پڑھو تو میں نے اسی طریقہ سے پڑھا جو آپؐ نے مجھے تعلیم فرمائی تھی سُن کر آپؐ نے فرمایا یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ بے شک قرآن شریف سات طریقے پر نازل ہوا ہے۔ جس طریقہ سے کسی کو آسان معلوم ہو وہ طریقہ اختیار کرے"۔

ایک اور واقعہ حضرت ابی بن کعب کا ایسا ہی ہے۔ ابی فرماتے ہیں کہ:-

"ایک شخص نے مسجد میں آکر سورہ نحل اس کے خلاف پڑھی جس طرح میں پڑھتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ سورت تجھے کس نے پڑھائی ہے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا اس نے بھی سورۂ نحل پڑھی۔ اور ہم دونوں کے خلاف تیسری طرح پڑھی میں نے اس سے بھی پوچھا تو اس نے وہی جواب دیا۔ جس سے میرے دل میں شک پیدا ہوا۔ اور میں ان دونوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے ایک سے سُن کر فرمایا اَحْسَنْتَ (تو نے اچھی طرح پڑھا) دوسرے سے سُن کر فرمایا ھٰکَذَا اُنْزِلَتْ (یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے) پھر میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اُعِیْذُکَ بِاللّٰہِ یَا اُبَیُّ۔ حضرت ابی فرماتے ہیں کہ میرا سینہ یقین سے بھر گیا۔

اس طرح امت کے لئے وسعت و آسانی بھی پیدا ہو گئی۔ فصحا کے کمالات بھی جمع ہو گئے تحقیق کے تمام مراتب بھی ختم ہو گئے اور تحفظ صوت النبی کا پورا پورا انتظام بھی ہو گیا۔

۶۳ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر امت کی سہولت اور دین کی وسعت تھی۔ اس لئے جب جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا کہ حق تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی

امت قرآن مجید کو ایک ہی حرف پر پڑھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالےٰ سے عافیت اور مدد کی درخواست کرتا ہوں کیوں کہ میری امت اس پر عمل نہ کر سکے گی۔ چنانچہ آپؐ بار بار دعا فرماتے رہے حتیٰ کہ سات حروف تک کی اجازت مل گئی۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے

اِنَّ هٰذَا الْقُرَانَ اُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ قراءت متواترہ کے انکار سے انکار قرآن لازم آتا ہے اس سے بچنا چاہئے۔

سلسلہ تصانیف کتب قراءت

۶۴ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ماہرینِ فن قراءت و تجوید نے اس فن کی جو کتابیں تصنیف کیں ان کا منشاء سماعی علم کو مدد پہونچانا تھا تاکہ کمزور حافظے والوں کو غلطیوں سے بچنے کا موقعہ حاصل رہے صحابہ۔ تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں اس کی ضرورت نہ تھی۔ کیوں کہ ان لوگوں کو اسکی تحقیق سے انتہائی شغف تھا۔ طلباء کئی کئی اساتذہ سے حاصل کرتے جس سے اس قدر پختگی آجاتی کہ کتابت کی ضرورت نہ رہتی۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو نہایت قوی حافظے دیئے تھے۔ تالیفات کا سلسلہ تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔

تیسری صدی میں سات کتابیں لکھی گئیں:-

(۱) کتاب القراءت	از ابوعبید قاسم ابن سلام
(۲) کتاب القراءت	از ابوحاتم سہل بن محمد
(۳) کتاب القراءت	از قاضی اسمٰعیل ابو اسحاق
(۴) کتاب القراءت	از ثعلب ابوالعباس
(۵) کتاب الشواذ	یہ بھی ثعلب ابوالعباس ہی کی تصنیف ہے۔
(۶) کتاب القراءت	از احمد ابن جبیر
(۷) آداب القراءت	از عبداللہ بن مسلم نحوی بغدادی

۶۵ چوتھی صدی ہجری میں ۲۵ کتابیں لکھی گئیں ان سب میں زیادہ مشہور کتاب السبعہ ابوبکر ابن مجاہد کی مقبول تالیف ہے۔ جس میں صرف قراءت سبعہ کا بیان ہے۔ امام نافع کو سب سے پہلے ظاہر کئے ہیں

(۲) الجامع	از طبری ابوجعفر محمد بن جریر ابن کثیر

(۳) کتاب القراءات — ازداجونی ابوبکر محمد بن احمد بن عمر بن احمد بن سلیمان

(۴) تذکرہ فی الحجۃ السبعہ — ازابوالحسن طاہر بن احمد نحوی بغدادی المتوفی ۳۷۶ھ

یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ خدا بخش خاں کے کتب خانے واقع بانکی پور میں موجود ہے جس پر لکھا ہے کہ مصنف نے ابوبکر محمد بن السراج سے اور پھر ابراہیم بن اہل سے پڑھا۔ اس نسخے پر بہت سے شاگردوں نے پڑھ کر دستخط کر دی ہے۔ ان میں سے خاص یہ ہیں (۱) تاج الدین ابوالیمن۔ زید بن الحسن الکندی جو ۵۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۱۳ھ میں انتقال کیا۔ تاج الدین سے ختم کرنے والی ایک جماعت نے جامع مسجد دمشق میں ۵۸۹ھ میں ختم کیا اس میں ۱۵ اشخاص تھے۔ مثلاً قاضی ذکی الدین صدر الشام (۲) وجیہہ الدین ابوالفرح (۳) محمد بن احمد الشاطبی متوفی ۶۱۳ھ

(۵) ارشاد فی العشرہ — دس قراءتوں میں۔ اور:۔

(۶) مُعَدَّل — یہ دونوں تصانیف عبدالمنعم بن عبداللہ بن غلبون بن مبارک حلبی کی ہیں۔ صاحب موصوف استادِ فن اور مقری تھے ابوسہل وطاق کے شاگرد ہیں ۳۸۹ھ میں وفات پائی انکے شاگرد ابومحمد مکی ابن ابی طالب قاری ومقری تھے۔ ان کی کتاب التبصرہ فی القراءۃ العشرہ بھی مستند تصانیف میں ہے اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ مدرسہ نظامیہ واقع حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ اس کتاب کی ابتدا میں ابومحمد مکی نے لکھا ہے کہ میں نے قراءت ۳۷۸ھ میں استاد سے پڑھنی شروع کی اور ۳۸۵ھ میں ختم کیا۔ اس کے بعد کتاب کی تالیف ۳۹۲ھ میں ختم کی اس وقت طباعت کا انتظام نہیں تھا اس لئے قلمی نسخے بہت جلد پھیل جاتے تھے جو نسخہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں ہے اس کو محمد بن ابراہیم کاتب نے ۷۵۳ھ میں لکھا۔ اس نادر نسخے میں ابتداءً عشرہ کے اماموں کے نام۔ ان کے راویوں کے نام۔ ان کے اسناد۔ پھر استعاذہ۔ اور بسم اللہ۔ پھر ہائے کنایہ۔ مد و قصر۔ ہمزتین فی کلمۃ وکلمتین نقل وحرکت۔ مذاہب القراء فی الوقف و معنے الروم والاشمام۔ اظہار وادغام۔ وقف علی الہمزہ ادغام ہل وبل۔ فتح واما لہ۔ وقف علی الرائے متطرفہ۔ ترقیق وتغلیظ لام۔ وتکبیرات پر عنوان قائم کئے ہیں۔ کاش یہ کتاب حیدرآباد سے طبع کرائی جاتی۔

۶۶ پانچویں صدی میں ۵۰ سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ اکثر محققانہ اور معتبر متن ہیں۔ ان میں سے نصف کے قریب اندلس کے علماء نے لکھیں۔

(۱) المنتہیٰ فی العشر — از خزاعی ابوالفضل محمد ابن جعفر۔ آپ نے ابواحمد سامری

مطوعی ۔ شذائی وغیرہ بزرگوں سے قراءتیں پڑھیں ۴۰۸ھ میں وفات پائی

(۲) الھادی فی السبعہ

(سات قراءتوں کے بیان میں) ازابوعبداللہ محمد ابن سفیان قیروانی ۔ آپ نے ابن غلبون وغیرہ سے قراءتیں پڑھیں مہدوی جیسے مجتہد آپ کے شاگرد ہیں ۴۱۵ھ میں مدینہ میں وفات پائی جنت البقیع میں دفن ہیں ۔

(۳) المجتبیٰ فی السبعہ

(سات قراءتوں میں) ازابوالقاسم عبدالجبار ابن احمد بن عمر طرسوسی ۔ آپ نے ابواحمد سامری ابوبکر اذخوی ابن نفیس سے قراءتیں پڑھیں ۴۲۰ھ میں وفات پائی۔

(۴) الروضہ فی العشرہ

ازابوعمر احمد ابن عبداللہ بن طالب طلمنکی قرطبی اندلسی ابن غلبون کے شاگرد ہیں ۔ ۴۲۹ھ میں قرطبہ میں وفات پائی

(۵) الھدایہ فی السبعہ اور (۶) التیسیر (ثانی)

دونوں ابوالعباس احمد ابن عباس مہدوی کی تصانیف ہیں ۔ یہ ابوالحسن قنطری اور ابوعبداللہ قیروانی کے شاگرد ہیں ۔ حدیث وفقہ میں فاضل ۔ تفسیر و قراءت وادب عربی میں امام تھے ۔ ذہبی کے قول پر ۴۳۰ھ میں وفات پائی ۔ مگر اس صدی کے سب سے زیادہ مایہ ناز اور سب سے زیادہ مقبول کتاب التیسیر ہے جس کو حافظ ابوعمرو عثمان ابن سعید دانی اندلسی نے قراءت سبعہ میں لکھی ۔ چوں کہ آپ کے بعد تمام روئے زمین پر آپ ہی کی سند سے قراءتیں پڑھائی جاتی ہیں ۔ لہٰذا ہم آپ کے مختصر حالات درج کرنا مناسب سمجھتے ہیں ۔

راس المقرئین علامہ عثمان دانی اندلسی

۶۷ حافظ ابوعمرو عثمان ابن سعید دانی ۳۷۱ھ میں اندلس کے قصبہ دانیہ میں پیدا ہوئے ۔ جو ایک عرصہ تک علماء کا مرکز رہا ہے ۔ آپ نے پہلے اپنے ملک میں علم حاصل کیا ۔ ۳۹۶ھ میں تکمیل علم کی غرض سے مشرق کا سفر کیا ۔ چار ماہ قیراون میں ۔ ایک سال مصر میں ۔ ایک سال مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں ۔

اور کسی قدر دیگر مقامات پر قیام کیا۔ امام ابوالقاسم عبدالعزیز فارسی۔ شیخ القراء ابوالفتح امام ابوالحسن اور امام ابوالحسن خاقانی سے قراءتیں پڑھیں۔ حدیث و قراءت کی تکمیل کے بعد ۳۹۹ھ میں اندلس واپس پہونچے۔ آپ کو علوم میں جامعیت حاصل تھی۔ حافظ ہونے کے علاوہ وہ ایک عظیم الشان محقق تھے۔ بعض شیوخ کہتے ہیں کہ حفظ و تحقیق میں نہ اس وقت کوئی ان کے برابر تھا اور نہ بعد میں ہوا۔ خود فرماتے ہیں کہ:۔

"جو کچھ دیکھا اس کو لکھ لیا۔ جو لکھا وہ یاد ہوگیا۔ اور جو یاد ہوگیا اس کو کبھی نہ بھولا۔"

علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ اتقان و تحقیق کے لحاظ سے قراءت کی آپ پر انتہا ہوتی ہے بعد کے قراء آپ کے پیرو و مقلد ہیں اور آپ کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہیں۔ مختلف علوم میں ایک سو بیس کتابیں لکھیں۔ شوال ۴۴۴ھ میں اپنے وطن دانیہ میں وفات پائی۔

۶۸ دوسری مشہور کتابیں جو اس صدی میں (پانچویں صدی میں) لکھی گئیں ان میں سے:۔

(۸) العنوان (سبعہ کی بہترین کتابوں میں سے ہے)
(۹) الاکتفا
یہ دونوں کتابیں ابوطاہر اسمٰعیل بن خلف بن سعید بن عمران انصاری کی تالیفات ہیں۔ آپ کی وفات مصر میں ۴۵۵ھ میں ہوئی۔

(۱۰) الجامع فی العشرہ — از ابوالحسین نصر بن عبدالعزیز ابن احمد فارسی جن کی وفات ۴۶۱ھ میں ہوئی۔

(۱۱) کامل — از ابوالقاسم یوسف بن علی بن جبارہ بن محمد بن عقیل ہذلی نزیل نیشاپور۔ تین سو پینسٹھ شیوخ سے پڑھا۔ ۴۶۵ھ میں نیشاپور میں وفات پائی۔

(۱۲) الکافی — سبعہ میں مشہور متن ہے ابوعبداللہ محمد بن شریح رعینی اندلسی اشبیلی ۴۷۶ھ میں وفات پائی۔

(۱۳) النبذ النامیہ فی الثمان — از ابوالحسین یحییٰ بن ابراہیم بن بیاز مرسی اندلسی جن کی وفات مرسیہ میں سو سال کی عمر میں ۴۹۶ھ میں ہوئی۔

(۱۴) المستنیر فی العشرہ — ۱۵۶ روایات و طرق ہیں۔ ہر اختلاف کو متصل سند کے ساتھ آئمہ تک پہونچایا ہے۔ از ابوطاہر احمد بن علی بن عبیداللہ بن عمر بن بغدادی۔ ۴۹۶ھ میں وفات پائی۔ ان کے

علاوہ اور بھی کتابیں اس صدی میں تصنیف ہوئیں۔

و ۶۹ چھٹی صدی میں تیس کتابیں لکھی گئیں۔ بعض زندہ جاوید متون علمائے بغداد اور اندلس کی یادگار ہیں۔

(۱) تلخیص العبارت — از ابوعلی قیروانی۔ نزیل اسکندریہ جن کی وفات اسکندریہ میں ۵۱۴ھ میں ہوئی۔

(۲) الاقناع
(۳) الغایہ
} یہ دونوں سبعہ کی اعلیٰ پایہ کی کتابیں ہیں۔ یہ ابوجعفر احمد بن علی بن احمد بن خلف بن باذش انصاری غرناطی نحوی کی تالیفات ہیں۔ ۵۴۰ھ میں آپ نے غرناطہ میں وفات پائی

(۴) حرز الامانی ووجہ التہانی — یہ یادگار قصیدہ، جو قصیدہ لامیہ کے نام سے مشہور ہے ۱۱۷۳، اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں التیسیر کو اضافہ جات کے ساتھ نہایت خوبی سے نظم کیا ہے۔ چونکہ یہ نظم بہت مقبول ہوئی اس لئے مصنف کے مختصر حالات درج کئے جاتے ہیں۔

حافظ علامۃ الشاطبی اندلسی

ف ۷ قاسم نام۔ ابوالقاسم کنیت ابن خلف بن احمد الرعینی الشاطبی۔ ملک اندلس کے قصبہ شاطبیہ میں ۵۳۸ھ میں پیدا ہوئے۔ نابینا تھے۔ مگر حرکات اندھوں کے سے نہ تھے۔ حافظہ غیر معمولی قوی تھا۔ آپ نے قراءات ابوالحسن علی بن ہذیل سے۔ انہوں نے ابوداؤد سلیمان بن خلف سے۔ انہوں نے علامہ ابوعمرو دانی مصنف التیسیر سے پڑھی تھیں۔ ان کے علاوہ آپ نے عبداللہ محمد بن العاص النفری سے بھی قراءات پڑھیں۔ اس پر اتفاق ہے کہ اپنے زمانے کے بڑے پایہ کے امام اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ قرآن وحدیث کے حافظ تھے۔ آپ کے حافظے سے لوگ مسلم و بخاری کے نسخوں کی تصحیح کرتے تھے اس کے علاوہ آپ نحو کے استاد اور تعبیر کے علم میں ماہر تھے۔ جب علوم سے فارغ ہوکر ۵۷۲ھ میں مصر پہونچے تو قاہرہ کے مدرسہ فاضلیہ کے شیخ القراءات مقرر ہوئے۔ آپ سے اتنی مخلوق نے پڑھا کہ جس کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ فضول کلام سے پرہیز کرتے تھے۔ طلباء کو پڑھاتے وقت وضو وطہارت اور بڑے ادب وانکسار اور خضوع وخشوع سے بیٹھتے تھے۔ قرآن اور قرآنی علوم کو چھوڑ کر دیگر علوم میں غور وفکر سے منع فرماتے تھے۔ قرطبی سے منقول ہے کہ جب آپ

قصیدے کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اس کو ساتھ لے کر بیت اللہ کے گرد بارہ ہزار طواف کئے اور جب دُعا کے مقام پر پہونچتے تو نظم کی مقبولیت کی دعا کرتے۔ خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور حضور نے قصیدہ کی مقبولیت کے لئے دعا فرمائی۔ اس قصیدہ کے علاوہ ایک قصیدہ رائیہ ہے جو مصحفِ عثمانی کے رسم الخط کے بیان میں ہے۔ اس کے دو سو اٹھانوے اشعار ہیں۔ ایک اور قصیدہ ناظمۃ الزھر ہے جس میں آیات اوران کا اختلاف بیان کیا ہے یعنے یہ کہ فلاں جگہ آیت ہے یا مختلف فیہ ہے۔ اس کے دو سو ستانوے اشعار ہیں۔ چوتھا قصیدہ دالیہ ہے اس کے پانچسو اشعار ہیں۔ اس میں آپ نے ابن عبد البر کی تمہید کا خلاصہ کیا ہے جو بارہ جلدوں میں تھی۔

(ب) ترپن سال کی عمر میں ۲۸ جمادی الثانی ۵۹۰ھ کو بروز یکشنبہ قاہرہ (مصر) میں وفات پائی مقطم پہاڑ کے پاس دفن ہوئے۔ اب بھی مرجع تلائق ہیں۔

(ج) آپ کی نظم شاطبیہ کو عدیم المثال مقبولیت حاصل ہوئی۔ بہت سے اماموں نے قراءت کے بیان میں قصیدے لکھے لیکن کسی کو شاطبیہ کی سی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ ع.ب ادب کے اعتبار سے یہ بہت بلند پایہ کتاب ہے۔ متاخرین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ شاطبیہ کے بغیر قراءت سبعہ پر کامل عبور حاصل نہیں ہوسکتا۔ بعض اعتبار سے یہ کتاب دقیق بھی ہے آپ نے وہ لغات کا استعمال کئے ہیں جو عام طور سے فن کی کتابوں میں نہیں آتے ایسی خاص اصطلاحات اور رموز سے کام لیا ہے جن سے دقفیت کے بغیر کتاب چیستان معلوم ہوتی ہے۔ ایک ایک دو دو شعروں میں کئی کئی مذہب بیان کرتے ہیں۔ ایک مذہب کو بیان کر کے متبادل مذہب کو قاری کے فہم پر چھوڑ دیا ہے۔ ان دشواریوں کے باوجود مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ پچاس کے قریب شروح وحاشئے۔ نکات و تکملے اس پر لکھے گئے۔

(د) مذکورہ بالا تصنیفات کے علاوہ ایک تالیف احتجاج القراء بھی ہے جو حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ کی ہے۔

ابو المظفر محمد بن طیفور السجاوندی

(۱۷) چھٹی صدی میں ابو المظفر (یا ابو عبداللہ) محمد بن طیفور السجاوندی کی شخصیت بڑی اہم ہے۔ آپ غزنین کے باشندے تھے ۵۶۰ھ میں آپ کا انتقال ہوا آپ کی تصنیف الوقف والابتدا نہایت مقبول کتاب ہے۔ صاحب موصوف نے معنے کے اعتبار سے وقف لازم کے لئے (م) کی علامت، وقف مطلق

کے لئے (ط) وقف جائز کے لئے (ج) نہ ٹھہرنے کی علامت (لا) وغیرہ میں وقوف کو تقسیم کرکے پورے قرآن شریف میں علامتیں لگا دیں۔ قرائے مابعد میں اکثر نے اسی کو اختیار کیا۔ وقوف سجاوندی بہت مقبول ہوئے۔ اس کے قلمی نسخے تمام ممالک اسلامی میں پہونچ گئے۔ علامہ الجزری نے بھی ان ہی کو اختیار کیا۔ علی الحسینی کوہ کیلوی نے اپنی کتاب "حلیۃ القاری" میں جو انہوں نے تاناشاہ کے زمانے میں لکھی ان ہی وقوف کو شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی بھی اسی کو قابل وثوق مانتے ہیں۔ وقوف سجاوندی کے کئی قلمی نسخے (کم از کم تین) اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں موجود ہیں ایک خوش خط نسخہ جو شیخ القراء محمد غوث شرف الدولہ شرف الملک کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے مدراس کی مسلم لائبریری میں موجود ہے۔

ف۲۷ ساتویں صدی میں قراءت پر تیس کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں سے پندرہ کے قریب شاطبیہ کے شروح و حواشی ہیں:۔

(۱) الجامع الاکبر والبحر الازخر جس میں بڑا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ ابو القاسم عیسیٰ بن عبد العزیز لخمی اسکندری کی تصنیف ہے۔ آپ کا انتقال ۶۲۹ھ میں اندلس میں ہوا۔

(۲) ھدایۃ المرتاب
(۳) افصاح
(۴) اقوی العدد
(۵) نثر الدرر
(۶) مراتب الاصول

} ایسی دس کتابیں علی بن محمد بن عبد الصمد السخاوی مصری نزیل دمشق نے لکھیں۔ یہ بڑے جید قاری اور شاطبی کے شاگرد تھے ان کا ذکر فقرہ ۴۳ میں ملاحظہ ہو۔

(۷) ابراز المعانی (شاطبیہ کی نفیس شرح)
(۸) مفردہ
(۹) شاطبیہ کی شرح کبیر

} یہ تینوں کتابیں ابو القاسم عبد الرحمٰن بن اسمٰعیل بن ابراہیم عرف ابو شامہ کی تصنیف ہے۔ یہ جید عالم۔ خوش گلو قاری اور صاحب مرتبت تھے۔ پیدائش ۵۹۹ھ۔ وفات ۶۶۵ھ ہے۔

ابوالحسن علی السخاوی المصری

ف۴۳ پیدائش ۵۵۹ھ۔ علامہ شاطبی کے مایہ ناز شاگرد۔ پورا نام ابوالحسن علی بن محمد بن عبد الصمد السخاوی المصری ہے آپ نے ایک عرصہ تک قاہرہ میں علامہ شاطبی سے استفادہ کیا اور قصیدہ لامیہ خود صاحب تصنیف سے پڑھا۔

جس قلمی نسخے پر السخاوی نے پڑھا تھا خوش قسمتی سے وہ نسخہ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد۔ دکن میں موجود ہے۔ اس میں السخاوی اس اجازت کا ذکر کرتے ہیں جو قصیدہ ختم کرنے کے بعد استادِ محترم سے حاصل کی۔ قاہرہ سے السخاوی دمشق چلے گئے۔ وہاں سے بہت شاگردوں کو قراءات سبعہ اور شاطبیہ کا درس دیا۔ السخاوی نے شاطبیہ کی جو شرح لکھی ہے اس کا ذکر فقرہ ۱۲ میں ہو چکا ہے — ابن خلکان اپنے آنکھوں دیکھا منظر یوں بیان کرتے ہیں

"میں نے دمشق میں لوگوں کا اژدھام دیکھا کہ السخاوی کے اطراف قراءت سننے کے اشتیاق میں جمع تھے۔ جہاں تک حاضرین کی آواز سنائی دیتی وہ خاموشی سے سنتے اور سنکر پیچھے ہٹ جاتے پیچھے کے لوگ سامنے آجاتے جو مکرر سننا چاہتا اس کی باری ایک عرصہ کے بعد آتی۔"

ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دمشق کے لوگ کس ذوق اور شوق سے قراءات سنتے اور سیکھتے تھے

ف۷۴ السخاوی نے جس نسخے سے خود پڑھا تھا اسی نسخے سے اپنے بہت سے شاگردوں کو بھی پڑھایا۔ ان میں سے دو کے نام درج ذیل ہیں :۔

(الف) ابراہیم بن محمد بن العماد۔

(ب) شہاب الدین ابو العباس احمد بن نجم الدین کو درس دیکر ۲۵ صفر ۶۴۳ھ کو اجازت دی۔

(ج) ابراہیم بن محمد پہلے شاگرد نے عثمان بن نور الدین کو درس دے کر اجازت دی ہے۔

(د) دوسرے شاگرد شہاب الدین ابو العباس احمد سے جن لوگوں نے استفادہ کیا ان میں سے ایک صاحب کا نام نسخہ پر علی بن جابر بن علی القاسمی پڑھا جاتا ہے۔ یہ درس ۶۷۰ھ میں ختم ہوا۔

(ھ) شہاب الدین ابو العباس احمد سے جن دوسرے اصحاب نے پڑھا ان میں شمس الدین ابی عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی ہیں۔ یہ مشہور مورخ الذہبی ہیں جن کی وفات ۷۴۸ھ میں ہوئی

(و) ایک اور حلقۂ درس ۲۲ رجب ۷۰۲ھ کو ختم ہوا جس میں القاسم بن محمد اور داؤد بن یحییٰ بن داؤد الجریدی الدمشقی ہیں۔

(ز) ایک اور حلقہ درس ۷۰۸ھ میں ختم ہوا جس میں شیخ کمال الدین علی بن شجاع شریک تھے۔

ف۷۵ السخاوی کا یہ قابل قدر نسخہ جس کا ذکر اوپر کیا گیا اور جس سے اتنے شاگردوں نے پڑھا نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے۔ اسی ایک کتاب سے السخاوی اور انکے شاگردوں اور شاگردوں کے تلامذہ نے استفادہ کیا۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اجازت لینے والے اور دینے والے کس قدر اہتمام سے اس نسخے پر لکھدیا کرتے تھے۔

۷۶ آٹھویں صدی میں پچاس سے زیادہ کتابیں قراءت پر لکھی گئیں۔ ان میں سے ۲۵ شاطبیہ کے متعلق ہیں۔

(۱) عقد اللآلی فی السبع العوالی ایک بلند پایہ قصیدہ ہے جو شاطبیہ کے وزن وقافیہ پر ہے یہ اور دیگر آٹھ کتابیں ابوحیان شیخ النحاۃ والمحدثین ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان غرناطی اندلسی کی تصنیف ہے ۶۵۴ھ میں غرناطہ کے قصبہ مشخارش میں پیدا ہوئے۔ پانچ سو شیوخ سے علم حاصل کیا۔ ۹۱ سال کی عمر پاکر ۷۴۵ھ میں قاہرہ میں وفات پائی۔

(۷) تا (۱۴) علامہ جعبری برہان الدین ابواسحاق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل نے سات کتابیں قراءت پر تصنیف کیں جو یہ تھیں:-

(۱) شاطبیہ کی بہترین شرح جو ۶۹۱ھ میں لکھی گئی۔

(۲) احکام الهمزه

(۳) الشرعۃ فی السبعہ

(۴) نزهت البرره فی العشره

(۵) نهج الاباثه فی الثلاثه

(۶) خلاصۃ الابحاث

(۷) رسالہ شواذ

۷۳۲ھ میں بلدہ خلیل میں وفات ہوئی۔

(۱۵) سراج القاری بھی اس صدی میں لکھی گئی جو ابوالقاسم علی بن عثمان بن محمد بن احمد بن الحسن القاصح العذری البغدادی کی شرح شاطبی ہے ان کی وفات ۸۰۱ھ میں ہوئی۔ یہ کتاب بھی بہت مقبول ہوئی مصر سے شائع ہو کر عالم اسلام میں اب بھی پڑھائی جاتی ہے۔

۷۷ نویں صدی میں تیس سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں۔ اس صدی میں بغداد اور اندلس سے اس فن میں تالیف و تصنیف کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اندلس کی تو حکومت ہی ختم ہو گئی۔ اور مسلمانوں کو نکال پھینکا گیا۔ مگر شام و مصر میں کام ہوا۔ اس صدی کی سب سے بڑی شخصیت علامہ الجزری کی

جن کا ذکر ذیل کے فقرہ میں درج ہے۔

عماد المقریین ابو الخیر شمس الدین محمد الجزری الدمشقی

ف ۴۸ ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری الدمشقی - ولادت ۷۵۱ھ

بمقام دمشق، پہلے قرآن مجید حفظ کیا اور علوم متداولہ سیکھے - پھر قرات سبعہ فرداً فرداً پڑھ کر ۷۶۸ھ میں جمع پڑھی - شعر و سخن سے فطری ذوق تھا - اس ملکہ سے قرآن و حدیث کی خدمت کی - فن تجوید کے اصول و قواعد کو اشعار میں منضبط کیا - اٹھارہ سال کی عمر میں الھدایہ فی تتمۃ العشرہ لکھی - زبان و ادب کا مذاق نہایت پاکیزہ و بلند تھا - تقی الدین احمد المقریزی **درر العقود الفریدہ** میں لکھتے ہیں :-

"آپ نہایت جمیل و شکیل - فصیح و بلیغ انسان تھے نظم و نثر و خطبات آپکی یادگار ہیں"

ابن حجر عسقلانی نے کہا :-

"آپ صاحب ثروت اور بڑے فصیح و بلیغ تھے"

حافظہ بہت قوی پایا تھا - جو چیز ایک مرتبہ یاد کرلی وہ گویا کتاب میں محفوظ ہوگئی - حافظے کا یہ حال تھا کہ ایک لاکھ حدیثیں سندوں کے ساتھ یاد تھیں - فہم و ذکا سے بھی وافر حصہ پایا تھا -

(ب) اٹھارہ سال کی عمر میں حج کیا پھر ۷۶۹ھ میں مصر گئے - وہاں کے شیوخ سے عشرہ - اثناعشرہ و ثلاثہ عشرہ قراءتیں پڑھیں - ان قرأت کو متعدد بار دہرایا - ۷۸۵ھ میں تمام شیوخ نے مجاز کر دیا پہلے دمشق پھر قاہرہ اور اسکندریہ کے شیوخ سے حدیث و فقہ کی تکمیل کی ۷۹۳ھ میں شام کے قاضی مقرر ہوئے - پانچ سال کے بعد مصری حکومت سے بگاڑ ہونے کی وجہ ترکی چلے گئے ۷۹۸ھ سے ۸۰۵ھ تک سلطان بایزید کے پاس رہے - ۸۰۷ھ میں خراسان چلے گئے اور پھر شیراز میں مقیم ہوگئے - ایک مدرسہ دار القراء قائم کیا جس میں تجوید و قرآن کی تعلیم ہوتی تھی - ۸۲۳ھ میں مکہ معظمہ پہونچے دو سال وہاں قیام کیا پھر شیراز جاکر تاحیات وہیں قیام پذیر رہے ؎

درویش خدامست نہ شرقی ہے نہ غربی ؛ گھر میرا نہ دلی نہ صفاہان نہ سمرقند

بروز جمعہ ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ ۸۲ سال کی عمر میں شیراز میں انتقال ہوا - اپنے مدرسہ دار القرآن میں سپرد خاک کئے گئے - جنازے کے ساتھ اتنا ہجوم تھا کہ کندھا دینا تو ایک طرف جنازے کو چھو لینے والوں کو بوسہ دینے لوگ ٹوٹ پڑتے تھے -

(ج) ستر سال سے زیادہ عرصہ تک تجوید و قراءت کی خدمت کی - اس فن میں بارہ کتابیں

لکھیں جن میں سے مشہور یہ ہیں:-

(۱) اصول قراءت
(۲) الدرّۃ علی الشاطبیہ
(۳) طیبہ فی العشرہ
(۴) النشر کبیر فی العشرہ (دو جلدوں میں)
(۵) التقریب النشر
(۶) مقدمہ تجوید —— وغیرہ

علامہ الشاطبی کے بعد فن قراءت میں علامہ الجزری کو سب سے زیادہ مرکزی حیثیت حاصل ہوئی
(د) اخلاق وعادات میں آپ ملنسار و شیریں گفتار اور خدا ترس تھے۔ جب بات کرتے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ آپ کے ہر فقرے سے فصاحت و بلاغت ٹپکتی تھی۔ مزاج میں تواضع و انکساری تھی۔ لوگوں کے ساتھ احسان و سلوک سے پیش آتے۔ اللہ تعالےٰ نے دولت دنیا سے بھی وافر حصہ دیا تھا۔ اہلِ حجاز کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ بہت احسان کرتے تھے۔
(۹) علامۃ الجزری ریاضت و عبادت میں محنت شاقہ برداشت کرتے۔ علم کے ساتھ عمل کے زیور سے بھی آراستہ تھے۔ بڑے عابد اور نہایت مرتاض بزرگ تھے۔ زندگی کے مشاغل ثلاثہ میں تیسرا مشغلہ عبادت و ریاضت ہی تھا جو سفر وحضر میں کبھی نہ چھوٹتا تھا۔ انضباط اوقات کا بڑا خیال تھا۔
شبانہ روز کے مشاغل (۱) قراءت کی تعلیم و درس حدیث (۲) تصنیف و تالیف (۳) عبادت و یاد الٰہی میں ذرا فرق نہ آنے دیا۔ تمام عمر ان امور پر بڑی پابندی سے عمل پیرا رہے۔ ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے۔ دوشنبہ اور پنجشنبہ کے روزے اس کے علاوہ تھے جو کبھی قضا نہیں ہوئے۔ سفر میں تک بھی شب بیداری و تہجد گزاری میں کبھی فرق نہ آیا۔ انہی فضل و کمال زہد و ورع کی بناء پر مرجع خلائق بن گئے۔ جہاں رہے طالبانِ قراءت و حدیث دور دور سے استفادہ کے لئے آتے تھے۔ جہاں جاتے شائقین کا ٹھٹھ لگ جاتا۔ قاہرہ و یمن میں لوگ ٹوٹ پڑتے تھے۔ اور حصول سند میں لوگ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ خلفاء و سلاطین کی گرویدگی کا یہ عالم تھا کہ جس کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا اس نے تاحیات نہ چھوڑا۔ بایزید بن عثمان۔ امیر تیمور۔ پیر محمد حاکم شیراز ان تینوں نے نکلنے نہ دیا۔

(ب) اولاد میں تین لڑکیاں اور پانچ لڑکے تھے (۱) ابو الفتح محمد الجزری (۲) ابو بکر محمد (۳) ابو الخیر محمدؒ یہ تینوں بڑے نامور محدث۔ قاری و فقیہہ تھے۔ لڑکیوں میں فاطمہ (۲) عائشہ (۳) سلمیٰ یہ جلیل القدر محدثہ اور فن قراءت کی ماہر تھیں۔ (طاشں کبریٰ کا بیان اس کی تصدیق کرتا ہے)

۸۰ نویں صدی کی دوسری قابل ذکر تصانیف یہ ہیں:۔

(۱) فوائد مظفریہ — از کمال الدین احمد متوفی بعد از ۸۰۶ھ

(۲) شاطبیہ کا تتمہ قراءت میں تکملہ شہاب الدین احمد بن محمد بن سعید یمنی متوفی بعد از ۸۲۰ھ

(۳) مسند القراءت — از اسمٰعیل بن اسحاق۔ ازدی متوفی ۸۲۰ھ

(۴) قراءات ثلاثہ
(۵) قراءات زائدہ علی العشرہ
} دونوں منظوم از شہاب الدین احمد بن حسین آملی مقدسی متوفی ۸۲۲ھ

(۶) ایضاح الرموز — چودہ قراءتوں میں شمس الدین خلیل بن القباقبی المتوفی ۸۴۹ھ

۸۱ دسویں صدی میں مصر کے علماء نے پندرہ کتابیں لکھیں۔ اس صدی کی مشہور شخصیت علامہ جلال الدین سیوطی کی ہے جن کا ذکر ذیل میں درج ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی مصری

۸۲ جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی شافعی۔ قاہری۔ مصری یکم رجب ۸۴۹ھ (مطابق ۳ اکتوبر ۱۴۶۵ء) کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ ۵ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوا۔ سیوطی کی تعلیم ابن ہمام کے سایۂ عاطفت میں ہوئی۔ پھر مصر کے دیگر علماء سے استفادہ کیا۔ علامہ تقی الدین شمنی سے خاص تعلق تھا۔ شرف الدین مناوی سے بھی فیض حاصل کیا۔ حج کے لئے ۸۶۹ھ میں سفر کیا۔ واپسی کے بعد شاہ مصر نے سفارت کا کام سپرد کیا ۸۷۰ھ میں محمود خلجی کو (جو ۸۳۹ھ سے ۸۷۳ھ تک مالوے کا بڑا صاحب اقتدار بادشاہ رہا ہے) شاہ مصر نے خلعت بذریعہ علامہ جلال الدین بھجوائی تھی۔ واپسی کے بعد ۸۷۱ھ میں علامہ مفتی مقرر ہوئے۔ ۸۷۲ھ میں درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ اس سے پہلے ۸۶۶ھ سے تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا۔ تصانیف کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے۔ ۹۰۲ھ میں قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ دنیوی وجاہت کے اعتبار سے بلند مقام رکھتے تھے۔ شاہانِ وقت سے ربط رہا۔ ۹۰۶ھ میں مدرسے سے علیحدہ ہو گئے۔ ۹۰۹ھ میں مدرسہ کی صدارت دوبارہ پیش کی گئی مگر قبول نہ کیا۔ اس کے بعد گوشہ نشینی ہی رہی۔ مگر تصنیف و تالیف کا

کام جاری رہا۔ سیوطی شاعر بھی تھے۔ بہت سے علوم میں تبحر تھا مثلاً (۱) قراءت (۲) تفسیر (۳) حدیث (۴) فقہ (۵) نحو (۶) معانی (۷) بیان (۸) بدیع (۹) تاریخ۔ سیوطی نے قراءت پر مستند کتابیں لکھیں

(۱) شاطبیہ کی شرح

(۲) الدر النثیر فی قراءت ابن کثیر

(۳) اتقان فی علوم القران

(۴) الدر المنثور

آپ کے مواعظ کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ ان کی تصانیف کے ذریعہ سلف کا بہت سا ذخیرہ ہم تک پہونچا ہے۔ تفسیر جلالین آپ کی اور آپ کے استاد شیخ جلال الدین محلی کی مشترکہ کوشش کا نتیجہ ہے

(ب) ۱۹ر جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ کو ۶۲ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ قاہرہ میں باب قرافہ کے باہر دفن ہوئے

و۸۳ دسویں صدی کی دوسری تصانیف یہ ہیں۔

(۱) لطائف الاشارات بفنون القراآت بے حد نافع اور مبسوط کتاب ہے۔ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد ابی بکر قسطلانی مصری کی تصنیف ہے۔ پیدائش ۸۵۲ھ۔ وفات ۹۲۳ھ

(۲) الدقائق المحکمۂ مقدمہ جزریہ کی شرح (۵) ابن القاصح کی قرۃ العین کا خلاصہ

یہ دونوں کتابیں ابویحییٰ ذکریا ابن محمد خزاجی انصاری ازہری قاہری کی ہیں۔ ۹۲۶ھ میں انتقال ہوا۔ آپ ایک واسطے سے علامۃ الجزری کے شاگرد ہیں اس وقت روئے زمین پر قراءت اور صحاح ستہ آپ ہی کی سند سے پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں۔

ملا علی قاری ہروی

و۸۴ گیارہویں صدی کی عظیم المرتبت شخصیت ملا علی قاری کی ہے،۔ نام۔ نورالدین علی بن محمد سلطان الہروی الحنفی۔ ہرات میں پیدا ہوئے۔ آگرہ آکر میر کلاں سے علوم سیکھے پھر تکمیل علم کے شوق میں سفر کر کے مکہ معظمہ پہونچے۔ وہاں ابن حجر مکی۔ ابوالحسن البکری۔ سید ذکریا الحسینی اور شیخ احمد مصری سے (جو قاضی ذکریا انصاری کے شاگرد تھے) علوم سیکھے بعدازاں مصر گئے۔ عالم وفاضل استاد زمانہ۔ محقق یگانہ۔ منفرد العصر۔ مشہور فی الدہر ہوئے۔ ان کی تصانیف ان کی وسعت علمی ومحقق فرد ہونے کی شاہد ہیں۔ فن قراءت میں ان کی تصانیف

میں شرح شاطبی اور منح الفکریہ وغیرہ بڑی اچھی کتابیں ہیں۔ شرح شاطبی تو ہندوستان میں بھی چھپ چکی ہے ۱۰۱۴ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ جنت المعلّٰی میں دفن ہوئے۔ مصر میں حضرت کی یہ مقبولیت تھی کہ بعد وفات چار ہزار مسلمانوں نے غائبانہ نماز جامع ازہر میں پڑھی۔

ف ۸۵ بارھویں صدی میں دو معتبر اور محققانہ کتابیں تصنیف ہوئیں۔

(۱) اتحاف فضلاء البشر فی القرآت الاربعۃ عشر — اس میں چودہ قرائتیں نہایت تحقیق کے ساتھ درج ہیں۔ یہ تصنیف احمد بن دمیاطی عرف البنّا، کی ہے۔ محرم ۱۱۱۷ھ میں مدینہ منورہ میں وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے یہ کتاب مصر اور ہندوستان میں بہت مقبول ہے۔

(۲) غیث النفع — نشر کے بعد ایسی محققانہ بدیع الترتیب کتاب جو اختصار میں نادر ہے نہیں لکھی گئی۔ ہندوستان و مصر کے جملہ قرائے سبعہ کا انحصار اسی نادر کتاب پر ہے۔ سید علی النوری الصفاقسی کی تصنیف ہے۔ آپ شیخ شحاذہ یمنی کے شاگرد ہیں۔ ۱۱۲۷ھ میں وفات پائی۔ کسی عشرہ کے قاری کے پاس یہ دو کتابیں ہوں تو پھر وہ دوسری کتابوں سے مستغنی ہو جاتا ہے

ف ۸۶۔ تیرھویں صدی میں وجوہ المسفرہ اور دوسری دو کتابیں علامہ محمد بن احمد شمس متولی کی تصنیف ہیں وجوہ المسفرہ میں متممین للعشر کے تین اماموں کے اختلافات کا ذکر بڑی خوبی سے کیا گیا ہے۔ اگر اتحاف نہ بھی ملے تو غیث النفع اور وجوہ المسفرہ سے قرات عشرہ پڑھی جا سکتی ہیں۔ شمس متولی مصر میں شیخ القراء تھے ۱۳۱۳ھ میں انتقال ہوا۔

ف ۸۷ چودھویں صدی میں شیخ القراء علی بن محمد عرف ضباع بڑے پایہ کے محقق ہیں۔ جامع ازہر کے شیخ التجوید والقراءت رہے۔ کبر سنی کی وجہ سے حال ہی میں علٰحدہ ہوئے ہیں ان کی بدولت مصر میں قرات کی متعدد قدیم کتابیں طبع ہو گئیں۔ آپ نے طیبۃ النشر کی شرح بھی تصنیف کی ہے جو قاہرہ سے شائع ہو چکی ہے۔

ف ۸۸۔ غرض عربی میں قرات و تجوید پر ڈھائی سو کتابیں بغداد۔ دمشق۔ مدینہ منورہ۔ مصر اور اندلس کے علماء کی محنت اور تحقیق سے تصنیف و تالیف ہوئیں۔ ان میں سے ہر کتاب کا مصنف اپنے زمانے میں آفتاب کی طرح تاباں تھا۔ ہر ایک نے عرصۂ دراز تک درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔

بے انتہا خلق خدا فیض یاب ہوتی رہی۔ ان مصنفین کے علاوہ مقریین کی تعداد بھی بے انتہا تھی۔ جنہوں نے اپنی عمریں صرف تجوید و قراءت کے پھیلانے میں صرف کر دیں۔ تمام ممالک اسلامی میں مسلمانوں نے سلسلہ متواترہ۔ مشہورہ۔ مسلسلہ۔ متصلہ سے قرآن سیکھنے سکھلانے میں جو جد و جہد صرف کی اور شغف ظاہر کیا ان کا صحیح اندازہ ہو جانے سے اس کی اہمیت سمجھ میں آجاتی ہے۔ ائمہ قراءت اور ان کے راویوں کی مرکزی شخصیتیں ان کے بعد پانچویں صدی میں علامہ عثمان دانی۔ چھٹی صدی میں ابو القاسم محمد بن فیرہ شاطبی۔ ان کے بعد عبد الصمد سخاوی کی شخصیت و مقبولیت۔ ان کے بعد ساتویں صدی میں علامہ ابو شامہ۔ آٹھویں صدی میں علامہ جعبری کی شخصیت۔ نویں صدی میں علامہ الجزری کی مرکزی حیثیت پھر ابو یحییٰ زکریا الانصاری کی شخصیت۔ پھر علامہ جلال الدین سیوطی پھر ملا علی قاری کا وجود باجود پھر سید علی النوری الصفاقسی کی کتاب غیث النفع پھر شمس متولی کی وجوہ المفسرہ یہ سب پیش نظر رکھنے کی چیزیں ہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اب تک جن سلسلوں سے قراءت عشرہ اس ہیچمدان تک پہونچیں ان کے منجملہ مثالاً حضرت عاصم کی قراءت کا ایک سلسلہ درج ذیل ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
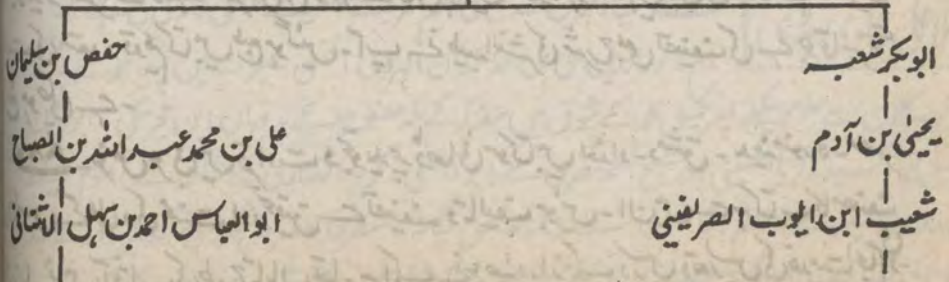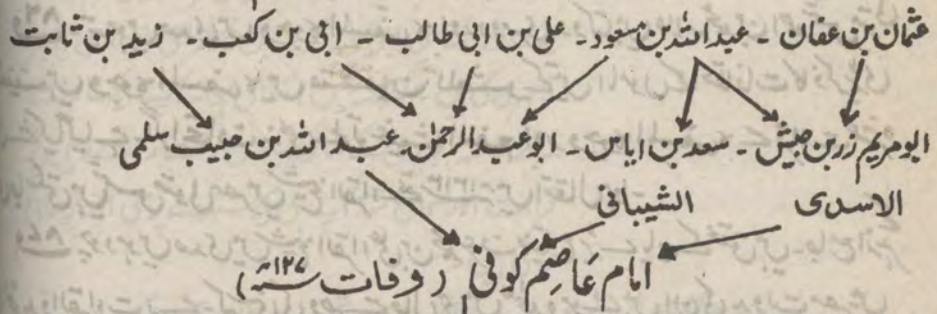
عثمان بن عفان ۔ عبد اللہ بن مسعود ۔ علی بن ابی طالب ۔ ابی بن کعب ۔ زید بن ثابت

ابو مریم زر بن حبیش الاسدی ۔ سعد بن ایاس الشیبانی ۔ ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب سلمی

امام عاصم کوفی (وفات ۱۲۷ھ)

ابو بکر شعبہ	حفص بن سلیمان
یحییٰ بن آدم	علی بن محمد عبد اللہ بن الصباح
شعیب ابن ایوب الصریفینی	ابو العباس احمد بن سہل الاشنانی

یوسف بن یعقوب الواسطی — ابوالحسن علی بن محمد الہاشمی

اسحاق ابراہیم البغدادی

ابوالحسن عبدالباقی — ابوالحسن الطاہر بن غلبون المقری

ابوالفتح فارسی الحمصی

ابوعمرو بن سعید بن عثمان الدانی (وفات ۴۴۴ھ)

ابوداؤد سلیمان بن نجاح اندلسی

ابوالحسن علی بن ہذیل البلنسی

ابوالقاسم علی بن عثمان الرعینی الشاطبی ولادت ۵۳۸ھ وفات ۵۹۰ھ

الشاطبی

علی بن شجاع العباسی

عبدالخالق الصائغ

عبدالرحمن بن احمد البغدادی

ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد الجزری وفات ۸۳۳ھ

محمد بن علی النویری .

شیخ الاسلام ابو یحییٰ زکریا الانصاری

ناصر بن طبلاوی

شحادۃ الیمنی

سیف الدین عطاء اللہ الفضالی ۱۰۲۰ھ

سلطان بن احمد المزاحی

سالسی مؤنسۃ التونسی

ابواسحاق ابراہیم الجل

|

محمد البنانی

|

ابومحمد حمودہ بن محمد بن ادریس الشریف الحسینی ۱۱۶۹ھ

|

محمد المشاط

|

محمد بن الرائس

|

محمد الشاذلی العسرام

|

حبیب محمد بن حمودہ الدراجی

|

سید محمد احمد التونسی ۱۳۲۷ھ

|

قاری محمد ابراہیم

|

میر روشن علی حیدرآبادی

|

مرزا بسم اللہ بیگ

۸۹ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابتک ساڑھے تیرہ سو برس کی اشاعت قراءت و تجوید کے واقعات وحالات آپ کے سامنے مختصر طور پر پیش کر دیئے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ،۔

(۱) قرآن مجید کا صحیح پڑھنا اور پڑھانا۔ حروف کی صحیح ادائی۔ حروف و حرکات و ممدود کی مدت کی پابندی تحفظ صوت النبی یہ سب چیزیں کیا اہمیت رکھتی ہیں۔

(۲) تجوید کا سیکھنا اور سکھانا علوم دین اور امور دینیہ میں بہت بڑا اور اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ نیز اس کا سیکھنا دوسرے علوم کے مقابلہ میں خاص فوقیت رکھتا ہے۔

(۳) مستند اساد سے تجوید سیکھنا۔ جس نے متواترہ۔ مشہورہ۔ مسلسلہ و متصلہ طریقے سے استاد در استاد مشافہتہً حاصل کیا ہو لازمی ہے۔

(۴) ہم نے اوپر قراءت کے سلسلہ کی سند اس لئے بتادی کہ اس کی اہمیت واضح ہو جائے ہمارے پاس (جس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ یہ معلوم کرنے کا نہیں ہے کہ قرآن متواترہ۔ مشہورہ۔ مسلسلہ متصلہ طریقہ ہم تک پہونچا بھی ہے یا نہیں جب قرآن کا مدار نقل پر ہے تو نقل صحت اور سند کے ساتھ پہنچنا چاہئے۔

(۵) امام کسائیؒ کا وہ قول بھی کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ کلام الٰہی کا حصر تحریری الفاظ یا رسم الخط سے نہیں کیا جاسکتا اور اس کو مشافہتہً ہی حاصل کرنا ضروری ہے۔

(۶) تعلیم و تعلم و تصانیف کا لمبا سلسلہ بتاتا ہے کہ ہمارے سیکھنے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں مہیا کر دی گئی ہیں۔ ہمارے لئے زیادہ جد وجہد یا سفر کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اور نہ سفر کی وہ صعوبتیں ہیں۔ اب تو بس ارادہ شرط ہے۔

(۷) ہر اسلامی ملک میں بلکہ روئے زمین کے ہر حصے پر مستند قاری و مقری پہونچتے رہے۔ کوئی حصہ ان سے چھوٹا نہیں۔ ہم سیکھنے کا ارادہ کریں تو کوئی دشواری حائل نہ ہوگی۔

(۸) کوئی علم یا فن صرف کتابوں میں رہ کر زندہ نہیں رہتا بلکہ جاننے والوں کے سینے میں محفوظ ہو کر زندہ رہتا ہے اگر وہاں سے نکل جائے تو پھر مردہ ہو جاتا ہے۔ تجوید و قراءت یا صوت النبی اب تک سینہ بہ سینہ محفوظ چلی آرہی ہے۔ اس زمانے کے لوگوں کے سینوں کو کشادہ ہو کر اس کو لینا چاہئے اور آنے والی نسلوں کو پہونچانا چاہئے۔ گزشتہ اور آیندہ کی درمیان کی کڑی آپ ہیں اگر ایک اہم کام ساڑھے تیرہ سو برس سے ہوتا آئے اور وہ ہماری غفلت سے آگے نہ بڑھ سکے۔ یا دوسروں کے ذریعہ سے بڑھے اور اس میں ہمارا حصہ نہ ہو تو یہ ہماری حرماں نصیبی ہے چمن محمدی بہرحال سرسبز و شاداب رہے گا۔ لیکن اس کی سیرابی میں اگر ہمارا حصہ نہ ہو تو یہ مقام افسوس ہوگا۔ لہٰذا ہمارا آپ کا اور اس زمانے کے تمام مسلمانوں کا اولین فریضہ قرآن مجید کو صحیح طریقہ سے حاصل کرنا اور آنے والے لوگوں تک پہونچانا ہے۔ اگر ہم نے کوشش کر کے خود حاصل کیا۔ مگر آخری کڑی بن کر رہ گئے دوسروں تک نہ پہونچایا تو بھی بُری بات ہے۔ امانت کی بے قدری ہے۔ نعمت کی حق ناشناسی ہے ع

ما امینم این متاع مصطفیٰ است

اس ذمہ داری سے قاصر رہنا حضور اکرمؐ کے حکم کی تعمیل میں کوتاہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شاہد کو غائب تک پہونچانے کی پابندی عائد کر دی ہے

دیئے سے دیا روشن ہوتا ہے۔ آپ بھی مشعل نبوی آگے بڑھائیے اسی میں سعادت ہے۔ اسی میں برکت ہے۔ اسی میں نجات اخروی ہے۔ اسی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

قرآن مجید مع حواشی سبعہ

ف ۹۔ قرآن مجید پر سبعہ یا عشرہ کا حاشیہ اس وقت درج کیا جاتا ہے جب کوئی قاری ایک روایت سے ختم کر کے سبعہ کے اصول و فروع سے

واقف ہو جاتا ہے۔ اور قراءت سبعہ یا عشرہ سیکھ چکتا ہے۔ اب بھی عمل درآمد یہی ہے۔ اس لئے جب کسی قاری کا قرآن شریف اس قسم کے حواشی کے ساتھ دیکھنے میں آئے تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ قاری ہفت قراءت ہے۔ اور اس نے یہ حاشیہ اپنی سہولت قراءت کی خاطر لکھا ہوگا۔

یہ بات اس لئے بیان کر دی گئی ہے کہ میں نے پچاس سے زیادہ ایسے نسخوں کے حوالے دیئے ہیں۔ مختلف ادوار کے ایسے قرآن شریف جا بجا ملتے ہیں جن پر سبعہ کے حواشی درج ہیں جن صاحب کے پاس قرآن مجید کا ایسا نسخہ پایا جائے ان کے متعلق تو ایسا کوئی قیاس نہیں کیا جا سکتا مگر جن صاحب نے اپنی قلم سے حواشی لکھے ہیں ان کے متعلق یہ قیاس تو حق بجانب ہوگا کہ وہ سبعہ کے قاری تھے۔ اگر کسی دور میں ایسے قرآن مجید کی طباعت بھی کی گئی ہو تو یہ اس امر کا ثبوت ہوگا کہ اس حلقے کے عوام میں قراات سبعہ کے جاننے والوں کی کثرت کی وجہ سے ان کا تقاضہ پورا کرنے کے لئے یہ طباعت ہوئی ہوگی۔ چنانچہ قراءت سبعہ کے حاشیہ والے قرآن شریف کا تین مرتبہ لکھنؤ سے طبع ہونا اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ اس علاقے میں سبعہ کے جاننے والے قراء کثرت سے تھے۔ اس لئے اس کی مانگ تھی۔ اور مطبع والوں نے ان کی ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے طباعت کی جراءت کی۔

اسی طرح میور پریس دہلی سے قرآن شریف کے اسی قسم کے ایک نسخہ کا دوبار تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد طبع ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ دہلی اور اطراف میں بھی ایسے قرآن شریف کی مانگ تھی۔

اسی طرح ساڈھورے ضلع انبالہ سے سبعہ کے حاشیہ والا قرآن شریف طبع ہوا۔

اور ایک مرتبہ شہر مدراس سے بھی ایسا ہی قرآن مجید طبع ہوا۔ اور ان سب مقامات پر سبعہ کا اچھا خاصہ چرچا تھا۔

۹۱ غرض سبعہ کے حواشی کے قرآن مجید کا پایا جانا ایک اہم نشانی ہے۔ اس لئے سبعہ کے حاشئے والے جتنے قرآن شریف ملتے گئے میں نے ان کا ذکر کر دیا ہے ــــ اسی طرح عربی۔ فارسی۔ اور تجوید و قراءت کے رسالوں کا ہندوستان میں طبع ہونا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ عوام کا رجحان تجوید سیکھنے کی جانب ہے۔ ورنہ استادان تجوید کیوں یہ کتابیں طبع کرانے کی زحمت گوارا کرتے۔

ہندوستان میں تجوید و قرارت کی اشاعت و استادانِ فن کی جدوجہد کا صحیح اندازہ لگانے

کے لئے ناظرین کرام ان دونوں باتوں کو پیش نظر رکھیں۔

و۹۲ ۔ اتنا اور عرض کر دوں کہ میں نے جو مشاہیر قرائے ہند کے حالات لکھے ہیں ان میں بہت سے اصطلاحی الفاظ آئیں گے جن کے سمجھنے کے لئے یہ ابتدائی خلاصہ ضروری تھا اس لئے درج کیا گیا۔ تاکہ تجوید سے ناواقف بھی بے بہرہ نہ رہے اور مجوّدین کرام سے جن کے لئے یہ حصہ جاننا غیر ضروری ہے ان سے معافی کا خواستگار ہوں تاہم ان کے بچوں کے لئے جاننے کا اچھا ذریعہ بن سکے گا۔

باب چہارم

خلاصہ مشاہیر خدام قراءت کلام اللہ مع تصانیف بیرون ہند

اوّل صدی ہجری	حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ مہاجر سیدنا ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ عبداللہ ابن مسعودؓ۔ حذیفہؓ۔ ابوموسیٰ اشعریؓ سالمؓ۔ ابوہریرہؓ۔ عبداللہ ابن عمرؓ۔ عبداللہ ابن عباسؓ۔ ابن زبیرؓ۔ عمر بن العاصؓ۔ معاویہؓ عبداللہ بن السائبؓ۔ عبادہ بن صامتؓ ابوخزیمہؓ۔ ابوربیعہؓ عائشہ صدیقہؓ۔ حفصہؓ۔ ام سلمہؓ صحابہ انصار سیّدنا ابی بن کعبؓ۔ معاذ بن جبلؓ ابودرداؓ۔ زیدؓ۔ ابوذرؓ۔ مجمع بن جاریہؓ انس بن مالکؓ۔ ابوایوب انصاریؓ ابوجعفرؓ۔ الاعرجؓ۔ شیبہؓ۔ مسلمؓ۔ ابوروحؓ المخزومیؓ۔ مجاہدؓ۔ درباسؓ۔ خلانؓ۔ ابوالعالیہؓ	

ابوالاسود رح۔ المغیرۃ رح۔ السلمی رح۔ الاسدی رح۔
شیبانی رح۔ ابن ابی لیلی رح۔ الریاحی رح

امام	واسطے	راوی
نافع مدنی رح		قالون رح۔ ورش رح
ابن کثیر مکی رح	القسط۔ وہب۔ القواس	بزی رح۔ قنبل رح
ابوعمرو بصری رح	الیزیدی	دوری رح۔ سوسی رح
ابن عامر شامی رح	الزبادی۔ التمیمی	ہشام رح۔ ابن ذکوان رح
عاصم رح		ابوبکر شعبہ رح۔ حفص بن سلیمان رح
حمزہ رح	سلیم	خلف رح۔ خلاد رح
کسائی رح		ابوالحارث لیث رح۔ دوری علی رح
ابوجعفر رح		ابن وردان رح۔ ابن جماز رح
یعقوب رح		رویس رح۔ روح رح
خلف رح		اسحاق رح۔ ادریس رح

ابونشیط رح۔ الاشعث رح۔ الازرق رح۔
الربعی رح۔ ابن مجاہد رح
ابوالزعراء رح۔ ابوعمران رح
الحلوانی رح۔ الاخفش رح
یحیی ابن آدم رح۔ النشمیلی رح
ادریس رح۔ ابن شاذان رح
ابن یحیی رح۔ النصیبی رح۔ الحلوانی رح
ابن جعفر رح۔ التمار رح۔ ابن وہب رح
الطوسی رح۔ المطوعی رح

تیسری صدی	(۱) ابوعبید قاسم ابن اسلام	کتاب القراءت (۲۵ قرآنوں میں)
	(۲) ابوحاتم سہل ابن محمد بن عثمان سجستانی نحوی بصری	کتاب القراءت (وفات ۲۴۸ھ)
	(۳) قاضی اسمٰعیل ابو اسحاق بن اسحاق بن اسمٰعیل (۱۷۹ھ - ۲۸۲ھ)	شاگرد قالون (۱) کتاب القراءت (۲) احکام القرآن (۳) معانی القرآن
	(۴) ثعلب ابوالعباس احمد بن یحییٰ شیبانی کوفی (۲۰۰ھ - ۲۹۱ھ)	(۱) کتاب القراءت (۲) کتاب الشواذ
	(۵) احمد بن جبیر بن محمد کوفی نزیل انطاکیہ متوفی ۲۵۸ھ	(۱) کتاب القراءت
	(۶) عبداللہ ابن مسلم نحوی بغدادی متوفی ۲۷۶ھ	(۱) آداب القراءت
چوتھی صدی	(۱) طبری ابوجعفر محمد ابن جریر ابن کثیر ۲۲۴ھ مورخ گزرے ہیں - ۳۱۰ھ	(۱) الجامع
	(۲) داجونی ابوبکر محمد بن احمد بن عمر بن سلیمان وفات ۳۲۴ھ	کتاب القراءت
	(۳) ابوبکر ابن مجاہد	کتاب السبعہ
	(۴) عبدالواحد	(۱) البیان
	(۵) نقاش	(۱) کتاب السبعہ (۲) معجم کبیر (۳) معجم اوسط (۴) معجم صغیر
	(۶) شنذائی ابوبکر احمد بن نصر عبدالمنعم (وفات ۳۷۰ھ)	کتاب القراءت (ابن بویان - داجونی ابن شنبوذ سے سیکھا۔
	(۷) ابوعلی الحسن بن احمد بن عبدالغفار بن محمد بن سلیمان بن ابان	الفارسی - آپ شاگرد تھے - ابوبکر محمد الس کے پھر ابراہیم بن السہل کے - کتاب الحجہ فی القراءت سبعہ تین جلدوں میں (مشہور نحوی تھے) یہ کتاب خدابخش کی لائبریری میں

(۸) ابوبکر احمد بن حسین ابن مہران وفات ۳۸۱ھ	(۱) الغایہ فی العشر (۲) شامل (ابن بویان۔ ابوبکر بن مقسم بکار استاذوں سے پڑھا)
(۹) دارقطنی ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بغدادی ولادت ۳۰۶ھ وفات ۳۸۵ھ	کتاب القراءات
(۱۰) ابوالطیب عبدالمنعم بن عبیداللہ بن غلبون بن مبارک حلبی ثم المصری وفات ۳۸۹ھ	(۱) ارشاد فی العشرہ (۲) معدل معلم قراۃ (ابوسہل وراق کے شاگرد)
(۱۱) ابوالحسن طاہر ابن امام ابوالطیب عبدالمنعم	(۱) تذکرہ فی الثمان (یعقوب کا اضافہ کیا)
(۱۲) ابوالفتاح	منشاء القراءات (آٹھویں ابوجعفر)
(۱۳) ابن السراج شمس الدین محمد ابن اسدی مصری۔ متوفی ۳۱۶ھ	احتجاج القراء
(۱۴) ابن خالویہ حسین بن عبداللہ نحوی متوفی ۳۷۰ھ	(۱) کتاب القراءات (۲) شرح کتاب السبعہ ابن مجاہد
(۱۵) ابوعلی حسن بن احمد فارسی متوفی ۳۷۷ھ	ابن مجاہد کی کتاب السبعہ کی شرح تین جلدوں میں۔
(۱۶) ابوالحسن طاہر بن احمد نحوی بغدادی المتوفی ۳۸۰ھ	تذکرہ فی سبعہ
(۱۷) عبداللہ بن محمد اسدی نحوی وفات ۳۹۲ھ	المفصح
(۱۸) ابوالفتح عثمان بن جنی نحوی شاگرد الفارسی ولادت ۳۳۰ھ متوفی ۳۹۲ھ	المحتسب شرح الشواذ (ابن مجاہد کی) یہ قلمی کتاب خدابخش خاں کی لائبریری میں موجود ہے۔
(۱۹) ابوعثمان سعید بن محمد معروف بہ ابن حداد قیروانی مقتول ۳۰۲ھ	توضیح المشکل

صدی	نام	تصانیف
پانچویں صدی	(۱) خزاعی ابوالفضل محمد بن جعفر متوفی ٤٠٨ھ	(۱) المنتہی فی العشر (ابواحمد سامری مطوعی شذائی سے سیکھا)
	(۲) ابوعبداللہ محمد بن سفیان قیروانی مالکی نزیل مکہ۔ متوفی ٤١٥ھ	(۱) الہادی فی سبعہ (ابن غلبون کے شاگرد مہدوی کے استاد)
	(۳) ابوالقاسم عبدالجبار ابن احمد ابن عمر طرسوسی نزیل مصر۔ متوفی ٤٢٠ھ	المجتبیٰ (ابواحمد سامری۔ ابوبکر اذفوی ابن نفیس کے شاگرد ہیں۔
	(۴) ابوعمر احمد ابن عبداللہ بن طالب طلمنکی قرطبی اندلسی متوفی ٤٢٩ھ	الروضہ فی العشرہ (ابن غلبون کے شاگرد)
	(۵) احمد بن ابی العباس مہدوی وفات ٤٣٠ھ	(۱) الہدایہ فی السبعہ (۲) التیسیر (ابوالحسن قنطری ابوعبداللہ قیروانی کے شاگرد)
	(۶) ابومحمد مکی ابن ابی طالب قیروانی ثم الاندلسی قرطبہ میں وفات ٤٣٧ھ	(۱) تبصرہ فی السبعہ (۲) تذکرہ (۳) شرح ابن الفارسی (۴) کتاب الادغام (۵) کشف (۶) موجز (۷) یاءات مشددہ
	(۷) ابوعلی الحسن محمد ابن ابراہیم مالکی بغدادی نزیل مصر وفات ٤٣٨ھ	(۱) الروضہ فی العشرہ (۲) قراءۃ اعمش
	(۸) ابونصر بن مسرور بن عبدالوہاب بغدادی۔ متوفی ٤٤٢ھ	(۱) المفید فی العشرہ
	(۹) حافظ ابوعمرو عثمان ابن سعید ابن عثمان ابن سعید اموی دانی اندلسی ٣٧١ھ وفات ٤٤٤ھ	(۱) جامع البیان (چار جلدوں میں) خدابخش خان کی لائبریری میں قلمی نسخہ موجود ہے (۲) تمہید (۳) مفردہ یعقوب (۴) الایجاز (۵) الموضح فی الفتح والامالہ (۶) المحتوی فی الشواذ (۷) المقنع فی الرسم (۸) التیسیر ساتوں نسخے (۹) طبقات القراء (۱۰) کتاب التہذیب (خدابخش خاں کی لائبریری میں موجود ہے)

(۱۰) ابوالفتح عبدالواحد حسین بن شیطا بغدادی متوفی ۴۴۵ھ	تذکار فی العشر
(۱۱) ابوعلی الحسن ابن علی بن ابراہیم بن یزداد بن ہرمز ہوازی نزیل دمشق متوفی ۴۴۶ھ نوٹ (۳) اور (۵) خدابخش خاں کی لائبریری میں موجود ہیں۔	(۱) ابوجیز فی الثمان (۲) مفردات السبعہ (۳) الایضاح الرموز و مفتاح النور (۵) الموجز (۶) النیر الجلی فی قراءت زید ابن علی (۷) جامع المشہور (۸) قراءت حسن (۹) قراءت ابن محیصن (۱۰) الاقناع فی الشواذ
(۱۲) ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن حسن بن سعید، خزرجی قرطبی اندلسی۔ متوفی ۴۴۶ھ	القاصد
(۱۳) ابونصر منصور بن عراقی	کتاب الاشارہ
(۱۴) ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن علی بن فارس بغدادی خیاط ۴۵۰ھ	(۱) الجامع فی العشرہ (یہ خدابخش کی لائبریری میں موجود ہے) (۲) قراءت اعمش
(۱۵) ابوطاہر اسمٰعیل بن خلف بن سعید بن عمران انصاری۔ مصر میں وفات ۴۵۵ھ	(۱) العنوان سبعہ کی بہترین کتاب (۲) الاکتفاء (۳) شرح کتاب السبعہ مصنفہ ابن فارسی کا خلاصہ
(۱۶) ابوالحسین نصر بن عبدالعزیز بن احمد فارسی مصر میں متوفی ۴۶۱ھ	الجامع فی العشر
(۱۷) ابوعمر یوسف ابن عبداللہ ابن محمد ابن عبداللہ بن عاصم نمری مالکی قرطبی اندلسی ولادت ۳۶۸ھ وفات ۴۶۳ھ	(۱) مدخل فی القراءت (۲) الاکتفا
(۱۸) ابوالقاسم یوسف بن علی بن جبارہ بن محمد بن عقیل ہذلی نزیل نیشاپور وفات ۴۶۵ھ	کامل (۵۰ قراءتوں میں) (۳۶۵) شیوخ سے پڑھا۔

صدی	نام	تصانیف
	(١٩) ابوعبداللہ شریح بن احمد بن محمد بن شریح رعینی اندلسی اشبیلی۔ اشبیلیہ میں وفات ٤٧٦ھ	الکافی سبعہ میں مشہور متن ہے۔
	(٢٠) ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد بن محمد بن علی بن محمد طبری شافعی نزیل مکہ ٤٧٨ھ	(١) تلخیص فی الثمان (٢) السوق العروس
	(٢١) ابواسمٰعیل موسیٰ بن حسین	الروضہ
	(٢٢) ابوالحسن علی بن عبدالغنی حصری ٤٨٨ھ	قصیدہ حصریہ (نافع کی قراءت میں)
	(٢٣) ابوالحسین یحییٰ بن ابراہیم بن بیازمری اندلسی ٣٩٤ھ - ٤٩٦ھ	النبذ النامیہ فی الثمان
	(٢٤) ابوطاہر احمد بن علی بن عبیداللہ بن عمر بن سوار بغدادی ٤٩٦ھ	المستنیر فی العشرہ اس کا قلمی نسخہ خدا بخش خاں کی لائبریری میں موجود ہے۔
	(١) ابومنصور محمد بن احمد بن علی الخیاط بغدادی ٤٩٩ھ	
چھٹی صدی	(١) ابوعلی الحسن بن خلف بن عبداللہ بن بلیمہ ہواری قیروانی نزیل اسکندریہ متوفیٰ ٥١٤ھ	تلخیص العبارات
	(٢) ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن ابی بکر عتیق بن خلف بن الفحام صقلی۔ اسکندریہ میں وفات ٥١٦ھ	(١) التجرید فی السبعہ (٢) مفردہ یعقوب
	(٣) ابوالعز محمد بن حسین بن بندار قلانسی واسطی واسط میں وفات ٥٢١ھ	(١) ارشاد المبتدی (٢) کفایہ کبریٰ
	(٤) ابومنصور محمد بن عبدالملک بن حسن ابن خیرون عطار بغدادی حصری وفات ٥٣٩ھ	(١) المفتاح (٢) الموضح
	(٥) ابوجعفر احمد بن علی بن احمد بن خلف بن باذش انصاری غرناطی اندلسی نحوی وفات ٥٤٠ھ	(١) الغایہ (٢) الاقناع

(۶) ابو محمد عبداللہ بن علی بن احمد بن عبداللہ بغدادی سبط الخیاط - وفات ۵۴۱ھ	(۱) تبصرہ (۲) ارادۃ الطالب عشرہ میں (۳) کفایہ فی الست (۴) ایجاز (۵) المبہج فی الثمان
(۷) ابو الکرم مبارک بن حسن ابن احمد بن علی بن فتحان شہرزوری بغدادی وفات ۵۵۰ھ	المصباح الزاہر فی العشرۃ المتواتر
(۸) ابو عبداللہ محمد بن طیفور السجاوندی وفات ۵۶۰ھ	وقوف سجاوندی
(۹) ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم حضرمی یمنی ۵۱۰ھ	المقیدیہ ابو معشر طبری کی تلخیص کا خلاصہ
(۱۰) ابو العلا حسن بن احمد ہمدانی ۵۶۹ھ	غایۃ الاختصار فی العشرہ (۲) مفردہ لیعقوب '' الجزر الامانی ووجہ التہانی ۱۱۷۳ اشعار میں
(۱۱) ابو القاسم محمد بن فیرہ بن ابی القاسم خلف ابن احمد رعینی الشاطبی اندلسی ۵۳۸ھ ۵۹۰ھ	
(۱۲) حسین بن محمد بن راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ	احتجاج القراء
(۱۳) حسین بن محمد دیاس بکیری ادیب متوفی ۵۲۴ھ	الشمس المنیرہ فی السبعہ
(۱۴) ابو عبداللہ محمد بن سلیمان مالقی متوفی ۵۲۵ھ	تعلیل
(۱۵) نور الدین جامع ابو الحسن علی بن الحسین بن علی باقولی متوفی ۵۴۳ھ	کشف
(۱۶) ابو جعفر احمد بن علی متوفی ۵۴۴ھ	المحیط
(۱۷) ابو محمد بن محمد بن عبداللہ اشبیلی قلیعی متوفی ۵۵۳ھ	الایماء

صدی	نام	تصانیف
	(١٨) ابوالعلاء محمد بن ابی المحاسن بن ابی الفتح کرمانی متوفی ۵۶۳ھ	المفاتیح
	(١٩) ابوعبداللہ محمد بن احمد مغافری اندلسی متوفی ۵۹۱ھ	قصیدہ فی السبعہ بلا رموز
	(٢٠) ابوالفتح مبارک بن احمد بن رزاق واسطی بن حداد مقری متوفی ۵۹۶ھ	خیرہ فی العشر
	(٢١) علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی ۵۹۷ھ	تذکرہ
	(٢٢) حرجی بن یونس غافقی متوفی ۶۰۰ھ	قصیدہ حصریہ کی شرح
ساتویں صدی	(١) ابوالقاسم عیسیٰ بن عبدالعزیز لخمی اسکندری اندلس، میں وفات ۶۲۹ھ	الجامع الاکبر والبحر الازخر (اتنا ذخیر کسی نے جمع نہیں کیا تھا۔
	(٢) ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبدالمجید صفراوی اسکندری، اسکندریہ میں وفات ۶۳۶ھ	اعلان فی السبعہ (التیسیر وشاطبیہ کی ہم مرتبہ کتاب ہے)
	(٣) علم الدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالصمد سخاوی مصری نزیل دمشق شافعی ۶۴۳ھ	(١) شاطبیہ کی پہلی شرح (٢) جمال القرا (٣) اقوی العدد (٤) الطود الراس (٥) نثر الدرر (٦) منہاج التوقیف (٧) مراتب الاصول (٨) وسیلہ شرح عقیل (٩) ہدایت المرتاب (١٠) افصاح مفردہ یعقوب
	نوٹ:۔ شاطبیہ کی شرح خدابخش خاں کی لائبریری میں موجود ہے۔	
	(٤) ابومحمد عبدالباری بن عبدالرحمٰن بن عبدالکریم صعیدی اسکندری متوفی ۶۵۰ھ	
	(٥) شعلہ کمال الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد موصلی حنبلی ۶۵۶ھ	(١) الشمعہ المضیہ فی السبعہ (٢) کنز المعانی شرح شاطبیہ
	(٦) علم الدین ابومحمد قاسم بن احمد بن موفق لورقی اندلسی نزیل دمشق سیف المناظرین ۶۶۱ھ	(١) المفید (شرح شاطبیہ)

نام	تصانیف
(۷) ابوالقاسم عبدالرحمن بن اسمعیل بن ابراہیم بن عثمان مقدسی دمشقی شافعی عرف ابو شامہ ۵۹۹ھ - ۶۶۵ھ	(۱) ابرازالمعانی (شرح شاطبیہ نفیس ہے) (۲) مفردہ اور بہت سی کتابیں
(۸) جمال الدین ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن مالک نحوی جیانی اندلسی نزیل دمشق (صرف نحو میں قصیدہ الفیہ یادگار ہے) وفات ۶۷۲ھ	(۱) حرزالمعانی عرف قصیدہ دالیہ
(۹) ابوالعباس احمد بن علی اندلسی متوفی ۶۴۰ھ	شرح شاطبیہ
(۱۰) مجیب الدین ابوعبداللہ محمد بن محمود بن نجار بغدادی ۶۴۳ھ	"
(۱۱) منتخب الدین حسین ابن ابی العز بن رشید ہمدانی اسکندری ۶۴۳ھ	"
(۱۲) ابوعبداللہ محمد بن حسن بن محمد فارسی متوفی ۶۷۲ھ	" "
(۱۳) عمادالدین ابوالحسن علی بن یعقوب بن شجاع بن زہران موصلی ۶۸۲ھ	"
(۱۴) تقی الدین یعقوب بن بدران جرائدی متوفی ۶۸۸ھ	"
(۱۵) عبدالظاہر بن نشوان رومی متوفی ۶۹۹ھ	عنوان کی شرح
(۱۶) ابن ابومکارم احمد بن محمد متوفی ۶۵۳ھ	(۱) المبہزہ فی العشرہ (۲) المجہرہ فی العشرہ منظوم
(۱۷) موفق الدین ابوالعباس احمد بن یوسف کواشی موصلی ۶۸۰ھ	(۱) المواقیت فی القراءات

آٹھویں صدی	(۱) علامہ جعبری برہان الدین ابو اسحاق ابن ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل (ابو شامہ کے شیخ۔ علامہ الجزری کے شیخ الشیخ) وفات ۷۳۲ھ	(۱) کنز المعانی بہترین شاطبیہ ۶۹۱ھ میں (۲) احکام الہمزہ۔ لہشام وحمزہ (۳) الشرعہ فی السبعہ (۴) نزہتہ البراہ فی العشرہ (۵) نہج الابانہ منظوم تین قراءتوں میں (۶) خلاصہ الابحاث فی شرح نہج الابانہ (۷) رسالہ شواذ (۸) رسالہ النحل النابح فی حل المشکل الواضح (تین نسخے خدا بخش خاں لائبریری میں ہیں۔)
	(۲) شرف الدین ابو القاسم ہبت اللہ ابن عبد الرحیم بارزی حموی شافعی (امام ابو المعالی کے شیخ اور الجزری کے شیخ الشیخ) حماۃ میں وفات ۷۳۸ھ	(۱) شرح شاطبیہ (۲) الشرعہ فی السبع
	(۳) نجم الدین ابو محمد عبد اللہ بن المومن بن وجیہ واسطی ۷۴۰ھ	(۱) کفایہ منظوم (۲) الکنز (۳) المختار
	(۴) ابو الحسن علی بن محمد بن ابی سعد دیوانی واسطی ۷۴۳ھ	(۱) روضتہ التقریر فی الخلف بین الارشاد والتیسیر (۲) جمع الاصول فی المشہور والمنقول
	(۵) ابو حیان شیخ النحاۃ والمحدثین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان غرناطی اندلسی ۶۵۴ھ ہجری پیدائش ۔ ستر شیوخ سے پڑھا۔ ۹۱ سال کی عمر میں ۷۴۵ھ میں قاہرہ میں وفات	(۱) قراءات سبعہ ویعقوب کے آٹھ قصیدے ۔ النافع ۔ الاثیر ۔ المورد والقمر ۔ المزن الہام ۔ الروض الباسم ۔ الرمزہ ۔ تقریب النائی ۔ غایت المطلوب ۔ عقد اللآلی فی السبع العوالی ۔
	(۶) سیف الدین ابو بکر عبد اللہ ۔ ابد غدی بن عبد اللہ شمسی قاہری مصری وفات ۷۶۵ھ	(۱) بستان ثلاثہ فی العشرہ (۲) شرح جعبری علی الشاطبی

(۷) ابو محمد عبدالواحد بن محمد بن علی باہلی اندلسی متوفی ۷۰۵ھ	دانی کی تیسری شرح
(۸) علاء الدین علی بن احمد متوفی ۷۰۶ھ	شرح شاطبیہ لکھی
(۹) ابن الطیب یوسف بن ابی بکر میت الاباری متوفی ۷۲۵ھ	"
(۱۰) شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن عبدالولی بن جبارہ مقدسی ۷۲۸ھ	"
(۱۱) ابن ام قاسم بدرالدین حسن بن القاسم مرادی مصری متوفی ۷۴۹ھ	"
(۱۲) شہاب الدین احمد بن یوسف حلبی متوفی ۷۵۶ھ	"
(۱۳) الشریف عبداللہ بن محمد حسین متوفی ۷۷۶ھ	"
(۱۴) تقی الدین عبدالرحمٰن بن احمد واسطی متوفی ۷۸۱ھ	"
(۱۵) ابوالحسن علی بن عمر بن ابراہیم کتانی قیجاتی اندلسی متوفی ۷۲۳ھ	التکملہ المفیدہ
(۱۶) فخر الدین احمد بن علی بن احمد معروف ابن فصیح ہمدانی متوفی ۷۵۵ھ	تکملہ النظیرہ
(۱۷) عبدالصمد تبریزی متوفی ۷۶۵ھ	شاطبی کا اختصار
(۱۸) امین الدین عبدالوہاب بن احمد بن وہبان دمشقی۔ حنفی ۷۶۸ھ	(۱) الدر الجلاۓیہ۔ شاطبیہ کا خلاصہ ہے (۲) عمدہ الخلف (خلف کی دسویں قرات) (۳) لذۃ السمع فی السبعہ
(۱۹) ابوجعفر احمد بن حسن مالقی نحوی متوفی ۷۲۸ھ	
(۲۰) ابوعبداللہ محمد بن محمد بن علی بن ہمام متوفی ۷۴۵ھ	علم الاہتدا
(۲۱) ابوعبداللہ محمد بن سلیمان مقدسی بکری شامی ۷۸۱ھ	النجوم الظاہر فی السبعہ

صدی	نام	تصانیف
	(۲۲) طاہر بن عرب شاہ بن احمد اصبہانی متوفی ۸۵۶ھ	(۱) قصیدہ طاہریہ فی العشریہ (۲) قصیدہ اختلاف آیات
	(۲۳) زین الدین مریحا ابن محمد ططی متوفی ۸۸۰ھ	(۱) نہایت الجمع فی السبعہ (۲) احکام السبعہ
	(۲۴) نور الدین ابو البقا علی بن عثمان بن محمد بن احمد بن الحسن القاصح عذری بغدادی ۸۰۱ھ	(۱) سراج القاری (۲) مصطلح الاشارات (۳) العلویہ فی السبعہ (۴) شرح العلویہ (۵) قرۃ العین فی الفتح والامالہ وبین اللفظین۔
نویں صدی	(۱) ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری دمشقی ثم الشیرازی شافعی، پیدائش (دمشق) ۷۵۱ھ وفات (شیراز) ۸۳۳ھ	(۱) اصول القراءات (۲) علی التیسیر (۳) الدرہ علی شاطبیہ (۴) الطیبہ فی العشر منظوم (۵) غایۃ المہرہ فی الزیادہ علی العشرہ (۶) قراءت شاذ منظوم (۷) النشر فی العشر (۸) تقریب نشر کا خلاصہ (۹) مقدمہ جزریہ تجوید میں (۱۰) الاہتدا فی الوقف والابتدا (۱۱) طبقات القراء صغریٰ (۱۲) طبقات القراء کبریٰ۔
	(۲) کمال الدین احمد متوفی بعد ۸۰۶ھ	فوائد منظفریہ
	(۳) شہاب الدین احمد بن محمد بن سعید یمنی شرعبی متوفی ۸۲۰ھ	شاطبیہ پر تکملہ
	(۴) اسمعیل بن اسحٰق ازدی متوفی ۸۲ھ	مسند القراءات
	(۵) محمد بن محمد بن عرفہ ورغمی تیونسی مالکی متوفی ۸۲۳ھ	قراءات یعقوب منظوم
	(۶) مولانا شمس الدین محمد بن حمزہ فناری متوفی ۸۳۴ھ	جعبری کی شرح شاطبی پر حاشیہ
	(۷) شہاب الدین احمد بن حسین املی مقدسی متوفی ۸۴۴ھ	(۱) قراءات ثلاثہ (۲) قراءات زائد علی العشر دونوں منظوم

	(٨) شمس الدین محمد بن خلیل بن القباقبی متوفی ۸۴۹ھ	ایضاح الرموز چودہ قراءتوں میں
	(٩) برہان الدین ابراہیم بن محمد کرکی مقری شافعی ۸۵۳ھ	(۱) الہ فی معرفت الوقف والامالہ (۲) نکات علی الشاطبیہ (۳) حل الرمز فی الوقف حمزہ وہشام علی الہمز
	(١٠) زین العابدین عبدالباسط بن احمد مکی متوفی ۸۵۳ھ	(۱) غایۃ المطلوب فی قراءۃ ابی جعفر و خلف و یعقوب
	(١١) ابوبکر احمد (فرزند الجزری)	طیبہ کی شرح
	(١٢) زین عبدالدائم ازہری متوفی ۸۶۰ھ	"
	(١٣) ابوالقاسم محمد نویری مالکی متوفی ۸۷۵ھ	"
	(١٤) برہان الدین ابوالحسن ابراہیم بن عمر بقائی متوفی ۸۸۵ھ	(۱) الضوابط والاشارات - نہایت عمدہ کتاب ہے (۲) کفایہ فی القراء
	(١٥) ابوعمر شمس الدین ابوالعباس احمد بن اسمٰعیل کورانی متوفی ۸۹۳ھ	عبقری - جعبری - شرح شاطبیہ کی شرح
	(١٦) سراج الدین ابوحفص عمر بن قاسم بن محمد انصاری عرف نشار (علامہ قسطلانی کے شیخ)	(۱) البدور الزاہرہ فی العشر المتواترہ (۲) المکرر فی السبعہ (۳) البدر المنیر شرح تیسیر (۴) القطر مصری کی قراءت ابوعمرو بصری۔
دسویں صدی	(۱) جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی شافعی قاہری مصری پیدائش ۸۴۹ھ وفات ۹۱۱ھ (چار سو تصانیف)	(۱) شاطبیہ کی شرح (۲) الدر النثیر فی القراءۃ ابن کثیر (۳) تفسیر اتقان (۴) الدر المنثور (۵) تفسیر جلالین۔
	(۲) شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی شافعی مصری ۸۵۲ھ - ۹۲۳ھ	(۱) شاطبیہ کی شرح (۲) کنز فی وقف حمزہ وہشام علی الہمز (۳) لطائف الاشارات لفنون القراءات (مواہب لدنیہ - سیرت النبی - بخاری کی شرح)

صدی	نام	کتب
	(۳) زین الدین ابو یحییٰ زکریا الانصاری ابن محمد خزرجی انصاری ازہری قاہری وفات ۹۲۶ھ (ایک واسطے سے الجزری کے شاگرد)	(۱) ابن القاصح کی قرۃ العین کا خلاصہ (۲) الدقائق المحکمہ مقدمہ جزریہ کی شرح
	(۴) جمال الدین حسین بن علی الحصنی مصری ۹۶۴ھ	(۱) الغایہ شرح شاطبیہ (۲) الجوہرہ فی العشرہ (۳) العزہ شرح درہ (۴) کشف عن احکام ہمز فی الوقف (۵) کفایۃ المراد منظوم (۶) تحفۃ البررہ
	(۵) محمد عمری عددی متوفی قبل ۱۰۰۰ھ	(۱) قراءات ثلثہ (۲) شرح ذالک
گیارہویں صدی	(۱) ملا علی قاری ہروی حنفی نزیل مکہ متوفی ۱۰۱۴ھ	(۱) شرح ملا علی قاری (شرح شاطبیہ) (۲) منح الفکریہ، مقدمہ جزریہ
بارہویں صدی	(۱) احمد بن محمد دمیاطی عرف البناء متوفی ۱۱۱۷ھ	(۱) اتحاف فضلاء البشر فی القراءات الاربعۃ عشر
	(۲) سید علی نوری الصفاقسی مصری متوفی ۱۱۲۷ھ (شاگرد شحاذۃ الیمنی)	(۱) غیث النفع (محققانہ بدیع الترتیب کتاب)
تیرھویں صدی	(۱) علامہ محمد بن احمد شمس متولی (خاتمہ قراء و المحققین) شیخ القراء مصر متوفی ۱۳۱۳ھ	(۱) وجوہ المسفرہ (۲) نظم احکام قولہ تعالیٰ آئن (۳) الفوائد المعتبرہ
چودھویں صدی	(۱) علی بن محمد ضباع شیخ القراء جامع ازہر	(۱) ارشاد المرید (۲) البہجۃ المرضیہ (۳) فتح الکریم (۴) تقریب النفع (۵) صریح النص (۶) الفوائد المرتبہ علی الفوائد المہذبہ (۷) شرح طیبۃ النشر
	(۲) محمد بن علی بن خلف حسینی عرف حداد	(۱) السیوف الساحقہ (قراءات کو منزل من اللہ ثابت کیا ہے) (۲) الکواکب الدریہ
	(۳) ابوبکر خلف الحسینی	آیات البینات
	(۴) احمد امین الدین	البرہان القویم
	(۵) عبد الکریم اشمونی	منار الہدیٰ فی الوقف والابتدا

نوٹ: نشان زدہ کتب خدابخش لائبریری بانکی پور پٹنہ میں موجود ہیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد **ف ۹۶** ہندوستان میں مسلمان تین بحری اور تین بری راستوں سے داخل ہوئے۔ پہلا سمندری راستہ کراچی اور سندھ کا تھا دوسرا سمندری راستہ بھڑوینچ وسورت سے تھا۔ تیسرا سمندری راستہ ملابار کے ساحل کی جانب تھا۔ ان تین بحری راستوں کے علاوہ تین بری راستے بھی تھے۔ پہلا راستہ ایران و بلوچستان ہوتا ہوا درہ بولان سے سندھ اور پنجاب کی طرف جاتا تھا۔ دوسرا راستہ درہ گومل سے ہوتا ہوا جنوبی پنجاب آتا تھا۔ تیسرا راستہ درۂ خیبر سے۔ شمالی پنجاب کے علاقے میں آتا تھا۔ ان تینوں بری و بحری راستوں سے مسلمان آئے۔ ابتداءً آنے والوں میں تاجر۔ درویش۔ صوفیا اور مشائخ تھے جو خاموشی سے آتے رہے۔ ان کے متعلق مورخین نے بھی زیادہ توجہ نہیں کی کہ اس زمانے کی تاریخ زیادہ تر بادشاہوں کے کارناموں اور جنگوں کی تاریخ تھی۔ البتہ جب بادشاہوں نے حملے شروع کئے تو تاریخوں میں اس کا ذکر ہونے لگا۔ اسلام کی نشر و اشاعت و تبلیغ اور اس کی تعلیمات کو دلوں میں اتارنے اور اس کے محاسن سے دلوں کو مسخر کرنے میں تجار، فقرا اور صوفیا کا بڑا حصہ تھا۔ جن کا تفصیلی ذکر آئندہ آئے گا۔

ف ۹۷ مولانا عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء نے "یادِ ایام" میں بھروینچ علاقہ گجرات کے حالات قلم بند کئے ہیں اس میں صاحب موصوف نے تاریخی شواہد سے یہ ثابت کیا ہے کہ ۱۵ھ یعنے حضور اکرمؐ کی رحلت کے پانچ سال بعد بحرین و عمان کی حکومت پر عثمان بن العاص ثقفی گورنر مقرر ہوئے۔ انہوں نے گجرات کو بحری جہاز روانہ فرمائے۔ مقامی حکمرانوں نے مزاحمت کی جو مسلمان شہید ہوئے ان کو بھڑوینچ کے اطراف میں دفن کیا۔

دوسری دفعہ حکم بن ابی العاصؓ بھڑوینچ کو بحری جہاز روانہ کئے۔ جس کو عربی کتابوں میں بروج یا بروص کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس زمانے میں تیل اور لاک

کی تجارت اس بندرگاہ سے ہونے کی وجہ سے اس کی بڑی اہمیت تھی۔ محمد بن قاسم کا حملہ سندھ پر ۹۳ھ
میں ہوا۔ اس کے بعد پنجاب بھی اس کے قبضہ و تصرف میں آگیا۔ خلیفہ المہدی باللہ عباسی کے زمانہ میں
۱۵۹ھ میں ربیع بن صبیح السعدی البصری تابعی نے بھڑوچ پر حملہ کیا۔ ۱۶۰ھ میں فوج باربد پہونچی
(جس کو اب بھاڑبوج کہتے ہیں) فتوحات کے بعد ہیضہ کی وبا پھیلی۔ ربیع بن صبیح کا اسی وبا سے انتقال
ہوا۔ وہ باربد میں دفن ہوئے۔ قبر اب بھی زیارت گاہِ عام ہے۔

۹۸ ساحل ملابار پر عربوں کی تجارت کا سلسلہ حضور اکرمؐ کی بعثت سے پہلے سے جاری تھا۔
بعثت کے بعد مسلمان تاجر اس ساحل پر اسلام کا بہترین نمونہ بن کر آئے۔ ملابار کا بادشاہ زمورن کے
لقب سے مشہور تھا۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ زمورن نے شق القمر کا معجزہ خود دیکھا تھا۔ اپنے دربار کے
نجومیوں اور عالموں سے اس کی وجہ دریافت کی۔ جب مسلمان تاجروں سے حضور اکرمؐ کے بعثت کی
اطلاع ملی تو وہ حضور اکرمؐ کی زیارت کے شوق میں روانہ ہوا۔ واپسی کے وقت ساحلی مقام "شہر" میں
انتقال ہوا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ درویشوں کی ایک جماعت سیلون کو حضرت آدمؑ کے نقش پا کی زیارت
کو جارہی تھی۔ یہ اصحاب کوڈنگا لور میں آکر ٹھہرے۔ زمورن نے ان کو اپنا مہمان بنایا۔ ان سے اسلام
کے متعلق تفصیلات دریافت کیں۔ اسلام کی صداقت سے متاثر ہوکر اس جماعت سے وعدہ لیا کہ واپسی
میں بھی اس کے پاس ٹھہریں گے۔ اس عرصے میں اسلام کے بارے میں غور و فکر کرتا رہا۔ جب یہ جماعت
واپس آئی تو زمورن نے مزید حالات دریافت کئے اور پوشیدہ طور پر مسلمان ہوگیا۔ حج کے ارادے سے
خفیہ طور سے روانہ ہوا تو روانگی سے قبل اپنے گورنروں کے نام احکام جاری کئے کہ حسب سابق کام انجام
دیتے رہیں۔ اور اپنی جگہ اپنے بیٹے کو تخت نشین کرنا چاہا۔ مگر بیوی نے چھوٹے بچے کو دینے سے انکار کیا
تو بہن کے پاس جاکر اس سے بچہ مانگا۔ اس نے دے دیا۔ غرض اس بچے کو تخت پر بٹھا کر خفیہ طور سے
روانہ ہوگیا۔ زمورن خود کئی سال حجاز میں مقیم رہا۔ واپسی پر شراف بن ملک۔ ملک بن دینار۔ اور ملک
حبیب کو اپنے ساتھ لیا۔ ابھی ساحل عرب کے کنارے جہاز چل رہا تھا زمورن بیمار ہوگیا۔ جب علالت بڑھی
اور اس کو اندیشہ ہوا کہ شاید زندگی وفا نہ کرے تو اس نے ملک بن دینار کو ایک تعارفی خط دیا کہ جب وہ
ملابار پہونچیں تو اس کے جانشین کو وہ خط دیں۔ اس میں ملک بن دینار کو جاگیر اور زمین دینے کا حکم تھا
ملک بن دینار نے زمورن کو "شہر" میں اور بعض روایات کی بنا پر ظفار میں دفن کیا۔ یہ بادشاہ
عرب میں سموری کے نام سے متعارف ہے۔ ملک دینار بحری سفر طے کر کے ملابار پہونچے۔ اور زمورن کا خط

اس کے جانشین کو دیا۔ مگر مرنے کی اطلاع نہ دی۔ اوس کے جانشین نے زمورن کا خطاب پہچان کر ملک بن دینار کو زمین اور جاگیر دی۔ اس طرح یہ خاندان ملابار میں آباد ہوا۔ ملک بن دینار کا یہ واقعہ ۱۸۰ھ کا بتایا جاتا ہے اور پہلی روایت کی بنا پر ۹۲ھ کا۔ ملک بن دینار کا خاندان مغربی سواحل سے لے کر ہندوستان کے جنوب و مشرقی سواحل یعنی مدراس تک تجارتی تعلقات رکھتا تھا۔ چنانچہ کوئلون جس کو مابر کہتے ہیں وہاں بھی ملک بن دینار کے خاندان کے بعض افراد جمع ہوئے[۱]

ملک بن دینار کے بھتیجے ملک حبیب نے مساجد بنانی شروع کیں۔ ایک مسجد کوڑلم میں بنائی جو مدراس سے ۱۸۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ بیوی کو وہیں چھوڑا۔ کوئلون۔ کالی کٹ اور متعدد مقامات پر مسجدیں تعمیر کیں۔ ملک بن دینار نے خود بھی ان مساجد کو دیکھا۔ ان میں نماز ادا کی اور دعا کی کہ اللہ تعالے ان کو آباد کرے۔ کچھ عرصہ کوڑلم میں قیام کیا۔ ملک بن دینار کا بیٹا عبداللہ اور اس کا بیٹا اسمٰعیل یہ دونوں کوڑلم میں رہے۔ اسمٰعیل کی قبر کوڑلم میں ہے اس پر کتبہ بھی ہے جس پر اسمٰعیل بن عبداللہ بن ملک دینار کندہ ہے۔

۹۹ و ملک بن دینار کے متعلق مشہور ہے کہ تبع تابعی تھے۔ صرف قرآن لے کر آئے۔ قرآن سنا کر اور اپنا نمونہ پیش کر کے مسلمان بناتے تھے۔ ان کے خاندان کے افراد بھی قرآن شریف پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ ملک بن دینار کی قبر کالی کٹ میں ہے۔ ایک محلہ بھی ان کے نام سے مشہور ہے۔ تحفۃ المجاہدین میں شیخ زین الدین بن عبدالعزیز معبری نے ان واقعات کو تفصیل سے لکھا ہے۔ شیخ زین الدین علی عادل شاہ کے ہم عصر تھے جن کا زمانہ ۱۵۵۷ء سے ۱۵۸۰ء تک رہا۔ شیخ موصوف بڑے عالم اور مرد مجاہد تھے۔ جب پرتگالیوں نے ملابار کے ساحل پر مسلمانوں پر مظالم ڈھانا اور ان کو تباہ کرنا شروع کیا تو شیخ زین الدین نے یہ کتاب لکھ کر علی عادل شاہ سے اس کا انتساب کیا اور ان کو توجہ دلائی کہ ان کو مسلمانوں کی مدد کرنی چاہئے۔ مگر علی عادل شاہ کو باہمی نزاعات جو احمد نگر وغیرہ سے پیش آتے رہتے تھے اسکی فرصت نہ تھی۔ لہذا اس نے کوئی توجہ نہ کی۔ اور پرتگالیوں کا اثر بڑھتا ہی چلا گیا۔ تحفۃ المجاہدین سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مسلمان مغربی ساحل پر آباد ہونے کے بعد تجارت اور سمندری راستوں پر قابض ہونے کی وجہ سے بڑے خوش حال اور فارغ البال تھے۔ ملابار کا بادشاہ ان کے سمندری بیڑے سے کام لیتا تھا۔ اور پرتگالیوں کے مقابلہ میں ان کی مدد کرتا تھا۔ مگر بعد میں ان مسلمانوں نے آپس میں مخاصمت اور دنیا

---

[۱] تحفۃ المجاہدین از زین الدین

بھڑنا شروع کر دیا۔ شیخ زین الدین فرماتے ہیں کہ ان کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے ان کو سزا دینے کے لئے
اللہ تعالےٰ نے پرتگالیوں کو ان پر مسلط کیا۔

ف۱۰۰ کورٹلم میں تمیم انصاری رضؓ صحابی کی قبر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت کی نعش ایک کشتی میں رکھی
ہوئی ساحل پر پہونچی اور وہیں ساحل پر دفن کر دی گئی۔ ہندوستان میں صحابی کی یہی ایک قبر ہے جو قدیم
ترین ہو سکتی ہے۔ ہندوستان کے ساتھ سیلون، جزائر لنکا دیپ اور مالدیپ میں بھی اسلام پھیلا۔
ابن بطوطہ نے ان بزرگوں کی قبریں گنوائی ہیں جو سیلون میں مدفون ہیں۔

ف۱۰۱ محمد بن قاسم کا حملہ سندھ پر ۷۱۹ء م ۹۲ھ میں شروع ہوا۔ مگر اس سے پہلے درہ خیبر کے
راستے سے درویش ہندوستان آتے رہے تھے جن کے خیالات کا اثر ہندوستان میں اس قدر ہوا کہ ہندوستان
میں کئی فرقے جو خود کو موحد کہتے تھے پیدا ہو گئے، جن میں اسلامی تعلیمات کی جھلک دکھلائی دیتی ہے۔
ڈاکٹر ٹیٹس (TITUS) لاہوری نے بارہ ایسے فرقے گنوائے ہیں۔
کہا جاتا ہے کہ بابا رتن بھی ایسے ہی ہندو تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے۔ دو حج کئے۔ حضور اکرم کی زیارت
سے مشرف ہوئے۔ ابن حجر عسقلانی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کا انتقال ۱۲۳۴ء م ۶۳۲ھ میں ہوا۔
بی بی پاکدامن کی قبور کے نام سے لاہور میں جن بی بیوں کی قبریں ہیں وہ پہلی صدی ہجری کی سات
بی بیاں تھیں ان کے متعلق مشہور ہے کہ یہ حضرت علیؓ کے خاندان سے تھیں۔ واقعات کربلا کے بعد ہندوستان
کی جانب رُخ کیا۔ لاہور پہونچیں۔ ہندو شہزادہ ان کا حسن و جمال دیکھ کر ان پر فریفتہ ہو گیا۔ اور
ان کا تعاقب کیا۔ کہتے ہیں ان بی بیوں نے دعا کی اور سب زمین میں سما گئیں۔ اس کے بعد یہ شہزادہ
تارک الدنیا ہو کر اون کا مجاور بن گیا۔ بابا خاکی کے نام سے مشہور ہوا۔ محمود غزنوی نے ان بی بیوں
کے قبور کے اطراف چار دیواری بنوا دی۔ اکبر نے بھی اس میں اضافہ کیا [1]

ف۱۰۲ محمد بن قاسم کا حملہ ۷۱۹ء میں ہوا۔ پورا سندھ اور بعد ازاں پنجاب کا علاقہ ان کے قبضہ و
تصرف میں آگیا محمد بن قاسم کی واپسی کے بعد بھی اسلامی اثرات پنجاب میں باقی رہے۔ ابن حوقل نے
لکھا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں ملتان اور منصورہ کے لوگ مقامی زبان اور عربی زبان میں گفتگو کرتے تھے
۳۷۵ھ میں جب بشاری ملتان پہونچا تو اس نے فارسی زبان کو کافی مقبول پایا۔ لکھتا ہے کہ یہاں کے
مدارس نہایت اعلیٰ تھے۔ تعلیم کا انتظام بہت عمدہ تھا۔

---

[1] حیات شاہ عبدالحق محدث دہلوی ؒ

و ۱۰۳ محمود غزنوی کے حملوں کے بعد علماء اور درویشوں کے گروپ پنجاب و دہلی کے نواح میں زیادہ آنے لگے۔ سید سالار مسعود غازی جو سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے بہت سی لڑائیوں میں محمود کے ساتھ رہے۔ انیس سال کی عمر میں ایک لڑائی میں ۴۲۳ھ م ۱۰۶۳ء میں آپ کی شہادت ہوئی۔ بہرائچ (یو۔پی) میں دفن ہیں۔ علی الہجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ بھی اسی زمانے کے صوفی تھے کشف المحجوب لکھی۔ قرآن مجید سے آپ کو خاص شغف تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اسی کا اثر ہے کہ ان کی مزار پر اب تک کثرت سے قرآن خوانی ہوتی ہے ۴۵۳ھ م ۱۰۶۳ء میں لاہور میں انتقال ہوا۔ ان سے پہلے ان کے پیر بھائی شیخ حسن زنجانی لاہور میں تبلیغ فرماتے رہے۔ مگر جس روز داتا گنج بخشؒ لاہور پہونچے اسی روز شیخ حسن زنجانی کا انتقال ہوا۔ یہ دونوں بزرگ قرآن کے معارف کے عالم اور علوم دینیہ کے پھیلانے والوں میں تھے۔ ان کے بعد صوفیائے کرام کا ایک بڑا گروہ ہندوستان آیا۔ وہ سب قرآن شریف کے علوم کے نہ صرف عالم تھے بلکہ ان پر عامل ہو کر قرآن میں فنائیت کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔ قرآن شریف کی تلاوت۔ اس پر عمل۔ اوس کی اشاعت و تبلیغ ان کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ کوئی روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرتا۔ کوئی دو۔ کوئی رات رات بھر اسی مشغلہ میں رہتا غرض ایسے بزرگوں کی مثالیں کثرت سے آپ کو اس کتاب میں ملیں گی۔ جو علوم دینیہ کے بڑے جید علماء میں سے تھے انہوں نے خلق کی ہدایت و خدمت کو اپنا مقصدِ حیات بنا لیا تھا وہ کسی انسان سے نفرت نہ کرتے بلکہ سب سے محبت کا برتاؤ کرتے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا

خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَنْفَعُ النَّاسَ

تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو دوسروں کو نفع پہنچاتے ہیں

اس فرمان کے تحت ان بزرگوں نے اپنی زندگی دوسروں کی نفع رسانی میں صرف کر دی۔ یہ صوفیائے کرام علوم دینی کے نہ صرف ماہر تھے بلکہ انہوں نے روزمرہ کی زندگی کو اسی قالب میں ڈھال لیا تھا ان میں سے اکثر نے تمام مشہور بلاد اسلامیہ کا سفر کیا تھا۔ جہاں ضرورت محسوس کرتے اپنا قیام طویل کر دیتے۔ شیخ حسن زنجانیؒ ۳۹۰ھ میں۔ بابا ریحانؒ ۴۰۰ھ بھروچ میں۔ شیخ علی الہجویریؒ ۴۱۰ھ میں لاہور میں۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ ۵۶۱ھ میں اجمیر تشریف لائے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی صاحبزادی بی بی حافظ جمالؒ تھیں۔ بڑی خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھتی تھیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے بعد ان کے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ (وفات ۶۳۳ھ) حضرت شیخ فرید گنج شکرؒ (وفات ۵۶۹ھ) شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی راوی ہفت قراءت (وفات ۵۷۸ھ) محبوب الٰہی

حضرت نظام الدینؒ (وفات ۷۲۵ھ) ان کے خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ (وفات ۷۵۲ھ)
ان کے خلیفہ خواجہ سید محمد گیسو درازؒ (وفات ۸۲۵ھ) سید جہانگیر اشرف سمنانیؒ (وفات ۸۰۸ھ)
حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشتؒ (وفات ۷۸۱ھ) بابا شرف الدین سہروردیؒ وفات ۶۸۷ھ)
حضرت برہان الدین غریب (وفات ۷۳۸ھ) حضرت بوعلی قلندر۔ حیات قلندر۔ اور بہت سے بزرگ تھے
جو باشندے کہیں کے تھے۔ خدمت کہیں کی۔ وفات کہیں پائی۔ ان بزرگوں کے ساتھ ان کے مریدین
و معتقدین کا بڑا گروہ ہوتا تھا۔ جو پہلے علوم حاصل کرتے۔ پھر خود کو مرشد کے رنگ میں ایسا رنگ لیتے کہ
ان کا علم سرتاپا عمل اور اپنے مرشد کا نمونہ ہو جاتا۔ جو درحقیقت حضور اکرمؐ کے اتباع میں فنائیت کا
درجہ حاصل کئے ہوئے تھے ان کا خموشی سے عمل کرنا ان کے مذہب کی تبلیغ تھی۔ بلا لحاظ مذہب و ملت
سب کی خدمت محبت سے کرتے۔ اور لوگ بھی ان کے گرویدہ ہو جاتے۔ اس طرح انہوں نے
دلوں میں جگہ پیدا کرلی ـــــ مثال کے طور پر بابا ریحانؒ کے واقعات درج کئے جاتے ہیں۔
بابا ریحانؒ ماوراء النہر کے باشندے تھے۔ چالیس درویشوں کو لے کر گجرات ۱۱۰۰ھ میں
آئے۔ بھروچ میں سکونت اختیار کی۔ لوگوں کی خدمت میں مشغول رہتے۔ ان کو علم سکھلاتے۔ ان
کے اخلاق کی اصلاح فرماتے۔ کسی سے کوئی معاوضہ نہ لیتے۔ آہستہ آہستہ حاجت مندوں کا ہجوم
بڑھنے لگا تو درباریوں نے بھیل راجہ سے جو اس وقت حکمران تھا شکایت کی کہ یہ فقیر اپنا اثر بڑھا
رہا ہے اس کا وجود آپ کے لئے مضر ثابت ہوگا۔ چنانچہ بھیل راجہ نے ایک وفد دریافت حالات
کے لئے مقرر کیا۔ جس کا صدر بھیل راجہ کا لڑکا کرن تھا۔ اس وفد نے بابا صاحب کے پاس جاکر ان کے
حالات معلوم کئے۔ اس کے بعد ارکانِ وفد حضرت اور ان کے ساتھیوں سے ملے۔ ان پر حضرت کے
اخلاق اور شخصیت کا اتنا اثر ہوا کہ راج کمار کرن تو وہیں ٹھہر گیا وفد کے دوسرے ارکان واپس آئے
اور راجہ سے واقعات بیان کئے کہ بابا صاحب کی شخصیت بڑی زبردست ہے۔ بہر صورت حکومت
کو خطرہ ہے ان کو نکال دینا ہی مناسب ہے۔ اس پر راجہ صاحب نے حکم دیا کہ بابا صاحب بھروچ
سے نکل جائیں مگر بابا صاحب نے انکار کیا۔ آخر فوج بھیجی گئی۔ درویشوں سے لڑائی ہوئی طرفین سے
لوگ مارے گئے بابا صاحب کے بھائی سید احمد اور دوسرے ساتھی سید نکی نقیب۔ سید حسین
اور بہت سے ساتھی شہید ہوئے۔ مگر راجہ کی فوج کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔ اس پر راجہ نے مرعوب
ہوکر صلح کرلی۔ بابا صاحب کو رہنے کی اجازت دے دی۔ بابا صاحب نے پھر خدمت خلق شروع
کردی۔ بھیل راجہ کی بیٹی رانی بھاگا بھی مسلمان ہوگئی اس کا نام زیب النساء رکھا گیا۔ کرن کا نام

ملک محمد رکھا گیا۔ یہ دونوں باباصاحب کے احاطے ہی میں مدفون ہیں۔ باباصاحب نے ۳۰ ہجری میں ایک مدرسہ قائم کیا جس میں قرآنی علوم پڑھائے جاتے تھے۔ اس عمارت پر کندہ ہے

هذه العمارة القديمة في شهور ثلاثين واربع مائة

اس بابرکت عمارت میں اس وقت سے لے کر اب تک تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ درمیان میں یہ مدرسہ چندروز کے لئے جینیوں کے قبضے میں چلا گیا تھا۔ نواب مرتضیٰ خاں نے پھر مرمت کرائی اس کا سنہ مرمت مسجد قاضی سے نکلتا ہے۔ اس میں صندل کے موٹے موٹے ۱۴ ستون ہیں اور فرش سنگ مرمر کا ہے۔ مولانا محمد اسحاق نے مدرسہ دوبارہ جاری کیا۔ یہ صاحب بڑے عالم و فاضل اور بابرکت بزرگ تھے۔ آپ نے تحریم شرب الدخان پر ایک رسالہ لکھا جو بمبئی کے اسمعیل کالج کے کتب خانے میں موجود ہے۔ مولانا اسحاق صاحب نے چالیس سال اس مدرسے کی خدمت کر کے ۱۱۰۸ھ میں انتقال کیا۔ ان کے بعد ان کے فرزند مولانا محمد نے اس مدرسہ کو جاری رکھا۔ ان کا انتقال ۱۱۰۲ھ میں ہوا۔ اس کے بعد مولانا محمد اسحاق ثانی نے مدرسہ سنبھالا۔ اس کے بعد سید محمد خطیب نے اس مدرسہ کی خدمت کی [1]

---

[1] میں بھروچ دو مرتبہ گیا۔ پہلی بار ۱۹۵۲ء میں اور دوبارہ ۱۹۵۷ء میں۔ یہ واقعات جو میں نے تاریخ میں پڑھے تھے ان کی تصدیق قاضی نورالدین صاحب سے ہوئی جو بھروچ کے قدیم گھرانے شیرازیہ کی یادگار ہیں۔ آپ بھروچ کی تاریخ سے بخوبی واقف ہیں۔ ان کے ساتھ مجھے یہ سب آثار دیکھنے کا موقع ملا۔ جہاں باباریحان کے ساتھی جنگ میں شہید ہو کر دفن ہوئے تھے وہیں باباریحان کو دفن کیا گیا۔ یہ مقام بھروچ سے چار میل کے فاصلے پر ایک خوبصورت ٹیلے پر واقع ہے عمادالملک نے قبروں کو پختہ بنوا کر اپنے لئے ایک گنبد حضرت کی مزار سے نچلے حصے میں تعمیر کرایا تھا وہیں دفن ہوئے۔ باباصاحب کی ایک زندہ کرامت یہ ہے کہ جو کنواں حضرت کی قبر سے قریب ہے اس کا پانی نہایت شیریں وصحت بخش ہے۔ ورنہ عام طور سے بھروچ کی باؤلیوں میں کھارا پانی آتا ہے۔ اس کنویں کے پانی کی شہرت بہت عرصے سے ہے انگریزوں نے اس کنویں کا نام ہیروز ویل HEROES WELL رکھا تھا۔ اب بھی متمول حضرات اپنے پینے کے لئے اسی کنویں سے پانی منگواتے ہیں۔ گو حمل ونقل میں دشواری ہے۔ مگر بعض غریب عورتیں تھوڑے سے پیسے لے کر یہ کام کر دیتی ہیں۔ حضرت باباصاحب کے مزار اور بھروچ کے درمیان مخدوم کمال الدین قزوینی کی قبر ہے۔ آپ حضرت سید محمد گیسو دراز کے خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم کی وفات ۸۸۲ھ میں ہوئی حضرت کا مدرسہ بھی مشہور تھا قبر کے پاس ہی مدرسے کے کھنڈر موجود ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند پھر داماد اور پوتوں نے مدرسہ جاری رکھا۔ جن کا ذکر انفرادی حالات میں آئے گا۔

بابا ریحانؒ کا ذکر مولوی عبد الجبار آصفی نے بھی اپنی کتاب تذکرہ اولیائے دکن میں کیا ہے۔
(۱۰۴) اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ محمد غوری کے حملے سے بیس سال پہلے اجمیر آکر بیٹھ گئے۔ اور خلق خدا کی ہدایت وخدمت شروع کر دی۔ اس وقت کے راجہ کے مظالم اور جوگی جے پال کے واقعات تو زبان زد خاص وعام ہیں۔ اسی طرح دکن میں ضیاء الدین صاحب گلبرگہ شریف تشریف لائے اور خلق خدا کی ہدایت کرنے لگے۔ راجہ نے ناراض ہوکر ان کا پیٹ چاک کرکے اس میں پتھر بھروا دیئے۔ اس طرح حضرت کی شہادت ہوئی۔ آپ کا مزار گلبرگہ شریف میں ہے۔ جہاں اب بھی لوگ جا کر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ غرض اکثر صوفیا نے اسی طرح ارشاد اور خلق خدا کی ہدایت واصلاح کا کام کیا ہے مگر ان کی خدمات کو نظر انداز کرکے بادشاہوں کے سر تبلیغ کا سہرا باندھنا واقعات کے خلاف ہے۔

گروہ صوفیا اور ان کی تعلیمی اساس

(۱۰۵) جو بیش بہا خدمات صوفیائے کرام نے انجام دیں اور ان سے جو دور رس اور دیرپا نتائج برآمد ہوئے اور لوگوں کے اخلاق واطوار وزندگی میں جو خوشگوار تبدیلی ہوئی اس کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ ان کے طریقۂ تعلیم اور اس کے چند مبادیات کا ذکر کر دیا جائے۔

عام حیوانات کے مقابلے میں، انسان ایک تعلیمی حقیقت ہے یعنے جن چیزوں کے علم سے وہ کورا اور عاری پیدا ہوتا ہے اسے سیکھ کر حاصل کر لیتا ہے عَلَّمَ الْاِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔ جب علم آتا ہے اور علم کے منافع اس پر کھلتے ہیں تو علم کی خوبیوں کے ساتھ اس میں سرکشی اور طغیان کی خو بھی پیدا ہوتی ہے اور علم کے محاسن کے ساتھ یہ معائب بھی آجاتے ہیں چنانچہ جب سوجھ بوجھ پیدا ہوتی ہے تو انسان باور کرنے لگتا ہے کہ اب میں خود سوچ سکتا ہوں حق وباطل میں امتیاز کر سکتا ہوں تو پھر کسی سے مشورہ لینے کی کیا ضرورت ہے كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ اللہ تعالیٰ نے خبردار کر دیا ہے کہ بلاشک انسان سرکش ہو جاتا ہے جب وہ اپنے آپ کو خود مکتفی دیکھتا ہے اس کا علاج یہ ہے إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ کہ وہ اپنے رب کی طرف واپس ہو یعنے خدا سے تعلق جوڑے اور اس کے علم کے تحت اپنا علم کر دے۔ یہ تعلق کیسے جوڑا جائے اور اس کے علم کے تحت اپنا علم کیسے ہو اسی کے لئے ہمارا تعلیمی نظام قائم کیا گیا۔ مدرسوں میں دماغوں کو بنایا جاتا ہے اور خانقاہوں میں قلب کی اصلاح کی طرف توجہ کی جاتی ہے۔ اسی انابت الی اللہ میں رنگ جانے والوں اور ہر طرف سے کٹ کر خدا ہی کے در پر جھکنے والوں کا اصطلاحی نام صوفیا اور ان کے علمی وعملی پروگرام کا نام تصوف ہے طالب اپنا

صلاحیتوں میں طبیعت کی مناسبتوں کے لحاظ سے ان بزرگوں میں سے کسی کو نمونہ بنا کر ان کی صحبت اور
ان کی نگرانی میں زندگی کا کچھ حصّہ گزارتے تھے۔ علمی شکوک ذہنی شبہات کے گرد و غبار سے جو دماغ بھر
جایا کرتے تھے اس کی صفائی و تزکیہ اس کی نشست و شوان ہی ہستیوں کی رفاقت وصحبت و جمعیت
میں میسر آتی تھی۔ ان مثالوں کو دیکھ کر عقائد و مطمح نظر کی اصلاح۔ کردار کی استواری اور سیرت کا استحکام
رفتہ رفتہ خود بخود لوگوں میں ان کی استعداد کے مطابق پیدا ہو جاتا تھا۔

و۱۰۶ عالم محسوسات کے علم حاصل کرنے کا ذریعہ حواس خمسہ ہیں آنکھ۔ کان۔ ناک۔ ذائقہ ولمس
کے ذریعہ جو علم آتا ہے اس کو عقل کی روشنی میں جانچا جاتا ہے۔ عقل مقدمات کی ترتیب دے کر نتائج
اخذ کرتی ہے اور تجربہ اس کو پختہ کر دیتا ہے لیکن عالم غیب ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے اس تک نہ
ہمارے حواس کی رسائی ہے نہ ہماری عقل کی اس لئے عالم غیب کے متعلق قیاس آرائیاں ہوتی ہیں
کیوں کہ قیاس کی اساس شک پر ہوتی ہے اس لئے کہ جو علم بھی قیاس کے ذریعہ آئے گا وہ مشکوک ہوگا۔
ممکن ہے کہ ایسا ہو اور ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو۔ اس کے برخلاف جو علم عالم الغیبِ والشّہادہ کے پاس سے
آئے گا وہ شک وشبہ سے خالی ہوگا۔ جو ایسا نہ ہوگا وہ ریبی علم ہوگا۔ اس لئے پیغمبر کی ضرورت ہوئی
جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ اپنا علم بندوں تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ جو علم پیغمبروں کے ذریعہ سے
ملتا ہے وہ ریب وشک سے پاک ہوتا ہے۔ باقی علوم ظنی ہوتے ہیں یقین محکم اس وقت پیدا ہوتا ہے
جب اس کی بنیاد لاریبی علم پر ہو یعنے ایسا علم جس میں شک وشبہ کی قطعاً گنجایش نہ ہو آسمانی
کتابوں میں سے صرف قرآن شریف ہی ایسا صحیفہ ہے جو اصلی حالت میں ہم تک پہونچا ہے اس لئے
اسلام کے سوا جتنے مذاہب ہیں ان کی بنیاد "ریب" یا مخلوط علم پر ہے۔ اس لئے قرآن کے علاوہ دوسری
تعلیمات یقین محکم پیدا نہیں کر سکتیں اور جب یقین محکم پیدا نہ ہو تو صلاح وتقوےٰ جو اس کے ثمرات ہیں
حاصل نہیں ہو سکتے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے پاس سے آیا ہوا علم کسی نہ کسی صورت میں دنیا کے مختلف
اقوام وامم کے پاس موجود ہے۔ مگر اس میں کھوٹ مل گیا ہے اس لئے ایسے علم سے یقین راسخ پیدا ہو
ہی نہیں سکتا۔ یہ چیز صرف اسلام میں ہے۔ اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ خدا کی باتیں جو دیگر اقوام
میں مشکوک ومشتبہ ہو گئی ہیں ان کی تصحیح کر کے قرآن نے قطعی اور یقینی علم دیا ہے۔

و۱۰۷ ہر صاحب شعور انسان کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ صحیح علم حاصل کرے اور پھر اس پر عمل پیرا
ہو جائے۔ جب علم وعمل دونوں دوست ہو گئے تو انسان میں پندار کا فاسد مواد بھی پیدا ہونے لگتا
ہے۔ اس سے عُجب پیدا ہو جاتا ہے۔ علم آنے کے بعد دوسرا عارضہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ زندگی کے تمام

شعبوں میں اپنی مرضی اور پسند کے مطابق کام کرنے کو جی چاہتا ہے۔ چوں کہ انسانی علم محیط کلی نہیں ہے اس لئے حکمت کی تمام باتیں کھلتی نہیں ہیں تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کے علم کے تحت اپنا علم نہ کر دیا جائے اس لئے عجب کو توڑنے اور خواہش نفسانی کو اللہ تعالیٰ کے علم و منشاء کے تحت کر دینے کے لئے لاریب علم یعنے عمل بالقرآن کی ضرورت داعی ہو جاتی ہے صوفیا کے پاس پہلی منزل سلبی یا منفی ہے یعنے ان ہی دو چیزوں کو (عجب و خواہش نفسانی) قلب سے نکال دیا جائے ایجابی پہلو یہ ہے کہ مجاہدات سے یقین پیدا کیا جائے۔

ف ۱۰۸ صوفیا کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ تینوں باتیں، عجب و خواہش نفسانی کا نکل جانا۔ اور یقین کا پیدا ہو جانا قرآن کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہیں جس قدر تلاوت ممکن ہے کی جائے۔ قرآن کو حفظ کیا جائے۔ اس پر عمل کیا جائے۔ اس میں غور و فکر کی جائے۔ وصول حق کے لئے اس سے زیادہ مختصر اور قطعی راہ نہیں ہو سکتی۔ حضرت نظام الدین سلطان المشائخ سے کسی نے دریافت کیا کہ قرآنی راہ سے وصول کی جو سعادت اس زندگی میں میسر آتی ہے وہ کیا ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ :-

"سعادتے کہ حاصل آید آں بر سہ قسم است ۔ انوار است ۔ احوال است ۔ و ۔ آثار"
تلاوت سے انوار، احوال و آثار پیدا ہوتے ہیں۔ انوار و احوال کا تعلق تو خاص عالم ملکوت سے ہے اس لئے انوار و احوال سمجھنا تو مشکل ہے۔ البتہ آثار کا تعلق "جوارح" یعنے بدن و اعضائے بدن پر ہونے کی وجہ سے اس کا احساس دوسروں کو بھی ہوتا ہے

"بکائے ۔ حرکتے و جنبشے کہ ظاہر می شود و آں را آثار می گویند"
اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن پڑھتے وقت جب گریہ طاری ہو جائے تو وہ دراصل باطنی انقلاب کا اثر ہے۔ چنانچہ امیر خسرو کو حضرت نے اسی سلوک بالقرآن پر لگا دیا تھا۔ وہ راتوں کو اٹھ کر تہجد میں سات پارے پڑھتے تھے۔

ایک اور حضرت نے پوچھا۔ "ترک! حال مشغولیہا چیست"
جواب دیا کہ :- "مخدوما! چند گاہ ست کہ بوقت آخر شب گریہ مستولی می شود"
چند روز سے قرآن پڑھتے وقت آخر شب میں رونا آنے لگتا ہے۔ تو حضرت نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "الحمد للہ اند کے ظاہر شدن گرفت"

غرض سلوک بالقرآن کا یہ طریقہ حضرات چشتیہ میں پایا جاتا ہے۔

دوسرا طریقہ ذکر و فکر کا ہے یعنے اللہ اللہ کا ذکر کیا جائے اور مراقبات کئے جائیں ۔ استعداد و صلاحیت کے لحاظ سے پیر طریقت کبھی یہ اور کبھی وہ راستہ بتاتا ہے دونوں طریقوں میں جو فرق ہے اس کو سلطان المشائخ ہی کے الفاظ میں سنئے۔

مولانا فخرالدین زرادی نے سوال کیا کہ کلام اللہ میں مشغولی بہتر ہے یا ذکر میں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

" ذکر سے وصول جلد ہوتا ہے ۔ مگر ساتھ ہی خوف زوال بھی لگا رہتا ہے۔ تلاوت میں وصول دیر سے ہوتا ہے مگر زوال کا خوف نہیں ہے "

غرض سلطان المشائخ سلوک بالقرآن پر بہت زور دیتے تھے ۔ آپ کو قرآن کے ساتھ غیر معمولی شغف تھا ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر آپ کے بس میں ہوتا تو ہر مرید پر حفظ قرآن لازم قرار دے دیتے لیکن ظاہر ہے کہ ہر شخص کے لئے یہ کام آسان نہ تھا ۔ تاہم آپ کی کوشش یہی تھی کہ جس سے جتنا ممکن ہو سلوک بالقرآن کے لئے قرآن زبانی یاد کرے ۔ خیال تو کیجئے کہ حسن اعلائے سنجری جو شاعر ہونے کے علاوہ ایک بڑے فوجی افسر بھی تھے ———— اور فوجی خدمات کے سلسلہ میں دیوگیر (دولت آباد) آئے تھے جہاں اب ان کا مزار ہے ان کی عمر کافی ہو چکی تھی ۔ جب شرف بیعت سے سرفراز ہوئے تو حضرت نے حکم دیا کہ ذوق شعری کو کم کر کے قرآنی ذوق کو اپنے اوپر غالب کریں جب ان پر یہ ذوق غالب ہو گیا تو پھر ان ہی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سن رسیدہ مرید کو بھی آپ نے حفظ قرآن میں لگا دیا تھا ۔ آپ اون سے دریافت فرماتے رہتے کہ "چہ قدر یاد کردہ" حسن کہتے ہیں کہ اس وقت تک ایک ثلث قرآن یاد ہو چکا تھا جواب دیا ۔ "ثلثے یاد گرفتہ ام" ارشاد ہوا " دیگر ہا اندک اندک یاد گیر د و یاد گرفتہ پیشینہ را مکرر میکن " (فوائد الفواد صفحہ ۹۳)

یہ طریقہ سلوک بالقرآن حضرت شیخ المشائخ ہی کے ساتھ مختص نہ تھا بلکہ دوسرے صوفیائے چشت بھی اسی طریقہ سلوک کو اختیار فرماتے تھے ۔

قاری مادھو جو حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی مسجد کے امام تھے ان کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ انہوں نے حضرت شیخ احمد نہروانی کو بھی اسی راستہ پر لگا کر حافظِ قرآن بنا دیا تھا ۔ چنانچہ جب شیخ احمد نہروانی نے خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے روبرو قرآن شریف سنایا تو وہ شیخ جن کے متعلق مشہور تھا کہ "شیخ الاسلام کم کسے را پسندیدے" انہوں نے شیخ الاسلام نہروانی کے متعلق فرمایا "اگر مشغولی احمد بسنجد مایہ دہ صوفی باشد" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زکریا ملتانی بھی سلوک بالقرآن

کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

۱۰۹ بارہویں صدی میں سید نور اللہ بلگرامی نے بھی اپنی مقصد براری سلوک بالقرآن ہی سے کی تھی۔ سید نور اللہ بلگرام کے رہنے والے تھے۔ سید لطف اللہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ دماغی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اصلاح قلب کی فکر میں گھر سے نکلے۔ دہلی پہنچے۔ کسی پر نظر نہیں جمی۔ سلطان المشایخ کی مزار پر چلہ کیا۔ وہاں سے واپس آکر اپنے بڑے بھائی سید لطف اللہ کے مرید ہو گئے۔ استعداد بالغ تھی۔ رنگ جلد نکھرنے لگا۔ راتوں کو اکثر روتے۔ اور رکوع و سجود میں رات کاٹ دیا کرتے۔ مگر چند روز کے بعد کچھ رکاوٹ محسوس ہوئی تو مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ مرشد نے تدبیریں بتائیں۔ اشغال تلقین کئے ان سے بھی کام نہ بنا۔ پھر مرشد سے عرض کیا تو مرشد نے اب یہ علاج بتایا۔ "برو قرآن مجید حفظ کن" مرید نے تعمیل حکم میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں

"چند جزو از قرآن حفظ کردہ بود کہ عقدہ انحلال پذیرفت۔"

عمر گو زیادہ گزر چکی تھی لیکن چند جزو کے بعد کل اجزائے قرآن کے حفظ کی دھن سوار ہوئی۔

"بست و پنج یاد کردہ بود۔"

۲۵ سیپارے یاد کئے تھے کہ موت آگئی۔ آخری وقت جب پوچھا گیا:۔

"تمنائے بہ خاطر دارید"

حسرت سے جواب دیا:۔

"ہمیں تمنا با خود دارم کہ پنج جزو از قرآن باقی ماند فرصت حفظ نہ یافتم۔"

نور اللہ صاحب کا انتقال ۱۱۱۳ھ میں ہوا۔ آپ کے متعلق یہ واقعہ بھی آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ

"روزے نماز تراویح باجماعت می خواند۔"

قرآن شریف تراویح میں سن رہے تھے جب امام اس آیت پر پہونچا فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا (وہ کم ہنسیں گے اور زیادہ روئیں گے) "عین در نماز بے ہوش افتاد۔" ہوش آنے کے بعد بھی "تا چند روز از گریہ نیاسود"

غرض جو لوگ سلوک بالقرآن میں محفوظ ہو جاتے تھے ان کو اسی راہ سے تقرب حاصل ہو جاتا تھا۔

مسلمان بادشاہوں اور امراء کی علم دوستی اور علماء نوازی

ف ۱۱۰ ہندوستان میں جب مسلمان بادشاہوں کی حکمرانی شروع ہوئی تو علماء و فضلاء کا بڑا گروہ یا تو ان کے ساتھ آیا۔ یا بعد میں آتا رہا۔ ان مسلمان حکمرانوں کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ علوم و فنون کے بڑے قدر دان تھے اور علماء کی منزلت شناس تھے اور ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ باہر کے علماء کی شہرت سنتے تو ان کو خطوط لکھ کر اور بڑی بڑی رقمیں بھیج کر بلاتے جب کوئی عالم آتا تو ہاتھوں ہاتھ لیتے۔ ان کے ہر قسم کے ضروری انتظامات کرتے۔ بڑی بڑی منصبیں جاگیریں اور وظیفے عطا کئے جاتے تاکہ وہ اطمینان سے اپنی علمی اور تعلیمی کاموں میں مصروف رہ سکیں۔ مسجدیں، خانقاہیں اور دارالعلوم ان کے لئے تعمیر کئے جاتے۔ اس زمانہ میں تعلیم بھی مسجد کے صحنوں، خانقاہوں کے حجروں اور علماء کے مکانات میں اور کبھی مدارس و دارالعلوم میں ہوا کرتی بہت سے علماء شاہی امداد لینے سے انکار کر دیتے تھے کہ امداد قبول کر لینے کے بعد علم کی ترویج اور خدمت حسبۃً للہ نہیں رہتی۔ عام طور سے مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ شاہی مدرسوں میں تعلیم پانے سے جاہ و ثروت کے حصول کی تمنا پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب نظام الملک طوسی نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی اور یہ بات ماوراءالنہر کے علماء کو معلوم ہوئی تو سب نے مجلس ماتم منعقد کی اور اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ اب علم علم کے لئے نہیں بلکہ جاہ و ثروت کے لئے سیکھا جائے گا (رسائل شبلی)

ف ۱۱۱ ترک اور پٹھان بادشاہوں نے عالموں کو ایسا نوازا کہ تاریخ میں اس کی مثال دیگر اقوام میں ملنی مشکل ہے۔ محمد غوری کے سپہ سالار محمد بختیار خلجی نے جو بنگال و بہار کا فاتح تھا متعدد مقامات پر مدرسے تعمیر کرائے۔ ایک شہر رنگ پور کے نام سے آباد کیا جس میں کئی مدرسے تعمیر کرائے محمد غوری کے دوسرے سپہ سالار ناصر الدین قباچہ ملتان اور سندھ کا حکمران تھا۔ اس نے ملتان میں ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کرایا۔ مولانا قطب الدین کاشانی ماوراءالنہری کو بلا کر اس کا صدر مقرر کیا۔ مولانا نے موصوف اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے اسی مدرسہ میں نماز صبح ادا کر کے مدرس میں مشغول ہو جاتے (تاریخ فرشتہ)

سلطان بلبن کہا کرتا تھا کہ دربار التمش میں جو ہجوم علماء کا دیکھا تھا ویسا ہجوم کبھی کسی دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ سید نور الدین مبارک غزنوی اسی کے دربار میں تھے جو بادشاہ کے بعض اطوار کو خلاف سنت قرار دے کر نکتہ چینی کرتے تھے دوسری طرف دہلی سے طوائفوں کو نکال دینے کے

مخالف تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر ایسا کیا گیا تو آوارہ لوگ شرفاء کے گھروں میں کود پڑیں گے۔

۱۱۲۔ غیاث الدین بلبن کے زمانے میں ہلاکو خاں نے بغداد کو تاراج کیا تو علماء نے ہندوستان کا رخ کیا۔ ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے

"درعصر سلطان بلبن چندیں علمائے سرآمدہ برسر افادت سبق می بردند"

بارہ علماء کے نام آپ نے گنوائے ہیں۔ جن میں سے چند یہ تھے (۱) مولانا برہان الدین بلخ (۲) مولانا برہان الدین بزاز (۳) مولانا نجم الدین دمشقی شاگرد مولانا فخر الدین رازی (۴) مولانا سراج سنجری (۵) مولانا شرف الدین ولواجی (۶) قاضی رفیع الدین گاذرونی (۷) قاضی جلال الدین کاشانی

(ب) قرآن مجید سے والہانہ لگاؤ کے عجیب عجیب نمونے ملتے ہیں۔ بلبنی عہد کے ایک امیر فخر الدین تھے جن کے یہاں بارہ ہزار وظیفہ خوار قرآن پاک پڑھنے کے لئے مقرر تھے۔ ہر روز ایک ہزار قرآن شریف ختم کرتے۔ یہ امیر ہر سال ایک ہزار غریب لڑکیوں کے لئے جہیز کا سامان بھی فراہم کرتے

۱۱۳۔ سلطان علاء الدین خلجی کا عہد علمی اور تمدنی ترقی کے اعتبار سے تاریخ کا تابناک باب ہے۔ برنی کہتے ہیں کہ دہلی میں ایسے علماء و ماہرین فن موجود تھے کہ بخارا۔ سمرقند۔ بغداد۔ مصر۔ خوارزم دمشق۔ تبریز۔ رے اور روم میں ان کا ثانی نہ تھا۔ چنانچہ (۴۶) علماء کے نام برنی نے نام گنوائے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :- (۱) قاضی فخر الدین ناقلہ (۲) قاضی شرف الدین سرباہی (۳) مولانا نصیر الدین غنی (۴) مولانا تاج الدین مقدم (۵) مولانا ظہیر الدین لنگ (۶) قاضی مغیث الدین (۷) مولانا رکن الدین سنامی (۸) مولانا تاج الدین۔

۱۱۴۔ عہد تغلق میں گو عہد علائی کی سی رونق نہ تھی تاہم کثیر تعداد میں علماء موجود تھے۔ تیمور کے حملے نے دہلی کے علماء کی جماعت کو درہم برہم کر دیا۔ سکندر لودھی نے جو بڑا عالم اور علم دوست بادشاہ تھا اپنے عہد میں اجڑی ہوئی بزم کو سنوارنے کی کوشش کی۔ عرب سے گزران کر بڑے بڑے علماء کو بلاتا۔ اور ان کے لئے ہمہ اقسام کی سہولتیں بہم پہونچاتا۔ اس کے عہد میں دارالسلطنت آگرہ میں اچھا مجمع ہوگیا تھا۔

۱۱۵۔ گجرات میں محمود بیگڑا اور اس کے بعد اس کے بیٹے مظفر شاہ نے علم کی بڑی قدر کی۔ ان کے عہد میں ایران، توران، روم و عرب کے فاضل آئے اور مشہور خوشنویس سیاوش اسی مظفر شاہ کے زمانے میں شیراز سے گجرات آیا تھا۔

۱۱۶۔ دکن میں بہمنی بادشاہوں نے علم کی بڑی قدر کی۔ حسن گنگو کے دربار میں علماء و قراء

مجمع رہتا تھا۔ فیروز شاہ بہمنی خود بھی عالم تھا اور علماء کی بڑی سرپرستی کرتا تھا۔ خود علماء کی صحبت میں شریک ہوتا۔ اور حکم تھا کہ ایسے جلسوں میں آداب شاہی کا لحاظ نہ رکھا جائے۔ محمود شاہ بہمنی کی داد ودہش کی شہرت سن کر دور دور سے علماء دکن پہونچتے تھے۔ حافظ شیرازی نے محمود شاہ کی دعوت پر دکن آنے کا قصد کیا تھا مگر جہاز کے سفر کی صعوبت کے خیال سے قصد سفر نہ کر سکے۔ مولانا شہید جو گجرات سے اسمعیل شاہ عادل کے دربار میں تشریف لائے تھے لاجواب شاعر تھے ان کا قصیدہ مدحیہ سن کر بادشاہ اس قدر خوش ہوا کہ حکم دیا کہ خزانے سے جس قدر سونا اٹھا سکتے ہو اٹھا لو۔ شاعر کی حرص نے زور کیا تو کہا کہ جب میں گجرات سے چلا تھا اس وقت تندرست وتوانا تھا۔ سفر کی تکان وعلالت نے نحیف کر دیا ہے کچھ روز کی مہلت دیجئے۔ بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ وہ مثل نہیں سنی کہ:- "آفت ہاست در تاخیر وطالب را زیاں دارد" اچھا جاؤ دو دفعہ میں جتنا اٹھا سکتے ہو اٹھا لو۔ کہتے ہیں کہ پچیس ہزار اشرفیاں اٹھا سکے۔

ف ۱۱۷ محمود خلجی والی مالوہ کے عہد میں شادی آباد مانڈو علم وفضل کا مرکز تھا۔ تمام ملک گویا شیراز وسمرقند بن گیا تھا اس لئے ایک مدرسہ اجین میں اور ایک سارنگ پور میں تعمیر کرایا اس کے جانشین غیاث الدین خلجی نے بھی مدرسوں کو فروغ دیا۔ اس کے زمانے میں حفظ وقرات کا اتنا چرچا تھا کہ محل شاہی میں ایک ہزار خادمات حافظ وقاری تھیں۔ تو پھر شاہی بیگمات اور امراء کے خاندانوں کا کیا حال ہوگا۔

ف ۱۱۸ سلطان غیاث الدین جو بنگالہ کا خود مختار حکمراں تھا علم کا بڑا قدر دان تھا۔ مکہ معظمہ میں ۸۱۴ھ میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس کے تمام مصارف خود برداشت کرتا تھا۔ بعد ازاں چار مدرسے کھلوائے۔ سلطان سلیمان کرانی جب حکمراں ہوا تو ڈیڑھ سو عالم اس کی صحبت میں رہتے تھے یہ بڑا صاحب دل اور پرہیزگار بادشاہ تھا۔

ف ۱۱۹ سلطان ابراہیم شرقی کے عہد حکومت میں (جو ۸۰۴ھ سے ۸۴۰ھ تک تھا) جون پور علمی شہرت میں دہلی اور بغداد کا نمونہ تھا۔ وہاں ایک عظیم الشان دار العلوم قائم تھا اور اس کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔ قاضی شہاب الدین جونپور کی صدر مدرس تھے۔ یہ غزنین کے رہنے والے تھے۔ بادشاہ ان کا اس قدر احترام کرتا تھا کہ وہ ایک دفعہ علیل ہوئے تو ان کی عیادت کو گیا اور سرہانے بیٹھ کر یہ دعا کی کہ لے اللہ ایسے عالم بار بار پیدا نہیں ہوتے۔ ان کی آفت مجھ پر آجائے مگر یہ زندہ وسلامت رہیں۔ کہتے ہیں کہ قاضی صاحب اچھے ہوگئے اور اسی سال ۸۴۰ھ میں سلطان کا

انتقال ہوگیا۔ قاضی صاحب کو بادشاہ کی وفات کا سخت صدمہ ہوا۔ اور وہ بھی اسی سال چل بسے
سلطان محمود شرقی جو ابراہیم کا بیٹا تھا اس نے بھی علماء کی بڑی قدر و منزلت کی۔

ف ۱۲۰ سلطان زین العابدین فرمانروائے کشمیر کے زمانے میں جو ۸۲۶ھ سے ۸۷۷ھ تک رہا بڑے
بڑے نامور عالم و فاضل اس کے دربار میں جمع تھے۔[1]

ف ۱۲۱ اس کے بعد مغلیہ دور تو علماء و فضلاء و شعراء کی قدر دانی میں ضرب المثل ہوگیا تھا۔ مغلیہ
خاندان کے جملہ بادشاہ۔ شہزادے و شہزادیاں اکثر حافظ و قاری اور تقریباً سب شاعر ادیب اور
خوشنویس تھے۔ عالموں، شاعروں اور خطاطوں کی بڑی حوصلہ افزائی فرماتے۔ اکبر کے دربار میں
بڑے بڑے علماء جمع تھے۔ باہر سے آنے والوں کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ اس کے دربار کے امراء
عبدالرحیم خان خاناں اور ان کا لڑکا منعم خانخاناں ایسے فیاض و قدر دان تھے کہ عرفی کو ایک ایک
قصیدے پر ایک ایک لاکھ روپیہ دیا کرتے۔ اکبر کے بعد جہانگیر نے اور پھر شاہجہاں نے پھر عالمگیر
نے علماء و فضلا کی توقیر و تعظیم میں کسر اٹھا نہ رکھی۔

اوپر مجملاً جو حالات بیان کئے گئے ہیں اس سے مدعا یہ ہے کہ بادشاہوں کی فیاضی اور
قدردانی کے پس منظر سے تعلیمی تنظیم و اشاعت کا اندازہ ہوسکے نیز یہ بھی ظاہر ہوجائے کہ ہندؤ
چمن علم کی آب یاری باہر کی نہروں سے کس طرح ہوئی۔

طرز تعلیم ف ۱۲۲ اس زمانے کا طریقہ تعلیم بھی ایسا تھا کہ زیادہ صرفہ نہ ہوتا تھا محلہ کی ہر مسجد مدرسہ
تھی۔ ہر خانقاہ ایک تربیت گاہ تھی۔ ہر عالم ایک استاد تھا وہ اپنے آقائے نامدار
کے حکم کی پابندی میں خود تحصیل علم کرتا اور دوسروں کو تعلیم دیتا تھا یا دامے درمے مدد کرتا تھا۔ اور
اس سلسلے کو مہد سے لے کر لحد تک جاری رکھنا اپنی سعادت سمجھتا ان درس گاہوں اور خانقاہوں
سے اعلیٰ کردار کے بڑے بڑے آدمی نکلتے تھے۔

ف ۱۲۳ ان درس گاہوں میں تعلیم کا مدار قرآن پر تھا۔ اوس کی قراءت و تجوید۔ تفسیر۔ حدیث
فقہ۔ کلام۔ صرف و نحو۔ معانی و بیان یہ سب قرآن مجید کے متعلقہ علوم گنے جاتے تھے۔ صحت سے
قرآن شریف کا پڑھنا تعلیم کا ایسا لازمی جز تھا اس کے اظہار کی بھی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی۔ لیکن
آج کتنے لوگ یہ جانتے ہیں کہ اورنگ زیب حافظ و قاری سبعہ قراءت تھے۔ یا ابوالحسن تاناشاہ جو

---

[1] آثار خیر از محمد سعید مارہروی اکبر آبادی۔

نفاست مزاج دعیش وعشرت میں مشہور تھا اس نے باہر سے جید قاری بلا کر ان سے سبعہ قراءت سیکھی تھی۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ شاہ محمد سعید مجددی نے اورنگ زیب کو سبعہ قرات سکھائی ہیں اس کی سبعہ کی جیدار بھی موجود ہے۔ نیز علی الحسینی الکوہ کیلوی نے تاناشاہ کے ذوق کی تکمیل کے لئے سبعہ قرات کے اختلافات پر حلیۃ القاری کے نام سے ایک کتاب فارسی میں ۱۰۹۶ھ میں تالیف کی تھی۔ ناصر الدین محمود کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ بڑا رحم دل۔ نیک مزاج۔ زاہد۔ متقی اور پرہیزگار بادشاہ تھا مگر کتنے لوگ واقف ہیں کہ وہ اچھا قاری۔ بڑا اچھا خطاط۔ اور رسم الخط قرآنی کا ماہر تھا۔ وہ فرصت کے اوقات میں تلاوت کرتا۔ اور سال میں دو قرآن مجید لکھ کر فروخت کرتا اور اسکی آمدنی سے قوت بسری کرتا۔

مورخین ایک واقعہ اس کی مروت اور خوش خلقی کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ بیٹھا قرآن مجید لکھ رہا تھا۔ ایک درباری امیر کسی کام سے آگیا اس کو اندر بلالیا جو لکھ رہا تھا اس کو ایک طرف رکھ دیا اور امیر سے گفتگو شروع کی۔ اثنائے گفتگو میں درباری کی نگاہ اس کتابت پر پڑی جہاں دو فیہ ایک کے بعد ایک لکھے ہوئے تھے (ملاحظہ ہو سورہ توبہ آیت ۱۰۸) درباری یہ سمجھا کہ کتابت کی غلطی سے ایک لفظ دوبارہ لکھ دیا گیا ہے عرض کیا کہ اگر گستاخی نہ سمجھی جائے تو ایک فیہ سہو کتابت سے زائد لکھ دی گئی ہے۔ بادشاہ نے اس پر حلقہ بنالیا اس درباری کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ میں اس کو درست کرلوں گا اس کے بعد دوسری باتیں ہوئیں اور درباری رخصت ہو گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد حلقہ مٹا دیا ایک ذہین ملازم نے جو یہ گفتگو سن رہا تھا عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ حضور نے درست کئے بغیر حلقہ مٹا دیا۔ بادشاہ نے ہنس کر کہا کہ میں نے جو لکھا تھا وہی درست تھا۔ مگر میں نے اس درباری کی دل شکنی کرنی نہیں چاہی اگر میں اسے قائل کرتا تو وہ شرمندہ اور پریشان ہو کر اپنا مدعا کہے بغیر چلا جاتا۔ اس لئے اس کی خاطر سے میں نے حلقہ بنالیا تھا۔ اس کے بعد بادشاہ نے جو بات کہی وہ سنہری حرفوں سے لکھنے کے قابل ہے "غبار دل دور کرنے کی بہ نسبت کاغذ کے نقوش مٹانا بہت آسان ہے"[1]

اشاعت کے ذرائع

۱۲۴ ہندوستان کے بادشاہوں اور امیروں کی علم دوستی اور عالم نوازی کی بدولت بلاد اسلامیہ اور ہندوستان میں قریب کا رابطہ تھا۔ پہلے تو عالم ہی آتے جاتے رہتے۔ پھر تصانیف بہت تیزی سے پھیل جاتی تھیں ایک کثیر جماعت کا جن کو نساخ کہتے تھے

---

[1] تاریخ محمد قاسم فرشتہ جلد اول صفحہ ۲۷۸ - اردو مطبوعات دار التراجم حیدر آباد - دکن

کام ہی یہ تھا کہ کتابیں تیزی سے نقل کر کے فروخت کرتے۔ تصانیف کے علاوہ نوادر بھی بہت عجلت
سے ہندوستان پہونچ جاتے تھے چنانچہ مشہور خوش نویس یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے
قرآن مجید کے نسخے ہندوستان میں موجود ہیں۔ یار محمد بن خداداد سمرقندی نے جو ماوراالنہر کے ایک
مستند استاد تجوید و قرات تھے۔ شہزادہ عبید اللہ بہادر خاں کے لئے ۹۲۵ھ میں ایک رسالہ قوا
القرآن کے نام سے لکھا جس کی نقل ابراہیم لودھی کے دربار میں پہونچ گئی اس کتاب کے متعدد
قلمی نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ دو نسخے حیدرآباد سنٹرل لائبریری میں ہیں۔ ایک عثمانیہ
یونیورسٹی کی لائبریری میں ہے۔ ایک مدراس کے جامعہ کے قلمی کتب خانہ میں ہے۔ ایک خدابخش خا
لائبریری پٹنہ میں ہے۔ چار قلمی نسخے سعیدیہ لائبریری ٹونک میں ہیں سات قلمی نسخے اسٹیٹ لائبریری
رام پور میں ہیں۔ ایک نسخہ مظاہر العلوم کے کتب خانے میں ہے۔ یہ سب نسخے میں نے دیکھے ہیں۔
اس زمانے کے قرا، اس کتاب سے ایسے متاثر ہوئے کہ اکثر نے قواعد القرآن کے حوالے دیئے ہیں
اسی طرح علامہ شمس الدین الجزری کا انتقال ۸۳۳ھ میں شیراز میں ہوا۔ ۸۳۵ھ میں ان کے فرزند
ابوبکر محمد نے اس قرآن کی نقل جس پر علامۃ الجزری نے اپنے ہاتھ سے سبعہ قراءت کا حاشیہ لکھا
اصفہانی سے کرا کر احمد شاہ اول بہمنی کے دربار میں بھیجی۔ یہ قرآن شریف شاہی کتب خانہ میں رہا
وہاں سے والاجاہی کتب خانے مدراس میں منتقل ہوا۔ مولانا بحر العلوم و مولانا محمد غوث نے اس کو
بڑی حفاظت سے رکھا۔ محمد غوث کے دوسرے فرزند مولانا محمد صبغۃ اللہ نے اس کے حواشی کو قائم رکھ
ہوئے اس پر ایک حاشیہ رسم الخط کا اضافہ کر کے طبع کرایا۔ اس میں بحر العلوم کے حوالے جا بجا ہیں
اس طبع شدہ قرآن مجید کے نسخے جو بہت کم یاب ہیں اب بھی اس خاندان میں پائے جاتے ہیں۔
شیخ القراء حضرت میر روشن علی صاحب مرحوم کے پاس ایک مجروح نسخہ تھا جس کو میں نے دیکھا
اس کے بعد جب میں مدراس گیا تو تلاش سے کتب خانہ محمدیہ میں تین نسخے دکھائی دیئے۔ اسی طر
علامۃ الجزری کی تحبیر التیسیر کا قلمی نسخہ جو ۹۰۳ھ میں لکھا گیا سکندر لودھی کے زمانے میں دہلی
پہونچ گیا اب یہ نسخہ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب تک علم سے شغف
نہ ہو۔ باہم گہرا ارتباط نہ ہو اور قلمی نسخے بڑی بڑی قیمتیں دیکر خریدے نہ جائیں اس وقت تک ان
طویل فاصلوں سے کتابیں پہونچنا ممکن نہیں۔ اس فن میں شغف و والہانہ شیفتگی کی یہ چند مثالیں
بیان کر دی گئیں تاکہ تاریخ کے اس رُخ سے واقفیت نہ رکھنے والے یہ تصور نہ کریں کہ مسلمانوں نے
اس بارہ میں غفلت سے کام لیا۔

قاریوں کے اقسام | ف ۱۲۵ قاریان کرام تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو صحت سے قرآن کی تلاوت کرتے اور نماز درست کرنے کے لئے کسی استاد سے تجوید سیکھ کر اپنا کام چلاتے ہیں۔ ایسے قاری کوئی شہرت حاصل نہیں کرتے۔ بسا اوقات ان کے ہم عصر بھی ان کے قاری ہونے سے واقف نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں ایسے علماء و فضلاء یا مشائخین جو کسی اور علم یا فن کی ترویج کو اپنا خاص موضوع بناتے ہیں ان کو بھی عام طور پر لوگ نہ قاری کی حیثیت سے جانتے ہیں اور نہ اس حیثیت سے ان کا ذکر کرتے ہیں اس وجہ سے بعد کی نسلیں ان کو قاری کی حیثیت سے یاد نہیں کرتیں۔ مثال کے طور پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو لیجئے۔ آپ تجوید و قراءت جانتے تھے ایک سال تک مکہ معظمہ میں قیام کا شرف رہا۔ اس زمانے میں وہاں کے قراء سے تجوید و قراءت حاصل کی۔ مگر سوانح نگاروں نے آپ کے محدث ہونے اور حدیث کی سند پر اتنا زور دیا کہ آپ کی سوانح حیات کی کتابوں میں آپ کے قاری ہونے کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ اگر شاہ صاحب ایک جگہ حجتہ اللہ البالغہ میں اور دوسری جگہ فوز الکبیر کی تمہید میں اس کا ذکر نہ کر دیتے کہ میں نے تجوید و قراءت سنداً اساتذہ سے حاصل کی ہے تو ہمارے لئے اس کا ثابت کرنا مشکل ہو جاتا۔

ف ۱۲۶ دوسرے قسم کے قاری وہ ہیں جو تجوید و قراءت کی تعلیم کسی مستند جاننے والے سے شافہتہً حاصل کرتے ہیں اور پھر اس کی اشاعت میں عمر کا کچھ حصہ صرف کرتے ہیں ان کو مقری کہتے ہیں۔ یہ اصحاب قاری کی حیثیت سے تھوڑی بہت شہرت حاصل کر لیتے ہیں۔ بعض قراء نے قاری کی تعریف یوں بھی کی ہے کہ ایک روایت کے یا دو اور تین روایتوں کے سنداً شافہتہً حاصل کرنے والے کو قاری کہتے ہیں اور سبعہ قراءات کو سنداً بعد مشافہتہ لینے والے کو مقری کہتے ہیں۔

ف ۱۲۷ تیسری قسم کے قاری وہ ہوتے ہیں جو بڑی محنت و تحقیق سے یہ علم حاصل کرتے ہیں سنداً اور مشافہتہً پڑھنے پر اتنا زور دیتے ہیں کہ متعدد اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کئی کئی بار سناتے ہیں۔ جب خود کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ کمال حاصل کر لیا تو پھر عمر کا بڑا حصہ پڑھنے اور پڑھانے میں صرف کرتے ہیں۔ اپنے زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً کتابیں یا رسالے، تالیف کرتے رہتے ہیں تاکہ دوسرے بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ ایسے قاری شیخ القراء کہلاتے ہیں۔ اگر وہ خوش الحان بھی ہوں تو پھر مرجع عامتہ الخلائق ہو جاتے ہیں۔ عرصے تک ان کا نام زندہ رہتا ہے ان کا ذکر تذکروں اور تاریخوں میں آ جاتا ہے۔ چنانچہ ہم تک سلف کے جو نام پہنچے ہیں وہ اسی قسم کے یعنی تیسری قسم کے مقریان کرام و مصنفین عظام کے نام ہیں۔ جن کی شہرت اس قدر ہوئی

کہ مورخین و تذکرہ نویس ان کا ذکر نظر انداز نہ کرسکے ۔ ورنہ بہت سے قاریانِ کرام تو محض گمنامی کی
رہے ۔ اگر کسی قاری کا نام تاریخ میں آجاتا ہے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس نے اپنے زمانے میں نصف
کے لئے تجوید و قراءت کا ماحول بنا دیا ہوگا بیشمار صحیح پڑھنے والے پیدا کر دئے ہوں گے کسی صدی
دور میں ایسے دو قاری بھی مل جائیں تو ان کی تعلیم و تسلسل میں شبہ نہیں رہتا ۔ ہندوستان کے قا
میں ہم جن ناموں کو تاریخ سے پیش کریں گے وہ صرف وہی ہوں گے جن کا سنداً پڑھنا تاریخ
ثابت ہو گیا ہو۔

ف ۱۲۸ بلادِ اسلامیہ کے قاریان و مقریان و مصنفین کی جو فہرست باب دوم و سوم میں دیگئی
ہے وہ یہ بات واضح کر دینے کے لئے کافی ہے کہ تجوید و قراءت کا علم و فن تواتر و تسلسل کے سا
مشافہتہً پھیلانے کا ذوق بلادِ عرب ۔ مصر و اندلس میں نہایت جوش و خروش و قوت سے و
پھیلانے پر جاری رہا اب آئیے دیکھیں کہ ہندوستان میں قاریان و مقریان کی تعداد کیا رہی اور کس
طرح تسلسل و تواتر برقرار رکھا گیا۔

ف ۱۲۹ ہم نے اس سے پہلے بھی یہ بات واضح کر دی ہے کہ تجوید و قراءت استاد سے سن کر
حاصل کی جاتی ہے ۔ استاد کی ادائی کے مطابق اپنی ادائی بنانا ۔ مخارج و صفات شد و مد ۔ تفخ
ترقیق ۔ فتح و امالہ کا لحاظ ایسا کرنا جیسا استاد کرتا ہے ۔ نیز جس کی تصدیق قواعد منضبطہ سے بھی ہو
یہ ملکہ خاص مشق کے بعد حاصل ہوتا ہے ۔ انگریزی میں اس علم کو (PHONETICS) یا علم الا
کہتے ہیں ۔ انگلستان میں یہ علم سترھویں صدی عیسوی کی پیداوار ہے ۔ اس کے باوجود بھی کسی دو
زبان کا آدمی یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ وہ انگریزی بولنے میں بالکل اہلِ زبان کی نقل کرنے میں کا
ہو سکتا ہے ۔ مگر یہ خصوصیت قرآن ہی کو حاصل ہے ہندوستان میں اس کے اچھے پڑھنے وا
ایسا پڑھتے ہیں کہ بلادِ اسلامیہ سے آنے والے قراء تصدیق کرتے ہیں کہ بے شک یہ اچھے قاری ہیں۔
چنانچہ ان ہی اوراق میں ایسی متعدد مثالیں ملیں گی کہ عرب کے جید قراء نے ہندوستان کے قرا
مہارت فنی پر اظہارِ تعجب کیا ہے۔

ف ۱۳۰ ہندوستان میں تجوید و قراءت علماء و صوفیاء کرام کی بدولت پھیلی ان علماء کا تعلق
اکثر کسی نہ کسی خانوادۂ صوفیاء سے رہا ہے ۔ صوفیاء کی ہستیاں جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے وہ باب
ہستیاں تھیں جن کا علم و عمل سراپا قرآن ہوتا تھا ؎

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مسلم ؎ قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

وہ قرآن میں فنائیت کا درجہ حاصل کر لیتے تھے ورنہ اس کے بغیر کیسے ممکن تھا کہ وہ ایک ایک دن میں دو دو۔ تین تین۔ چار چار قرآن ختم کر لیتے تھے۔ قرآن سے ان کے اسی شغف اور جہد فی القرآن کا نتیجہ تھا کہ ان کے اطراف و جوانب میں وہی ماحول بن جاتا۔ اور وہ ماحول مبتدیوں کو اسی رنگ میں ممد و معاون ثابت ہوتا۔ اکثر صوفیاء کی خانقاہیں نہ صرف مدارس بلکہ یونیورسیٹیوں کا کام دیتی تھیں جہاں نہ صرف علم سکھایا جاتا تھا بلکہ تزکیہ اور اخوت انسانی کی عملی تربیت دی جاتی تھی اور سیرت بنائی جاتی تھی اور اخلاق حسنہ کی تکمیل کی جاتی تھی پھر خاص طلباء کو جن کی صلاحتیں اچھی ہوتی تھیں دور دراز مقامات پر بھیجا جاتا تھا تاکہ وہاں جا کر وہی ماحول پیدا کر دیں اور ویسے ہی درس گاہیں اور خانقاہیں بنائیں۔

۱۳۱ مذکورہ صدر حالات کی بناء پر قراء کے حالات بیان کرنے میں ہم کو سہولت اس میں ہے کہ ہم ان کو مختلف ادوار میں تقسیم کر دیں تاکہ ہر دور کے مساعی جمیلہ واضح طور پر سامنے آسکیں اور ساتھ ہی دور کی مرکزی شخصیت کے تعین میں آسانی ہو کہ کس دور میں کس نے اپنے ماحول میں قراءت کو مرتبہ کمال پر پہونچا دیا تھا۔ ایسے ادوار میں سے ہر دور کسی خاص شخصیت پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ آپ ادوار کو ایک دوسرے میں مدغم پائیں گے۔ اس کتاب میں بہ لحاظ سہولت چودہ ادوار میں تقسیم عمل میں آئی ہے۔ ہر دور کی خصوصیات اور مرکزی شخصیتوں کا ذکر کر دیا گیا ہے ادوار کے نام ہر دور کے ایسے صوفیاء کے نام پر رکھے گئے ہیں جنہوں نے تجوید و قراءت کی تعلیم و اشاعت کا کام کیا۔ اس تقسیم کا تصوف کے ادوار سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ تقسیم ہندوستان کے مختلف علاقوں میں فن تجوید قراءت کی تعلیم و ترویج و اشاعت کے ادوار کی تقسیم ہے۔ آپ تصوف و قراءت کے ادوار کا تقابل کریں تو دیکھیں گے کہ قراءت کی ابتداء و عروج کی تاریخیں تصوف کے ادوار کی تاریخوں سے مختلف ہوں گی۔

چہاردہ ادوار قرائے ہند

(باب ششم) (پہلے سات ادوار)

نمبر شمار	دور	علاقہ	زمانہ	مرکزی شخصیتیں
١	دورِ سہروردیہ	پنجاب و نواح دہلی	سنہ ٦١٤ھ سے سنہ ٧٣٥ھ تک	حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی راوی ہفت قرات
٢	دورِ چشتیہ	اجمیر۔ دہلی وسط ہند	سنہ ٥٧٥ھ سے سنہ ٩٠٠ھ تک	(١) خواجہ معین الدین چشتی (٢) خواجہ بختیار کاکی (٣) شیخ فرید گنج شکر (٤) خواجہ نظام الدین
٣	دورِ بلخیہ	بہار و بنگال	سنہ ٧٥٠ھ سے سنہ ٨٩١ھ تک	(١) مظفر شمس بلخی (٢) حسین شمس بلخی
٤	دورِ بخاریہ	گجرات	سنہ ٨٠٠ھ سے سنہ ١١٥٠ھ تک	(١) قطب عالم (٢) شاہ عالم
٥	دورِ قادریہ	اترپردیش و برہان پور	سنہ ٩٠٠ھ سے سنہ ١٢٩٦ھ تک	(١) علی متقی (٢) امیر نظام الدین کاکوروی (٣) شیخ عیسٰی جند اللہ
٦	دورِ عیدروسیہ	گجرات و دکن	سنہ ٩٢٥ھ سے سنہ ١١٠٠ھ تک	(١) سید شیخ عبد اللہ (٢) محمد عرب
٧	دورِ مجددیہ	پنجاب اترپردیش گجرات	سنہ ١٠٠١ھ سے سنہ ١٢٠٠ھ تک	(١) مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی

چہاردہ ادوار قراءِ ہند

باب ہفتم (دوسرے سات ادوار)

سلسلہ نمبر	دور	علاقہ	زمانہ	مرکزی شخصیتیں
۸	دورِ منوفیہ	اترپردیش و دہلی	سنہ ۱۰۵۰ھ سے سنہ ۱۲۵۰ھ تک	حضرت عبدالخالق منوفی
۹	دورِ عنایت اللہی	بالاپور۔ برار اورنگ آباد	سنہ ۱۰۶۰ھ سے سنہ ۱۳۰۰ھ تک	شاہ عنایت اللہ بالاپوری
۱۰	دورِ امام المدرسین	بیجاپور۔ ویلور بیدر، مدراس	سنہ ۱۰۸۰ھ سے سنہ ۱۳۴۵ھ تک	مولانا محمد حسین (۲) مولانا محمد غوث
۱۱	دورِ شجاعیہ	دکن	سنہ ۱۲۰۰ھ سے سنہ ۱۳۰۰ھ تک	شاہ شجاع الدین برہان پوری
۱۲	دورِ ولی اللہی	دہلی و نواح	سنہ ۱۱۵۰ھ سے سنہ ۱۲۵۰ھ تک	شاہ ولی اللہ دہلوی
۱۳	دورِ رحمانیہ	اترپردیش بنگال و بہار	سنہ ۱۲۵۰ھ سے سنہ ۱۳۷۵ھ تک	(۱) قاری عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی (۲) قاری عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی
۱۴	دورِ تونسیہ	دکن	سنہ ۱۳۱۰ھ سے سنہ ۱۳۷۵ھ تک	سید محمد التونسی (۲) عبدالحق مہاجر مکی

باب ششم

دورِ اول، دورِ سہروردیہ

زمانہ از ۶۱۴ھ تا ۷۳۵ھ

مرکزی شخصیت حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی

۱۳۲۔ ۶۱۴ھ میں مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی سے اس دور کا آغاز ہوتا ہے اور ۷۳۵ھ تک جاری رہتا ہے۔ اس دور کے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ابتداء ہی سے کمالِ فن کا ظہور ہو جاتا ہے مرکزی شخصیت بھی حضرت مخدوم صاحب جیسی عظیم المرتبت ہستی تھی۔ آپ کے والد کا نام وجیہہ الدین ابن کمال الدین والدہ کا نام بی بی راستی بنت حسام الدین ترمذی۔ آپ ۵۷۸ھ میں ملتان میں پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر تک ملتان میں تعلیم حاصل کی پھر بغرض تحصیلِ علم خراساں تشریف لے گئے۔ اسی عمر میں حافظ و قاری ہوئے۔ اور درس ہفت قراءت سیکھیں۔ اس کے بعد خوارزم بلخ۔ بغداد اور مدینہ منورہ کی شہرہ آفاق درس گاہوں میں رہ کر سند فضیلت حاصل کی۔ پانچ سال مدینہ منورہ میں رہکر حدیث سیکھی و سکھائی۔ غرض بلادِ اسلامیہ کے مشہور مدارس میں رہ کر معقولات و منقولات کی تکمیل کی۔ جب پورا تبحر ہو گیا تو آپ مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ وہاں سے بیت المقدس پہونچ کر انبیائے کرام کے مزارات کی زیارت کی۔ ساتھ ہی ساتھ بڑے بڑے بزرگان دین اور کاملین کی صحبتوں سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اس عمر میں آپ کی زندگی نہایت متقیانہ تھی جب آپ بغداد پہونچے توحید عالم۔ خوش آواز مقری۔ خوش بیان مفسر و متبحر محدث تھے۔ اس وقت شیخ شہاب الدین سہروردی رح کی شہرت و مقبولیت عام تھی۔ جب آپ ان کی خدمت میں پہونچے تو فرمایا "سفید باز آگیا۔ اس کے بعد مرید کر کے تھوڑے ہی عرصے میں خلافت عطا فرمائی۔ ۶۱۴ھ میں

آپ ملتان واپس آگئے۔ یہاں مقام کرنے کے بعد رفتہ رفتہ عظیم الشان مدرسہ۔ رفیع المنزلت خانقاہ۔ وسیع و عریض لنگر خانہ۔ پرشکوہ مجلس خانہ۔ عالی شان مساجد تعمیر کرائیں۔ چند ہی روز میں ملتان کے مدرسہ عالیہ نے ہندوستان کی مرکزی اسلامی یونیورسٹی کی حیثیت حاصل کر لی جس میں علوم منقول و معقول کی تعلیم ہوتی تھی۔ بڑے بڑے لائق و فاضل وحید العصر معلم و اساتذہ اس میں قرات و حفظ قرآن۔ تفسیر و حدیث ادب و انشاء فلسفہ و منطق، ریاضی و ہیئت کی تعلیم دیتے تھے خود مخدوم صاحب صدر مدرسہ تھے۔ نہ صرف پورے ہندوستان بلکہ عراق و حجاز و شام تک کے طلباء اس مدرسے میں زیر تعلیم تھے۔ طلباء کی وہ کثرت تھی کہ ہم عصر مدارس میں کہیں نہ تھی خصوصیت یہ تھی کہ کئی ہزار طلباء کو نہ صرف دونوں وقت کھانا ملتا تھا بلکہ کتابیں اور تمام سامان نوشت و خواند بھی دیا جاتا تھا۔ ان کے قیام کے لئے بہ کثرت اقامت خانے اور سینکڑوں حجرے بنے ہوئے تھے۔ اس جامعہ اسلامیہ نے بڑے بڑے علماء و فضلا پیدا کئے۔ ملتان کی شہرت کو فلک الافلاک تک پہونچا دیا۔ آج تصور میں بھی نہیں آسکتا کہ ایک پوری یونیورسٹی کے تمام کلی و جزی مصارف کی کفیل ایک ہستی ہو سکتی تھی۔

(۱۳۳) تعلیم کے ساتھ آپ طلباء کی تربیت۔ اصلاح اخلاق اور سیرت سازی کی طرف بھی توجہ فرماتے تھے۔ طلباء کے علاوہ ایک بڑی جماعت سالکین کی بھی خانقاہ میں رہتی تھی۔ جو ذکر و شغل و مجاہدات میں مصروف رہتی ان کی تربیت ہو جانیکے بعد ان کو خلافت دے کر جس مقام پر ضرورت ہوتی بھیج دیتے۔ ہر جمعہ کو جامع مسجد میں وعظ فرماتے جس کو سننے کے لئے دور دور سے لوگ آتے وعظ میں ایسا اثر ہوتا کہ لوگ چیخیں مار مار کر روتے۔

(۱۳۴) دولت و جائیداد کے کاروبار۔ مدارس و خانقاہ کے انتظامات ہدایت و ارشاد کی ذمہ داریوں اور مشغولیت کے باوجود آپ کی عبادت و اطاعت کی یہ حالت تھی کہ عشاء کے بعد شب میں دو رکعت قیام میں کبھی ایک اور کبھی دو قرآن مجید ختم کر دیتے۔ تہجد کی نماز کے بعد ہمیشہ تلاوت کے لئے بیٹھ جاتے۔ اور صبح کی نماز کے وقت قرآن ختم کر کے اٹھتے۔ رمضان میں آپ نے ایک مرتبہ عشاء کے بعد فرمایا کہ:-

"میرا دوست وہ ہے جو تمام رات میں دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں ایک قرآن پڑھے جو میں خود برسوں پڑھتا رہا ہوں"

یہ فرما کر آپ خود بھی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دو رکعتوں میں نہ صرف دو قرآن ختم کئے بلکہ

چارسی پارے اور پڑھے۔ سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ آپ کی خانقاہ قراء وحفاظ سے بھری رہتی تھی اور آپ ان کو اس طرح ترغیب دلا کر طاعت کے لئے آمادہ کرتے رہتے تھے ؎۱

و ۱۳۵ حضرت کی وفات ۶۶۶ھ میں ۸۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ آپ کے سات فرزند تھے سب علم و فضل سے آراستہ تھے۔ سب میں زیادہ قابل ذکر فرزند صدر الدین عارف تھے جو اچھے قاری و حافظ تھے۔ سالہا سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے آپ کی ایک کرامت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جس کو قرآن شریف پڑھاتے وہ جلد حافظ ہو جاتا۔ چنانچہ آپ کا ہفت سالہ بچہ کئی کئی پارے حفظ کر لیتا تھا۔ حضرت صدر الدین عارف کا انتقال ۶۸۴ھ میں ہوا۔ آپ کے مریدین میں مولانا علاء الدین بڑے محقق و فاضل اور جید قاری تھے۔ دن رات میں دو بار قرآن شریف ختم کرتے۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے داماد شیخ فخر الدین عراقی بھی حافظ و قاری تھے۔ ہمدان کے لوگ آپ کی خوش گلو کے شیفتہ تھے۔ ملتان میں ایک عرصہ گزار کر حج کو تشریف لے گئے۔ ۶۸۷ھ میں وہیں انتقال ہوا۔

و ۱۳۶ شیخ رکن الدین ابو الفتح حضرت زکریا ملتانی کے پوتے اور صدر الدین عارف کے فرزند تھے۔ دادا سے تربیت پائی تھی۔ حافظہ نہایت قوی تھا۔ حفظ و قراءت کی جلد ہی تکمیل کر لی۔ ان کی والدہ بی بی راستی جو حضرت صدر الدین عارف کی بیوی تھیں وہ بھی حافظہ و قاریہ تھیں۔ روزانہ ایک قرآن ختم کرتی تھیں۔ ان کا انتقال ۶۹۵ھ میں ہوا۔ حضرت رکن الدین عرصہ تک روزانہ ایک قرآن ختم کرتے رہے۔ دادا کی خانقاہ و مدرسہ والد کے بعد آپ ہی چلاتے رہے مدرسہ اسی آب و تاب سے چلتا رہا۔ ترکستان۔ ماوراء النہر۔ خراسان۔ ایران۔ عراق و دمشق و حجاز کے طلباء برابر آتے رہے۔ ۷۳۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

و ۱۳۷ بابا شرف الدینؒ اور بابا شہاب الدینؒ بھی سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ تھے جنہوں نے دکن میں علم و فضل کی شمعیں روشن کیں۔

(ب) شیخ جلال الدین سہروردیؒ بھی جید حافظ و قاری تھے۔ ملتان و دہلی ٹھہرتے ہوئے بدایوں گئے وہاں سے نکل کر پنڈ وعلاقہ بنگال میں سکونت اختیار کی۔ ۶۴۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

؎۱ ہفتاد اولیا از شاہ مراد سہروردی۔ حضرت بہاء الدین زکریا کے ارشادات بہت ہیں ان میں سے ایک یہ ہے "انسان ایک جسم رکھتا ہے۔ ایک روح اور پھر ایمان۔ بدن کی سلامتی قلت طعام میں ہے۔ روح کی سلامتی ترک گناہ میں اور دین کی سلامتی درود بھیجنے میں"

۱۳۸ و قاضی حمید الدین ناگوری بھی اچھے حافظ وقاری تھے۔ دو رکعت نفل تہجد میں اکثر ایک قرآن مجید ختم فرماتے۔ خواجہ بختیار کاکی کے استاد تھے۔ وفات ۶۴۳ھ میں واقع ہوئی

اس دور کی خصوصیات

۱۳۹ و دولت وامارت کے ساتھ احسان وتصوف کا ذوق اور اس میں کمال کسی اور دور میں ایسا نمایاں نظر نہیں آتا۔ جیسا اس دور میں تھا۔

(۲) بہت بڑے پیمانے پر مختلف ممالک کے طلباء نے علوم قرآنی۔ تفسیر۔ حدیث۔ و۔ فقہ وعلوم عقلی سے بہرہ حاصل کیا۔

(۳) تبلیغ وخدمت خلق کا کام بہت تیزی سے ہوا۔

(۴) اس دارالعلوم کے طلباء دور دور تک خدمت خلق کے لئے نکل گئے

(۵) عوام الناس میں خدا طلبی کا بڑا ذوق وشوق پیدا ہوا۔ ملتان میں یہ حالت بتائی جاتی تھی کہ گھروں کی بیویاں تو ایک طرف کنیزیں وخادمائیں تک چکی پیستے وقت ذکر الٰہی کرتی رہتی تھیں۔ ہر طرف سے اللہ اللہ اور قرآن کی صدائیں آتی تھیں۔

(۶) حضرت کی خانقاہ حفاظ وقراء سے بھری رہتی تھی۔ ان میں شب بیداری اور تلاوت سے شغف پیدا کرنے کے لئے حضرت بڑے موثر طریقے استعمال کرتے تھے۔

(۷) حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی نے انسانی زندگی کا مکمل پروگرام دیا ہے۔ کہ ہر انسان کو پہلے علم سیکھنا چاہئے۔ اس کے ساتھ سیاحت وسفر سے کاملین کی خدمت کرنی چاہئے۔ متاہلانہ زندگی اور اولاد کی تربیت کے ساتھ ساتھ خلق خدا کی خدمت کرنی چاہئے۔ پھر طلباء کو تیار کرکے اون سے کام لینا چاہئے۔ ایسی زندگی ہر مسلمان کے لئے شمع ہدایت ہے۔ آپ دن کو امور انتظامی میں مشغول رہتے اور پھر رات میں عبادت وتلاوت کرتے۔

ف ۱۴۰ ۔ اس ضمن میں قابلِ ذکر مریدین و خلفاء سلسلہ کے اسماء درج ذیل ہیں۔

شیخ شہابُ الدین سُہروردیؒ وفات ۶۳۰ھ

- قاضی حمید الدین ناگوری — حافظ و قاری — وفات ۶۴۳ھ
- شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی — قاری ہفت قراءت — وفات ۶۶۶ھ
  - فرزند: شیخ صدر الدین عارف
    - فرزند: شیخ رکن الدین ابو الفتح
    - خلیفہ: مولانا علاء الدین
  - داماد: شیخ فخر الدین عراقی
  - خلیفہ: شیخ جلال الدین
- شیخ جلال الدین تبریزی — حافظ و قاری — وفات ۶۴۲ھ
- دیگر خلفاء
  - (۱) شیخ فرید الدین عطارؒ
  - (۲) شیخ سعدی شیرازیؒ
  - (۳) بابا شرف الدینؒ
  - (۴) بابا شہاب الدینؒ

نقشہ ہندوستان

دورِ سہروردیہ ۶۱۸ھ تا ۷۳۵ھ میں
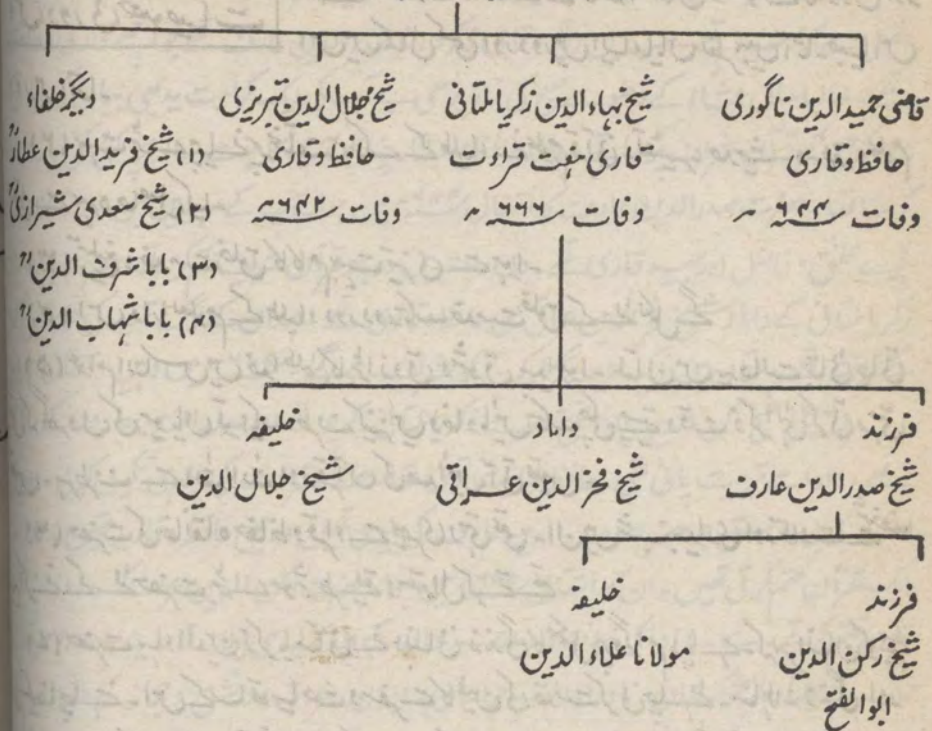
قرات کی وسعت

دورِ دوم :- چشتیہ

زمانہ :- از ۵۷۵ھ تا ۹۰۰ھ
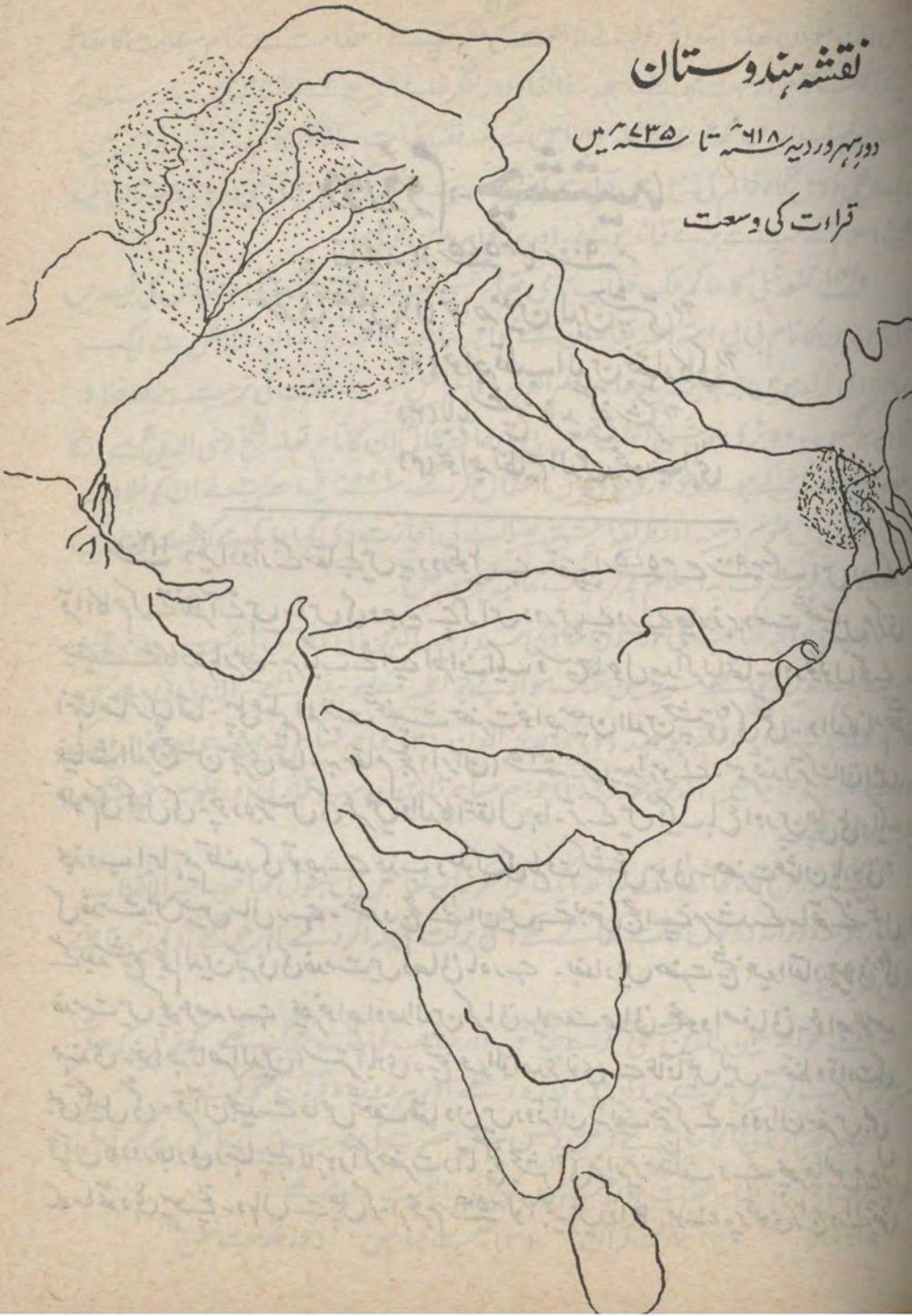
مرکزی شخصیتیں (۱) خواجہ معین الدین چشتی رح

(۲) خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح

(۳) باباشیخ فرید گنج شکر رح

(۴) خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی

ف ۱۴۰ دیگر ادوار کے مقابلے میں یہ دور طویل ہے۔ تقریباً ۵۷۵ھ سے ۹۰۰ھ تک اس دور کے قراء کام کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں پے در پے چار زبردست شخصیتیں مرکزی حیثیت سے کارفرما رہیں۔ ہر ایک نے اپنے اطراف ایک وسیع ماحول پیدا کر لیا تھا۔ اور لوگوں کو بے انتہا متاثر کیا تھا۔ پہلی عظیم المرتبت شخصیت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح کی تھی۔ والد کا نام خواجہ غیاث الدین حسن سنجری تھا۔ بہ مقام سنجر (ایران) ۵۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ سمرقند (ترکستان) میں علوم کی تکمیل کی۔ چودہ برس کی عمر میں والد کا انتقال ہوا۔ ترکے میں ایک باغ اور پن چکی ملی۔ ایک مجذوب ابراہیم قلندر کی توجہ سے جذب و سلوک کی طرف کشش ہوئی۔ حضرت عثمان ہارونی رح کی خدمت میں بیس سال رہے۔ متعدد حج کئے ان میں سے بعض حج اپنے مرشد کے ساتھ کئے۔ تکمیل کے بعد شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں ڈھائی ماہ رہے۔ بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی خدمت میں کچھ عرصہ رہے پھر خواجہ اوحدالدین کرمانی۔ یوسف ہمدانی۔ محمود اصفہانی۔ خواجہ ابوسعید مہندی۔ خواجہ ناصرالدین استرآبادی۔ شیخ عبدالواحد غزنوی سے ملاقاتیں کیں۔ حفظ و قراءت کی بھی تکمیل کی۔ قرآن مجید سے خاص شغف تھا دن میں دو قرآن شریف ختم کرتے۔ دوران سفر میں بھی قرآن کا دور جاری رہتا پہلے لاہور آکر حضرت داتا گنج بخش رح کی مزار پر معتکف رہے۔ پھر چالیس مریدوں کے ساتھ دہلی پہنچے۔ وہاں سے چل کر ۱۰ محرم ۵۶۱ھ کو اجمیر میں داخل ہوئے۔ پرتھوی راج رائے پتھورا

اس وقت حکمران تھا۔ ابتداءً راجہ نے مزاحمت کی مگر آپ نے استقامت سے تمام مشکلات کا مقابلہ کیا۔ آخر سب کام درست ہو گئے۔ مسجد۔ خانقاہ اور لنگر خانے تعمیر ہوئے۔ ۵۸۶ھ میں ہندوستان پر سلطان شہاب الدین محمد غوری کا حملہ ہوا۔ اس کے بعد فضا نہایت سازگار ہو گئی۔ آپ نے اجمیر میں ایک اچھی درس گاہ قائم کی۔ جس میں قرات، تفسیر، حدیث و فقہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ ہندوستان میں آپ اسلام کے سب سے بڑے قائد ہوئے۔ اور جا بجا مریدین کو بھیجا۔

(۱۴۱) قلعہ ٹیلی کا حاکم ملک خطاب نامی تھا۔ کسی معرکہ میں ایک راجہ کی دختر اس کی قید میں آئی تھیں ان کا نام بی بی امتہ اللہ تھا۔ ان سے خواجہ صاحب کا عقد ہوا۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادی تولد ہوئیں جو نہایت پارسا۔ صائم الدہر و قائم الیل تھیں۔ حضرت کی تربیت سے حافظ و قاریہ ہو گئیں۔ وہ بڑی خوش الحان تھیں بی بی حافظ جمالؒ ان کا نام تھا۔ شیخ رضی الدینؒ سے انکا عقد ہوا۔ دو لڑکے ہوئے جو خوردسالی میں انتقال کر گئے۔ ۵۹۹ھ میں حضرت نے ان کو خلافت دے کر خواتین میں علوم دینیہ اور طریقۂ چشتیہ پھیلانے کی اجازت دی کہا جاتا ہے کہ بہت سی عورتیں آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو کر مراتب عالیہ پر پہونچیں۔

(ب) خواجہ صاحبؒ کی دوسری شادی سید وجیہہ الدین کی دختر بی بی عصمت سے ہوئی۔ سید وجیہہ الدین چچا تھے سید حسین خنگ سوار کے جو اجمیر کے صوبیدار تھے۔ ان بی بی سے تین فرزند تولد ہوئے (۱) خواجہ ابوسعید (۲) خواجہ فخر الدین (۳) خواجہ حسام الدین۔ خواجہ فخر الدین کے دو بیٹے تھے (۱) خواجہ معین الدین خورد و (۲) خواجہ حسام الدین یہ سب قاری اور علوم دینیہ کے جید عالم تھے۔

(۱۴۲) درس گاہ خانقاہ کے ساتھ ایک بڑا لنگر خانہ تھا جس میں بقول صاحب سیر الاقطاب کئی ہزار افراد روزانہ دونوں وقت کھاتے تھے اتنی برکت تھی کہ اگر دگنے اور چوگنے آدمی بھی آجاتے تو کمی نہ پڑتی۔

(۱۴۳) خواجہ معین الدین چشتیؒ بڑے جفاکش اور صاحب مجاہدات بزرگ تھے کہتے ہیں کہ حضرت ستر برس شب کو نہیں سوئے۔ دن میں روزہ رکھتے اور ہر روز دو قرآن ختم کرتے۔

خواجہ بختیار کاکیؒ کا بیان ہے کہ میں دس سال حضرت کی خدمت میں رہا میں نے کبھی حضرت کو خفا ہوتے نہیں دیکھا۔ حضرت چار چیزوں کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

(۱) نماز (۲) تلاوت قرآن (۳) صحبت صالحین (۴) خدمت خلق

چنانچہ حضرت کے اقوال نمونتاً پیش ہیں۔ فرمایا:۔

(۱) "بندے کو نماز میں قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے یہ بات اس حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے کہ نماز مسلمان کی معراج ہے۔ نماز ایک راز ہے جس کو بندہ اپنے پروردگار سے عرض کرتا ہے۔ پس جس قدر اطمینان وحضوریٔ قلب ومشغولی نماز میں ہوتی ہے اسی قدر قرب الٰہی حاصل ہوجاتا ہے۔"

(۲) فرمایا:۔ "جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اس کو چار چیزیں ملتی ہیں

(الف) اس کے نامۂ اعمال میں دو ثواب لکھے جاتے ہیں۔

(ب) دس برائیاں دور ہوتی ہیں۔

(ج) آنکھ کی روشنی زیادہ ہوتی ہے۔

(د) وہ آنکھ کبھی دنیا کی مصیبت میں مبتلا نہیں ہوتی۔"

(۳) فرمایا:۔ "سورہ فاتحہ تمام بیماریوں کے لئے دوا ہے۔ جب کوئی بیمار کسی دوا سے اچھا نہیں ہوتا تو صبح کے فرض اور سنتوں کے درمیان بسم اللہ کے ساتھ اکتالیس بار سورہ فاتحہ پڑھ کر مریض پر دم کرے مگر صدق دل سے۔ انشاء اللہ شفائے کلی حاصل ہوگی۔"

(۴) یہ سورۂ فاتحہ روائے حاجت اور دفع مشکلات کے واسطے اس طریقے سے پڑھی جاتی ہے کہ بسم اللہ کے الرحیم کے میم کو الحمد کے لام سے ملا دیا جائے اور آخیر میں تین مرتبہ آمین آہستہ آہستہ کہی جائے۔"

(۵) نیز فرمایا:۔ "سورہ الحمد میں سات آیتیں ہیں۔ اس کا پڑھنے والا سات چیزوں سے نجات پاتا ہے:۔ (۱) ثبور (۲) جہنم (۳) زقوم (۴) شقاوت (۵) ظلمت (۶) فراق (۷) خواری۔"

(۶) نیز فرمایا:۔ "سورہ فاتحہ انصرام مہمات کے لئے بہت مفید ہے۔ اس سے بہتر عمل، حاجت روائی کے لئے نہیں ہے۔"

(۷) نیز فرمایا:۔ "صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ جس کو جو حاصل ہوا فیضِ صحبت ہی سے ہوا۔"

(۸) نیز فرمایا۔ بغیر خدمت و محنت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جب کوئی فرد مسلم غربت یا ذلت میں گرفتار ہوتا ہے تو وہ گونہ قربت الٰہی رکھتا ہے۔ اس کی حاجت روائی میں مدد کرنی

عین عبادت و موجب خوشنودی باری تعالےٰ ہے۔"

۱۴۴ خدمت خلق کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کی کاربرآری میں مدد فرماتے ایک عجیب وغریب واقعہ صاحب وقائع لکھتے ہیں کہ

"حضرت کے آخری زمانے میں ایک کاشت کار نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ:۔ اجمیر کے حاکم نے میرے کھیت ضبط کر لئے ہیں اور کہتا ہے کہ جب تک فرمان شاہی نہ ہوگا کھیت تجھے نہیں ملیں گے۔ چونکہ میری روزی کا یہی ایک ذریعہ ہے اس لئے میں سخت پریشان ہوں اگر آپ خواجہ بختیار کاکیؒ کو ایک خط لکھ دیں تو سلطان التمش سے کہکر فرمان جاری کرا سکتے ہیں۔

حضرت نے ذرا غور کیا اور جواب دیا کہ اچھا میں تیرے ساتھ دہلی چلتا ہوں۔ کاشت کار بے انتہا خوش ہوا۔ حضرت کو لے کر دہلی پہونچا۔ جب حضرت نواح دہلی میں پہونچے تو خواجہ بختیار کاکیؒ کا ایک مرید حضرت کو پہچان کر دوڑا ہوا گیا اور حضرت بختیار کاکیؒ کو اطلاع دی۔ حضرت بختیار کاکیؒ کو خواجہ صاحبؒ کی اس بلا اطلاع آمد پر تعجب ہوا کیوں کہ دستور یہ تھا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ حضرت بختیارؒ کو اپنی آمد کی اطلاع دیا کرتے تھے اور حضرت بختیار کاکیؒ شاہ التمش کو اطلاع دیتے۔ دونوں دہلی سے باہر جا کر استقبال کرکے خواجہ صاحبؒ کو لاتے۔ اس خلاف دستور آمد کی وجہ تشویش ہوئی۔ بہرحال فوراً ہی بادشاہ کو خبر کی۔ دونوں نے استقبال کر کے حضرت کو ان کی فرودگاہ پر چھوڑا بادشاہ کے جاتے ہی خواجہ بختیار کاکیؒ نے اپنی تشویش کا اظہار کیا تو خواجہ صاحبؒ نے فرمایا کہ:۔

"تشویش کی کوئی بات نہیں ہے ایک غریب کاشت کار کے لئے شاہی فرمان لینا تھا اس لئے میں اس کے ہمراہ آگیا۔"

"خواجہ بختیار کاکیؒ نے یہ کہا کہ یہ کونسی بڑی بات تھی آپ کا ایک مکتوب آجاتا تو کافی تھا سب کام بن جاتے۔ تکلیف فرمائی کی کیا ضرورت تھی۔"

اس کے جواب میں حضرت خواجہ صاحب نے جو فرمایا وہ سرمایہ ہدایت ہے

"ہر فرد مسلم زمانہ ذلت وعزت میں اللہ تعالےٰ سے گونہ قربت رکھتا ہے۔ اس کے رنج میں شریک ہونا اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کا سبب ہوتا ہے جب اس شخص نے اپنے واقعات بیان کئے تو میں نے غور کیا اور مجھے ایسا ہوا کہ یہ شخص داخل واجب الامداد ہے اس کے

رنج میں شریک ہونا عین عبادت ہے پس میں خود یہاں تک آگیا۔ قدم قدم پر جتنا یہ شخص خوش ہوتا تھا اتنا ہی ثمرہ مجھ کو ملتا تھا۔ یہ ثواب اجمیر میں بیٹھ کر عبادت کرنے سے ہرگز حاصل نہ ہوتا۔"
غور کرنے کا مقام ہے کہ صائم الدہر اور قائم اللیل انسان یہ کہتا ہے کہ میرے قیام اجمیر کی عبادتیں اس خدمتِ خلق کے مقابلے میں فضیلت نہیں رکھتیں ؎

خدمت از رسم و رہ پیغمبری ست　　مزد خدمت خواستن سوداگری ست

و۱۴۵ خواجہ صاحب کی وفات ۶۳۳ھ میں واقع ہوئی۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

و۱۴۶ دوسری زبردست مرکزی حیثیت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی تھی۔ والد کا نام خواجہ سید کمال الدین۔ وطن اوش تابع فرغانہ (ترکستان) ولادت ۵۸۲ھ۔ ڈھائی سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ عسرت و تنگ دستی میں گزارنے لگے۔ آپ کی والدہ بڑی نیک اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ نصف قرآن حفظ تھا۔ تلاوت کے وقت بچے کو پاس بٹھا لیتیں۔ اس سے حضرت کو قرآن شریف سے خاص مناسبت ہو گئی۔ بسم اللہ کے بعد قرآن شریف قاضی حمید الدین ناگوری سے پڑھا اور بہت جلد حافظ ہو گئے۔ تلاوت سے خاص شغف رہا۔ جب آیات خوف و ہراس پر پہونچتے تو روتے روتے بے ہوش ہو جاتے۔ جب آیاتِ رحمت پڑھتے تو تبسم فرماتے اور وجد کرنے لگتے۔ جذب و سکر کا عالم ہمہ وقت طاری رہتا (آداب المریدین)۔ تکمیل علم کے بعد آپ بغداد تشریف لے گئے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ اوحد الدین کرمانی۔ شیخ محمود اصفہانی سے ملے پھر ان ہی بزرگوں کے سامنے خواجہ معین الدین چشتیؒ سے بیعت ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد خلافت لی۔ اولیائے کبار کی زیارت کے لئے چلے گئے۔ سفر کرتے ہوئے ملتان پہونچے۔ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے پاس قیام کیا۔ اس وقت شیخ جلال الدین تبریزی بھی ملتان میں تھے۔ تینوں بزرگوں میں خاص دوستی اور محبت ہو گئی۔ جو پروگرام رشد و ہدایت کا ان بزرگوں نے ملتان میں بیٹھ کر بنایا اس کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ مگر بعد کی زندگیاں بتلاتی ہیں کہ ان تینوں نے بڑے بڑے کام انجام دیے۔ یہ تینوں بزرگ قرآن مجید کے حافظ و قاری تھے سلوک بالقرآن کو تقرب خداوندی کا ذریعہ بنایا۔ ملتان سے نکل کر خواجہ بختیارؒ اپنے مرشد سے ملنے دہلی آئے۔ سلطان نے آپ کا استقبال کیا۔ بڑے احترام سے لے جا کر ٹھہرایا۔ حضرت بختیار کاکیؒ نے پیر و مرشد کو دہلی سے خط لکھا اور ملنے کی تمنا ظاہر کی۔ مگر خواجہ صاحب نے آپ کو دہلی ہی میں ٹھہرنے کی ہدایت کی۔ اور سلطان التمش نے بھی درخواست کی کہ حضرت دہلی ہی میں قیام فرمائیں۔ آپ کے درس و تدریس

تعلیم وتلقین کے لئے مسجد اعزالدین تجویز کی لاڈو سرائے کے جنگل میں اس کے نشانات موجود ہیں۔ آپ وہاں تعلیم وتلقین میں مصروف ہو گئے۔ آپ کو تلاوت سے خاص شغف تھا۔ دن رات میں دو قرآن شریف ختم فرماتے سلطان التمش آپ کا مرید وخلیفہ تھا۔ دربار کے بہت سے امراء آپ کے مرید ہو گئے۔ مولانا بدرالدین غزنوی بھی آپ کے مرید تھے۔

و ۱۴۷ مورخین سلطان التمش کے متعلق لکھتے ہیں کہ ظاہر میں تو بادشاہ تھا۔ مگر دل درویشوں کا رکھتا تھا۔ اس کا طریقہ تھا کہ کم کھاتا۔ کم سوتا۔ تمام شب بیدار رہتا۔ اپنے کام کے لئے کسی غلام یا نوکر کو تکلیف نہ دیتا۔ رات کو ڈول اپنے پلنگ کے نیچے رکھتا۔ نماز تہجد کے لئے جب اٹھتا تو خود پانی بھر لیتا تاکہ کسی کے آرام میں خلل نہ ہو۔ آخر شب میں گدڑی اوڑھ کر شہر میں گشت کرتا۔ جس کو تکلیف میں دیکھتا رفع کرتا۔ علماء وصلحا کو بہت کچھ دیتا۔ بسا اوقات روپے تھیلیوں میں بھر کر پوشیدہ طور سے انکے گھروں میں پھینک دیتا۔ اسی قدر دانی کی وجہ سے اس کے زمانہ میں بڑے بڑے علماء دہلی میں موجود تھے۔ سلطان بلبن کہا کرتا تھا کہ دربار التمش میں جو ہجوم علماء کا دیکھا تھا کبھی ویسا ہجوم دوسری جگہ دیکھنے میں نہیں آیا۔

و ۱۴۸ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ مولانا بدرالدین غزنوی اور قاضی حمیدالدین ناگوری میں مخلصانہ دوستانہ مراسم تھے۔ ایک مرتبہ یہ تینوں بزرگ رمضان میں جامع مسجد میں معتکف ہوئے روزانہ دو قرآن شریف ختم کرتے ایک شام کو یہ طے ہوا کہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن شریف پڑھا جائے۔ قاضی حمیدالدین ناگوری کو امام بنایا۔ آپ نے پہلی رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھا اور دوسری رکعت میں اور چار پارے پڑھے اس کے بعد تینوں نے دعا کی کہ

"اے اللہ ہم نے یہ کام آپ کی خوشنودی کی خاطر کیا ہے تاکہ آپ ہم سے راضی ہو جائیں۔"

غرض اس زمانے کی قرآن خوانی کا یہ حال تھا۔

و ۱۴۹ آپ کسی کے تحفے تحائف قبول نہ فرماتے۔ گھر میں کچھ نہ ہوتا تو آپ مع عیال واطفال و خدام کے بھوکے رہتے۔ مگر اس حالت میں بھی تلاوت جاری رہتی (راحت القلوب)

ایک شعر پر ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ؎ ہر زمان از غیب جانِ دیگر ست

وجد آگیا تین روز تک کیفیت طاری رہی۔ اسی میں انتقال ہوا۔

تاریخ وفات ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ ہے۔

باباشیخ فریدگنج شکرؒ

ف ۱۵۰ تیسری عظیم المرتبت شخصیت باباشیخ فرید گنج شکرؒ کی تھی۔ آپ کے دادا شیخ شعیب اہل و عیال کو لے کر کابل سے لاہور آئے۔ چوں کہ عالم فاضل تھے۔ قاضی مقرر ہوئے۔ ان کے بعد آپ کے والد شیخ سلیمان بھی قاضی مقرر ہوئے۔ آپ کی والدہ بھی بزرگ اور صاحب ولایت تھیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ

"والدۂ شیخ بسے بزرگ و مستجاب الدعوات بود"

آپ ۵۶۹ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں قرآن مجید تجوید سے پڑھنا سیکھا تھا۔ ایک روز شیخ فرید مسجد میں بیٹھے پڑھ رہے تھے کہ حضرت بختیار کاکیؒ وہاں تشریف لائے۔ شیخ فرید ان کے مرید ہوگئے۔ حضرت بختیار کاکی نے فرمایا کہ تکمیل علوم کے بعد میرے پاس آنا۔ مرشد کے حکم کی تکمیل میں آپ قندھار گئے وہاں سے بغداد کے دارالعلوم میں ایک مدت تک علوم حاصل کرتے رہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ بہاءالدین حموی، شیخ اوحدالدین کرمانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد ملتان آکر شیخ بہاءالدین ذکریا ملتانی کے پاس قیام کیا۔ وہاں سے اپنے شیخ کے پاس دہلی آئے بڑی ریاضتیں کیں۔ یہاں جب خواجہ معین الدین چشتیؒ اپنے خلیفہ بختیار کاکیؒ سے ملنے آئے اس وقت آپ بہت نحیف ہو گئے تھے۔ تعظیم کے لئے بہ مشکل کھڑے ہوئے اس وقت خواجہ صاحبؒ نے خاص توجہ فرمائی بختیار کاکیؒ سے بھی سفارش کی اور دونوں نے اسی جلسہ میں آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ وہاں سے آپ اجودھن تشریف لے گئے۔ غیاث الدین بلبن آپ کا بہت معتقد تھا۔ ایک روز دعا کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا دل میں خیال گزرا کہ سلطان وقت لاولد ہے کیا اچھا ہو کہ حضرت کی دعا سے بادشاہی مل جائے بولنے کا موقع تو نہ تھا مگر حضرت نے اس کے مافی الضمیر پر اطلاع پاکر فرمایا۔

فریدوں فرخ فرشتہ نبود ٭ زمشک و زعنبر سرشتہ نبود
زداد و دہش یافت او نیکوئی ٭ تو داد و دہش کن فریدوں توئی درایں

ف ۱۵۱ مصنف سیرالاولیاء لکھتے ہیں کہ:۔

"آپ کو قرآن مجید سے بے حد شغف تھا۔ اپنے خاص مریدوں کو بہت دلکش انداز میں قرآن پڑھاتے تھے"۔ آپ کے خلیفہ سلطان المشائخ کے ملفوظات میں درج ہے کہ:۔

"حضرت بڑی فصاحت سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ ف ادکی ادائی ایسی تھی کہ تقلید و کوشش کے باوجود میں ایسی ادائی پر قادر نہ ہوسکا"

حضرت سلطان المشائخ کی خواہش پر حضرت شیخ فرید ان کو ہر جمعہ کو درمیان جمعہ و عصر

درس تجوید دیا کرتے تھے اس طرح ایک منزل ختم کی۔ ان شہادت سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ فریدؒ نہ صرف قاری تھے بلکہ مقری بھی۔ قرآن مجید کو صحت سے پڑھنے کی اہمیت ان بزرگوں کے عمل سے ظاہر ہوتی ہے کہ کثیر المشاغل ہونے کے باوجود اپنے مریدین کو تجوید و قراءت سکھلانا ضروری سمجھتے تھے۔ مریدین بھی بڑی عمر میں صحت تلاوت اور قراءت سیکھنے کو عار نہیں سمجھتے تھے۔

و۱۵۲ حضرت سلطان المشائخ کے بیان کے مطابق حضرت شیخ فرید گنج شکر کی خانقاہ حفاظ وقراء سے بھری رہتی تھی۔ آپ اکثر طالبین کو سلوک بالقرآن پر لگا دیتے تھے۔ بابا صاحب کے شغف قرآنی کی یہ حالت تھی کہ بچانوے سال کی عمر میں بھی تراویح میں قرآن سنتے رہے جب کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر سننے لگے۔ ہر مرید کو قرآن شریف حفظ کرنے اور تجوید سیکھنے کی تاکید فرماتے رہتے۔ چنانچہ سلطان المشائخ کو تجوید جس طرح سکھلائی وہ آپ سن چکے۔ حفظ کے لئے بھی وصیت کی۔ ۲۵ جمادی الاول ۶۶۹ھ کو اپنا لعاب دہن سلطان المشائخ کے دہن میں ڈالا تاکہ وہ حافظ ہو جائیں حفظ قرآن آسان ہونے کے لئے ایک تدبیر بھی بتاتے تھے کہ پہلے سورہ یوسف کو یاد کیا جائے تاکہ اللہ تعالےٰ اس کی برکت سے پورا حافظ بنا دے۔

و۱۵۳ جامع مسجد کے قریب ہی ایک مکان بنا لیا تھا مگر زیادہ تر وقت مسجد ہی میں گزرتا تھا۔ وسیع لنگر خانہ جاری کر دیا تھا جس سے ہزارہا مخلوق فیض اندوز ہوتی تھی۔ فتوحات بہت زیادہ تھیں۔ نذرانے بہت ملتے تھے مگر سب مساکین پر تقسیم ہو جاتے۔ آپ کے گھر میں ہمیشہ تنگی و فاقہ ہی رہا۔ بابا صاحب روزے بہت رکھتے تھے۔ بعد افطار ہر قسم کا کھانا سامنے آتا سب دوسروں کو کھلا دیتے خود بہت کم ہاتھ ڈالتے۔ اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں عار نہ تھا۔ ایک مرتبہ خود پیس کر روٹیاں پکائیں اور درویشوں کے لئے لے آئے۔ حضرت زکریا ملتانی سے بہت دوستی تھی۔ آمد و رفت رہتی تھی۔ نہایت کریم النفس متواضع۔ خلیق اور رحم دل بزرگ تھے۔ استغراق کی کیفیت طاری رہتی۔ تبلیغی مقاصد ہر وقت آپ کے پیش نظر رہتے۔ آپ کی خانقاہ سے ہزارہا بزرگ نکل کر اطراف عالم میں پھیلے اور ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ حضرت کے اقوال میں سے بعض یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

(الف) تلاوت سے بہتر اور افضل تر کوئی عبادت نہیں۔ کلام پاک کی تلاوت سے بندہ اللہ تعالےٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں ہو سکتی۔

(ب) اللہ تعالےٰ سے اپنا معاملہ درست رکھنا چاہئے وہ جب دیتا ہے تو کوئی چھین نہیں سکتا اور جب وہ لے لیتا ہے تو کوئی دلا نہیں سکتا۔ (یہ دونوں حدیثوں کی ترجمانی ہے)

(ج) فرمایا۔ جو شخص دنیا کو دشمن بنانا چاہے وہ تکبر اختیار کرے۔ جو اپنی عزت و اعتبار کھونا چاہے وہ غمازی اور دروغ گوئی اختیار کرے۔

(د) فرمایا" درویش کو چاہئے کہ ظاہر کی تزئین و آرائش میں ساعی نہ ہو اور دنیوی عزت کے لئے خود کو اللہ تعالےٰ کے سامنے بے قدر نہ بنائے۔

(ھ) فرمایا:" سائل کو ہرگز نہ جھڑک۔ جو میسر ہو دے دے۔ نہ ہو تو نرمی سے منع کر دے۔ برا بھلا نہ کہے (یہ آیت کی ترجمانی ہے)

ف۱۵۴ تاریخ وفات میں قدرے اختلاف ہے ماہ محرم ۶۶۶ھ یا ۶۶۷ھ میں وفات ہوئی۔

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی

ف۱۵۵ یہ وہی رفیع الشان ہستی جو مرکزی شخصیت رکھتی تھی وہ خواجہ نظام الدین کی تھی۔ والد کا نام خواجہ احمد۔ ابن خواجہ سید علی ابن سید احمد۔ دادا سید علی بخارا سے ہندوستان آئے۔ ایک مدت تک لاہور میں رہے وہاں سے بدایوں منتقل ہوئے۔ یہاں حضرت کے والد کی شادی بی بی زلیخا سے ہوئی یہ بی بی بڑی نیک۔ عابدہ و زاہدہ تھیں۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے

"بی بی زلیخا متقی و پرہیزگار بود"

آپ کا شمار ان چند خاتونیں میں ہے جنہوں نے اپنی اولاد کی پرورش بڑی خوبی سے کی۔ کم سنی میں والد کا انتقال ہوگیا والدہ نے پرورش کی چار سال کی عمر میں آپ کو مکتب بھیجا گیا قرآن شریف پڑھنے کے بعد بارہ سال کی عمر تک علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی۔ حضرت نے تجوید حضرت شادی مقری سے سیکھی اس کے بعد تکمیل علوم کے لئے دہلی بھیجا گیا۔ یہاں ادب و حدیث کی سند شمس الملک سے لی۔ ۶۵۵ھ میں اجودھن حاضر ہو کر حضرت شیخ فرید گنج شکر سے بیعت کی اس وقت خانقاہ حفاظ و قراء سے بھری رہتی تھی۔ بابا صاحب کو قرآن مجید سے بے حد شغف تھا۔ اکثر مریدین کو سلوک بالقرآن پر لگاتے تھے۔ خود بھی قرآن شریف پڑھتے یا سنتے رہتے تھے۔ سلطان المشائخ کو خود تجوید سکھلائی اور حفظ کی تکمیل کے لئے وصیت کی۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ لعاب دہن ڈال کر دعا کی کہ اللہ تعالےٰ حافظ کر دے۔ کلام اللہ کے حفظ کی وصیت کے بعد فرمایا:۔

"نظام! دین و دنیا ترا دادہ اند۔ این جا ہمہ این ست"

اشارہ تھا قرآن شریف کی طرف کہ اس سلسلہ چشتیہ میں دینی و دنیوی دولت سب کچھ قرآن ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں:۔

"بر و ملک ہند بگیر"

مولانا مناظر احسن صاحب اس کی یہ تعبیر فرماتے ہیں کہ قرآن ایک ہتھیار تھا جسے دیکر بشارت دی جاتی ہے کہ اس سے ہندگیری کی مہم سر کی جائے۔

و ۱۵۶ ان بشارتوں کے ساتھ بابا شیخ فرید نے آپ کو خلافت دے کر دہلی روانہ کیا۔ دہلی آنیکے بعد سلطان المشایخ کا پہلا کام یہ تھا کہ مرشد کے ارشاد کی تعمیل میں حفظ قرآن کی تکمیل کر لی گو اس زمانہ میں عسرت و تنگ دستی و فاقے سے سابقہ پڑا۔ مگر حضرت نے صبر و استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ رفتہ رفتہ رزق کے دروازے کھلے۔ ہجوم خلائق بڑھتا گیا۔ لنگر خانہ قائم ہوا۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے لئے باقاعدہ مشن بھیجے۔ دور دراز علاقوں میں اسلام پھیلایا۔

و ۱۵۷ آپ نے تجوید و قراءت کئی بزرگوں سے سیکھی تھی۔ پہلے استاد شادی مقری تھے دوسرے استاد شیخ شہاب الدین دہلوی تھے۔ تیسرے استاد خود بابا شیخ فرید تھے۔ تلاوت کے ساتھ اچھے قراء سے قرآن سننے کا بہت شوق تھا۔ جہاں کہیں اچھے قاری کی تعریف سنتے پہونچ جاتے۔ اس کی قراءت سنتے۔ چنانچہ قاری شرف الدین کی تعریف سنی تو جاکر ان کی قراءت سنی اور بعد میں فرمایا۔

"اچھے قاری ہیں۔ ترتیل سے پڑھتے ہیں۔ حروف اچھی طرح مخارج سے ادا کرتے ہیں۔"

قاری دولت یار خاں سنامی کی بھی تعریف کرتے تھے۔ قاری خواجہ شہاب الدین کو خوش الحانی کی وجہ سے اپنی مسجد کا امام مقرر کیا۔ ان کی آواز بڑی دلکش تھی۔ حضرت نے کئی یاران کو انعامات دیئے۔ اپنے بھانجوں کو بھی تاکید کی کہ ان سے تجوید و قراءت سیکھیں۔ مریدین بھی ان سے درس لیتے تھے۔

و ۱۵۸ مولانا علاء الدین نیلی حضرت کے مرید تھے۔ بڑے خوش الحان قاری تھے۔ ایک مرتبہ مولانا عشاء کے وقت آئے تو معلوم ہوا کہ جماعت ہو چکی ہے۔ نماز پڑھنے کا قصد کیا تو اور لوگوں نے بھی اقتدا کی۔ سلطان المشایخ اس وقت بالاخانے پر جا چکے تھے مگر مولانا نیلی نے خوش الحانی سے پڑھنا شروع کیا تو غور سے سنا اور بڑا ذوق ہوا۔ وہیں سے سنتے رہے۔ پھر اپنے خاص خادم اقبال سے فرمایا

"میرا یہ مصلیٰ لے جاکر اس خوش الحان کو دے دو۔"

اقبال نے تعمیل کی۔ مولانا نیلی نے بڑے احترام سے مصلیٰ سر پر رکھا اور چوما

غرض حضرت نے تجوید و قراءت و قرآن خوانی کا بڑا اچھا ماحول بنا لیا تھا۔

و ۱۵۹ سلطان المشایخ کے دستر خوان کا یہ دستور تھا کہ کھانا شروع ہونے سے پہلے کوئی قاری خوش الحانی سے قرآن مجید کی چند آیتیں سناتا۔ عموماً یہ خدمت بابا شیخ فرید گنج شکر کے نواسوں حافظ محمد

اور حافظ موسیٰ کے سپرد تھی۔ یہی دونوں بھائی نمازیں بھی امامت کرتے تھے آوازیں بلا کا درد تھا کہ
ہے کہ کھانے سے پہلے جب قرآن پڑھا جاتا تو سلطان المشائخ کی زبان سے مسلسل "رحمت باد۔ رحمت باد"
کے الفاظ بے اختیار نکلتے۔ کبھی کبھی خواجہ عزیزالدین جو حافظ و قاری تھے دعائے مائدہ پڑھتے تھے۔
عزیزالدین بیمار ہوئے اور طویل علالت کے بعد انتقال ہوا۔ مرض الموت میں جس کا سلسلہ دو تین
روز رہا ایک ساعت بھی لب مبارک تلاوت کلام اللہ سے ساکت نہ ہوئے

"ہمدریں زحمت برحمت بیوست"

ف ۱۶۰ "سلطان المشائخ کو قرآن کے ساتھ اتنا غیر معمولی شغف تھا کہ اگر ان کے بس میں ہوتا تو
آپ اپنے ہر مرید پر حفظ قرآن لازمی قرار دے دیتے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہر شخص کے لئے یہ کام آسان
نہ تھا۔ تاہم ان کی یہ کوشش تھی کہ جس سے جتنا ممکن ہو سلوک بالقرآن کے لئے قرآن زبانی یاد
کرے۔ حسن اعلائے سنجری شاعر ہونے کے علاوہ ایک بڑے فوجی افسر بھی تھے۔ ان کی مصروفیت
کا یہ عالم تھا کہ ان ہی فوجی خدمات کے سلسلے میں دولت آباد بھی آنا پڑا جو اس وقت دیوگیر کہلاتا
تھا۔ اور یہیں آپ کا مزار ہے۔ آپ کی عمر کافی ہو چکی تھی جب شرف بیعت سے سرفراز ہوئے۔ تو
حسن اعلا کو حکم تھا کہ ذوق شعری کو کم کر کے ذوق قرآنی کو اپنے اوپر غالب کریں۔ جب ان پر یہ ذوق
غالب ہو گیا تو پھر ان ہی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سن رسیدہ مرید کو آپ نے حفظ قرآن
میں لگا دیا۔ آپ ان سے دریافت فرماتے رہتے

"چہ قدر یاد کردہ"

جواب دیتے کہ ایک ثلث ہو چکا ہے۔

ارشاد ہوتا کہ باقی بھی تھوڑا تھوڑا یاد کرتے جاؤ۔ اور

"پیشینہ را مکرر می کن"

اگر کوئی شخص ایک ایک دو دو آیتیں روزانہ یاد کرتا جائے اور ان کے معنے اپنے اندر گھلاتا جائے
تو اللہ تعالےٰ کے اس علم مقدس سے سینے میں بتدریج جو روشنی پیدا ہوتی ہے شاید کسی دوسرے ذریعے
ممکن نہیں۔ آدمی کا دماغ سلجھنے لگتا ہے قرآن کی جو خاص منطق ہے دل کو اس سے مناسبت ہونے
لگتی ہے معاملات و مسائل کی اہمیت کھلنے لگتی ہے اور ذہن ہر معاملے پر توازن سے غور کرنے کا
عادی ہو جاتا ہے۔" (مناظر احسن)

ف ۱۶۱ سلطان المشائخ کے عہد میں دہلی قرآن ہی قرآن سے بھر گیا تھا۔ بڑے بڑے

عہدے داران حکومت اور مقربان بارگاہ شاہی بھی ہمیں اس زمانے میں حافظ نظر آتے ہیں۔ امیر خسرو، حسن اعلائے سنجری۔ انتہا یہ کہ کوتوال شہر مولانا ظہیر الدین تک حافظ کلام ربانی تھے یہ سلسلہ سلطان المشائخ کے بعد بھی جاری رہا۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت سید نصیر الدین چراغ دہلوی، سید محمد گیسودراز۔ خواجہ کمال الدین قزوینی۔ یہ سب حافظ و قاری تھے۔ مولانا آزاد بلگرامی نے روضۃ الاولیاء میں حضرت سید محمد گیسو دراز کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"فتح کار من بیشتر از تلاوت قرآن و سماع بود۔"

حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی نے نظام تعلیم و تربیت کی جلد دوم کے صفحہ ۱۶۹ پر لکھا ہے کہ

"حفظ قرآن کی دولت جتنی ہندوستان میں عام ہے اتنی عام شاید ہی کسی دوسرے اسلامی ملک میں ہو اور حافظوں کی جتنی تعداد بوقت واحد ہندوستان میں نکل سکتی ہے اتنی شاید ہی کسی دوسرے ملک میں نکل سکے اس کی بڑی وجہ خواجگان چشت ہی کا وہ ذوق و شغف ہے جو حفظ قرآن سے متعلق ہم میں پایا جاتا ہے۔"

و ۱۶۲ ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں حضرت کے برکات کی تصویر اس طرح کھینچی ہے۔

"حضرت کی نظر کیمیا اثر اور صحبت روح پرور سے خواص و عوام میں غیر معمولی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ ہزاروں بدکاروں نے بدکاری سے ہاتھ اٹھایا اور ہمیشہ کے لئے پابند نماز ہوگئے دینی مشاغل کی طرف رغبت ہوئی۔ توبہ صحیح ہوگئی۔ عبادت لازمہ و متعدیہ کا رواج ہوگیا۔ معاملات میں راست بازی پیدا ہوگئی۔ مکارم اخلاق۔ مجاہدہ و ریاضت کی عادت ہوگئی شب بیداری۔ تہجد۔ نوافل۔ روزے اور تقلیل طعام کی طرف رغبت ہوگئی۔ اکثر اشخاص کو حفظ قرآن کا ذوق پیدا ہوگیا۔ صلحا کے اجتماع ہونے لگے۔ تراویح کی نماز میں مسجدوں اور گھروں میں ختم قرآن ہوتے تھے۔ رمضان۔ جمعہ اور مبارک راتوں میں مسجدیں قیام و شب بیداری ہوتی اور بڑے درجہ کے مرید دو تہائی رات عبادت میں گزارتے۔" غرض حضرت کی خدمت نے دہلی میں تغیر عظیم پیدا کر دیا

و ۱۶۳ سلطان المشائخ نے مجرد زندگی گزار دی۔ مگر اپنی بہن کے کئی بچوں کو بابا شیخ فرید کے کئی نواسوں کو اور مریدین کے کئی خاندانوں کی اپنے بچوں کی طرح پرورش کی۔

و ۱۶۴ فوائد الفواد سے حضرت کے چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں:۔

(الف) فرمایا۔ "قرآن مجید کو ہمیشہ با تجوید و با ترتیل پڑھنا چاہئے اس سے ذوق و لذت حاصل ہوتی ہے۔" (صفحہ ۸۶)

(ب) فرمایا۔ "جب قرآن پڑھو تو حضور قلب سے پڑھو اور دل کو تواضع کے ساتھ مشغول رکھو۔ خیالاتِ فاسدہ رفع ہو جائیں گے۔" (صفحہ ۸۷)

(ج) سورہ فاتحہ کی اہمیت کے متعلق فرمایا:۔

"قرآن مجید میں دس امور کا ذکر ہے۔ ذات[۱]۔ صفات[۲]۔ افعال[۳]۔ ذکرِ معاد[۴]۔ تزکیہ[۵]۔ تخلیہ[۶]۔ ذکرِ اولیا[۷]۔ ذکرِ اعدا[۸]۔ کفار[۹] سے جہاد۔ احکامِ[۱۰] شرع ان دس میں سے آٹھ سورۂ فاتحہ میں مذکور ہیں:۔

الحمد للہ۔ رب العالمین۔ الرحمن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ ایاک نعبد

ذات صفات صفات ذکرِ معاد تزکیہ

وایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم

تخلیہ دعا ذکرِ اولیاء

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

ذکرِ اعدا

(د) فرمایا کہ ختم قرآن کے وقت سورۂ اخلاص تین بار پڑھتے ہیں یہ حکمت ہے کہ سورۂ اخلاص کو حضور اکرمؐ نے قرآن کا تیسرا حصہ فرمایا ہے۔ اگر تلاوت میں کوئی سقم رہ گیا ہو تو یہ تین بار پڑھنے سے اس سقم کی تلافی ہو جاتی ہے۔

(ھ) ختم قرآن کے ساتھ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی چند ابتدائی آیتیں پڑھنے کا یہ سبب ہے کہ حضور اکرمؐ سے دریافت کیا گیا کہ من خیر الناس۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ الحال والمرتحل۔

منزل پر آنے والا جو فوراً ہی روانہ ہو جائے اور اشارہ ہے اس طرف کہ ختم قرآن کرتے ہی پھر شروع کر دینے والا بہترین انسان ہے۔"

(و) فرمایا کہ جب میں نے بابا شیخ فرید کو قرآن سنانا چاہا تو حضرت نے جمعہ کے روز نماز جمعہ اور عصر کا درمیانی وقت دیا۔ میں عرصہ تک اس روز سناتا رہا۔ جب پہلے روز میں نے الحمد شروع کی تو حضرت نے ضاد کی ادائی کر کے سنائی (پڑھائی کا یہ طریقہ ان لوگوں کے ساتھ تھا جو پہلے سے تجوید سے واقف تھے)

(ز) نیز فرمایا "شیخ الاسلام (شیخ فرید) نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ ضاد کی ادائی ایسی کرتے

تھے کہ میں نے ہر چند تقلید کی کوشش کی مگر اس طرح ادائی پر قادر نہ ہو سکا

(ح) نیز فرمایا۔ "صناد آنحضرتؐ پر نازل ہوا ہے اس وجہ سے آپ کو رسول الصناد کہتے ہیں (رسول الصناد ای ارسل علیہ الصناد)

و ۱۶۵ سلطان المشائخ نے اسّی سال کی عمر میں بے حد مجاہدات شروع کر دیئے۔ ہر روز روزہ رکھتے اور تلاوت زیادہ کرتے۔ وفات سے پہلے سب اثاثہ جات لٹا دیا۔ ۹۲ یا ۹۴ سال کی عمر میں ۷ ربیع الاخر ۷۲۵ھ میں انتقال ہوا۔ رکن الدین ابوالفتح سہروردی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مخلوق کا بڑا اژدھام تھا۔ حضرت کے خلفاء اور مریدین میں قراء کی تعداد بہ کثرت تھی۔ ہم نے شجرہ میں مشہور قراء کے نام درج کر دیئے ہیں

خصوصیات کاملینِ چشت

و ۱۶۶ کاملین سہروردیہ نے تصوف کے ساتھ امارت اور وجاہت کو جمع کیا تھا۔ اس کے برخلاف کاملین چشت نے تصوف کے ساتھ فقر و فاقہ شکستگی اور انکسار کو جمع کیا۔

(۲) سلوک بالقرآن کے طریقہ کو خاندان چشت نے کامیابی سے تکمیل کو پہونچایا۔

(۳) اس زمانے میں کم از کم چار مرکزی شخصیتیں رہیں۔ جن کے فیوض و برکات سے پورا ہندوستان مستفیض ہوا۔

(۴) تبلیغ و تعلیم کے ساتھ خدمت خلق کے لئے دور دور مشن بھیجے۔

(۵) جو فضا دور سہروردیہ میں ملتان کے اطراف و جوانب میں پیدا ہوئی تھی اس سے زیادہ موثر فضا حضرت سلطان المشائخ کے زمانے میں دہلی۔ ناگور۔ دولت آباد اور اتر پردیش کے اکثر مقامات میں پیدا ہو گئی۔

شجرہ صفحہ (۱۲۸) پر ملاحظہ ہو

سلسلہ تجوید وقراءت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری وفات ۶۳۳ھ
دختر بی بی حافظ جمالؒ
داماد شیخ رضی الدینؒ
فرزند
خواجہ ابوسعیدؒ
خلیفہ جلیل القدر
خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
وفات ۶۳۳ھ
فرزند
خواجہ فخر الدینؒ
فرزند
خواجہ حسام الدین
خلیفہ شیخ فرید گنج شکرؒ
خلیفہ نظام الدین المؤید وفات ۶۸۲ھ
خلیفہ شیخ منتجب الدین ۷۰۹ھ
سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی ۷۲۵ھ
خلیفہ خواجہ نصیر الدین چراغؒ دہلوی ۷۵۳ھ
دیگر خلفاء
(۱) مولانا علاء الدین نیلی
(۲) امیر خسرو
(۳) میر حسن اعلائے سنجری
(۴) خواجہ ضیاء الدین برنی
(۵) خواجہ برہان الدین
(۶) خواجہ تقی الدین نوح
(۷) خواجہ عزیز الدین
(۸) خواجہ قاسم ابن خواجہ خضر
(۹) خواجہ محمد امام
(۱۰) خواجہ موسیٰ
(۱۱) ملک سید الحجاب
(۱۲) خواجہ فخر الدین مروزی
(۱۳) خواجہ شہاب الدین امام
خواجہ کمال الدین
ہمشیر زادہ
وفات ۷۵۶ھ
خلیفہ شیخ احمد
تھانیسری
وفات ۸۲۰ھ
خلیفہ خواجہ محمد گیسو دراز
۸۲۵ھ
خلیفہ
مخدوم کمال الدین قزینی
۸۸۲ھ
فرزند
امین الدین
فرزند
نصیر الدین

نقشہ ہندوستان
دور چشتیہ
سنہ ۵۷۸ھ تا سنہ ۹۰۰ھ میں قرات
کی وسعت

دورِ سوم بلخیہ

زمانہ از ۷۵۰ھ تا ۸۹۱ھ

مرکزی شخصیت حسین شمس بلخی

۱۶۸ و ۔ بنگال و بہار کے علاقے میں جن بزرگوں نے تجوید و قراءت میں حصہ لیا ان میں پہلا
جلال الدین تبریزی سہروردی کا تھا۔ ان کے بعد حضرت جہانگیر اشرف سمنانی نے اس خطہ
تجوید و قراءت۔ علم و عمل سے سیراب کیا۔ ان دونوں بزرگوں کے بعد مخدوم جہاں بہاری کا نام
ہے۔ ان کے خلیفہ مظفر شمس بلخی تھے۔ جو ۷۱۳ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شمس الدین
بلخی بلخ کے سلطان تھے۔ مرشد کی تلاش میں ہندوستان آئے۔ دہلی پہنچے تو محمد تغلق اعزاز
سے پیش آیا۔ چندے دہلی میں سکونت اختیار کی۔ وہاں سے مرشد کی تلاش میں بہار کا رخ کیا
وہاں مخدوم جہاں کی خانقاہ میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ بیوی بچوں کو دہلی چھوڑ آئے تھے، وہاں
سے بلا لیا۔ مظفر شمس کی تعلیم کچھ بلخ میں ہوئی کچھ دہلی کی فیروز شاہی درس گاہ میں۔ بہار آنے
بعد آپ مخدوم جہاں بہاری کے مرید ہو کر ایک عرصے تک وہیں سکونت پذیر رہے۔

مظفر شمس بلخی نے شادی نہیں کی۔ ان کے چھوٹے بھائی معز شمس تھے ان کے گھر لڑکا پیدا
تو مخدوم جہاں کے ایما پر مظفر شمس نے اس لڑکے کو گود لے لیا۔ لڑکے کا نام حسین شمس رکھا۔ ان
تعلیم و تربیت خود کی۔ یہ لڑکا بڑا ہونہار نکلا۔ اس نے چچا کی بڑی خدمت کی۔ آخری عمر میں مظفر شمس
حج کے لئے مکہ معظمہ گئے۔ چار سال وہاں قیام کیا۔ سفر حج میں حسین شمس بھی ساتھ تھے اس چار سال
مکہ معظمہ میں چچا بھتیجے نے شیخ شمس الدین خوارزمی سے حرم کعبہ میں تجوید و قراءت و قصیدہ شا
کی تکمیل کی۔ اس کے بعد مقام ابراہیم میں شمس الدین حلوانی سے قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔

خود فرماتے ہیں کہ:۔

"شیخ شمس الدین حلوانی درعصر خود یگانہ روزگار است۔ در حلب و شام و مصر و مدینہ مصطفیٰ

ومکہ مبارکہ در علم قراءت وے را نظیرے نیست۔ جائے شیخ مجاور حرم است۔"
واپسی پر عدن میں قیام کیا۔ وہیں مظفر شمس نے ۷۵ سال کی عمر میں ۷۸۸ھ میں انتقال کیا حسین شمس بلخی چچا کی تجہیز و تکفین کے بعد بہار واپس آئے۔ یہاں بے شمار خلق خدا کو تجوید و قراءت سبعہ کا درس دیا۔ ۸۴۴ھ میں انتقال ہوا۔ ان کے فرزند میاں حسن تھے۔ جنہوں نے والد سے قرات و علوم سیکھے تھے۔ اس کے بعد ایک مدت تک درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۸۵۵ھ میں انتقال کیا۔ ان کے فرزند مخدوم شاہ احمد تھے جن کو تعلیم دادا ہی نے دی تھی۔ تجوید و قراءت کے اچھے عالم تھے۔ والد کے بعد درس و تدریس کا کام جاری رکھا۔ ان کی وفات ۸۹۱ھ میں ہوئی۔ اس خاندان نے چار پشت تک تجوید و قراءت کی خدمت انجام دی جس کی بشارت مخدوم جہاں دے چکے تھے۔
و۱۶۹

مخدوم جہاں بہاری

خلیفہ
شمس الدین بلخی

خلیفہ فرزند
مظفر شمس بلخی وفات ۷۸۸ھ

خلیفہ و بھتیجے
حسین شمس بلخی وفات ۸۴۴ھ

فرزند
میاں حسن بلخی وفات ۸۵۵ھ

فرزند
مخدوم شاہ احمد وفات ۸۹۱ھ
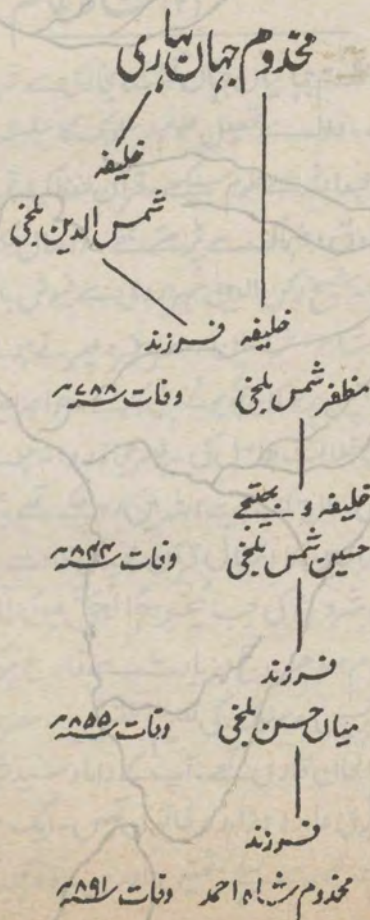
نقشہ ہندوستان

دور بلخیہ

سنہ ۷۵۰ھ تا سنہ ۸۹۱ھ میں قرأت

کی وسعت
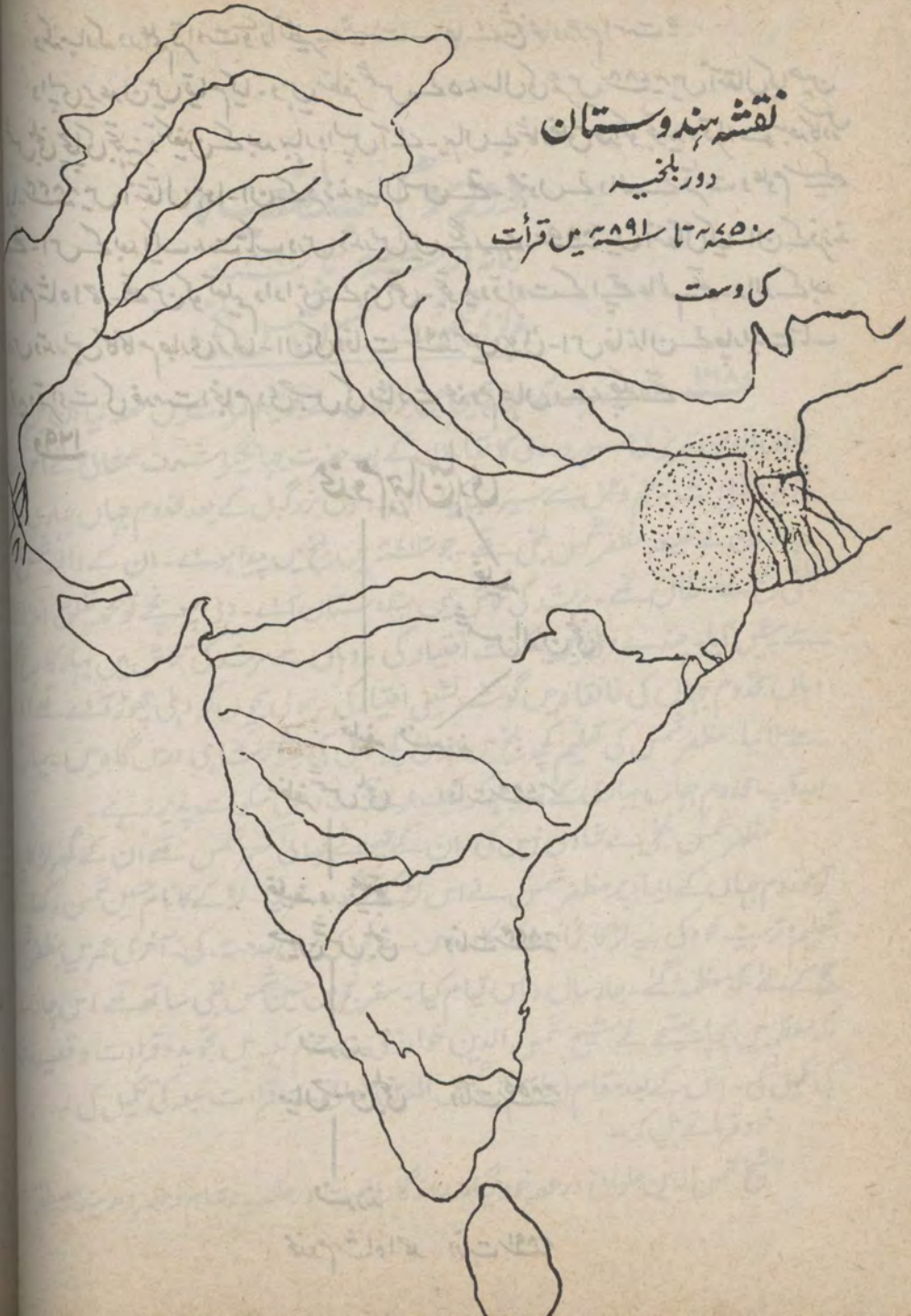
دورِ چہارم بخاریہ

زمانہ از ۸۰۰ھ تا ۱۱۵۰ھ

مرکزی شخصیتیں (۱) قطب عالم (۲) شاہ عالم

ف ۱۷۰ یہ دور جلال الدین مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری سے شروع ہوتا ہے جو سید احمد کبیر کے فرزند تھے۔ ۷۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ والد سے تحصیل علوم و سلوک کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر مکہ معظمہ پہنچ کر شیخ الاسلام شیخ عفیف الدین عبداللہ سے علوم سیکھے۔ قرآن حفظ کیا۔ تجوید سے قرأت سیکھیں۔ خوش الحان تھے۔ قرآن شریف بڑے ذوق و انہماک سے پڑھتے تھے۔ دو سال مکہ معظمہ میں رہکر ہندوستان واپس آئے اور ملتان میں قیام کیا۔ شیخ رکن الدین سہروردی سے فیوض باطنی حاصل کئے۔ پھر سیاحت کے لئے نکلے۔ ترکستان۔ عراق۔ شام۔ خراسان۔ مصر وغیرہ پھرتے ہوئے حجاز پہنچے۔ ایک عرصہ تک وہاں قیام رہا۔ چھ حج کئے۔ واپسی پر ملتان ہوتے ہوئے دہلی آئے۔ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کی صحبت میں ایک عرصہ گزار کر سلسلہ چشتیہ میں خلافت حاصل کی۔ پھر حجاز روانہ ہوئے۔ جدہ میں شیخ بدر الدین یمنی کا جنازہ آرہا تھا۔ یہ بزرگ تیس سال تک بیت اللہ میں رہ چکے تھے۔ آپ نے اس جنازے کو مسجد میں رکھوا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ بدر الدین کا انتقال، قرآن مجید کی تلاوت میں ہوا تھا۔ آپ نے مسجد میں بیٹھ کر خوش الحانی سے تلاوت شروع کی جب يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ پر پہنچے تو شیخ بدر الدین اٹھ کھڑے ہوئے۔ مخدوم صاحب حج و زیارت سے فارغ ہو کر شام و عراق کے راستے ملتان آئے۔ یہاں درس و تدریس و سلوک کی تعلیم و تلقین میں مصروف رہے آپ کی مسجد کے امام حافظ شیخ سراج الدین بھی خوش الحان قاری تھے۔ آپ کے داماد سید شرف الدین شہیدی بھی اچھے عالم و قاری تھے۔ آپ کی بیوی بڑی عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا۔

"لڑکوں کی ماں تہجد کے وقت مجھ سے پہلے اٹھتیں اور جب وہ تہجد کی نماز پڑھ لیتیں تو

دعا گو کو بیدار کریں۔ بی بی ایسی ہی چاہئے۔"
سید ناصر الدین محمود آپ کے فرزند تھے۔ مخدوم صاحب کی وفات ۷۸۱ھ میں ہوئی۔
وا۱۷ ۔ سید ناصر الدین کے فرزند سید برہان الدین قطب عالم تھے۔ ۷۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن
میں قرآن مجید اور درسی کتابیں پڑھیں۔ آپ کے والد نے ۸۰۰ھ میں جب کہ آپ کی عمر دس سال کی تھی
انتقال کیا۔ والدہ بی بی باجرہ الملقب بہ رحمت خاتون بے حد فریس و نیک خاتون تھیں۔ ۸۰۲ھ میں
پٹن آئیں۔ یہاں حضرت گنج شکر کے پوتے شیخ رکن الدین تعلیم و تدریس میں مصروف تھے۔ بچے کو
ان کے پاس پڑھنے کے لئے بھیجتی رہیں۔ جب سلطان مظفر اول شاہ گجرات نے جو حضرت مخدوم جہانیاں
جہاں گشت کا مرید تھا۔ یہ بات سُنی کہ حضرت برہان الدین پٹن میں ہیں تو حضرت کو وہاں سے احمد آباد لے
گیا۔ حضرت نے دعا کی :۔

"احمد آباد ابد الآباد انشاء اللہ الرؤف بالعباد"

اس کے بعد حضرت کا قیام احمد آباد میں رہا۔ بی بی آمنہ (بنت کریم خاں بن عماد الدین خداوند کے
جو امرائے گجرات سے تھے) سے عقد ہوا۔ ۸۱۷ھ میں سراج الدین سید محمد المعروف بہ شاہ عالم پیدا ہوئے۔
و۱۷۲ حضرت قطب عالم قاری ہفت قرات تھے۔ آپ نے اپنی مسجد میں درس کا سلسلہ جاری
کیا۔ آپ کے فرزندوں میں شیخ جیو اور شاہ عالم قاری ہفت قرات ہوئے۔ اور آپ کے خلفاء میں
مقری عبد اللطیف بھی قاری ہفت قرات تھے۔ حضرت کی تعلیم سے احمد آباد میں تجوید و قرات کا
ماحول بنتا گیا۔ اور آپ کے فرزند شاہ عالم کے زمانے میں بہت زیادہ اشاعت ہوئی۔
و۱۷۳ سلطان احمد شاہ کی وفات ۸۴۵ھ میں ہوئی اور اس کا بیٹا سلطان محمد شاہ تخت نشین
امیر سندھ جام جاتوہ (یا جام خوباں) کی دو لڑکیاں تھیں۔ بی بی مرکی اور بی بی مغلی۔ امیر سندھ نے
بی بی مرکی کو سلطان محمد شاہ سے منسوب کیا تھا اور بی بی مغلی کو حضرت شاہ عالم سے۔ مگر بادشاہ
نے جب یہ سنا کہ بی بی مغلی زیادہ حسین ہے تو اس نے دولت واثر سے جام جاتوہ کو راضی کر لیا کہ
مغلی کی شادی اس سے کر دی جائے۔ اور بی بی مرکی کی شاہ عالم سے۔ شاہ عالم کو جب اس کی
اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے والد سے اس کی شکایت کی حضرت نے فرمایا

"تو کیوں افسردہ ہوتا ہے دونوں لڑکیاں تیرے قسمت کی ہیں"

اور یہ فقرہ کہا جو گجرات میں بہت مشہور ہے۔ کہ

"گلے معہ بچھڑا آئے گی"

غرض کہ اس طرح شادیاں ہوگئیں ۸۴۹ھ میں سلطان محمد کے محل میں لڑکا تولد ہوا جس کا نام
تح خاں رکھا گیا۔ ۸۵۵ھ میں سلطان محمد کا انتقال ہوگیا۔ بڑا لڑکا سلطان قطب الدین تخت نشین
ہوا۔ اسی اثناء میں سلطان محمد خلجی بادشاہ مالوہ نے ایک جرار لشکر کے ساتھ گجرات پر حملہ کیا۔
قطب الدین بہت پریشان تھا۔ حضرت قطب عالم سے دعا کے لئے کہا۔ قطب عالم اور شاہ عالم
کی دعاؤں سے محمود خلجی شکست کھا کر چلا گیا۔ حضرت قطب عالم کی وفات ۸۵۷ھ میں ہوئی۔

و ۱۷۴ سلطان محمدؒ کے انتقال کے بعد بی بی مغلی اپنے لڑکے فتح خاں کے ساتھ حضرت کی خانقاہ
واقع رسول آباد میں اپنی بہن کے پاس آگئیں۔ اس وقت حضرت شاہ عالم کا یہ اثر تھا کہ ان کے
محلے میں بلا اجازت بادشاہ کا کوئی آدمی قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ تاہم بی بی مغلی اپنے لڑکے کی
حفاظت کا خاص اہتمام کرتی رہیں۔ چند روز کے بعد جب قطب الدین کی پریشانیاں دفع ہوئیں
تو اس نے فتح خاں کو گرفتار کرنا چاہا۔ مگر خانقاہ میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ جاسوس مقرر
کئے ان سے بھی کام نہ چلا آخر اپنی رانی روپ منجر کو جو حضرت شاہ عالم کی معتقد تھی بھیجا۔
اس وقت فتح خاں حضرت شاہ عالم سے سبق پڑھ رہا تھا۔ رانی روپ منجر نے فتح خاں کا ہاتھ
پکڑ کر کھینچا تو حضرت نے مسکرا کر کہا کہ ایک روز یہ اسی طرح تمہارے ہاتھ پکڑ کر کھینچے گا۔ رانی نے
ڈر کر ہاتھ چھوڑ دیا۔ اور معذرت چاہی۔ سلطان سے جا کر کہدیا کہ میں نے بہت تلاش کی فتح خاں مجھے
نہیں نہ ملا۔ (قطب الدین کے انتقال کے بعد جب فتح خاں تخت نشین ہوا تو اس نے رانی روپ منجر
سے عقد کر لیا۔ اس طرح حضرت کی پیشین گوئی پوری ہوئی)

و ۱۷۵ اس اثناء میں بی بی مرکی بیمار ہوئیں اور ان کا انتقال ہوگیا۔ حضرت نے بی بی مغلی سے
کہا کہ وہ دوسرے مکان میں منتقل ہو جائیں مگر بعد میں بی بی مغلی سے عقد کر لیا۔ اس طرح قطب عالم
کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ بی بی مغلی نے دل وجان سے حضرت کی خدمت کی۔ ایک دفعہ اپنے بالوں
سے حضرت کا کمرہ صاف کیا۔ حضرت نے دیکھ لیا تو خوش ہو کر بی بی مغلی سے پوچھا کہ تمہاری کیا تمنا ہے
انہوں نے کہا:-

"میری تمنا یہی ہے کہ فتح خاں کو کوئی گزند نہ پہونچے"

حضرت نے دلاسا دیا کہ فتح خاں کی قسمت میں بادشاہت ہے اس کو کوئی گزند نہ پہونچے گا۔
بی بی مغلی خوش ہوگئیں۔ فتح خاں حضرت کے زیر تعلیم رہا۔

و ۱۷۶ ۸۶۳ھ میں سلطان قطب الدین کا انتقال ہوگیا۔ داؤد جو احمد شاہ بن سلطان قطب الدین کا

بیٹا تھا تخت نشین ہوا۔ مگر امراء اس کے خلاف تھے۔ سب نے فتح خاں کو ہونہار سمجھ کر تخت نشین
۱۴ سال کی عمر میں سلطان محمود کے نام سے تخت نشین ہوا اور خانقاہ میں تربیت و پرورش کا یہ
کہ محمود بیگڑا بڑا پابند شرع اور متقی مسلمان گزرا ہے۔ باہمت اور بہادر سپاہی تھا۔ بڑے تدبر اور
سے (۵۶) سال حکومت کی۔

وے ۱۷۷۔ ان تفصیلات کے بیان سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ حضرت قطب عالم و شاہ عالم
باثر بزرگ تھے۔ اون کی وجہ سے اصلاحی کاموں میں کس قدر مدد ملی ہوگی۔ حضرت قطب عالم کو
اولاد کی تربیت کا بڑا خیال تھا۔ چنانچہ آپ نے شاہ عالم کی تعلیم و تربیت میں بڑی دلچسپی لی
تعلیم و تلقین سے آراستہ کیا اس کے بعد شاہ عالم سے کہا کہ اب تم چند روز شاہ مبارک اللہ کی
میں جاکر رہو۔ یہ بزرگ حضرت خواجہ نظام الدین کے مرید و خلیفہ تھے۔ احمد آباد ہی میں سکونت
حسب الارشاد شاہ عالم ان کے پاس پہونچے اس وقت شاہ مبارک اللہ ایک دیوار پر بیٹھے اس
اونچی کر رہے تھے۔ ان کے مریدین اینٹ مٹی ڈھو رہے تھے۔ گو شاہ عالم کی پرورش شہزادوں
طرح ہوئی تھی تاہم آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ خالی ہاتھ جاکر سلام کریں۔ اس لئے ایک ٹوکرا
اس میں مٹی بھری اور شاہ مبارک اللہ کے پاس لے گئے۔ حضرت نے جوان کی صورت دیکھی تو

"بیائید شاہ عالم! شمارا چتر شاہی می زیبد"

یہ کہہ کر دیوار سے نیچے اتر آئے۔ ہاتھ منہ دھو کر شاہ عالم سے ملاقات کی۔ پھر اپنے بھائی شاہ
کے پاس لے گئے۔ وہاں لوبیا کی ایک دیگ پکی رکھی تھی۔ اپنے مریدوں سے کہا کہ اس کو
جب تک آواز نہ آئے چلتے رہو۔ مریدین دیگ لے کر اس مقام تک پہونچے جو احمد آباد میں
دروازوں کے نام سے موسوم ہے۔ شاہ عالم بھی ساتھ تھے۔ ایک مجذوب نے ندا دی

"شاہ عالم ہے"

مریدین وہاں دیگ چھوڑ کر واپس آگئے۔ شاہ عالم دیگ لے کر والد کے پاس پہونچے
کیا کہ یہ دیگ نذر دی ہے۔ قطب عالم نے اس کو بابرکت سمجھ کر اپنے مریدین میں تقسیم کر دی۔
سے یہ مثل مشہور ہوئی کہ:-

"چشتیوں نے پکائی آئے بخاریوں نے کھائی"

(یعنے محنت کسی نے کی اور نفع کوئی اور اٹھایا) اس قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے
اولاد کی تعلیم و تلقین کے علاوہ دوسرے بزرگوں کے پاس بھی طلب فیضان کے لئے بھیجتے

شاہ مبارک اللہ کا دیوار بنانا یہ بتاتا ہے کہ اس زمانے کے بزرگ کام کو ہاتھ سے کرنے کو عار یا تضیع اوقات نہیں سمجھتے تھے۔[۱]

و ۱۷۸۔ قطب عالم کی وفات کے بعد شاہ عالم ان کی جگہ مسندِ ارشاد پر بیٹھے۔ آپ کے زمانے میں تجوید و قرات کی خوب اشاعت ہوئی آپ کی مسجد کے امام آپ کے مرید سید شاہ بخاری تھے جو عالم۔ فقیہہ اور قاری ہفت قرات تھے۔ خانقاہ و مسجد کے طلباء کو تجوید و قرات سکھلانے کا کام آپ ہی کے سپرد تھا۔ ۸۹۳ھ میں سید شاہ بخاری کا انتقال ہوا۔ حضرت شاہ عالم کی وفات ۸۸۰ھ میں ہوئی حضرت کے خاندان میں بارہ پشت تک سلسلہ تجوید و قرات چلتا رہا۔ جس کی تفصیل خاندانی شجرے سے واضح ہوگی۔ اس خاندان نے بادشاہانِ گجرات کی پشت پناہی کی اور بادشاہانِ گجرات کی اعانت سے خانقاہ و مدرسہ میں تعلیم و تربیت کا کام بوجوہ احسن انجام پاتا رہا۔

و ۱۷۹ محمود بیگڑے کا زمانۂ حکومت از ۸۶۳ھ تا ۹۱۹ھ رہا۔ اس کے زمانے میں گجرات میں بڑی خوش حالی اور امن رہا۔ علوم و فنون ۔ تجوید و قرات سب کو فروغ ہوا۔ بڑے بڑے علماء گجرات کی سرزمین میں جمع ہو گئے۔ جن کا ذکر انفرادی حالات میں آئے گا۔ سلطان محمود کا لڑکا خلیل خاں بھی علم و فضل سے آراستہ ہوا۔ تجوید و قراءت اور دیگر علوم متداولہ اور خوش نویسی اس نے بچپن ہی میں سیکھ لئے۔ اس کے بعد تلوار چلانے میں کمال حاصل کیا۔ پھر تیر اندازی کی مشق کی۔ اس کے بعد فن کشتی میں کمال حاصل کیا۔ غرض جملہ فنونِ سپہ گری میں مہارت حاصل کی۔ خلیل خاں موسیقی کا بڑا ماہر تھا۔ نہایت خوش آواز بھی تھا۔ جو ساز ہاتھ میں لیتا ایسا بجاتا کہ لوگ مست ہو جاتے ۔ رباب ۔ چتری ۔ چہ چتر ۔ سُر منڈل ان سب کا ماہر تھا۔

و ۱۸۰ ۔ ایک دفعہ ۲۶ رمضان کی شب کو محمود بیگڑا علماء و صلحاء کی صحبت میں بیٹھا تھا۔ قرآن مجید کے پڑھنے کی عظمت کا ذکر تھا۔ ایک بزرگ نے کہا کہ قیامت کے دن نزول آفتاب کی شدت سے سب لوگ پریشان ہوں گے۔ مگر جو شخص حافظ کلام ربانی ہوگا اس کی سات پشت تک اسلاف نور رحمت کے چتر کے زیر سایہ ہوں گے حرارت ان پر اثر نہ کرے گی۔ سلطان نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا کہ ہمارے بیٹوں میں سے کوئی اس سعادت کو نہ پہنچا۔ کہ میں بھی اس کرامت کا امیدوار ہوتا۔" اس مجلس میں خلیل خاں بھی موجود تھے۔ اور سلطان کی بات سن رہے تھے ۔ عید کے بعد وہ بردۂ

---

[۱] مرات سکندری از سکندر ابن محمد عرف منجھو

چلے گئے جو ان کی جاگیر تھی۔ اور حفظ کلام اللہ میں مشغول ہو گئے۔ اس کثرت سے حفظ کیا کہ آنکھوں میں سرخی آگئی۔ طبیب نے کہا کہ شب بیداری اور زیادہ تلاوت سے یہ چیز پیدا ہوئی ہے۔ چند روز تلاوت کم کر کے آرام فرمائیں تو یہ سرخی زائل ہو جائے گی۔ خلیل خاں نے کہا۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں تو کیا مضائقہ ہے یہ تو دنیا و آخرت کی سرخروی دلوائیں گی میں تو اپنی پڑھائی میں کمی نہیں کر سکتا۔ غرض اس سعی و اہتمام سے ایک سال چند ماہ میں پورا قرآن ختم کر لیا۔ رمضان سے پہلے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حکم ہو تو میں تراویح میں قرآن سناؤں۔ سلطان نے تعجب سے پوچھا کہ تم کب حافظ ہو گئے تو شہزادے نے دو سال قبل کا واقعہ دہرایا۔ اور کہا اس وقت سے یہ کام شروع کر دیا تھا۔ سلطان یہ سن کر بے انتہا خوش ہوا۔ خلیل خاں نے چاندرات کو شروع کیا اور اسی روز پورا قرآن شریف سنا دیا۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے روز پورا پورا قرآن شریف سناتا گیا۔ یہاں تک کہ سولہ تراویح میں سولہ ختم کئے۔ سلطان ہر روز سنتا رہا۔ سولھویں روز گلے سے لگا کر شہزادے کے چشم و پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور بڑی دیر تک دعائیں دیں۔ پھر کہا کہ خلیل خاں کا کیسے شکریہ ادا کروں اور کیا بدلہ دوں کہ اس نے مجھے اور میرے اسلاف کو روز قیامت کی تمازت سے بچا لیا۔ یہ کہہ کر خلیل خاں کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھا دیا۔ اور دوسری جگہ جا بیٹھا۔[1]

۱۸۱ سلطان محمود کے بعد خلیل خاں مظفر شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس بادشاہ نے کوئی مستحب فعل تک بھی ترک نہیں کیا۔ ہمیشہ با وضو رہتا۔ اپنے عمل کا مدار حدیث نبویؐ پر رکھتا۔ ایک دفعہ اس کی سواری کے گھوڑے کے پیٹ میں درد ہوا۔ جب کسی دوا سے اچھا نہ ہوا تو معالج نے اس کو تھوڑی سی شراب پلا دی۔ جس سے وہ اچھا ہو گیا۔ سلطان مظفر کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اس گھوڑے کی سواری چھوڑ دی۔

۱۸۲ سلطان مظفر تلاوت بہت کیا کرتا تھا۔ ایک روز احوال قیامت کی آیت پر بہت رویا۔ شیخ جیونڈم سلطان جو قطب عالم کے فرزند تھے انہوں نے تسلی دی کہ آپ زاہد و عابد ہیں۔ آپ کو ہراساں نہ ہونا چاہئے تو کہا کہ حضور اکرمؐ کی حدیث ہے کہ نجا المخففون وھلک المثقلون (سبک بار نجات پا گئے اور گراں بار ہلاک ہو گئے)۔ اس لئے روتا ہوں یہ بادشاہ راتوں کو رعایا کے حالات دریافت کرنے نکل جاتا اور اہل حاجت یا ناتوان کی حاجت روائی کرتا۔

---

[1] مرآت سکندری از سکندر ابن محمد منجھو۔

و۱۸۳ ۔ سید جلال بخاریؒ سے نقل ہے کہ سلطان مظفر ہر روز ایک رکوع بہ خط نسخ لکھتا۔ اور جب قرآن ختم ہو جاتا تو وقف کر کے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ روانہ کر دیتا تھا تاکہ جس کو ضرورت ہو اس نسخے سے پڑھے۔ ایک روز کتابت میں مشغول تھا اور بہت سنبھال کر خوب صورت لکھتا تھا۔ صفحہ ختم ہونے پر اس کو دیکھ کر بہت مسرور ہوا اور خوشی سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں لطیف الملک خورجی جو سلطان کے پیچھے شمشیر لئے کھڑا تھا اور افیون کا عادی تھا پینک میں آ کر اونگھا اور تلوار ہاتھ سے سلطان کے کندھے پر گری۔ سلطان کے ہاتھ سے قلم اس کاغذ پر گرا اور چند سطریں کالی ہو گئیں۔ حاضرین نے دھکے دے کر لطیف الملک کو باہر کر دیا۔ سلطان نے کچھ نہ کہا۔ قلم تراش لے کر سیاہی کو چھیلا۔ سفیدی اس پر ملی۔ پھر دوسرا صفحہ لکھنا شروع کیا۔ جب رکوع پورا ہو گیا تو کام بند کر کے علٰحدہ رکھ دیا اور کہا

"کہاں ہے وہ لطیف الملک"

شیخ جیو نے سفارش کے الفاظ کہنے شروع کئے کہ:۔

"حضرت سلامت وہ تو باہر پڑا رو رہا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ سے بڑا بھاری قصور سرزد ہوا ہے۔ سزاوار ہوں کہ میرا ہاتھ کاٹ دیا جائے یا ہاتھی کے پیر سے مروا دیا جائے"

سلطان نے کہا:۔

"مجھے کیا ضرورت ہے کہ ایسا کروں۔ ہاں اگر غفلت کا یہی عالم رہا تو یقیناً ہاتھ کٹ جائیں گے مگر اس سے کہو کہ آئندہ ہمارے سلام کو نہ آئے"

ملک شیخ جیو نے کہا کہ

"یہ تو گردن مارنے سے سخت سزا ہے"

سلطان نے کہا:۔

"اچھا اگر افیون اور دیگر منکرات سے توبہ کرتا ہے تو اس کو اجازت مل سکتی ہے"

غرض وعدہ ہوا اور شیخ جیو نے قدموں پر ڈال کر خطا معاف کرائی۔ ایک مرتبہ حمام والوں نے لاپروائی سے بہت گرم پانی بادشاہ کے سر پر ڈال دیا۔ جس سے کھال نکل آئی۔ اس خطا پر بھی بادشاہ نے کوئی سزا نہیں دی۔

(ب) شاہ مظفر کی موت کا واقعہ بھی سبق آموز ہے۔ طویل علالت کے بعد جمعہ کے روز وفات ہوئی

ؒ نبیرہ شاہ عالم ملاحظہ ہو شجرہ۔

اس روز صبح جب درباری عیادت کے لئے دن چڑھے آئے تو ان کے روبرو دیر تک حمد و ثنا کر
پھر یہ آیت پڑھی رب اٰتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث۔ فاطر السمو
والارض انت ولیّ فی الدنیا والاخرہ۔ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین
پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑے ملک کی سلطنت دی ہر قسم کی نعمت عطا کی ہر طرح سے نوازا۔
ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے مسلمان مارے اور نیکوں میں
کرے۔ اب تم لوگ جاؤ اور جمعہ کی تیاری کرو۔ میں بھی یہاں ظہر ادا کرتا ہوں۔ اور عصر تو کہیں اور
یہ کہہ کر عبادت میں مشغول ہوگیا۔ ظہر اور عصر کے درمیان انتقال ہوگیا۔ اِنا للّٰہ

(ج) ان تفصیلات کے لکھنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بزرگوں کی صحبت سے بادشاہوں کے کر
بھی کیسے سنور جاتے تھے۔ وہ کیسے اپنی عمریں خدمت خلق میں گزار دیتے تھے [1]

وﷺ ۱۸۴ شاہ عالم کی اولاد میں سید محمد مقبول عالم ابن سید جلال ماہ عالم نے لطائف شا
کے نام سے ایک تصنیف کی ہے جس میں شاہ عالم کے روزانہ اوراد و اذکار اور بعض اقوال کو
کیا ہے۔ اس تصنیف سے حضرت کی روزانہ کی زندگی پر اچھی روشنی پڑتی ہے اس کتاب میں یہ بھی
بتایا ہے کہ حضرت وقت کی قدر کرنے پر بڑا زور دیتے تھے۔ اور وقت ضائع کرنے کو موجب خسرا
بتاتے تھے۔ دوسری چیز اس کتاب میں یہ ہے کہ تلاوت کا مسنون طریقہ کیا ہے۔ آپ کا دستور
روزانہ ایک منزل پڑھکر ایک ہفتہ میں قرآن مجید ختم کرتے۔ یہاں چند اقتباسات بطور نمونہ درج
جاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

" اوقات را ضائع مگذار و بہ خیرات ۔ حسنات معمور دار۔ الوقت کالنار والاعمار قیہ
عصیٰ فبادر والخیر فان العمر یحترق۔ تشاید کہ اوقات بہ بطالت گزارند۔
وخواب غفلت را سرمایہ عیش و زندگانی گردانند ؎

غفلت شام و خواب صبح زندہ دلان شوق را
دور کند ز قرب حق ہم چو غلولہ از تفنگ

---

[1] تحفتہ الکرام از علی شیر قانع۔ ومرات احمد جلد دوم
[2] لطائف شاہیہ کا ایک قلمی نسخہ میں نے قاضی نورالدین قاضی بھروچ کے کتب خانہ بھروچ میں دیکھا ہے اور
اقتباسات بطور نمونہ اسی سے نقل کئے ہیں۔

ہرکلمہ عزیز خود را ضائع نہ سازد فردائے قیامت روئے خلاص بنید۔ ان تودوا الامانات الیٰ اھلھا۔ عبادت ازاں است کہ دریاد او تعالیٰ باری ۔ اے برادر! دنیا جائے قرار و آرام نیست بلکہ مزرعہ آخرت است ۔ در سخنانِ لایعنے عمر ضائع مکن ۔"

تلاوت کے آداب میں آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"پہلے اعوذ پڑھنا چاہئے۔ اس کے بعد بسم اللہ ۔ قرآن مجید کی ابتداء جمعہ سے کی جائے اور ایک ہفتے میں جمعرات کو ختم کر دیا جائے اس کا ثواب بے حساب ہے ۔ اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر دو ہفتے میں ختم کیا جائے ۔ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو ایک ماہ میں ۔ اس سے کم نہ کیا جائے پڑھتے وقت ترتیل سے پڑھا جائے ۔ مدو وقف کا لحاظ رکھا جائے اور قراءت کے وقت حدیث نفس کو روانہ رکھا جائے ۔ جہاں سجدہ آئے وہاں سجدہ کیا جائے اور ختم کے بعد مفلحون تک پڑھ کر چھوڑا جائے ۔ وغیرہ وغیرہ

و۱۸۵ شاہ عالم کے زمانے میں تجوید و قراءت کے دو مدرسے خاص اہتمام سے چلتے تھے ۔ ایک مدرسہ قطب عالم کے خلیفہ عبداللطیف قاری ہفت قراءت چلاتے تھے ۔ دوسرا مدرسہ قاری سید شاہ بخاری جو حضرت شاہ عالم کے خلیفہ تھے ۔ اور خانقاہ کی مسجد کے امام بھی تھے ۔ وہ چلاتے تھے ۔ حضرت خود درس و تدریس میں بڑی دلچسپی لیتے تھے ۔ حضرت کی اولاد میں اکثر قاری ہفت قراءت ہوئے ہیں ۔

مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت وفات ۷۸۱ھ
لڑکی
داماد سید شرف الدین شہدی
فرزند
سید ناصر الدین محمود ۸۰۰ھ
خلیفہ
قاری شیخ سراج الدین امام
مرید
شیخ کبیر الدین
برہان الدین قطب عالم ۸۵۷ھ
فرزند
سراج الدین سید محمد الملقب بہ شاہ عالم وفات ۸۸۰ھ
سید راجو
سید احمد
سید عبد الغفور
سید حسن
سید جلال الدین ابو محمد ماہ عالم ۱۰۰۳ھ
سید محمد مقبول عالم ۱۰۴۵ھ
سید جلال مقصود عالم ۱۰۵۹ھ
سید جعفر بدر عالم ۱۰۸۵ھ
ابو المجد محبوب عالم ۱۱۱۱ھ
خلیفہ
عبد اللطیف مقری ہفت قرات
خلیفہ، سید جعفر شیرازی
فرزند، سید احمد شیرازی وفات
فرزند، سید جلال شیرازی وفات
سید رفیع الدین ۹۸۹ھ
سید جلال ثانی
۱۰۳۶ھ
سید احمد
ملفوظ احمد
۱۰۳۲ھ
سید جلال حمید عالم
۱۱۱۴ھ
سید جعفر مجید عالم ۱۱۰۹ھ
سید محمد محمود عالم ۱۱۴۹ھ
خلیفہ
مخدوم عالم شیخ نور الدین احمد آبادی ۱۱۵۵ھ
شیخ محمد صالح
قاضی محمد نظام الدین

نقشہ ہندوستان
دورِ چہارم بخاریہ
تا ۱۱۵۰ھ
قراءت کی وسعت

دورِ پنجم قادریہ

زمانہ :- از ۹۰۰ھ تا ۱۲۹۶ھ

مرکزی شخصیتیں ۔ (۱) علی متقی برہان پوری

(۲) مخدوم نظام الدین کاکوروی

۱۸۵ف ۔ اس دور میں بڑے آب و تاب سے چار علاقوں میں کام ہوتا رہا (۱) برہان پور و خاندیش (۲) دہلی و نواح (۳) اتر پردیش (۴) پنجاب ۔ ان علاقوں میں قادریہ سلسلہ کے بزرگوں نے زیا

حافظ قاری شیخ علاء الدین علی متقی

۱۸۶ف اس دور کی پہلی زبردست شخصیت شیخ علاء الدین علی متقی برہان پوری کی ہے ۔ والد کا نام شیخ حسام الدین ابن عبدالملک المتقی القادری الشاذلی والمدنی والچشتی آبائے کرام جونپور کے تھے ۔ آپ برہانپور میں ۸۸۵ھ میں تولد ہوئے ۔ والد آپ کو ۸ سال کی عمر میں شیخ باجن کی خدمت میں لے گئے ۔ بعد ازآں والد کا انتقال ہوگیا ۔ جوانی میں شیخ عبدالحکیم بن شاہ باجن کی خدمت میں حاضر ہوکر خرقہ چشتیہ پہنا ۔ ملتان پہونچے ۔ شیخ حسام الدین متقی کی خدمت میں رہکر علوم حاصل کئے ۔ حافظہ بہت قوی تھا ۔ زبردست عالم ہوئے ۔ کچھ روز احمد آباد میں آکر رہے ۔ ایک مرتبہ آپ کو خیال ہوا کہ قضائے عدالت کا ثواب بے شمار ہے ۔ اس لئے یہ منصب اختیار کرنا چاہئے ۔ یہ تجربہ کرنا بھی تھا کہ شغل دنیا اور جمعیت قلب ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں یا نہیں ۔ سلطان محمود نے جب سنا بہت خوش ہوا ۔ دارالعدالت کی صدارت پر مقرر کیا ۔ حضرت کی نرمی دیکھ کر عمال عدالت نے رشوت لینی شروع کردی ۔ بادشاہ کو خبر پہونچی کہ علی متقی نے رشوت لینی شروع کردی ہے ۔ مگر اس کو یقین نہ آیا لوگوں نے بھی حضرت سے اس کا ذکر کیا ۔ اصلاح کی کوشش کی ۔ نہ ہوسکا ۔ تو عصا اٹھاکر چل دیئے اور

"ایں ہر دو کار جمع نمی شوند"

چند روز کے بعد آپ مکہ معظمہ چلے گئے ۔ وہاں ابوالحسن بکری کی صحبت میں رہے ۔ پھر مفتی خرم ابن

کی شاگردی کی۔ شیخ محمد بن محمد السخاوی کی شاگردی بھی کی۔ یہ تجوید و قراءت کے جید ماہر تھے۔ تجوید و قراءت کے علاوہ دیگر علوم حدیث و فقہ بھی حاصل کی۔ پھر تعلیم دینے میں مصروف ہوگئے آپ کی ذات ایک عرصے تک مرجع خلائق رہی۔ آخر میں شیخ ابن حجر مکی خود بکو "تلمیذ می خواند در سم ارادت بجا آورد"۔ (مآثر الکرام از غلام علی آزاد بلگرامی) مختلف ممالک کے علماء نے فقہ و حدیث میں آپ سے درس لئے۔ بیس سال کی محنت سے آپ نے کنز العمال ترتیب دی۔ شیخ ابوالحسن فرماتے تھے کہ جلال الدین سیوطی کا احسان سب اہل عالم پر ہے اور شیخ علی متقی کا احسان سیوطی پر ہے علمائے حجاز آپ کے کمال علم و فضل و کرامت پر اتفاق رکھتے تھے اتباع سنت کا ہر امر میں بدرجہ اتم خیال رکھتے۔ طلباء کو درس دیتے وقت بھی بیکار نہ رہتے۔ سیاہی حل کیا کرتے۔

(ب) نادر کتابوں کے نقول کرا کے جہاں ضرورت ہوتی روانہ کرتے اس طرح صدہا کتابیں ہندوستان آئیں جو یہاں کمیاب تھیں۔ اس طرح دیگر ممالک کو بھی کتابیں روانہ کیں۔ آپ نے ایک قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھا جو صرف ایک ورق پر ہے۔

(ج) ۲/ جمادی الاول ۹۷۵ھ کو ۹۰ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ مکہ معظمہ میں جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ وہاں کی مٹی ایسی ہے کہ تین چار ماہ میں مردہ خاک ہوجاتا ہے۔ اس لئے وہاں کا طریقہ ہے کہ چند ماہ کے بعد دوسری میت کو اسی جگہ دفن کردیتے ہیں حضرت کے انتقال کے چودہ پندرہ سال کے بعد حضرت کے برادر زادہ کا انتقال ہوا برادر زادہ کو دفن کرنے کے لئے حضرت ہی کی قبر کا انتخاب ہوا اور قبر کھودی گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ جسم مبارک معہ کفن اسی حالت میں ہے جیسا کہ دفن کے وقت تھا۔ لہذا وہ قبر بند کر کے برادر زادہ کو دوسری جگہ دفن کیا گیا۔

۱۸۷ حضرت کے شاگردوں کی تعداد بہ کثرت ہے مگر جو مشہور ہوئے ان میں خاص لوگ (۱) عبدالوہاب متقی (۲) شیخ محمد طاہر قاضی القضات عبدالوہاب بھورا (۳) شیخ ابو محمد المعروف ابوجیو ابن شیخ خضر (۴) شاہ محمد بن فضل اللہ نائب رسول اللہ تھے۔ یہ سب اچھے عالم و فاضل۔ قاری و مقری تھے۔ عبدالوہاب متقی تو مکہ معظمہ ہی میں رہے۔ باقی شاگرد ہندوستان واپس آکر تجوید و قراءت

شیخ علی متقی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: خیار الاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(۲) مآثر الکرام از غلام علی آزاد بلگرامی (۳) تاریخ برہان پور از خلیل الرحمن برہانپوری

(۴) تحفۃ الکرام از علی شیر قانع

ودیگر علوم کی اشاعت کی ان سب کے حالات انفرادی حالات زندگی میں ملاحظہ ہوں۔

حافظ مقری شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ولادت ۱۸۸ آپ سلیم شاہ سوری کے عہد سلطنت میں ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء بہ مقام دہلی پیدا ہوئے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل کی۔ قاضی عنایت سے علوم سیکھے۔ سید جمال الدین ابوحسن موسیٰ کے مرید ہوئے۔ ریاضتیں بہت کیں۔ سلسلہ چشتیہ میں شیخ مودود چشتی سے ارادت تھی۔ سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ باقی باللہ سے فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی کے ہم عصر اور ہم جلیس تھے۔ اکثر بحث مباحثے بھی ہوتے تھے۔ مگر بعد میں دوستانہ مراسم بڑھ گئے ۹۹۶ھ مطابق ۱۵۸۸ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ تین سال وہاں قیام کیا۔ پورا وقت عبدالوہاب متقی کی خدمت میں گزارا قادری۔ شاذلی اور مدنی سلسلہ میں حضرت سے بیعت کی۔ مدینہ منورہ جاکر واپس مکہ معظمہ لوٹ آئے۔ وہیں قیام کرنے کا ارادہ تھا مگر عبدالوہاب متقی کی ہدایت کے مطابق ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان واپس آئے۔ آپ نے تجوید و قراءت کی سند عبدالوہاب متقی سے لی۔ عہد جہانگیر میں آپ کی بڑی شہرت تھی۔ شاہجہاں کے عہد میں ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ میں ۹۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ تجوید میں دو کتابیں لکھیں

(۱) درۃ الفرید فی قواعد التجوید

(۲) شرح قصیدہ الجزریہ

اس کی ایک خوش خط نقل جو ۱۱۴۸ھ میں کی گئی تھی۔ اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ آپ بڑے خوش الحان تھے۔ آپ کی قبر ایک گنبد میں دہلی میں حوض شمسی کے مغرب میں واقع ہے۔

(ب) ایک پٹھان ایک مرتبہ رات کے وقت مقبرے کے پاس سے گزرا تو اس نے خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنی۔ دلکشی کی وجہ سے ٹھہر کر سننے لگا۔ بے حد محظوظ ہوا۔ جب قراءت کی آواز موقوف ہو گئی تو اس کا جی چاہا کہ قاری صاحب سے بھی مل لے۔ جب اندر گیا تو کسی کو نہ پایا۔ حیران ہوا۔ مگر اس کے بعد وہیں رہنے لگا۔ روزانہ قراءت کی آواز سنتا تھا۔ ایک روز ایک دوست نے اس کو وہاں دیکھ کر طنزاً کہا کہ مولوی کی قبر پہ کیا پڑا ہے کسی صوفی کی قبر پہ جا۔ پٹھان نے اس وقت تو کچھ جواب نہ دیا مگر ساتھ ٹھہر جانے کے لئے کہا۔ رات میں گنبد سے خوش الحانی سے قرآن خوانی کی آواز آئی۔ دونوں متوجہ ہوئے ذوق سے سنتے رہے۔ جب قراءت ختم ہو گئی تو پٹھان نے کہا اندر جاکر دیکھ قرآن کون پڑھ رہا تھا۔ اس کا دوست اندر گیا۔ چھوٹا سا گنبد۔ چاروں

دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ حیرت زدہ ہو کر پٹھان سے کہا کہ وہاں تو کوئی نہیں ہے۔ پٹھان نے کہا کہ بس یہی قراءت سننے یہاں پڑا ہوں۔ (واقعات زندگی شیخ عبدالحق محدث دہلوی و تاریخ اولیائے دہلی از رکن الدین نظامی)

شیخ القراء امیر سیف الدین کاکوروی

و۱۸۹ دوسرا زبردست سلسلہ امیر سیف الدین کاکوروی کا ہے۔ یہ خاندان حضرت عبدالقادر گیلانی کی اولاد سے تھا۔ حضرت علیؓ سے حضرت عبدالقادر گیلانیؒ تک بارہ پشت میں سب قاری ہفت قراءت ہوئے حضرت عبدالقادرؒ سے مخدوم نظام الدینؒ ابن امیر سیف الدین تک بارہ پشت میں سب ہی قاری ہفت قراءت تھے ان کے بعد بارہ پشت تک بھی قاری ہفت قراءت ہوئے۔ یہ قراءت کا ایسا نادر سلسلہ ہے جس میں چھتیس پشت تک مسلسل قاری ہفت قراءت ہوتے چلے گئے۔ یہ ہندوستان میں قراءت کے تسلسل کا عجیب وغریب نمونہ رہا جس پر ہندوستان بجا طور سے ناز کر سکتا ہے۔ شاہجہاں نے ایسے ہی بزرگوں کو دیکھ کر فخر سے کہا تھا کہ "پورب کے قریئے علم وفضل کے اعتبار سے بغداد و شیراز پر سبقت لے گئے"۔ شیخ القراء امیر سیف الدین کا سلسلہ اس طرح چلتا ہے:۔

امیر سیف الدین

ابن قاری حبیب اللہ نظام الدین المعروف بہ امیر کلاں

ابن قاری امیر نصیر الدین دلیل اللہ

ابن قاری محمد صدیق بہ ابو محمد خانی

ابن قاری عبید اللہ

ابن قاری عبدالصمد

ابن قاری امیر شمس الدین خورد معروف بہ قاری محقق

ابن قاری عبدالمجید دربان آستان رسول اللہؐ

ابن حاجی الحرمین سلطان حسین

ابن قاری میر ابراہیم۔ نبیرہ وخلیفہ حضرت عبدالرزاق خلف وخلیفہ حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ۔

و۱۹۰ امیر سیف الدین کی ولادت ۸۰۲ھ میں بہلول لودھی کے زمانہ میں ہوئی۔ آپ کے اسلاف سب باکمال تھے صحابہ وتابعین کے نمونے اور یادگار تھے۔ آپ کو بھی اسلاف کی طرح بچپن سے

علوم کی طرف رغبت رہی۔ قاری ہفت قراءت ہوئے۔ اپنے بڑے فرزند مخدوم نظام الدین کی تعلیم و تربیت بڑی توجہ سے کی۔ خود قراءت و دیگر علوم سکھلانے کے بعد دوسرے سات عالموں سے رجوع کیا ہر وقت مشورہ دیتے رہتے۔ مخدوم نظام الدین بھی والد کے حکم سے سرمو انحراف نہ کرتے۔ عجیب بات اس خاندان میں یہ رہی ہے کہ باوجود حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد میں ہونے کے اپنے فرزند کو خود مرید نہ کیا۔ بلکہ جو بہترین مرشد معلوم ہوا اس سے بیعت کرائی۔ یہ طریقہ ان کے بعد بھی رائج رہا۔

۱۹۱ و۔ امیر سیف الدین کا حلقۂ درس اس قدر وسیع تھا کہ دور دراز سے لوگ آپ کی خدمت میں تحصیل علوم دینیہ و تحقیق فن قراءت کے لئے حاضر ہوتے۔ تقریباً دس سال درس و تدریس میں گزار کر ۹۲ سال کی عمر میں ۵ ذی قعدہ ۹۶۹ھ کو وفات پائی۔ مزار محلہ جھنجھری قصبہ کاکوری ہی میں روضہ کے اندر ہے۔ برابر میں مخدوم نظام الدین کی قبر ہے۔ تاریخ وفات یہ کہی گئی:۔

دل افزائی رضوان کرد آخر ؎ امیر قوم سیف الدین قاری

۹۶۹ھ

شیخ القراء مخدوم امیر نظام الدین قادری المعروف بہ شیخ بھیکن پاشا بھکاری

۱۹۲ و۔ والد کا نام امیر سیف الدین ولادت ۹۰۱ھ حنفی المذہب۔ حافظ کلام اللہ۔ قاری ہفت قراءت عالم اجل۔ فاضل اکمل تھے۔ بچپن میں والد کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت ہوئی۔ قراءت سبعہ و حفظ کی تکمیل بھی والد سے کی۔ خود فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کر کے کتب درسیہ پڑھنی شروع کی تھیں"

محی الدین ابن عربی کی تصانیف سے خاص ذوق اور لگاؤ تھا۔ اور ان پر عبور حاصل کیا تھا۔ ان کے مسلک وحدت الوجود کے بہت اچھے ترجمان تھے والد نے جس طرز پر تعلیم و تربیت کی وہ ایک خط سے ظاہر ہوتی ہے جو آپ نے مرزا شمس الدین خاں کو لکھا تھا۔ مضمون خط سننے کے قابل ہے۔ خط سے فصاحت زبان۔ سلاست بیان۔ طرز ادا کی خوبی۔ خیال کے اظہار کی قدرت معلوم ہوتی ہے۔ خط حسب ذیل ہے:

"دو برادر داشتم کوچک از خود۔ عہدہ تعلیم و تدریس آن مغفوران از جانب حضرت والد

ا؎ ترجمہ:۔ میرے دو چھوٹے بھائی تھے۔ والد کی جانب سے ان دونوں کی تعلیم و تدریس میرے ذمہ تھی۔ ایک کا نام رشید الدین تھا جس کی عمر ۱۶ سال تھی۔ دوسرے کا نام قطب الدین جو چودہ سال کا تھا۔ دونوں حافظ کلام اللہ تھے بڑا تو کتب درسی ختم کر چکا تھا۔ اور چھوٹا فارغ التحصیل ہونے کے قریب تھا۔ دونوں نیک بخت تھے۔ کمال صلاح

بہ ذمہ فقیر بود یکے مسمی رشید الدین بہ سن شانزدہ سالگی رسیدہ و دیگرے قطب الدین نام داشت۔ آں ہم چہاردہ سالہ گردید۔ ہر دو حافظ کلام اللہ و از کتب درسی یکے فارغ و دیگرے قریب بہ فراغ۔ ہر دو نیک بخت بودند و فرماں برداری فقیر از کمال صدق و اخلاص محبت و آداب خوردی و بزرگی بجان و تن مصروف۔ قضا را مشیت ایزدی داعی بر آں گردید کہ بہ مدت دوازدہ روز ہر دو تپ کردند و جانے خود بہ جوار رحمت جان آفرین سپردند درآں ایام از جانب والد ماجد چناں مامور بودم کہ بعد از فراغ درس طلبا، وقت شب چیزے از تفاسیر و احادیث پیش آمدہ ذکر می کردہ باشی روز انتقال برادر دومی بہ سبب درد مفارقت و نیز از ملاحظہ صبر و سکوت حضرت والدہ ماجدہ آنچناں مارا از خود بے خبر نمودند کہ آں مذکور تفاسیر و حدیث دو شب متواتر قضا کردم و بخدمت حضرت والد ماجد حاضر نہ شدم۔ یک بار مزاج حضرت از جانب نادیدہ منغص گردید وقت نماز صبح چوں تشریف بہ جماعت آوردند و از چند روز حکم امامت جماعت بہ بندہ بود بعد فراغت سنت بہ حافظ احمد اللہ کہ یکے از اصحاب حضرت بودند ارشاد فرمودند کہ از امروز امامت جماعت شما می کردہ باشید۔ ایشاں از پاسداری فقیر عرض نمودند کہ صاحب زادہ خود حاضر است۔ بمجرد استماع این کلمہ تسبیحے کہ بہ دست مبارک بود آنرا بہ مصلیٰ انداختند و این مصرع بہ زبان مبارک آوردہ ع

او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

بہ کمال انقباض و ملال از حافظ فرمودند کہ من با شما چیزے می گویم شما عذر دیگر بہ میاں آورید

اخلاص و محبت سے میری فرمانبرداری کرتے تھے۔ آداب خوردی و بزرگی کو بدل و جان ملحوظ رکھتے تھے اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ بارہ روز کے بخار میں دونوں چل بسے۔ ان دنوں مجھے والد ماجد کا حکم یہ تھا کہ طلبا کی تدریس سے فراغت کے بعد رات میں کچھ تفسیر و حدیث ان کے روبرو سنایا کروں دوسرے بھائی کے انتقال کے بعد درد جدائی کی وجہ سے والدہ ماجدہ کے خاموش رنج کو دیکھ کر میں اس قدر خود فراموش ہوگیا کہ متواتر دو شب تفسیر و حدیث کا سنانا نہ ہوسکا۔ اس پر والد صاحب ناراض ہوگئے۔ دوسرے روز صبح جب نماز کے لئے تشریف لائے (چند روز سے جماعت کی امامت میرے سپرد تھی) تو سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد حافظ احمد اللہ سے جو حضرت کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ آج سے جماعت کی امامت تم کیا کرو۔ حافظ صاحب نے میری پاسداری میں کہا کہ صاحب زادے خود موجود ہیں یہ سنتے ہی تسبیح جو ہاتھ میں تھی

آں بے چارا مرد بزرگ را جان بہ قالب نہ ماند فی الفور اِنِّی وَجَّہْتُ گفتہ بہ امامت حاضر شد بعد فراغ نماز حالتے کہ برمن طاری بود قابل تحریر نیست غم برادران کو والم سکوت و صبر حضرت والدہ ماجدہ بجا؟ مدت العمر خوگر کردہ صفات مہری داز نگاہ قہری ناآشنا بودم۔ دم بخود برکنار صف مصلیٰ نشستہ ماندم۔ بعد از فراغ نماز اشراق از مصلیٰ برخاستہ مارا ہمراہ بمکان نشست خود بردند و زبان مبارک بمواعظہ لینہ کشادند "اے نظام الدین! حاصل علم عمل است اگر عمل نہ باشد از بار اشتر ہم ناچیز تر است۔ سخنے با شما می گویم گوش باید کرد، دریں مدت دو روزہ غافلانہ بہ الم آن مرحومان ساختید۔ ایں صورت صریح باعث انجذاب روح موتیٰ بہ ایں عالم است و مقصود اہل تحقیق از روئے اخبار صحیحہ این است کہ درایں ایام برائے موتیٰ کارے باید کرد کہ روحش بہ آسان طریق از انجذاب و کشاکش ایں عالم وارستہ واصل بہ اصل خود گردد۔ و آسانی یافتن روح بدو چیز مقرر داشتہ اند۔ یکے خواندن کلمہ طیبہ بہ کثرت۔ و بعد خواندن کلمہ طیبہ دعائے مغفرت۔ دیگر صدقہ بہ مساکین دادن و بعد از آنہا دعا خواستن موتیٰ۔ ایں ہر دو چیز از روئے تواتر اخبار ثابت آمد برائے آسانی روح موتیٰ!"

اس کو مصلیٰ پر ڈال دیا اور فرمایا کہ جو خود ہی کھویا ہوا ہو وہ کس کی رہبری کر سکتا ہے اور غصہ سے حافظ صاحب سے کہا کہ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں تم دوسرا عذر لاتے ہو یہ سننا تھا کہ بے چارے حافظ صاحب کے ہوش فنا ہو گئے۔ فوراً انی وجہت کہہ کر امامت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد میری حالت ناگفتہ بہ تھی۔ بھائیوں کا غم کدھر اور والدہ صاحبہ کی خموشی کا حال کجا؟ جو ہمیشہ سے محبت کا خوگر رہا ہو اس پر ناگہانی عتاب ہو گیا۔ دم بخود مصلے کے کنارے پر بیٹھا رہا۔ اشراق سے فارغ ہونے کے بعد مصلے سے اٹھ کر مجھے اپنے ہمراہ اپنی نشست گاہ پر لائے اور زبانِ مبارک سے نرمی سے اس طرح نصیحت شروع کی "اے نظام الدین! علم کا حاصل عمل ہے اگر عمل نہ ہو تو علم بارِ شتر سے زیادہ ناچیز ہے۔ میں تمہیں ایک بات کہتا ہوں غور سے سنو۔ دو روز تم نے مرحوموں کے رنج میں غفلت سے گزار دیئے۔ اس سے روح کو اس عالم سے انجذاب ہوتا ہے اور اہلِ تحقیق نے احادیث صحیحہ کی رو سے یہ بتایا ہے کہ ان ایام میں میت کے لئے ایسا کام کرنا چاہئے کہ روح اس عالم کے انجذاب وکشاکش سے نکل کر اپنے اصل کی طرف واصل ہو اور روح کو یہ سہولت دو باتوں سے حاصل ہوتی ہے ایک کلمہ طیبہ کا بہ کثرت ورد کر کے دعائے مغفرت کرنا۔ دوسرے مساکین کو کچھ دے کر ان سے دعائے مغفرت کرانا۔ یہ دونوں باتیں تواتر سے ثابت ہیں کہ مردے کے لئے مفید ہیں۔

چوں بداین تقریر پنبۂ غفلت از گوشم کشیدند و عقل ہم باری بہ انصاف داد فوراً برخاستہ بقدمے کہ مناسب حال خود دیدم بصد پشیمانی ہا بہ گریہ و بکا سر بہ پا نہادم۔ چوں کہ مقصود حضرت ازیں انزجار و توہین فقط اصلاحم بود فرمودند۔ خیر ست آیندہ را آگہی باید کہ قدم از جادۂ اختیار و ضابطہ و قاعدہ محققۂ اہلِ تحقیق ایں سو و آں سو نہ رود۔

جو جامعیت اس خط میں ہے وہ ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں صحیح علم کا پہونچانا عمل و معمولات کی تاکید۔ وقت کی قدر کرنے کی تہدید۔ صبر و استقامت کی تلقین۔ ایصال ثواب کی اہمیت۔ روح موتی کو اس عالم انجذاب سے بچانے کی تدبیر یہ سب اس خط سے واضح ہو جاتے ہیں۔ کسی زمانہ میں بزرگ اس طرح اپنی اولاد کی تربیت کیا کرتے تھے۔ جب ہی تو اولاد ایسی صاحب کمال ہوتی تھی کہ آفتاب کی طرح ان کا فیض عام ہو جاتا ہے۔

۱۹۳ آپ کے تلمیذ رشید و خلیفہ ارشد عبد الرشید کتاب زاد الآخرہ میں ایک واقعہ درج کرتے ہیں:۔

"مخدوم صاحب (نظام الدین) نے فرمایا کہ مجھے جب کبھی خواب میں غوث اعظمؒ کی زیارت ہوتی تو میں دیکھتا کہ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ بھی آپ کے ہمراہ ہیں۔ ایک دفعہ عرصے سے حضرت کی زیارت نہ ہوئی۔ میں متردد تھا۔ رمضان کی تراویح کے بعد لیٹا تو حضرت کی تشریف آوری ہوئی۔ اب کی بار حضرت کے ساتھ دو صاحب تھے ایک کو تو میں نے پہچان لیا کہ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ ہیں دوسرے کو نہ پہچانا۔ قریب پہنچا تو حضرت نے ان سے کہا کہ ان سے مصافحہ کرو، نظام الدین یہی ہیں جو تمہاری حمایت کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے بڑے تپاک سے مصافحہ کیا اور کہا کہ یہ میرے کلام کی حمایت نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا۔ لوگ ان کی قدر کیا جانیں یہ قاری ابراہیم کے پوتے ہیں۔ مخدوم صاحب کہتے ہیں کہ حضرت غوث اعظمؒ نے مجھ سے فرمایا:۔ کہ محی الدین ابن عربی

[ج]ب ان کی تقریر سے پردۂ غفلت آنکھوں سے اُٹھ گیا اور عقل نے بھی گواہی دی کہ انصاف کا راستہ یہی ہے تو گریہ و زاری و [پش]یمانی کے ساتھ سر قدموں پر رکھ دیا چوں کہ جھڑکنے اور جھنجھوڑنے سے حضرت کا منشا صرف میری اصلاح تھی فرمایا:۔ "ٹھیک ہے۔ آیندہ کے لئے آنکھیں کھولو اور اپنا قدم پسندیدہ طریق اور اہل تحقیق کے قواعد و ضوابط سے ہٹ کر [نہ ڈ]الو۔"

یہ ہی ہیں۔ اس وقت میں سمجھا کہ میں جو ان کی تصنیفات کی توضیح کرتا رہتا ہوں یہ اس طرف اشارہ

و ۱۹۴ امیر سیف الدین نے خود مخدوم نظام الدین کی تعلیم و تربیت کی تکمیل کے بعد مزید
تربیت کے لئے دوسرے سات علماء کی خدمت میں بھیجا۔ قاری امیر ابراہیم قادری ابن معین الدین
ایرجی دہلوی سے بہ مقام فیروز آباد بیعت کرائی۔ دو مہینے ان کی خدمت میں رہنے کے بعد واپس
آئے جب فیروز آباد سے چرکھاری آئے تو پھر ملنے گئے اور دو ماہ قیام کیا۔ مخدوم صاحب فرماتے ہیں

"پیر و مرشد امیر ابراہیم ایرجی خود قاری ہونے کے باوجود مجھ سے امامت کراتے اور فرماتے
کہ تم سے تجوید خوب ادا ہوتی ہے۔ آواز بھی اچھی ہے"

و ۱۹۵ - چند روز کے بعد پھر جب مخدوم صاحب مرشد سے ملنے گئے تو اوراد و وظائف کے
تحفے طلب کئے۔ حضرت نے فرمایا ذرا ٹھہرو اطلاع ملی ہے کہ حافظ قاری سید ابراہیم بغدادی ابن
سید احمد بغدادی آنے والے ہیں۔ اون سے تحفے دلواؤں گا۔ تم ان کا پتہ رکھو۔ چنانچہ یہ ان کی
خبر رکھنے لگے۔ روانگی سے قبل سید ابراہیم بغدادی کو ان کے والد نے تاکید کر دی تھی کہ جب
تم ہندوستان جا رہے ہو تو اس کا خیال رکھو کہ قاری ابراہیم کی اولاد وہاں بھی ہے۔ ان سے
ملنا۔ چنانچہ جب وہ لاہور پہونچے تو وہیں سے دریافت شروع کر دی۔ لاہور سے دہلی آگرہ ہو
ہوئے جھانسی پہونچے تو مخدوم صاحب اور ان کے مرشد قاری امیر ابراہیم دونوں جھانسی جاکر
سید ابراہیم بغدادی سے ملے۔ بغدادی صاحب مل کر بغل گیر ہوئے اور خوشی کا اظہار کیا۔ جھانسی
سے کالپی جاکر وہاں ۶ ماہ قیام کیا اور مخدوم صاحب کو اوراد و مراقبات بتلائے ۶ مہینے کے بعد
مخدوم صاحب واپس کاکوری آئے تو والد نے تفصیلات پوچھیں اور کہا کہ ایسی صحبتیں کہاں ملتی
ہیں تم پھر جاکر ان کے پاس رہو۔ غرض کئی بار جاکر ملے۔

و ۱۹۶ ایک دفعہ رمضان سے قبل بغدادی صاحب نے کالپی سے لکھا کہ بغداد کے مشہور قاری
محمد شریف مدنی اور چند دیگر قراء آ رہے ہیں تم بھی رمضان یہیں گزارو تو بہتر ہے۔ مخدوم صاحب
سن کر بہت خوش ہوئے اپنے ہمراہ کئی قاری و حافظ لے گئے۔ جن میں قاری محب اللہ خیر آبادی
بھی تھے۔ رمضان سے پہلے قاری محمد شریف مدنی کی جماعت بھی کالپی پہونچ گئی۔ بغداد
کاکوری کے بہترین قراء اپنا کمال فن دکھانے کے لئے کالپی میں جمع ہو گئے۔ ارباب ذوق اور
فن قراءت کے لئے کتنا نادر موقع تھا کہ مدینے کے مشہور و نامور قاری کو سننے کا موقع ملا
تھا۔ مگر بغدادی صاحب نے اس طرح تقسیم کی کہ پہلے عشرہ میں مخدوم نظام الدین قرآن شریف

ختم کریں۔ دوسرے عشرے میں قاری محمد شریف اور تیسرے دہے میں قاری حمید الدین بغدادی مغرب کے بعد اوابین میں قاری مبارک اللہ بغدادی ایک سیپارہ سنائیں۔ چاند دیکھ کر پہلی تراویح حسب قرارداد مخدوم صاحب نے شروع کی۔ مخدوم صاحب کی خوش الحانی اور ادائی اس قدر عمدہ تھی کہ سامعین بے حد محظوظ ہوئے۔ پہلے دوگانے کے بعد قاری محمد شریف مدنی نے مخدوم صاحب کی قراءت کی بڑی تحسین کی۔ یہ بھی فرمایا:۔

"کون کہہ سکتا ہے کہ تم ہندی ہو۔ تم تو فخر اہل مدینہ ہو۔ دقایق تجوید۔ شد و مد اور خوش الحانی کا حق تم جس طرح ادا کرتے ہو وہ دوسرے میں نہیں آسکتا۔ حق یہ ہے کہ تم اپنا مثل نہیں رکھتے"

ایک مدنی کا ان الفاظ میں تعریف کرنا یہ بتاتا ہے کہ قواعد تجوید اس درجہ مدون ہیں کہ جو بھی ان پر حاوی ہو جاتا ہے خواہ کہیں کا باشندہ ہو تجوید کا حق ادا کر سکتا ہے مخدوم نظام الدین کی جو تعریف کی گئی وہ ہر قاری کے لئے حوصلہ افزا اور شمع ہدایت ہے کہ سعی و کوشش سے اس فن پر قدرت پانے کی طرف راغب ہو۔ غرض اس طرح تینوں دہے پورے ہوئے۔

و ۱۹۷ بغدادی صاحب نے قاری محمد شریف مدنی سے کہا کہ

"مخدوم نظام الدین کو شیخ اکبر کی تصانیف پر بڑا عبور ہے۔ بعد رمضان فصوص الحکم ان سے سنیں گے"

چنانچہ حسب پروگرام مخدوم صاحب نے فصوص الحکم کا درس شروع کیا۔ اور آیات قرآنی سے تطبیق کرتے گئے۔ تو سامعین حیران رہ گئے۔ قاری محمد شریف جب ہندوستان سے باہر تشریف لے گئے تو راستہ میں خواجہ امکنگی سے ملے اور کہا کہ:۔

"اس سفر میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جو جامع صفات حسنہ ہیں جس کسی کو سید الطائفہ جنید بغدادی کا ادب۔ ابو حنیفہ کا تقویٰ۔ سابقہ قرائے سبعہ کی تجوید و قراءت کے رموز نکات دیکھنا منظور ہو تو وہ مولانا نظام الدین کو دیکھے"

یہ واقعہ خواجہ امکنگی سے خواجہ باقی باللہ نے سنا تھا اور مخدوم صاحب کے پوتے ملا عبد الکریم جب دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ سے ملنے گئے تو حضرت خواجہ صاحب نے خواجہ مجدد صاحب کے مواجہ میں یہ واقعہ بیان کیا۔

و ۱۹۸ عہد اکبری میں مخدوم صاحب کی بہت شہرت ہو گئی تھی۔ چنانچہ بادشاہ کا داماد یعقوب سلطان آپ کا مرید ہو گیا تھا۔ اور حضرت کے پائنتی دفن ہوا۔ اکبر جب کاکوری آیا تو مخدوم صاحب سے مل کر

ان کے علم وفضل سے بہت متاثر ہوا۔ اور ان کی خدمت میں جاگیر پیش کی۔

۱۹۹۔ مخدوم صاحب کی تصانیف بھی کثرت سے ہیں اور شاگرد بھی بہت ہوئے۔ مگر ہم تک ان کی اولاد کے سوا دوسروں کے نام نہ پہونچ سکے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں مخدوم صاحب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:-

"شیخ بھیکن از اعلم العلماء روزگار و متورع و متشرع و در تقویٰ امام اعظم ثانی بود سالہا بدرس و افادۂ خلق اشتغال داشتہ۔ حافظ قرآن مجید بہ ہفت قرات بود۔ شاطبی را درس می فرمود"

۲۰۰۔ وفات ۸ ذی قعدہ ۹۸۱ھ میں بہ عمر ۹۱ سال ہوئی۔ تاریخ وفات یہ ہے سہ

آمدہ اعداد کامل سال او ⁂ نہصد و ہشتاد و یک بے ساختہ

آپ کے ۶ لڑکے اور ۴ لڑکیاں تھیں۔ بڑے فرزند حافظ امیر شہاب الدین تھے جو شباب میں انتقال کر گئے ان کے دو لڑکے ملا عبدالکریم و ملا عبدالقادر تھے ان کی اولاد کا سلسلہ شجرہ دوم سے معلوم ہوگا۔ [1]

---

[1] مخدوم صاحب کے بعض ارشادات سبق آموز ہیں۔ اس لئے چند درج ذیل کئے جاتے ہیں (۱) اخلاق سے لوگوں کو خوش کرنا قلوب کو خوش رکھنا اللہ تعالے کی خوشنودی کی دلیل ہے۔ یہ ازروئے نصوص ثابت ہے (۲) شرافت دو قسم کی ہوتی ہے (۱) شرافت نسبی (۲) شرافت کسبی۔ شرافت نسبی کا بڑا درجہ ہے مگر شرافت کسبی جس سے رذائل بشری کا دور کرانا اور محامد انسانی سے متصف ہونا مراد ہے۔ یہ چیز مخصوص ریاضت و مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے (۳) میری اولاد میں جو کوئی شراب خوار یا رافضی ہوگا اس کی نسل منقطع ہو جائے گی (۴) میری اولاد میں جو شادی میں ناچ و رنگ کرے گا اس کا انجام رنج و غم کے سوا کچھ نہ ہوگا (۵) مخدوم صاحب کا زمانہ اور شیخ کمال الدین سعدی کاکوری کا زمانہ ایک تھا۔ شیخ سعدی کو جو کچھ ملتا خرچ کر ڈالتے اور کہتے "باسی نہ بچے نہ کتا کھائے" مخدوم صاحب نے یہ سن کر فرمایا۔ کہ بہتر یہ ہے کہ باسی بچے اور کتا کھائے۔ کیوں کہ بچانے میں غیر کو نفع پہونچانا ممکن ہے۔ یہ امر باعث اطمینان بھی ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ خشک روٹی کے ٹکڑے جیبوں میں رکھتے تھے۔ یہ امر توکل کے منافی نہیں۔ شیخ نظام الدین اور شیخ کمال الدین سعدی۔ دونوں کے مزارات کاکوری میں ہیں۔ اول الذکر کا مزار اچھی حالت میں ہے مگر آخر الذکر کے مزار پر ایک گنبد ہے کتبہ نہیں ہے بالکل کھنڈر ہوگیا ہے۔ اطراف میں بھینس والے بھینسیں رکھتے ہیں۔

سلسلہ اول قادریہ

حسام الدین برہان پوری وفات سنہ ۹۶۰ھ

فرزند

شیخ القراء وشیخ الحدیث شیخ علاء الدین علی متقی

(۳) قاضی القضاۃ مجد الدین طاہر پٹنی سنہ ۹۸۶ھ

فرزند
شیخ الاسلام
وفات سنہ ۱۱۰۹ھ
فرزند
محمد اکرم الدین
صوبیدار گجرات

فرزند
سراج الاسلام

فرزند
عبد الحق

فرزند
نور الحق

شاگرد دوم
حافظ شاہ محمد ابن فضل اللہ

خواجہ فضل اللہ

خواجہ فضیل

شاگرد
عبد الوہاب متقی

شیخ حسین قادری
سنہ ۱۰۱۳ھ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی سنہ ۱۰۵۱ھ

مولانا سلیمان
شاگرد
فرزند
مولانا احمد بن سلیمان
مخدوم العالم شیخ نور الدین سنہ ۱۱۵۵ھ

فرزند
نور الحق دہلوی
۱۰۷۳ھ

شاگرد
شاہ طیب بنارسی
۱۰۴۲ھ

۲۰۲ و

سلسلہ دوم قادریہ

شیخ القراء امیر سیف الدین قادری کاکوروی ۹۶۹ھ

فرزند

شیخ القراء مخدوم نظام الدین قادری وفات ۹۸۱ھ

خلیفہ — ملا عبدالرشید حافظ و قاری

شاگرد — حافظ محب اللہ

فرزند — حافظ قاری شہاب الدین

خلیفہ — مرزا شمس الدین

فرزند (حافظ قاری شہاب الدین) — حافظ و قاری ملا عبدالکریم ۱۰۳۹ھ

فرزند — ملا عبدالقادر — ملا محمد اشرف — ملا محمد رضا

ملا عبدالکریم کے:

فرزند — ملا عزیز اللہ حافظ و قاری

ملا ضیاء اللہ — شیخ سیف الدین — حافظ غلام محمد

حافظ ملا محمد ماہ

ملا عزیز اللہ کے:

ملا عظمت اللہ — زیب النساء کے استاد تھے

ملا عصمت اللہ — شیخ امین الدین — حافظ حفیظ اللہ — حافظ شاہ عزیز اللہ

حافظ شاہ عزیز اللہ کے:

حافظ معز اللہ — قاضی حافظ غوث علی ۱۳۵۴ھ — حافظ اولاد علی

حافظ غلام مجتبیٰ — علی حسین صدر الصدور ۱۲۸۲ھ — خان بہادر منشی تاج الدین ۱۲۹۵ھ — ای۔ اے۔ سی

ملا محمد رضا کے:

ملا بدیع الزماں — شیخ محمد مسیح — مسیح الزماں خاں — شیخ غلام حسن — شیخ محمد غنی — شاہ کرامت علی قلندر

ملا محمد زماں — شیخ محمد غلام

شیخ محمد غلام کے:

شیخ غلام شاہ — حافظ سرفراز علی

شیخ غلام [illegible] شہید [illegible]

حافظ غلام محمد — شیخ عبدالرحمٰن (عالمگیر کے زمانہ میں تھے)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو اگلا صفحہ ۱۵۷)

نقشہ ہندوستان
دور قادریہ (۹۰۰ھ تا ۱۲۹۶ھ)
میں قرأت کی وسعت
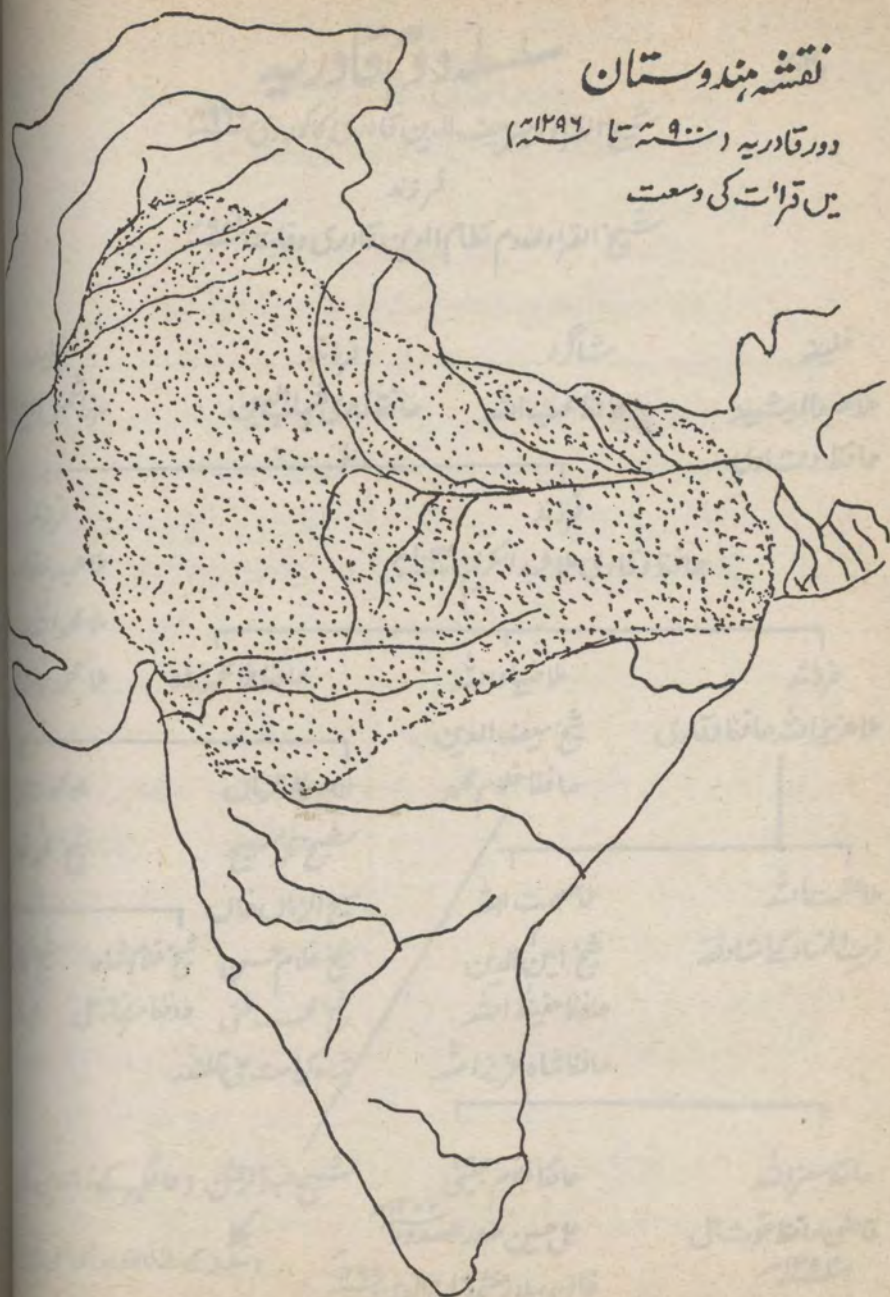
خانوادۂ شطاریہ قادریہ

و۲۰۳ علمائے سندھ میں سے ایک خاندان جو خانوادۂ شطاریہ سے تعلق رکھتا تھا اور جس نے وسط ہند میں تجوید و قراءت کی بڑی خدمت انجام دی وہ سندھ سے برہان پور منتقل ہوا تھا، جس کا شجرہ یہ ہے

شیخ رکن الدین سندھی
- شیخ یوسف
  - قاری شیخ طاہر محمد وفات ۱۰۰۴ھ
  - قاری شیخ قاسم وفات ۹۸۹ھ
    - شیخ القراء شیخ عیسیٰ جند اللہ ۹۶۲ھ - ۱۰۳۱ھ
      - بابا عبدالستار
      - بابا فتح محمد
        - حافظ قاری شیخ رحیم
          - حافظ قاری شیخ رحیم خطیب برہان پور
      - شیخ طٰہٰ
    - شیخ عثمان
    - شیخ سلیمان سیفی ۹۶۶ھ - ۱۰۰۵ھ
- حافظ قاری شیخ عیسیٰ

قاری شیخ عیسیٰ سندھی

و۲۰۴ حافظ قاری شیخ عیسیٰ ابن رکن الدین وطن پاتری ضلع سندھ عالم و فاضل۔ بے مثل قاری تھے۔ سخاوت و شجاعت میں بھی مشہور تھے

آپ ابراہیم لودھی کے زمانۂ حکومت میں تھے۔ زیادہ حالات نہ معلوم ہو سکے ۔ؔ

قاری شیخ طاہر محمد سندھی

و ۲۰۵ ۔ شیخ طاہر محمد ابن شیخ یوسف ابن شیخ رکن الدین سندھی وطن ۔ پاتری ۔ سندھ ۔ عالم و فاضل ۔ اپنے چچا سے تجوید سیکھی جب ہمایون کی آمد کی وجہ سے سندھ میں افراتفری پھیلی تو شیخ طاہر معہ اپنے قبیلہ کے ۹۵۰ھ میں پاتر سے روانہ ہو کر احمد آباد پہونچے ۔ یہاں کچھ دنوں قیام کیا ۔ ان دنوں حضرت محمد غوث گوالیاری احمد آباد آئے ہوئے تھے ان کی خدمت میں پہونچے اور مرید ہو گئے ۔ حضرت نے ان کو خلافت عطا کی ۔ احمد آباد سے روانہ ہو کر یہ قافلہ شہر ایلچ پور پہونچا ۔ جو برار کا پایہ تخت تھا ۔ تفاول خاں نے بڑی خاطر و مدارات کی ۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہوا ۔ ۲۲ سال برار میں رہکر فیض پہونچاتے رہے ۔ آپ کے چھوٹے بھائی شیخ قاسم کا انتقال یہیں ۹۸۱ھ میں ہوا ۔ جب سلطنت برار کا نظام درہم برہم ہوا تو آپ ۹۸۲ھ میں معہ متعلقین برہان پور آ گئے ۔ یہاں محمد شاہ فاروقی نے بڑی آؤ بھگت کی ۔ شاندار محلات نذر کئے ۔ غرض آپ کا درس برہان پور میں بڑے آب و تاب سے شروع ہوا ۔ آپ کے درس میں بڑی دلکشی اور کیف پایا جاتا تھا ۔ محمد شاہ فاروقی کے بعد راجے علی خاں نے بھی جو عادل شاہ کا لقب اختیار کر کے خاندیش کا حکمران ہوا ۔ آپ کی بڑی خدمت کی اور عقیدت سے پیش آتا رہا ۔ شیخ طاہر محمد کا انتقال ۱۰۰۴ھ میں ہوا ۔ برہان پور میں دفن ہوئے ۔ مزار شیخ القراء محمد عیسیٰ جند اللہ کے احاطہ میں ہے ۔ یہ طاہر پٹنی سے مختلف ہیں ۔ اس کی صراحت مصنف تذکرۂ اولیائے سندھ نے اپنی کتاب میں کر دی ہے ۔ تفسیر مجمع البحار آپ کی تصنیف ہے مگر اب نایاب ہے

قاری شیخ قاسم سندھی

و ۲۰۶ شیخ قاسم بن شیخ یوسف بن شیخ رکن الدین ۔ شیخ طاہر کے چھوٹے بھائی تھے ۔ شیخ قاسم اپنے برادر کلاں کے ہمراہ سندھ سے احمد آباد آئے ۔ آپ شیخ بہاء الدین ملتانی کے مرید تھے ۔ احمد آباد سے برار جا کر تفاول خاں کے مدرسہ میں درس دیتے رہے ۔ ۹۶۲ھ میں شیخ جند اللہ اور ۹۶۶ھ میں شیخ سلیمان سیفی پیدا ہوئے ۔ ۹۸۱ھ میں بمقام ایلچ پور (برار) انتقال ہوا ۔ وہیں دفن ہوئے ۔ آپ نہایت تقویٰ شعار عبادت گزار اور متوکل تھے ۔ شیخ طاہر محدث فرمایا کرتے تھے کہ "میرے بھائی شیخ قاسم کا مشرب صوفیانہ تھا ۔ ان کی دلآویز گفتار اور پسندیدہ اطوار سے اخیار و ابرار کی علامتیں ظاہر تھیں ۔"

۱ؔ برہان پور کے سندھی اولیاء ۔ تالیف سید محمد مطیع اللہ راشد برہان پوری (صفحہ ۱۹)

حافظ وقاری ملا محمد اسمٰعیل ایلچ پوری

ف ۲۰۷ مدرسہ عماد شاہی کے ایک بابرکت بزرگ ملا محمد اسمٰعیل تھے یہ بڑے جید قاری اور بے مثل حافظ تھے۔ مشہور تھا کہ جو شخص آپ سے پڑھتا وہ جید حافظ و قاری ہوتا۔ صاحب تذکرہ اولیائے سندھ آپ کی تعریف میں لکھتے ہیں :۔

"تعلیم قرآن پاک کا فیض پھیلانے میں اس عہد میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے"

شیخ عیسٰی جند اللہ کو نو سال کی عمر میں اچھا قاری و حافظ بنا دیا۔ آپ نے مدرسہ عماد شاہی کی خدمت ۹۶۰ھ سے ۹۸۱ھ تک کی۔

شیخ القراء شیخ ابراہیم شطاری مرغ لاہوتی

ف ۲۰۸ آبائی وطن سندھ ہے۔ شیخ لشکر محمد عارف باللہ کے ممتاز خلیفہ ہیں۔ اچھے خوش نویس۔ عالم اور باطنی فضل و کمال سے آراستہ تھے۔ تجوید پر حیرت انگیز عبور حاصل تھا۔ دل گداز آواز سے قرآن مجید پڑھتے تھے جس سے سننے والوں کو عجیب لذت و کیف حاصل ہوتا تھا۔ اہل طلب کو تجوید سکھایا کرتے تھے۔ شیخ لشکر محمد نے تجوید و قرات آپ سے سیکھی تھی۔ جب غوث الاولیاء محمد غوث گوالیاری احمد آباد آئے تو شیخ لشکر محمد معہ اپنے خلفاء کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ غوث الاولیاء کو تجوید و قرات سے بڑا شغف تھا۔ شیخ ابراہیم کی قراءت سن کر بہت خوش ہوئے۔ اور تاکید کی کہ ہماری نمازوں میں قاری صاحب ہی امامت کیا کریں۔ آپ کی خوش الحانی سے متاثر ہو کر آپ کو "مرغ لاہوتی" کا خطاب دیا تھا۔ گیارہ سال احمد آباد میں امامت کی خدمت انجام دی۔ خانقاہ غوثیہ میں شیخ ابراہیم نے دیکھا کہ پیر اور دادا پیر دونوں عسرت میں ہیں۔ کتابت کے ذریعہ کما کر پیش کرنے کا خیال ہوا۔ مگر دیکھا کہ یہ آرام و عزت کا کام ہے۔ چنانچہ جنگل سے لکڑیوں کا بوجھ سر پر لا کر سالہا سال تک خانقاہ کے مصارف کی تکمیل کی۔

(ب) برہان پور کے بادشاہ میراں محمد شاہ فاروقی نے مولانا حافظ صدر سندھی کو شیخ ابراہیم کی خدمت میں بھیجکر استدعا کی کہ پردہ نشیناں حرم شاہی اصول تجوید سے قرآن کی تعلیم کے خواہش مند ہیں چوں کہ آپ ضعیف العمر اور یہ ہمہ صفات موصوف ہیں یہ ذمہ داری قبول فرمائیں۔ آپ نے یہ لطائف الحیل ٹال دیا۔ اور اپنی محنت شاقہ جاری رکھی۔ زندگی بھر نہایت سادہ۔ بے تکلف۔ متواضع۔ متوکلانہ اوقات بسر کی۔ اور اپنی وضع پر قائم رہے۔ لباس میں بھی شرعی ستر پوشی کی حد تک اہتمام رکھتے تھے۔ وفات ۹۹۱ھ میں ہوئی۔ مادہ تاریخ صاحب فیض ہے۔ شیخ ابراہیم کا

۹۹۱ھ

مزار ابن عمر کے مقبرہ کے پاس عادل پورہ برہان پور میں ہے۔

آپ کے شاگردوں میں شیخ عیسٰی جند اللہ اچھے قاری تھے۔

قاری شاہ لشکر محمد عارف شطاری

(و ۲۰۹) آپ شاہ محمد غوث گوالیاری کے خلیفہ خاص ہیں۔ آپ کی ذات جامع کمالات تھی سنہ ولادت ۹۲۳ھ ہے مرشد ہونے کے باوجود آپ نے تجوید و قراءت کی تکمیل اپنے مرید شیخ ابراہیم سے کی۔ اس کا ذکر صاحب تذکرہ اولیائے سندھ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ آپ نے ستر سال کی عمر قناعت و ریاضت میں تمام کی۔ صرف قوت لایموت حاصل کر کے اوقات عزیز عبادت میں صرف کرتے تھے شاہ عیسٰی جند اللہ آپ کے کامل ترین خلفاء میں تھے۔

۹۹۳ھ میں بروز عید الفطر انتقال ہوا اور برہان پور میں دفن ہوئے۔ مزار بیرون شہر پناہ برہان پور قریب عید گاہ واقع ہے۔

(ف) آپ کی صاحب زادی بی راستی بی قاریہ و عالمہ اور فاضلہ تھیں۔ حدیث کا درس دیا کرتیں۔ کثرت سے لوگ سننے آتے تھے ان کا مزار بھی والد کے مزار کے قریب جانب شہر ہے۔

قاری حافظ مولانا شیخ طیب سندھی

(ف ۲۱۰) آپ کے والد کا نام شیخ مخدوم ہارونی وطن سندھ تھا۔ شیخ مخدوم سندھ کے مشہور علماء میں سے تھے۔ مولانا غوثی لکھتے ہیں کہ :-

شیخ مخدوم کی ذات سے سندھ کی زمین روشن تھی۔ تمام اطراف آپ کی اولاد اور شاگردوں سے منور ہے یہ جید قاری اور عالم تھے۔ ان کے فرزند شیخ طیب نے والد سے تجوید و دیگر علوم سیکھے۔ [illegible] جب سندھ کی حالت ابتر ہوئی تو سندھ سے احمد آباد آئے اور وہاں سے شہر ایلچ پور کی طرف [illegible] کیا۔ جہاں ان کے دوست محمد طاہر محدث پہلے سے مدرسہ عماد شاہی میں درس دیا کرتے تھے۔ محمد طاہر نے آپ کو بھی مدرسہ میں درس و تدریس میں لگا دیا۔ صاحب تذکرہ اولیائے سندھ لکھتے ہیں: شیخ طیب نے پہلے اپنے نامور عالم و فاضل والد سے علوم سیکھے۔ بعد ازاں حضرت ملا یونس مفتی کی شاگردی کی۔ جس شوق سے خود سیکھا تھا اسی شوق سے دوسروں کو بھی سکھلانے میں بھی حریص رہے چنانچہ مسیح الاولیاء شیخ عیسٰی جند اللہ فقہ و کلام میں آپ کے شاگرد ہیں۔ خاندان عماد شاہی کے زوال کے بعد فاروقی بادشاہ نے حضرت شیخ طاہر کے علاوہ آپ سے بھی برہان پور تشریف لانے کے لئے اصرار کیا۔ آپ برہان پور جا کر دس سال تک درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۱۰۰۰ھ میں انتقال ہوا۔

شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی کے حظیرے میں دفن ہوئے۔

حکیم شیخ عثمان بوبکانی قاری ہفت قرات

و ۲۱۱ والد کا نام شیخ عیسیٰ ابن شیخ ابراہیم سندھی مضافات سندھ میں ایک مقام بوبکان میں ولادت ہوئی۔ حصول علم کے لئے بوبکان سے احمد آباد گئے۔ مولانا وجیہہ الدین کے درس میں شریک ہوئے۔ تجوید و تفسیر۔ حدیث و فقہ کی تکمیل کی۔ پھر شیخ حسین بغدادی سے ریاضی و حکمت کی تکمیل کی۔ جملہ علوم میں فارغ ہونے کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ علمی فضائل و کمالات کا شہرہ نزدیک و دور پھیل گیا۔ ۹۸۳ھ میں برہان پور تشریف لائے۔ محمد شاہ ابن مبارک شاہ فاروقی نے عزت و احترام کے ساتھ رکھا۔ تدریس و فتویٰ نویسی کے اعلیٰ منصب پر آپ کو مامور کیا۔ زرخیز اراضی کا ایک موضع عطا کیا۔ ۲۷ سال آپ نے برہان پور میں درس دیا۔ تین بادشاہوں کے دور سے گزرے سب نے قدر و منزلت کی۔ ۱۰۰۸ھ میں جب اکبر نے چڑھائی کی تو آپ اپنے موضع کو چلے گئے۔ نواح کے ڈاکوؤں نے مسلح ہو کر اس موضع پر تاخت کی مال و متاع لوٹ کر آپ کو اور آپ کے (۱۷) رفقاء کو شہید کر ڈالا۔ آپ تقویٰ شعاری اور عبادت گزاری میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ شیخ لشکر محمد عارف فرمایا کرتے تھے کہ:-

"حکیم کے مثل اطمینان اور فراغت قلب سے عبادت کرنیوالا مجھے نظر نہیں آیا"

شیخ طاہر فرماتے تھے کہ:-

"جیسی شکستگی خاطر۔ عاجزی و گمنامی میں رہنے کی پسند حکیم کی ہے میں نے عالموں میں کسی میں نہیں دیکھی۔ چالیس سال کے اندر کسی گھر کا لقمہ نہیں کھایا۔ کمال پرہیزگاری کے ساتھ زندگی بسر کی۔"

۹۸۳ھ سے شیخ عیسیٰ جند اللہ آپ کے درس میں شریک رہے۔ کئی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

شیخ القراء شیخ عیسیٰ جند اللہ

و ۲۱۲ والد کا نام شیخ قاسم۔ ابن شیخ یوسف ابن شیخ رکن الدین مقام ایلچ پور (برار) میں ۵ ذی الحجہ ۹۶۲ھ بروز یکشنبہ پیدا ہوئے بڑے ذکی اور زود فہم تھے۔ مذہبی تعلیم کے ماحول میں آنکھ کھولی۔ حافظ و قاری ملا محمد اسمٰعیل سے نو سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ حفظ کر لیا۔ دوسرے استاد آپ کے چچا شیخ طاہر محدث تھے۔ ان سے حدیث و فقہ قرات و تجوید و تصوف کی تکمیل کی۔ انیسویں سال میں والد کا انتقال ہوا۔ بیسویں سال آپ کے چچا آپ کو لے کر برہان پور آ گئے۔ آپ کو علم کا شوق تھا۔ طلب علم کے لئے آگرہ پہونچے۔ ۹۸۳ھ میں جب قاری سبعہ حکیم محمد عثمان بوبکانی برہان پور تشریف لائے تو آپ کے چچا نے خط لکھ کر آپ کو بلالیا۔

حکیم قاری محمد عثمان سے آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ وقرات سبعہ کی تکمیل کی۔ بعدازاں شیخ مبارک سندی سے اصول فقہ وعلم کلام کی سند پائی۔ شیخ فتح اللہ شیرازی سے ریاضی وعروض سیکھی۔ پھر قاری شیخ ابرا... تجوید وقرات کی سند لی۔ اس کے بعد شیخ لشکر محمد عارف سے بیعت کی۔ اور ریاضت ومجاہدات میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ آپ کی شہرت دور دور پھیل گئی

(ب) عبدالرحیم خانخاناں آپ کے معتقدین میں سے تھا۔ دیگر امراء بھی نذرانے بھیجتے رہے۔ ... کی عمر میں ۱۵ شوال ۱۰۳۱ھ م ۳۱ اگست ۱۶۲۲ء کو برہان پور میں انتقال ہوا۔ وہیں دفن ہوئے۔ مزار پر ایک گنبد ہے جو اب بھی مرجع خلائق ہے۔ کسی شاعر نے آپ کی مدح میں یہ شعر کہا ہے ؎

دو عیسیٰ ست فرخندہ در نسل آدم ؁ یکے ابنِ قاسم دوم ابن مریمؑ

(ج) شیخ الاولیاء کو قرآن مجید سے خاص رغبت وتدبر فی القرآن میں بڑا انہماک تھا۔ جید حافظ اور بے بدل قاری تھے۔ متعدد تفسیریں درساً پڑھی تھیں اور خود بھی ایک لاجواب تفسیر انوار الاسرار لکھی تھی۔ حیدر آباد سندھ کے کتب خانہ میں اس تفسیر کا ایک حصہ جو چند سورتوں کی تفسیر پر مشتمل ہے، موجود ہے۔

تلاوت وسماعت قرآن ودرس وتجوید کا ذوق تھا کہ ہر روز بعد نمازِ عصر مسجد میں بیٹھ جاتے اکثر حافظ وقراء حاضر ہوتے۔ اول آپ ایک رکوع تلاوت فرماتے۔ پھر کوئی اور قاری۔ غرض ایک ایک رکوع کی تلاوت کا دور مغرب تک جاری رہتا۔ یہ معمول آپ کے نظام الاوقات میں اس پابندی سے داخل تھا کہ اس میں سرمو فرق نہ آتا (تذکرہ اولیائے سندھ از سید محمد مطیع اللہ ارشد)

قاری حافظ بابا فتح محمد محدثؒ

و ۲۱۳ آپ کا نام عبدالرحمٰن۔ کنیت ابوالمجد۔ والد آپ کو فتح پکارتے تھے وہی عرف عام میں مشہور ہوگیا۔ ولادت ۹۹۵ھ میں ہوئی آپ انتہائی ذہین وذکی تھے۔ والد سے جملہ علوم سیکھے۔ تجوید وقرات وحفظ کی تکمیل کی پھر حدیث وفقہ میں کمال حاصل کیا۔ عبادت گذاری۔ تصنیف وتالیف درس وتدریس میں عمر کا بڑا حصہ صرف کیا۔ انتقال سے ۱۶ سال قبل ہجرت کرکے مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں عبادت میں مصروف رہے۔ ۱۰۸۰ھ میں انتقال ہوا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

آپ کے صاحبزادوں میں حافظ قاری شہاب الدین وحافظ قاری شیخ رحیم مشہور ہوئے۔

حافظ قاری حاجی شیخ شہاب الدینؒ

و ۲۱۴ والد کا نام بابا فتح محمد ابن شیخ عیسیٰ جند اللہ ولادت ۱۰۳۱ھ۔ وطن برہان پور۔ آپ کی تعلیم وتربیت معقول طریقے...

کم سنی میں حفظ و تجوید کی تکمیل کرلی۔ جب آپ سن شعور کو پہونچے تو حضرت شیخ برہان الدین راز الٰہی خلیفہ شیخ عیسٰی جنداللہ نے اپنی خانقاہ کے قریب تعمیر کردہ مسجد میں آپ کو امامت پر مامور کردیا۔ آپ نے اپنے والد سے تجوید۔ وتفسیر و حدیث و فقہ کی تکمیل کی۔ شیخ برہان الدین راز الٰہی سے سلوک طریقت کی تکمیل کی اور تصوف میں انہیں کے نقش قدم پر چل کر ریاضات و مجاہدات کرتے رہے۔ ۱۰۶۴ھ میں والد کے ہمراہ حج و زیارت کو گئے۔ چار سال وہاں رہ کر ۱۰۶۸ھ میں واپس آئے۔ والد کی بڑی املاک تھی۔ اس کو والد کی وصیت کے مطابق تقسیم کیا۔ صاحب تذکرۂ اولیاء سندھ لکھتے ہیں کہ:-

"آپ کو فیاض ازل کی بارگاہ سے دینی و دنیوی سعادتوں کا وافر حصہ عطا ہوا تھا۔ عزت و دولت۔ روحانی عظمت کے ساتھ خدائے تعالےٰ نے نیک اور نامور اولاد سے بھی آپکو نوازا تھا۔ چار فرزند سعید و رشید عالم و فاضل مقبول انام ہوئے ہر ایک کو علوم نقلی و عقلی سے کامل بہرہ ملا تھا۔ مقامات سلوک طئے کرانے کے بعد چاروں کو کچھ کچھ وقفے سے خلافت عطا کی۔ جو بعد ازاں سجادہ نشین ہوئے"

شیخ شہاب الدین کی وفات ۱۰۹۵ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ شیخ رحیم | **۲۱۵** وفات ۱۰۳۵ھ۔ والد کا نام بابا فتح محمد محدث۔ وطن برہان پور۔ ولادت والد کی تعلیم و تربیت سے پروان چڑھے۔ جملہ علوم عقلی و نقلی میں استعداد کامل بہم پہونچائی۔ حفظ و تجوید و قرأت جو گھرانے کے خاص امتیازی جوہر تھے ان کی باحسن وجوہ تکمیل کی۔ پھر تصوف کی طرف رجوع ہو کر ریاضات و مجاہدات کئے۔ درویش دوست اور تقویٰ اشعار تھے والد نے خانقاہ نشینوں کی تعلیم و تربیت پر مامور کیا تھا۔ صاحب تذکرۂ اولیائے سندھ لکھتے ہیں کہ "خاندانی علم و فضل کا سلسلہ آپ کی اولاد میں عرصہ دراز تک جاری رہا حفظ قرآن مجید علم قراءت جو مسیح الاولیاء (شاہ عیسٰی جنداللہ) کے خاندان کا خاص جوہر ہے اس سے آپکے سعید اخلاف خاطر خواہ بہرہ ور رہے۔ چنانچہ قاری عبدالرحیم کے پوتے جو آپ کے ہم نام تھے علوم قرآنی (حفظ و قراءت) پر عبور کے باعث جامع مسجد برہان پور کے خطیب مقرر کئے گئے تھے۔"

دورِ ششم عیدروسیہ

زمانہ | از ۹۲۵ھ تا ۱۱۰۰ھ

مرکزی شخصیتیں (۱) سید شیخ عبداللہ العیدروس

(۲) محمد عرب

۲۱۶ خاندان عیدروسی کا مولد و مسکن تریم (حضرموت) ہے جو عرب کے مشرقی ساحل پر وا
یہ خاندان علم و فضل میں بہت ممتاز تھا۔ تجوید و قراءت میں ماہر۔ اس خاندان کے کئی بزرگ براہ
بھڑوچ ہندوستان کے مغربی ساحل پر آئے۔ ان بزرگوں نے گجرات۔ احمد آباد۔ سورت۔ دکن۔
گولکنڈہ اور بیجاپور میں تجوید و قراءت۔ علم و تصوف کی اشاعت کی۔ ان میں قابل ذکر نام یہ ہیں

سید شیخ عبداللہ العیدروس حضرمی

۲۱۷ ولادت ۹۱۹ھ بمقام تریم۔ شہاب الدین بن
اور شیخ عبداللہ بن محمد باقشیر سے حفظ و قرآن کی تکمیل کی
یمن گئے۔ وہاں سے عدن پہونچے۔ وہاں شیخ محمد بن عمر سے مختلف علوم کی تحصیل کی۔ وہاں سے
گئے۔ ۹۳۸ھ میں حج کیا۔ اس کے بعد شیخ ابوالحسن اکیلری سے قراءت و علوم کی تکمیل کی۔ پھر چند
تریم میں رہے۔ ۹۴۱ھ میں دوسرا حج کیا۔ تین سال مکہ معظمہ میں رہکر شیخ شہاب الدین احمد بن
اور علامہ عبداللہ بن احمد الفاکہی اور ان کے بھائی عبدالقادر علامہ عبدالروف بن یحییٰ اور علامہ
بن الخطاب سے علوم سیکھے پھر تریم آکر تین سال رہے۔ ۹۵۸ھ میں ہندوستان آئے۔ عماد الملک
نام خط لاکر احمد آباد میں دیا۔ اس تعارف سے احمد آباد میں رہے۔ تیس سال تک درس و تدریس
رہے۔ رمضان ۹۹۰ھ میں احمد آباد ہی میں انتقال ہوا۔ آپ کے انتقال کے بعد خلف رشید سید
بن شیخ ہندوستان آئے اور بھڑوچ میں مقیم ہوئے۔ ۱۰۲۴ھ میں انتقال ہوا۔ بھڑوچ میں دفن
سید شیخ کے دوسرے دو فرزند عبدالقادر العیدروس اور شیخ عبداللہ العیدروس تھے۔ عبدالقادر
انتقال ۱۰۳۸ھ میں ہوا۔ احمد آباد میں دفن ہیں۔

و ۲۱۸ ۔ شیخ کے تیسرے فرزند عبداللہ العیدروس کے چار فرزند تھے (۱) سید محمد العیدروس (۲) حبیب العیدروس (۳) حسین (۴) علی

سید محمد بن عبداللہ حضرمی شیخ کے پوتے تھے۔ دادا کی زندگی میں تشریف لاکر سورت میں بود و باش اختیار کی۔ وہیں تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

۱۰۳۰ھ میں وفات ہوئی۔ سورت میں دفن ہیں۔

حبیب العیدروس

و ۲۱۹ حبیب العیدروس بن عبداللہ بن سید شیخ عبداللہ العیدروس ولادت تریم علاقہ حضرموت میں ۹۹۳ھ میں ہوئی۔ والد سے درسی کتابیں پڑھیں قرآن مجید حفظ کیا۔ فقہ کی تکمیل عبدالرحمن افضل سے کی ۱۰۱۶ھ میں حرمین شریفین گئے۔ شیخ کامل عراقی۔ شیخ عبداللہ وغیرہ سے استفادہ کیا۔ قراءت کی بھی تکمیل کی۔ نو سال وہاں قیام کرکے ۱۰۳۵ھ میں ہندوستان آئے۔ ان کے چچا عبدالقادر پہلے سے احمدآباد میں موجود تھے۔ ان کے پاس ٹھہرے۔ ان سے خلافت لے کر دکن کی طرف آئے۔ احمدنگر میں قیام کیا۔ برہان نظام شاہ اور ملک عنبر سے ملاقات ہوئی۔ دونوں نے تواضع و تکریم کی۔ مگر احمدنگر میں جنگ و جدال ہونے کی وجہ سے آپ بیجاپور چلے گئے۔ ابراہیم عادل شاہ دوم حکمران تھا۔ وہ بڑے احترام سے پیش آیا۔ ادب کی کتابیں آپ سے پڑھیں۔ رفتہ رفتہ حضرت کا اتنا اثر ہوا کہ بادشاہ امامیہ مذہب ترک کرکے اہل سنت ہوگیا۔ حضرت کا یہ اثر امراء دربار کو ناگوار تھا وہ دشمن ہوگئے چنانچہ جب ۱۰۳۶ھ میں ابراہیم علی عادل شاہ کا انتقال ہوا تو آپ بیجاپور میں نہ رہ سکے۔ وہاں سے دولت آباد گئے۔ وزیر اعظم فتح خاں بن ملک عنبر نے آپ کی بڑی خدمت کی۔ آپ کا قیام تاحیات دولت آباد میں رہا۔ ۱۰۴۱ھ میں انتقال ہوا۔ خلدآباد میں ملک عنبر کے گنبد سے باہر جانب جنوب و مشرق مدفون ہیں۔ قبر پر نام کا کتبہ بھی ہے۔ آپ کی وجہ بیجاپور میں اور پھر دولت آباد میں تجدید کو فروغ ہوا۔ (تذکرہ سلاطین دکن از عبدالجبار صوفی و روضۃ الاقطاب از رونق علی۔ و نزہت الخواطر از عبدالحی)

و ۲۲۰ ۔ عبداللہ کے دو فرزند حسین و علی تھے۔ حسین کے فرزند احمد اور ان کے دو فرزند تھے ابوبکر (متوفی ۱۰۴۸ھ) و عبداللہ متوفی (۱۰۷۳ھ) علی کے دو فرزند شیخ جعفر (متوفی ۱۰۶۴ھ) اور

تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار صوفی۔ و نزہت الخواطر از مولانا عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء و یادِ ایام از عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء۔

شیخ نورالدین محمد (متوفی بہ ۱۰۶۱ھ) تھے۔ یہ سب تجوید و قراءت کے ماہر تھے۔ جہاں سے تجوید
کی اشاعت کی۔

محمد عرب حضرمی

۲۲۱ قاری محمد عرب حضرمی بھی تریم سے آکر علی عادل شاہ کے زمانے میں بیجاپور
میں مقیم ہوئے۔ آپ تجوید و قراءت کے ماہر تھے۔ بیجاپور میں آپ کی بڑی آؤبھگت
ہوئی۔ علی عادل شاہ نے آپ سے قراءت سیکھی۔ محمد عرب کا انتقال ۱۰۹۵ھ میں ہوا۔ قاضی ابراہیم
کے مقبرے کے پاس مدفون ہیں۔

محمد عرب کے تین فرزند تھے (۱) مولانا عبدالقادر (۲) مولانا شیخ ابراہیم (۳) مقری حافظ عبدالغفور
یہ تینوں بزرگ جید عالم و قاری تھے۔ مولانا شیخ ابراہیم سکندر عادل شاہ کے استاد رہے ہیں۔
حافظ عبدالغفور خوش الحانی میں شہرہ آفاق تھے۔ تجوید و قراءت کے ایسے ماہر تھے کہ لوگ دور دور
سے حضرت کی قراءت سننے آتے تھے اور سیکھ کر فیض یاب ہوتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک عرب
حضرموت سے شہرت سن کر آیا اور حضرت کے پیچھے نماز عشاء پڑھی۔ حضرت نے سورہ ہود سنایا۔
عرب بے ہوش ہو کر گر پڑا اور روح پرواز کر گئی (تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار صوفی)
جب بادشاہ عالمگیر نے بیجاپور فتح کیا تو حضرت سے مل کر اور آپ کی قراءت سن کر بہت محظوظ
اور کہا کہ تمام بیجاپور میں حافظ عبدالغفور بے نظیر ہیں۔ آپ کی بے حد تکریم کی۔ اور اپنے ساتھ لے گیا
ان کی اقتدا میں نماز پڑھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عالمگیر آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا قراءت سے
اس قدر متاثر ہوا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو حافظ صاحب سے شکایت کی کہ مولانا ایسا
نہ پڑھئے کہ نماز میں خلل واقع ہو۔

سید شیخ عبداللہ العیدروس وفات سنہ ۹۹۰ھ

- سید احمد العیدروس — وفات سنہ ۱۰۲۴ھ
- عبدالقادر العیدروس — وفات سنہ ۱۰۳۸ھ
- عبداللہ العیدروس
    - سید محمد العیدروس — وفات سنہ ۱۰۳۰ھ
        - شاگرد
        - سید شریف ابوبکر بن حسین — وفات سنہ ۱۰۷۲ھ — بیجاپور
    - حبیب العیدروس — وفات سنہ ۱۰۶۱ھ
    - حسین
        - احمد
            - ابوبکر — وفات سنہ ۱۰۴۸ھ
            - عبداللہ سنہ ۱۰۷۳ھ
                - شیخ احمد — وفات ۱۰۷۳ھ
    - علی
        - شیخ جعفر — سنہ ۱۰۶۴
        - شیخ نورالدین محمد — سنہ ۱۰۶۸ھ

محمد عرب حضرمی وفات سنہ ۱۰۹۵ھ

- شیخ ابراہیم
- عبدالقادر
- حافظ عبدالغفور

نقشہ ہندوستان

دورِ عیدروسیہ (۹۲۵ھ تا ۱۱۰۰ھ)

میں قراءت کی وسعت۔

دورِ ہفتم مجدّدیہ
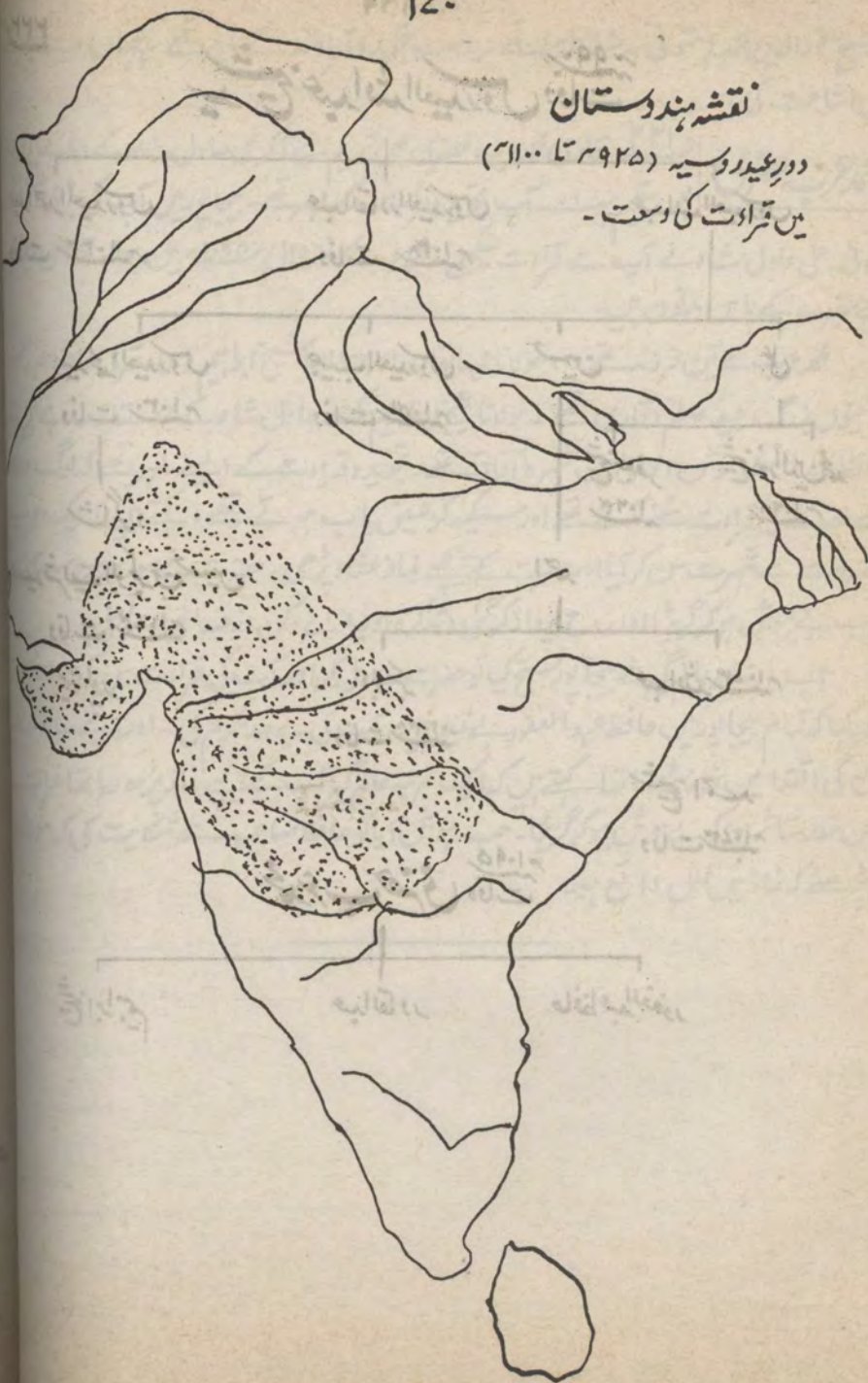
زمانہ :- از سنہ ھ تا سنہ ۱۲۰۰ھ

مرکزی شخصیت :- شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح

۲۲۳ یہ دور حضرت رضی الدین احمد باقی باللہ سے شروع ہوتا ہے۔ آپ کابل کے رہنے والے تھے۔ سنہ ۹۷۱ھ میں ولادت ہوئی۔ خاندان صاحب ثروت تھا ناز و نعمت میں پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کرنے کے بعد سمرقند گئے۔ وہاں تجوید و قراءت۔ تفسیر و حدیث و فقہ کی تعلیم پائی پھر دہلی آئے۔ مولانا قطب عالم دہلوی کے پاس علوم کی تکمیل کی۔ مولانا نے فرمایا کہ

"تمہارا حصہ بخارا میں ہے"

وہاں جاکر خواجہ امکنگی نقشبندی سے جو اس وقت مقتدائے وقت تھے بیعت کی۔ پھر مجاہدات شروع کئے۔ رات دن اسی میں منہمک رہتے۔ کھانا اور سونا برائے نام تھا۔ صبح ہوتی تو آپ کو ایک گونہ بار ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ

"بارالہا یہ کیا ہوا کہ رات اتنی جلد گزر گئی ابھی تو میری حسرت پوری نہیں ہوئی اور مجھے سیری نہیں ہوئی بہر کیف تیری مرضی۔ پھر رات کے سناٹوں کا انتظار کروں گا۔"

معمول یہ تھا کہ صبح کے فرض اور سنتوں کے درمیان ۴۱ بار سورۂ مزمل پڑھتے نماز کے بعد سورۂ یٰسین پھر تلاوتِ قرآن میں مصروف ہو جاتے۔ اشراق سے لے کر چاشت تک نہایت ذوق و شوق سے دوبارہ قرآن شریف پڑھتے۔ چاشت کے بعد حاجت مندوں اور غریبوں کی سنتے ان کی مدد کرتے۔ ظہر کے بعد نوافل میں مصروف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر لوگوں سے گفتگو کرتے۔ پھر عصر کی نماز پڑھتے۔ مغرب تک درود پڑھتے رہتے۔ مغرب کے بعد مریدین کی تربیت و تعلیم میں مصروف ہو جاتے۔ عشا کی نماز تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔ اس وقت فیضان و نورانیت کا عجیب عالم ہوتا۔ خانقاہ میں بھی بڑی رونق ہوتی۔

و۲۲۴ - خرقۂ خلافت عطا کرنے کے بعد شیخ نے آپ کو دہلی روانہ کیا تھا۔ جہاں آپ کی خا
تصوف و روحانیت کا ایک مرکز اور عظیم الشان ادارہ بن گئی تھی۔ خانقاہ کے ایک حصے میں
عظیم الشان مدرسہ تھا۔ جہاں ہمہ علوم کی تعلیم ہوتی تھی۔ مدرسہ میں کئی ہزار طلباء زیر تعلیم رہا کر
(۲) مدرسہ سے بڑے بڑے نامور علماء پیدا ہوئے۔ آپ کے خلفاء میں سے حضرت شیخ ا
سرہندی مجدد الف ثانی اجل خلیفہ تھے۔ خواجہ باقی باللہ کی وفات ۱۰۱۲ھ میں ہوئی۔ مزار د
میں قدم شریف کے پاس ہے۔ خواجہ کلاں آپ کے بڑے صاحب زادے تھے۔ جو بڑے عابد ز
عالم و فاضل تھے۔ والد کے بعد سجادہ نشین ہوئے انتقال کے بعد اسی احاطے میں والد کی قبر
شمال و مغرب کی جانب دفن ہوئے خواجہ خُرد چھوٹے صاحب زادے تھے۔ علوم ظاہری و با
کے جامع تھے۔ ۱۰۷۴ھ میں وفات ہوئی۔ والد کی قبر سے جنوب کی جانب دفن ہوئے۔ خوا
حسام الدین حضرت باقی باللہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ۱۰۴۱ھ میں انتقال ہوا۔ مزار جانب جنوب
واقع ہے۔ (مفتاد اولیا۔ از شاہ مراد سہروردی و اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی)

حافظ مقری حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح

و۲۲۵ والد کا نام مخدوم عبد الاحد
شیخ زین العابدین بن شیخ عبد الحی

نسب اٹھائیس سلسلوں سے حضرت عمرؓ بن الخطاب تک پہونچتا ہے۔ ولادت ۱۴ شوال ۹۷۱ھ
ہوئی کم عمری میں حفظ و تجوید کی تکمیل کی۔ والد سے علوم سیکھے۔ پھر سیالکوٹ جاکر مولانا کمال کشمیری
جو عابد و زاہد و علامہ روزگار تھے علوم کی تکمیل کی۔ مولانا یعقوب کشمیری جنہوں نے حرمین سے سند
کی تھی، حدیث کی سند حاصل کی۔ علوم قرآنی و تجوید قراءت قاضی بہلول بدخشانی سے حاصل کی
غرض سترہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوکر والد کی حضوری میں طالب علموں کو پڑھانا شروع کیا
رات دن درس و تدریس کا مشغلہ تھا۔ تصوف کے اشغال و اذکار بھی جاری تھے۔ آپ کے والد
سہروردیہ چشتیہ میں عبد القدوس گنگوہی کے خلیفہ تھے ان سے خرقہ لیا۔ والد کے انتقال کے بعد
دہلی پہونچے۔ حضرت باقی باللہ سے ملاقات ہوئی۔ مرید ہوکر سلسلہ نقشبندیہ کے اذکار و مراقبات
کئے۔ ۱۰۰۹ھ میں خلافت ملی۔ ۱۰۱۰ھ میں مجدد ہوئے۔ ۱۰۱۲ھ میں حضرت باقی باللہ کی وفات

لہ مجدد صاحب کے مکتوبات حقائق و معارف اور نصائح دینیہ کا مجموعہ ہیں چند اقوال بطور نمونہ درج ہیں
۱۔ شرع ظاہر کے احکام کو شریعت کہتے ہیں اور شریعت کی حقیقت کو حقیقت کہتے ہیں۔ شریعت سے حقیقت

۲۲۶) حضرت شیخ احمد سرہندی اتباع سنت کے سخت پابند تھے۔ چھوٹے سے لے کر بڑے سب کام

(بسلسلہ صفحہ ۱۷۲) پہونچنے کی راہ طریقت ہے۔ اتباع شریعت مقدم ہے۔ ریاضت و مجاہدات میں جوگیوں نے کمی نہیں کی مگر بے سود۔ زکوٰۃ میں ایک درم دینا ہزاروں دیناروں سے بہتر ہے۔ عید الفطر کے دن کھانا کھانا کئی سال روزے رکھنے سے بہتر۔ صبح کی نماز باجماعت ادا کرنا تمام رات نفل میں قیام سے بہتر ہے

(۲) جو شخص خدائے تعالیٰ کے احکام بجا نہیں لاتا وہ یا تو شرعی الہام کو جھوٹ جانتا ہے یا خدائے تعالیٰ کی عظمت شان کو دنیا داروں کی عظمت و شان سے حقیر تر جانتا ہے

(۳) کلمہ طیبہ شریعت۔ طریقت و حقیقت کا جامع ہے۔

(۴) کام کا وقت جوانی کا زمانہ ہے۔ آج کا کام کل پر نہ ٹالنا چاہئے۔ عمر کا بہتر حصہ ہوا و ہوس میں گزر گیا اور خدا تعالیٰ کے دشمنوں کی رضامندی میں بسر ہوا اور عمر کا تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے اگر آج ہم اس حصے کو بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں صرف نہ کریں اور ما شرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں اور تھوڑی محنت کو ہمیشگی کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں اور تھوڑی سی نیکیوں سے بہت سی برائیوں کا کفارہ نہ کریں تو کل کونسا منہ لے کر خدا تعالیٰ کے روبرو جائیں گے اور کیا حیلہ پیش کرینگے

(۵) دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے جو سب کا سب بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے اور ایک دانے سے سات سو دانے نہ پائے۔

(۶) ترک دنیا سے مراد ناپسندیدہ اور فضول چیزیں ہیں جو راستے کا حجاب بن جاتی ہیں جو چیزیں پسندیدہ اور ضروری ہیں ان کا ترک کرنا بھی ناپسندیدہ اور راہ کی رکاوٹ ہے۔ کھانے پینے لباس و مکان کی جو ضروری چیزیں ہیں ان کو آدمی کے لئے ضروری کر دیا گیا ہے اگر ان سب کے وسائل کو ترک کر دے تو دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے اور طمع کرنے لگتا ہے یہ دونوں باتیں معصیت ہیں اور ہلاک کرنے والی جس طرح فضولیات کی طلب فساد کی جڑ ہے۔ اسی طرح ضروریات کا ترک کرنا بھی فساد ہے۔ جس میں بڑی معصیت اور آفت ہے۔ بس مومن کے لئے ضرورت کے موافق حاصل کرنا جائز ہے ؎

بہ دنیا توانی کہ عقبیٰ خری ؎ بخر جان من ورنہ حسرت بری (نقشبند)

(۷) جس طرح انسان جمعیت باطنی کا محتاج ہے اسی طرح جمعیت ظاہری کی بھی اسکو حاجت ہے بلکہ یہ احتیاج مقدم ہے۔ تمام مخلوقات میں زیادہ محتاج انسان ہے۔ اس کے احتیاج کی یہ زیادتی اس کی جامعیت کے سبب سے ہے جو کچھ سب کے لئے درکار ہے وہ اس اکیلے کے لئے درکار ہے اور جس چیز کی اسے احتیاج ہے اس سے تعلق خاطر بھی ہے پس انسان کے تعلقات سب سے زیادہ ہیں اور ہر ایک تعلق اللہ تعالیٰ سے روگردانی کا باعث۔ پس اس لحاظ سے مخلوقات میں سب سے زیادہ محروم انسان ہے اور مخلوقات میں سے اس کے افضل و اشرف ہونے کی وجہ بھی

سنت کے مطابق کرتے۔ آپ کے حالات میں مذکور ہے کہ اوقات نماز و مراقبات کے حلقے کے بعد آپ اکثر کسی قاری سے قراءت سنا کرتے اور ظہر کی نماز کے بعد تلاوت میں مشغول رہتے۔ آپ کی تلاوت تکلف و تعسف سے پاک ہوتی اور سننے والے کے دل پر اثر کرتی۔

(ب) شیخ الاسلام مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی کو مجدد صاحب سے سخت عداوت تھی ایک روز آپ کو خواب میں دیکھا کہ آیات قرآنی تلاوت کر رہے ہیں غور سے سنا تو آپ کی قراءت کی دل آویزی سے اتنے متاثر ہوئے کہ بے چین ہو گئے۔ آنکھ کھلی تو دل کو ذاکر پایا۔ چند روز تک برابر ذکر جاری رہا۔ اس کرامت کو دیکھ کر آپ سے عقیدت ہو گئی۔ حاضر خدمت ہو کر ۱۰۲۲ھ میں بیعت کر لی۔

(ج) ۱۰۳۱ھ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ سے ملنے آئے

(د) وفات بروز چہارشنبہ ۲۹ / صفر ۱۰۳۴ھ بوقت اشراق واقع ہوئی۔

(بقیہ سلسلہ ص ۱۷۳) یہی جامعیت ہے اس لئے کہ اس کا آئینہ پورا اور کامل ہے اور اس جہت سے تمام مخلوقات سے بہتر ہے اور وہ بہتری بالقوہ ہے۔ بالفعل بہتر ہونا اس کا اختیاری ہے۔

۸۱) اول عقائد کو کتاب و سنت کے مطابق درست کریں دوسرے احکام شرعی از قسم حلال و حرام فرض و واجب حاصل کریں۔ تیسرے اس علم کے مطابق عمل کریں چوتھے تزکیہ و تصفیہ کریں جو طریقہ صوفیائے کرام سے مخصوص ہے۔ جب عقائد درست نہ ہوں گے احکام شرعیہ کا علم کچھ نفع نہیں دیتا جب تک دونوں متحقق نہ ہوں عمل نفع نہیں دیتا اور جب تک تینوں حاصل نہ ہوں تصفیہ و تزکیہ کا حاصل کرنا محال ہے اور یہ چار رکن کامل کرنے والے ہیں باقی سب فضول۔

(۹) طہارت ظاہری پانی سے ہوتی ہے یُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لِیُطَهِّرَکُمْ اور طہارت باطن قرآن سے۔ قرآن پانی ہے اور قلوب جنگل۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌ بِقَدَرِهَا۔ بقدر ہر شخص نے حصہ لے لیا۔ پس پانی مطہر ہے اور قرآن مطہر ان کے قائم مقام کوئی دوسری چیز نہیں۔ پانی ظاہر کو پاک اور قرآن باطن کو شیطان کی نجاست کو دونوں دور کرتے ہیں۔ نیند غفلت ہے اور منجانب شیطان جس نے پانی کا استعمال کیا قرآن پڑھا اس نے دو مطہر چیزوں کو اکٹھا کیا جس سے شیطان کی پلیدی دور ہوتی ہے۔ ان میں قلب کو روشن کرنے کی تاثیر ہے ابوحنیفہؒ نے قہقہہ لگانے کے بعد تجدید وضو کا حکم دیا ہے تاکہ شیطان کی ناپاکی دور ہو اگر حوادث و عوارض پیش آئیں یا نیند آئے تو غسل کرنا قلب کی تنویر کیلئے موثر ہوگا۔ سزاوار ہوگا اگر ہر بندہ ہر نماز کے لئے غسل کرے انابت اور توبہ کے بعد غسل کرنا باطن کے فرز کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت سے حرج و تنگی کو دور کر دیا اور وضو کو غسل کا معاوضہ کر دیا مگر خواص جو اہل عزیمت ہیں ان کے لئے ان کے باطنوں سے بہت مطالبے ہیں۔

مجدد صاحب کے اہم کام

و ۲۲۷ (۱) اکبر کے زمانے میں جو بے دینی پھیل گئی تھی اس سے حکومت کا رخ اسلام کی طرف پھیرا۔

(۲) علمائے اسلام جو عرصہ دراز سے قرآن وحدیث کے مطالعہ سے غافل ہو گئے تھے۔ ان کو اس طرف رغبت دلائی۔

(۳) تصوف اور صوفیوں کے نظریات میں انقلاب پیدا کر دیا۔

(۴) مسئلہ وحدت الوجود پر جرح وقدح کی۔

(۵) اتباع سنت پر زور دیا۔

(۶) سلوک وتصوف میں بہت سے مقامات کو تفصیلی طور پر بیان کیا اس طرح سلوک کے حدود کو وسعت دی۔

(۷) مسئلہ نظریہ تصوف میں اس حد تک بنیادی اختلاف کیا کہ ولایت اور نبوت دونوں بہ اعتبار ماہیت ایک دوسرے سے مختلف ہیں یعنے ان کے درمیان مدارج کا نہیں بلکہ نوعیت کا فرق ہے۔

(۸) مسلمانوں کے لئے سلوک تصوف نہیں بلکہ دین ہی ایسی حقیقت ہے جو ناگزیر ہے (مکتوب ۴۸) حضرت کی صلائے دعوت یہ تھی کہ "بہ مصطفےٰ برساں خویش راکہ دین ہمہ اوست۔ اس تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ سلوک تصوف۔ علم دین (یعنے علم ظاہر) اور علم باطن کا رخ سنت نبوی کی جانب پھر گیا۔

(۹) تصوف سے غیر اسلامی اثرات کو علیحدہ کیا تاکہ سلوک براہِ راست حضور اکرم سے اخذ کیا جائے۔

(۱۰) بہتر فرقے ہونے کی بھی یہی وجہ بتائی کہ جو کچھ انہوں نے اپنی طرف سے تجویز کیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے آپ کو محمد رسول اللہ سے وابستہ کر دیں۔ عقائد واعمال میں کتاب وسنت کے مطابق ہو جائیں۔ اس طرح ملت اسلامی سے افتراق رفع ہو جائے گا۔

و ۲۲۸ آپکے صاحبزادوں میں حافظ محمد سعید (جو حفظ وقراءت میں اورنگ زیب کے استاد تھے) حافظ قاری خواجہ معصوم۔ قاری خواجہ محمد یحییٰ عرف خواجہ جیو۔ خلفاء میں قاری شیخ طاہر لاہوری۔ خواجہ میر نعمان سمرقندی قاری شیخ بدیع الدین۔ حافظ قاری محمود گجراتی۔ شیخ آدم بنوری۔ انکے خلیفہ شیخ القراء سید عبداللہ راوی ہفت قراءت (استاد شاہ عبدالرحیم) یہ سب جید قاری تھے۔ نورالدین محمد آفتاب کشمیری جو خواجہ نظام الدین کے فرزند تھے اسی سلسلے کے بزرگ تھے۔ مرزا مظہر جان جاناں۔ شاہ غلام علی صاحب بھی جن کا زمانہ ایک صدی بعد آتا ہے ماہر قراءت تھے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی وفات سنہ ۱۰۱۲ھ

- حافظ محمد حسن دہلوی
- مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی سنہ ۱۰۳۷ھ
  - فرزند شیخ محمد صادق
  - فرزند شیخ محمد سعید سنہ ۱۰۷۰ھ
  - خلیفہ شیخ آدم بنوری سنہ ۱۰۵۳ھ
    - خلیفہ سید عبدالرحمٰن
    - خلیفہ شیخ القراء سید عبداللہ
      - شاہ عبدالرحیم سنہ ۱۱۳۱ھ
        - شاہ ولی اللہ سنہ ۱۱۷۶ھ
    - خلیفہ شیخ عبدالخالق حضوری سنہ ۱۰۸۶ھ
  - فرزند خواجہ محمد معصوم سنہ ۱۰۶۹ھ
    - خلیفہ قاری حافظ احمد
    - فرزند شیخ سیف الدین
      - نور محمد بدایونی
        - مرزا مظہر جانجاناں سنہ ۱۱۹۱ھ
          - شاہ غلام علی سنہ ۱۲۴۰ھ
            - شاہ ابوسعید (قاری نسیم)
              - عبدالرشید سنہ ۱۲۸۷ھ
              - شاہ محمد عمر سنہ ۱۲۹۰ھ
                - شاہ ابوالخیر سنہ ۱۳۴۰ھ
                  - شاہ ابوالحسن زید
          - شیخ ثناء اللہ پانی پتی سنہ ۱۲۱۶ھ
          - شیخ احمد ال... فرزند شیخ ثناء ال... سنہ ۱۱۹۸
  - فرزند خواجہ محمد یحییٰ عرف خواجہ جیو
  - خلیفہ قاری شیخ طاہر
  - خلیفہ قاری شیخ بدیع الدین
  - حافظ محمود گجراتی
  - خواجہ محمد ... سمرقندی
- سید شمس الدین یحییٰ

نقشہ ہندوستان

دور مجددیہ (سنہ ۱۰۰۰ھ تا سنہ ۱۲۰۰ھ) میں
قراءت کی وسعت

باب ہفتم (دوسرے سات ادوار)

دور ہشتم منوفیہ

زمانہ :- سنہ ۱۰۵۰ھ تا سنہ ۱۲۰۰ھ ہجری

مرکزی شخصیت :- شیخ القراء عبد الخالق منوفی الازہری (مصری)

۲۳۱ء۔ شاہ جہاں کے عہد حکومت میں ایک جید قاری۔ صاحب سلسلہ عبد الخالق منوفی قاری ہفت قرات جو جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل اور شمس الدین محمد بن اسمٰعیل المقری کے شاگرد تھے۔ سنہ ۱۰۵۰ء میں دہلی آئے۔ شاہ جہاں نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور احترام سے رکھا۔ بادشاہ کی سرپرستی سے دہلی قراءت کا مرکز بن گیا۔ متعدد علماء و فضلاء نے شیخ القراء سے تجوید کا درس حاصل کیا۔ پرانے قراء نے تجدید سلسلہ کے لئے آپ کی شاگردی اختیار کی اورنگ زیب کے زمانے تک آپ دہلی میں مقیم رہے یہ سلسلہ دہلی اور پانی پت میں تقریباً دو سو سال تک جاری رہا۔ کہتے ہیں کہ دہلی میں اس زمانے میں مساجد خانقاہوں۔ مدرسوں اور مکانوں سے صبح کے وقت روزانہ تلاوت ہی کی آوازیں بلند ہوتی رہتی تھیں جدھر جائیے خوش الحانی سے تلاوت کی آوازیں سنائی دیتیں۔ دلوں کو عجیب کشش ہوتی تھی۔ حضرت کے تلامذہ میں ممتاز قراء کے نام یہ ہیں :-

(۱) قاری حافظ عبد الغفور دہلوی

(۲) قاری حافظ محمد فاضل ٹھٹھی ثم دہلوی

(۳) قاری حافظ عبد الرسول دہلوی۔

ان کے بعد آنے والے حافظ غلام محمد گجراتی ثم الدہلوی

(۲) قاری حافظ عبد السلک بن نواب حبش خاں۔ پھر قاری حافظ غلام مصطفےٰ ابن شیخ محمد۔

مولانا حافظ شاہ عبدالمجید المعروف بہ صوبۂ ہند۔ پھر مولانا حافظ محمد المعروف بہ مولانا کرم اللہ دہلوی اور قاری حافظ قادر بخش اور قاری حافظ محمدی ابنائے خواجہ خدا بخش۔ پھر مولانا حافظ مرزا محمد بیگ دہلوی اور قاری حافظ سید امام الدین امروہی نقش بندی اس سلسلے میں ہوئے۔

۲۳۲ قاری حافظ عبدالرسول صاحب سے حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ نے قرات سبعہ سیکھیں۔ غرض شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے زمانہ میں دہلی اور پانی پت میں اکثر و بیشتر قراء شیخ القراء عبدالخالق منوفی ہی کے شاگرد تھے۔ حضرت کی شخصیت بڑی اثر انداز رہی۔ بعض گجراتی اور بنگالی بھی حضرت سے مستفید ہوئے۔ حضرت کے شاگردوں کے شاگرد محمد شاہ اور شاہ عالم کے زمانے میں بھی پائے جاتے تھے۔

۲۳۳ شیخ القراء عبدالخالق منوفی علامہ الجزری کی کتاب النشر کا ایک قلمی نسخہ اپنے ساتھ لائے تھے جو ۱۰۰۰ھ ہجری میں لکھا گیا تھا۔ کاتب کا نام شریف الدین بن محی الدین محمد شیرازی احمدی ساکن منصورۂ مصر جامع فرج بن مرقوق ہے۔ کاتب نے اس نسخے کی یہ خصوصیت بیان کی ہے۔ مصنف کے اصل نسخے سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کی جلد ۱۲۱۴ھ کی بنی ہوئی چرمی ہے۔ اور بہت خوبصورت ہے۔ اس پر یہ مصرعے لکھے ہیں:۔

إِنَّ الْيَتِيمَ يَتِيمُ الْعِلْمِ وَالْأَدَبِ   لَيْسَ الْيَتِيمُ الَّذِي قَدْ مَاتَ وَالِدُهُ

إِنَّمَا فَخْرُنَا بِالْعِلْمِ وَالْأَدَبِ   مَا كُنْتُ مُفْتَخِرًا بِالْمَالِ وَالنَّسَبِ

یہ قلمی نسخہ اس وقت حیدر آباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ بڑا بابرکت تحفہ ہے جو شیخ القراء ہندوستان میں چھوڑ گئے۔

شیخ القراء عبد الخالق منوفی

نقشہ ہندوستان

دورِ صوفیہ (۱۰۵۰ء تا ۱۲۰۰ء) میں

قرأت کی وسعت
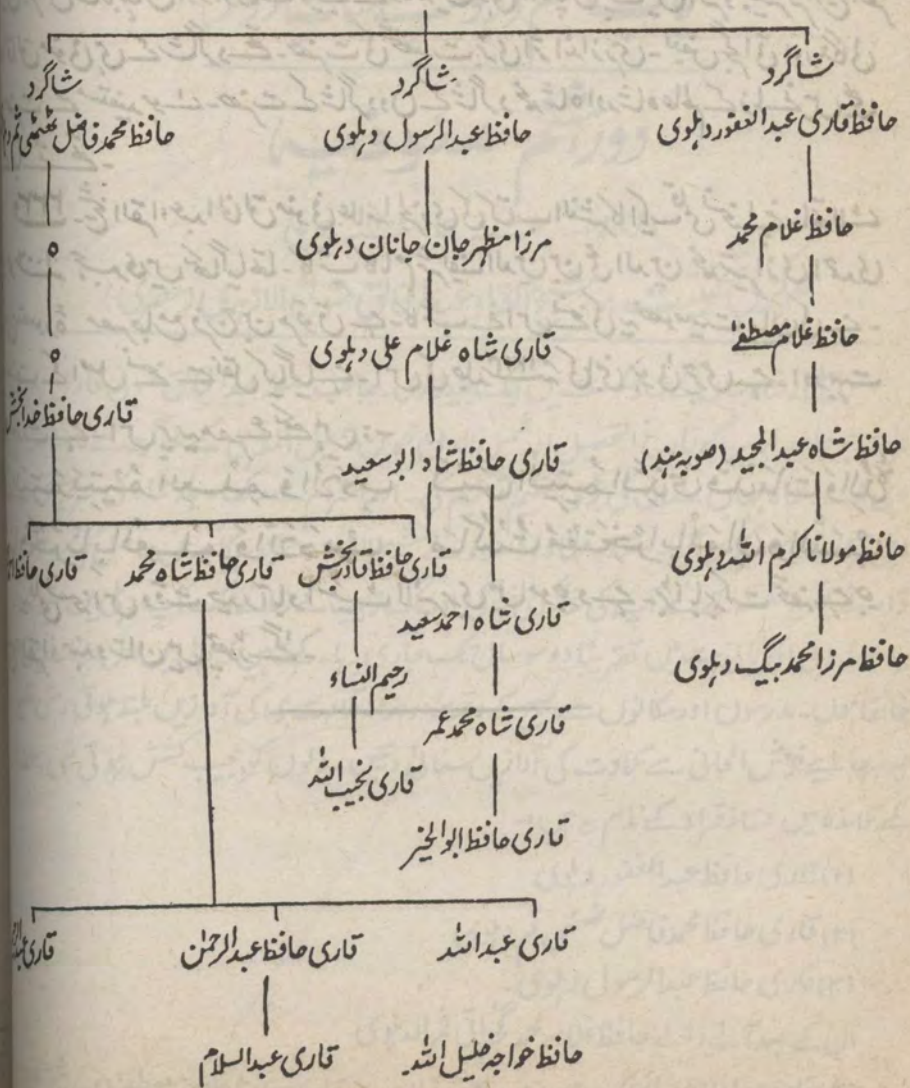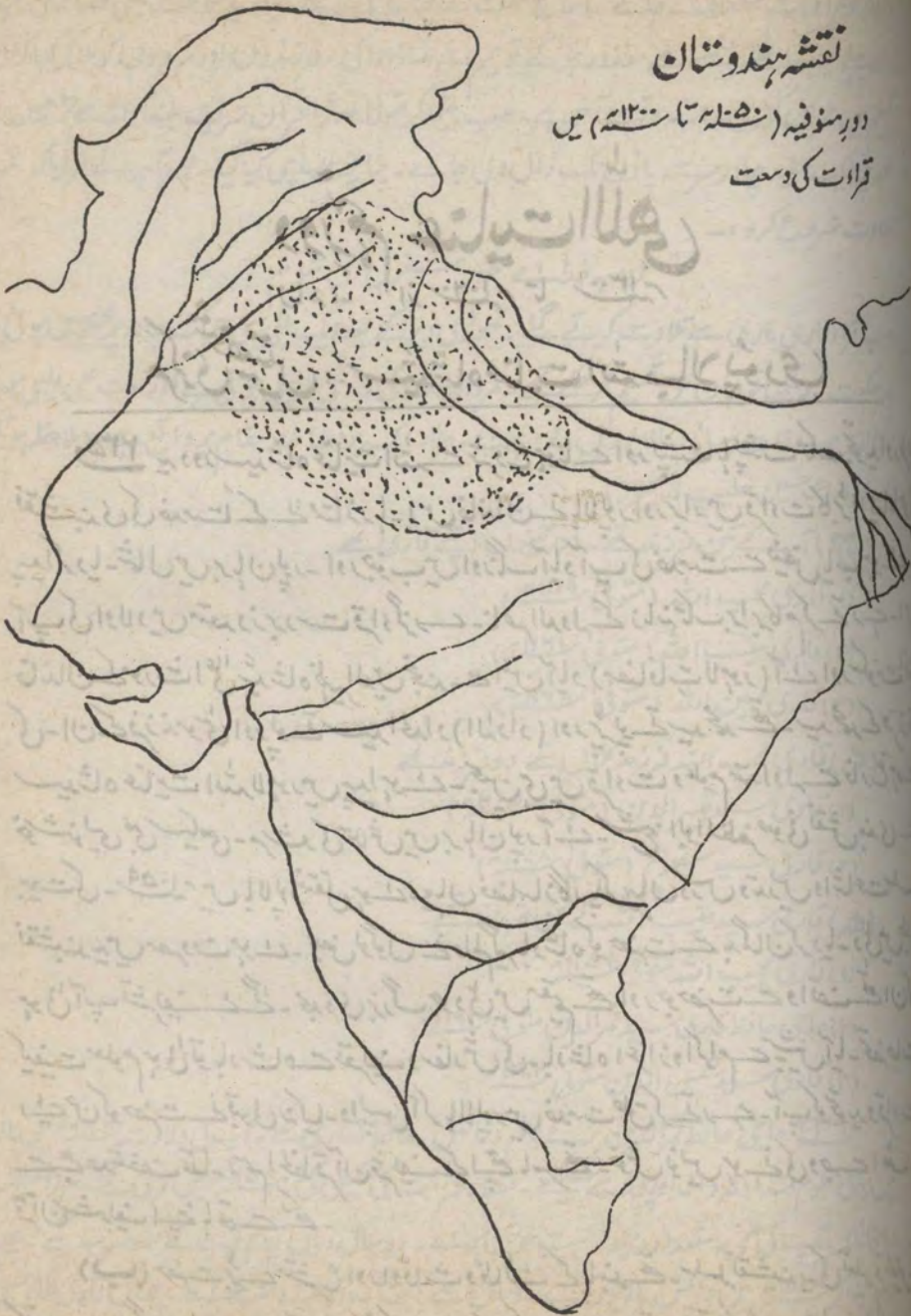
دورِ نہم عنایت اللّٰہی

زمانہ :۔ از ۱۰۶۰ھ تا ۱۳۰۰ھ

مرکزی شخصیتیں :۔ سیّد شاہ عنایت اللہ بالاپوری

و۲۳۵ یہ دور سید شاہ عنایت اللہ سے شروع ہوتا ہے اور پشت ہا پشت تک تجوید او
نقشبندی کی خدمت کے لئے ممتاز رہا۔ اس خاندان نے بالاپور اور برار میں قراءت کا بڑا اچھا
پیدا کر دیا۔ شمال میں برہان پور۔ اور جنوب میں اورنگ آباد آپ کی خدمت سے فیض یاب ہو
آپ کی اولاد میں متعدد زبردست قراء گزرے۔ ناصر الدولہ کے زمانہ تک برابر کام کرتے رہے۔
خاندان کے مورث اعلیٰ سیّد شاہ ظہیر الدین خجند سے امین آباد (مضافاتِ لاہور) آئے اور سکونت
کی۔ ان کے فرزند موسیٰ اور پوتے سید الحداد (الہٰ داد) اور پڑپوتے سید محمد تھے۔ سید محمد کے ف
سید شاہ عنایت اللہ لاہور میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں قراءت و علوم متداولہ سے فارغ
خوشنویسی بھی سیکھی۔ مرشد کی تلاش میں برہان پور آئے۔ شیخ ابوالمظفر صوفی نقش بندی
بیعت کی۔ ۱۰۵۹ھ میں بالاپور منتقل ہوئے۔ یہاں فضا سازگار پاکر یہاں درس و تدریس و اشاعت
نقشبندیہ میں مصروف ہوئے۔ بعض لوگوں نے عالمگیر بادشاہ کو حضرت سے بدگمان کر دیا۔ دہلی
ہوئی آپ تشریف لے گئے۔ مجددی بزرگ جو دہلی میں مقیم تھے اور جو حضرت سے واقف تھے
کیفیت معلوم ہوئی تو بادشاہ سے تعریف و سفارش کی۔ بادشاہ اعزاز و اکرام سے پیش آیا۔ تحفہ
دیئے جن کو حضرت نے قبول نہ کیا۔ واپس آکر بالاپور میں خدمت خلق کرتے رہے۔ آپ کو تجوید
سے بے حد شغف تھا۔ رسم الخط قرآن شریف کے اچھے ماہر تھے۔ خوش نویس ہونے کی وجہ سے
قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھے۔

(ب) حضرت بڑے متشرع اور اوقات وظائف کے پابند تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کی تعلیم
کثرت سے لوگ مرید ہوئے۔ آپ نے ایک مدرسہ بھی کھولا۔ جس میں تعلیم و تعلم کا کام ہوتا۔ خان

اذکار و مراقبات سکھلائے جاتے۔ اتباع سنت کے بڑے پابند تھے۔ نماز باجماعت کبھی قضا نہ کی۔ مرنے سے پہلے جب اٹھنے بیٹھنے سے معذور ہو گئے تو تیمم سے نماز ادا کی۔ فرزندوں اور مریدوں کو بلا کر کہا کہ تلقین و تعلیم میں عمر ہی گزری۔ اب وقت آخر ہے۔ سب بیٹھ کر تھوڑا تھوڑا قرآن شریف بلند آواز سے پڑھیں۔ مجھ پر ایک سفید چادر سر سے پاؤں تک ڈال دی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم تلاوت شروع کرو۔

"من بہ خدائے خود مشغول می شوم"

سب قراء باری باری سے تلاوت کرتے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ہلکی سی حرکت چادر پر محسوس ہوئی اور پھر سکوت۔ دیکھا تو جان بحق تسلیم کر چکے تھے۔ مردان خدا کی زندگی ایسی ہوتی ہے اور موت بھی ایسی ہوت ۱۱۱۵ھ میں وفات ہوئی۔ بالاپور میں دفن ہوئے۔ مزار ایک پر فضا بلند مقام پر واقع ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ امجدی از امجد حسین خطیب ایلچپور)

(ج) آپ کے تین فرزند تھے۔ اور تینوں اچھے قاری تھے

(۱) قاری محب اللہ (متوفی ۱۱۱۹ھ)

(۲) قاری منیب اللہ (متوفی ۱۱۶۱ھ)

(۳) قاری مبین اللہ (متوفی ۱۱۶۸ھ)

(د) قاری محب اللہ فرزند کلاں کے دو فرزند تھے

(۱) قاری سید ظہیر الدین (متوفی ۱۱۰۵ھ)

(۲) قاری سید معصوم (متوفی ۱۱۷۸ھ)

(ھ) قاری سید منیب اللہ کے تین فرزند تھے۔

(۱) قاری مجیب اللہ متوفی ۱۱۵۶ھ

(۲) حاجی حافظ قاری سید قمر الدین متوفی ۱۱۹۳ھ

(۳) قاری سید شمس الدین متوفی ۱۲۷۲ھ

۲۳۶ حاجی حافظ قمر الدین بڑے عالم و فاضل۔ حافظ و قاری تھے۔ آپ کی ولادت ۱۱۲۳ھ میں بالاپور میں ہوئی علوم متداولہ والد اور چچا سے سیکھے۔ حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ ۱۱۵۵ھ میں دہلی گئے۔ مرزا مظہر جانجاناں آپ کی علمی استعداد دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ دو سال وہاں قیام کرنے کے بعد سرہند گئے۔ پھر لاہور جاکر ۱۱۵۸ھ میں واپس بالاپور آئے۔ وہاں سے اورنگ آباد روانہ ہوئے۔ جہاں قاری غلام حسین صاحب

سے ملتے رہے۔ ۱۱۷۴ھ میں حج وزیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ جاکر مکہ معظمہ آئے۔ ۱۱۷۵ھ
واپسی ہوئی۔ بالاپور میں درس وتدریس کا شغلہ رہا۔ پھر اورنگ آباد آکر یہاں درس وتدریس میں
رہے۔ ۱۱۹۳ھ میں اورنگ آباد میں انتقال ہوا وہیں دفن ہیں۔ حضرت کے تین لڑکے تھے:۔

(۱) قاری حافظ نورالہدیٰ

(۲) قاری حاجی نورالعلیٰ

(۳) قاری نورالمصطفےٰ

و۲۳۷ سید شمس الدین ابن منیب اللہ نے ملفوظات عنایت الٰہی لکھے جس کا قلمی نسخہ اس خان
میں موجود ہے۔ سید شمس الدین کا انتقال ۱۲۷۲ھ میں ہوا

و۲۳۸ قاری حافظ نورالہدیٰ ابن قاری حافظ قمرالدین ۱۱۵۳ھ میں اورنگ آباد میں پیدا
والد سے علوم حاصل کئے۔ سولہ سال کی عمر میں عالم ہوئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں حفظ وقراءت
کی۔ بیس سال کی عمر میں والد کے ساتھ حج کیا۔ فن تجوید میں کمال حاصل تھا۔ خوش تقریر۔ خوش
تھے رفتہ رفتہ آپ کی شہرت پھیلتی گئی۔ دور دور سے لوگ قراءت سننے آتے تھے۔ آپ کی وجہ سے اورنگ
میں بہت سے قاری تیار ہوگئے۔ جن کے منجملہ سترہ تلامذہ بلند پایہ قاریوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے
ماجد جو خود بڑے جید قاری تھے نمازیں آپ کو امام بناتے تھے اور خود مقتدی ہوتے تھے۔ فرماتے تھے
"چچا محب اللہ جانی ظہیرالدین کی امامت سے خوش ہوتے اور لذت اندوز ہوتے تھے اسی طرح میں
نورالہدیٰ کی امامت سے خوش ہوتا ہوں اور لطف اٹھاتا ہوں اور جس طرح مولانا روم" فرماتے تھے کہ
مجھ سے بہتر ہے" (میں بھی یہی کہتا ہوں) آپ کے تلامذہ بھی لائق وفائق ہوئے۔ ازآں جملہ سید مجاہدالدین بالاپوری اور برادر
نورالعلیٰ۔ مولوی محمد صفدر۔ مولوی غلام سعادت۔ قاضی بندگی اور امیر حیدر نبیرہ غلام علی آزاد خاص
قابلِ ذکر ہیں۔

صاحبِ گلزار آصفیہ لکھتے ہیں کہ آپ بڑے خوش الحان تھے۔ جب مسجد شاہ گنج واقع اورنگ آباد میں
پڑھاتے تھے تو سننے والے وجد وذوق میں سر ٹکراتے تھے اور سننے والوں میں ہندو مسلمان سبھی ہوتے تھے
الفاظ صاحبِ گلزار آصفیہ:۔

" در رمضان مبارک در مسجد شاہ گنج بہ نماز تراویح قرآن مجید می خواندند۔ ہندوان ومسلمانان
تمامی شہر برائے شنیدن کلام شریف می آمدند۔ وہمہ زار وقطار می گریستند۔ سر خود ہارا از جوش
خروش بے اختیار بر سر دیوار می زدند۔ در ہر سال در ماہ مبارک چہار کس یا پنج کس بہ اسلام مشرف

و ۲۳۹ ۔ سنہ ۱۲۰۱ھ میں امیر حیدر بلگرامی کو رخصت کرنے بالاپور اور ایلچ پور (ضلع امراؤتی۔برار) تشریف لے گئے۔ اہل برار آپ سے مستفید ہوئے اور سید خلیل اللہ نے بھی استفادہ کیا۔ اپنے والد (مولانا قمرالدین) کے انتقال کے بعد اورنگ آباد سے حیدر آباد منتقل ہوگئے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ عارف شب بیدار تھے۔

بقول صاحب گلزار آصفیہ آپ کے تین فرزند تھے۔

(۱) قاری حافظ نورالانبیاء

(۲) قاری نورالاولیاء

(۳) قاری نورالاصفیاء

ان تینوں نے حیدر آباد میں درس کا سلسلہ جاری رکھا۔

حافظ نورالہدیٰ کا انتقال ۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۰ھ کو حیدر آباد میں ہوا۔ نورالاصفیاء کے چبوترے پر دفن ہوئے۔ مگر صاحب نورالعنایت کی تحقیق مختلف ہے وہ کہتے ہیں:۔

"مذکورہ بالا تینوں صاحب زادے نورالعلیٰ کے تھے۔ نورالہدیٰ کے فرزند لڑکپن میں فوت ہوگئے اور سلسلہ جاری نہ رہا"

نیز فرماتے ہیں کہ:۔

"رحلت سنہ ۱۲۰۳ھ میں ہوئی۔ اورنگ آباد میں والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ پچاس سال کی عمر تھی یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔"

۱۸۶
۲۴۰
شاہ ظہیر الدین
سید موسیٰ
سید الحداد (الہ داد)
سید محمد
حافظ قاری سید شاہ عنایت اللہ لاہوری ثم بالاپوری سنہ ۱۱۱۷ھ
قاری محمد سعید
قاری محب اللہ سنہ ۱۱۹ھ
قاری منیب اللہ سنہ ۱۱۶۱ھ
قاری مبین اللہ سنہ ۱۱۶۸
قاری سید ظہیر الدین سنہ ۱۱۸۱ھ
قاری امام الدین سنہ ۱۱۶۵ھ
قاری امام الدین سنہ ۱۱۹۸ھ
قاری مجیب اللہ سنہ ۱۱۵۶ھ
حافظ حاجی سید قمر الدین سنہ ۱۱۹۳ھ
قاری سید شمس الدین سنہ ۱۲۷۲ھ
حافظ نور الہدیٰ سنہ ۱۲۳۰ھ
حاجی نور العلیٰ سنہ ۱۲۳۳ھ
نور المصطفیٰ وفات سنہ ۱۲۳۰ھ
فرزند
سید میراں سنہ ۱۲۲۴ھ
شاگرد
حافظ سید انز
البجیپوری
نور الانبیاء
نور الاولیاء سنہ ۱۲۲۹ھ
نور الاصفیاء سنہ ۱۲۵۰ھ
نور الحسنین سنہ ۱۲۸۸ھ
نور المقتدیٰ سنہ ۱۲۹۶ھ
نور الاتقیاء سنہ ۱۳۰۸ھ
سید نور الضیاء المخاطب بہ ضیاء یار جنگ (وفات سنہ ۱۳۴۳

نقشہ ہندوستان
دورِ عنایت الٰہی (از سنہ ۱۰۶۰ھ تا
سنہ ۱۱۳۰ھ) میں قراءت کی وسعت

دورِ دہم اِمام المدرّسین

زمانہ :- از ۱۰۸۰ھ تا ۱۳۴۵ھ
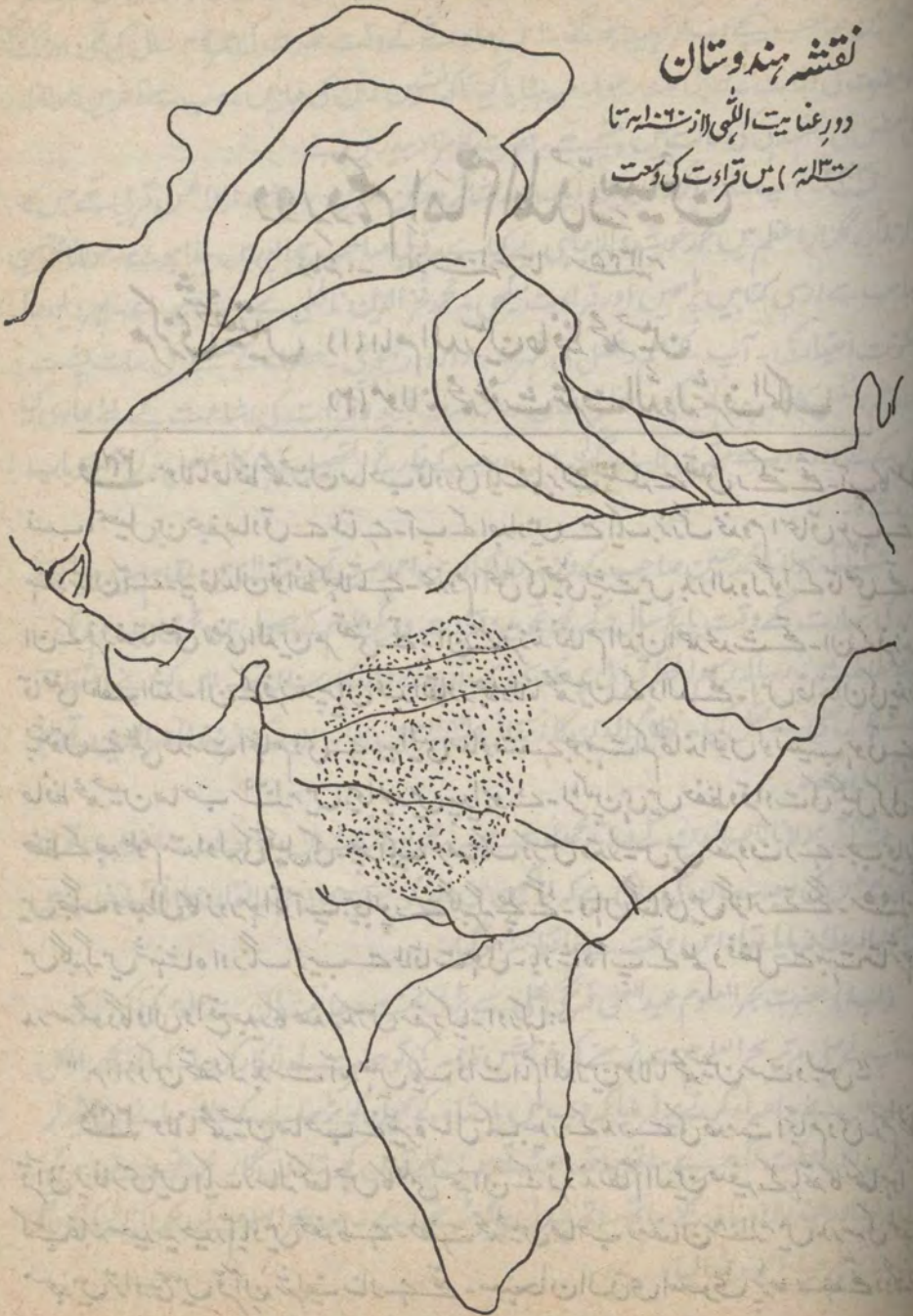
مرکزی شخصیتیں (۱) امام المدرسین حافظ محمد حسین
(۲) مولانا محمد غوث شرف الدولہ شرف الملک

و۲۴۱ - مولانا حافظ محمد حسین صاحب قادری ایک بابرکت سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے - آپ کا سلسلہ نسب اسمٰعیل بن جعفر صادق سے ملتا ہے - آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ مخدوم اسحاق عرب سے ہندوستان آئے - یہ خاندان نوائط کہلاتا ہے - مخدوم اسحٰق کی چھٹی پشت میں بدرالدولہ گوا کے قاضی تھے. ان کے فرزند قاضی رضی الدین مرتضیٰ تھے - ان کے فرزند نظام الدین احمد محدث تھے - ان کے فرزند قاضی لطف اللہ - ان کے فرزند پیران عبد القادر جو مولانا محمد حسین کے والد تھے - اس خاندان کی پندرہ پشتوں نے علمی خدمت انجام دی ہے - یہ ایسی سعادت ہے جو بہت کم خاندانوں کو نصیب ہوئی ہے حافظ محمد حسین صاحب ۱۰۶۹ھ میں بیجاپور میں پیدا ہوئے - لڑکپن ہی میں حفظ و قراءت کی تکمیل کر لی. حفظ کے بعد علوم متداولہ کی تکمیل کی - پھر ایک عرصہ تک درس و تدریس میں مصروف رہے - جب بیجاپور میں جنگ و جدال کا زور ہوا تو آپ بیجاپور سے گلبرگہ چلے گئے - وہاں گمنامی میں گزارنے لگے - ۱۰۹۵ھ میں گلبرگہ میں شہنشاہ اورنگ زیب سے ملاقات ہوئی - بادشاہ آپ کے علم و فضل سے بہت متاثر ہوا مدرسہ محمود گاواں واقع بیدر کا صدر مدرس مقرر کیا - اور کہا :-

" مرا از دکن تحفۂ کہ بدست آمد ہمیں یک ذات امام المدرسین مولانا محمد حسین ست و بس "

و۲۴۲ مولانا محمد حسین صاحب نے تیرہ سال تک بیدر کے مدرسے کی خدمت انجام دی - رسم الخط قرآنی پر فارسی میں ایک رسالہ لکھا جس کا قلمی نسخہ ان کے فرزند نظام الدین صغیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ سعیدیہ حیدر آباد میں محفوظ ہے - حضرت محمد حسین صاحب رمضان ۱۱۰۸ھ میں مدرسہ کی مسجد میں تراویح میں قرآنِ شریف سنا رہے تھے - سبحان الذی اسریٰ پڑھ رہے تھے دوگانہ

تشہد میں بجلی گری۔ بارود خانہ قریب تھا۔ وہ پھٹ پڑا اور مسجد کی چھت گر پڑی جملہ مصلیان اور حضرت محمد حسین صاحب نیچے دب کر شہید ہو گئے۔ اس حادثے کے وقت حضرت کی عمر ۳۹ سال کی تھی اورنگ زیب کو حضرت کی وفات سے بڑا صدمہ ہوا۔ ملبہ ہٹایا گیا تاکہ نعشیں دفن کی جائیں۔ سب سے آخر میں مولانا کی نعش ملی۔ تشہد ہی کی حالت میں بیٹھے تھے۔ حضرت کا مزار بیدر میں ہے۔

و۲۴۳۔ آپ کے شاگردوں میں ایک جید شاگرد رکن الدین سید شاہ ابوالحسن قربی تھے جس کا ذکر تذکرہ گلزار اعظم میں محمد غوث والاجاہی نے کیا ہے۔ قربی صاحب بیجاپور میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد حسین صاحب سے درسی کتابیں پڑھیں اور قراءت سیکھی۔ محمد فخر الدین نائطی سے بیعت ہوئے۔ پھر ویلور جاکر سکونت اختیار کی۔ آپ کے علم و فضل کی شہرت دور دور پہونچی۔ حضرت کے سلسلے میں سات پشت تک علم و فضل کا شہرہ رہا۔ ایک عظیم الشان مدرسہ صرف تجوید و قراءات کی اشاعت کے لئے جاری کیا جس کے لئے دور دور سے مقری بلائے گئے۔ اس مدرسہ کے فارغ التحصیل قراء کا مفصل ذکر متعلقہ باب میں ملے گا۔

و۲۴۴۔ مولانا محمد حسین صاحب کے فرزند نظام الدین احمد صغیر تھے۔ ۱۱۰۳ھ میں بمقام بیدر پیدا ہوئے والد کی شہادت کے وقت پانچ سال کے تھے تجوید و قراءات و دیگر علوم کے حصول میں بڑی جد و جہد کی۔ اچھے خطاط تھے۔ رسالہ رسم الخط قرآنی پر فارسی میں آپ کے والد کا رسالہ تھا۔ اس کو اپنے استفادے کے لئے خوش خطی سے نقل کیا۔ نظام الدین کا انتقال ۱۱۸۹ھ میں ہوا۔ ان کے فرزند ناصر الدین تھے جو اچھے قاری تھے۔

و۲۴۵ مولانا ناصر الدین کے فرزند محمد غوث تھے۔ یہ محمد پور ارکاٹ میں پیدا ہوئے۔ حافظہ بہت قوی رکھتے تھے جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ لڑکپن میں ان کو محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی رح نے خواب میں دودھ کا پیالہ عطا فرمایا تھا۔ اس وقت سے حافظہ تیز ہو گیا۔

(ب) حضرت بحر العلوم عبدالعلی فرنگی محلی سے بڑی محنت و جانفشانی سے علوم کی تکمیل کی۔ جب آپ نے پہلی مرتبہ بحر العلوم سے پڑھنے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت نے انکار کر دیا۔ کہا کہ مجھے بالکل فرصت نہیں ہے۔ اصرار کرنے پر فرمایا کہ جب میں بادشاہ کے بچوں کو پڑھانے کے لئے میانے میں بیٹھ کر جاتا ہوں اس وقت اگر میرے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے چلو تو میں کچھ بتا دوں گا۔ محمد غوث نے اس کو قبول کر لیا اور چند روز میانہ کے ساتھ ساتھ پیدل جاکر پڑھتے رہے۔ جب بحر العلوم نے دیکھا کہ لڑکے کو واقعی شوق ہے تو پھر میانہ میں بٹھالیا۔

(ج) دوسرے استاد امین الدین بن سیف الدین تھے جو لکھنؤ جا کر تحصیل علوم کے بعد مدراس واپس آئے تھے۔ اساتذہ مذکور سے تحصیل علوم کے بعد محمد غوث صاحب والاجاہ کے پاس ملازم ہو گئے۔ اپنی مستعدی ذکاوت اور معاملہ فہمی کی بدولت ترقی کرتے ہوئے والاجاہ کے مدارالمہام ہو گئے۔ ۱۲۱۳ھ میں حیدرآباد آئے اور ۱۲۲۳ھ میں خدمت سے علٰحدگی اختیار کر کے اپنی جگہ اپنے بڑے فرزند عبدالوہاب کا تقرر کرایا۔ اور خود گوشہ نشینی اختیار کر کے تصنیف و تالیف میں لگے رہے۔ اٹھائیس کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سب سے زیادہ گراں قدر تصنیف "نثر المرجان فی رسم القرآن" ہے جس کو ۱۲۳۶ھ میں ختم کیا۔ یہ ضخیم کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ ہر جلد ۵۰۰ صفحہ سے لیکر ۷۰۰ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ سلیس عربی میں لکھی ہے۔ رسم الخط قرآنی پر یہ کتاب بڑی معتبر ہے۔

عشرہ کے اختلافات۔ ان کی صرفی و نحوی ترکیب پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ یہ کتاب تقریباً ایک سو سال تک غیر مطبوع رہی۔ مولوی انوار اللہ خاں صاحب صدر الصدور حیدرآباد۔ دکن نے حکومت کو توجہ دلا کر ۱۳۳۲ھ میں اشاعت العلوم سے اس کی طباعت شروع کرائی۔ ۱۳۴۱ھ میں مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی صدر الصدور کے زمانے میں اس کی طباعت ختم ہوئی۔ یہ کتاب اس پائے کی ہے کہ ہندوستان اس کی تصنیف و طباعت پر جتنا بھی فخر کرے بجا ہے۔ عرب ممالک میں اس کی بہت مانگ ہے۔

(۲۴۶) نواب صاحب موصوف نہ صرف عالم و قاری ہونے کے علاوہ بڑے اچھے خوشنویس تھے۔ چنانچہ قرآن شریف کے سات نسخے۔ دلائل الخیرات کے چالیس نسخے حدیث میں صحاح ستہ اور فتح الباری یہ سب کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھیں۔ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف جو حمائل کی تقطیع پر ہے اور جس پر سبعہ کا حاشیہ چڑھا ہوا ہے آپ کے خاندان میں مفتی حبیب اللہ صاحب کے پاس موجود ہے۔ سنہ کتابت ۱۲۱۲ھ ہے۔ ہر پارہ دکنی۔ ہر پارہ کی جلد علٰحدہ باندھی گئی ہے۔ ابو جعفر محمد ابن طیفور السجاوندی کی "کتاب الوقوف" کا ایک نسخہ جس کو نواب صاحب نے ۱۲۰۶ھ میں اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ کتب خانہ عام اہل اسلام مدراس میں ۱۲۶۷ھ میں داخل ہوا تھا۔ یہ نسخہ چھوٹی تقطیع پر ہے اور اب بھی اچھی حالت میں موجود ہے۔

(۲۴۷) محمد غوث صاحب نثر المرجان میں مولانا محمد حسین صاحب کو جیّد سنا کہہ کر یاد فرماتے ہیں۔ نواب صاحب نے جس محنت و مشقت سے علم حاصل کیا تھا۔ اس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں کہ میانہ کے ساتھ ساتھ چلنا بھی عار نہ سمجھا۔ اسی لئے اللہ تعالٰے نے اس قدر نوازا کہ دین و دنیا سے وافر حصہ لے گئے۔ محمد غوث صاحب کا انتقال ۱۲۳۸ھ میں ہوا۔ والاجاہی مسجد میں بحر العلوم کے مزار کے پاس مدفون

یں۔ آپ نے ایک مدرسہ محمدیہ کے نام سے قائم کیا تھا جو اب تک جاری ہے۔ مدرسہ سے متعلق ایک
کتب خانہ بھی ہے۔ جس میں اس خاندان کے جمع کردہ کتابیں موجود ہیں۔

۲۴۸ محمد غوث صاحب کے دو فرزند تھے:۔

(۱) مولوی عبدالوہاب مدارالامراء۔

(۲) مولوی صبغۃ اللہ بدرالدولہ بدرالملک۔

یہ دونوں بڑے عالم و فاضل اور جید قاری تھے۔ اپنے والد کے بعد مولوی عبدالوہاب صاحب نے
دارالمہامی کی خدمت انجام دی۔ مگر مولوی صبغۃ اللہ درس و تدریس میں لگے رہے۔ آپ نے تجوید و قرات
کی اشاعت اور اس فن کی کتابیں طبع کرانے میں بڑا حصہ لیا۔ مولوی عبدالوہاب صاحب کے فرزندوں میں،
حافظ محمد غوث اچھے حافظ و قاری تھے۔ مولوی صبغۃ اللہ صاحب کی اولاد میں مفتی محمد محمود صاحب قاری
مشہور ہوئے۔

مخدوم اسحاق

٥

٥

قاضی احمد

قاضی محمود

قاضی بدر الدولہ (گوا کے قاضی)

قاضی رضی الدین مرتضیٰ

نظام الدین احمد محدث

قاضی لطف اللہ

پیران عبد القادر

شیخ القراء حافظ مولانا محمد حسین قادری۔ امام المدرسین سنہ ۱۱۰۸ھ

فرزند

نظام الدین ثانی
سنہ ۱۱۸۹ھ

ناصر الدین
سنہ ۱۲۰۶ھ

محمد غوث اشرف الدولہ شرف الملک سنہ ۱۲۳۸ھ

مولوی عبد الوہاب مدار الامرا
سنہ ۱۲۸۵ھ

(ان کے فرزندان)
(۱) غلام محمود متوفی الدولہ
(۲) عبد الرحمٰن قسمت خان
(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۹۳ پر ملاحظہ ہو)

مولوی صبغتہ اللہ بدر الدولہ بدر الملک
سنہ ۱۲۸۰ھ

(ان کے فرزندان)
(۱) محمد عبد اللہ المخاطب بہ صدارت خان
(۲) محمد غوث المخاطب بہ اعانت خان
بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۹۳ پر ملاحظہ ہو)

شاگرد

سید شاہ ابو الحسن قربی
سنہ ۱۱۸۲ھ

شاہ محی الدین عبد اللطیف ذوقی
سنہ ۱۱۹۲ھ

سید شاہ ابو الحسن ثانی لحوی
سنہ ۱۲۴۲ھ

قطب ویلور محی الدین سید شاہ عبد اللطیف
سنہ ۱۲۸۹ھ

رکن الدین سید شاہ محمد قادری
سنہ ۱۳۲۵ھ

محی الدین سید شاہ لطیف
سنہ ۱۳۳۸ھ

(۳) حسین لطف اللہ خاں
(۴) غلام احمد قاسم جنگ
(۵) غلام احمد شرف الدولہ
(۶) حافظ محمد غوث (قاری تھے)
المخاطب بہ انتظام خاں

(۳) ناصر الدین عبدالقادر
المخاطب بہ امیر نواز جنگ
(۴) نظام الدین احمد منقذ جنگ
(۵) مفتی محمد سعید (صدارت العالیہ حیدر آباد)

دوسری بیوی سے

(۶) منشی عطاء اللہ خاں
(۷) مولوی احمد
(۸) مفتی مقری محمد محمود ۱۳۲۵ھ
(۹) شمس العلماء قاضی عبید اللہ
(۱۰) خلیل اللہ (ان کے فرزند ڈاکٹر حمید اللہ بھی قاری ہیں اپنے چچا مفتی محمود سے قراءت سیکھی جامعہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد میں پروفیسر تھے۔ اب پیرس میں مقیم ہیں۔)

نقشہ ہندوستان
دور امام المدرسین (۱۰۸۰ تا ۱۳۴۵ھ)
میں قراءات کی وسعت۔
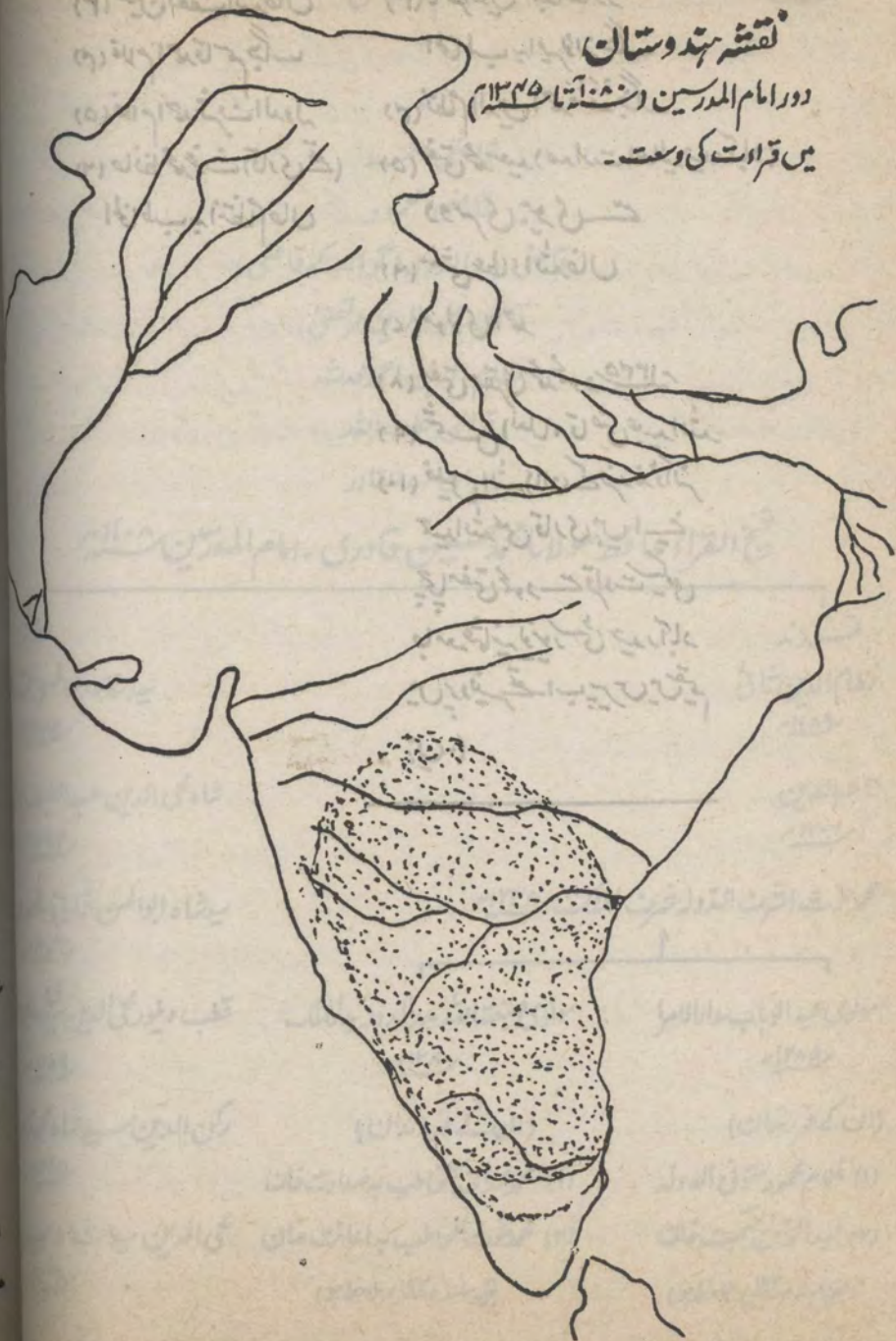
دورِ یازدہم ولی اللّٰہی

زمانہ از ۱۱۵۰ھ تا ۱۲۵۰ھ

مرکزی شخصیتیں

(۱) قاری سید عبداللہ

(۲) قاری عبدالرحیم

(۳) قاری شاہ ولی اللہ

۲۵۰ ۔ اس دور کی مرکزی شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی ذات گرامی تھی۔ حضرت کے دادا۔ والد۔ اور چار فرزندوں نے دہلی۔ اترپردیش میں علمی اور دینی تعلیم وتربیت کا جو اثر چھوڑا ہے وہ اپنی آپ مثال ہے۔ شاہ ولی اللہ کے دادا شاہ وجیہہ الدین بڑے صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ آپ کو قرآن مجید سے خاص شغف تھا۔ عالمگیر کی فوج میں ملازم تھے اور فوجی زندگی کے عادی تھے اس کے باوجود تہجد میں قرآن مجید پڑھتے اس کے بعد روزانہ چھ پارے سوز وگداز سے پڑھنے کا معمول تھا۔ ایک رات تہجد کی نماز کے بعد تلاوت فرما رہے تھے کہ ڈاکوؤں کا حملہ ہوا اور شہید ہو گئے۔

۲۵۱ ۔ شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم دہلی میں ۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ تجوید۔ قراءت تفسیر وحدیث کے عالم اور بڑے متبع سنت تھے۔ شاہ صاحب کا معمول تھا کہ بڑی خوش الحانی وسوز وگداز سے روزانہ تلاوت کرتے تھے۔ آپ نے دہلی میں مدرسہ رحیمیہ کے نام سے ایک مدرسہ کھول رکھا تھا جس میں قراءت وتفسیر وحدیث وفقہ کا درس ہوا کرتا تھا۔ قراءت میں آپ حافظ سید عبداللہ راوی ہفت قراءت کے شاگرد تھے۔

۲۵۲ حافظ قاری سید عبداللہ خوش الحانی وتجوید وقراءت میں یکتائے روزگار تھے ان کا وطن کھیڑی ضلع مظفر نگر تھا۔ عہدِ طفولیت میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ مگر نیکی کی طرف رجحان تھا مرشد کی تلاش میں ترک وطن کیا۔ شاہ ولی اللہ نے انفاس العارفین میں حضرت کے متعلق ایک

استاد و شاگرد وفورِ مسرت میں فورًا کھڑے ہو گئے۔ اور بے چین ہو کر صرف اشارے سے بتایا کہ ادھر وہ بزرگ بھی اسی جانب چلے گئے۔ استاد و شاگرد بھی ان کے پیچھے چل پڑے۔ صحرا چھان مارا۔ کہیں پتہ نہ چلا۔ شاہ ولی اللہ صاحب انفاس العارفین میں اپنے والد سے یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد یہ بھی لکھتے ہیں کہ "والد نے شاید یہ بھی فرمایا تھا کہ ایک عرصے تک یہ صحرا عجیب و غریب قسم کی خوشبو سے مہکتا رہا۔"

اس واقعہ سے جو اتنے ثقہ راویوں کی روایت سے ہم تک پہونچا ہے کئی رموز منکشف ہوتے ہیں پہلے تو یہ قاریوں کی قرات کا حال حضور تک برابر پہونچتا رہتا ہے اور بعض وقت تو حضور اس قدر دلچسپی کا اظہار فرماتے ہیں کہ بہ نفس نفیس تشریف فرمائی ہوتی ہے۔ پھر حضور اکرمؐ نے تقریبًا ۱۱۰۰ سو برس پہلے جو قرآن شریف سنایا تھا اس کی تلاوت ایک ہندی کی زبانی سن کر تصدیق فرماتے ہیں کہ صحت لفظی اور مخارج وصفات کی ادائی کے لحاظ سے تو نے قرآن کا حق اسی طرح ادا کر دیا جو پسند خاطر ہے۔ یہ شہادت پھر تصدیق ثبت کرتی ہے کہ ان اللہ یُحِبُّ اِنْ یُقْرَأَ الْقُرْاٰنَ کَمَا اُنْزِلَ کی پابندی ہزار برس کے بعد بھی ہندوستان کے ایک خطۂ صحرا میں ہو رہی تھی۔ جس پر حضور اکرمؐ نے مسرت کا اظہار فرمایا۔

۲۵۳ و قاری حافظ سید عبد اللہ نے اپنے استاد کے فیض سے کلام اللہ حفظ کیا تھا اور تجوید کے سیکھنے کے بعد قرات سبعہ کی تکمیل کی تھی۔ پھر استاد سے وہ رخصت ہوئے۔ وہاں سے سامانہ پہونچے۔ وہاں شیخ ادریس قادری کی (جو مجدد صاحب کے ہم عصر تھے) خدمت کرتے رہے۔ شیخ ادریس صاحب کو مجدد صاحب سے ملنے کا اشتیاق تھا۔ جو پورا نہ ہوا۔ کیوں کہ اسی زمانہ میں مجدد صاحب کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد شیخ ادریس صاحب شیخ آدم بنوری سے جو مجدد صاحب کے خلیفہ تھے اپنے شکوک و شبہات کا ازالہ فرماتے رہے۔ شیخ ادریس کے انتقال کے بعد سید عبد اللہ شیخ آدم بنوری کی خدمت میں پہونچے سید عبد اللہ کے چچا عبد الرحمٰن پہلے ہی سے آپ کے مرید تھے چچا بھتیجے ایک عرصے تک شیخ آدم کی خدمت میں رہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سید عبد اللہ آنکھیں بند کئے ایک درخت کے نیچے تلاوت میں مصروف تھے۔ درخت پر جو چڑیاں بیٹھی تھیں نیچے گرنے لگیں۔ ماورالنہر سے کچھ لوگ شیخ آدم بنوری سے بیعت ہونے آئے تھے وہ بھی وہاں موجود تھے۔ وہ بھی وجد میں آ کر مردوں کی طرح گر پڑے۔ جب شیخ نے سنا تو اس جگہ تشریف لے گئے اور فرمایا :۔

"حافظ بس کن"

پھر آپ نے آنکھیں کھول دیں اور حضرت شیخ کو دیکھ کر فورًا کھڑے ہو گئے۔ اس واقعہ کا ذکر بھی شاہ ولی اللہ صاحب نے انفاس العارفین میں کیا ہے۔

و۲۵۴ داراشکوہ کی بھیجی ہوئی نو قاریوں کی ایک جماعت ایک دفعہ امتحان کے لئے سید عبداللہ کے پاس آئی۔ ہر شخص نے ایک روایت سنانے کی درخواست کی۔ آپ نے ظہر کے بعد کا وقت دیا۔ ظہر کے بعد جب سب جمع ہوئے تو آپ نے قرآن مجید کا ایک خاص حصہ پہلے قالون کی مدِ منفصل میں توسط والی۔ اور میم جمع میں سکون والی روایت سے پڑھا۔ اور پھر بصری کی قراءت سے پڑھا۔ انتخاب ایسا تھا کہ اس میں سب کی فرمائشیں پوری ہوگئیں۔ سب نے قبول کرلیا اور عاجز ہوکر چلے گئے۔

و۲۵۵۔ جب شاہ جہاں کے حکم سے شیخ آدم حج کو تشریف لے گئے تو سید عبداللہ نے مرشد کے ساتھ جانا چاہا۔ مگر حضرت نے منظور نہیں کیا۔ شاہ عبدالرحیم آپ سے فیض یاب ہوئے۔ اس وقت سید صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ نے مجھے آپ کی تربیت کے لئے یہاں چھوڑا تھا۔ بعد ازاں سید صاحب اپنے چچا عبدالرحمٰن کے ساتھ آگرہ منتقل ہو گئے۔ عبدالرحمٰن فوجی لشکر میں ملازم ہو گئے۔ اور سید صاحب درس و تدریس میں لگے رہے۔

و۲۵۶۔ سید عبداللہ عمر بھر مجرد رہے۔ شادی نہیں کی۔ جس وقت اورنگ زیب اکبرآباد میں تھے۔ شاہ عبدالرحیم اکبرآبادہی میں میر زاہد ہروی محتسب لشکر شاہی کے درس میں تحصیل علم میں مشغول تھے۔ کچھ عرصہ علیل بھی رہے۔ اسی زمانے میں سید عبداللہ بیمار ہوئے اور ان کا انتقال ہوگیا۔ بوقت رحلت وصیت کی کہ عام قبرستان میں دفن کیا جائے تاکہ قبر کوئی نہ پہچانے۔ شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں

"اس زمانے میں میں ایسا سخت علیل تھا کہ جنازے کے ساتھ نہ جا سکا۔ جب مجھے صحت ہوئی تو ایک ایسے دوست کو ساتھ لیا جو ان کی تجہیز و تکفین میں شریک تھا تاکہ اس کی مدد سے قبر پر فاتحہ پڑھ سکوں۔ نعش مبارک کی تاثیر سے میرا دوست قبر کی شناخت نہ کر سکا۔ آخرکار قیاس سے ایک دوسری قبر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اس قبر پر بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا آپ نے فوراً پس پشت سے ندا دی کہ فقیر کی قبر یہ ہے۔ لیکن جو شروع کیا ہے اسی جگہ ختم کرکے صاحب قبر کو ثواب پہنچاؤ۔ اور جلدی مت کرو۔"

حسب الحکم تعمیل کی گئی اور بعد ختم اپنے دوست سے کہا کہ خوب غور کرکے بتاؤ کہ حضرت کا مزار مبارک یہ ہے یا پشت والا۔ اس نے غور و تامل کے بعد کہا کہ میں نے خطا کی اصل میں حضرت کا مزار پشت والا ہے۔ غرض کہ میں نے مزار پر بیٹھ کر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ چوں کہ قلب اس وقت اندوہگیں اور پرملال تھا بوقت قرآن خوانی قواعد قراءت میں کئی جگہ فروگزاشت ہوئی۔

آپ نے فرمایا کہ فلاں فلاں مقام پر غلطی کی ہے۔ امر قراءت میں حزم و احتیاط واجب ہے۔"

و۲۵۷۔ شاہ ولی اللہ صاحب ۱۱۱۴ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد سے علوم سیکھے۔ تجوید قرأت سبعہ میں جو تین پشت سے آپ کے خاندان میں وراثتاً چلی آرہی تھی۔ کمال حاصل کیا۔ طریقت میں والد کے خلیفہ بھی ہوئے۔ آپ کی عمر سترہ برس کی تھی جب آپ کے والد کا انتقال ہوا۔ مگر اسی مدت میں آپ نے علوم کی تکمیل کرلی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد مدرسہ رحیمیہ کا انتظام اور اس کی تعلیم اپنے ہاتھ میں لی۔ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو ایک سال وہاں رہ کر بڑے بڑے علماء و اولیاء کی صحبت سے فیض یاب ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بعد آپ بہت بڑے عالم حدیث مانے گئے ہیں۔ تصانیف کثرت سے ہیں حجۃ اللہ البالغہ بڑی معرکتہ الارا تصنیف ہے۔ فوز الکبیر کی تمہید میں حضرت نے بتایا ہے کہ آپ نے قرأت روایتاً و درایتاً حاصل کیں۔ ۱۱۷۶ھ میں وفات ہوئی دہلی میں والد کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ آپ کے چار فرزند تھے۔ چاروں قاری ہفت قرأت و محدث تھے۔ آپ کے پوتے بھی مقریان ہفت قرأت ہوئے

و۲۵۸ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں قرآن مجید کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"قرآن مجید واجب التعظیم و کثیر البرکات است و تلاوت آن موثر در حیات بنی آدم۔ کہ

القرآن لما قرئ لہ"

و۲۵۹۔ شاہ صاحب نے ایک قرآن مجید پر سبعہ کا حاشیہ اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ یہ قرآن حضرت کے خاندان میں رہا۔ وہاں سے قاری ظہور الدین ساکن پھلک (نواح دہلی) کے پاس منتقل ہوا۔ قاری ظہور الدین صاحب کی بڑی خواہش یہ تھی کہ کسی طرح اس حاشیہ کے ساتھ یہ قرآن مجید طبع ہوجائے۔ مگر روپے کی مدد سے کسی نے ساتھ نہ دیا۔ قاری ظہور الدین کے انتقال کے بعد یہ قرآن مجید ان کے فرزند قاری راغب حسین کے پاس محفوظ ہے۔

و ۲۶۰

شاہ وجیہہ الدین

شاہ عبدالرحیم
سنہ ۱۱۳۱ھ

شاہ ولی اللہ
سنہ ۱۱۷۶ھ

شاہ عبدالعزیز
وفات سنہ ۱۲۳۹ھ

شاگرد

شیخ القراء عبدالرحمٰن محدث انصاری
پانی پتی

شاہ عبدالقادر
وفات سنہ ۱۲۳۰ھ

شاہ رفیع الدین
وفات سنہ ۱۲۳۸ھ

حافظ قاری شاہ مخصوص اللہ

شاگرد

قاری سرسید احمد خاں

شاہ عبد[illegible]
وفات [illegible]

شاہ محمد اسمٰعیل [illegible]
سنہ ۱۲۴۷ھ

نقشہ ہندوستان
دورولی اللّٰہی (۱۱۵۰ھ تا ۱۲۵۰ھ) میں
قراءت کی وسعت
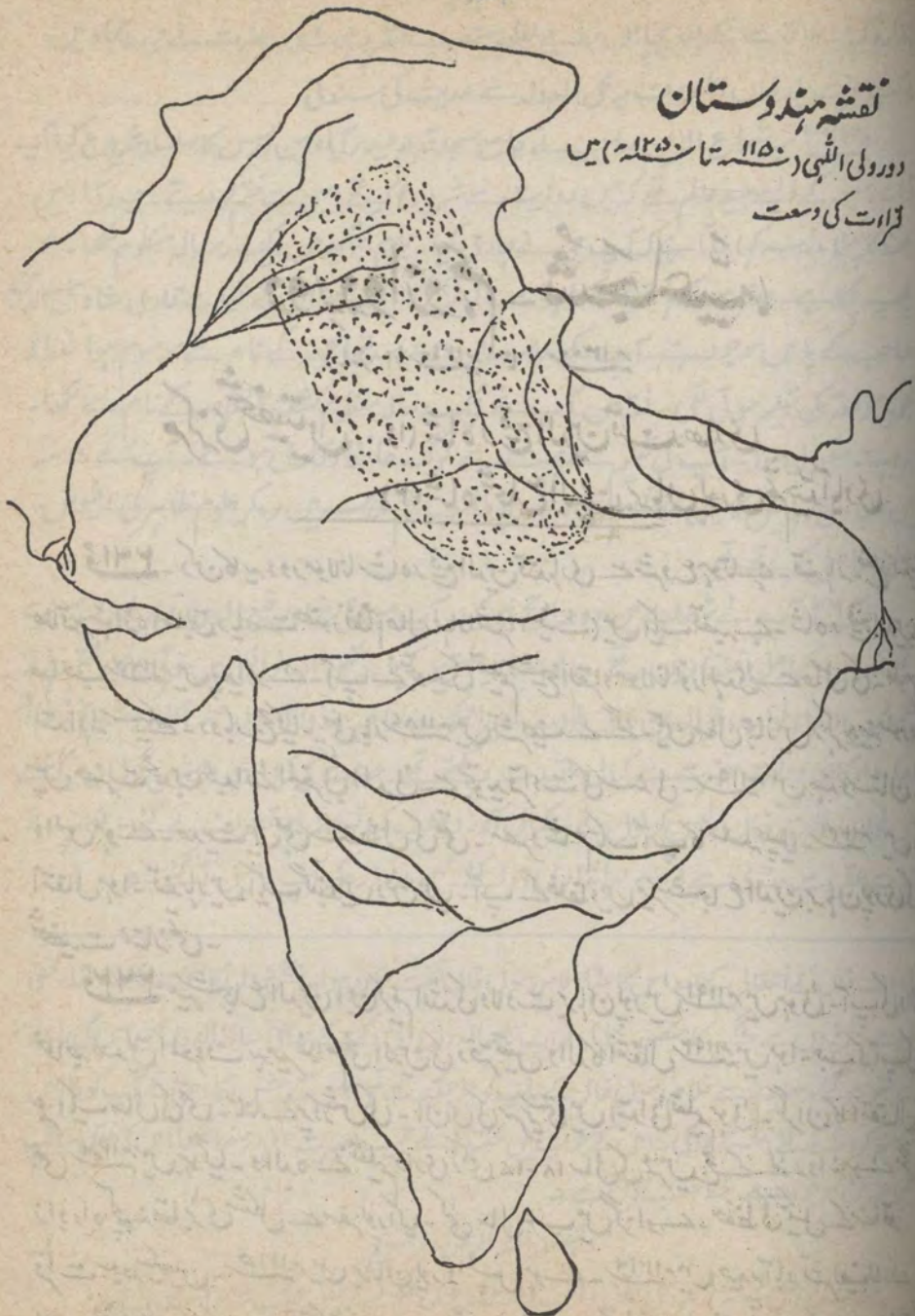
دورِ دوازدہم ۔ شُجَاعیَّہ

زمانہ از ۱۲۱۰ھ تا ۱۳۰۰ھ

مرکزی شخصیتیں (۱) شاہ رفیع الدین قندھاری

(۲) شاہ شجاع الدین برہان پوری ثم حیدرآبادی

ف ۲۶۱ ۔ دکن کا یہ دور مولانا شاہ رفیع الدین قندہاری سے شروع ہوتا ہے۔ قندہار۔ ضلع ناندیڑ علاقہ مرہٹواڑہ (سابق ریاست حضور نظام حال مہاراشٹرا اسٹیٹ) میں ایک قصبہ ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب ۱۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تجوید کی تعلیم شیخ القراء مولانا نورالہدیٰ سے حاصل کی۔ علوم متداولہ سیکھے۔ دوبار حج کیا۔ پہلی بار ۱۱۸۷ھ میں تشریف لے گئے۔ تین سال حجاز میں رہکر مدینہ منورہ میں حضرت محمد بن عبداللہ المغربی المدنی سے تجوید قراءت کی سند لی۔ ۱۱۹۰ھ میں ہندوستان واپس ہوئے۔ حدیث میں بھی سند حاصل کی تھی۔ مصر و شام تک آپ کا سلسلہ پھیلا۔ ۱۲۴۱ھ میں انتقال ہوا۔ قندہار میں ایک گنبد میں دفن ہیں۔ آپ کے خلفاء میں میر شجاع الدین برہان پوری کی شخصیت ممتاز تھی۔

و ۲۶۲ میر شجاع الدین ابن کریم اللہ کی ولادت برہان پور میں ۱۱۹۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی ماں خواجہ صدیق المعروف بہ میر غلام محی الدین کی دختر تھیں والد کا انتقال ۱۱۹۲ھ میں ہوا۔ جب کہ آپ کی عمر ایک سال کی تھی۔ نانا نے پرورش کی۔ ان ہی کی سرپرستی میں ابتدائی تعلیم ہوئی۔ مگر ان کا انتقال بھی ۱۲۰۶ھ میں ہوگیا۔ والدہ نے تعلیم جاری رکھی ۱۷۔۱۸ سال کی عمر میں حج کے لئے روانہ ہوئے مگر زادِ راہ کچھ نہ تھا بڑی مشکل سے سفر پورا کیا۔ کئی سال عرب میں گزارے۔ حفظ کی تکمیل کے ساتھ قرأت سبعہ سیکھیں۔ ۱۲۱۵ھ میں برہان پور واپس ہوئے۔ ۱۲۱۶ھ میں حیدرآباد تشریف لائے نواب فتح اللہ کے مکان میں فروکش ہوئے۔ انھوں نے نواب محمد فخرالدین خاں شمس الامراء سے

تذکرہ کیا۔ ملاقات کے بعد پچاس روپے بطور منصب مقرر ہوئے۔ حضرت نے حیدرآباد میں نواب عزت یار خاں المعروف بہ محی الدولہ سے حدیث کی سند لی۔

و۲۶۳ میر شجاع الدین صاحب نے جامع مسجد قدیم حیدرآباد میں درس کا سلسلہ شروع کیا آپ قرأت سبعہ کے ایسے جید عالم تھے کہ جس روایت سے شروع کرتے اسی سے ختم کر دیتے۔ حیدرآباد میں حفظ کا پہلا مدرسہ کہا جاتا ہے کہ آپ ہی نے جاری کیا۔ علوم تجوید میں ایک رسالہ منظوم لکھا۔ جو چھپ چکا ہے۔ حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا رسالہ مذکورہ کا ایک نسخہ ان کے نواسے قاری شاہ تاج الدین صاحب کے پاس موجود ہے۔ آپ کے مدرسہ میں جو مدرسہ شجاعیہ کے نام سے موسوم ہوا حفظ و تجوید و فقہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ فقہ میں آپ نے ایک رسالہ منظوم کشف الخلاصہ کے نام سے لکھا۔ جو بہت مقبول ہوا۔ آپ کی تعلیم سے بہت سے لوگ حافظ و قاری ہوئے۔ آپ کے مدرسہ میں طلباء کی رہائش کا بھی انتظام تھا۔ صدہا طالب علم مدرسہ میں رہ کر علوم ظاہری و فیوض باطنی حاصل کرتے تھے۔

و۲۶۴ آپ نے بڑھاپے میں دوسرا حج بھی کیا۔ آپ مولانا شاہ رفیع الدین قندہاری سے بیعت تھے اور ان کے اجل خلفاء میں تھے۔ بے انتہا ریاضتیں کیں۔ تہجد اور نوافل میں قرآن مجید ختم فرماتے شمس الامراء نواب فخر الدین خاں نواب نصیر الملک۔ راجہ چندولال اور جملہ اکابر و مشائخ۔ علماءؔ امراء و ارکانِ دولت حضرت سے کمال عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت کی کرامات و پیشین گوئیاں بہ کثرت ہیں نواب الف خاں رئیس کرنول نے بہ کمالِ آرزو طلب کیا تو حضرت تشریف لے گئے۔ نواب نے نہایت عقیدت مندی سے لوازم مہمانداری ادا کئے۔ تین روز رہ کر آپ واپس آگئے [۱]۔

---

[۱] الف خاں کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا غلام رسول خاں تخت نشین ہوا۔ انگریزوں کا سخت مخالف تھا۔ مخفی طور سے انگریزوں سے جنگ کا منصوبہ بنایا۔ نواب ناصر الدولہ والیٔ دکن کے بھائی مبارز الدولہ بھی اس کی رائے سے متفق ہو گئے۔ حضرت سے غلام رسول خاں کے باپ کو جو عقیدت تھی اس کے پیشِ نظر اس نے آپ کو راز میں خط لکھ کر دعا کے لئے استدعا کی۔ اس کے جواب میں حضرت نے عجیب بصیرت افروز خط لکھا اس کی نقل مناقبِ شجاعیہ میں موجود ہے۔ خط حسب ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"معرفتِ الٰہی جل شانہٗ بر ہر ذی عقل واجب است۔ چوں ظلمت بر عقل حجاب شدہ است برائے

دفع حجاب حق تعالےٰ پیغمبران را (صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین) فرستاد وہر کرا در ازل سعید نوشتہ بود۔ بعضے را بہ اندک اشارہ و بعضے را بہ دلائل و بعضے را بہ اظہار معجزات آں حجاب دور شدہ معبود وخود را بقدر حوصلہ خود شناختند واولاد آنہا را از پدر و مادر وا (استاد ومرشد تعلیم یافتہ در زمرۂ مومنان داخل می شوند۔ تا قیامت ہم چنیں طریقہ جاری خواہد ماند۔ مگر آں کہ پیغمبر با افضل مخلوقات وسید المرسلین وخاتم النبیین شدند صلی اللہ علیہ وسلم وبعد آنحضرت پیغمبر نیست) کار دین ومعرفت الٰہی بہ تعلیم علماء آنحضرت جاری ست۔ وبعد معرفت خالق خود آنچہ امر فرمودہ بجا آوردن ضرور افتاد وآنچہ او سبحانہٗ منع فرمودہ باز ماندن لازم شد۔ دگرنہ صرف ایمان با عصیان قبول نیست اگر مقبول بودے شیطان بہ مخالفت یک امر راندہ نہ شدے وآدم علیہ السلام بہ ارتکاب یک نہی از بہشت نہ برآمدے۔ وامر ونہی بعضے بر عام وخاص وا دنیٰ واعلیٰ وغنی وفقیر برابر است چناں کہ گفتن کلمہ طیبہ ونماز وروزہ۔ وبعضے بہ احوال مردمان مختلف چناں کہ زکوٰۃ وحج بر غنی است نہ بر فقیر وحق زوجہ بر متاہل نہ بر مجرد۔ ورعایا پروری وعدل وداد رسی بر بادشاہ ورئیس است۔ نہ بر عوام الناس۔ وجہاد کفار واجرائے احکام دین نیز بر رئیس ست پس باید کہ ہر شخص احوال خود را خوب بہ بیند کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ اورا در کدام فرقہ داشتہ۔ موافق آں بہ عقل سلیم ومشورت اہل دیں عمل کند۔ تا در دو جہاں مقبول درگاہِ الٰہی وجناب حضرت رسالت پناہی گردد۔ وگفتہ اند کہ مردمان بر سہ قسم اند۔ یکے مردِ کامل واو آنست کہ عقل کامل داشتہ باشد۔ ومشورت با مردمان نیز کند زیرا کہ بسیار تدبیر ہا اگرچہ در عقل موجود می باشد لاکن بمشورت مردمان تائید یابد واستحکام می پذیرد۔ ودوم نصف مرد آنست کہ عقل کامل باشد ومشورت با کسے نہ کند وعقل کامل نہ داشتہ باشد۔ سوم لاشے یعنے ناکارہ واو آنست کہ عقل کامل ہم نداشتہ باشد ومشورت ہم با کسے نکند آمدیم بر سر مطلب پارۂ ملک کہ حق تعالےٰ بہ آں والا مرتبت سپردہ است۔ واز مخالفان امن داشتہ است وقوم نصاریٰ کہ ہنوز دریں ملک در اسلام خلل نہ انداختہ اند مددگار ونگہبان ملک اسلام اند کہ بسبب ایشاں کسے از کفار مقابل اہل اسلام نمی شود۔ وایں در خاطر نہ گزرد کہ ایں مدح وتعریف نصاریٰ ست بلکہ در حدیث است کہ

إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ بِهٰذَا الدِّيْنِ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ

پانچ سو اشخاص کے ساتھ حضرت کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ شنبو پرشاد کا اسلامی نام غلام رسول

تحقیق خدا تعالیٰ یاری می دہد ایں دین را بہ مرد فاجر و فاجر کا فر را ہم می گویند۔ و فاسق را ہم می گویند فقیر بچشم خود دیدہ است کہ قوم پنڈھار در ملک برار و خاندیش چہ ظلم ہا بر مسلمانان کردہ اند کہ بر دشمن مباد و چہ بے حرمتی مستورات (اشراف) نمودہ اند کہ کسے مبیناد۔ و از تدبیر نصاریٰ ہم مقتول و مخذول شدند۔ حالا کسے نام پنڈھارہ نمی داند۔ غرض ایں کہ در ایں زمانہ نہ از نصاریٰ خلل در احکام اسلام است و نہ طاقت اخراج ایشاں ازیں ملک۔ پس مخالفت ایشاں موجب اہانت اسلام و کشتہ شدن اہل اسلام است۔ چناں کہ آں فرقہ کہ در ہندوستان ارادہ جہاد با سکھ ہا کردند و ہزار ہا علماء و صلحا مقتول شدند نعوذ باللہ۔ پس دریں زمانہ بجا آوردن احکام دین و جاری کردن نماز و روزہ و رعایا پروری و خدمت علماء و صلحا و ہمہ مردمان ہم تقید بجا آوردن احکام اسلام افضل عبادت و کمال رضامندی خدا و رسول است۔ چنانچہ آنحضرت فرمودہ اند کہ مَنْ یَحْمِلُ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ مُشْهِیْدٍ یعنے ہر کہ عمل کند بر سنت من نزدیک فساد امت من پس او را ثواب صد شہید است خوب تامل باید فرمود کہ برائے شہادت چہ مشقت می کشند و چہ خون دل می خورند و خالصاً للہ میسر نمی شود و ایں صد شہادت یقیناً از قائم شدن بر طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاصل می شود وافسوس کہ فقیر از ملاقات سامی دور افتادہ است۔ حکم الٰہی ہمیں ست کہ راضی باید بود۔ دریں ولا بزرگان آنجا از معاش عاجز شدہ و خانماں گزاشتہ در مصیبت افتادہ اند باید کہ ہمہ را طلبیدہ بر مکان آنہا نشانیدہ خبر گیری معاش ضروری کنند و دلجوئی نمایند ؎

چوں بدانستی کہ ہر دل خداست ؎ پس ترا تعظیم ہر دل مدعاست

دریں ملک یقین بدانند کہ جہاد در طریق فرمودہ خدا و رسول ممکن نیست۔ ایں جنگ نفسانی و ملک ستانی ست دریں چنیں جنگ مقتول شدن و قتل نمودن بے شرع و قیاس است۔ فقیر بسیار سخت نوشتہ است۔ ع

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد ؎ مگر می نویسد و خیر خواہی داریں می نماید

کہ ہرگز خیال جنگ و جدل نہ نمودہ دو چیز بر خود لازم دارند۔ یکے اجرائی احکام دیں آنہم بہ تالیف قلوب و سہولت و حکمت کہ در قرآن مجید واقع است کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ دوم خدمت محتاجان کہ در عملی خود اند و طلبیدن بندگان و درویشان

اور ان کی بیوی کا نام جیلانی بیگم رکھا گیا تھا۔ ان دونوں کی قبریں ایک چوکھنڈی میں حضرت کے گنبد کے قریب ہیں۔

برمکان آنہا و راحت رسانی آنہا۔ پس بہ برکت این دوام مشاہدہ کنند کہ چہ قدر ظہور می کند۔ و فقیر را مفصلاً احوال خود و ملک خود نوشتہ باشند و فقیر نیز خیر خواہی نمودہ آنچہ او سبحانہ تعالیٰ در دل اندازد می نوشتہ باشد و دعائے خیر می نمودہ باشد

ماچہ چیزیم و دعائے ماچہ چیز تا قبول افتد بدرگاہِ عزیز

زیادہ چہ نویسد"

اس خط سے حضرت کے تدبر۔ دقت نظر۔ معاملہ فہمی۔ سیاسی بصیرت اس زمانے کے حالات سے واقفیت ان حالات پر گہری نظر۔ اس وقت نصاریٰ کی جو قوت تھی اس کا اور اس کے مقابل نواب کرنول کی جو حیثیت تھی اس کا پتہ چلتا ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں غلام رسول خاں نے امراء و صلحاء میں سے بعض کو شہر بدر کر دیا تھا اور بعض پر مظالم کئے تھے۔ جس کی وجہ سے رعیت بددل تھی ۔۔۔ اور یہ کہ نواب انگریزوں کی طاقت کا صحیح اندازہ کئے بغیر اور اپنی قوت کو بڑھائے بغیر محض ملک گیری کی ہوس میں انگریزوں سے آمادہ پیکار ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ حضرت نے المستشار موتمن کو پیش نظر رکھ کر پہلے تمہید میں واضح فرما دیا کہ اولین فرض کیا ہے اس کے بعد نیتوں کی اہمیت کا ذکر فرمایا۔ پھر واضح کیا کہ ہر حکم کی اہمیت مختلف ہے اور کس وقت کس کام کو اہمیت حاصل ہوتی ہے پھر ہر طبقے کے فرائض اور ذمہ داریوں کی تصریح فرمائی۔ پھر عقل و تدبر اور عدم تدبر کے لحاظ سے انسانوں کی تین تقسیمیں بیان فرمائیں کہ راست بات نہ کہنی پڑے اور واضح ہو جائے کہ مشورے کی کیا اہمیت ہے یہ مکتوب نہ صرف غلام رسول خاں کے لئے ہدایت تھا بلکہ اس میں جو نکات بیان کئے گئے ہیں وہ آج بھی پڑھنے والوں کے لئے مشعل ہدایت کا کام دے سکتے ہیں۔ یعنے معرفتِ الٰہی کی اہمیت۔ رسالت کی ضرورت۔ سعید و شقی کا فرق۔ علمائے حق کا مقام۔ ان کے ارشادات کی مفہومیت۔ اوامر الٰہی کی متابعت۔ نواہی سے باز رہنے کی ہدایت۔ مختلف طبقات کے فرائض اور ذمہ داریاں۔ نصاریٰ کی ملک میں موجودگی کے مصالح۔ احیاء و سنت کی کوشش کی اہمیت ان سب نکات سے ہر انسان ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔ اس خط سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد اسمٰعیل شہید کی تحریک میں پوری تنظیم اور قوت کی کمی کی وجہ سے جو نقصان ہوا اس کا حضرت کی طبیعت پر برا ردِ عمل ہوا۔

---

[1] میر شجاع الدین صاحب کا تذکرہ تاریخ برہان پور۔ تاریخ گلزار آصفی۔ تذکرہ اولیائے دکن۔ مآثر دکن۔ مناقب شجاعیہ میں تفصیلی طور سے درج ہے

حضرت کیفی نے اس وقت کی علم دوستی کا نقشہ کھینچتے ہوئے ایک قطعہ لکھا:- (قطعہ ملاحظہ ہو بر صفحہ ۲۰۷)

و۲۶۵۔ حضرت کے فرزند حاجی میر عبداللہ بھی قاری و عالم و عابد تھے۔ برہان پور تشریف لے گئے تھے واپسی کے وقت ادگیر کے نواح میں رات کو قیام کیا آدھی رات کو تہجد کے لئے اٹھ کر وضو کے ارادے سے باؤلی پر گئے۔ اندھیرے میں باؤلی میں گر کر شہید ہو گئے۔ وہاں سے نعش حیدرآباد لا کر دفن کی گئی۔ حضرت کی ایک لڑکی بھی تھی جن کی شادی عبدالکریم سے کی گئی ان سے ایک لڑکا محمد اسمٰعیل نامی ہوا۔

و۲۶۶۔ حضرت میر شجاع الدین کا انتقال ۱۲۶۵ھ میں ہوا۔ حاجی میر عبداللہ کے فرزند مولوی میر دائم صاحب جو ہمہ صفات موصوف تھے۔ حضرت کے خلیفہ و جانشین ہوئے۔ مولوی محمد دائم صاحب کے چار فرزند ہوئے (۱) میر عبداللہ (۲) میر شجاع الدین ثانی (۳) میر عبدالقادر (۴) میر احمد حسین۔ میر دائم کے ہمشیرہ کی شادی سید محمد بادشاہ حسینی سے ہوئی۔ جن کا ذکر بعد ازآں آئے گا۔

میر شجاع الدین صاحبؒ کی قبر میر جملہ کے تالاب کے کنارے ایک بڑے گنبد میں ہے۔ اطراف و جوانب میں بہت سے مریدین و قراء کی قبریں ہیں جن میں ایک قاری عبدالحق بھی ہیں۔

جب محمد نے بسایا حیدرآباد دکن ؎ در سنین حفظ از روئے جمل کر لو حساب (محمد قلی قطب شاہ)

چار مینار اپنا پایا مدرسے کے واسطے ؎ اور دیا حافظ ہے تاریخ بنائے لاجواب

کیسے کیسے تھے دکن میں قدر دانِ علم و فن ؎ لوگ کیا کیا جمع ہوتے تھے فضیلت انتساب

شیخ عین الدین گنج العلم تھا جن کا لقب ؎ تھے یہی اطوار الابرار۔ ان کی اب تک ہے کتاب

تین دن ہفتے میں خود فیروز شاہ بہمنی ؎ درس دیتا تھا فرشتے نے لکھا ہے اس کا باب

ملا فتح الدین شیرازی۔ حبیب اللہ شاہ ؎ شیخ علم اللہ محدث۔ جن کا علامہ خطاب

اور علامہ محمد ابن خاتون با فقیہہ ؎ مولوی عبدالکریم اک ایک فردِ لاجواب

مولوی حافظ شجاع الدین صاحب قادری ؎ درس گاہیں ان سبھوں کی تھیں نہایت کامیاب

شیخ القراء نور الہدی ۱۲۳۰ھ
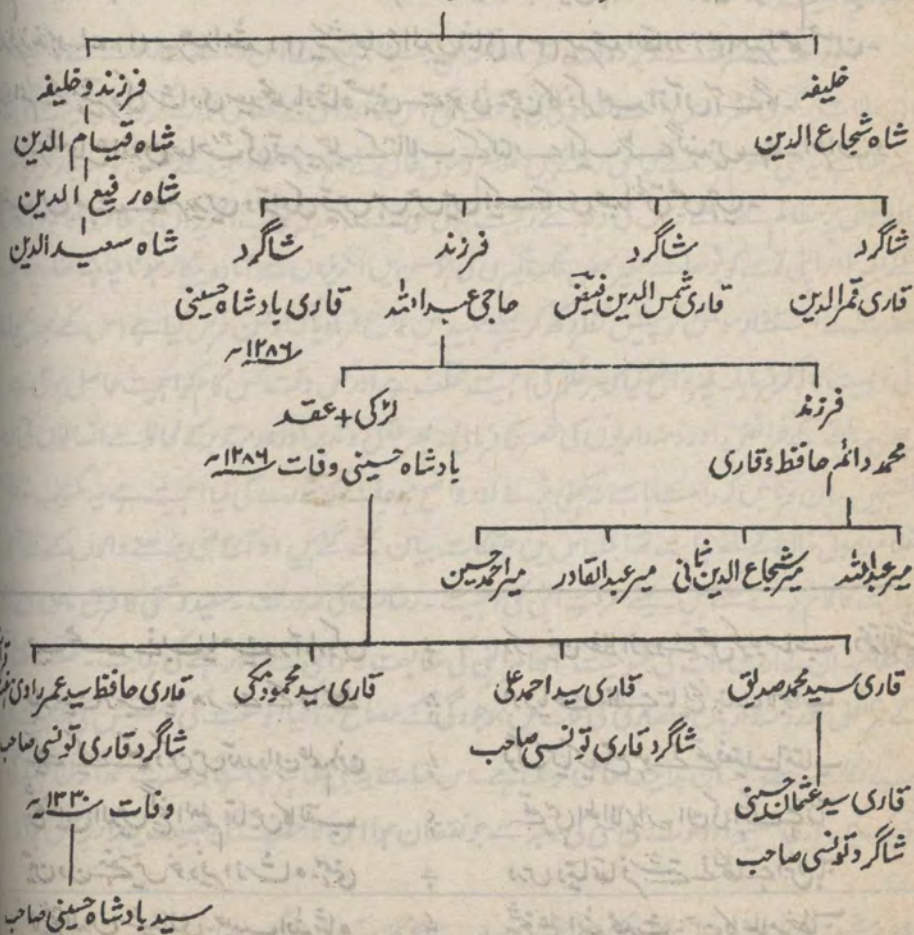
نقشہ ہندوستان
دور شجاعیہ سنہ ۱۲۰۰ھ تا سنہ ۱۲۴۰ھ میں قراءت
کی وسعت
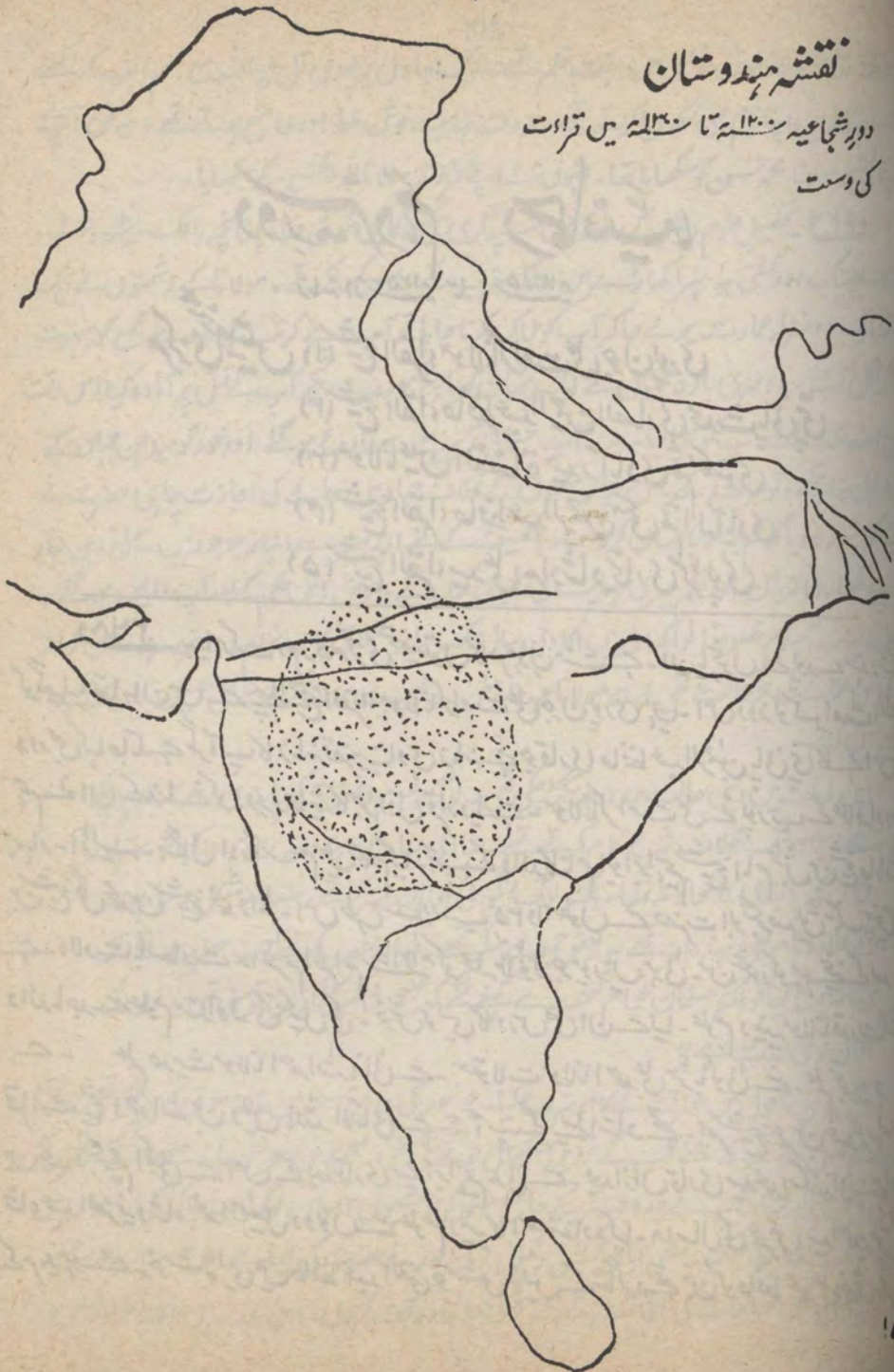
دورِ سیزدہم رحمانیہ

زمانہ از ۱۲۵۰ھ تا ۱۳۷۵ھ

مرکزی شخصیتیں (۱) شیخ القراء مولانا کرامت علی جون پوری
(۲) شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی
(۳) مولانا عین القضاۃ حیدر آبادی ثم لکھنوی
(۴) شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن مکی ثم الہ آبادی
(۵) شیخ القراء سید علی مراد شاہ بخاری گڑپوری

---

۲۶۸ - یہ بابرکت دور ۵ مرکزی شخصیتوں کا مرہونِ منت ہے۔ ان پانچوں نے پورے ہندوستان کو گھیر لیا تھا۔ ان میں سے پہلے شیخ القراء مولانا کرامت علی جون پوری ہیں۔ اس دور کو کرامت اللّٰہی دور بھی کہا جاتا ہے مگر آپ کا زمانہ تقریباً وہی زمانہ ہے جو قاری حافظ عبدالرحمٰن پانی پتی کا ہے اس لئے ہم نے ان کے زمانے کو دورِ رحمانیہ کا جز اول قرار دیا ہے۔ مولانا کرامت علی نے پورب کے علاقہ اور بہار۔ اڑیسہ۔ بنگال اور آسام میں کام کیا۔ آپ کے والد کا نام ابوابراہیم شیخ امام بخش بن شیخ جاراللہ بن شیخ گل محمد بن شیخ محمد دائمؒ۔ اس طرح سلسلۂ نسب ۳۵ واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچتا ہے۔ ولادت باسعادت ۱۸ محرم الحرام ۱۲۱۵ھ کو محلہ ملا ٹولہ جونپور میں ہوئی۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد والد ماجد سے علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ خوش نویسی کا درس بھی ان سے لیا۔ علومِ دینیہ مولانا قدرت اللہ سے۔ علم حدیث مولانا احمد اللہ انامی سے۔ معقولات مولانا احمد علی چڑیاکوٹی سے۔ علم تجوید و قراءت شیخ احمد اللہ بن دلیل اللہ الانامی سے۔ جو آپ کے پہلے استاد تھے۔ پھر شیخ عمر بن عبدالرسول بن عبدالکریم المکی سے اس کے بعد قاری سید ابراہیم مدنی سے۔ بعد ازاں قاری سید محمد اسکندرانی سے۔ شاہ عبدالعزیز و شاہ محمد اسمٰعیل دونوں سے علوم دینیہ کا استفادہ کیا۔ ۱۸ سال کی عمر میں سید احمد بریلوی کے مرید ہوئے۔ خوشنویسی میں حافظ عبدالغنی خوش نویس کے شاگرد تھے جن کو حافظ محمد علی خوش [illegible]

سے تلمذ تھا۔ مولانا خوش نویسی میں ہفت قلم تھے۔ ایک چاول پر پوری قل ہو اللہ مع بسم اللہ کے لکھتے تھے اور آخر میں اپنا نام بھی لکھ دیا کرتے تھے۔ حروف نہایت خوش خط اور واضح ہوتے تھے۔ یہ فن آپ نے اپنے بھتیجے مولانا محمد حسن کو سکھایا تھا۔ انہوں نے اپنے فرزند مولانا ابوالحسین کو سکھایا۔

و ۲۶۹ء۔ تحصیل علوم دینیہ کے ساتھ فنِ سپہ گری سیکھنے کا بھی شوق تھا۔ چنانچہ بانک۔ پٹہ۔ بنوٹ۔ گتکا۔ بھینیک اور کشتی یہ ہنر اکھاڑے میں جا کر مغرب کے بعد سیکھا کرتے۔ مولانا کے دشمنوں نے ایک دفعہ ایک دو منزلہ عمارت پر لے جا کر آپ کو ہلاک کرنا چاہا تو آپ اپنے کرتب کی مدد سے مجمع کو مبہوت بنا کر نکل آئے۔ دوسری بار دشمنوں نے ایک پٹھان کو پانچ سو روپے دیکر آپ کے قتل پر آمادہ کیا اس وقت بھی اللہ تعالےٰ نے آپ کو بچا لیا۔ جب آپ جسمانی تربیت سے فارغ ہو گئے اور خود کو میدانِ جہاد کے لئے اہل بنا چکے۔ تو مرشد کے پاس جا کر سکھوں کے خلاف جہاد میں جانے کی اجازت چاہی حضرت نے آپ کو مشورہ دیا کہ تم جہاد باللسان کرو جہاد بالسیف کے لئے اور بہتیرے جانباز موجود ہیں۔ تبلیغ دین جہادِ اکبر ہے تمہاری زبان اور قلم میری ہدایت کی ترجمانی کریں گے۔ غرض اس حکم کے بعد آپ واپس ہو گئے۔ بنگال۔ بہار۔ آسام خصوصاً نواکھالی میں اکاون سال تک برابر اصلاحی کام انجام دیتے رہے۔ اس زمانہ میں اس علاقے کی جو حالت تھی اسے مولانا عبدالباطن نے "سیرت مولانا کرامت علی" میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں کہ:-

> "اس زمانے میں دینی حالت حد درجہ بگڑ چکی تھی۔ لوگ صوم وصلوٰۃ کی پابندی سے آزاد ہو چکے تھے۔ بلا درنگ خلاف شرع کام کرتے تھے۔ شادی بیاہ میں ہندوانہ رسوم ادا کرتے۔ ستر اور لباس کی پابندی کا لحاظ نہ تھا۔ اکثر لوگ لنگوٹی ہی میں بسر کرتے۔ ہندوانہ شکل وشباہت کے علاوہ نام بھی ہندوانہ تھے۔ بعض جمعہ سے منکر تھے۔ ظہر اور عصر کے لئے جب حضرت نے اذان دینا شروع کیا تو اکثر مسلمان عوام تعجب سے کہنے لگے کہ صبح وشام کی اذان تو سنی تھی یہ دن کی اذان تو نئی حدت ہے"!

غرض اس ماحول میں حضرت نے کام شروع کیا۔ جونپور کی جامع مسجد میں نماز موقوف ہو چکی تھی۔ عبادت کے بجائے کھیل تماشے کے لئے کلب کے طور پر استعمال ہونے لگی تھی۔ صحن میں مویشی باندھے جاتے تھے جن کا گوبر بھی وہیں پڑا رہتا۔ آپ نے جد وجہد کر کے جامع مسجد کو مویشیوں اور ان لوگوں سے پاک کیا اور اس میں نماز باجماعت کا انتظام کیا۔ منشی امام بخش رئیس جون پور نے حضرت کی ایما سے اس مسجد میں مدرسہ حنفیہ قائم کیا۔ جس کے اخراجات کی کفالت کے لئے بڑی جائداد وقف کر دی۔ اس مدرسہ میں اکابر علماء درس

دیتے رہے۔ یہاں تجوید و قرات تفسیر و حدیث کا درس دیا جاتا تھا۔ پہلے مدرس مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی (والد مولانا عبدالحی لکھنوی) مقرر ہوئے۔ حافظ احمد صاحب نے مولانا سے قرآن حفظ کیا۔ قرات سیکھی اور کتب درسیہ پڑھیں۔ مولانا عبدالحی مدرسہ حنفیہ میں رہ کر قرآن پاک حفظ کہتے رہے۔

۲۷۰ ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں حضرت کرامت علی صاحب نے دو یورپین لیڈیوں کو قتل سے بچایا تھا۔ اس کے معاوضے میں حکام نے راجہ ادارت جہاں کا منبطشدہ علاقہ آپ کو انعام میں دینا چاہا۔ مگر آپ نے اس کو قبول نہ کیا۔

۲۷۱ جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں سید محمد اسکندرانی سے دو ڈھائی سال قرأت سیکھتے رہے ان سے سند حاصل کرنے کے بعد عربی کے ایک مختصر رسالے کا جو اس وقت بہت مقبول تھا اردو میں ترجمہ کیا اور سید محمد کے فرزند سید ابراہیم کو دکھایا صاحب موصوف نے اس کا نام زینت القاری تجویز کیا۔ کرامت علی صاحب نے اس رسالے کے ساتھ مزید مضامین بھی شریک کئے اور اس مزید مضمون کا نام "رسالہ معروف بہ مخارج الحروف" رکھا۔ اس کے بعد آپ نے شرح جزری ہندی لکھی جو بہت مقبول ہوئی۔ اب تک کئی بار چھپ چکی ہے۔ بازار میں ہر جگہ ملتی ہے۔ آپ نے اس کتاب کی تمہید میں اس زمانے کی حالت پر بہت اچھی روشنی ڈالی ہے جس کو ہم یہاں نقل کر دیتے ہیں:۔

"سارے علوم سے افضل قرآن مجید کے حرفوں کی تجوید اور اس کے لفظوں کی تحسین و تصحیح کا علم ہے جو قرآن مجید کے علموں میں سے اصل اور جڑ ہے۔ کیوں کہ یہ علم اس کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرے علم مانند شاخ کے ہیں بجائے احوال و صفات قرآن کے۔ مگر اس وقت ہمارے ملک میں اس کا نور بجھ گیا اور اس کا نشان باقی نہیں رہا۔ ایسے لوگ جو اس کو سیکھنے سکھلانے میں مشغول ہوں کھوئے گئے اور ایسے لوگ جو اس علم کی تلاش کریں اور اس کو درست کرنے میں لگے رہیں گم ہو گئے لوگ پڑھتے ہیں مگر سین و صاد میں فرق نہیں کرتے اس کی تلاوت کرتے ہیں مگر ضا اور ضاد کو جدا نہیں کرتے یہ خاکسار بھی اس غلط خوانی اور تحریف کلمات قرآنی کی بلا میں (اگرچہ قصداً نہ تھی) گرفتار تھا۔ حروف کی تجوید اور قرآن کی تحسین نہیں جانتا تھا اور سمجھتا تھا کہ میں جانتا ہوں۔ بارے الحمد للہ کہ ازل کی توفیق کے سبب سے اپنی غلط خوانی پر مطلع ہوا اور اپنی ناواقفی پر شرمندہ و پشیمان ہوا۔ تجوید کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کو واجب جانا تب ایک مدت دراز تک اس کے سیکھنے اور تحقیق کرنے پر کمر ہمت باندھی۔ دن رات کی محنت کو اپنے اوپر برداشت کیا۔ عرب کے قاریوں کی صحبت اختیار کی۔ خصوصاً قاری

مجودِ قرآنی سید محمد اسکندرانی رحمتہ اللہ علیہ کی شاگردی میں داخل ہو کر دو ڈھائی سال ان سے قرات سیکھتا رہا۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ جس قدر مقدور تھا اس علم کا حصہ دیا شرح ہندی کو اپنے مقدور بھر تجوید کے بھیدوں کو کھولنے ۔ بیان کرنے اور سمجھانے کے لئے لکھا "

۲۷۲ ہندوستان واپس آنے کے بعد مولانا کرامت علی کی قراءت کی شہرت ہوئی ۔ خوش الحان تھے ۔ پرسوز آواز سے پڑھتے تھے جس سے سننے والوں پر اثر ہوتا ۔ مصنف "تجلی نور" ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ " از علمائے ناموراں دیار واز مشاہیر واعظ ہندوستان بود ۔ ذاتِ بابرکاتش سرمایہ ناز جونپور بود ۔ قاری ہفت قرأت بودے ۔ کلام مجید را بہ آواز خوش و بہ لحن پُر درد خواندے ۔ خامہ اش اصل اصول کلک خطاطان زمن و در خوش خطی نستعلیق و نسخ و طغرا دستگاہش احسن بر یک دانہ برنج قل ہو اللہ تمام نوشتے ۔ "

سنہ ۱۲۹۰ھ میں رنگ پور میں انتقال ہوا ۔ وہیں دفن ہیں

۲۷۳ مولانا کرامت علی نے شرح شاطبی بھی لکھی ہے ۔ نیز کوکبِ دری کے نام سے سلیس اردو میں لغات قرآنی کا ترجمہ کیا ۔

اقوال و ملفوظات ۲۷۴ (۱) جب تک ہر مسلمان اپنے سارے مقدمات و معاملات کو شریعت محمدی کی طرف رجوع نہ کرے گا اور اس کے رسول کو (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے مقدموں اور معاملوں میں حکم نہ مقرر کرے گا اور جو فیصلہ شریعت میں نکلے گا اس کو دل کی خوشی سے قبول نہ کرے گا تب تک وہ شخص مومن نہ ہوگا ۔

(۲) جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ باطنی باتوں کی تعلیم کا بیان کتاب میں نہیں ہے سینہ بہ سینہ چلی آتی ہے سو وہ غلط ہے ۔ کیوں کہ جو بات کتاب میں نہیں ہے وہ قابلِ اعتبار نہیں ہے اور دین کی بات نہیں ہے ۔

(۳) نیک لوگوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے ۔ اور بد لوگوں کی صحبت بد کام سے بدتر ہے ۔

(۴) اللہ تعالےٰ کی عادت یوں ہی جاری ہے کہ اپنے بندوں کو مرشد کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کرتا ہے اس کو مرشد نہیں ملتا (من یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا)

(۵) طریقت آدمی کے نفس کے تزکیہ اور نفس کے فساد کی اصلاح کے واسطے ہوتی ہے اور نفس کا فساد ہر ملک و ہر زمانہ میں بدلا کرتا ہے ۔ اسی واسطے طریقے بھی اس وقت کے لوگوں کے نفس کے فساد کی اصلاح کے مناسب ہوا کرتے ہیں ۔

(۶) اس خاکسار نے خوب تجربہ کر لیا ہے کہ جب آدمی فضول کام میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اس کی سابق

کی پرہیزگاری بھی جاتی رہتی ہے۔ سو آدمی سے فضول کام ہو جائے تو فی الفور توبہ کرے۔ اور پھر فضول کام کے پاس نہ جائے۔

(۷) مبتدی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے واسطے قرآن کی تلاوت کا کچھ حصہ مقرر کرے دن رات کے سارے وقتوں میں سے ایک وقت قرآن کی تلاوت کے واسطے مقرر کر لے۔

(۸) یہ خاکسار کہتا ہے اب شریعت محمدی ہم کو ساری شریعتوں سے بے نیاز کر دیا ہے کیا چیز ہے جو شریعت محمدی میں نہیں ہے یہاں تک کہ توریت تک کے پڑھنے سے حضرت ناراض ہوئے تو شرکوں اور جوگیوں کے طریقے کے موافق عمل کرنے یا نجوم کے موافق عمل کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب میں کس قدر گرفتار

(۹) عید کے روز سیویاں کھانے کے متعلق خاکسار نے حضرت مرشد سے پوچھا۔ سن کے فرمایا کہ مولانا کھانے پینے میں بدعت نہیں ہوتی۔ عید کے روز میٹھا کھانا مسنون ہے۔ سیویاں بھی اسی میں داخل ہیں۔

(۱۰) جو کوئی نماز نہ پڑھے گا وہ شخص کتنی ہی عبادت و نیکی۔ خیرات و عمل صالح کرے مگر اس کا نفس نہ مٹے گا۔ اور یہ بات بھی بدیہی ہے کہ اپنے نفس کی خرابی کسی کو پسند نہیں تو اسی صورت میں بے نمازی ان کب کسی کو پسند آئے گا۔

۲۷۵ مولانا کرامت علی نے چار بیویاں کیں۔ پہلی بیوی سے (۱) حافظ احمد علی (۲) حافظ محمود علی اور چھ لڑکیاں ہوئیں۔

دوسری بیوی لاولد رہیں۔

تیسری بیوی سے مولانا حامد علی پیدا ہوئے۔

چوتھی بیوی سے تین لڑکیاں اور دو لڑکے ہوئے (۱) محمد عمر علی (۲) مولانا عبدالاول۔ ان میں سے اکثر قاری و حافظ تھے۔ جن کے تفصیلی حالات آئندہ آئیں گے۔

آپ کے شاگردوں میں مندرجہ ذیل ممتاز تھے۔

(۱) قاری محمد جاوید سلہٹی — (۲) قاری غلام سرور تبروی
(۳) قاری محمد احمد تبروی — (۴) قاری حافظ محمد حاتم امام مسجد کولوٹولہ کلکتہ
(۵) قاری عبدالرحمٰن ڈھاکوی — (۶) قاری آغا شجاعت علی — گوال پاڑوی
(۷) قاری مولانا حافظ احمد علی جونپوری فرزند (۸) قاری مولانا عبدالقادر۔ جونپوری بھتیجے
(۹) قاری مصلح الدین بھتیجے — (۱۰) قاری حافظ محمود علی فرزند
(۱۱) قاری مولانا محمد محسن بھتیجے — (۱۲) قاری مولانا محمد علی جونپوری

(۱۳) قاری مولانا حامد علی فرزند　　(۱۴) قاری حافظ عبدالاول جونپوری فرزند

ف ۲۷۶ مولانا کرامت علی کے بھائی قاری رجب علی بھی فن تجوید و قراءت کے عالم تھے۔ ان کے تین فرزند قاری ہوئے (ملاحظہ ہو شجرہ)

ف ۲۷۷ قاری حافظ احمد علی دوسرے فرزند تھے۔ چوں کہ بڑے لڑکے عبداللہ نو عمری میں انتقال کر گئے اس لئے بعض سوانح نگاروں نے ان کو پسر اکبر ہی لکھا ہے:۔

"علوم متعارفہ از دانایان دیار خواندہ۔ بر مماثل و اقران خود برتری یافتند۔ عالم۔ حاجی۔ حافظ و قاری قرآن مجید بود۔ بعد از پدر سجادہ نشین شدہ"

ولادت ۱۲۵۰ھ وفات ۱۳۱۶ھ۔ ڈھاکہ میں مزار ہے۔

ف ۲۷۸۔ دوسرے فرزند قاری حافظ محمود علی تھے ولادت ۱۲۵۶ھ وفات ۱۲۹۶ھ عمر ۴۰ سال آپ کے فرزند عبدالرب اور پوتے قاری حافظ محمود علی ہیں۔ ۱۳۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ تجوید و قراءت اپنے ماموں ابوالبشر سے سیکھی۔ بہت اچھے قاری ہیں۔ پُردرد آواز سے پڑھتے ہیں۔ جونپور میں قیام ہے تبلیغی و اصلاحی دوروں پر بنگال جاتے رہتے ہیں۔

ف ۲۷۹ قاری حافظ عبدالاول مولانا کرامت علی کے پانچویں فرزند تھے۔ بروز چہار شنبہ ۱۲۸۴ھ میں بمقام سندیپ ضلع نواکھالی پیدا ہوئے۔ علوم پہلے والد سے اور پھر چچازاد بھائی مولانا صلح الدین سے سیکھے۔ دوسرے چچازاد بھائی حافظ محمد احسن سے قرآن حفظ کیا۔ قراءت سیکھی۔ کتب عربیہ کی تکمیل برادر حافظ محمود علی سے کی۔ ۱۲۹۰ھ میں والد کا انتقال ہوا ۱۲۹۷ھ میں حفظ ختم کیا۔ ۱۲۹۸ھ میں تراویح میں ختم سُنایا۔

ف ۲۸۰ ۱۳۰۳ھ میں عبدالاول صاحب اپنے خالو حافظ عابد حسین کے ساتھ حج کے لئے گئے۔ بعد ازاں بغرض حصول علم مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ مدرسہ صولتیہ میں مولانا رحمت اللہ ہندی سے علوم سیکھے۔ پھر مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی سے مل کر تفسیر و حدیث کا دور کیا۔ قاری حفیظ الدین مکہ معظمہ میں حفظ کر رہے تھے۔ وہ آپ کی خدمت کرتے رہے۔ حافظ عبدالاول حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے۔ دوبارہ حج کر کے ایک بار زیارت نبویہ سے مشرف ہو کر ۱۳۰۵ھ میں واپس ہوئے۔ مولانا محمد حسن ابن مولانا رجب علی کی دختر سے شادی ہوئی۔ پانچ لڑکے چھ لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) عبدالآخر ولادت ۱۳۱۳ھ

(۲) محمد حماد عبدالظاہر　ولادت ۱۳۱۴ھ　وفات ۱۳۵۸ھ

(۳) عبدالباطن   ولادت ۱۳۱۸ھ (زندہ ہیں)

(۴) عبدالسلام   ولادت ۱۳۲۰ھ وفات ۱۳۷۶ھ

(۵) محمد عبدالاخر   ولادت ۱۳۲۴ھ (زندہ ہیں)

ان میں سے اکثر عالم وقاری تھے۔

۲۸۱ مولانا عبدالاول صاحب تلاوت قرآن کے بڑے پابند تھے بلاتعین وقت برابر یہ سلسلہ جاری رکھتے بعد ختم قرآن ارواح مسلمین کو ثواب بخش دیتے۔ قرآن مجید سے آپ کو ایسا لگاؤ تھا کہ اگر کوئی اچھا پڑھنے والا قاری مل جاتا تو اس سے قرآن سنتے۔ اس کی عزت وتکریم کرتے۔ رمضان شریف میں اکثر راتوں میں مساجد کی سیر کرتے اور حفاظ کا پڑھنا سنتے۔ ایک مرتبہ بریلی کے ایک اچھے قاری حافظ آئے، تو ان کی قراءت سن کر اس قدر خوش ہوئے کہ اپنی گھڑی ان کو دے دی۔

۲۸۲ عید الفطر کے بعد فالج ہوا۔ شب شنبہ ۱۲ شوال ۱۳۲۹ھ کو کلکتے میں وفات ہوئی۔ مانک تلہ کے باغ میں دفن کیا گیا وفات کے وقت ۵۵ سال کی عمر تھی۔

۲۸۳ قاری مولانا رجب علی کے تین فرزند تھے

(۱) قاری مولانا عبدالقادر جن کی ولادت ۱۲۵۵ھ میں اور وفات ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔ یہ اچھے قاری اور عالم تھے۔ مولانا کرامت علی کے بھتیجے اور داماد تھے۔ تجوید کی سند اپنے چچا سے لی

(۲) مولانا قاری محمد محسن قاری سبعہ۔ مولانا کرامت علی صاحب نے ۱۲۸۶ھ میں سند دی جو ان کے خاندان میں مولانا مظفر احمد صاحب کے پاس موجود ہے۔ جو میں نے دیکھی ہے۔ وفات ۱۳۲۱ھ میں ہوئی۔ آپ کے متعلق نورالدین نے تجلی انوار میں لکھا ہے کہ

"علوم درسیہ از مفتی اسداللہ خاں محمدی وعلوم قراءت ومشق خط نستعلیق ونسخ از عم خود مولانا کرامت علی حاصل کردند۔ بریک دانہ برنج سورۂ اخلاص می نوشتند۔ از خوان نعمائے افضل الفقہاء والمحدثین مولانا شیخ عبدالرحمٰن مغربی ذلہ ہائے فیض وافر برچیدند قراءت سبعہ مشق می کردند واستفادۂ تحصیل کتب حدیث ہم نمودند۔ قرآن مجید را بہ الحان خوش وآواز پُردرد می خواندے"

ایک بار قاری عبدالرحمٰن مکی سے الہ آباد میں ملاقات ہوئی۔ قاری محمد محسن صاحب سے قراءت سن کر قاری عبدالرحمٰن صاحب لپٹ گئے اور فرمایا کہ ایسے قاری سے ہندوستان میں کم ملاقات ہوتی ہے۔

(۳) مولانا رجب علی صاحب کے تیسرے فرزند قاری حافظ مولانا محمد احسن تھے ولادت ۱۲۶۴ھ

وفات ۱۳۳۳ھ - عمر ۸۰ سال یہ بھی اچھے قاری حافظ و عالم تھے - شبینہ میں قرآن سناتے تھے - تہجد میں اپنے طور پر ختم کرتے۔

و۲۸۴ قاری عبد القادر کے دو لڑکے تھے (۱) قاری عبد المتین (۲) قاری ابوالفرح - قاری عبد المتین کی ولادت ۱۲۷۶ھ - وفات ۱۳۳۶ھ - عمر ۶۰ سال - تجوید و قراءت و علوم اپنے والد سے سیکھے - دوسرے فرزند مولانا ابوالفرح کی ولادت ۱۲۸۷ھ - وفات ۱۳۵۷ھ عمر ۷۰ سال - والد ہی سے قراءت و علوم سیکھے - قاری عبد القادر کے فرزندوں کے علاوہ ایک شاگرد قاری عبد الرحیم بھی ہیں جو پورنیہ میں درس تجوید دیتے ہیں ان کی عمر ۹۰ سال کی ہوگئی ہے

و۲۸۵ مولانا قاری ابوالبشر قاری عبد الاول کی بڑی بہن کے بیٹے تھے عمر میں عبد الاول صاحب سے چھوٹے اور بچپن کے ساتھی تھے ولادت تقریباً ۱۲۸۵ھ وفات تقریباً ۱۳۵۰ھ - تجوید و قراءت و علوم حافظ احمد علی اور قاری عبد القادر سے حاصل کئے پھر درس و تدریس میں لگے رہے۔

و۲۸۶ قاری مولانا ابوالحسین ابن مولانا محمد محسن بن قاری رجب علی - وطن جونپور ولادت ۱۳۰۲ھ تجوید و قراءت اپنے والد سے سیکھی - مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے مرید ہوئے درس و تدریس و تبلیغ میں لگے رہے - ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ کو وفات ہوئی۔

لہ تجلی نور تذکرہ مشاہیر جونپور از ابوالبشارت سید نور الدین زیدی حصہ دوم و تذکرہ علمائے ہند از رحمٰن علی و شرح جزری ہندی و سیرت مولانا کرامت علی جونپوری از مولانا عبد الباطن و سیرت مولانا عبد الاول جونپوری از مولانا ابوالبشر و مولانا عبد الباطن۔

شیخ جار اللہ

شیخ ابراہیم شیخ امام بخش
شیخ القراء مولانا کرامت علی
سنہ ۱۲۱۵ھ ، سنہ ۱۲۹۰ھ
قاری مولانا رجب علی
سنہ ۱۲۲۰ھ ، سنہ ۱۲۸۰ھ
پہلی بیوی سے
دوسری بیوی سے
تیسری بیوی سے
چوتھی بیوی سے
×
مولانا حامد علی
حافظ احمد علی
لاولد سنہ ۱۳۱۶ھ
حافظ محمود علی
سنہ ۱۲۹۶ھ
عبد الرب
قاری حافظ محمد محمود احمد
لڑکی
ابو البشر
محمد عمر
مجذوب مجرد
قاری مولانا عبد الاول
عبد الآخر
ولادت سنہ ۱۳۱۳ھ
عبد الظاہر
محمد حماد
ولادت سنہ ۱۳۱۴ھ
وفات سنہ ۱۳۸۵ھ
عبد الباطن
ولادت سنہ ۱۳۱۶ھ
عبد السلام
ولادت سنہ ۱۳۲۰ھ
عبد الآخر
قاری عبد القادر سنہ ۱۳۳۰ھ
قاری محمد محسن سنہ ۱۳۳۱ھ
قاری ابو الحسین سنہ ۱۳۵۰ھ
مولوی ظفر احمد
قاری حافظ محمد احسن سنہ ۱۳۱۴ھ
لڑکی
در شادی عبد الاول
قاری عبد المتین
سنہ ۱۳۳۶ھ
قاری ابو الفرح
سنہ ۱۳۵۷ھ

شیخ القراء حافظ محدث عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی

و۲۸۸ ۔ مولانا کرامت علی صاحب کے بعد یہ دور دو عبادالرحمٰن کے مساعی جمیلہ کا مرہونِ منت ہے ان میں سے پہلے شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی ہیں ۔ جنہوں نے دہلی ۔ پانی پت ۔ ٹونک باندا اور گجرات میں فیضان پہونچایا۔
دوسرے شیخ القراء عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی ہیں ۔ جن کا اثر اتر پردیش ۔ بہار ۔ اڑیسہ اور بنگال تک پھیلا ۔ ان دونوں بزرگوں نے شمالی ہند اور بڑی حد تک مشرقی ہند کو برکاتِ قراءت سے معمور کر دیا ۔ ایسا عجیب ماحول پیدا کیا کہ خواص کے سوا عوام کو بھی قراءت و تجوید سے دلچسپی ہو گئی ۔ پہلے حضرت عبدالرحمٰن پانی پتی کا ذکر کیا جاتا ہے ۔

و۲۸۹ ۔ حضرت عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی حضرت ایوب انصاری رضؓ کی اولاد سے ہیں ۔ آپ کے جدِ امجد خواجہ خدابخش قاری تھے ۔ حضرت عبدالخالق منوفی کے سلسلے کے قراء سے تجوید و قراءت سیکھی تھی ۔ خواجہ خدابخش کے تین فرزند تھے ۔
(۱) بڑے فرزند قاری خدا بخش
(۲) منجھلے فرزند قاری مولانا شاہ محمد
(۳) چھوٹے فرزند قاری حافظ احمد ۔
یہ تینوں یگانہ روزگار مجود تھے ۔ ان تینوں بزرگوں نے شیخ القراء مصلح الدین عباسی پانی پتی سے تجوید و قراءت سیکھی تھی ۔ حضرت عبدالرحمٰن محدث پانی پتی مولانا شاہ محمد کے فرزند تھے ۔ مولانا شاہ محمد نے شیخ القراء مصلح الدین عباسی سے تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل کی تھی پھر مولانا شاہ عبدالعزیز سے دیگر علوم کی تکمیل کی تھی ۔ عرصہ تک شاہ محمد اسمٰعیل کے ساتھ رہے ۔ پھر حاجی شاہ عبدالمجید المعروف بہ صوبۂ ہند سے قراءت سبعہ و کتبِ فن پڑھیں ۔ قاری نجیب اللہ سے بھی یہ فن سیکھا ۔ حضرت شاہ عبدالعزیز سے بیعت ہوئے ۔ شب بیدار متقی و پرہیزگار تھے آپ کے ساتھ آپ کے فرزند عبدالرحمٰن نے بھی حضرت

لہ شیخ القراء عبدالرحمٰن انصاری پانی پتی کے حالات کا بیشتر حصہ تذکرہ الصالحین المعروف بہ تذکرہ رحمانیہ از عبدالحلیم سے لیا گیا ہے کچھ حصہ حضرت کے تلامذہ کی زبانی سن کر درج کیا گیا ۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے قراءت سبعہ کی تعلیم پائی تھی۔ مولانا قاری حافظ شاہ محمد کا انتقال ۱۲۴۰ھ میں ہوا۔ پیر محمد ماہ سجادہ نشین مخدوم شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء، حضرت عبدالرحمٰن کے نانا تھے۔

و۲۹۰ حضرت عبدالرحمٰن کی ولادت نانا کے گھر میں ۱۲۲۷ھ میں ہوئی۔ بسم اللہ کے بعد آپ نے اپنے والد سے تعلیم شروع کی۔ والد ہی نے تجوید سے قرآن مجید حفظ کرایا۔ پھر فارسی کی درسی کتابیں اور کچھ عربی شروع کی۔ ہدایت النحو تک کتابیں پڑھ چکنے کے بعد والد نے بلاضبط قواعد قراءت سبعہ کی تعلیم دی۔ والد کے ہمراہ مولانا شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں جایا کرتے۔ ان کے مواعظ میں بھی شریک رہتے۔ تیرہ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوا۔ اس وقت حضرت کے چچا قاری قادر بخش قلعۂ معلٰی میں شہزادوں کے استاد تھے۔ چچا نے دہلی بلالیا۔ دہلی کی فضا میں حضرت کی طبیعت پڑھنے سے اچاٹ ہوگئی۔ دو سال تک یہ سلسلہ رہا۔ اس عرصے میں کئی بار والد کو خواب میں دیکھا کہ ناراض ہیں ایک مرتبہ حضور اکرمؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور اکرمؐ نے سینے سے لگالیا۔ نتیجہ یہ کہ شرح صدر ہوگیا تعلیم کا سلسلہ ۱۲۴۲ھ سے شروع ہوا۔ چچا سے تحصیل علوم کرنے لگے۔

حضرت کے اساتذہ

و۲۹۱ حضرت مولانا قاری شاہ امام الدین صاحب یہ مولانا شاہ غلام علی کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے تجوید و قراءت مولانا قاری محمد المعروف بہ مولانا کرم اللہ دہلوی سے حاصل کی تھی اور ان کے شاگرد رشید مانے جاتے تھے۔ شاہ امام الدین صاحب امروہے میں درس و تدریس میں مصروف تھے۔ ڈھائی سال تک قاری عبدالرحمٰن نے شاہ امام الدین سے پڑھا۔ یہ زمانہ عسرت کا تھا۔ کبھی فاقہ بھی ہو جاتا تھا۔ تاہم کام میں برابر منہمک رہے۔ قراءت سبعہ کی باقاعدہ جمع الجمع تحصیل کی پھر شاطبیہ و دیگر کتب قراءت سبقاً سبقاً پڑھیں اور سند حاصل کی ۱۲۴۵ھ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

(۲) دوسرے استاد مولانا محمد قلندر صاحب محدث جلال آبادی سے حدیث کی تکمیل کی۔

(۳) مولانا مملوک علی صاحب سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی۔

(۴) ۱۲۵۳ھ میں شاہ محمد اسحاق صاحب کے درس میں داخل ہوئے اور ۱۲۵۶ھ میں دستار فضیلت باندھی گئی—!

(۵) علوم باطنی کی تکمیل ۱۲۵۸ھ میں ہوئی۔

(۶) قاضی شمہورش جنی صحابی سے حدیث مصافحہ کی سند لی۔

(۷) ۱۲۵۹ھ میں حج سے فارغ ہوئے ایک سال مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ وہاں شاہ محمد اسحاق صاحب

نے سورہ صف سن کر سند عطا کی۔ پھر سند حدیث اور سند عام عطا کی۔

(۸) مکہ معظمہ میں مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے درس میں شامل رہے۔ دو سراحج کر کے شاہ محمد اسحاق صاحب سے اجازت لے کر ہندوستان واپس آئے۔

۲۹۲ حج سے واپسی ۱۲۶۰ھ میں ہوئی۔ کچھ دن پانی پت میں قیام کیا۔ وہاں وعظ و نصیحت فرماتے رہے۔ پھر باندہ تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے والد مولانا عبدالحکیم صاحب سے جو باندہ میں نواب صاحب کے مدرسے کے مدرس اول تھے علوم سیکھتے رہے۔ رمضان میں جب قرآن مجید تراویح میں سنایا تو بڑی شہرت ہوئی نواب ذوالفقار علی خاں نے بڑی قدر و منزلت کی اور آپ کے لئے ایک جداگانہ مدرسہ قائم کیا۔ طلباء کا ہجوم ہونے لگا۔

۲۹۳ ۔ آپ کے ملنے والوں میں مولانا الطاف حسین حالی۔ ابن حسن۔ نواب صدر یار جنگ۔ حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی و مولانا اشرف علی صاحب تھے۔ حضرت اطمینان سے باندہ میں درس دے رہے تھے کہ غدر ہوا۔ حضرت نے لوگوں کو اس میں شرکت سے روکا۔ جہاد کے فتویٰ کی تردید فرمائی (۵،) انگریزوں کو اپنے پاس پناہ دی۔ ڈنکن نامی ایک انگریز مدرسہ میں ۶ ماہ پناہ گزیں رہا۔ وہ اس کی بیوی اور لڑکی تینوں مسلمان ہو گئے مگر بعد میں وہ عیسائی ہو گیا اور یہ معلوم ہوا کہ وہ ڈر کر مسلمان ہوا تھا۔ غدر کے بعد آپ کئی ماہ صحرا میں رہے۔ پھر باندہ آکر درس و تدریس میں لگ گئے۔ امن قائم ہونے کے بعد گنسٹرنے ایک لاکھ روپے کی جائداد کا مستحق قرار دیا مگر حضرت نے قبول نہ کیا۔

۲۹۴ آپ اتباع سنت کے سخت پابند تھے۔ اکثر وعظ و تلقین فرمایا کرتے۔ آپ کے وعظ میں بڑی جاذبیت ہوتی تھی۔ غوث علی شاہ صاحب آپ کے ہم عصر تھے۔ ایک مرتبہ آپ کے وعظ میں شریک ہوئے تو سن کر فرمایا کہ میں نے بہت سفر کئے مجھے خبر نہ تھی کہ ایسا باکمال صاحب باطن بزرگ پانی پت ہی میں موجود ہے۔

۲۹۵ تجوید و قراءت اور دین کا علم عورتوں میں پھیلانے کے بڑے حامی تھے۔ چنانچہ ہر منگل کو عزیز و اقارب کے گھروں پر جاتے۔ ہر گھر میں تھوڑی تھوڑی دیر ٹھہر کر مسائل بتاتے جو عورتیں آپ کے گھر میں مسائل پوچھنے آئیں ان کے لئے الگ پردے کا انتظام تھا کہ مسئلہ پوچھ سکیں۔ حضرت کو تمباکو ناپسند اور اس کی بو بھی ناگوار تھی۔ صاحب زادیوں کے ساتھ اور چند بی بیاں سبعہ قرأت کا سبق لیا کرتی تھیں۔ آپ کی بینائی اخیر زمانے میں جاتی رہی تھی جس بی بی کی پڑھنے کی باری ہوتی وہ اچھی طرح کلی کر کے آتی تھیں تاکہ تمباکو کی بو سے حضرت کو تکلیف نہ ہو۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ جس بی بی کی پڑھنے کی باری تھی وہ نہیں آئیں تو

آپ نے اپنی صاحب زادی کو پڑھنے کا حکم دیا۔ وہ پاس جاکر پڑھنے لگیں۔ ادائی برابر نہ ہونے پر حضرت نے ٹوکا نیز تمباکو کی بو بھی آئی۔ تو حضرت نے جھلا کر کہا:۔

"جب منہ میں شیطان کا فضلہ بھرا ہو تو پھر صحیح تلفظ کی توفیق ہو چکی۔ چلی جاؤ میرے پاس سے"

اس جھڑکنے کا یہ اثر ہوا کہ ان سب بیبیوں نے تمباکو کھانا چھوڑ دیا۔ ان میں سے ایک سخت بیمار ہو گئیں طبیب نے تمباکو کا مشورہ دیا۔ مگر وہ نہ مانیں۔ بعض اوقات بزرگوں کی نصیحتیں اس طرح کارگر ہو جاتی ہیں

و ۲۹۶ کچھ عرصہ کے لئے آپ ٹونک اور راندھیر بھی تشریف لے گئے۔ وہاں بھی لوگوں نے استفادہ کیا۔ ٹونک میں دوسرے طلباء کے ساتھ حافظ قاری عبد الرحیم خاں ابن نواب وزیر الدولہ والی ٹونک نے بھی حضرت سے قرأت سبعہ سیکھ کر اجازت نامہ حاصل کیا۔ چنانچہ آپ کا ایک اجازت نامہ جو ۴ محرم ۱۲۹۶ھ کا تحریر شدہ ہے۔ کتب خانہ سعیدیہ ٹونک میں موجود ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔

و ۲۹۷ ۔ آپ کی پہلی شادی آپ کے چچا حافظ احمدی کی بیٹی نجد النساء سے ہوئی۔ جن سے خواجہ عبد العلی اور چند لڑکیاں ہوئیں۔ اس کے بعد ان بی بی کا انتقال ہو گیا۔ ایک دوسری بی بی سے عقد ہوا جن کا نام انس الحبیب تھا۔ ان سے ایک فرزند قاری محمد حسن پیدا ہوئے جو بڑے ہو کر بڑے اچھے قاری ہوئے۔ گیا کے مدرسے میں درس دیتے۔ تیسری شادی نجیب النساء سے غدر سے پہلے ہوئی ان سے (۱) قاری حافظ عبد السلام (۲) سیدۃ النساء (۳) میمونۃ النساء (۴) عبد العلیم یہ چار اولاد ہوئی۔

و ۲۹۸ ۔ آخر عمر میں حضرت کو نقرس کا دورہ ہونے لگا تھا۔ اسی مرض میں ۵ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۸۹۶ء بروز دوشنبہ وفات ہوئی۔

و ۲۹۹ ۔ یہ بات بہت مشہور ہے آپ کی سوانح عمری میں بھی اس کا ذکر ہے کہ بعض اجنہ بھی حضرت سے تجوید و قراءت کا درس لیتے تھے۔ بعض اوقات گھر کا کام بھی کر دیا کرتے تھے۔ مگر حضرت اس کا ذکر کسی سے نہیں کرتے تھے۔

و ۳۰۰ ۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں تک پہونچتی ہے۔ بعض مشاہیر کے نام یہاں درج کئے جاتے ہیں

(الف) مولانا احمد علی مکی: زبردست فاضل تھے۔ حیدر آباد دکن چلے گئے۔

(ب) مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی فرزند مولانا مملوک علی صاحب نے حدیث پڑھی۔

(ج) مولانا قاری علی حسین صاحب رام پوری سالہا سال حضرت کی خدمت میں رہے۔ معقول منقول تجوید و قرأت سبعہ کی تکمیل کی۔ یہ ذی استعداد بزرگ بڑے جید عالم اور خداداد قابلیت کے حامل تھے حضرت کو اون سے بڑی محبت تھی ان کا حضرت کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتا ہے۔ مولانا ممدوح بجود ددان

قاری مصلح الدین پانی پتی (متوفی ۱۳۶۹ھ) کے ہم درس اور دوست اور قاری تسیم صاحب رامپوری کے نواسے تھے

(د) قاری عبدالہادی بھوپالی۔ حضرت سے کتب فن کے ساتھ سبعہ قراءت کی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے قصیدہ شاطبیہ کی شرح مسمیٰ بہ ہدایت القراء حضرت کی تقریظ کے بعد شائع کی۔ آپ بھوپال میں قاضی اور مفتی تھے۔

(ھ) مولانا پیر جماعت علی شاہ علی پوری

(و) مولانا سید الطاف حسین حالی

(ز) مولانا گل حسن۔ قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ مولا جو

مولانا شاہ غوث علی کے خلیفہ و جانشین خاص تھے جنہوں نے تذکرہ غوثیہ لکھی۔

(ح) عبدالسلام عباسی۔

انہوں نے حضرت سے تجوید و قراءت سبعہ سیکھی۔ حضرت سے قریبی رشتہ داری تھی اور وہ آپ کو اولاد کی طرح سمجھتے تھے۔ آپ نے حضرت کے آخری ایام میں تجوید و قراءت کا درس دینا شروع کر دیا تھا۔ اور عبدالحلیم نے ان ہی سے سبعہ قراءت بطریق جمع الجمع سیکھی۔ نیز قراءت کی درسی کتب تیسیر اور شاطبیہ کی تعلیم پائی۔

(ط) عبدالسلام انصاری۔

منجھلے صاحبزادے۔ سفر و حضر میں ساتھ رہتے۔ تجوید و قراءت سبعہ کے ماہر تھے۔ عبدالحلیم نے بھی ان سے سیکھا۔ آپ سے بہت سے لوگوں نے تجوید قراءت سبعہ کا درس لیا۔ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ کو وفات ہوئی۔

(ی) مولانا عبدالعلیم۔ مہاجر مدنی

یہ عبدالحلیم کے والد تھے۔ طب کی تکمیل حکیم عبدالمجید سے کی۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ دس سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ قرآن مجید حفظ کیا۔ ۱۳۰۹ھ میں حضرت سے کتب فن کے ساتھ تجوید و قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ پھر عبدالرحمٰن ضریر (حضرت کے شاگرد خاص) سے تکمیل کی۔ باکمال کے ذہین تھے۔ پاکیزہ لب و لہجہ و طرز ادا کے مالک تھے۔ ۳۵ سال کی عمر میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ ۱۳۳۷ھ میں جب شریف حسین نے ترکوں سے بغاوت کی تو آپ پہاڑوں اور جنگلوں میں چلے گئے۔ رابغ کے قریب یکایک انتقال ہو گیا۔ فن قراءت سبعہ و تجوید کے بڑے محقق اور زبردست فاضل تھے۔ بزبان فارسی ۳۲ صفحے کا ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام "مقدمہ علم قراءت سبعہ" ہے۔ دو سیپارے بطریق جمع الجمع فارسی میں شائع کئے تھے اس سے سب اصول جمع الجمع آجاتے ہیں۔

(ک) قاری حافظ عبدالرحمٰن ضریر۔ تلامذہ میں بہت مشہور اور خداداد قابلیت و ذہانت کے حامل تھے۔

حضرت کے بعد آپ نے تجوید کے فن کو قائم وجاری رکھا۔ مزاج میں تواضع اور انکسار تھا۔ مرجع خلائق بن گئے
(ل) قاری نورالہدیٰ نے حضرت سے سبعہ قرأت وتجوید کا علم سیکھا۔
(م) قاری محمد حسن، حضرت کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ... میں سکونت اختیار کی۔ وہاں لوگوں کو کثرت سے فائدہ پہونچایا۔
(ن) شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب
(س) مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔
(ع) نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن شروانی صدر الصدور محکمہ امور مذہبی ریاست حضور نظام
(ف) قاری نجیب اللہ پانی پتی۔ حضرت کے خواہرزادے تھے۔ تجوید وقرأت حضرت سے سیکھی۔ بیعت بھی حضرت ہی سے ہوئے۔

و۳۰۱ - تصانیف :- (۱) رسالہ تحفہ نذریہ (۲) فیوض رحمانی

و۳۰۲ - مولوی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی پوتی بڑی عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں یہ بی بی جوانی میں بیوہ ہوگئیں۔ شیخ کی تلاش میں تھیں۔ ایک رات خواب میں آواز آئی کہ عبدالرحمن سے بیعت ہو جاؤ۔ وہ حضرت کے پاس آکر بیعت ہوگئیں۔ حضرت نے ان کو عقد ثانی کا مشورہ دیا۔ جس کو انہوں نے مان لیا۔ جو بی بیاں استفادے کے لئے حضرت کے پاس آتی تھیں۔ ان بی بی کا بڑا مقام تھا۔ تجوید وقرأت کی تعلیم بھی پائی تھی۔

و۳۰۳ حضرت کے معمولات ومشاغل یہ تھے :-
آدھی رات کو اٹھ کر تہجد ادا کرتے۔ پھر ذکر وشغل فرماتے۔ نماز فجر تک اسی طرح مشغول رہتے۔ برسات کے موسم میں صبح صادق سے قبل ایک گھنٹہ تک قرأت سبعہ کا درس ہوتا۔ عصر سے مغرب تک پھر تمام الجزء پڑھایا جاتا۔ مغرب سے عشاء تک مسجد میں تجوید کا درس ہوتا۔

خصوصیات رحمانی

و۳۰۴ - آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ قرآن مجید خوب یاد تھا۔ پڑھنے میں بڑی سلاست وروانی تھی۔

(۲) فن تجوید وقرأت سے والہانہ عشق تھا۔ دل وجان سے اس کی خدمت کرتے تھے۔ ہر ایک کو سکھانے میں دریغ نہ تھا۔ بڑی محبت سے پڑھاتے تھے۔ علماء وقت نے اس فن کو چھوڑ رکھا تھا۔ آپ نے اس کی اشاعت وترویج کے لئے بڑی جد وجہد کی۔ حضرت سے پہلے بھی قراء تھے مگر چند کے سوا سب بہت جلد پڑھتے تھے۔ آپ نے تراویح میں تجوید وترتیل کے ساتھ پڑھنے کی مثال قائم کی۔

حضرت کے شاگرد تراویح میں ترتیل ہی سے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔

(۳) حضرت سے پہلے قراءت سبعہ کی ترویج کم ہوگئی تھی۔ حضرت نے شوق دلایا۔ اور اس کی اہمیت بتلائی اور قراءت سبعہ کے شاگرد تیار کئے۔

(۴) آپ کی ادائی بڑی معیاری تھی۔ بلا تکلف و تعسف ادائی ہوتی۔ گو آواز زیادہ بلند نہ تھی۔ مگر الفاظ الگ الگ ایسے نکلتے تھے کہ جیسا پہلی صف والا سنتا ویسا ہی آخری صف والے کو سنائی دیتے اس کو حضرت کی کرامت کہا جاتا ہے۔ دراصل یہ تجوید کی کرامت ہے کہ واضح اور صاف پڑھنے سے آخری صف والے بھی بخوبی سن سکتے تھے جب کہ مسجد دروازے تک بھری رہتی۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ:۔

"قاری عبد الرحمٰن صاحب بالکل سادگی سے کلمات ادا فرماتے تھے۔ جن قراء کا علم ناقص ہوتا ہے وہ اینٹھ مروڑ کر الفاظ ادا کرتے ہیں اور جو اس فن میں کمال رکھتے ہیں وہ سادہ طور پر پڑھتے ہیں۔ حتیٰ کہ عوام کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ یہ قاری ہیں۔"

ایک گنوار نے ایک مرتبہ آپ سے قرآن مجید سنانے کی فرمائش کی۔ حضرت نے سنا دیا تو اس نے کہا "جیسا میں پڑھے ہوں ویسا ہی تو پڑھے ہے۔ میں مردانی بولی میں پڑھے ہوں تو جنانی (زنانی) بولی میں پڑھے ہے"

(۵) تراویح میں جب آپ قرآن سناتے تو ہزاروں کا مجمع ہوتا۔ ایک سناٹا چھاجایا کرتا تھا۔ آواز بلند نہ تھی مگر دور والا بھی یہ محسوس کرتا کہ پاس سے بول رہے ہیں۔ مولانا الطاف حسین حالی تحریر فرماتے ہیں

"قرآن مجید جس کی تلاوت وخدمت میں اسّی سال گزرے گویا حضرت کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔ اگر بالفرض سوتے سوتے بھی پڑھتے تو ایک جگہ بھی متشابہ نہ لگتا اور قواعد تجوید و ترتیل کے خلاف نہ ہوتا۔ مخارج سے ادائی حضرت کا سلیقہ بن گیا تھا۔ حضرت قرآن مجید ذرا جلدی پڑھتے تھے (یعنے تدویر سے) مگر کیا امکان تھا کہ تجوید و ترتیل کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نکلے۔"

۲۲۶
۳۰۵
خواجہ خدا بخش
قاری حافظ قادر بخش
قاری حافظ مولانا شاہ محمد
حافظ قاری احمدی
رحیم النساء حافظہ وقاریہ
قاری نجیب اللہ
قاری عبد اللہ
قاری عبد الرحمن محدث
قاری عبد الرحیم
قاری عبد العزیز
عبید اللہ
اخلاق اللہ
نجیب النساء پہلی بیوی سے
انس حبیب سے
تیسری بیوی نجیب النساء سے
قاری محمد حسن
قاری عبد العلیم
لڑکی
خواجہ عبد العلی
لڑکیاں
حافظ جان محمد
نجیب النساء
حافظ علی مح
قاری عبد الرحمن
خواجہ لطیف
قاری حافظ خلیل اللہ
قاری حافظ انعام اللہ
جمیل النساء عقد حافظ خواجہ علی محمد
حافظ علی احمد
بی بی تسبیح النساء
قاری محمد عبد القیوم
قاری حافظ احسان اللہ
قاری حافظ خواجہ اکرام اللہ
قاری حافظ عبد السلام انصاری
ولادت ۱۳۷۴ھ
وفات ۱۳۳۶ھ
سیدۃ النساء
ولادت ۱۳۷۸ھ
میمونۃ النساء
ولادت ۱۳۷۹ھ
عبد العلیم
عقد
قاری عبد الرحیم کی لڑکی
خواجہ ابو الحسن
قاری محمد عبد الحلیم

مولانا حاجی قاری سیّد شاہ محمد عین القضاۃ حیدر آبادی

وفات ۱۳۰۶ھ دورِ رحمانیہ کی تیسری عظیم المرتبت مرکزی شخصیت مولانا حاجی قاری سید شاہ عین القضاۃ کی ذاتِ گرامی ہے والد کا نام حاجی سید شاہ محمد وزیر علی۔ سلسلہ نسب حضرت عبد القادر جیلانیؒ سے ملتا ہے
حلیہ: چہرہ سرخ و سفید۔ میانہ قد۔ ڈاڑھی دراز۔ شرعی پاجامہ۔ کرتا۔ چوگوشہ منڈھی ہوئی ٹوپی۔ سلیم شاہی جوتا پہنتے تھے۔ ولادت بروز چہارشنبہ ۲۵ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ م ۳ نومبر ۱۸۵۸ء بمقام حیدر آباد (دکن)، آبا و اجداد بیجاپور میں مقیم تھے۔ وہاں سے حیدر آباد منتقل ہو گئے۔ والد عملیات میں درس گاہ کامل رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے حکام میں بڑی عزت تھی۔ افضل الدولہ کے متعلق پیشن گوئی کی تھی کہ فلاں دن فلاں وقت حکومت ملے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ افضل الدولہ نے ایک موضع جاگیر معافی میں نذر کیا۔ اس کے بعد وقت بے وقت بلانے لگے۔ یہ چیز حضرت کو ناگوار گزری اور یہ بات اندیشے سے خالی بھی نہ تھی۔ اس لئے آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ آپ کی زوجہ حیدر آباد میں وفات پا چکی تھیں۔ عین القضاۃ صاحب کی عمر تین یا چار سال کی تھی۔ گیارہ سال تک سید صاحب نے مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ عین القضاۃ صاحب کی تعلیم مکہ معظمہ میں ناظرہ قرآن خوانی سے شروع ہوئی۔ پھر عربی۔ فارسی۔ اردو کی ابتدائی تعلیم دی گئی۔ تجوید و قراءت بھی سیکھی۔ مدرسہ صولتیہ میں شریک کیا گیا۔ مگر لڑکے کی ذہانت دیکھ کر سید صاحب نے چاہا کہ کسی بڑے عالم کے سپرد کیا جائے۔ ۱۲۹۰ھ میں واپس ہندوستان آکر بمبئی میں قیام کیا۔ مولانا عبد الحی فرنگی محلی کی شہرت سن کر لکھنو تشریف لے گئے۔ اور فرزند کو ان کے سپرد کر کے درس میں شریک کیا۔ علوم کی تکمیل فرنگی محل ہی میں ہوئی۔ سبعہ قرات کے اچھے عالم تھے۔ آپکے قائم کردہ مدرسہ میں اساتذہ جب سبعہ قرات پڑھاتے وقت طلباء کی غلطی پر خاموش رہتے تو آپ ٹوک دیا کرتے۔ ادب میں شمس العلماء مفتی محمد عباس صاحب شوستری (ایرانی) سے تلمذ تھا۔ آپ بڑے ذہین و ذکی تھے۔ علوم میں بڑا تبحر حاصل کر لیا تھا۔ بہ اعتبارِ لب ولہجہ مولانا عبد الحی صاحب کا رنگ نظر آتا تھا۔ مولانا عبد الحی صاحب نے اپنی زندگی ہی میں ان کو درس دینے کی اجازت دے دی تھی۔ مولانا عبد الحی صاحب کا انتقال ۱۳۰۴ھ میں ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد لوگوں کی نظریں مولانا عین القضاۃ کی طرف اٹھنے لگیں۔ مولانا نے استقلال کے ساتھ مدرسہ قائم کر دیا۔ اس دلچسپی سے پڑھاتے تھے کہ خود فرماتے ہیں کہ:۔

"ہم نے مسہل کے روز بھی پڑھایا ہے"

آپ کے والد نے ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ کی بنیاد رکھی۔ اس میں ناظرہ قرآن خوانی۔ پھر تجوید و حفظ کی تعلیم ہوتی تھی۔ ۱۴ر صفر ۱۳۳۱ھ بروز چہار شنبہ سید وزیر علی صاحب کا انتقال ہوا۔ آپ کو مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے اندرون صحن چمن میں دفن کیا گیا۔

سید وزیر علی صاحب بڑی خوبیوں کے حامل تھے۔ فرزند کی تعلیم کا بڑا خیال تھا اور اس کے لئے بڑے اہتمام کئے۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے قیام کے بعد مدرسہ چلانے میں بھی امداد فرماتے رہے۔ ہر سال ربیع الاول میں ایک دعوتِ عام دیا کرتے تھے۔

۳۰۷ والد کے انتقال کے بعد مولانا عین القضاۃ نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس کو ترقی دے کر بڑے پیمانے پر پہونچا دیا۔ حفظ قرآن و تجوید و قرأت سبعہ و دیگر علوم دینیہ کی انتہائی اور مکمل تعلیم کا نصاب مرتب کیا۔ مدرسہ میں ان علوم کے ساتھ خوشنویسی۔ اردو۔ فارسی اور علم الحساب کی تعلیم کا بھی انتظام تھا۔ ابتداء سے بارہ سال میں پورے نصاب کی تکمیل ہوتی تھی۔ اس زمانے میں یہ درسگاہ ہندوستان میں کلام پاک کی بہترین درس گاہ مانی جاتی تھی۔ مدرسہ کے ساتھ ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی قائم کیا۔ جس میں نایاب کتابیں فراہم کیں ۱۳۳۰ھ سے لے کر ۱۳۵۶ھ تک ۲۶ سال کی مدت میں اس مدرسے سے جو طلباء فارغ التحصیل ہوئے ان کی تعداد درج ذیل ہے۔

عالم ۱۷ قاری — ۵۶۱ حافظ — ۵۳۰

مولانا اپنی حیات میں تمام مستحق طلباء کو دونوں وقت کھانا۔ معمولی لباس کے سوا موسم سرما کا خاص لباس اور فی طالب علم ایک روپیہ ماہانہ دیا کرتے اس کے علاوہ علاج اور دوا کا انتظام بھی تھا۔ (مدرسہ) میں قراءت کی آوازوں کو بہت پسند فرماتے اور کہتے کہ یہی ہمارے قوال ہیں۔"

(ب) شاگردوں میں ممتاز نام یہ ہیں:۔

(۱) شمس العلماء مولوی حاجی حافظ قاری عبد المجید صاحب فرنگی محلی۔

(۲) قاری حافظ عبد الحمید فرنگی محلی۔

(۳) محمد قیام الدین

(۴) مولوی حاجی حافظ عبد الباری

(۵) مفتی قاری محمد یوسف

(۶) حاجی قاری محمد عبد الباقی

(۷) قاری محمد عبد الہادی انصاری

(۸) محمد عظمت اللہ

(۹) قاری حافظ احمد صاحب بہاری

(۱۰) قاری حکیم سید احمد حسن

(۱۱) حکیم سید امر حسن لکھنوی

(۱۲) حاجی قاری حافظ محمد وہاج الحق

(۱۳) قاری حاجی محمد عبد الشکور

(۱۴) مولوی نجیب اللہ وغیرہ۔

(ج) تصانیف کی تعداد گیارہ ہے۔

(د) مدرسہ کی عمارت کی مالیت ایک لاکھ اور ڈیڑھ لاکھ کے درمیان ہوگی۔ ماہواری خرچ پانچہزار ہے

(ھ) والد سال میں ایک مرتبہ دعوت کرتے تھے۔ آپ ہر سال پانچ چھ دعوتیں کرتے۔ ربیع الاول کی دعوت میں دس بارہ ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔ دعوت کے روز بہ نفس نفیس پھاٹک پر بیٹھتے تھے۔ صبح کی نماز سے دو تین بجے تک برابر سلسلہ جاری رہتا۔ کھانے کے انتظام پر علٰحدہ علٰحدہ لوگ مقرر ہوتے۔ اسی ماہ ربیع الاول میں جلسہ میلاد بھی ہوتا۔ جس میں مدرسہ کے تمام حفاظ و طلاب شرکت کرتے۔ اول میلاد پڑھایا جاتا۔ پھر قراءت ہوتی۔ پھر چند آیات پڑھ کر ختم کیا جاتا۔ پھر شیرنی تقسیم ہوتی۔ ہر سال ماہ صفر کے شروع میں آپ ایک قافلہ حضرت مجدد الف ثانی کے مزار پر شرکت عرس و قرآن خوانی کے لئے بھیجتے۔ یہ قافلہ ایک اسپیشل ٹرین سے سرہند جاتا۔ ایک سو چالیس حفاظ اور ان کے ساتھ منتظمین ہوتے۔ اس سفر پر چھ ہزار کا خرچ عاید ہوتا۔

(و) سخاوت بے انتہا تھی۔ غریبوں کی مالی امداد میں دریغ نہ فرماتے۔ بہت سے لوگوں کو پوشیدہ وظائف اور تنخواہیں جاری تھیں جس کا علم کسی کو نہ تھا۔

دو سو روپے وظیفہ ماہانہ خلیفہ صاحب سرہند کو جاتا۔ ایک سو چالیس روپے ماہانہ حاجی عبد القادر معلم کو دیئے جاتے۔ بہت سی بیوائیں۔ یتیم بچے۔ فقرا اور مساکین کی پوشیدہ مالی امداد فرماتے۔ ایک دفعہ ایک چندہ جمع کرنے والا آپ سے چندہ وصول کرنے آیا تو آپ نے اسے پانچہزار روپے دیئے۔

(ز) حافظ عبد الحلیم مالک کاتیور ٹیانری نے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں مدرسے کی امداد کے لئے دس ہزار روپے پیش کئے۔ آپ نے قبول نہ فرمایا۔ بیگم بھوپال جب لکھنؤ آئیں تو انہوں نے آپ کی خدمت

کرنی چاہی - اس کو بھی منظور نہ فرمایا۔ ۱۹۰۷ء میں مدح صحابہ پر مناقشہ ہوا تو مسلمانوں کو مقدمہ بازی کے لئے روپے کی سخت ضرورت ہوئی - اس کے لئے سب روپیہ مولانا نے دیا۔

(ج) ہزار ہا روپے ماہوار کے معارف دیکھ کر لوگوں میں افواہیں پھیلیں کہ حضرت کو کیمیا بنانا آتا ہے کوئی کہتا ہے کہ آپ کے والد سید وزیر علی صاحب کیمیا گر تھے - بعض دست غیب سمجھے۔ کوئی کہتا کہ موکل یا جن تابع ہیں - کوئی کہتا تھا کہ رنگون اور بمبئی کے تاجر خفیہ رقوم بھیجا کرتے ہیں - کوئی کہتا تھا کہ حضرت ہی نے اپنا روپیہ تجارت اور جہاز رانی کی کمپنی میں لگایا تھا اس کا منافع ملتا ہے ۔ مگر اصل حقیقت کا پتہ نہ چلا کہ اتنے وسیع اور گوناگوں مصروفیات کی پابجائی کے لئے آمدنی کے وسائل کیا ہیں - حضرت نے خود بھی اس کو پردہ راز میں رکھا۔ حکومت کو شبہ ہوا تو برسوں سی - آئی - ڈی ذرائع آمدنی معلوم کرتے میں لگی رہی - مولانا اشرف علی صاحب تھانوی جب لکھنو گئے تو مولانا عین القضاۃ نے ان کی دعوت کرنی چاہی - مولانا اشرف علی صاحب نے کہا کہ جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو کہ آپ کی آمدنی کہاں سے ہے میں دعوت قبول نہیں کرسکتا - مولانا عین القضاۃ نے اس وقت بھی ذریعہ آمدنی ظاہر نہ فرمایا - اور دعوت نہ ہوئی - مگر معتبر راویوں کے بیانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے اپنا روپیہ تجارت میں اس خوبی سے لگایا تھا اور ایسے ایمان دار ہاتھوں میں دیا تھا کہ وہ آپ کو آپ کا حصہ خاموشی سے دے جاتے تھے اور حضرت اس کو مدرسے کے چلانے میں صرف کرتے تھے - حضرت کے راز سے صرف ایک ملازم خاص عبدالقادر واقف تھے۔ جنہوں نے مولانا کی وفات کے بعد اصغر علی محمد علی عطر فروش کو بتایا تھا - مگر مولانا کی یہ توقع کہ میرے بعد بھی مدرسہ اسی شان و شوکت سے چلتا رہے گا، پوری نہ ہوئی۔

۳۰۸ معارف مذکورہ پر ہزار ہا روپے خرچ ہوتا تھا - مگر اپنی ذات کے لئے کچھ نہ تھا - معمولی سادہ غذا کھاتے - ٹاٹ کے فرش پر سوتے - اخلاق کریمانہ تھے - حاضرین میں سب کے ساتھ یکساں برتاؤ ہوتا - درویشانہ زندگی کے عادی تھے - جس کسی کو ملنے جلنے کا موقعہ ملتا اس پر حضرت کا سلیقہ - شائستگی اور پاکیزہ مزاجی کا بڑا اثر ہوتا - عصر اور مغرب کے درمیان عام طور سے لوگوں سے ملتے اور اس کے بعد ملنا پسند نہ فرماتے - تعویذ کے لئے کوئی آتا تو فرما دیتے کہ

"بھائی ہمارے والد اس فن کو جانتے تھے ہم نے نہیں سیکھا"

حاجت روائی کے لئے سورہ الم نشرح اور والضحیٰ سو سو بار درود بتا دیتے - حاجی محمد فضل الرحمٰن کیرانوی مدرس مدرسہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آخر شب میں نے باورچی خانہ میں ان کو گھڑا بھرتے دیکھا میں نے کہا میں پہونچا دوں؟ انکار کیا اور خود لے گئے - اپنے نعلین بھی خود ہی لے جاتے - کسی کی مصیبت سن کر آبدیدہ

ہوجاتے اور دعائے خیر فرماتے۔ ہمیشہ قبلہ رخ بیٹھتے۔ تراویح حیدربخش والی مسجد میں پڑھتے۔ جہاں حافظ نذر محمد امرائی مدرس مدرسہ فرقانیہ قرآن شریف سنایا کرتے۔ تہجد کی نماز قاری عبدالملک پڑھاتے۔ دو بجے نماز ختم ہوجاتی۔ خود کبھی امامت نہ کی۔ ہر کام پابندی سے ہوتا۔ موسیٰ جی کے ہاتھ پر نقش بندی مجددی سلسلہ میں بیعت کی تھی۔ مرید کسی کو نہیں کیا۔ یوں تو ہمیشہ خلوت گزینی کا شوق رہا۔ مگر اخیر عمر میں بالکل خلوت اختیار کرلی تھی۔ عیدین۔ جمعہ اور پنج وقتہ نماز کے سوا (جو مسجد میں باجماعت ادا کرتے) کہیں تشریف نہ لے جاتے۔

وفات ۳۰۹ وفات سے دو چار روز پہلے سے حضرت کچھ غیر معمولی طور سے کام کرتے رہے۔ وفات کی رات سے پہلے اپنے ملازم خاص کو نصف شب تک بہت سی ہدایتیں دیتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص آخری وصیت کر رہا ہے۔ وفات کے روز۔ صبح سے شام تک قرآن مجید کی قراءت سنی۔ یہ ایک غیر معمولی بات تھی عصر کے وقت ایک ایرانی عالم اسداللہ نجفی ایک صاحب کے ساتھ ملاقات کے لئے آئے کہ آپ نے سائل سمجھ کر بیٹھنے کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا ہم اہل علم ہیں اور آپ بھی عالم ہیں۔ بغرض ملاقات حاضر ہوئے ہیں یہ سن کر حضرت نے قریب بلالیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا آپ بھی درس دیتے ہیں مولانا نے فرمایا کہ دل و دماغ کمزور ہوگئے ہیں پڑھانے کے قابل نہیں رہے۔ مولانا نے وطن پوچھا۔ انہوں نے نجف اشرف بتلایا انہوں نے پوچھا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ تارک الدنیا ہیں اس لئے آپ کی زیارت کا اشتیاق ہوا۔ پھر کہا مولانا ترک دنیا ونیا کے لئے تو مذموم ہے۔ لیکن مولانا کے لئے ممدوح ہے جیسا کہ امیر علیہ السلام، حضرت علیؓ کے چند اشعار جنمیں دنیا کی مذمت۔ ترکِ دنیا کی ترغیب اور عقبیٰ کی تشویق ہے خوش الحانی سے پڑھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَقًّا حَقًّا۔ صِدْقًا صِدْقًا	(اللہ کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں۔ یہ حق ہے۔ یہ سچ ہے
لَوْلَا حِلْمُهٗ كُنَّا نَشْقٰى جِدًّا جِدًّا۔ صِدْقًا صِدْقًا	اگر وہ حلیم نہیں ہوتے تو ہم سب بدبخت ہوجاتے یہ صحیح ہے اور سچ ہے
اِنَّ الْمَوْلٰى يَسْئَلُ عَنَّا وَيُحَاسِبُنَا وَيُوَافِيْنَا	آقا ہم سے دریافت کرے گا۔ حساب لے گا اور معاف کرے گا۔
يَا مَوْلَانَا اِبْنَ الدُّنْيَا مُهْمِلًا مُهْمِلًا	(اے مولانا دنیا دار مذموم اور برا ہے)
مَا مِنْ يَوْمٍ يَمْضِيْ عَنَّا اِلَّا اَوْهَنَ مِنَّا رُكْنًا	کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں ہماری عمر کم نہیں ہوتی
قَدْ ضَيَّعْنَا دَارًا تَبْقٰى وَاسْتَوْطَنَّا دَارَ الْفَنَا	بے شک ہم نے زندگی کے گھر کو ضائع کردیا اور فانی گھر کو اپنا وطن بنالیا
كُلُّنَا مَوْتٰى كُلُّنَا مَوْتٰى	(ہر شخص کو ضرور مرنا ہے۔ ہر شخص کو ضرور مرنا ہے)
كُلُّنَا نُوْتٰى كُلُّنَا دَفْنًا	(ہر شخص کو مر کر دفن ہونا ہے۔)

پہلا شعر سن کر مولانا تحیر میں نظر آنے لگے۔ وجد کی کیفیت طاری نظر آتی تھی۔ دوسرا شعر سنتے ہی چہرے پر تغیر ظاہر ہوا۔ سرخی زردی سے بدل گئی۔ تیسرا شعر سن کر آپ نے ایرانی کا چہرہ بغور دیکھا۔ تنفس تیز ہوگیا۔

چوتھے شعر پر آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور سربسجود ہو گئے ایک ہچکی کے ساتھ روح پرواز ہو گئی۔

حاضرین نے غفلت یا بے خودی سمجھا۔ یہ سجدہ اس چیز کا ثبوت تھا کہ ہم نے محض خدا کے لئے ترک دنیا کیا ہے۔ جب دیر لگی تو لوگوں نے سانس کو دیکھا معلوم ہوا کہ وصال ہو گیا۔ اسی مدرسے کے احاطے میں والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

وفات بروز چہارشنبہ ۲ رجب ۱۳۴۳ھ م ۸ جنوری ۱۹۲۵ء درمیانِ عصر و مغرب واقع ہوئی[۱]

ف ۳۱۰ آپ کی ذات ایسی ہر دل عزیز تھی کہ آپ کی وفات سے لکھنؤ کا بچہ بچہ مغموم تھا۔ غرباء و مساکین چیخیں مار مار کر روتے تھے۔ شیخ القراء حافظ عبد الرحمن مکی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ۲۵-۳۰ قدم پر قبر کی جگہ تھی مگر ہجوم کا یہ عالم تھا کہ قبر تک لے جانے میں چارپائی ٹوٹ گئی۔ کفن کے اوپر کی چادر کی دھجیاں تبرک بن گئیں کمزور و ناتوان کچلے گئے۔ ۵ فروری کو فاتحہ ہوئی۔ ایک ہزار قرآن مجید ختم کئے گئے[۲]

---

[۱] مصباح المشائخ از حکیم محمد ہادی رضا خاں ماہر (۲) قرائے کرام جو پندرہ سال آپ کے ساتھ رہے۔ مثلاً قاری محمد ادریس صاحب حال مقیم کلکتہ و قاری محمد صابر اورنگ آبادی حال مقیم حیدرآباد۔ اون سے سن کر یہ واقعات قلم بند کئے گئے۔

شیخ القراء حافظ عبد الرحمٰن مکی الہ آبادی

۳۱۱۔ یہ دوسرے عبد الرحمٰن مکی الہ آبادی ہیں۔ جن کی بدولت اتر پردیش۔ بہار۔ اڑیسہ اور بنگال میں تجوید وقراءت کا ذوق عام ہوا۔ حضرت کے والد محمد بشیر خاں صاحب قصبہ قائم گنج ضلع فرخ آباد (یوپی) کے رہنے والے تھے وہاں سے کانپور آکر رہ گئے تھے۔ غدر میں حصہ لینے کی وجہ سے انگریزی حکومت نے جائداد ضبط کر کے پریشان کیا تو ۱۲۸۳ھ میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔ ان کے تین فرزند تھے (۱) محمد عبد اللہ (۲) محمد عبد الرحمٰن (۳) محمد حبیب الرحمٰن۔ والد نے تینوں فرزندوں کو مکہ معظمہ میں تعلیم دلوائی۔ محمد عبد اللہ نے مقری ابراہیم سعید مصری سے قرأت عشرہ کی سند لی یہ صاحب سلسلہ اور قرأت کے جید استاد تھے۔ آپ نے حسن بدیرزی سے اور انہوں نے شیخ محمد متولی مصری سے قرأت متواترہ متصلہ حاصل کی تھیں۔ قراءت کے ساتھ محمد عبد اللہ صاحب نے حفظ قرآن کی تکمیل بھی کی۔ پھر مدرسہ صولتیہ میں شیخ التجوید مقرر ہو گئے۔ آخر عمر تک قرآن پاک کی خدمت انجام دیتے رہے۔

(ب) حضرت کا معمول تھا کہ روزانہ درس کے علاوہ ایک گھنٹہ تجوید کی مشق کیا کرتے۔ اور اکثر فرمایا کرتے کہ جب تک مزاولت نہ ہو آواز و ادائی پر قابو نہیں رہتا۔ ہر قاری کو چاہئے کہ روزانہ کی مشق ترک نہ کرے۔

(ج) حضرت ہی سے آپ کے دونوں چھوٹے بھائیوں نے قرأت عشرہ سیکھیں اور ہندوستان واپس آکر یہاں قراءت کا سلسلہ جاری کیا۔ شیخ القراء حضرت محمد عبد اللہ صاحب مہاجر مکی کا فیض سارے عالم میں پھیلا۔ چالیس سال سے زیادہ قرآن کی خدمت کر کے ۱۳۳۷ھ میں وفات پائی۔ مکہ معظمہ میں دفن ہیں۔

(د) قاری محمد عبد اللہ صاحب نے مکہ معظمہ میں ہی شادی کی تھی۔ چار لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہوئی (۱) قاری حافظ محمد احمد (۲) قاری محمد احمد (۳) قاری محمد محمود (۴) قاری محمد سراج۔

لڑکی قاری مرزا محمود بیگ سے بیاہی گئی۔

۳۱۲۔ قاری محمد عبد اللہ کے سب فرزند مکہ معظمہ ہی میں رہے۔ قاری حافظ احمد صاحب بہت ہی اچھے قاری۔ حافظ، عالم اور فقیہ تھے۔ بڑے ذہین و ذکی تھے۔ مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ جب حجاز میں نجدیوں کی حکومت قائم ہوئی اور نجدی علماء نے بعض مسائل میں علمائے کرام اہل مکہ سے اختلاف کیا اور بحث ومناظرہ کی نوبت آئی تو ملک عبد العزیز ابن سعود نے اپنے سامنے دونوں جانب کے

علماء کو بلا کر مناظرہ کرایا۔ وہاں جان کا بھی خطرہ تھا۔ مگر علماء نے اہلِ مکہ کی طرف سے قاری محمد احمد نے بحث کی۔ ملک عبد العزیز آپ کی قابلیت، ذہانت اور متانت سے اتنا متاثر ہوا کہ آپ کو قاضی القضاۃ بنا دیا۔

(ب) دوسرے فرزند قاری حافظ محمد بھی اچھے قاری تھے۔ دو سال ہندوستان میں کلکتہ اور الہ آباد میں مقیم رہے۔ پھر واپس چلے گئے۔

و ۲۱۳۔ قاری محمد عبید اللہ کے داماد قاری حافظ مرزا محمود بیگ کے والد مرزا احمد یار بیگ بھی غدر کے بعد دہلی سے مکہ معظمہ چلے گئے۔ مکہ معظمہ میں مرزا محمود بیگ ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم مدرسہ صولتیہ میں ہوئی۔ قاری محمد عبد اللہ مکی سے قرات سیکھی۔ پہلے بروایت حفص اور پھر سبعہ پڑھی۔ شاطبیہ بھی پڑھی ۱۳۳۵ھ میں سبعہ کی تکمیل کی۔ ستمبر ۱۹۱۸ء م ۱۳۳۷ھ میں ہندوستان آئے۔ پہلے چچا خسر قاری عبد الرحمٰن کے پاس الہ آباد میں قیام کیا۔ وہاں سے بھوپال آئے۔ ۱۹۲۳ء میں مدرسہ عبیدیہ میں مدرس اول بنا کر رکھے گئے۔ اس کے بعد شاہی قرا میں شمار ہونے لگا۔ جنرل عبید اللہ خاں مرض الموت میں آپ سے قرآن سنا کرتے تھے۔ اب مدرسہ حمیدیہ میں تجوید و قراءت کا درس دیتے ہیں۔ خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ ادائی صاف ستھری اور مخارج و صفات پر بڑا عبور ہے۔

و ۲۱۴ شیخ القراء حافظ محمد عبد الرحمٰن مکی تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ہندوستان کو واپس ہوئے۔ کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کے مدرسہ میں مدرس ہوئے۔ کانپور کے تجار میں مولانا احمد حسن صاحب کا بڑا اثر تھا۔ ایک روز آپ نے تجار کو جمع کر کے ان سے فرمایا کہ آپ سب کو اپنی اپنی لڑکیوں کے لئے اچھے بر کی تلاش ہے اور مدرسے کے فارغ التحصیل یا قریب الفراغ طلباء میں بہت سے شریف بچے ہیں۔ تم لوگ امیر گھرانوں میں بیٹیاں دینے کے بجائے ان شریف زادوں کی طرف کیوں توجہ نہیں کرتے۔ غرض اکثر تجار نے اپنی لڑکیاں بیاہ دیں۔ ان میں سے ایک تاجر کی لڑکی سے قاری عبد الرحمٰن صاحب کا عقد بھی ہو گیا۔ قاری صاحب نے کانپور سے الہ آباد جا کر عبد اللہ کی مسجد متصل ریلوے اسٹیشن کے مدرسہ احیاء العلوم میں کام شروع کیا۔ یہاں طلباء کی تعداد چنداں زیادہ نہ تھی۔ اور نہ ان میں استفادے کا شوق تھا۔ اس لئے برداشتہ خاطر ہو کر حضرت نے واپس مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ سفر کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ توشہ بھی تیار ہو چکا تھا رات گزارنی باقی تھی۔ صبح کی گاڑی سے روانہ ہونے والے تھے۔ رات کو خواب میں سرورِ کائنات حضرت رسول اللہ صلعم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"عبد الرحمٰن! تم ہندوستان ہی میں رہو۔ ہم کو تم سے بہت کام لینا ہے۔"

صبح ہوتے ہی حضرت نے تمام سامان کھلوا دیا اور ہجرت کا ارادہ ترک کر دیا۔ ہندوستان میں حضرت کا

ابتدائی زمانہ تھا۔ لوگ آشنا نہ تھے۔ مگر حضرت نے اس کے بعد سرگرمی سے تجوید و قراءت کی نشر و اشاعت کی طرف توجہ کی۔ رفتہ رفتہ شہرت ہوئی۔ اور وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ پورے ہندوستان سے لوگ کھنچ کر آنے لگے۔ حضرت کے شاگردوں کی تعداد اور ان کی جد و جہد دیکھ کر قاری عبد الرحمٰن صاحب کی خدمات کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔

(ب) کئی سال کے بعد دو مرتبہ حج کو گئے۔ آخری عمر میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو تشریف لے گئے۔ وہیں ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ھ کو انتقال ہوا۔ آپ کے ایک عقیدت مند شاگرد نے ایک قطعہ زمین قبور کے لئے جوائن ٹولہ محبوب گنج میں لے رکھا تھا۔ اس میں دفن کیا گیا۔ اون صاحب نے درخت اور پودے لگا کر باغ بنا دیا تھا قاری محمد نذر بھی آپ کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ عدم نگرانی کی وجہ سے باغ کی حالت خراب ہو گئی ہے لہ

لہ چند روز قبل قاری عبد الرحمٰن مکی کے شاگرد رشید قاری حفظ الرحمٰن صاحب لکھنو گئے تھے ان کا جی چاہا کہ استاد کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھیں یہ معلوم نہ تھا کہ قبر کہاں ہے اس لئے عبد المعبود اور دوسرے جاننے والوں کو ساتھ لے لیا۔ صبح ۸ بجے نکلے یہ حضرات بھی مدت سے قبر پر نہیں گئے تھے۔ قاری عبد المعبود صاحب کو یہ معلوم تھا کہ جنگل میں ہے۔ اسی اندازے سے باہر جا کر تلاش کی وہ قبرستان ہی نہ ملا۔ دن کے بارہ بج گئے۔ تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ قاری حفظ الرحمٰن نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ لوگوں کو بڑی زحمت ہوئی اب آپ لوگ تشریف لے جائیں مجھے تو جب تک قبر کا پتہ نہ لگے گا گھر واپس نہ جاؤں گا۔ غرض پاس لحاظ سے دوسرے بھی ٹھہرے رہے۔ قاری صاحب نے ایک دیہاتی کو جو ادھر سے گزر رہا تھا پکارا۔ قاری عبد المعبود وغیرہ ہنسنے لگے کہ حضرت ہم لکھنو کے رہنے والے جب نہ بتا سکے تو یہ دیہاتی کیا بتلائے گا۔ جس نے کبھی قاری صاحب کا نام بھی نہ سنا ہوگا۔ حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ کیا کیا جائے کسی سے تو پوچھنا ہے جب وہ دیہاتی نزدیک آیا تو قاری حفظ الرحمٰن صاحب نے پوچھا کہ اس نواح میں قاری عبد الرحمٰن صاحب کی قبر ہے؟ کیا تم کو اس کا پتہ ہے؟ اس نے کہا ہاں صاحب ہم بتلاتے ہیں۔ میرے ساتھ آئیے۔ غرض اس نے شہر میں آ کر اس قبرستان کو بتا دیا۔ سب نے قریب آنے کے بعد کہا کہ ہاں! یہی قبرستان ہے۔ غرض سب نے فاتحہ پڑھی۔ باغ کی بربادی اور قبر کے اطراف بندروں کا پنجال دیکھ کر افسوس کیا اور واپس آ گئے۔

رات میں قاری حفظ الرحمٰن صاحب نے قاری عبد الرحمٰن مکی کو خواب میں دیکھا کہ اسی قبر پر بیٹھے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آٹھ بجے سے بارہ بجے تک گھومتے رہے تم کو ہماری قبر ہی نہ ملی۔ دیکھتے ہو یہاں کیا حالت ہے" دوسرے روز حضرت نے دو سو اپنے ساتھیوں کو دیکر فرمایا کہ تم لوگ درستی کا انتظام کرو۔ اور رقم کی ضرورت ہوئی تو میں وہ بھی فراہم کر دوں گا۔ (یہ واقعہ قاری حفظ الرحمٰن صاحب نے خود مجھ سے بیان کیا)

ف ۳۱۵ - کانپور - الہ آباد - اور اطراف کے شہروں میں آپ کا بہت فیض پہونچا - بنگال - برما - چین
اور کابل کے تلامذہ نے آکر آپ سے استفادہ کیا - آپ کے شاگرد بھی بڑے مستعد نکلے - حضرت سے سیکھ کر
خود سرگرم درس و تدریس ہوگئے - نقرہ نمبر (۲۰۷) کے شجرے سے اس کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے - حضرت عبدالرحمٰن
کا حافظہ بہت قوی تھا - شاطبیہ لامیہ - درّہ - طیبتہ - یہ سب کتابیں اور قرأت سبعہ و عشرہ کے اصول و
فروش بہ جمیع طرق بالکل ازبر تھے - ہر سال رمضان میں دو ختم سنانے کا معمول تھا - تراویح قدرے
پڑھتے تھے - تیزی کے باوجود حروف کے مخارج و صفات و حرکات و سکنات و مدود کی ادائی میں فرق
نہ آتا - یہاں تک کہ ادنیٰ درجہ کا لحن خفی بھی واقع نہ ہوتا - قاری حفظ الرحمٰن صاحب شیخ التجوید مدرسہ
دیوبند کا بیان ہے کہ اشراق - چاشت تہجد اوابین میں الگ الگ سلسلے سے قرآن مجید ختم فرماتے - قرآن مجید
کا حفظ اس پائے کا تھا کہ ایک دوسرے شاگرد پروفیسر قاری سراج الحق[1] کے قول کے مطابق جو خود انہوں
نے مجھ سے بیان کیا کبھی لقمہ لیتے ہم نے نہیں سنا - ان ہی شاگرد کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت نے شہنشاہ
شہنشاہ اجنہ کو بھی جدہ میں قرآن سنایا تھا -

ف ۳۱۶ - مجلس میں قرآن سنانے کی فرمائش کی جاتی تو کبھی تصنع یا تکلف سے نہ پڑھتے بہت
سادگی سے سنا دیتے تھے - قاری سراج الحق صاحب نے مجھ سے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ
سنہ ۱۳۴۳ھ میں مولوی غلام مجتبیٰ جعفری کے پاس قرأت کا جلسہ مقرر ہوا - جس میں قاری ابراہیم رشیدی
جو کہ مسجد حیدرآباد کے خطیب تھے وہ بھی شریک جلسہ تھے ان کی باری آئی تو انہوں نے اونچی آواز

---

[1] قاری محمد سراج الحق کے حالات جلد سوم میں انفرادی حالات کے تحت مذکور ہیں - یہ گورنمنٹ کالج الہ آباد میں عربی
کے پروفیسر تھے - سنہ ۱۳۷۲ھ میں پنشن لی - قاری عبدالرحمٰن صاحب کے شاگرد ہونے کی وجہ سے آپ کے حالات
سے خوب واقف ہیں - ان ہی کا بیان ہے کہ

"ایک مرتبہ تراویح میں حضرت قرآن ختم کر رہے تھے - سورۂ عصر کے بعد سورۂ فیل اور بعد کی
سورتیں پڑھ کر ختم کر دیا - سامعین میں سے کسی کو ٹوکنے کی جرأت نہ ہوئی - ختم کے بعد سامعین آپس
میں کھسر پھسر کرنے لگے - تو حضرت نے پوچھا کیا بات ہے؟ -
کسی نے جواب دیا سورہ ھمزہ کا رہ گیا -
کہا یاد کیوں نہیں دلایا - پھر خود ہی متاثر ہو کر کہنے لگے - سچ ہے قرآن ہی حاوی ہے - بشر کی طاقت نہیں کہ
اس پر حاوی ہو - اس کے بعد دوگانہ دہرایا"

ے خوب للکار کر سنایا۔ ان کے بعد ہی قاری عبد الرحمٰن سے فرمائش ہوئی۔ حضرت نے مقابلہ کا خیال
کئے بغیر نہایت سادگی کے ساتھ سنا دیا۔ عوام پر یہ اثر ہوا کہ قاری عبد الرحمٰن مکی سے تو ابراہیم رشید
ی نے اچھا پڑھا۔

۳۱۷۔ قاری عبد الرحمٰن صاحب کے صرف ایک لڑکی ہوئی جو بچپن میں انتقال کر گئی۔ اس کے بعد
کوئی اولاد نہ ہوئی۔ قاری محبوب علی صاحب کو متبنیٰ بنایا تھا۔ چنانچہ کتب خانہ اور کل اثاث البیت انہیں
کے حوالے کیا۔ قاری محبوب علی صاحب پاکستان چلے گئے۔ بہ مقام گولڑہ مقیم ہیں۔

۳۱۸۔ فنِ تجوید میں آپ کی اردو تالیف فوائد مکیہ اکثر نصاب میں داخل ہے۔ عربی میں فنِ رسم الخط
عثمانی میں انفس الدرر تالیف کی۔ قصیدہ رائیہ کی ایک محققانہ شرح لکھی۔

۳۱۹۔ قاری حافظ عبد الرحمٰن صاحب کو فنونِ سپہ گری۔ کشتی۔ پہلوانی۔ اور پیراکی میں کمال حال
تھا۔ روزانہ ورزش کرتے رہتے تھے۔ جس کی وجہ سے جسم خوب بنا ہوا تھا۔ پٹا۔ بانک۔ بن اوٹ (بنوٹ)
میں ماہرین بھی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ مولانا عین القضاۃ صاحب کے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ کے تجوید و
قراءت کے سالانہ امتحانات کے لئے آپ کو بلایا جاتا تھا۔ جب آپ لکھنؤ تشریف لے جاتے تو تلامذہ کو ورزش
کی ترغیب دیتے۔ عشاء کی نماز کے بعد کبھی کبھی ورزشی مظاہرے بھی کرتے۔

۳۲۰۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ کئی ہزار کی تعداد میں تھے ان
میں سے ممتاز شاگرد جن کی وجہ سے تجوید و قراءت پھیلی یہ تھے:۔

(۱) شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد صدیقی۔

(۲) مقری عبد الوحید خاں الہ آبادی

(۳) شیخ القراء حافظ عبد الخالق صاحب علی گڑھی۔

(۴) شیخ القراء حافظ عبد المالک

(۵) شیخ القراء حافظ حفظ الرحمٰن پرتاب گڑھی۔

(۶) محمد نصیر نعمانی

(۷) مقری محمد عبد المعبود

(۸) محمد یوسف کلکتوی

۳۲۱۔ قاری حفظ الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ آخری عمر میں آپ مدینہ منورہ جانا چاہتے تھے۔
ایک دفعہ آپ نے اپنے خادم سے کہا کہ مجھے مدینہ منورہ جانا ہے۔ اس لئے خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے

اجازت لینا ہے۔ اس کے بعد آپ اجمیر تشریف لے گئے۔
واپسی پر فرمایا کہ اجازت نہیں ملی۔
یہ قصہ سنا کر قاری حفظ الرحمٰن صاحب فرماتے تھے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امور تکوینی میں بھی صاحبِ امر تھے۔ چند روز کے بعد حضرت نے خادم سے فرمایا کہ۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے خواب میں آکر اجازت دے دی ہے۔ اب میں مدینہ طیبہ جاؤں گا۔
پھر ایک رات خواب دیکھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا
"عبدالرحمٰن گھبراؤ نہیں۔ جہاں تم وہاں ہیں۔"
اس خواب کے دیکھنے کے بعد آپ نے مدینہ طیبّہ جانے کا قصد منسوخ فرما دیا۔
قاری حفظ الرحمٰن ہی کا بیان ہے کہ انتقال سے پہلے استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی۔

محمد بشیر خاں مہاجر (ساکن قائم گنج ضلع فرخ آباد)
شیخ القرا حافظ محمد عبداللہ مکی
حافظ محمد عبدالرحمن مکی
محمد حبیب الرحمن
شاگرد
(۱) محمد عبدالرحمن مکی برادر
(۲) محمد عبدالرحمن برادر خورد
(۳) مولانا اشرف علی تھانوی
(۴) محمد سلیمان بھوپالی
(۵) محمد بختیار بھوپالی
(۶) سید محمد علی بنگالی
(۷) محمد یار بیگ داماد
(۸) محی الدین صاحب وغیرہ
شاگرد
ضیاء الدین احمد صدیقی
شاگرد
عبدالوحید خاں الہ آباد
شاگردان
(۱) محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند
(۲) محمد طاہر وغیرہ
شاگرد
عبدالمالک
شاگردان
(۱) محمد نصیر نعمانی
(۲) محمد عبدالمعبود
(۳) عبدالخالق علی گڑھی
(۴) حفظ الرحمن پرتاب گڑھی
(۵) محمد یوسف لکھنوی
شاگرد
محمد صدیق حسین لنگھی
شاگردان
شاگرد
عبدالمالک
(۱) مہدی حسن بخاری کلکتوی
(۲) محمد ادریس کلکتوی
(۳) فخر الدین گیائی
فرزند اول
عصام الدین
شاگردان
(۱) قاری غلام نبی کلکتوی
فرزند دوم
مستجاب الدین
فرزند سوم
محب الدین احمد
بقیہ شاگرداں
(۱) محمد قاسم لکھنوی
(۲) تاج الدین لکھنوی
(۳) محمد عمر بہاری
(۴) محمد انوار الحق لکھنوی
(۵) محمد نور الحق لکھنوی
(۶) محمد حسن صدیقی
(۷) کریم بخش بیلی بھیتی
(۸) محمد مظفر علی لکھنوی
(۹) محمد ادریس مظفر پوری
(۱۰) گوہر علی
(۱۱) سلامت اللہ
(۱۲) عزیز الرحمن
(۱۳) عبدالرزاق
(۱۴) سید محمد عثمان
(۱۵) خلیل احمد لکھنوی حامی
(۱۶) محمد اظہر حسن عرف ابرار احمد امروہی ثم کرنولی
(۱) عبدالمعبود
(۲) محمد نذیر نابینا
(۳) حکیم عبدالرحیم خاں
(۴) محمد عبداللہ تھانوی مراد آبادی
(۵) حکیم محمد عنایت اللہ
(۶) وصی الرحمن اسلام آبادی
(۷) محمد صالح لکھنوی
(۸) جمیل الرحمن لکھنوی
(۹) ریاست علی
(۱۰) خلیل احمد لکھنوی
(۱۱) محمد اظہر حسن عرف ابرار احمد امروہی ثم کرنولی
(۱۲) محمد زکریا ملیح آبادی
(۱۳) محمد سلیمان دیوبندی
(۱۴) عبدالقوی کلکتوی

۳۲۳

عبدالرحمٰن پانی پتی اور عبدالرحمٰن مکی کے مابین امتیازی فرق

شیخ القرا، عبدالرحمٰن پانی پتی کسی لحن پر زور نہ دیتے تھے۔ سیدھی صاف ادائی۔ مخارج وصفات کا لحاظ
صحیح لمبائیاں بلالحاظ لحن کافی سمجھتے تھے۔ یہی خصوصیت ان کے تمام شاگردوں میں نمایاں ہے۔ شیخ القرا
عبدالرحمٰن مکی نے چوں کہ حجاز میں تعلیم پائی تھی۔ حجازی لحن پر زور دیتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں بھی یہ چیز
نمایاں ہے۔ شاگردوں میں عبدالخالق علی گڑھی اور عبدالمالک نے بھی سات سال مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں
تعلیم حاصل کی تھی۔ اس لئے لحنِ حجازی میں مہارت تھی۔ ان کے جملہ شاگرد بھی اسی لحن میں پڑھتے ہیں۔

۳۲۴ اس دور کی پانچویں ممتاز ہستی قاری ہفت قرأت

سید علی مراد شاہ بخاری قاری ہفت قرأت

سید علی مراد شاہ بخاری المتخلص بہ افضل کی ہے۔ آپ
کے والد کا نام سید جلال الدین عرف یوسف علی شاہ المتخلص بہ اکمل تھا۔ دادا کا نام شاہ کمال المتخلص
بہ حامی تھا۔ آپ کا وطن کڑپہ (جنوبی ہند) ہے۔ ولادت ۱۲۶۹ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔
پھر علوم مشرقیہ کے مدارس میں شریک ہو کر دستارِ فضیلت باندھی مولانا غلام قادر قاری ہفت قرأت
مدراسی اور منشی غلام محمد سے تلمذ رہا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب یہ محسوس کیا کہ جنوبی ہند میں تجوید کا
شوق بہت کم ہے تو عمر کا بڑا حصہ درس وتدریس میں گزارا۔ گنڈلور۔ مدن پلی۔ مدراس۔ گرڈیاتم۔ بنگلور۔
چنتامنی وغیرہ مقامات پر رہ کر تجوید کا درس دیا ہے۔ شاگردوں کی سہولت کے لئے تجوید کے مختصر قواعد جمع
کر کے اس کا نام روح التجوید رکھا۔ یہ رسالہ ۱۳۱۹ھ میں مدراس سے طبع ہوا تھا۔ اس کتاب کے قلمی نسخے
اب بھی سید شاہ پاشا صاحب شہ میری سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ قادر پاشا شاہ میری کی عنایت سے مجھے
اس کا ایک نسخہ مل گیا ہے۔ قاری سید علی مراد شاہ بخاری کا انتقال ۶۱ سال کی عمر میں۔ ۱ رجادی الاولیٰ ۱۳...
میں ہوا۔ کڑپہ میں شاہ نور اللہ صاحبؒ کی مزار کے قریب دفن ہوئے۔

۳۲۵۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں بتائی جاتی ہے۔ انمیں ممتاز یہ ہیں۔

(۱) سید فقیر محی الدین شاہ مقبل میسوری
(۲) حضرت سید قادر پاشا حسینی صاحب قادری ساکن کڑپہ
(۳) سید حسینی پاشا امام مسجد امیر النساء بیگم مدراس
(۴) سید محمود شاہ حسینی رائے چوٹی۔

سید غیاث ساکن محل ضلع چتور
سید سعید قاضی و امام مسجد پیلیر
سید نور اللہ بادشاہ حسینی امام جامع مسجد کدری
سید معروف حسینی ساکن کڑپہ
عبد الغفور امام مسجد گرڈیاتم
محمد عبد الرحمن ساکن کڑپہ
مولوی ذو الفقار علی خاں ضیاؔ۔ ساکن کڑپہ
مولوی محمد اکبر خطیب جامع مسجد کڑپہ
سید مصطفیٰ حسین سر قاضی کڑپہ
مولوی سید نذر اللہ حسینی ساکن کڑپہ
مولانا سید عبد الحی عرف شاہ میر بادشاہ ساکن کڑپہ
مولوی سید نبی قاضی دہرما درم (اننت پور)

شجرہ یہ ہے

شاہ کمال جائی دکن سید کمال الدین
|
سید جلال الدین اکمل عرف یوسف علی شاہ
|
سید علی مراد شاہ بخاری افضل قاری ہفت قرأت
|
لڑکی
|
سید عبد الحق عرف شاہ میر بادشاہ حسینی (نواسے)
|
سید قادر علی بادشاہ عرف قادر شہ میری

نقشہ ہندوستان

دورِ رحمانیہ (سنہ ۱۲۵۰ھ تا سنہ ۱۳۲۵ھ) میں
قراءت کی وسعت

دورِ چہاردہم تونسیہ

زمانہ از ۱۳۱۱ھ تا ۱۳۷۵ھ
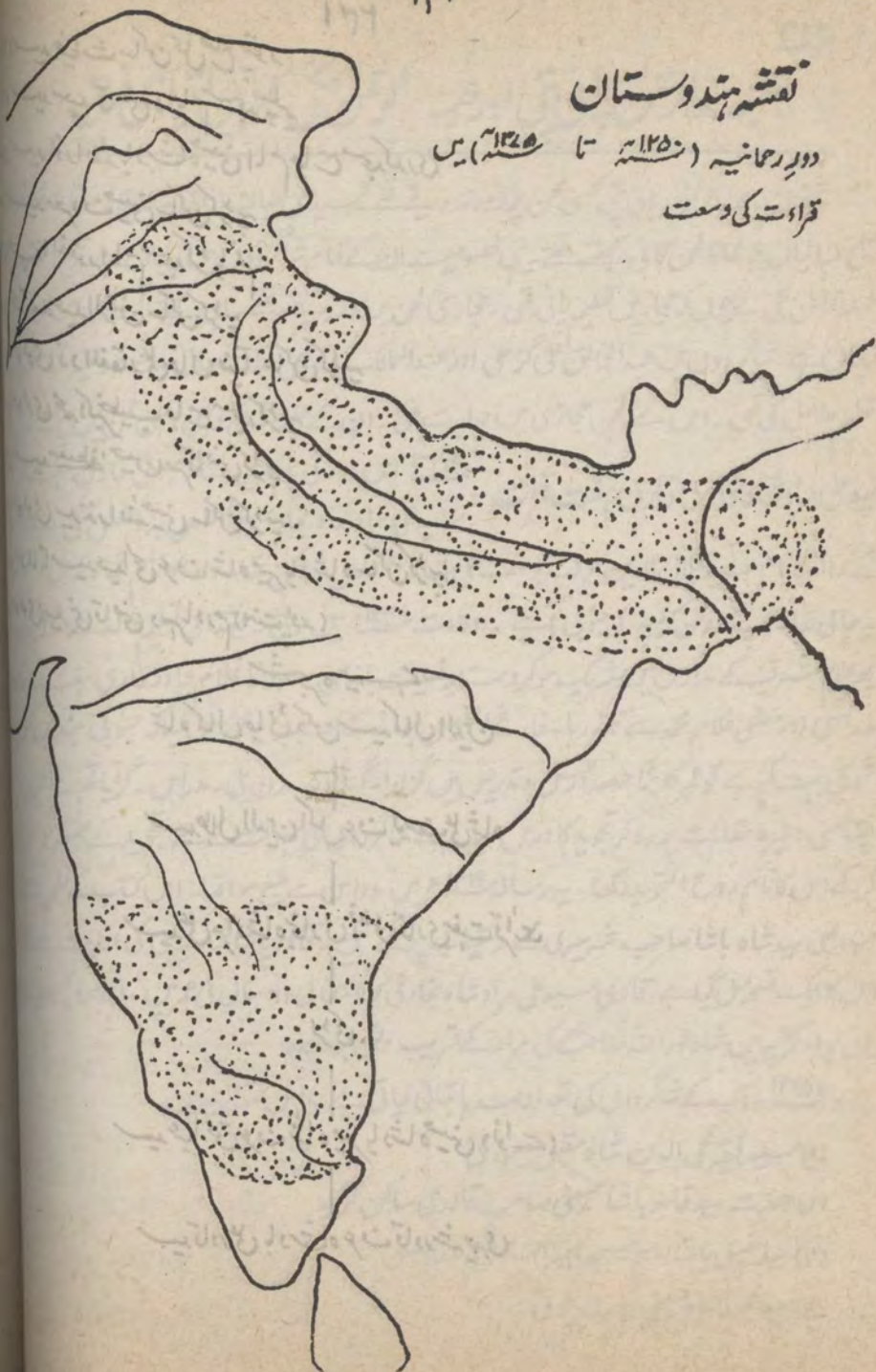
مرکزی شخصیتیں (۱) شیخ القراء سید محمد تونسی
(۲) شیخ القراء عبد الحق مکی

ف ۳۲۶ - دکن میں یہ دور شیخ القراء حضرت سید محمد تونسی ابن سید احمد کی آمد سے شروع ہوتا ہے۔
آپ زبردست عالم۔ حافظ۔ قرأت عشرہ کے قاری تھے۔ حضرت نے قراءت کی سند حبیب محمد بن حمودہ الدراجی
سے جن کا انتقال ۱۲۹۱ھ میں ہوا لی تھی۔ آپ مدینہ منورہ میں سالہاسال قرات عشرہ کا درس دیتے رہے
پہلی دفعہ حیدرآباد دکن ۱۳۰۹ھ میں تشریف لائے۔ نواب میر محبوب علی خاں آصف جاہ سادس نے
ایک سو پچاس روپے ماہوار منصب مقرر کیا۔ چار سال حیدرآباد میں رہ کر ۱۳۱۳ھ میں چلے گئے۔ حضرت
نے اولاً مولوی حسن الزماں کے پاس قیام کیا بعدازاں دیگر صاحب ثروت احباب نے اپنے پاس
مہمان رکھا۔ حضرت کی آمد کے ابتدائی زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ حافظ محمد ایوب صاحب جو راولپنڈی
کے باشندے تھے۔ اچھے حافظ اور ایک روایت کے خوش الحان قاری تھے۔ ان کے ایک دوست نے
حافظ صاحب سے کہا کہ چلئے۔ ایک صاحب عرب سے آئے ہیں آج ان کے پیچھے مغرب کی نماز ادا کریں
گے۔ حافظ صاحب آمادہ ہوگئے۔ مغرب کی نماز دونوں نے قاری تونسی صاحب کے پیچھے ادا کی ــــ
جماعت کثیر تھی۔ جگہ امام سے دور ملی۔ حضرت قاری تونسی صاحب نے مغرب کی نماز میں سورہ الضحیٰ
بقرات امام کسائی پڑھا۔ حافظ ایوب صاحب نے امالے کبھی نہیں سنے تھے۔ اس لئے خیال کیا کہ کوئی
جاہل عرب ہے، قرآن غلط پڑھ رہا ہے۔ نماز ہی میں غصہ آگیا۔ فرض نماز جیسے تیسے ختم کی۔ سلام پھیرتے
ہی اپنے دوست پر جھلا کر کہنے لگے۔

"لاحول ولا قوۃ۔ کہاں لے آئے کہ نماز بھی درست نہ ہوئی۔ کیا غلط قرآن پڑھتا ہے۔ ابھی

ڈنڈے سے سیدھا کر دیتا ہوں۔"

ان کے دوست نے روکا کہ حافظ صاحب کیا غضب کرتے ہو وہ تو عشرہ کے جید قاری ہیں چلو میں تم کو بلا دیتا ہوں یہ کہہ کر حضرت تونسی صاحب کے پاس لے گئے اور حافظ صاحب کو بلایا اور ساتھ ہی یہ واقعہ بھی بیان کر دیا کہ حافظ صاحب تو ڈنڈے سے آپ کی خبر لینے والے تھے۔ تونسی صاحب نے ہنس کر حافظ صاحب سے کہا کہ آپ کچھ سنائیے۔ حافظ صاحب نے ایک رکوع سنایا۔ تونسی صاحب نے فرمایا کہ آپکی صلاحیتیں اچھی ہیں آپ آیا کیجئے تو آپ کو قرأت عشرہ کے اختلافات بتاؤں گا۔ غرض اس کے بعد حافظ صاحب جانے لگے۔ چند ہی روز میں حافظ ایوب صاحب نے معلوم کر لیا کہ حضرت تونسی صاحب تجوید و قراءت کے بہت بڑے عالم ہیں۔ پھر تو روز بروز عقیدت بڑھتی گئی اور قرأت عشرہ کا ذوق بھی ترقی کرتا گیا۔ ایک روز حضرت تونسی صاحب نے حافظ ایوب سے فرمائش کی کہ

"حافظ صاحب! سورۃ الضحیٰ بقراءت کسائی سنائیے۔ حافظ صاحب نے امالون کے ساتھ پڑھا تو قاری صاحب نے کہا" ہائیں! کیا غلط پڑھتے ہو لوں ڈنڈا ہاتھ میں۔" حافظ صاحب! کو پہلی ملاقات کے الفاظ یاد آ گئے۔ خجالت سے سر جھکا لیا اور بڑی عاجزی سے کہا کہ حضرت جہالت بھی بری بلا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی بدولت اس جہالت سے نکالا۔"

(ب) غرض لوگوں کو جب حضرت کے جید قاری ہونے کی اطلاع ہوئی تو شاگردوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ سب میں نمایاں شخصیت محمد ابراہیم صاحب تمیصی کی تھی۔ جو پہلے قاری عبدالولی کے شاگرد رہ چکے تھے۔ آپ میز خانہ مبارک (یعنے سرکار نظام) میں ملازم تھے۔ قرأت سبعہ و عشرہ سیکھنے کے لئے حضرت تونسی صاحب کے پاس جانے لگے۔ اس وقت سید محمد تونسی صاحب سرور نگر میں مقیم تھے۔ میز خانہ کا دفتر ازرا کی کوٹھی واقع محلہ سیف آباد میں تھا۔ کوئی دس میل کا فاصلہ ہو گا۔ محمد ابراہیم صاحب کے شوق کا یہ عالم تھا کہ دن بھر افسر الملک کے تحت کام کرتے۔ شام کو سیف آباد سے پیدل چل کر سرور نگر پہونچتے۔ وہاں عشاء کے بعد درس شروع ہوتا۔ تنہا استاد کو سناتے تھے۔ شوق کی وجہ سے جی چاہتا کہ جب تک استاد بس نہ کہیں پڑھے جاؤ۔ استاد کو پڑھانے میں یہ شغف تھا کہ جب تک شاگرد نہ تھکے پڑھنے دو۔ اس طرح پوری رات گزر جاتی۔ صبح کی نماز کے وقت درس ختم ہوتا۔ نماز سے فارغ ہو کر واپس لوٹتے۔ کئی روز اس طرح گزار دیئے۔ آخر کار قراءت عشرہ کی تکمیل کر لی۔

(ج) قاری تونسی صاحب کے شاگردوں میں ایک اور شاگرد مفتی محمد محمود دیدراسی تھے آپ نے لڑکپن میں خاندان ہی میں تجوید و قراءت سیکھی تھی۔ اس کے بعد جب حج کو گئے تو مکہ معظمہ میں شیخ القراء سید محمد

ایک سال میں عشرہ کی تکمیل ۱۳۰۸ھ میں کی۔ بعد ازاں مدینہ منورہ جاکر سید محمد تونسی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اور سندلی۔ مفتی محمد محمود صاحب ۱۳۲۷ھ میں حیدر آباد آکر چند ماہ رہے تھے۔ اس وقت حیدر آباد کے بعض اساتذہ نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔

ف ۳۲۷ شیخ القراء کے دوسرے شاگرد یہ تھے۔

(۱) مولانا شاہ سید غلام غوث صاحب شطاری

(۲) سید شاہ محمد علی صاحب شطاری

(۳) حافظ قاری سید اسد اللہ صاحب

(۴) حافظ مقری سید عمر صاحب

(۵) سید زین العابدین صاحب

(۶) نظام الدین صاحب

(۷) محمود حسین صاحب

(۸) محی الدین شریف صاحب

(۹) حافظ فخر الدین صاحب

(۱۰) قاری قادر خاں صاحب

(۱۱) قاری عبدالقدیر صاحب

یہ سب شاگرد مدت العمر تجوید و قراءت کی خدمت کرتے رہے۔ ان میں سے اب حافظ فخر الدین اور محی الدین شریف صاحب زندہ ہیں۔

ف ۳۲۸ شیخ القراء حضرت سید محمد تونسی صاحب دوسری بار ۱۳۱۷ھ میں حیدر آباد آئے ایک سال حیدر آباد میں رہکر چلے گئے
(ب) حضرت جہیر الصوت تھے آواز موٹی اور بلند تھی۔ قرآن شریف خوب یاد تھا۔ جس روایت سے فرمائش ہوئی اسی سے سوا پارہ تراویح میں سناتے تھے۔ شہرت ہوجانے کے بعد لوگ کثرت سے آکر تراویح اور دیگر نمازوں میں شریک ہوتے اور قراءت سن کر محظوظ ہوتے۔ حیدر آباد سے واپسی ۱۳۱۸ھ میں ہوئی ۱۳۲۴ھ میں وفات پائی جنت البقیع میں امام نافع کے پاس دفن ہوئے۔

شیخ القراء سید عبد الحق مہاجر مکی

ف ۳۲۹۔ عشرہ کے دوسرے زبردست قاری حضرت سید عبد الحق صاحب مہاجر مکی تھے۔ آپ اصلاً فیض آباد (اتر پردیش) کے رہنے والے تھے والد کا نام سید کفایت اللہ تھا۔ غدر کے بعد حالات نامساعد ہونے کی وجہ سے ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے گئے۔

وہیں علوم کی تکمیل کی۔ بڑے اچھے ادیب تھے۔ عربی۔ فارسی۔ اردو اور ترکی کے ماہر تھے۔ یہ چاروں زبانیں بڑی روانی سے بولتے تھے اور ان میں شعر کہتے تھے۔ قرأت عشرہ کی تکمیل سید حبیب الرحمن الکاظمی المدنی سے کی جن کا انتقال ۱۳۲۰ھ میں ہوا۔ الکاظمی حسن بن بربری کے شاگرد تھے۔ جنہوں نے ۱۳۱۷ھ میں وفات پائی۔

۳۳۰ف سید عبدالحق صاحب نے مکہ معظمہ ہی میں شادی کی۔ ایک لڑکی اور ایک لڑکا تولد ہوا۔ لڑکے کا نام سعید تھا۔ لڑکی کی شادی قاری محمد اسحق صاحب سے ہوئی۔ شیخ القراء عبدالحق صاحب نے وہاں مدرسہ فخریہ قائم کرکے درس و تدریس شروع کی۔ اپنے مدرسے کے لئے امداد جاری کرانے کی غرض سے ۱۳۳۵ھ میں حیدرآباد آئے۔ افسرالملک سے پہلی ملاقات اورنگ آباد میں ہوئی۔ وہاں سے حیدرآباد آنے کے بعد ان ہی کی کوٹھی راحت منزل میں مقیم رہے۔ افسرالملک کی مسجد میں درس کا سلسلہ شروع کیا۔ جب اعلیٰ حضرت حضور نظام نے حمایت سویمنگ باتھ کا افتتاح کیا تو اس وقت قاری صاحب نے ان کی مدح میں ایک عربی اور ایک فارسی قصیدہ پڑھا۔ افسرالملک کی سفارش سے اعلیٰ حضرت نے مدرسہ کے نام تین سو روپے کی امداد جاری کی۔ خود قاری صاحب کو ایک سو روپے اور ان کے فرزند سعید کو پچاس روپے ماہوار تاحیات منصب جاری کیا۔ ایک سال حیدرآباد میں رہکر قاری صاحب ۱۳۳۶ ہجری میں واپس تشریف لے گئے۔

(ب) حضرت کا انتقال ۱۳۳۹ھ میں مکہ معظمہ میں ہوا۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے داماد محمد اسحاق صاحب نے مدرسہ فخریہ سنبھالا۔ وہ بھی دو مرتبہ حیدرآباد آکر گئے ہیں۔ میں نے بھی انہیں قرآن شریف کئی روز سنایا ہے۔

۳۳۱و حیدرآباد کے ایک سال کے قیام میں قاری عبدالحق صاحب نے بہت سے شائقین تجوید و قرأت سے قرآن مجید سنا۔ عشرہ سے ختم کرنے والوں میں چار نام بہت ممتاز ہیں:۔

(۱) شیخ القراء میر روشن علی صاحب

(۲) مقری منیر علی صاحب

(۳) مولانا قاری عبدالعزیز صاحب صدیقی خلف علامہ عبدالقدیر صاحب صدیقی

(۴) مقری ڈاکٹر سید کلیم اللہ حسینی صاحب۔

شیخ القراء سید محمد بن احمد تونسی وفات سنہ ۱۳۲۷ھ

شاگرد
مقری محمد ابراہیم تمیمی وفات سنہ ۱۳۳۶ھ

شیخ القراء سید عبد الحق صاحب بکی

شیخ القراء میر روشن علی | عبد العزیز صدیقی | مقری منیر علی | ڈاکٹر مقری سید کلیم اللہ حسینی

مقری شاہ تاج الدین
شاگردانِ عشرہ
(۱) شیخ سالم عمودی
(۲) مولوی اشرف علی
(۳) حمید احمد منذر
(۴) محمد لیاقت حسین
(۵) ہاشم علی
(۶) سید شاہ عبد الحق المحض القادری

مقری حافظ عبد الرحمن بن محفوظ
شاگردانِ عشرہ
(۱) سید حمید اللہ حسینی
(۲) عبد الستار خاں
(۳) شیخ صالح یافعی
(۴) ڈاکٹر وحید الزماں
(۵) سید انور حسین
(۶) حافظ سید محمود
(۷) محمد ولی اللہ
(۸) حامد علی

دیگر شاگردان عشرہ
(۲) مرزا اکبر علی بیگ
(۳) حافظ عبد الرحیم
(۵) حافظ سید حسن شاہ
(۶) حکیم ریاض الدین
(۷) میر کاظم علی فرزند کلاں
(۸) حافظ سید ابراہیم القادری
(۹) میر اسد علی داماد
(۱۰) میر عثمان علی فرزند خورد
(۱۱) سید عطا حسین
(۱۲) سید محی الدین القادری
(۱۳) مرزا بسم اللہ بیگ (مولف کتاب ہذا)
(۱۴) خواجہ محمد احمد
(۱۵) حبیب محمد خاں
(۱۶) سیدہ جہاں بیگم بنت حافظ محمد ابراہیم
(۱۷) حافظ محمد سلیمان
(۱۸) حافظ محمد احمد
(۱۹) حافظ خیر اللہ
(۲۰) حافظ خواجہ معین الدین
(۲۱) عبد الشکور بہاری

دیگر شاگردان، صاحب
(۱) مولانا شاہ سید غلام غوث صاحب شطاری سنہ ۱۳۳۱ھ
(۲) سید شاہ محمد علی شطاری وفات سنہ ۱۳۳۷ھ
(۳) حافظ محمد ایوب حسینی
(۴) حافظ قاری سید اسد اللہ حسینی
(۵) حافظ مقری سید عمر صاحب
(۶) قاری سید زین العابدین
(۷) قاری سید نظام الدین "
(۸) قاری محمود حسین "
(۹) قاری محی الدین شریف "
(۱۰) قاری حافظ فخر الدین "
(۱۱) قاری عبد القادر "
(۱۲) قاری عبد القدیر صاحب وغیرہ

نقشہ ہندوستان

دورِ تولنسیہ سنہ ۱۳۱۰ء تا سنہ ۱۳۷۵ء
میں قراءت کی وسعت

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًاؕ
حصّہ دوم
تذکرۂ قاریانِ ہند
تالیف
عماد القراء جناب مرزا بسم اللہ بیگ صاحب بی۔ اے
مقرئ قرأت عشرہ
النّاشِر
میر محمد کُتب خانہ آرام باغ، کراچی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

پیش لفظ جلد دوم۔ تذکرہ قاریانِ ہند

تذکرہ قاریان ہند کی جلد اول ابھی زیر طبع ہی تھی کہ جلد دوم کی طباعت کا انتظام بھی ہوگیا۔ چونکہ اس جلد میں قاریوں کے انفرادی حالات تھے اس کا حجم جلد اول سے زیادہ ہوگیا۔ تاریخ وفات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے قراء کی ترتیب دی ہے۔ ابتداء میں ایک تفصیلی فہرست کا اضافہ کیا ہے۔

میں اپنے اون احباب کا شکر گذار ہوں جنھوں نے اس کتاب کے مواد کی فراہمی سے لیکر طباعت تک ہر ہر قدم پر میری مدد کی ہے۔ خصوصاً قابل ذکر احباب یہہ ہیں:- (۱) جناب قاری عبدالرحمٰن سعید صاحب بی اے جو اچھے ادیب اور اہل قلم ہیں اونکے قیمتی مشورے بہت سود مند رہے (۲) خواجہ محمد احمد صاحب ایم اے ایل ایل بی وظیفہ یاب ناظم آثار قدیمہ جو اکثر سفروں میں ساتھ رہے اور اپنے وسیع معلومات اور قدیم کتابوں کے تعلق سے حوالے دیتے رہے (۳) خواجہ حمید احمد صاحب بی اے ڈپٹی سکریٹری وظیفہ یاب جن کے مشورے اور عملی مساعی کارآمد ثابت ہوئے۔ میں ان سب احباب کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں اور اونکی صحت و ترقی کا متمنی۔ اللہ تعالیٰ اونکو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جلد سوم جس میں قرائے حال کا تذکرہ ہے زیر طبع ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی منظر عام پر آجائیگی ان تینوں جلدوں میں مسلمانوں کی آمد سے لیکر موجودہ دور تک کے قراء کا ذکر آگیا ہے۔ ان سب سے مل کر میں نے اونکے حالات قلمبند کئے ہیں۔ جن قراء تک میری رسائی نہ ہوسکی اون سے معذرت خواہ ہوں۔ اگر ایسے قراء یا اونکے دوست میری معاونت فرماکر اونکے حالات سے مطلع کریں تو انشاء اللہ آیندہ اونکو شریک کرلیا جائے گا۔

تذکرہ قراء کے ساتھ تاریخ قراءت بھی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ ایسے قراء جو سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اونکے مساعی و حالات سے واقف ہونا ہر قاری کیلئے ضروری ہے۔ جلد اول میں اس کا خاص اہتمام ہے

ان حالات و واقعات کو پڑھکر کوئی ملک یہہ نہیں کہہ سکتا کہ ہندستان میں قراء نے خاطر خواہ خدمت قرآن نہیں کی۔ میرا مقصد بھی اونکی خدمات کو اجاگر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

خادم قراء
مرزا بسم اللہ بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبصرہ بر کتاب "قاریانِ ہند"

مصنفہ

قاری کرنل مرزا بسم اللہ بیگ

از:- ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب ڈی۔لٹ (لندن)
پریسیڈنٹ انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز

قاری کرنل مرزا بسم اللہ بیگ صاحب جو جامعۂ عثمانیہ کے قدیم طیلسانی ہیں سالہا سال سے قرآن مجید سے متعلق صوتیات اور قراءت کے خصوصی مطالعہ میں مصروف رہے اور اس فن کے مختلف پہلوؤں پر کئی رسالے شائع کئے۔ اب موصوف نے تین جلدوں میں قاریان ہند کے متعلق ایک کتاب اردو میں تحریر کی ہے جو پندرہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔

موصوف نے اس کتاب سے متعلق میری رائے دریافت کی ہے۔ میں نے اس کتاب کو کافی دلچسپی کے ساتھ دیکھا۔ پہلی جلد میں اس فن کی ابتداء اور ارتقاء کا ذکر ہے اور اسلام کے ابتدائی دور میں مستند سبعہ قرأت کی ترویج اور اون کی خصوصیات سے بحث کی ہے اور فن قراءت سے متعلق اسلام کے قرون وسطیٰ میں جو ممتاز شخصیتیں گذری ہیں اون کا سوانحی خاکہ پیش کیا ہے۔

دوسری اور تیسری جلد میں ہندستان کے مشہور قاریوں کا ذکر ہے جنہوں نے گذشتہ آٹھ سو سال کے طویل عرصے میں اس فن کو ہندستان میں پھیلانے اور زندہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔

جہاں تک مجھے علم ہے اسلام کے آغاز سے ابتک اس فن کی تاریخ سے متعلق دو کتابیں لکھی گئیں ہیں پہلی کتاب اندلس کے عثمان دانی کی کتاب "طبقات القراء" جو پانچویں صدی میں لکھی گئی اور دوسری اسی نام کی کتاب شمالی افریقہ کے محمد الجزری نے آٹھویں صدی ہجری میں تحریر کی۔ ان دونوں کتابوں میں ہندستانی علماء کی کاوشوں کا کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ مشرق وسطیٰ کے کسی عالم کا جس نے یہہ کام کیا ہے ہندستان کیلئے یہہ بات باعث فخر ہے کہ اوسکے ایک عالم نے فن قراءت سے متعلق ابتداء سے ابتک

صرف ہندستانی علماء ہی کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ بیرون سے بھی جو علماء یہاں آئے اون کی بھی تفصیلات دی ہیں۔

کرنل مرزا بسم اللہ بیگ صاحب نے اس کام میں سولہ سال صرف کئے اور مواد حاصل کرنے کیلئے پورے ہندستان کا سفر کیا۔ رفاہی کتب خانوں اور خانگی ذخیروں کو چھانا اور مخطوطات سے استفادہ کیا۔ نتیجتاً وہ ڈیڑھ ہزار ایسے ممتاز قاریوں کا مواد پیش کر رہے ہیں جنھوں نے اپنا مقام پیدا کر لیا ہے اور انہیں سے اکثر شمال و جنوب کے صوفی علماء ہیں۔

میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ بڑی محنت کا کام ہے اور بڑی تحقیق سے جمع کیا گیا ہے اور اس کا مستحق ہے کہ اس کو صرف اردو ہی میں شائع نہ کیا جائے بلکہ عربی۔ فارسی۔ ترکی۔ ملائی زبانوں میں بھی شائع کیا جائے۔ یہ کتاب قرارت سے متعلق انسائیکلوپیڈیا ہے۔ میں مصنف کو اس شاندار کارنامے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس امر کے پیش نظر کہ ایک ہندستانی عالم نے اس تحقیقاتی کام کو ایسے بڑے پیمانے پر انجام دیا ہے جس کی مثال مشرق و مغرب میں نہیں ملتی۔ میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ اسکی طباعت کا انتظام مناسب طریقے پر حکومت ہند کا محکمہ تعلیمات۔ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن۔ ایچ۔ ای۔ ایچ دی نظام چیریٹیبل ٹرسٹ جیسا کوئی رفاہی ادارہ انجام دے۔

(ترجمہ)

(ڈاکٹر) سیّد عبداللطیف
صدر
انڈو مڈل ایسٹ کلچرل انسٹی ٹیوٹ

جلد دوم

فہرست قاریانِ ہند

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد

(۱) عثمان بن ابی العاص ثقفی گورنر عراق نے ۱۵ھ میں گجرات کے ساحل پر حملہ کیا بھیروچ کے اطراف میں فدائیان اسلام دفن ہوئے۔ ف ۹۷
(۲) دوسرا حملہ حکم بن ابی العاص نے بھیروچ پر تقریباً ۵۰ھ میں کیا۔ ف ۹۷
(۳) تیسرا حملہ محمد بن قاسم نے ۹۳ھ میں سندھ پر کیا۔ سندھ و پنجاب پر حکمران رہا ف ۹۷ و ۱۰۱
(۴) چوتھا حملہ ابوبکر ربیع بن صبیح السعدی البصری نے ۱۵۹ھ میں المہدی باللہ عباسی کے دور حکومت میں کیا۔ ف ۹۷ ۱۶۰ھ میں فوج باربد (بھاڑ بھوج) پہونچی۔ فتوحات کے بعد ہیضہ پھیلا۔ اوسی مرض سے ربیع بن صبیح کا انتقال ہوا۔ باربد میں دفن ہوئے ف ۹۷
(۵) ساحل ملابار پر ملک دینار۔ شراف بن ملک اور ملک حبیب کی آمد ۱۸۰ھ میں ہوئی ساحل ملابار۔ ساحل کارومنڈل اور شہر کالی کٹ میں مسجدیں تعمیر کرائیں۔ ملک دینار کی قبر کالی کٹ میں ہے۔ ف ۹۸
(۶) حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ورق خط کوفی میں خدابخش خان کے کتب خانے واقع پٹنہ میں موجود ہے۔
(۷) حضرت امام حسنؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ورق گلاس پر خط کوفی میں خدابخش خان کے کتب خانے واقع پٹنہ میں موجود ہے۔
(۸) ابو علی محمد حسین المعروف بہ مقلہ جو خط نسخ کے موجد مانے جاتے ہیں اونکے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید جس کی کتابت ۳۲۱ھ میں ہوئی حمائل سائز سے قدرے چھوٹا رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے یہہ قدیم ترین قرآن مجید ہے جو ہندوستان میں پایا گیا۔
(۹) شیخ فخرالدین زنجانی ۳۹۰ھ میں لاہور آچکے تھے۔ اونکے مرید سعدالدین حموی تھے ف ۱۰۳
(۱۰) شاہ عبدالرحمٰن غازی ولادت ۳۷۴ھ شہادت ۳۹۲ھ۔ ایلچپور علاقہ برار (مہاراشٹر) میں دفن ہوئے)
(۱۱) بابا ریحان ۴۰۰ھ میں بھیروچ آئے۔ ۴۳۰ھ میں مدرسہ قائم کیا ف ۱۰۳
(۱۲) سالار ساہو کا حملہ اجمیر پر ۴۰۱ھ میں ہوا۔ ف ۱۰۳
(۱۳) محمود غزنوی کا حملہ سومنات پر ۴۰۷ھ میں۔
(۱۴) سالار مسعود ولادت ۴۰۷ھ۔ شہادت ۴۲۲ھ۔ بھیروچ میں دفن ہوئے ف ۱۰۳
(۱۵) ھود بن صلح پٹن میں آگر رہے۔ ۵۳۶ھ میں وفات ہوئی۔

(۱۶) علی الهجویری المعروف بہ داتا گنج بخش نے ۴۶۵ھ میں لاہور میں انتقال کیا ف ۱۰۳ و ۲۳۸

(۱۷) شیخ احمد بن محمد المعروف بہ بابائے دھلوی (اونکے خلیفہ شیخ علی دھلوی) ۵۳۳ھ میں پٹن (گجرات) آئے۔ وفات ۵۵۵ھ۔

(۱۸) شاہ یوسف کابل سے ملتان ۵۵۰ھ میں آئے۔ ملتان میں رہکر انتقال کیا ف ۱۰۳

(۱۹) حاجی شیخ کرمانی ۵۹۶ھ میں بھیروچ آئے۔ ساتھ جو قرآن مجید کا نسخہ لائے تھے وہ ابھی تک مزار پر محفوظ ہے۔ ف ۱۰۳

(۲۰) خواجہ معین الدین چشتی ولادت ۵۳۷ھ اجمیر میں ۵۶۱ھ میں آئے
وفات ۶۳۳ھ ف ۱۰۲ و ۱۴۰ تا ۱۴۵

(۱) خواجہ صاحب کی صاحب زادی بی بی حافظ جمال خوش الحان قاریہ تھیں۔ ۵۹۹ھ میں والد سے خلافت لی۔ عورتوں میں تبلیغ و تلقین کا کام انجام دیا۔

(۲) شیخ رضی الدین داماد تھے۔

(۳) فرزند کلاں خواجہ ابو سعید

(۴) فرزند دوم خواجہ فخر الدین

(۵) فرزند سوم خواجہ حسام الدین

(۶) سید حسین خنگ سوار امیر اجمیر و برادر نسبتی خواجہ صاحب۔

(۷) خلیفہ جلیل القدر خواجہ بختیار کاکی دہلوی

(۸) قاری مادھو۔

ف ۱۴۰

ترک و پٹھان بادشاہان دہلی

محمد غوری ۵۸۹ھ تا ۶۰۲ھ

نیک و رحمدل بادشاہ تھا۔ قابل جنرل چھوڑے۔ ف ۱۴۰

محمد بختیار خلجی فاتح بنگال وفات ۶۰۳ھ

بہت سے مدرسے بنوائے۔ علوم پھیلانے میں بڑا حصہ لیا۔

ناصرالدین قباچہ ملتان وسندھ میں	مولانا قطب الدین کاشانی ماوراء النہری کو پرنسپل مقرر کیا۔ ف ۳۴۳	مدرسے بنوائے۔ علماء کی بڑی قدر کی۔
قطب الدین ایبک ۶۰۲ھ تا ۶۰۶ھ		مدرسے بنوائے۔ علماء کو نوازا۔ بڑا سخی بادشاہ تھا۔
شمس الدین التمش ۶۰۷ھ تا ۶۳۳ھ ف ۱۴۷	(۱) حضرت خواجگی مقری قاری ہفت قرأت۔ ف ۳۴۴ (۲) خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ولادت ۵۸۲ھ وفات ۶۳۳ھ ف ۱۴۶ ف ۱۴۸ (۳) مقری سید نورالدین مبارک غزنوی وفات ۶۳۶ھ (۴) مقری جلال الدین تبریزی سہروردی وفات ۶۴۲ھ ف ۳۴۷ (۵) مقری خواجہ حمیدالدین ناگوری ابن عطاؒ وفات ۶۴۴ھ ف ۱۳۸ ف ۳۴۸ (۶) بی بی زلیخا والدہ خواجہ نظام الدین وفات ۶۴۸ھ ف ۳۴۹	اونکے شاگرد تھے شادی مقری بدایونی خلیفہ: (۱) شیخ فرید گنج شکر (۲) نظام الدین المؤید رضی الدین بدایونی نے مشارق الانوار لکھی
ناصرالدین بلبن ۶۴۴ھ تا ۶۶۴ھ	(۱) مولانا بدرالدین غزنوی وفات ۶۵۷ھ ف ۳۵۱ (۲) بابا شیخ فرید گنج شکر ولادت ۵۶۹ھ وفات ۶۶۶ھ ۶۷۰ ف ۱۵۰ تا ف ۱۵۲۔ ف ۳۵۱	بارہ چوٹی کے عالم بلبن کے دربار میں تھے (۱) خلیفہ جلیل القدر سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی (۲) شیخ منتجب الدین (۳) بی بی ہزیرہ بانو (۴) فرزند کلاں نصیر الدین نصیب اللہ

غیاث الدین بلبن
۶۶۴ھ تا ۶۸۵ھ

(۱) مولانا معین الدین عمرانی لاہوری ف ۳۵۳
(۲) شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی راوی ہفت قرأت
ولادت ۵۷۸ھ وفات ۶۶۶ھ
ف ۱۳۲ تا ف ۱۳۵ - ف ۳۵۲
(۳) بابا حاجی رجب فائی وفات ۶۷۰ھ ف ۳۵۴
(۴) مولانا نظام الدین المؤید خلیفہ بختیار کاکی
وفات ۶۷۲ھ ف ۳۵۵
(۵) شیخ شہاب الدین دہلوی استاد محبوب الٰہی ف ۳۵۶
(۶) شادی مقری بدایونی " ف ۳۵۷

(۵) فرزند دوم شیخ شہاب الدین
(۶) فرزند سوم شیخ بدرالدین
(۷) فرزند چہارم خواجہ نظام الدین
(۸) فرزند پنجم شیخ یعقوب
(۹) بڑی لڑکی بی بی مستورہ
(۱۰) دوسری لڑکی بی بی شریفہ
(۱۱) تیسری لڑکی بی بی فاطمہ - رابعہ وقت
اونکے خاوند تھے مولانا بدرالدین
(۱۲) چھوٹی لڑکی بی بی عائشہ

یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا نایاب قرآن مجید جس کی کتابت ۶۶۱ھ میں ہوئی ہندوستان پہونچا - اب حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔
(۲) یاقوت کا دوسرا قرآن مجید ½5 × ½10 سائز پر ہے ۶۶۰ھ میں ختم ہوا - یہ قرآن مجید نواب زیادالدولہ امداد خان کے پاس تھا۔

خلیفہ - شیخ جلال الدین فرزند شیخ صدرالدین عارف ۶۸۴ھ
بہو: بی بی راستی - حافظہ قاریہ ۶۹۴ھ

محمد قاسم مصری ایک خوش الحان قاری ہم عصر تھے۔

	(۷) قاری حافظ شرف الدین دہلوی ف ۳۵۸	
معز الدین کیقباد ۶۸۵ھ تا ۶۸۹ھ	(۱) شیخ صدر الدین عارف فرزند شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی وفات ۶۸۴ھ ف ۱۳۵ و ۳۵۹ و ۳۶۰	ایک بڑا مدرسہ دہلی میں مدرسۂ معزیہ کے نام سے قائم کیا اونکے فرزند ابو الفتح شیخ رکن الدین مرید : مولانا علاء الدین
	(۲) مولانا بدر الدین اسحاق بخاری صدر مدرسہ معزیہ ف ۳۶۱	
	(۳) شیخ فخر الدین عراقی خواہر زادہ حضرت زکریا ملتانی وفات ۶۸۷ھ ف ۳۶۲	
	(۴) بابا شرف الدین سہروردی دکن آئے وفات ۶۸۷ھ ف ۱۳۷	
	(۵) بابا شہاب الدین سہروردی وفات ۶۹۱ھ	
جلال الدین خلجی ۶۸۹ھ تا ۶۹۵ھ		
علاء الدین خلجی ۶۹۵ھ تا ۷۱۶ھ	(۱) شیخ منتجب الدین خلد آباد آئے۔ وفات ۷۰۹ھ ف ۳۶۳	
	(۲) شیخ معز الدین سلیمان ابن شیخ علاء الدین گنج رواں شہادت ۷۱۴ھ ف ۳۶۴	آپ سجادہ نشین تھے بابا شیخ فرید کے
	(۳) مولانا حمید الدین مقری	
سلطان قطب الدین مبارک ۷۱۶ھ تا ۷۲۱ھ	(۱) شیخ صفی الدین ہندی ولادت ۶۴۴ھ وفات ۷۱۴ھ ف ۳۶۶	کتاب المعجز معہ رسالہ مفتح الطرائق والابواب ۷۱۷ھ میں تصنیف ہوئی۔ اس میں رسم الخط قرآنی اور اختلافات قرأت پر بحث ہے قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔
غیاث الدین تغلق ۷۲۱ھ تا ۷۲۵ھ	(۱) سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی ولادت ۶۳۴ھ وفات ۷۲۵ھ ف ۱۵۵ تا ۱۶۶	والدہ بی بی زلیخا - نیک و متقی مریدین میں جید قراء

(۲) قاری مولانا عماد الدین حسام ف ۳۶۹
(۳) مولانا لطیف مقری ف ۳۷۰
(۴) خواجہ جمال الدین شاطبی ف ۳۷۱
(۵) مولانا علاء الدین مقری ف ۳۷۲
(۶) خواجہ زکی خواہرزادہ حسن بصری ف ۳۷۳
(۷) قاری مولانا دولت یار ستامی ف ۳۷۴
(۸) قاضی ضیاء الدین سنائی ف ۳۷۵
(۹) حافظ احمد دھلوی ف ۳۷۶
(۱۰) قاری شرف الدین منیری
ولادت سنہ ۶۶۱ھ وفات سنہ ف ۳۷۷

(۱) امیر خسرو ولادت سنہ ۶۵۱ھ وفات سنہ ۷۲۵ھ
ف ۱۶۱ ف ۳۷۹
(۲) فخر الدین زرادی وفات سنہ ۷۲۸ھ ف ۳۸۰
(۳) خواجہ محمد وفات سنہ ۷۳۴ھ ف ۳۸۱
(۴) فخر الدین مروزی سنہ ۷۳۶ھ ف ۳۸۲
(۵) میر نجم الدین حسن اعلائے سنجری
وفات سنہ ۷۳۸ھ ف ۳۸۳
(۶) خواجہ برہان الدین غریب وفات سنہ ۷۳۸ھ ف ۳۸۴
(۷) خواجہ موسیٰ ف ۳۸۵
(۸) خواجہ تقی الدین نوح ف ۳۸۶
(۹) خواجہ عزیز الدین ف ۳۸۷
(۱۰) خواجہ قاسم ابن خواجہ خضر ف ۳۸۸
(۱۱) خواجہ رفیع الدین ہارون ف ۳۸۹
(۱۲) قاری مولانا علاء الدین اندپتی ف ۳۹۰
(۱۳) سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی وفات سنہ ۷۵۲ھ ف ۳۹۱
(۱۴) خواجہ ضیاء الدین برنی سنہ ۶۸۴ھ وفات سنہ ۷۵۶ھ ف ۳۹۲
(۱۵) خواجہ شہاب الدین امام وفات سنہ ۷۵۸ھ ف ۳۹۳
(۱۶) مولانا علاء الدین نیلی وفات سنہ ۷۶۲ھ ف ۳۹۴
(۱۷) بی بی عائشہ دختر شیخ فرید ف ۳۹۵
(۱۸) ملک سید الحجاب وفات سنہ ۷۹۰ھ ف ۳۹۶

محمد تغلق سنہ ۷۲۵ھ
تا سنہ ۷۵۲ھ

(۱) حافظ قاری شیخ رکن الدین ابو الفتح
ابن شیخ صدر الدین عارف وفات سنہ ۷۳۵ھ
ف ۱۳۶ ف ۳۹۷ ف ۳۹۸ ف ۳۹۹
(۲) مولانا معین الدین عمرانی - اونکے شاگرد
ف ۴۰۱

مختصر فی المذہب نامی ایک کتاب قرأت سبعہ میں سنہ ۷۳۱ھ
میں لکھی گئی۔ کاتب کا نام علی النوی الدین المیدانی تھا
یہہ کتاب رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوئی
قاضی شہاب الدین دولت آبادی
وفات سنہ ۸۴۹ھ

فیروز تغلق ۷۵۲ھ
۷۸۹ھ

(۳) خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی
وفات ۷۵۲ھ ف ۱۶۴ و ۳۹۱

(۴) قاری شیخ قطب الدین منور ہانسوی
ف ۴۰۲ و ۴۰۳

(۱) شیخ القراء مولانا جلال الدین راوی
ہفت قرأت - پرنسپل مدرسہ فیروز شاہی و ۴۰۶
(۲) قاری حافظ خواجہ کمال الدین ہمشیرزادہ
مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی وفات ۷۵۶ھ
ف ۴۰۷

(۳) حافظ قاری شیخ زین الدین داؤد
ولادت ۷۰۱ھ وفات ۷۷۱ھ و ۴۰۸
(۴) سراج الدین ہندی
ولادت ۷۰۴ھ وفات ۷۷۳ھ و ۴۰۹
(۵) شمس الدین ترک وفات ۷۸۱ھ و ۴۱۱
(۶) مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت
وفات ۷۸۱ھ ف ۱۷۰ و ۴۱۳

خلیفہ (۱) شیخ احمد تھانیسری
(۲) خواجہ سید محمد گیسو دراز گلبرگوی
(۳) خواجہ کمال الدین ہمشیرزادہ وفات ۷۵۶ھ

(۱) فرزند اول - شیخ نظام الدین
(۲) فرزند دوم - شیخ نصیر الدین
(۳) فرزند سوم - شیخ سراج الدین
مطلوب القاری کو حافظ رومی محمد ابن یوسف الطبیبی
فارسی میں نظم کیا - یہ نظم ۷۶۶ھ میں بادشاہ حسین
کے زمانے میں جو خوارزم کا بادشاہ تھا لکھی گئی. مترجم
کا دعویٰ ہے کہ ۷۸۰ اشعار میں وہ مطالب بیان
کر دیئے جن کو علامہ شاطبی نے گیارہ سو میں بیان کیا
اس کا قلمی نسخہ رامپور کی اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے
شاگرد: مولانا نور الدین امام دہلوی ف ۴۱۰

داماد: مخدوم سید شرف الدین مشہدی وفات ۸۰۱
مرید: شیخ کبیر الدین اسمٰعیل
خلیفہ: حافظ قاری شیخ سراج الدین امام ۴۲۰
فرزند: سید ناصر الدین محمود پدر قطب عالم ف ۴۲۱

	(۷) مولانا مظفر شمس بلخی وفات در عدن سنہ ۸۰۳ھ	ف ۱۶۸ و ۱۴
	(۸) شیخ یوسف بن الجمال حسینی مدرس مدرسہ فیروزشاہی وفات سنہ ۷۹۰ھ ف ۱۵	
علاء الدین حسن گنگو بہمن شاہ سنہ ۷۴۸ھ - سنہ ۷۵۹ھ	ف ۱۶ تا ف ۱۸	قرأت سے بڑی دلچسپی تھی جعبری کے ایک شاگرد جو راوی ہفت قرأت تھے۔ سنہ ۷۵۰ھ میں گلبرگہ آکر تا حیات رہے۔ وہیں دفن ہیں۔ ایک مطلا قرآن شریف جس پر سبعہ کا حاشیہ درج تھا اپنے ہاتھ سے لکھ کر بادشاہ کو ہدیہ دیا۔
محمد شاہ اول بہمنی سنہ ۷۵۹ھ - سنہ ۷۷۶ھ		خود قاری تھا۔ ترویج قرأت میں دلچسپی لی۔
محمود شاہ اول بہمنی سنہ ۷۸۰ھ - سنہ ۷۹۹ھ	عین الدین گنج العلوم سنہ ۷۰۶ھ - سنہ ۷۹۵ھ ف ۱۹	علماء کی بڑی قدر کرتا تھا۔ بہت سے عالم و شاعر باہر سے آکر رہے۔ حافظ شیرازی بھی آتے آتے رہ گئے۔
غیاث الدین تغلق و محمد شاہ سنہ ۷۸۱ھ - سنہ ۷۹۴ھ	(۱) ناصر الدین محمود فرزند مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت وفات سنہ ۷۸۵ھ و ۱۷۱ ف ۲۳ (۲) شیخ رکن الدین دہلوی وفات سنہ ھ ف ۲۴ (۳) مخدوم شیخ جلال الدین غیری وفات سنہ ۸۰۲ھ ف ۲۵ (۴) سید جہانگیر اشرف سمنانی ولادت سنہ ۷۰۸ھ وفات سنہ ۸۰۸ھ ف ۲۶ (۵) قاضی جمال خضر راوی ہفت قرأت استاد سعدی (ہندی) ف ۲۷ (۶) مولانا خواجگی دوم وفات سنہ ۸۱۹ھ ف ۲۸	آپکے مصاحب و خلیفہ شیخ تاج الدین جو سمنان سے ساتھ آئے تھے۔
خضر خاں سید سنہ ۸۱۷ھ - سنہ ۸۲۴ھ	(۱) مولانا احمد تھانیسری وفات سنہ ۸۲۰ھ ف ۲۹ (۲) حافظ قاری شیخ سراج الدین وفات سنہ ۸۳۰ھ ف ۳۰	یہ مرید و خلیفہ تھے مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے نیز امام مسجد بھی تھے۔

	(۳) قاری شیخ سلیمان مندوی۔ استاد عبدالقدوس گنگوہی ف ۴۳۱	النشر کا وہ قلمی نسخہ جس پر علامہ الجزری نے اپنے شاگرد النویری کو اجازت ۸۲۸ھ میں دی ٹونک کی سعیدیہ کتب خانے میں موجود ہے۔
فیروز شاہ بہمنی ۸۰۰ھ تا ۸۲۵ھ	ف ۴۳۳ - ف ۴۳۴	شنبہ۔ دو شنبہ۔ چہار شنبہ کو خود درس دیا کرتا تھا (۲) مجموعہ قرأت فیروز شاہی اس کے عہد میں مرتب ہوئی جس کا قلمی نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔
	(۱) شیخ احمد بخاری ولادت ۷۲۰ھ وفات ۸۲۰ھ ف ۴۳۵	
	(۲) شیخ القراء سید محمد گیسو دراز گلبرگوی قاری ہفت قرأت ولادت ۷۲۱ھ وفات ۸۲۵ھ ف ۴۳۶ ف ۴۳۷	مریدین کے لئے علامہ شاطبی کے حرز الامانی کی شرح بھی لکھی تھی۔
احمد شاہ بہمنی ۸۲۵ھ تا ۸۳۰ھ	ف ۴۳۸ ف ۴۳۹	علامۂ الجزری کے فرزند ابو بکر احمد نے اوس قرآن شریف کی نقل بھیجی جس پر عشرہ کا حاشیہ علامہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ یہہ قرآن شریف طاہر بن عرب بن ابراہیم الحافظ الاصبہانی تلمیذ الجزری کا لکھا ہوا تھا اس کا متن بصری کی قرأت سے لکھا گیا۔ یہہ نسخہ محمد غوث صاحب ایم اے جامعہ عثمانیہ۔ و لائبریرین جامعہ عثمانیہ کے پاس ہے (۲) سلیمان دانی کی التیسیر کا ایک قلمی نسخہ جو خوشخطی میں عدیم المثال ہے۔ عبدالوہاب کاتب نے ۸۳۲ھ میں لکھا جو اس وقت اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔
شاہ ابراہیم شرقی جونپوری ۸۰۴ھ تا ۸۴۰ھ	ف ۴۴۰	علم دوست تھا۔ دور دور سے علماء کو بلا کر رکھا ایک عظیم الشان دار العلوم جونپور میں قائم کیا جسکے پرنسپل

حکمران	علماء و قراء	کیفیت
		قاضی شہاب الدین غزنوی تھے۔
	قاضی تاج الدین تاصحی جونپوری وفات سنہ ۸۳۱ھ / ۸۳۷ھ — ف ۴۴۱	
ف ۴۴۲	قاضی شہاب الدین غزنوی وفات سنہ ۸۴۰ھ	
ف ۴۴۳	قاضی شہاب الدین دولت آبادی وفات سنہ ۸۴۹ھ	
سلطان غیاث الدین والی بنگالہ		سنہ ۸۱۴ھ میں ایک مدرسہ مکہ معظمہ میں قائم کیا جس میں ساٹھ طلباء پڑھتے تھے۔ جملہ اخراجات کی کفایت کرتا تھا۔ بعد ازاں دیگر چار مدرسے مکہ معظمہ میں کھولے۔
	حسین شمس بلخی (بہاری) قاری ہفت قرأت وفات سنہ ۸۴۴ھ۔ ف ۱۶۸۔ ف ۴۴۴ (۲) میاں حسن بلخی (بہاری) وفات سنہ ۸۵۵ھ۔ ف ۱۶۸۔ ف ۴۴۵ (۳) مخدوم شاہ احمد ولادت سنہ ۸۲۰ھ وفات سنہ ۸۹۱ھ ف ۴۴۶	
سلطان سلیمان کرانی والی بنگالہ		کئی مدرسے قائم کئے۔ علم دوست تھا۔ ڈیڑھ سو علماء اوسکی صحبت میں رہتے تھے۔
سلطان سکندر سنہ ۷۹۶ھ تا سنہ ۸۲۰ھ والی کشمیر	امام القراء ابو المشائخ شیخ سلیمان سری نگر کے مدرسۃ القرآن کے شیخ التجوید تھے۔ ولادت سنہ ۷۷۶ھ۔ وفات سنہ ۸۴۰ھ	
سلطان زین العابدین فرمانروائے کشمیر سنہ ۸۲۶ھ تا سنہ ۸۷۷ھ		عالم دوست تھا۔ بڑے بڑے عالم اوسکے دربار میں تھے۔ مدرسۃ القرآن کی سرپرستی کی۔
احمد شاہ اول والی گجرات سنہ ۸۱۴ھ تا سنہ ۸۴۶ھ	مخدوم شیخ علی نہائمی ولادت سنہ ۷۷۶ھ وفات سنہ ۸۳۵ھ — ف ۴۴۸	تبصیر الرحمٰن و تیسیر المنان مشہور تفسیر عربی میں لکھی جو مصر سے طبع ہوئی۔

محمد شاہ اول والی گجرات ۸۴۵ھ - ۸۵۵ھ		علم دوست تھا۔ عالموں و صوفیوں کی عزت کرتا تھا۔
سلطان قطب الدین والی گجرات ۸۵۵ھ - ۸۶۳ھ	(۱) سید برہان الدین قطب عالم ابن سید ناصر الدین محمود ولادت ۷۹۰ھ وفات ۸۵۷ھ ف۱۷۱ وف۱۷۳ وف۴۴۹	فرزندان : (۱) شیخ جیو (۲) شاہ عالم خلیفہ : عبد اللطیف مقری ہفت قرأت۔ (۴) سید جعفر شیرازی
	(۲) قاضی علم الدین شاطبی نہروالہ (پٹن) وفات ۸۶۰ھ ف۴۵۰	قاری ہفت قرأت - امام فن کا مرتبہ رکھتے تھے۔
	(۳) مقری شیخ عزیز اللہ چشتی ابن سید محمد حسینی ف۴۵۱	(۱) فرزند کلاں شیخ رحمت اللہ (۲) فرزند دوم شیخ سعد اللہ
	(۴) مولانا صدر جہاں احمد آبادی عالم و فاضل ف۴۵۲	
محمود خلجی والی مالوہ ۸۳۹ھ - ۸۷۳ھ		ایک مدرسہ اجین میں۔ ایک مانڈو میں ایک سارنگ پور میں جاری کیا۔
محمود بیگڑہ گجراتی ولادت - ۸۴۹ھ حکومت ۸۶۲ھ تا ۹۱۹ھ	(۱) سید سراج الدین محمد المعروف بہ شاہ عالم ولادت ۸۱۷ھ وفات ۸۸۰ھ ف۱۸۸ ف۴۵۳	
	(۲) مقری عبد اللطیف قاری ہفت قرأت ف۴۵۴	یہہ تلمیذ و خلیفہ قطب عالم تھے۔ اونکے شاگرد : سید جعفر شیرازی قرأت کا مدرسہ چلاتے تھے۔
	(۳) شیخ جمال الدین جمن وفات ۸۸۰ھ ف۴۵۵	
	(۴) مخدوم کمال الدین قریشی خلیفہ گیسو دراز وفات ۸۸۹ھ ف۴۵۶	ایک بڑا مدرسہ بھروچ میں قائم کیا جس کو اونکے فرزند امین الرحمن نے اور پھر پوتے نصیر الدین نے جاری رکھا۔ نواسے سید صبغۃ اللہ نے بھی درس دہی میں حصہ لیا۔
	(۵) قاری شیخ کبیر منتھاپوری استاد ملک محمد ف۴۵۷	

بادشاہ	قاری		کیفیت
	(۶) قاری شاہ زاہد بخاری وفات سنہ ۸۹۳ھ	و۴۵۸	
	(۷) قاری شیخ رحمت اللہ چشتی فرزند شیخ عزیز اللہ چشتی	و۴۵۹	
	(۸) قاری شیخ سعد اللہ چشتی فرزند شیخ عزیز اللہ چشتی	و۴۶۰	
عادل خان اول فاروقی سنہ ۸۴۰ھ تا سنہ ۹۰۷ھ	قاری شیخ ابراہیم برہان پوری وفات سنہ ۹۰۱ھ	و۴۶۴	
غیاث الدین خلجی والی مالوہ سنہ ۸۷۳ھ تا سنہ ۹۰۵ھ	قاری خواجہ حسین ناگوری	و۴۶۲	
بہلول لودھی سنہ ۸۵۵ھ تا سنہ ۸۹۴ھ		و۴۶۵	ایک مدرسہ دہلی میں قائم کیا جو اوسوقت اعلیٰ ترین درس گاہ تھی۔ (۲) طیبۃ النشر فی قرأت عشر تصنیف علامہ الجزری کی ایک نقل جس کی کتابت سنہ ۸۷۲ھ میں ہوی اور جو محمد الشربینی کے پاس رہی وہ فی الوقت حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں محفوظ ہے۔ (۳) خط بحر میں ایک قرآن مجید جو سنہ ۸۷۲ھ میں کاتب احمد بن محمود بن فضل اللہ کاشانی نے لکھا وہ خدابخش خان کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے۔ بڑی سائز ہے دو جلدوں میں ہے۔
سکندر لودھی سنہ ۸۹۴ھ تا سنہ ۹۲۳ھ		و۴۶۶	(۱) ایک قلمی نسخہ تحبیر کا قرأت عشرہ میں سنہ ۹۰۳ھ میں لکھا گیا جو اس وقت حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں محفوظ ہے۔ (۲) کمال الدین سعدی کاکوروی مقری ہفت قرأت نے شرح شاطبی لکھ کر بادشاہ کے نام سے معنون کیا (۳) سکندر لودھی غیر معمولی طور سے علم دوست تھا!

اچھے علماء کو چن چن کر جمع کیا۔ علماء کے درس میں جاکر خاموشی سے پیچھے بیٹھ جاتا اور سنتا۔

(۱) قاری شاہ عبداللہ قریشی ملتانی وفات سنہ ۹۰۰ھ — ف ۴۶۷

(۲) قاری شیخ جنید حصاری اولادِ گنج شکر وفات سنہ ۹۰۰ھ — ف ۴۶۸

(۳) شیخ سماءالدین سہروردی سنہ ۸۰۸ھ۔ سنہ ۹۰۱ھ — ف ۴۶۹

(۴) شیخ اسحاق ملتانی وفات سنہ ۹۰۹ھ — ف ۴۷۰

(۵) شیخ بختیار مرید شیخ احمد وفات سنہ ۹۱۰ھ — ف ۴۷۱

مظفر شاہ دوم گجراتی
۹۱۹ھ تا سنہ ۹۳۲ھ
ف ۴۷۲ و ۴۷۳

خود عالم۔ حافظ۔ قاری۔ سخن سنج۔ بذلہ گو بہادر۔ انصاف پسند۔ سخی بادشاہ تھا۔

ایران۔ توران۔ روم و عرب کے فاضل اسکے عہد حکومت میں گجرات آئے تھے۔ مشہور خوشنویس سیاوش شیراز سے گجرات آیا تھا۔

سید جعفر شیرازی تلمیذ عبداللطیف۔
قاری ہفت قرأت — ف ۴۷۴

ابراہیم لودھی
سنہ ۹۲۳ھ تا ۹۳۲ھ
ف ۴۷۵ ف ۴۷۶

یار محمد ابن خداداد سمرقندی نے ماوراء النہر میں قواعد القرآن کی مشہور کتاب فارسی میں عبیداللہ بہادر خاں ولی عہد کے لئے سنہ ۹۲۵ھ میں لکھی جس کا قلمی نسخہ ابراہیم لودھی کے دربار میں پہونچا۔ دو قلمی نسخے حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہیں۔ ایک قلمی نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ ایک قلمی نسخہ مدراس قلمی (MANUSCRIPT) لائبریری میں موجود ہے۔ ایک خدابخش خان لائبریری بانکی پور میں ایک پٹنہ آرٹس کالج لائبریری میں۔ چار قلمی نسخے سعیدیہ لائبریری ٹونک میں۔ سات قلمی نسخے اسٹیٹ لائبریری رامپور میں۔ ایک قلمی نسخہ مظاہر العلوم سہارن پور کے کتب خانے میں۔ دو قلمی نسخے سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں۔ یہ بیس نسخے میں دیکھ چکا ہوں

		(۲) میر شیخ بن نور الدین البورائے نے وقوف سجاوندی کا مطلا نسخہ ۹۲۷ھ میں لکھا جو اس وقت اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔ (۳) ملا کلاں بخاری نے عبید اللہ بہادر خان کے لئے درۃ الفرید فارسی میں لکھی جس میں اختلافات عشرہ درج ہیں۔ یہہ قلمی کتاب ۵۰۴ صفحے پر مشتمل ہے۔ اس میں وقف کا بھی تفصیلی بیان ہے۔ ملا کلان یار محمد سمرقندی کے ہم عصر تھے۔ ملا کلان کی وفات ۹۸۳ھ میں ہوئی۔ درۃ الفرید کا ایک قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔
	(۱) قاری خواجہ شیخ احمد مجد ناگوری ولادت ۸۳۵ھ وفات ۹۲۷ھ ف ۴۷۷ (۲) حاجی قاری سید عبدالوہاب وفات ۹۳۲ھ و ف ۴۷۸ ف ۴۸۱ ف ۴۸۲ ف ۴۸۳	
مغلیہ دور حکومت نصیر الدین محمد بابر ۹۳۲ھ تا ۹۳۶ھ	(۱) قاری محمد شعیب دہلوی وفات ۹۳۶ھ ف ۴۹۶ (۲) شیخ ابوبکر لاہوری ف ۴۹۷ (۳) شیخ القراء شیخ مخدوم سندھی وفات ۹۴۰ھ و ف ۴۹۵	خود عالم و ادیب تھا۔ عالموں کی قدر کرتا تھا۔ ایک قرآن مجید اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظمہ بھجوایا فرزند: شیخ طیب سندھی
بہادر شاہ گجراتی ۹۳۲ھ تا ۹۴۳ھ	(۱) قاری حافظ سید احمد بن جعفر وفات ۹۴۲ھ ف ۴۹۸ (۲) قاری سید جلال بن سید احمد وفات ۹۴۲ھ	ف ۴۹۹ فوائد القرأت تصنیف کی جو قلمی موجود ہے۔
نصیر الدین ہمایون ۹۳۷ھ تا ۹۶۳ھ	مقری شیخ عبدالقدوس گنگوہی ف ۵۰۰	مریدین:- (۱) شیخ الہند جلال الدین تھانیسری (۲) شیخ بلال تھانیسری

ف ۵۰۱	(۲) قاری حافظ سید محمد ابراہیم ابن احمد ابن حسن بغدادی راوی ہفت قرأت	مخدوم نظام الدین کاکوروی کے استاد تھے۔
	(۳) مقری امیر ابراہیم بن معین الدین ایرجی دہلوی سکندر لودھی کے زمانے میں دہلی آئے۔ وفات ۹۵۳ھ ف ۵۰۲	مخدوم نظام الدین کاکوروی کے مرشد تھے۔
	(۴) سید رفیع الدین صفوی اکبر آبادی وفات ۹۵۴ھ ف ۵۰۳	
	(۵) شیخ القراء عبد الملک راوی ہفت قرأت آگرہ میں تھے ف ۵۰۴	فرزند: حافظ مقری شیخ محمد راوی ہفت قرأت شاگرد۔ حافظ عبد الکریم بصیر راوی ہفت قرأت
	(۶) قاری شیخ حسن شیرازی انصاری اکبر آبادی وفات ۹۵۶ھ ف ۵۰۵	
	(۷) قاضی قاضن السندھی وفات ۹۵۸ھ ف ۵۰۶	
مبارک شاہ فاروقی ۹۴۳ھ تا ۹۷۴ھ	حسام الدین برہان پوری والد علی متقی وفات ۹۶۰ھ ف ۵۰۷	
محمود شاہ ثالث گجراتی ۹۴۳ھ تا ۹۶۱ھ	(۱) شاہ فضل اللہ کاشانی وفات ۹۴۶ھ ف ۵۰۸ (۲) شیخ حسن بن موسیٰ احمد آبادی وفات ۹۶۲ھ ف ۵۰۹	
ابراہیم قطب شاہ ۹۵۷ھ تا ۹۸۸ھ	ف ۵۱۰	حسین شاہ ولی نے ایک بڑا مدرسہ گولکنڈ[illegible] میں جاری کیا۔
محمد شاہ دوم فاروقی (راجے علی خاں) ۹۷۴ھ تا ۹۸۴ھ	(۱) شیخ علاء الدین علی متقی ولادت ۸۸۵ھ وفات ۹۷۵ھ ابن حجر مکی کے شاگرد ف ۱۸۶ ف ۵۱۱ ف ۵۱۲ ف ۵۱۳	مصنف کنز العمال۔ بیس سال کی محنت سے [illegible] شاگرد: عبد الوہاب متقی (۲) ابو طاہر عبد الوہاب بھورا (۳) حافظ شیخ فضل اللہ (۴) شیخ جیو برہان پوری

حسن شاہ فاروقی (بہادر دل خان)، والی مالوہ سنہ ۹۸۴ھ تا سنہ ۱۰۰۹ھ	(۱) مقری ملا حکیم سندھی سنہ ۹۰۸ھ میں برہان پور آئے ف ۵۱۴ (۲) شیخ ابو محمد المعروف بہ ابو جیو ابن شیخ بہار الدین اسیر گڈھی۔ برہان پوری ولادت سنہ ۹۲۸ھ وفات سنہ ۹۹۲ھ ف ۵۱۵	علی متقی کے شاگرد تھے۔
علی عادل شاہ اول سنہ ۹۶۵ھ تا سنہ ۹۸۸ھ	ف ۵۱۶	ایک مدرسہ سنہ ۹۷۴ھ میں تعمیر کیا۔ (۲) کنز المعانی فی شرح حرز الامانی (تصنیف جعبری) کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوا۔ اس پر ایک تحریر سنہ ۹۶۶ھ کی بیجاپور کی ہے۔ اس کے بعد یہہ نسخہ مدینہ منورہ اور دمشق گیا۔ وہاں کی تحریر سنہ ۹۷۹ھ کی ہے۔
جلال الدین محمد اکبر سنہ ۹۶۳ھ تا سنہ ۱۰۱۴ھ	ف ۵۱۷ (۱) مقری امیر سیف الدین راوی ہفت قرات ابن قاری حبیب اللہ امیر کلاں ولادت سنہ ۸۷۷ھ وفات سنہ ۹۶۹ھ ۱۸۹ ف ۵۱۸ (۲) شیخ عبد المومن چشتی۔ ولادت سنہ ۸۸۰ھ وفات سنہ ۹۷۰ھ ف ۵۱۹ (۳) شیخ محمد بن عبد الملک راوی ہفت قرات آگرہ۔ وفات سنہ ۹۷۰ھ ف ۵۲۰ (۴) شیخ عبد العزیز بن شیخ حسن طاہر ولادت سنہ ۸۹۸ھ وفات سنہ ۹۷۵ھ ف ۵۲۱ (۵) شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی اکبرآبادی ولادت سنہ ۸۸۴ھ وفات سنہ ۹۷۹ھ ف ۵۲۳ (۶) جلال الدین تھانیسری ولادت سنہ ۸۹۴ھ وفات سنہ ۹۷۹ھ ف ۵۲۲	اکبر نے کئی مدرسے بنوائے۔ ایک آگرے میں، ایک فتح پور سیکری میں سنہ ۹۷۹ھ میں۔ (۲) شیخ الاسلام ابن طیبب کے پاس سبعہ قرأت کے حاشیہ کا ایک قرآن مجید تھا۔ انھوں نے اپنے فرزند کو سنہ ۹۷۵ھ میں ھبہ کیا جو خواجہ عبید اللہ احرار کا مملوکہ بتلایا جاتا ہے۔ یہہ خلیفہ تھے قاضی خاں کے۔

(۷) قاری ملا امیر دہلوی ف ۵۲۲

(۸) قاری مولانا شیخ قاسم پدر شیخ عیسیٰ جند اللہ
وفات ۹۸۱ھ ف ۲۰۶

(۹) قاری حافظ محمد حسین دہلوی وفات ۹۸۱ھ
ف ۵۲۵

(۱۰) قاری مولانا میر کلاں اکبرآبادی ولادت ۹۰۱ھ
وفات ۹۸۱ھ ف ۵۲۶
انکی والدہ بھی قاریہ تھیں ہمیشہ تلاوت میں مصروف رہتیں
شاگرد: ملا علی قاری

(۱۱) شیخ القراء مخدوم نظام الدین کاکوروی
راوی منت قرأت ولادت ۹۰۰ھ
وفات ۹۸۱ھ ف ۱۱۲ تا ف ۲۰۰
شاگرد: قاری ملا عبدالرشید (۲) حافظ محب اللہ
(۳) مرزا شمس الدین خان
فرزند: حافظ مقری شہاب الدین ف ۵۲۷

(۱۲) علی متقی نعم وفات ۹۸۵ھ

(۱۳) قاضی القضات مجد الدین طاہر عبدالوہاب بوہرا
ولادت ۹۱۴ھ شہادت ۹۸۶ھ ف ۵۲۸
فرزند اکبر شیخ الاسلام (۲) فرزند دوم سراج الاسلام

(۱۴) شیخ احمد بن شیخ جلال چاپانیری
وفات در برودہ ۹۸۸ھ ف ۵۲۹

(۱۵) شیخ بلال تھانیسری وفات ۹۸۹ھ ف ۵۳۰

(۱۶) قاری عبدالمعطی مکی ولادت ۹۰۵ھ وفات ۹۰۹ھ ف ۵۳۱

(۱۷) شیخ القراء ملا محمد اسمٰعیل ایلچپوری
ولادت ۹۲۰ھ وفات ۹۹۰ھ ف ۱۰۴

(۱۸) رفیع الدین ابن جلال وفات ۹۹۰ھ ف ۵۳۲

(۱۹) سید شیخ بن عبداللہ العیدروسی وفات ۹۹۰ھ ف ۲۱۷

(۲۰) شیخ القراء مبارک بہول ابراہیم
قاری سبعہ قرأت ف ۵۳۳
مصنف معدن القرأت یہ تصنیف سبعہ قرأت میں ۹۸۴ھ میں ختم ہوئی۔

(۲۱) شیخ القراء شیخ ابراہیم شطاری سندھی وفات ۹۹۱ھ ف ۲۰۸

(۲۲) شیخ محمد بن احمد بن علی الفاکہی
ولادت ۹۲۳ھ وفات ۹۹۲ھ ف ۵۳۴

اندراج	کیفیت
(۲۳) قاری شاہ لشکر محمد شطاری وفات ۹۹۳ھ ف ۲۰۹	(شاگرد تھے شیخ القراء شیخ ابراھیم کے)
(۲۴) قاری سید شمس الدین یحییٰ المعروف بہ میر بزرگ یا میر بلبل بدخشانی وفات در کابل ۹۹۴ھ ف ۵۳۵	انکے فرزند خواجہ میر نعمان سمرقندی خلیفہ مجدد الف ثانی
(۲۵) علامہ شاہ وجیہہ الدین علوی ولادت ۹۱۰ھ وفات ۹۹۸ھ ف ۵۳۶	فرزند کلاں شیخ حیدر (۲) فرزند دوم شیخ عبداللہ (۳) صبغۃ اللہ بھروچی (۴) شیخ محمد بن فضل اللہ (۵) قاری حکیم شیخ عثمان بو بکانی قاری سبعہ ف ۲۱۰
(۲۶) قاری مولانا شیخ طیب سندھی وفات ۱۰۰۰ھ	
(۲۷) شیخ حیدر ابن شاہ وجیہہ الدین ف ۵۳۷	والد کا مدرسہ چلایا۔ اونکی اولاد برہان پور چلی گئی
(۲۸) عبدالوہاب متقی برہان پوری ولادت ۹۴۶ھ ہجرت بہ مکہ ۹۶۳ھ وفات ۱۰۰۱ھ ف ۵۳۸	یہہ شاگرد تھے علی متقی کے اور استاد تھے شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے.
(۲۹) شیخ ابراھیم محدث مجود اکبرآبادی ولادت ۹۱۵ھ وفات ۱۰۰۱ھ ف ۵۳۹	
(۳۰) شیخ مبارک ولادت ۹۱۱ھ۔ آگرے میں ۹۵۰ھ میں آئے۔ وفات ۱۰۰۱ھ ف ۵۴۰	قاری عشرہ تھے۔ آگرے میں ایک مدرسہ جاری کیا جس کی خدمت پچاس سال کی۔ فیضی و ابوالفضل کے والد تھے۔
(۳۱) مخدوم شیخ کمال الدین محمد سعدی راوی ہفت قرأت کاکوردی وفات ۱۰۰۲ھ ف ۵۴۱ ف ۵۴۲	شرح شاطبی؛ سکندر لودھی کے زمانے میں لکھی۔
(۳۲) شیخ جمال الدین دہلوی عرف شیخ بہلول دہلوی وفات ۱۰۰۲ھ ف ۵۴۳	
(۳۳) ماہ عالم گجراتی وفات ۱۰۰۲ھ ف ۵۴۴	
(۳۴) شیخ محمود بن عبداللہ گجراتی خلیفہ لشکر محمد عارف۔ برہان پور میں دفن ہیں وفات ۱۰۰۴ھ ف ۵۴۵	مصاحب (۱) میاں جمو جی محدث (۲) ملک پیر محمد حسن درویش

(۳۵) ابوالفیض فیضی ولادت ۹۵۴ھ وفات ۱۰۰۴ھ — ف ۵۴۶

(۳۶) ملا عبدالقادر بدایونی ولادت ۹۴۷ھ وفات ۱۰۰۴ھ — ف ۵۴۷

(۳۷) قاری شیخ طاہر محمد سندی ثم البرہانپوری وفات ۱۰۰۴ھ — ف ۲۰۵

(۳۸) قاری شیخ ضیاء اللہ شطاری اکبر آبادی وفات ۱۰۰۵ھ — ف ۵۴۸

(۳۹) قاری حافظ مخدوم شہاب الدین — فرزند کلاں ملا حافظ عبدالکریم

راوی ہفت قرات کاکوروی ف ۵۴۹ — (۲) ملا عبدالقادر

(۴۰) حافظ خواجہ محمد حسن دہلوی مرید خواجہ باقی باللہ — ف ۵۵۰

(۴۱) قاری حافظ شیخ حسین لاہوری شاگرد ابوبکر لاہوری — ف ۵۵۱

ولادت ۹۴۵ھ وفات ۱۰۰۸ھ

(۴۲) ابوالفضل ولادت ۹۵۸ھ وفات ۱۰۱۱ھ — ف ۵۵۲

(۴۳) حافظ مقری رضی الدین احمد المعروف بہ — ف ۲۲۳، ف ۲۲۴، ف ۵۵۳، ف ۵۵۴

باقی باللہ ولادت ۹۷۱ھ وفات ۱۰۱۲ھ

(۴۴) قاری شیخ حسین قادری شاگرد — ف ۵۵۵

عبدالوہاب متقی وفات ۱۰۱۳ھ

(۴۵) شیخ کمال محمد العباسی گجراتی وفات ۱۰۱۳ھ — ف ۵۵۶

(۴۶) حافظ مقری عبدالکریم بصیر — شاگرد مقری عبدالملک

راوی ہفت قرات وفات ۱۰۱۴ھ ف ۵۵۷ — تحفہ سلیمانی جس کو مولانا حسن نے ۱۰۱۴ھ میں سلطان شاہ سلیمان صفوی کیلئے لکھا۔ ٹونک کی سعیدیہ لائبریری میں موجود ہے۔

(۴۷) شیخ ابوالخیر فرزند سوم شیخ مبارک قاری عشرہ — ف ۵۵۸

ولادت ۹۶۷ھ۔ وفات ۱۰۱۴ھ

(۴۸) حافظ محمود قرآن خوان بلگرام ف ۵۵۹

(۴۹) میاں نورالدین محمد لاہوری ف ۵۶۰

محمد قلی قطب شاہ ۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ — ف ۵۷۷ — مدرسے کیلئے چار مینار بنایا

زرالدین محمد جہانگیر سنہ ۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۷ھ ف ۵۶۱ و ۵۶۲ ف ۵۶۳ و ۵۶۴	(۱) مولانا صبغۃ اللہ بھروچی ف ۵۶۷	یہہ شاگردِ تھے شاہ وجیہ الدین علوی کے۔
	(۲) خوشترا بی بی قاریہ۔ عابدہ بنت شیخ مخدوم رفیع اللہ ابن شیخ سعد اللہ ابن عزیز اللہ ف ۵۶۲ و ۵۹۰	سنہ ۱۰۲۰ھ میں جہانگیر احمد آباد گیا تو ملنا چاہا۔ نہ گئیں دعا کا وعدہ کیا۔ (۲) جہانگیر سنہ ۱۰۲۷ھ میں جب احمد آباد گیا تو نبیرۂ شاہ عالم سے مل کر یاقوت مستعصمی کا لکھا ہوا قرآن تحفتہً دیا۔
	(۳) سید احمد بن شیخ وفات سنہ ۱۰۲۴ھ	ف ۲۱۷ و ۵۶۸
	(۴) شاہ محمد ابن فضل اللہ نائب رسول اللہ وفات سنہ ۱۰۲۹ھ	ف ۵۶۹
	(۵) سید محمد بن عبداللہ وفات سنہ ۱۰۳۰ھ	ف ۲۱۰ و ۵۷۰
	(۶) حافظ قاری شیخ عیسٰی شاہ جند اللہ ولادت سنہ ۹۶۲ھ وفات سنہ ۱۰۳۱ھ ف ۲۱۲ و ۵۷۱	شاگرد ملا حکیم سندھی سید احمد بن رفیع الدین نے سنہ ۱۰۳۲ھ میں خاندانی حالات لکھے۔ قرأ کا بھی ذکر ہے۔
	(۷) سید جلال الدین ابن رفیع الدین وفات سنہ ۱۰۳۶ھ ف ۵۷۲	لطائف شاہیہ (اذکار قطب عالم و شاہ عالم) کو محمد بن جلال شاہی نے سنہ ۱۰۳۰-۴۰ھ میں لکھا۔
	(۸) شیخ نظام الدین تھانیسری وفات سنہ ۱۰۳۶ھ	ف ۵۷۳
	(۹) مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی ولادت سنہ ۹۷۱ھ وفات سنہ ۱۰۳۷ھ ف ۲۲۵ تا ۲۲۸	فرزند: حافظ قاری خواجہ محمد سعید (۲) حافظ قاری خواجہ محمد معصوم (۳) حافظ خواجہ محمد یحیٰی خلیفہ: خواجہ میر نعمان (۵) قاری شیخ طاہر لاہوری (۶) قاری شیخ بدیع الدین (۷) حافظ محمود گجراتی (۸) شیخ آدم بنوری
	(۱۰) قاری نورالدین نے معز الدین قاضی خان کیلئے مقصود القاری فارسی میں لکھی۔	ف ۵۷۵
	(۱۱) خواجہ فضل اللہ و خواجہ فضیل فرزندان شاہ محمد فضل اللہ ف ۵۶۹ (د)	
	(۱۲) عبدالحلیم شاہ دانا بھنڈاری، فون بہ انکلے سر متصل	ایک خوش خط مطلا قلمی قرآن شریف ۸ انچ × ۵ انچ

بہ بھیرونچ ف ۵۷۶

حضرت اپنے ساتھ لائے جو قرطبہ میں ۵۰۵ھ
میں لکھا گیا۔
(۲) عبدالقادر خوشنویس جو احمد نگر کا درباری خوشنویس
تھا اوسنے ایک قرآنی حمائل لکھی جو خوش خطی میں
بے مثل ہے اوس کا کاغذ زر افشان۔ جدول طلا
ہر سورہ طلائے سبز سے لکھا ہوا ہے۔ جگہ جگہ
لاجوردی دیا قوت سے تزئین کی گئی ہے اس
کی تصحیح و روایت شعبہ کا حاشیہ قاری محمد قاسم
بن قاری محمود نے ۱۰۳۶ھ میں لکھا جو شرف جنگ
کے کتب خانے میں بہ مقام حیدرآباد منتقل ہوا۔ اب
اونکی اولاد کے پاس ہے۔

ابراھیم عادل شاہ
۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ
ف ۵۸۰

(۱) شیخ حبیب بن عبداللہ بن شیخ العیدروس
۹۹۳ھ میں بیجاپور آئے۔ ۱۰۳۷ھ میں دولت آباد
گئے۔ وفات ۱۰۴۱ھ مدفون بہ خلد آباد متصل
گنبد ملک عنبر
ف ۵۸۱
و ۲۱۹

شہاب الدین محمد
شاہ جہاں
۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۸ھ

کتب خانہ حبیب گنج متصل علی گڑھ میں کلام اللہ
خط کوفی کے پانچ ورق ہیں جنکے متعلق شاہ جہاں کی
تصدیق ہے کہ حضرت علی کے دست مبارک کے لکھے ہوئے
(۲) فتح اللہ کاشانی کا نوشتہ قرآن مجید جو ۱۰۳۸ھ
میں لکھا گیا۔ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔
(۳) عبدالباقی الحداد کاتب نے ایک حمائل مطلا
و مذہب خوش خط لکھ کر شاہ جہاں کو نذر کیا۔
خدا بخش خان کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے
(۴) ایران میں ملا ابراھیم مصطفےٰ قاری نے
۱۰۴۰ھ میں قرأت امام عاصم میں ایک رسا

تحفۃ القرا، فارسی میں شاہ عباس کے زمانے میں لکھا تھا اس کا ایک قلمی نسخہ سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اس کو دوسری بار آقا سید علی شوستری نے سنہ ۱۳۰۳ھ میں بمبئی سے طبع کرایا۔ طبع شدہ نسخے کی ایک کاپی حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے

(۱) قاری عبدالقادر حضرمی ثم احمد آبادی ولادت سنہ ۹۷۸ھ وفات سنہ ۱۰۳۸ھ	و ۵۸۲ت
(۲) ملا حافظ عبدالکریم نبیرہ مخدوم نظام الدین کاکوروی قاری ہفت قرأت وفات سنہ ۱۰۳۹ھ	و ۵۸۳ت و ۵۸۴ت و ۵۸۵ت و ۵۸۶ت
(۳) ملا عبدالقادر نبیرہ مخدوم نظام الدین	و ۵۸۷ت
(۴) شیخ جان اللہ لاہوری وفات سنہ ۱۰۳۹ھ	و ۵۸۸ت
(۵) شیخ علی متقی سوم وفات سنہ ۱۰۴۰ھ	و ۵۸۹ت
(۶) شیخ محمد اعظم چشتی وفات سنہ ۱۰۴۲ھ	و ۵۹۱ت
(۷) مخدوم شاہ طیب بنارسی وفات سنہ ۱۰۴۲ھ	و ۵۹۲ت
(۸) ملا حامد قادری مقری وفات سنہ ۱۰۴۴ھ	و ۵۹۳ت
(۹) مقبول عالم احمد آبادی ولادت سنہ ۹۸۹ھ وفات ۱۰۴۵ھ	و ۵۹۴ت
(۱۰) شیخ محمد میر بالاپیر ولادت سنہ ۹۵۷ھ وفات ۱۰۴۵ھ و ۵۹۵م و ۵۹۶ت و ۵۹۷ت	جہانگیر سے ایک مرتبہ ملا تھا۔ نذر نہیں لی۔ ہرن کا چمڑا ہدیہ میں لے لیا۔ آپکی بہن جمال دلیہ رابعہ وقت تھیں ان کی اولاد سجادہ نشین ہوئی اون کا انتقال سنہ ۱۰۴۹ھ میں ہوا۔
(۱۱) ابوبکر بن احمد بن حسین بن عبداللہ العیدروس وفات سنہ ۱۰۴۸ھ	و ۲۲۰ت و ۵۹۸ت
(۱۲) شہباز محمد بھاگل پوری وفات سنہ ۱۰۵۰ھ	و ۵۹۹ت
(۱۳) حافظ مقری شیخ عبدالحق محدث دہلوی ولادت سنہ ۹۵۸ھ وفات سنہ ۱۰۵۲ھ و ۱۸۸ت و ۶۰۰ت	شاگرد تھے عبدالوہاب متقی کے۔ قرأت سے متعلق دو کتابیں لکھیں (۱) درۃ الفرید (۲) شرح قصیدہ الجزریہ۔

(۱۴) شیخ آدم بنوری لاہوری وفات در مکہ سنہ ۱۰۵۳ھ ف ۶۰۱	انکے مرید حافظ قاری سید عبداللہ جو استاد تھے عبد الرحیم کے۔
(۱۵) شیخ حامد وفات سنہ ۱۰۵۴ھ ف ۶۰۲	
(۱۶) ستی النساء خانم حافظہ قاریہ ہمشیرہ طالب آملی وفات سنہ ۱۰۵۶ھ ف ۶۰۳	انکی شاگرد تھیں جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہان
(۱۷) قاضی احمد بن ابوبکر حنفی متوفی وفات سنہ ۱۰۵۷ھ	ف ۶۰۴
(۱۸) شیخ محب اللہ الہ آبادی وفات سنہ ۱۰۵۸ھ ف ۶۰۵	قرأت پر ایک تصنیف بھی ہے۔
(۱۹) سید جلال مقصود عالم ولادت سنہ ۱۰۰۳ھ وفات سنہ ۱۰۵۹ھ	ف ۶۰۶
(۲۰) بیگم مقرب خان وفات سنہ ۱۰۶۰ھ	ف ۵۶۱۳ ف ۶۰۸
(۲۱) خواجہ بہاری خلیفہ میاں میر لاہوری وفات سنہ ۱۰۶۰ھ ف ۶۰۷	
(۲۲) امیر سید ابو العلیٰ ولادت سنہ ۹۹۰ھ وفات سنہ ۱۰۶۱ھ ف ۶۰۹	سنہ ۱۰۳۵ھ میں قرآن شریف لکھا۔
(۲۳) سید جعفر بن علی بھتیجے تھے سید محمد بن عبداللہ کے وفات سنہ ۱۰۶۴ھ ف ۲۲۰ ف ۶۱۲	
(۲۴) شاہ سلیمان قادری سجادہ نشین شاہ معروف چشتی قادری کے وفات سنہ ۱۰۶۵ھ ف ۶۱۳	انکے خلیفہ حاجی محمد قادری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش قادری۔
(۲۵) مخدومہ بیگم زوجہ ابوالحسن لاہوری وفات سنہ ۱۰۶۶ھ ف ۶۱۴ ف ۶۱۵ ف ۶۱۶ ف ۶۱۷	قرأت کا ایک بڑا مدرسہ لاہور میں قائم کیا۔
(۲۶) شیخ الاسلام حافظ قاری ملا عبد الحکیم سیالکوٹی وفات سنہ ۱۰۶۷ھ	ف ۶۱۸
(۲۷) نور الدین محمد بن علی وفات سنہ ۱۰۶۰ھ	ف ۶۱۹ ف ۲۲۰
(۲۸) صدر المجودین حضرت عبد الخالق متوفی المصری سنہ ۱۰۵۰ھ میں دہلی آئے عالمگیر کے زمانے تک قیام رہا ف ۲۳۱ تا ف ۲۳۳ - ف ۶۲۰	یہ شاگرد تھے شمس الدین محمد بن اسمٰعیل المخاطب بہ بقری کے شاگرد (۱) حافظ عبد الغفور دہلوی (۲) حافظ محمد فاضل ٹھٹھی (۳) حافظ عبدالر

نام		کیفیت
		استاد میرزا مظہر جانِ جانان۔ اونکے بعد: (۴) حافظ غلام محمد گجراتی ثم الدھلوی (۵) حافظ عبد الملک بن نواب حبش خان دہلوی (۶) حافظ غلام مصطفےٰ (۷) حافظ شاہ عبد المجید عرف صوبہ ہند (۸) حافظ محمد معروف بہ مولانا کرم اللہ دہلوی (۹) حافظ قادر بخش (۱۰) حافظ محمدی ہر دو ابنائے خدا بخش انصاری پانی پتی (۱۱) حافظ مرزا محمد بیگ دہلوی (۱۲) حافظ سید امام الدین امروہی نقشبندی۔
(۲۹) حافظ قاری ملا عزیز اللہ ابن عبد الکریم کاکوروی	ف ۶۲۱	
(۳۰) 〃 ملا ضیاء اللہ 〃	ف ۶۲۲	
(۳۱) 〃 ملا محمد ماہ 〃	ف ۶۲۳	
(۳۲) مفتی ابو البقا جونپوری	ف ۶۲۴	
(۳۳) قاری محمد نجاد محمد قاری عشرہ	ف ۶۲۵	اونکے فرزند محمد داؤد
(۳۴) قاری شیخ ابو المعالی بلگرامی	ف ۶۲۶	
(۳۵) میاں محمد حسین لاہوری	ف ۶۲۷	
(۳۶) حافظ میاں سعد اللہ لاہوری	ف ۶۲۸	ہر سہ نواسے تھے میاں نور الدین لاہوری کے۔
(۳۷) میاں فتح محمد لاہوری	ف ۶۲۹	
(۳۸) نواب محمد بن محمد علی موسی الحسینی الماژندرانی المخاطب بہ مفتخر خان برہان پوری		اونکی لڑکی مریم بیگم قاریہ تھیں۔ زیب النساء کی استانی ۱۱۳۰ھ میں وفات ہوئی۔ برہان پور میں دفن ہوئیں سنگ مرمر کا کتبہ سرہانے ہے۔
(۳۹) شیخ وجیہ الدین (شاہ ولی اللہ کے دادا)	ف ۶۳۱	
(۴۰) سید شاہ محمود قادری بالاپوری فرزند شاہ حلیم بھنڈاری	ف ۶۳۲	ایک خوش خط قرآن مجید آپ ساتھ لائے تھے جو ابو حنیفہ کا لکھا ہوا بتایا جاتا ہے۔ اس وقت اس خاندان میں موجود ہے اس کی ندرت یہ ہے کہ

بادشاہ		
عبداللہ قطب شاہ سنہ ۱۰۳۵ھ تا سنہ ۱۰۸۳ھ	ف ۵۷۸	ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے۔ (۲) ایسا ہی ایک نسخہ جو اسی سائز اور اوسی کاتب کا معلوم ہوتا ہے خدا بخش خاں کی لائبریری واقع بانکی پور میں محفوظ ہے۔ حیات نگر میں مسجد و مدرسہ بنوایا۔ (۲) دوسرا مدرسہ ملا محمد ابن خاتون نے لنگر فیض میں بنوایا
علی عادل شاہ دوم سنہ ۱۰۶۸ھ تا سنہ ۱۰۸۳ھ	ف ۶۳۳ (۱) سید شریف ابوبکر بن حسین بن عبدالرحمن وفات سنہ ۱۰۷۴ھ (۲) احمد بن عبداللہ النائطی وفات سنہ ۱۰۷۵ھ (۳) شیخ احمد بن عمر حضرمی (۴) خواجہ محمد زبیر احمد احمد آبادی ثم بیجاپوری وفات سنہ ۱۰۸۸ھ (۵) محمد عرب حضر موت سے بیجاپور آئے وفات سنہ ۱۰۹۵ھ	(۱) دربار کے خوشنویس عبداللطیف نے سبعہ قرات کے اختلافات حاشیے پر بتلاتے ہوئے مطلا قرآن شریف سنہ ۱۰۷۳ھ میں لکھا جو حیدرآباد کے عجائب خانہ واقع باغ عامہ میں محفوظ ہے۔ (۲) عماد الدین علی شریف نے ایک بیگم کی فرمائش کی تکمیل کیلئے رسالہ تجوید فارسی میں سنہ ۱۰۷۳ھ میں خوش خط و مطلا لکھا جو حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ ف ۶۳۵ ف ۶۳۶ ف ۶۳۷ ف ۶۳۸ ف ۲۲۱ ف ۶۳۹ ف ۲۲۱ ف ۶۴۲ ف ۲۲۱ ف ۶۴۳
سکندر عادل شاہ سنہ ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۷ھ ف ۶۴۰	(۱) قاری عبدالقادر فرزند محمد عرب (۲) قاری شیخ ابراہیم " یہہ سکندر کے استاد تھے (۳) قاری حافظ عبدالغفور " ف ۲۲۱ ف ۶۴۴	محمد واصل نے ایک قرآن شریف سنہ ۱۱۰۰ھ میں لکھا جس میں سبعہ قرأت کے اختلافات حاشیے پر درج ہیں یہہ قرآن مجید محمد شبلی یزدانی کے پاس حیدرآباد میں محفوظ ہے۔

ابو الحسن تاناشاہ قطب شاہی
١٠٨٣ھ وفات ١١١٨ھ
ف٦٤٥

(١) علی الحسینی الکوہ کیلوی ابن سید رکن الدین احمد ١٠٨٣ھ میں گولکنڈہ آئے۔
و٦٤٦ و٦٤٧

تجوید و قرأت عشرہ پر ایک کتاب حلیۃ القاری ١٠٩٥ھ میں تصنیف کی جس کے دو قلمی نسخے حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہیں۔ ایک قلمی نسخہ ڈاکٹر عبدالحق صاحب مرحوم کے کتب خانے واقع مدراس میں ہے ایک قلمی نسخہ جو ١١٧٩ھ میں نقل کیا گیا کتب خانہ سعیدیہ واقع ٹونک میں موجود ہے۔

محی الدین اورنگ زیب
ولادت ١٠٢٨ھ
١٠٦٩ھ تا ١١١٨ھ
و٦٥١
و٦٥٢
و٦٥٣
و٦٥٤

خود حافظ و قاری ہفت قرأت۔ عالم و صوفی تلمیذ خواجہ محمد سعید خلف مجدد صاحب
و٦٥٩

کئی نسخے قرآن شریف کے اپنے ہاتھ سے لکھے ایک قرآن مجید ١٠٠٤ھ میں لکھا تھا اوس کا عکس لیا گیا ہے اوس کی ایک نقل خانقاہ نقشبندیہ بالاپور (علاقہ برار) میں موجود ہے۔

و٦٥٦
(٢) مطلا۔ مذہب۔ زبرجد کے بیل بوٹے والا دیدہ زیب۔ بڑی تقطیع کا قرآن مجید جس کو مراد خان صفوی ابن سلطان مراد نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور کا نصف ثانی رامپور کی اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ اس پر عشرہ قرأت کے اختلافات حاشیے پر درج ہیں جو مطابق النشر و تقریب النشر ہیں۔ ١٠٧٢ھ سے ١٠٧٤ھ میں تین سال کی مدت میں لکھا گیا۔ کاتب کا دعویٰ ہے کہ حسین ابن علی اور مخدوم جلال الدین جہانیان جہان گشت کے قرآن سے اس کی تصحیح کی گئی ہے۔

و٦٥٨
(٣) یار محمد سمرقندی کے قواعد القرآن کا ایک قلمی نسخہ جس کو کاتب امام الدین نے لمجار قلعہ کھلنا میں ١٠٧٥ھ میں نقل کیا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

و٦٥٧
(٤) خوشنویس عبدالباقی الحداد نے بڑی سائز پر

ف ٦٦١

(۲) مولانا محمد اسحاق بھرونچی وفات سنہ ۱۰۷۲ھ
(۳) مولانا نور الحق فرزند عبد الحق محدث وفات سنہ ۱۰۷۲ھ
(۴) حافظ قاری حضرت خواجہ معصوم صاحب مجددی
ولادت سنہ ۱۰۰۷ھ وفات سنہ ۱۰۷۹ھ ف ٦٦٢
(۵) حافظ مقری سید عبد اللہ قاری ہفت قرات
وفات سنہ ۱۰۸۰ھ ف ۲۵۲ تا ف ۲۵۶ ف ٦٦٣
(٦) قاری حاجی شاہ عبد اللہ ایلچپوری وفات سنہ ۱۰۸۰ھ
(۷) بدر النسا، دختر اورنگ زیب حافظ و قاریہ
ولادت سنہ ۱۰۵۷ھ - وفات سنہ ۱۰۸۰ھ
(۸) بادشاہ بیگم قاریہ - دختر اورنگ زیب
(۹) سید جعفر بدر عالم ولادت سنہ ۱۰۲۳ھ وفات سنہ ۱۰۸۵ھ
(۱۰) شیخ محمد اسمٰعیل مدرس لاہوری سہروردی
ولادت سنہ ۹۹۵ھ - وفات سنہ ۱۰۸۵ھ ف ٦٦٨

ایک قرآن مجید مطلا - مذھب لکھ کر اورنگ زیب کو نذر دیا جیسا شاہجہاں کو نذر دیا تھا - یہہ قرآن مجید خدا بخش خاں کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے -

(۵) سبعہ قرأت کے حاشیے والا قرآن مجید قاری حافظ علاء الدین بن شیخ ابو الخیر ابن شیخ محمد طیب نے سنہ ۱۰۹۴ھ میں لکھا - جو نسخہ قاری حافظ محمد سعد اللہ صاحب ناظم تجوید القرآن منگھیر کے پاس موجود ہے -

ف ٦٦٠

اونکے شاگرد سید محمد مبارک محدث بلگرامی
آپ کے مرید حافظ قاری حامد تھے -

استاد تھے شاہ عبد الرحیم کے -

ف ٦٦٤

ف ٦٦٥

ف ٦٦٦

ف ٦٦٧

خلیفہ حافظ الٰہی بخش (۲) مرید مقری شیخ محمد صالح وفات سنہ ۱۱۱۵ھ (۳) میاں جان محمد لاہوری وفات سنہ ۱۰۸۵ھ (۴) جان محمد دوم وفات سنہ ۱۱۲۰ھ (۵) حافظ عبد اللہ (٦) حافظ محمد فاضل (۷) حافظ الٰہی بخش لوبرہ (۸) حافظ محمد حسین (۹) حافظ شیخ محمد

(١٠) حافظ شیخ محمد ہاشم (١١) حافظ عبدالحمید (١٢) حافظ عبدالکریم قصوری (١٣) حافظ اخوند محمد عمر (١٤) حافظ امانت خان (١٥) حافظ فتح محمد خوشالی (١٦) حافظ مولوی تیمور لاہوری (١٧) حافظ محمود وفات سنہ ١١٧٠ھ (١٨) حافظ معزالدین وفات سنہ ١٢١٣ھ (١٩) حافظ شرف الدین وفات سنہ ١٢٧٢ھ (٢٠) فرزند حافظ احمدالدین۔

ف ٦٧١ — (١١) شیخ القراء عبدالباری تقی الدین محمد قاری سبعہ قراءات نے سبعہ قرأت میں کنز الایمان تصنیف کی۔

ف ٦٥٤ ف ٦٧٢ — (١٢) قاری محمد نعیم الدخشی الرستاقی نے تحفۃ الخاقان فی رسم القرآن فارسی میں سنہ ١٠٨٠ھ میں لکھی۔

ف ٦٧٣ — (١٣) قاری نعمت اللہ بن رحمت اللہ لاہوری نے مفید القراء فارسی میں سنہ ١٠٨٩ھ میں لکھی جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ ایک نسخہ سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں موجود ہے۔ نیز ایک نسخہ مقری خواجہ محمد احمد قاری عشرہ سابق ناظم آثار قدیمہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

ف ٦٧٤ — (١٤) قاری حافظ محمد حسن ایلچپوری وفات سنہ ١٠٩٠ھ

ف ٦٧٥ — (١٥) جہاں آرا بیگم شاگرد ستی النساء خانم (دختر شاہجہاں) ولادت سنہ ١٠٢٣ھ۔ وفات سنہ ١٠٩٢ھ — آگرے میں شاندار جامع مسجد بنائی اور ایک بڑا مدرسہ قائم کیا جس کے جملہ اخراجات کی خود کفیل تھی۔

(١٦) ثریا بیگم دختر شاہ جہاں ف ٦٧٦

ف ٦٧٧ — (١٧) حافظ قاری محمد یحییٰ فرزند مجدد صاحب ولادت سنہ ١٠٢٤ھ۔ وفات سنہ ١٠٩٦ھ

ف ٦٧٨ — (١٨) شیخ القراء عبدالخالق دہلوی (دوم) وفات سنہ ١٠٩٦ھ

ف ٦٧٩ — (١٩) شیخ عبدالکریم بلگرامی وفات سنہ ١١٠١ھ

ف ٦٨٠ — (٢٠) زیب النساء بیگم دختر اورنگ زیب — قاریہ۔ حافظہ۔ شاعرہ۔ خوشنویس شاگرد ملاجیون

		وملا عظمت اللہ در فقہ و مریم بیگم در قرأت و تجوید۔
و ۶۸۱	(۲۱) زینت النساء بیگم دختر اورنگ زیب	حافظہ وقاریہ۔ انکی بیٹی اور پوتی دونوں حافظہ وقاریہ تھیں۔
و ۶۸۲	(۲۲) حاجی شیخ محمد قادری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش سجادہ نشین شاہ سلیمان قادری وفات ۱۱۰۳ھ	آپ کے فرزند حافظ برخوردار نوشاہی۔ (۲) داماد حافظ معموری۔ (۳) پوتے میاں رحمت اللہ۔
و ۶۸۳	(۲۳) مولانا محمد بن اسحاق بھروچی وفات ۱۱۰۳ھ	والد کا مدرسہ چلایا۔
	(۲۴) سید ضیاء اللہ بلگرامی وفات ۱۱۰۴ھ	و ۶۸۴
	(۲۵) قاری شیخ حسین ایلچپوری وفات ۱۱۰۵ھ	و ۶۸۵
	(۲۶) امام المدرسین مولانا محمد حسین شہادت ۱۱۰۸ھ	شاگرد تھے محمد زبیر کے۔ رسم الخط قرآنی پر ایک رسالہ لکھا جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ سعیدیہ واقع حیدرآباد میں محفوظ ہے۔
	و ۲۴۱ تا و ۲۴۳ و ۶۸۶	
و ۶۸۷	(۲۷) حافظ ضیاء اللہ (دوم) وفات ۱۱۰۹ھ	انکے فرزند سید قادری فاضل حافظ و قاری و حاجی تھے وفات ۱۱۴۴ھ میں ہوئی۔
	(۲۸) سید جعفر مجید عالم بخاری ولادت ۱۰۸۱ھ وفات ۱۱۰۹ھ	و ۶۸۸
	(۲۹) قاری شیخ الاسلام فرزند مجد الدین طاہر وفات ۱۱۰۹ھ	و ۶۸۹
	(۳۰) بابا محمد سعید پلنگ پوش نقشبندی اورنگ آبادی وفات ۱۱۱۰ھ	و ۶۹۱
و ۶۹۲	(۳۱) قاری حافظ علاء الدین قاری سبعہ قرأت ابن ابوالخیر ابن شیخ محمد طیب ولادت ۱۰۴۰ھ وفات ۱۱۱۰ھ	خوشنویس۔ سبعہ کے حاشیے والی ایک حمائل ۱۰۹۶ھ میں لکھی جو قاری حافظ محمد سعد اللہ صاحب مونگھیری کے پاس موجود ہے۔
	(۳۲) ابوالمجد محبوب عالم قاری ہفت قرأت ولادت ۱۰۴۶ھ۔ وفات ۱۱۱۱ھ	و ۶۹۳
	(۳۳) شاہ عبداللطیف راوی ہفت قرأت تلے گاؤں	ایک مطلا قرآن شریف جس کی لمبائی دو فٹ اور

دساسر (برار) اورنگ زیب کے عہد حکومت میں انتقال ہوا۔	چوڑائی ایک فیٹ ہے۔ اس پر ایک سبعہ کا حاشیہ اور دوسرے پر تفسیر ہے۔ یہہ حضرت کا لکھا ہوا بتایا جاتا ہے۔ آپ کے دو شاگرد تھے اون میں سے ایک شاہِ جلال تھے۔
(۳۴) مولانا سلیمان کردی شاگرد عبدالحق محدث	ف ٦٩٥
(۳۵) سید نوراللہ بلگرامی وفات سنہ ۱۱۱۳ھ	ف ٦٩٦
(۳٦) سید جلال حمید عالم احمد آبادی ولادت سنہ ۱۰٦۲ھ وفات سنہ ۱۱۱۴ھ	ف ٦٩٧
(۳۷) مولوی عبدالغفور برادر شیخ عبدالکریم بلگرامی	ف ٦٩۸
(۳۸) شیخ عنایت اللہ فرزند شیخ عبدالکریم بلگرامی وفات سنہ ۱۱۱۵ھ	ف ٦٩٩
ف ۷۰۰ (۳۹) حافظ شیخ محمد صلح لاہوری وفات سنہ ۱۱۱۵ھ	شاگرد تھے شیخ محمد اسمٰعیل مدرس کے
(۴۰) سید آیات اللہ بن علم اللہ نصیر آبادی وفات سنہ ۱۱۱٦ھ	ف ۷۰۱
(۴۱) شاہ تیمم پرہیزی حیدرآبادی وفات سنہ ۱۱۱۷ھ	ف ۷۰۲
(۴۲) شیخ القراء حافظ سید عنایت اللہ بالاپوری مجددی لاہور سے بالاپور سنہ ۱۰۵۹ھ میں آئے وفات سنہ ۱۱۱۷ھ	برادر خورد قاری سید محمد سعید وفات سنہ ۱۱۲۵ھ فرزندان: قاری محب اللہ ولادت سنہ ۱۰۷۵ھ وفات سنہ ۱۱۱۹ھ (۲) سید مغیب اللہ ولادت سنہ ۱۰۸۳ھ وفات سنہ ۱۱٦۱ھ (۳) سید مبین اللہ " سنہ ۱۰۸۵ھ " سنہ ۱۱۵۸ھ (۴) ظہیر الدین بن محب اللہ " سنہ ۱۱۰۵ھ " سنہ ۱۱۴۱ھ (۵) امام الدین " سنہ ۱۱۱۰ھ " سنہ ۱۱٦۵ھ (٦) سید مجدد الدین عرف خواجہ معصوم " سنہ ۱۱۱٦ھ " سنہ ۱۱۹۸ھ (۷) سید مجیب اللہ بن مغیب اللہ " سنہ ۱۱۱٦ھ " سنہ ۱۱۵٦ھ (۸) محمد قسمر الدین " سنہ ۱۱۲۳ھ " سنہ ۱۱۹۳ھ
ف ۲۳۵ تا ف ۲۴۰ ف ۷۰۳	

ف ۷۰۴ — (۴۳) خواجہ محمد صالح عرف خواجہ وفا اورنگ آبادی
ولادت ۱۰۲۰ھ - وفات ۱۱۱۸ھ
(۴۴) مصطفیٰ بن سعید نے نجوم القرآن در کلید قرآنی،

(۴۵) قاری حافظ محمد فاضل فرزند کوکلاجاٹ

ف ۷۰۶ — (۴۶) قاری سید محمد مبارک محدث بلگرامی
(۴۷) قاری محمد داؤد ابن نجاد محمد قاری عشرہ و خوشنویس

بہادر شاہ ۱۱۱۸ھ — ۱۱۲۴ھ

خود حافظ و قاری تھا ولادت ۱۰۵۹ھ
وفات ۱۱۲۴ھ

ف ۷۱۱

(۲) قاری محب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ
ولادت ۱۰۷۵ھ - وفات ۱۱۱۹ھ
(۳) سید نصیر الدین برہان پوری وفات ۱۱۱۹ھ
(۴) حافظ قاری جان محمد دوم شاگرد
محمد اسمٰعیل مدرس وفات ۱۱۲۰ھ
(۵) مولانا احمد بن سلیمان استاد مخدوم العالم
شیخ نور الدین وفات ۱۱۲۰ھ

(۹) شمس الدین ولادت ۱۱۲۸ھ وفات ۱۱۷۲ھ
کشمیر سے دہلی شاہ جہان کے زمانے میں آئے وہاں
سے اورنگ آباد آکر سکونت پذیر ہوئے وہیں ۹ فنون میں
۱۱۰۲ھ میں لکھنا شروع کی۔ ۱۱۲۲ھ میں ختم کیا
۱۲۲۶ھ میں مدراس سے طبع ہوئی۔ ایک نسخہ
کتب خانہ سعیدیہ حیدر آباد میں موجود ہے۔

ف ۷۰۵

یہہ شاگرد تھے مولانا نور الحق ابن عبد الحق کے۔

ف ۷۰۷

الدقائق المحکمہ فی شرح المقدمہ تصنیف ابو یحییٰ
زکریا الانصاری کی کتابت امام الدین کاتب نے
۱۱۲۳ھ میں کی جو عثمانیہ یونیورسٹی کی لائبریری
میں موجود ہے۔
(۲) جہد المقال قرأت سبعہ میں عربی میں ۱۲۲۴ھ
میں۔ جس کی کتابت ظہور الحق مراد آبادی نے
۱۲۷۶ھ میں کی۔ اوس کی نقل حاجی حبیب اللہ ابن
محمد فاضل نبواجی ڈیرہ اسمٰعیل خان نے خانقاہ
غلام علی شاہ میں کی۔

ف ۷۱۲

ف ۷۱۳

ف ۷۱۴

ف ۷۱۶

ف۲۱۵	(۶) شیخ القراء حافظ عبد الغفور وفات ۱۱۲۰ھ	شاگرد تھے عبد الخالق متوفی کے ف۲۳۵
جہاندار شاہ ۱۱۲۴ھ تا ۱۱۳۱ھ	(۱) قاری مولانا محمد سعید برادر شاہ عنایت اللہ وفات تقریباً ۱۱۲۵ھ	
ف۲۱۷	(۲) شاہ میران بخاری ثم بیجاپوری وفات ۱۱۲۵ھ ف۲۱۸	فرزند اکبر قطب عالم حیات نگر کے مدرسے میں مدرس رہے۔ (۲) فرزند دوم حافظ محمد
	(۳) شیخ حامد قادری وفات ۱۱۲۶ھ ف۲۱۹	
	(۴) محمد عاشور بابا شاہ مسافر اورنگ آبادی ولادت ۱۰۶۰ھ۔ وفات ۱۱۲۶ھ	ف۲۲۰
ف۲۲۱	(۵) مقری شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون استاد اورنگ زیب۔ وفات ۱۱۳۰ھ	راوی ہفت قرات سبعہ کے حاشیے والا قرآن مجید ۱۰۷۱ھ میں لکھا جو فصیح جہان بیگم صاحبہ ساکن ٹونک کے کتب خانے میں موجود ہے۔
ف۲۲۲	(۶) حافظ برخوردار نوشاہ وفات ۱۱۳۰ھ	
	(۷) شاہ عبد الرحیم والد شاہ ولی اللہ ولادت ۱۰۵۴ھ وفات ۱۱۳۱ھ	ف۲۲۳ و ف۲۵۱ تا ف۲۵۶
محمد شاہ ۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ	ف۲۲۴	کفایت القاری منظوم فارسی میں قاری سیف الدین نے ۱۱۳۶ھ میں لکھی۔ رامپور کی لائبریری میں ایک نسخہ موجود ہے۔ نیز دوسرا نسخہ نواب سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔
	(۱) قاری مرزا عبد القادر بیدل عظیم آبادی وفات ۱۱۳۳ھ	ف۲۲۶
	(۲) حافظ امان اللہ بن نور اللہ بنارسی وفات ۱۱۳۳ھ	ف۲۲۵
	(۳) قاری شیخ محمد فاضل سندھی استاد شاہ ولی اللہ وفات تقریباً ۱۱۳۵ھ	ف۲۲۷
ف۲۲۸	(۴) ملا محمد عتیق مقری و محدث بہاری وفات ۱۱۳۵ھ	آپ کے شاگرد رشید وجیہ الحق قاری عشرہ
	(۵) سید احمد بن ضیاء بلگرامی وفات ۱۱۴۳ھ ف۲۹	

(۶) سید اشرف بن ضیاء اللہ شہادت ۱۱۴۴ھ

ف ۷۳۱ — (۷) سید قادری حافظ و قاری وفات ۱۱۴۴ھ

(۸) حافظ معموری داماد حافظ برخوردار

ف ۷۳۳ — (۹) شیخ محمد صالح عرف پیر بابا ابن مخدوم العالم
شیخ نور الدین احمد آبادی وفات ۱۱۴۷ھ

(۱۰) محمود عالم وفات ۱۱۴۹ھ — ف ۷۳۴

(۱۱) حافظ جان محمد بلگرامی ولادت ۱۰۸۲ھ وفات ۱۱۴۹ھ

(۱۲) ملا وجیہ الحق وفات ۱۱۵۰ھ — ف ۷۳۶

(۱۳) حافظ خلیل الرحمٰن کاکوروی وفات ۱۱۵۱ھ

(۱۴) حافظ خواجہ سعد اللہ شاہجہان آبادی وفات ۱۱۵۲ھ

(۱۵) المخدوم عالم شیخ نور الدین احمد آبادی
ولادت ۱۰۶۴ھ وفات ۱۱۵۵ھ

ف ۷۴۰

(۱۶) قاری حافظ نور الدین محمد آفتاب کشمیری
ولادت ۱۰۸۶ھ وفات ۱۱۵۶ھ

(۱۷) عبد اللطیف امروہی وفات ۱۱۵۷ھ

(۱۸) مولانا اکبر یار کشمیری بن خیر الدین وفات ۱۱۵۸ھ

(۱۹) قاری عبد المجید ابن قاری ملا جیون وفات ۱۱۶۰ھ

ف ۷۴۴

ف ۷۳۰

ابن حافظ ضیاء اللہ

ف ۷۳۲

قاری سبعہ قرأت

ف ۷۳۵

عشرہ کے حاشیے والا قرآن شریف جسکی کتابت ۱۱۴۵ھ میں ہوئی خاندان میں موجود ہے۔

ف ۷۳۷

ف ۷۳۸

شاگرد، محمد اکرام الدین صوبیدار گجرات نے ۱۱۱۱ھ میں مدرسہ وکتب خانہ احمد آباد میں قائم کیا۔ فرزند: حافظ قاری شیخ محمد عرف پیر بابا۔ فرزند دوم: قاضی محمد نظام الدین وفات ۱۱۶۵ھ۔ لڑکیاں: (۱) حمیدہ (۲) سعیدہ (۳) عفیفہ (۴) صالحہ۔

ف ۷۴۱

ف ۷۴۲

ف ۷۴۳

خوشنویس ایک قرآن مجید مطلاً مذھب لکھا۔ فارسی ترجمہ۔ بین السطور سرخی سے ہے۔ یہہ قرآن مجید خدا بخش خان کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے۔

	(۲۰) قاری حافظ غلام مصطفیٰ شاگرد قاری عبدالغفور وفات ۱۱۶۰ھ	ف ۷۴۵
	(۲۱) شیخ نظام الدین فرنگی محلی وفات ۱۱۶۱ھ	و ۷۴۶
	(۲۲) قاضی محمد نظام الدین ابن مخدوم العالم شیخ نورالدین وفات ۱۱۶۵ھ	ف ۷۴۷
	(۲۳) شیخ علی القادری الکوکنی نوائطی عالم و قاری شاگرد میرزا عبدالقادر بیدلؔ	و ۷۴۸
نظام الملک آصفجاہ ۱۱۳۷ھ تا ۱۱۶۱ھ و ۷۴۹	(۲) قاریہ حافظہ بی بی منگھن ایلچپوری ولادت ۱۰۵۵ھ وفات ۱۱۴۰ھ	ف ۷۵۰
	(۳) قاری سید حسین ایلچپوری وفات ۱۱۴۰ھ	ف ۷۵۰
	(۴) سید ظہیرالدین بن محب اللہ وفات ۱۱۴۱ھ	و ۷۵۱
	(۵) سید مجیب اللہ بن منیب اللہ وفات ۱۱۵۶ھ	و ۷۵۲
	(۶) قاری مبین اللہ ابن شاہ عنایت اللہ وفات ۱۱۶۱ھ	و ۷۵۳
	(۷) قاری منیب اللہ بالاپوری	ف ۷۵۴
ناصر جنگ ۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۴ھ	(۱) قاری سید امام الدین ابن محب اللہ وفات ۱۱۶۵ھ	و ۷۵۵
صلابت جنگ ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۷۵ھ		
عالمگیر ثانی ۱۱۶۷ھ تا ۱۱۷۳ھ	(۱) حافظ محمود لاہوری وفات ۱۱۷۰ھ ف ۷۵۶	جو جانشین تھے شیخ محمد لاہوری کے
	(۲) قاری شمس الدین ابن منیب اللہ وفات ۱۱۷۲ھ	و ۷۵۷
محمد علی والاجاہ ولادت ۱۱۳۵ھ ۱۱۶۲ھ تا ۱۲۱۰ھ	ف ۷۶۰	
شاہ عالم ثانی ۱۱۷۳ھ تا ۱۲۲۱ھ و ۷۹۵	(۱) حافظ نواب غلام رسول خان امیر دربار شاہ عالم	و ۷۹۶
	(۲) شاہ ولی اللہ ولادت ۱۱۱۴ھ وفات ۱۱۷۶ھ	و ۲۵۱ تا ۲۵۶ و ۷۹۷

(۳) شیخ علی حزین مدفون بہ بنارس وفات سنہ ۱۱۸۰ھ و ۷۹۸

(۴) سید شاہ ابوالحسن فربی شاگرد مولانا محمد حسین امام المدرسین ولادت سنہ ۱۰۹۰ھ وفات سنہ ۱۱۸۲ھ ف ۷۶۴ و ۷۹۹ و ۴۲۳
ویلور میں مدرسہ لطیفیہ قائم کیا جس کے اساتذہ و مقریان دور دور سے بلائے گئے۔

(۵) حافظ رحمت اللہ خان سردار روھیل کھنڈ ولادت سنہ ۱۱۲۱ھ۔ شہادت سنہ ۱۱۸۸ھ ف ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ ف ۸۰۰
مفتی محمد عوض بدایونی کا نوشتہ رسالہ قراءت جو سنہ ۱۱۸۸ھ میں لکھا گیا۔ صدیق حسین خان کے کتب خانے میں موجود ہے
(۲) مقصود الحافظین کے نام سے تجوید میں ایک تصنیف بزبان فارسی لکھی گئی جو شرح ہے قصیدہ حرز الامانی و وجہ التہانی
کی۔ یہ تصنیف محمد صالح نے سنہ ۱۱۹۰ھ میں کی جو کتب خانہ مظاہر العلوم سہارنپور میں موجود ہے۔

(۶) مرزا مظہر جانجاناں دہلوی شاگرد مقری حافظ عبدالرسول ولادت سنہ ۱۱۱۱ھ۔ شہادت سنہ ۱۱۹۱ھ و ۸۰۱۔

(۷) محی الدین شاہ عبداللطیف قادری ذوقی وفات سنہ ۱۱۹۲ھ ف ۷۶۴ ج و ۸۰۲

(۸) امین الدین بن سیف الدین ویلوری ولادت سنہ ۱۱۲۶ھ وفات سنہ ۱۱۹۵ھ و ۸۰۳

(۹) سید احمد اللہ مجددی فرزند شیخ ثناء اللہ وفات سنہ ۱۱۹۸ھ۔ شاگرد میرزا مظہر جانجاناں و ۸۰۴

(۱۰) شیخ رکن الدین احمد ثانی گجراتی۔ ولادت سنہ ۱۱۴۱ھ۔ وفات سنہ ۱۱۹۸ھ و ۸۰۵
قصیدہ رائیہ شاطبیہ کو حافظ قطب الدین ولد حافظ محمد عاقل نے سنہ ۱۱۹۹ھ میں میاں صبغۃ اللہ کے لئے لکھا
جو رامپور کے کتب خانے سے دلی منتقل ہوا۔ روایت صحیح اربعہ زوائد عشرہ قرات کو محمد بن محمود ابن حسن ابن سلیمان
نے عربی میں سنہ ۱۲۰۰ھ میں لکھا جو قلمی مظاہر العلوم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

(۱۱) قاضی محمد ابن ابو محمد انصاری تلمسانی المغربی ثم المدراسی وفات سنہ ۱۲۰۱ھ ف ۷۶۲ و ۸۰۶

(۱۲) سید عبدالرزاق بن سید مرتضیٰ حسینی۔ ولادت سنہ ۱۱۴۵ھ۔ وفات سنہ ۱۲۰۵ھ و ۸۰۷

(۱۳) قاری نور محمد بھیل نہاروی۔ وفات سنہ ۱۲۰۵ھ و ۸۰۸
آپ کے شاگرد مولانا محمد عاقل چشتی۔ برودے میں ایک مترجم قرآن مجید جامع مسجد میں رکھا ہوا ہے جس کی لمبائی
۷۵ انچ۔ چوڑائی ۴۱ انچ فی صفحہ ہے۔ تعداد صفحات بارہ سو۔ ورق ۶۰۰ سو۔ ۱۵ جلدوں میں ہے اس کا
کاتب محمد غوث۔ تاریخ کتابت سنہ ۱۲۰۶ھ۔ فارسی ترجمہ بین السطور و حواشی فارسی ہیں۔ زبرجد و یاقوت کے
بیل بوٹے۔ درمیان میں متن طلائی کام کیا ہوا۔ سیاہی کالی استعمال کی گئی۔ غالباً اس سے بڑا قرآن شریف
ہندوستان میں تو نہ ہوگا۔

(۱۴) قاری عبدالمجید شاگرد قاری غلام مصطفےٰ۔ وفات سنہ ۱۲۱۰ھ و ۸۰۹

(۱۵) حافظ معز الدین لاہوری جانشین حافظ محمود لاہوری۔ وفات سنہ ۱۲۱۲ھ و ۸۱۰

(۱۶) مقری معین الدین کوکنی وفات ۱۲۱۵ھ ۸۱۲

آپ کے استاد تھے قاری دلدار علی جو پیر عبد اللہ دہلوی کے شاگرد تھے۔

(۱۷) شیخ ثناء اللہ پانی پتی مقری و مفسر وفات ۱۲۱۶ھ۔ مرید تھے میرزا مظہر جانجاناں کے۔ تفسیر مظہری لکھی ۸۱۱

(۱۸) مفتی امیر حیدر بلگرامی ولادت ۱۱۶۵ھ وفات ۱۲۱۷ھ ۸۱۳

(۱۹) مفتی محمد عوض بدایونی قاری سبعہ وفات ۱۲۲۰ھ۔ رسالہ قراءت ۱۱۸۸ھ میں لکھا۔ ۸۱۴

(۲۰) حافظ عبدالرحیم لال قلعے کے شاہی حفاظ میں تھے۔ فرزند: حافظ قاری احمد یار تھے۔

(۲۱) قاری حافظ مصلح الدین پانی پتی ۸۱۶

ان کے فرزند قاری حافظ عبیدہ عرف قاری لالا وفات ۱۲۸۲ھ (۲) شاگرد۔ قاری قادر بخش۔

نظام علی خان آصف جاہ ثانی۔ ۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۷ھ ۸۱۷

(۱) حافظ قاری شاہ غلام حسین اورنگ آبادی۔ وفات ۱۱۷۶ھ ۸۱۸

(۲) نظام الدین احمد ثانی فرزند امام المدرسین ولادت ۱۱۰۳ھ۔ وفات ۱۱۸۹ھ ۸۱۹

(۳) محی الدین ابو البقاء ابن سید مجدد الدین۔ وفات ۱۱۹۲ھ ۸۲۰

(۴) قاری حافظ قمر الدین بن منیب اللہ۔ ولادت ۱۱۲۳ھ وفات ۱۱۹۳ھ ۸۲۱

(۱) فرزند کلاں قاری حافظ نور الہدیٰ ۱۲۰۳ھ (۲) فرزند دوم: قاری سید نور العلیٰ ۱۲۲۳ھ (۳) فرزند سوم قاری فخر المصطفیٰ ۱۲۳۰ھ

(۵) قاری حافظ شاہ غلام حسین ایلچپوری وفات ۱۱۹۳ھ

(۶) قاری حافظ سید شرف الدین ابو الوفا ابن سید مجدد الدین عرف خواجہ معصوم ولادت ۱۱۵۵ھ۔ وفات ۱۱۹۴ھ۔ ۸۲۲

(۷) سید مجدد الدین عرف خواجہ معصوم۔ وفات ۱۱۹۸ھ ۸۲۳

(۸) شیخ القراء مولانا نور الہدیٰ اورنگ آبادی ولادت ۱۱۵۳ھ۔ وفات ۱۲۰۳ھ ۲۳۸ ۲۳۹ ۸۲۴

(۹) قاری شاہ احمد کمبل پوش۔ وفات ۱۲۰۴ھ ۸۲۵

(۱۰) قاری حافظ سید غلام سرور۔ وفات ۱۲۰۷ھ ۸۲۶

(۱۱) زین العابدین عرف سید کلیم اللہ بالاپوری۔ ولادت ۱۱۶۲ھ وفات ۱۲۲۱ھ ۸۲۷

(۱۲) سید نور العلیٰ اورنگ آبادی ولادت ۱۱۶۰ھ وفات ۱۲۲۳ھ ۸۲۸

(۱) فرزند قاری نور الانبیاء، (۲) فرزند قاری نور الاولیاء، (۳) فرزند قاری نور الاصفیاء۔

(۱۳) سید میران ابن سید شمس الدین ولادت ۱۱۵۸ھ۔ وفات ۱۲۲۴ھ ۸۲۹

(۱۴) ابو العیاش محمد عبد العلی بحر العلوم۔ ولادت ۱۱۴۲ھ وفات ۱۲۲۵ھ۔ مدرسہ کلاں مدراس میں جاری کیا ۷۶۳ ۸۳۰

(۱۵) علاء الدین داماد بحر العلوم پرنسپل مدرسہ کلان و ۷۶۳

(۱۶) محمد عبد الرب فرزند بحر العلوم و ۷۶۳

اکبر ثانی ۱۲۲۱ھ تا ۱۲۵۳ھ

قاری قادر بخش پانی پتی نے رسالہ تجوید وقرأت "ومختصر المفید" اردو میں ۱۲۴۲ھ میں لکھے۔

(۱) قاضی مولانا عاقل چشتی وفات ۱۲۲۹ھ و ۸۳۳

(۲) قاری نور الاولیاء ابن نور العلیٰ وفات ۱۲۲۹ھ و ۸۳۲

(۳) قاری نور المصطفیٰ وفات ۱۲۳۰ھ و ۸۳۴

(۴) قاری حافظ امام الدین اینچپوری وفات ۱۲۳۰ھ

(۵) قاری حافظ سید ضیاء الدین المعروف بہ اللہ دیے برھان پوری وفات ۱۲۳۵ھ و ۸۳۵

(۶) سید مجاھد الدین ابن سید معصوم وفات ۱۲۳۵ھ و ۸۳۶

(۷) قاری نور الانبیاء ابن نور العلیٰ وفات ۱۲۳۵ھ و ۸۳۷

(۸) محمد غوث خان شرف الدولہ شرف الملک شاگرد بحر العلوم مصنف نثر المرجان (جو رسم الخط کی لاجواب تصنیف ہے) مدرسہ محمدیہ مدراس میں جاری کیا۔ وفات ۱۲۳۸ھ و ۸۳۸ و ۲۴۵ و ۲۴۸

(۹) قاری حافظ قاضی امام الدین خان وفات ۱۲۲۹ھ و ۸۳۹

تجوید میں ایک رسالہ لکھا جو غیر مطبوعہ قلمی موجود ہے۔

(۱۰) شاہ عبد العزیز محدث دھلوی قاری ہفت قرأت وفات ۱۲۳۹ھ و ۸۴۰

(۱۱) شاہ عبد القادر " " " " ۱۲۳۰ھ و ۸۴۱

(۱۲) شاہ رفیع الدین محدث دھلوی قاری ہفت قرأت وفات ۱۲۳۸ھ آپکے فرزند شاہ مخصوص اللہ قاری وحافظ تھے و ۸۴۲

(۱۳) شاہ عبد الغنی " " " " ۱۲۲۷ھ آپکے فرزند شاہ محمد اسمٰعیل شہید حافظ وقاری تھے و ۸۴۳

(۱۴) منشی محمد مسعود لکھنوی وفات ۱۲۳۹ھ و ۸۴۴

خوشنویس؛ پانچ قرآن مجید کے نسخے خوش خط اپنے ہاتھ سے لکھے اونکے فرزند قاری محمد ظہیر الدین خان تھے۔

(۱۵) حافظ احمد یار فرزند حافظ عبد الرحیم (لال قلعے کے حفاظ وقراء) و ۸۴۵

(۱۶) حافظ غلام رسول شوق قاری ولادت ۱۱۷۰ھ " " " و ۸۴۷

(۱۷) حافظ غلام رسول ویران قاری " " " و ۸۴۶

(۱۸) قاری حافظ شاہ غلام علی نقشبندی مجددی دہلوی ولادت ۱۱۵۸ھ وفات ۱۲۴۰ھ و ۸۴۸

خلیفہ مجاز قاری شاہ امام الدین دہلوی مجددی قاری سبعہ۔

(۱۹) قاری حافظ محمد بیگ دہلوی شاگرد قاری کرم اللہ وفات ۱۲۴۰ھ - اونکے شاگرد محمد ہاشم و ۸۴۹

(۲۰) شیخ القراء حافظ محمد نسیم رامپوری وفات تقریباً ۱۲۴۰ھ و ۸۵۰

(۲۱) قاری محمود عرب مدراسی وفات ۱۲۴۰ھ و ۸۵۱

(۲۲) قاری مولانا سید جمال الدین رامپوری ولادت ۱۱۳۰ھ وفات ۱۲۴۱ھ و ۸۵۲

سکندر جاہ ؛ ۱۲۱۷ھ تا ۱۲۴۴ھ

محمد جعفر یزدی نے ۱۲۴۱ھ میں فارسی میں قرأت کی کتاب حدائق القراءت لکھی جو سالار جنگ کے کتب خانے میں محفوظ ہے

نواب ناصر الدولہ آصف جاہ چہارم - ۱۲۴۴ھ تا ۱۲۷۳ھ -

(۲۳) شاہ رفیع الدین قندھاری قاری ہفت قرأت - ولادت ۱۱۶۴ھ وفات ۱۲۴۱ھ و ۲۶۲

پہلی سند مقری نور العہدی سے لی۔ دوسری سند مدینہ منورہ میں لی۔ آپکے خلیفہ میر شجاع الدین حافظ و مقری ہفت قرأت تھے

(۲۴) قاری محمد یوسف صاحب مدراسی - وفات ۱۲۴۱ھ

(۲۵) شاہ ابو الحسن ثانی دہلوی مجوی - وفات ۱۲۴۲ھ - والد کا مدرسہ جاری رکھا۔ و ۷۶۴ و ۸۵۵

(۲۶) قاری حافظ عبد الرحمن سورتی - ولادت ۱۱۸۰ھ وفات ۱۲۴۵ھ - آپکے شاگرد قاری شیخ اسمٰعیل - و ۸۵۶

(۲۷) قاری حافظ محمد اسمٰعیل شہید فرزند عبد الغنی - ولادت ۱۱۹۶ھ - شہادت ۱۲۴۷ھ و ۸۵۷

کنز المعانی شرح شاطبی (تصنیف جعبری) کو کاتب حسین بن داؤد محمد بن احمد ساکن چنول نے لکھا۔ یہ کتابت ۱۲۴۷ھ سے قبل کی ہے۔ رامپور کے کتب خانے سے یہ کتاب دہلی منتقل ہوی۔

(۲۸) شیخ علی بن عبداللہ الحموی المدراسی - ولادت ۱۱۸۲ھ - وفات ۱۲۴۷ھ و ۸۵۸

(۲۹) مفتی ولی اللہ فرخ آبادی ولادت ۱۱۶۵ھ - وفات ۱۲۴۹ھ و ۸۵۹

(۳۰) شاہ ابو سعید شاگرد شیخ القراء محمد نسیم رامپوری ولادت ۱۱۹۶ھ - وفات ۱۲۵۰ھ و ۸۶۰

(۳۱) قاری منتصر مصری ثم مدراسی - وفات ۱۲۵۰ھ و ۸۶۱

(۳۲) قاری مولانا عابد عرف شاہ نوری بھاگلپوری وفات ۱۲۵۰ھ - سجادہ نشین شہباز محمد دیوریہ - و ۸۶۲

(۳۳) غلام نبی ابن شاہ غلام سرور خطیب مکہ مسجد حیدرآباد - وفات ۱۲۵۲ھ و ۸۶۳

(۳۴) قاری شیخ امین الدین محدث کاکوروی - ولادت ۱۱۶۴ھ - وفات ۱۲۵۳ھ و ۸۶۴

(۳۵) قاری حافظ محمد یار خان فرزند حافظ رحمت خان ولادت ۱۱۶۴ھ

وفات ۱۲۵۳ھ و ۷۹۳ و ۸۶۵ -

ابو ظفر بہادر شاہ : ۱۲۵۳ھ تا ۱۲۷۲ھ

حافظ و قاری خوشنویس نسخ و نستعلیق ف ۸۳۳ تا ف ۸۴۶

فخر المتعلمین رسالہ قرات کو حاجی حافظ فخر اللہ داماد شیخ القراء محمد نسیم نے ۱۲۵۸ھ میں شروع کر کے ۱۲۶۴ھ
میں ختم کیا۔ دار العلوم دیوبند کے کتب خانے میں ایک نسخہ موجود ہے۔

(۱) مولوی حیدر لکھنوی واعظ وفات در حیدر آباد ۱۲۵۶ھ۔ اونکے فرزند مولوی ظہور لکھنوی اچھے واعظ تھے ف ۸۶۷

(۲) حافظ محمد علی دہلوی ثم حیدر آبادی۔ وفات ۱۲۵۹ھ ف ۸۶۸

(۳) شیخ القراء میر شجاع الدین حافظ و راوی ہفت قرات۔ ولادت ۱۱۹۲ھ۔ وفات ۱۲۶۵ھ ف ۲۶۲ تا ف ۲۶۶
شاگردان، (۱) قاری قمر الدین وفات ۱۳۰۳ھ (۲) سید شمس الدین وفات ۱۲۸۳ھ (۳) حاجی میر عبد[...]
(۴) محمد دائم حافظ و قاری (۵) سید بادشاہ حسینی وفات ۱۲۸۶ھ۔ تصانیف رسالہ تجوید منظوم لکھا [...]
بہت مقبول ہوا۔ قلمی نسخہ قاری تاج الدین صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ کشف الخلاصہ آپ کی منظوم تصنیف نقدیر [...]

(۴) قاری محبوب علی شاہ مجذوب ولادت ۱۲۰۰ھ وفات ۱۲۷۰ھ ف ۸۷۰

(۵) حافظ مقری شاہ سعد اللہ صاحب نقشبندی مجددی وفات ۱۲۷۱ھ آپکے خلیفہ مسکین شاہ نقشبندی ف ۸۷۱

(۶) حافظ سید اشرف بن سید محمد فقیہہ ایلچپوری۔ وفات ۱۲۷۲ھ ف ۸۷۲

(۷) حافظ و قاری نواب عبد الرحمن خان المخاطب بہ صمصام الدولہ شہامت جنگ خلف اکبر حافظ غلام رسول خاں
ولادت ۱۱۴۰ھ وفات ۱۲۶۵ھ۔ استاد تھے شاہ عالم و اکبر ثانی و بہادر شاہ کے المعروف بہ جگت استاد ف ۸۹۶

(۸) حافظ محمد علی خان دلیر الدولہ دلاور الملک خلف دوم حافظ غلام رسول خان ف ۸۹۷
خجستہ زمانی بیگم بنت عالمگیر ثانی سے شادی ہوئی جو خود حافظہ و قاریہ تھیں۔

(۹) حافظ محمد خلیل خان خلف سوم حافظ غلام رسول خان ف ۸۹۸

(۱۰) حافظ نواب سیف الرحمن خان خلف اکبر حافظ عبد الرحمن خان ف ۸۹۹

(۱۱) حافظ عبد الحکیم خان خلف دوم " " ف ۸۹۹

(۱۲) حافظ علی محمد خان المخاطب بہ احتشام الدولہ نصیر الملک رفعت جنگ خلف نواب محمد علی خان ف ۸۹۷ (ب)
شادی فاطمہ بیگم بنت شاکرہ بیگم سے ہوئی جو زینت النساء کی پڑپوتی تھیں۔ دونوں حافظہ و قاریہ تھیں۔

(۱۳) حافظ محمد داؤد خان ندیم الدولہ خلیفۃ الملک مستقیم جنگ خلف حافظ محمد خلیل خان ف ۸۹۸

(۱۴) حیدری بیگم حافظہ و قاریہ بنت حافظ علی محمد خان ف ۸۹۷ (ج)

(۱۵) حافظ غلام دستگیر خان متبنیٰ خلف حافظ عبد الحکیم خان ف ۸۹۸

(۱۶) حافظ محمد اسمٰعیل ذہین نبیرہ حافظ داؤد خان - یہہ شاگرد تھے غلام دستگیر مبین کے۔ و ۸۹۹

(۱۷) کلثوم زمانی بیگم دختر بہادر شاہ حافظہ وقاریہ - و ۹۰۱

(۱۸) کالی بیگم " " " و ۹۰۱

(۱۹) غلام فخر الدین المخاطب بہ مرزا فخر الملک حافظ و قاری فرزند بوظفر بہادر شاہ و ۹۰۲

(۲۰) حافظ مرزا بخت آور شاہ قاری و ۹۰۲

(۲۱) شہزادی حافظ محمدی بیگم سلاطین زادی و ۹۰۱

(۲۲) قاری عبدالرحمٰن محدث خلف قاری محمدی
(۲۳) قاری کبیر الدین
(۲۴) قاری نجیب اللہ خلف سعد اللہ نواسے قادر بخش کے
} ان تینوں استادوں سے سیکھنے والے شاگرد عبدالرحمٰن بن چودھری، عبد الصمد پاٹروی - پانی پتی

(۲۵) قاری حافظ قادر بخش (حفاظ و قرائے لال قلعہ)

(۲۶) قاری حافظ سرفراز حسین " " " اونکے فرزند حافظ عباس حسین جو حفاظ لال قلعہ میں تھے

(۲۷) قاری حافظ محمد عبداللہ خان رامپوری - وفات ۱۲۵۶ھ و ۹۰۵

اونکے فرزند قاری حافظ عبدالرزاق نبیرہ عبدالجبار آصفی۔

(۲۸) مقری شیخ امام الدین امروہی مجددی ولادت ۱۱۹۳ھ - وفات ۱۲۵۶ھ و ۹۰۶

(۲۹) حافظ قاری کریم اللہ (وزیر اللہ والی ٹونک کے پاس رہے) و ۸۷۴

وسیلۃ القاری علیٰ کلام الباری اردو میں ۱۲۵۴ھ میں لکھی (۲) دوسری تصنیف منبع القرآن فی سبعہ قرأت و رسم القرآن ہے۔

(۳۰) قاری سید محمد دہلوی - نہایت البیان فی مقاصد القرآن فارسی میں ۱۲۵۵ھ میں لکھی۔ و ۸۷۵

(۳۱) قاری غلام مرتضیٰ نے رسالہ قرأت فارسی منظوم ۱۲۵۷ھ میں لکھا - اس کا قلمی نسخہ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔ و ۸۷۶

(۳۲) قاری کرم اللہ محدث مجددی - وفات ۱۲۵۸ھ و ۹۰۷

(۳۳) قاری فخر اللہ داماد قاری محمد نسیم نے قرأت کا رسالہ فخر المتعلمین ۱۲۵۸ھ میں اردو میں لکھا۔ و ۸۷۷

(۳۴) احمد عفیف بن اسعد اللہ خان نے المواھب المکیہ فی تقریب التجوید الادبیہ عربی میں ۱۲۶۰ھ میں لکھی۔ و ۸۸۹

(۳۵) قاری حافظ نصیر الحق قادری وفات ۱۲۶۰ھ و ۹۰۸

(۳۶) قاری عنایت حسین نے "نور سرمدی" اردو میں لکھ کر ۱۲۶۱ھ میں طبع کرایا۔ و ۸۸۰

(۳۷) قاری شاہ محمد اسحاق مہاجر مکہ وفات ۱۲۶۲ھ و۹۰۹

زینت القاری دوسری بار ۱۲۶۴ھ میں طبع ہوئی۔

(۳۸) قاری سید حسن نے کتاب تجوید فارسی میں ۱۲۶۴ھ میں لکھی۔ و۸۸۱

(۳۹) قاری محمد ظہیر الدین خان لکھنوی ابن منشی محمد مسعود لکھنوی نے ترغیب القرآن اردو میں لکھکر لکھنؤ سے طبع کرایا۔

(۴۰) محمد بن علی بن محمد الحسینی نے تجوید القرآن فارسی میں ۱۲۶۵ھ میں لکھی۔ قلمی نسخہ ٹونک کی لائبریری سعیدیہ میں موجود ہے

(۴۱) مفتی محمد سعد اللہ رامپوری نے رسالہ خلاصۃ النوادر لکھکر ۱۲۶۷ھ میں طبع کرایا۔ اس میں قرات سبعہ کے قوا

مختصراً فارسی میں لکھے گئے اس کی تصحیح حافظ عظیم اللہ خان تلمیذ رشید مصنف نے کی۔ کتب خانہ مظاہر ا

سہارن پور میں ایک نسخہ ہے (۲) رسالہ قراءت منظومہ کو بھی صاحب موصوف نے لکھا (۳) قرات سبع

بدائل التجوید والقراءۃ لکھی جس کے قلمی نسخہ کی کتابت محمد یعقوب الہ آبادی نے ۱۳۱۲ھ میں کی۔ یہ ن

دیوبند کے دار العلوم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ و۸۸۵

(۴۲) قاری یوسف حسین مکی القادری ثم مدراسی نے فوائد قرات قرآن مدراس میں ۱۲۶۷ھ میں لکھی جو کتب خانہ اس

مدراس میں محفوظ ہے۔ و۸۸۶

(۴۳) محمد حسن علی ہاشمی شاہ جہان پوری نے رموز القرآن کے نام سے تجوید کا رسالہ ۱۲۷۰ھ میں لکھا۔ اور اپنے ا

فضل الرحمن کو دکھلاکر انکی اجازت سے شائع کیا۔ و۸۸۹

(۴۴) قاری حافظ جعفر علی اکبر آبادی وفات ۱۲۷۰ھ و۹۱۱

(۴۵) حافظ قاری رضا علی بنارسی نے رغائب الانیاب فارسی میں تجوید پر ۱۲۷۱ھ میں لکھی و۸۹۰

(۴۶) قاری حافظ علی محمد عرف جی صاحب رامپوری وفات ۱۲۷۲ھ و۹۱۲

(۴۷) قاری حافظ عبد الغنی پھلواری شریف ولادت ۱۱۹۰ھ وفات ۱۲۷۲ھ و۹۱۳

(۴۸) قاری عبد العلی ابن سید عفت علی۔ ولادت ۱۲۰۲ھ وفات ۱۲۷۲ھ

(۴۹) قاری احمد علی عباسی چڑیاکوٹی۔ ولادت ۱۲۰۰ھ وفات ۱۲۷۲ھ و۹۱۴

قاری محمد نسیم رامپوری کے شاگرد تھے۔

(۵۰) حافظ شرف الدین لاہوری۔ وفات ۱۲۷۲ھ۔ انکے فرزند احمد الدین نے قدیم مدرسہ جاری رکھا۔ و۹۱۵

(۵۱) سید جلال الدین اللہ والے برہان پوری۔ ولادت ۱۱۸۱ھ وفات ۱۲۷۳ھ و۹۱۶

(۵۲) قاری احمد علی خان لکھنوی۔ وفات ۱۲۷۳ھ۔ و۹۱۷

(۵۳) قاری حافظ مخصوص اللہ ابن رفیع الدین وفات ۱۲۷۳ھ و۹۱۸

(۵۴) حاجی مقری محمد میاں اورنگ آبادی۔ تجوید محمدی عربی میں ۱۲۷۳ھ میں لکھی۔ و ۹۱۹

(۵۵) قاری شاہ محمد عبدالحق کلکتوی انکے شاگرد محمد عبداللہ کانپوری ف ۹۲۰ ایران میں قرات کا ایک رسالہ شاہ عباس ثانی کے زمانے میں عبدالرضا ابن جلال نے لکھا جو سید ابوالقاسم کی کتاب منظومہ کی شرح ہے اس کی نقل ناظم الدولہ کی فرمائش پر ۱۲۵۹ھ میں کی گئی۔ دوسری نقل ۱۲۸۰ھ میں محمد باقر نے کربلا میں کی اس کا قلمی نسخہ ڈاکٹر عبدالحق مرحوم کے کتب خانہ واقع مدراس میں موجود ہے۔

(۵۶) حافظ عبدالصمد یوسفی ابن منشی رسول بخش لکھنو میں ملازم تھے ۱۲۷۳ھ میں غدر کے بعد ہردو کو سزائے موت دی گئی و ۹۲۱

(۵۷) مولوی محمد علی فرزند سخاوت علی وفات ۱۲۷۳ھ و ۹۲۲

(انگریزی دور ۱۲۷۳ھ تا ۱۳۶۵ھ)

نواب افضل الدولہ۔ ۱۲۷۳ھ تا ۱۲۸۵ھ

نواب محبوب علی خان۔ ۱۲۸۵ھ تا ۱۳۲۷ھ

نواب عثمان علی خان ۱۳۲۷ھ تا ۱۳۷۶ھ

(۱) قاری مولوی عبدالکریم ابن برکت علی ولادت ۱۲۴۶ھ۔ وفات ۸ محرم ۱۲۷۴ھ ۔ و ۹۲۵

(۲) قاری حافظ محمد جمیل المعروف بہ بسم اللہ صاحب برہان پوری ولادت ۱۲۱۱ھ وفات: ۱۲۷۴ھ و ۹۲۶

(۳) قاری حافظ حاجی محمد سخاوت علی عمری ولادت ۱۲۲۱ھ وفات ۱۲۷۴ھ و ۹۲۷
آپ کے شاگرد تھے کرامت علی جونپوری۔

(۴) قاری حافظ مجیب علی احقر رامپوری۔ ولادت ۱۱۹۰ھ وفات ۱۲۷۵ھ ۔ و ۹۲۸

(۵) قاری حاجی ابوسعد اسمٰعیل بن حسین ویلوری ولادت ۱۲۴۱ھ وفات ۱۲۷۶ھ و ۹۲۹

(۶) قاری محمد عبداللہ۔ مصنفہ مرغوب القاری فارسی منظوم جو مطبع ہاشمی سے ۱۲۷۷ھ میں طبع ہوئی کاتب ممتاز علی تھے۔ مظاہر العلوم کے کتب خانے میں ایک نسخہ ہے و ۹۲۴ (الف) و ۹۳۰

(۷) قاری حافظ ابوسعید ولادت ۱۲۱۷ھ۔ وفات ۱۲۷۷ھ و ۹۳۱

(۸) یوسف علی خان ابن مظہر علی خان شاگرد قاری قادر بخش نے ایک رسالہ ضاد کی تحقیق میں ۱۲۷۸ھ میں لکھا جو قلمی کتب خانہ مظاہر العلوم میں موجود ہے۔ و ۹۲۴ (ب) و ۹۳۲

(۹) مولانا فضل حق خیرآبادی ابن فضل امام ولادت ۱۲۱۲ھ وفات ۱۲۷۸ھ و ۹۳۴

(۱۰) قاری شیخ احمد بن نعیم کشمیری وفات ۱۲۷۸ھ و ۹۳۳

(۱۱) قاری یوسف حسین مکی ثم مدراسی وفات ۱۲۷۸ھ
(۱۲) قاری حافظ کریم اللہ خان بنارسی نے منہج القرآن فی سبعہ قرآت و رسم القرآن فارسی میں ۱۲۷۹ھ میں لکھا ف ۱۲۴
(۱۳) قاری مولوی جلال الدین احمد بنارسی ولادت ۱۲۲۱ھ وفات ۱۲۷۹ھ ف ۹۳۵
(۱۴) قاری محمد صبغۃ اللہ بدرالدولہ بدرالملک ولادت ۱۲۱۱ھ وفات ۱۲۸۰ھ۔ ف ۹۳۶
(۱۵) قاری مولانا غلام قادر مدراسی نے ضوابط الفرقان ۱۲۸۰ھ میں منظر العجائب پریس مدراس سے شائع کرایا ف ۱۲۴
(۱۶) فتح المنان فی تجوید القرآن ۱۲۸۰ھ میں حیدرآباد دکن میں لکھی گئی۔ قلمی نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں
موجود ہے۔ ف ۹۲۴ (و)
(۱۷) شیخ القراء محمد ہاشم دہلوی قاری سبعہ شاگرد محمد بیگ۔ وفات ۱۲۸۰ھ۔ ف ۹۳۷
(۱۸) قاری شاہ کرامت علی شاگرد شاہ عبدالعزیز محدث وفات ۱۲۸۰ھ
(۱۹) عبدالغفار خان نے ایک قرآن مجید معہ فروش سبعہ قرات حسب الحکم یمین الدولہ وزیرالملک نواب محمد علی خان
والی ٹونک ۱۲۸۱ھ میں لکھا جو رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوا۔ ف ۹۲۴ (و)
(۲۰) قاری حافظ شاہ مظہر علی بہ سلسلہ مخدوم زادہ کاکوروی ولادت ۱۲۱۲ھ وفات ۱۲۸۱ھ۔ اونکے فرزند
مہدی علی خوشنویس تھے۔ ف ۹۳۸۔
(۲۱) قاری نواب وزیرالدولہ وزیر خان والی ٹونک شاگرد کریم اللہ خان راوی ہفت قرات ولادت ۱۲۲۲ھ وفات ۱۲۸۱ھ
(۲۲) قاری حافظ سید کرم اللہ برہان پوری وفات ۱۲۸۱ھ ف ۹۳۹
(۲۳) قاری حافظ محمد عبدالکریم خان ابن نواب امیر خان ولادت ۱۲۳۲ھ وفات ۱۲۸۲ھ
(۲۴) قاری مولانا محمد عثمان بن حافظ محمود نے راحت القاری شرح زینت القاری لکھ کر محمدی پریس بمبئی سے
۱۲۸۲ھ میں طبع کرائی۔ ف ۹۲۴ (ز)
(۲۵) قاری حافظ محمد عبیداللہ عرف قاری لالا پانی پتی وفات ۱۲۸۲ھ ف ۹۴۰
(۲۶) مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔ و مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور ۱۲۸۳ھ میں قائم ہوئے۔ ف ۹۴۲
(۲۷) قاری حافظ شمس الدین فیض شاگرد شاہ شجاع الدین ولادت ۱۱۹۵ھ وفات ۱۲۸۳ھ ف ۹۴۱
(۲۸) شیخ القراء حافظ محمد عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی نے تحفۂ نذریہ لکھ کر ۱۲۸۳ھ میں طبع کرایا۔
(۲۹) قاری محمد سعداللہ نے رسالہ تجوید لکھا جس کی نقل سید شرف علی عرف میر ہدایت علی رضوی نے ۱۲۸۳ھ میں
ختم کی۔ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری میں ایک کاپی موجود ہے۔
(۳۰) قاری حافظ محمد جلال خان ابن نواب امیر خان ٹونکی ولادت ۱۲۳۰ھ وفات ۱۲۸۴ھ ف ۹۴۳

(۳۱) قاری عبدالوہاب مدار الامراء مدراسی ولادت ۱۲۰۸ھ وفات ۱۲۸۵ھ و ۹۴۴

(۳۲) قاری سید محمد بادشاہ حسینی شاگرد شاہ شجاع الدین ولادت ۱۲۱۹ھ وفات ۱۲۸۶ھ و ۹۴۶

(۳۳) ایک قرآن شریف لکھنؤ سے ۱۲۸۶ھ میں طبع ہوا جس کے حاشیے پر اختلافات سبعہ قرات مندرج ہیں یہ قرآن شریف بڑی سائز پر ہے۔ حشمت علی کاتب نے کتابت کی۔ تاریخ طبع منشی امیر اللہ تسلیم نے کہی

زحسن کوشش حشمت علی باز ✻ چو مصحف طبع شد بہ مشق دوران
نوشتم از پے تاریخ تسلیم ✻ شد از سید دوچندان شان فرقان
۱۲۸۶ھ

اس قرآن شریف کی مانگ زیادہ ہونے سے دوبارہ پھر طبع ہوا۔ اس کے بعد تیسری مرتبہ ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوا۔ اس تیسری طباعت کے قرآن کا ایک نسخہ سید قادر محی الدین صاحب اسسٹنٹ کمشنر آبکاری وظیفہ یاب مدراس کے پاس موجود ہے۔ سبعہ کے حواشی کے علاوہ جا بجا بحر العلوم و درۃ الفرید و اتحاف کے حوالے بھی مندرج ہیں

(۳۴) قاری مولوی حاجی حافظ ہادی علی خوشنویس ہفت قلم کاکوروی ولادت بنارس ۱۲۱۴ھ وفات ۱۲۸۶ھ و ۹۴۵

(۳۵) قاری نواب مصطفیٰ خان شیفتہ ولادت ۱۲۱۸ھ وفات ۱۲۸۶ھ و ۹۴۷

(۳۶) قاری شیخ اسمٰعیل سورتی گجراتی وفات ۱۲۸۷ھ و ۹۴۸

(۳۷) قاری مولانا عبدالرشید ابن شاہ احمد سعید مجددی ولادت ۱۲۳۷ھ وفات ۱۲۸۷ھ و ۹۴۹

(۳۸) قاری حافظ شاہ امیر حسن عظیم آبادی ۱۲۸۸ھ و ۹۵۰

(۳۹) قاری حافظ محمد حسن علی ہاشمی شاہ جہان پوری نے رموز القرآن اردو میں دوسری مرتبہ ۱۲۸۸ھ میں طبع کرایا۔

(۴۰) قاری عبدالرحمٰن کلکتوی نے تیسواں پارہ سبعہ قرات کو متن میں لکھکر ۱۲۸۹ھ میں بمبئی سے طبع کرایا۔

(۴۱) قاری امیر احمد ابن نصیر احمد ٹونکی وفات ۱۲۹۰ھ و ۹۵۱

(۴۲) شیخ القراء مولانا کرامت علی جونپوری تلمیذ سید ابراہیم بن محمد۔ و تلمیذ سید محمد اسکندرانی قاری ہفت قرات ولادت ۱۲۱۵ھ۔ وفات ۱۲۹۰ھ و ۲۶۸ تا و ۲۷۵ و ۹۹۲

تصانیف (۱) زینت القاری (۲) قواعد مخارج و صفات (۳) مقدمہ الجزری کا اردو ترجمہ مع شرح جو بہت مقبول ہوا (۴) کوکبِ دری کے نام سے سلیس اردو میں لغات قرآنی کا ترجمہ کیا (۵) شرح شاطبی لکھی۔

فرزندان: قاری حافظ احمد علی (۲) قاری حافظ محمود علی (۳) قاری مولانا عبد الاول۔

شاگردوں میں: (۱) قاری عبد القادر بھتیجے (۲) قاری مولانا مصلح الدین بھتیجے (۳) قاری محمد حسن بھتیجے (۴) قاری حافظ محمد احسن نابینا بھتیجے (۵) قاری محمد جاوید سلہٹی (۶) قاری غلام سرور تپہ روی

۴۶؟

(۷) قاری حافظ محمد حاتم امام مسجد کولوٹولہ کلکتہ (۸) قاری عبدالرحمٰن ڈھاکوی (۹) قاری محمد احمد تبریزی
(۱۰) قاری آغا شجاعت علی ڈھاکوی۔

(۴۳) قاری حافظ منیر علی رامپوری ولادت سنہ ۱۲۱۵ھ۔ وفات سنہ ۱۲۹۰ھ و ۹۵۳

(۴۴) قاری حافظ عبدالرحیم رامپوری وفات سنہ ۱۲۹۰ھ و ۹۵۴

(۴۵) قاری محمد زمان خان شہید ولادت سنہ ۱۲۴۲ھ وفات سنہ ۱۲۹۲ھ و ۹۵۵

(۴۶) قاری محمد مسیح الزمان برادر محمد زمان خان شہید جنھوں نے ضوابط القرآن فی قراءت امام عاصم لکھ کر سنہ ۱۲۹۳ھ میں حیدرآباد دکن سے طبع کرائی۔

(۴۷) قاری حافظ سید نصیر الدین ابن سید جلال الدین برہان پوری ولادت سنہ ۱۲۲۳ھ وفات سنہ ۱۲۹۳ھ و ۹۵۶

(۴۸) قاری سعید الدین احمد ابن قاری سید جلال الدین بنارسی وفات سنہ ۱۲۹۳ھ و ۹۵۷

(۴۹) مقری حافظ سید علی حسین رامپوری ابن قمر علی ولادت سنہ ۱۲۰۰ھ وفات سنہ ۱۲۹۳ھ و ۹۵۸

(۵۰) مقری مفتی محمد سعد اللہ رامپوری ولادت سنہ ۱۲۱۹ھ وفات سنہ ۱۲۹۴ھ و ۹۵۹
تصانیف ایک سو سے زائد ہیں تجوید میں چار کتابیں ہیں (۱) رسالہ فی وجود الغنۃ فارسی مطبوعہ (۲) رسالہ تجوید فارسی مطبوعہ (۳) خلاصۃ النوادر (۴) نوادر البیان فی علوم القرآن۔

(۵۱) قاری احمد علی احراری رامپوری وفات سنہ ۱۲۹۴ھ۔ آپکے فرزند قاری عبدالولی شہید و ۹۶۰

(۵۲) قاری حافظ نواب محمد عبداللہ خان ابن امیر خان ٹونکی ولادت سنہ ۱۲۲۷ھ وفات سنہ ۱۲۹۴ھ و ۷۶۵

(۵۳) قاری حافظ نواب محمد جمال خان ابن امیر خان ٹونکی ولادت سنہ ۱۲۲۹ھ۔ وفات سنہ ۱۲۹۴ھ و ۷۶۵

(۵۴) قاری حافظ شاہ محمد اسمٰعیل بنارسی وفات سنہ ۱۲۹۴ھ۔ یہہ شاگرد تھے شاہ رضا علی بنارسی کے۔ و ۹۲۳

(۵۵) قاری حافظ مولوی عالم علی ابن کفایت علی رامپوری ولادت سنہ ۱۲۲۸ھ وفات سنہ ۱۲۹۵ھ و ۹۲۴

(۵۶) قاری مولوی غلام رسول خان رامپوری ثم لکھنوی۔ وفات سنہ ۱۲۹۵ھ و ۹۲۵

(۵۷) قاری مفتی ریاض الدین بن قاضی علیم الدین ولادت سنہ ۱۲۲۹ھ وفات سنہ ۱۲۹۵ھ و ۹۲۶

(۵۸) وقوف سجاوندی کی ایک خوشخط نقل کاتب عزیز الرحمن نے سنہ ۱۲۹۵ھ میں لکھی جو فی الوقت حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(۵۹) قاری عبدالولی اورنگ آبادی نے عمدۃ القصائد عربی میں سنہ ۱۲۹۵ھ میں حیدرآباد دکن سے طبع کرائی۔

(۶۰) قاری محمود علی پسر اوسط کرامت علی جونپوری وفات سنہ ۱۲۹۶ھ و ۲۷۸ و ۹۶۸

(۶۱) قاری حافظ عبدالعزیز اخوند جی وفات سنہ ۱۲۹۶ھ و ۹۶۹

(۶۷) قاری حافظ عبدالعلی خان رامپوری وفات ۱۲۹۷ھ و۹۷۰
(۶۸) قاری حافظ نورالمقتدیٰ اورنگ آبادی ابن نورالمصطفیٰ ولادت ۱۲۰۰ھ وفات ۱۲۹۸ھ و۹۷۱
(۶۹) قاری سید غوث علی شاہ قادری نقشبندی وفات ۱۲۹۸ھ و۹۷۲
قاری حافظ شاہ محمد عمر مجددی ولادت ۱۲۴۴ھ وفات ۱۲۹۸ھ و۹۷۳
قاری محمد صادق مدراسی ولادت ۱۲۴۰ھ۔ وفات ۱۳۰۰ھ۔ التیسیر کا قلمی نسخہ ۱۲۸۹ھ میں آپکے پاس پہونچا جو فی الوقت ڈاکٹر عبدالحق صاحب مرحوم کے کتب خانے واقع مدراس میں موجود ہے۔ و۹۷۴
قاری محمد ابراھیم حیدرآبادی نے المختصر المفید فی علم التجوید لکھ کر ۱۳۰۰ھ میں طبع کرایا۔

چودھویں صدی ہجری

قاری محمد اشرف عالم ابن مولانا عابد نے مجموعہ آداب اور پھر آداب القرآن ۱۳۰۱ھ میں شائع کئے۔
قاری حافظ حاجی محمد خان جاگیردار علاقہ اجمیر ساکن ٹونک وفات ۱۳۰۲ھ۔ و۹۸۱
حکیم حاجی قاری محمد حسن خان نیر ولادت ۱۲۵۲ھ وفات ۱۳۰۳ھ۔ و۹۸۲
شیخ القراء حافظ عبدالولی رامپوری ثم اورنگ آبادی شہادت ۱۳۰۳ھ و۹۸۳ (و)
شاگردان: (۱) محمد ابراھیم التمیمی القادری (۲) حافظ فیض محمد اورنگ آبادی (۳) قاری شرف الدین اورنگ آبادی (۴) قاری سید اصغر اورنگ آبادی مہتمم پولیس اورنگ آباد (۵) قاری نظام الدین اورنگ آبادی (۶) قاری شیخ احمد اورنگ آبادی (۷) قاری حاجی ابو محمد اورنگ آبادی (۸) قاری نظام الدین دوم اورنگ آبادی
قاری محمد ابراھیم التمیمی القادری نے ولی القاری تالیف کر کے ۱۳۰۳ھ میں حیدرآباد سے طبع کرائی و۹۸۳ (و)
قاری حافظ مولانا عبدالحی فرنگی محلی ولادت ۱۲۶۴ھ وفات ۱۳۰۴ھ و۹۸۴
شاگردان: (۱) وحیدالزمان حیدرآبادی (۲) مولوی انواراللہ خان قندھاری (۳) مولوی عین القضاء حیدرآبادی ثم لکھنوی۔
قاری شیخ رحمن علی ولادت ۱۲۴۴ھ وفات ۱۳۰۴ھ۔ و۹۸۵
قاری امین اللہ ابن نقیب اللہ وفات ۱۳۰۴ھ۔ و۹۸۶
قاری حافظ محمد علی خان جلال آبادی ثم الدھلوی نے حرزالاصول والفروع القرآن سبعہ قرأت میں اردو میں لکھی جو بے نظیر کتاب ہے۔ قلمی نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔
مطبوعہ قرآن شریف جس کی سائز ۲ × ۱½ فٹ جو صفحات ۱۱۵۱ پر مشتمل ہے جس کا وزن ۲۵ پونڈ ہے

یہہ قرآن شریف میور پریس دہلی میں ۱۳۰۴ھ میں شائع ہوا۔ اس میں اختلافات سبعہ کا ایک حاشیہ ہے۔ دوسرا حاشیہ رسم الخط کا ہے۔ تیسرا اور چوتھا حاشیہ تفسیر حسینی و تفسیر عزیزی کا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سید محمود علی صاحب سجادہ نشین شاہ عبد الحلیم بھنڈاری واقع انکلے سر کے پاس موجود ہے۔

بار دوم اس قرآن مجید کی طباعت ۱۳۰۸ھ میں میور پریس دہلی سے ہوئی۔ یہہ طباعت کپڑے پر بھی ہے جس کا ایک نسخہ مسٹر محمد مجید اللہ ڈپٹی کمشنر پولیس حیدر آباد (حال کمشنر پولیس بمبئی) کے پاس موجود ہے

ع ندا یہہ غیب سے آئی کہ تاریخ ÷ شعا اب لکھ جزاک اللہ خیراً

۱۳۰۸ھ

(۱۱) شیخ القراء عبد الرحمٰن بن پیر بخش بن امیر شاہ گنگوہی وفات ۱۳۰۵ھ ف ۹۸۷

(۱۲) قاری مولوی وجیہہ الدین خان ابن مفتی علیم الدین خان ولادت ۱۲۳۲ھ وفات ۱۳۰۵ھ ف ۹۸۸

(۱۳) ایک قرآن شریف جس کی ہر سطر واو سے شروع ہوتی ہے کلکتے میں مطبع غوثیہ سے ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوا جو حکیم نجیب احمد صاحب ٹونکی شاہی طبیب کے پاس موجود ہے۔

(۱۴) قاری پیر محمد لکھنوی نے سبعہ قرات میں سراج القراءت اردو میں لکھ کر ۱۳۰۶ھ میں لکھنو سے طبع کرائی حیدر آباد اسٹیٹ لائبریری میں ایک نسخہ موجود ہے۔ ف ۹۸۹

(۱۵) قاری حافظ احمد الدین بہ سلسلہ محمد اسمٰعیل مدرس وفات ۱۳۰۶ھ

(۱۶) قاری سبعہ غلام قادر مدراسی نے روح التجوید فی ترغیب التجوید ۱۳۰۸ھ میں لکھی۔

(۱۷) قاری سید حمید الدین ابن سید جلال الدین وفات ۱۳۰۸ھ ف ۹۹۰

(۱۸) قاری مولوی صدیق حسن خان ولادت ۱۲۴۸ھ وفات ۱۳۱۰ھ ف ۹۹۱

(۱۹) قاری حافظ نواب محمد اکرم خان ابن امیر خان ولادت ۱۲۳۹ھ وفات ۱۳۱۰ھ ف ۹۹۲

(۲۰) قاری سید علی مراد شاہ بخاری المتخلص بہ افضل ولادت ۱۲۴۹ھ وفات ۱۳۱۰ھ (کڑپوی) ف ۹۹۳

(۲۱) قاری حافظ عبد الہادی خان بھوپالی۔ قاری سبعہ قرات نے ہدایت القراء سبعہ قرات میں اردو میں لکھ کر بھوپال سے ۱۳۱۲ھ میں طبع کرائی۔ اب اس کے نسخے کمیاب ہیں۔

(۲۲) قاری حافظ مولانا رضا علی بنارسی ولادت ۱۲۴۶ھ۔ وفات ۱۳۱۲ھ ف ۹۹۴

(۲۳) قاری سید امین اللہ سنگھڑوی ولادت ۱۲۷۷ھ وفات ۱۳۱۲ھ

(۲۴) قاری نواب محمد علی خان والی ٹونک ولادت ۱۲۴۸ھ تخت نشینی ۱۲۸۱ھ معزولی ۱۲۸۴ھ۔ بنارس میں وفات ۱۳۱۳ھ۔ ف ۹۹۵

(۲۵) ایک قرآن شریف اعجاز محمدی پریس آگرے سے ۱۳۱۳ھ میں طبع ہوا۔ تفسیر حسینی حاشیے پر ہے سائز ۱۸×۲۰

ہے۔ یہ خط گلزار میں لکھا ہوا ہے۔ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ بین السطور ہے۔ حکیم ظہیر احمد ٹونکی طبیب شاہی
کے پاس ایک نسخہ موجود ہے

(۲۶) ایک قرآن شریف ۱۳۱۳ھ میں قاری محمد العلیم فرزند قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے مطبع فیض عام مظفر آباد سے
طبع کرایا جس پر سبعہ قرأت کا حاشیہ ہے اور جس کو قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے دیکھا تھا۔ اس قرآن شریف کا ایک
نسخہ قاری جمیل احمد صاحب ناظم جامع العلوم کانپور کے پاس موجود ہے۔

(۲۷) قاری شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی ولادت ۱۲۰۹ھ وفات ۱۳۱۳ھ و ۹۹۶
شاگرد و خلیفہ قاری عبدالرحمٰن مراد آبادی ثم حیدر آبادی

(۲۸) قاری مولانا محمد نعیم المعروف بہ مسکین شاہ مجددی خلیفہ شاہ سعداللہ صاحب مجددی وفات ۱۳۱۴ھ
لذات مسکینی میں قرأت کا باب باندھا۔ و ۹۹۷

(۲۹) شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی شاگرد مقری امام الدین ولادت ۱۲۲۷ھ۔
وفات ۱۳۱۴ھ ص ۲۸۸ تا ص ۳۰۳ و ۹۹۸
شاگردان: قاری مولانا محمد علی ٹونکی جو ٹونک و حیدرآباد دکن میں رہے (۲) قاری علی حسین رامپوری (۳) مولانا
محمد یعقوب نانوتوی (۴) مقری عبدالهادی خان بھوپالی (۵) پیر جماعت علی شاہ مجددی (۶) مولانا گل حسن
پانی پتی (۷) عبدالسلام عباسی (۸) قاری محمد حسن فرزند اول (۹) عبدالسلام انصاری فرزند دوم (۱۰) مقری
عبدالعلیم انصاری فرزند سوم (۱۱) مقری عبدالرحمٰن ضریر (۱۲) قاری نور الهدیٰ (۱۳) شیخ الہند محمود الحسن
(۱۴) مولانا اشرف علی تھانوی (۱۵) نواب صدر یار جنگ شروانی (۱۶) قاری نجیب اللہ پانی پتی (۱۷) مولانا
شاہ محمد حسین الہ آبادی (۱۸) قاری حافظ اکرام الدین (۱۹) نواب عبدالوہاب خان ٹونکی (۲۰) لڑکیاں و دیگر بیگمات
تصانیف: (۱) رسالہ نذریہ (۲) فیوض رحمانی

(۳۰) قاری محمود حسین تلمیذ شیخ القراء حافظ سید محمد تونسی نے ضیاء الفرقانی لاکر ۱۳۱۴ھ میں مطبع عزیز دکن حیدرآباد
سے شائع کیا۔

(۳۱) قاری راغب علی پانی پتی۔ وفات ۱۳۱۴ھ و ۹۹۹

(۳۲) قاری عبدالرحیم مدراسی فرزند محمود عرب۔ ولادت ۱۲۳۵ھ۔ وفات ۱۳۱۵ھ و ۱۰۰۰

(۳۳) قاری منشی حافظ سراج الدین کاکوروی ولادت ۱۲۶۱ھ وفات ۱۳۱۵ھ و ۱۰۰۱

(۳۴) قاری غلام محمد علوی رامپوری وفات تقریباً ۱۳۱۵ھ و ۱۰۰۲

(۳۵) قاری مولانا سراج الاسلام اکبرآبادی وفات ۱۳۱۶ھ۔ ان کے فرزند مولانا ضیاء الاسلام تھے۔ و ۱۰۰۳

(۳۶) قاری حافظ احمد علی فرزند اکبر مولانا کرامت علی جونپوری وفات ۱۳۱۶ھ۔ ف ۱۰۰۴

(۳۷) التیسیر (جو حضرت سلیمان دانی کی مشہور قرأت سبعہ کی کتاب ہے) کو عربی ہی متن میں حیدرآباد۔ دکن سے ۱۳۱۶ھ میں طبع کیا گیا۔

(۳۸) قاری سید سلیمان بھوپالی نے المختصر المفید فی مباحث التجوید المعروف بہ تحفۃ الطلاب اردو میں دو جلدوں میں لکھ کر ۱۳۱۶ھ میں شائع کیا۔

(۳۹) قاری سر سید احمد خان شاگرد مقری مخصوص اللہ ولادت ۱۲۳۲ھ وفات ۱۳۱۶ھ ۔ ف ۱۰۰۵

(۴۰) قاری محمد عبداللہ امام جامع مسجد کانپور و مہتمم مدرسہ جامع العلوم کانپور نے "قاری بنانے والی کتاب" اردو میں لکھی جو کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ ف ۱۰۰۸

(۴۱) "تجوید کی حقیقت" یہ اردو ترجمہ ہے۔ محمد صدیق افغانی کی زبدۃ الترتیل کا یہ ترجمہ قاری محمد یوسف نے کیا جو کریمی پریس الہ آباد سے شائع ہوا۔

(۴۲) کتاب المعجز مع رسالہ مقحۃ الطرائق والابواب جو ۱۷۰۰ھ میں عربی میں لکھی گئی اوس کی قلمی کتابت ۱۳۱۷ھ میں محمود بن محمد نے کی۔ یہ رسم الخط قرآنی واختلافات قرات پر ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۴۳) تجوید القرآن مع رسالہ تعلیم الوقف یادگار حق القرآن منظوم از مولوی اشرف علی تھانوی ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوئی۔

(۴۴) رسالہ عزیز القاری کو مولوی قاری سید شہاب الدین احمد ابن قاسم شرف الدین پنجابی ثم گجراتی نے ۱۳۲۰ھ میں لکھ کر مطبع کنز العلوم سے طبع کرایا۔

(۴۵) قاری حافظ محمد احمد خلف قاری حافظ عبداللہ نے خلاصہ تجوید احمدیہ ۱۳۲۰ھ میں لکھا۔ یہ نسخہ حیدرآباد دکن کی اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(۴۶) قاری واحد نور خان خلف محمد خان جاگیردار ٹونکی۔ وفات ۱۳۲۰ھ ۔ ف ۱۰۰۶

(۴۷) قاری مولوی محمد شبلی فرزند مولوی سخاوت علی۔ ولادت ۱۲۶۰ھ۔ وفات ۱۳۲۰ھ ۔ ف ۱۰۰۷

(۴۸) قاری محمد اسحاق پھلکی وفات ۱۳۲۰ھ

(۴۹) قاریہ قمر النساء بیگم بنت امیر خان ساکن انکلے سرد گودھرا ولادت ۱۲۴۰ھ وفات ۱۳۲۰ھ ف ۱۰۰۹

(۵۰) قاری حافظ شیخ محبوب حیدرآبادی۔ وفات ۱۳۲۰ھ ۔ ف ۱۰۱۰

(۵۱) خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن عربی میں۔ شیخ القراء ضیاء الدین احمد کی تالیف ۱۳۲۰ھ میں ہوئی

(۵۲) قاری مولانا محمد حسن ابن رجب علی قاری سبعہ وفات ۱۳۲۱ھ ۔ ف ۱۰۱۱

(۵۳) قاری سید احمد مدنی ثم سنگھڑوی ولادت ١٢٥٩ھ۔ وفات ١٣٢١ھ
(۵۴) حکیم قاری حافظ حاجی مولانا محمد حسین الہ آبادی شاگرد شیخ القراء عبد الرحمن پانی پتی۔ ولادت ١٢٦٩ھ وفات ۸ رجب ١٣٢٢ھ۔ تلامذہ کی تعداد ۲۴ ہے۔ ممتاز شاگرد یہ ہیں :۔ (۱) نذیر احمد لکھنوی (۲) مولانا حکیم عبد الحی ناظم ندوۃ العلماء (۳) مولانا عین القضاۃ (۴) مولانا محمد ابراہیم۔ ف ١٠١٢
(۵۵) قاریہ عائشہ بیگم (شاہ رفیع الدین کی پوتی) وفات ١٣٢٢ھ ۴۸/۴
(۵۶) قاری ملا سید عبد الوحید سنگھڑوی ولادت ١٢٥٠ھ وفات ١٣٢٢ھ
(۵۷) مقری مولانا رشید احمد گنگوہی وفات ١٣٢٣ھ۔ رد الطغیان فی اوقاف القرآن لکھی۔ ف ١٠١٤
(۵۸) قاری حافظ شاہ وارث علی ساکن دیوہ۔ وفات ١٣٢٣ھ ف ١٠١٥
(۵۹) شیخ القراء سید محمد تونسی مدنی وفات ١٣٢٤ھ ف ٣٢٦ تا ٣٢٨ ف ١٠١٦۔ ممتاز شاگرد :
(۱) مقری مولانا محمد ابراہیم القمیصی القادری (۲) مقری حافظ مولانا سید شاہ غلام غوث شطاری (۳) مقری حافظ مولانا سید شاہ محمد علی شطاری (۴) مقری حافظ مولانا سید شاہ عمر قادری (۵) مقری حافظ محمد ایوب (۶) قاری سید اسد اللہ ناظم عدالت عمرگہ (۷) قاری محمود حسین (۸) قاری نظام الدین (۹) قاری سید زین العابدین (۱۰) قاری محی الدین شریف (۱۱) قاری حافظ فخر الدین (۱۲) قاری عبد القادر (۱۳) قاری عبد القدیر۔
(۶۰) مقری حافظ عبد الرحمن ضریر کھوکھر تلمیذ عبد الرحمٰن پانی پتی۔ وفات ١٣٢٤ھ ف ١٠١٧ ف ١٠١٨
شاگردان :(۱) قاری حافظ محی الاسلام (۲) قاری حافظ قیام الدین پانی پتی (۳) قاری عبد اللطیف
(۶۱) ضیاء القراءت شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد صدیقی نے ١٣٢٥ھ میں لکھ کر طبع کرائی۔
(۶۲) قاری غلام محمد کرنالی وفات ١٣٢٥ھ ف ١٠٢١
(۶۳) قاری حافظ محمد یوسف ڈھاکوی وفات ١٣٢٥ھ ف ١٠٢٢
(۶۴) مجموعہ ضیاء القرادت کی دوسری بار طباعت ١٣٢٦ھ میں ہوئی جس کو مقری ضیاء الدین نے طبع کرایا۔
(۶۵) مفتی محمد محمود مدراسی نے "ریاض القراء" لکھ کر ١٣٢٧ھ میں طبع کرائی۔
(۶۶) قاری مسیح الزمان جن کی تالیف ضوابط القرآن ہے۔ وفات ١٣٢٨ھ ف ١٠٢٣
(۶۷) قاری حسن الزمان نے "رسم الخط امام" تالیف کی جو قلمی اونکے کتب خانے میں موجود ہے۔ دوسری تالیف "قراءت القرآن اہل بیت" ہے جو ۸۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ تاریخ تالیف ١٣٢٨ھ ہے۔ ف ١٠٢٦
(۶۸) قاری سید احمد علی ابن مولانا محمد علی مونگھیری ولادت ١٢٩٧ھ وفات ١٣٢٨ھ

(۶۹) التیسیر کا عربی متن دوسری بار مجتبائی پریس دہلی سے ۱۳۲۸ھ میں طبع ہوا جس کا ایک نسخہ شیخ القراء حافظ محمد سابق صاحب لکھنوی کے پاس موجود ہے۔ ۵۲

(۷۰) قاری حافظ نواب عبدالوہاب خان قاری سبعہ قرات برادر نواب ابراھیم علی خان ٹونکی ولادت ۱۳۰۲ھ وفات ۱۳۲۹ھ

(۷۱) قاری حافظ مولوی عبدالحق رامپوری ولادت ۱۲۴۹ھ وفات ۱۳۲۹ھ ۱۰۲۵

(۷۲) قاری حسن الزمان دہلوی ثم حیدرآبادی ولادت ۱۲۱۹ھ۔ وفات ۱۳۲۹ھ ۱۰۲۶

کثیر التصانیف۔ قرات پر دو کتابیں تالیف کیں جن کا ذکر نمبر (۶۶) میں کیا گیا۔

شاگردان: مولوی انوار اللہ خان قندھاری (۲) فرزند لطیف الزمان۔

(۷۳) قاری عبدالقادر جونپوری ابن رجب علی۔ وفات ۱۳۳۰ھ۔ ۱۰۲۹

(۷۴) قاری حافظ قمرالدین شاگرد شاہ شجاع الدین ولادت ۱۲۰۰ھ وفات ۱۳۳۰ھ ۱۰۳۰

(۷۵) قاری حافظ مولانا سید عمر صاحب شاگرد سید محمد تونسی ولادت ۱۲۸۰ھ وفات ۱۳۳۰ھ ۱۰۳۱

شاگرد: قاری عبدالقدیر صدیقی المتخلص بہ حسرت

(۷۶) سراج القرات از محمد عبداللہ تھانوی مرادآبادی ۱۳۳۰ھ۔

(۷۷) قاری حافظ عبدالسمیع شاگرد رضا علی وفات ۱۳۳۰ھ ۱۰۳۲

(۷۸) قاری نظام الدین حیدرآبادی ولادت ۱۲۸۰ھ۔ وفات ۱۳۳۰ھ ۱۰۳۳

(۷۹) قاری سید فقیر عالم ولادت ۱۳۰۱ھ۔ وفات ۱۳۳۰ھ

(۸۰) قاری جلال الدین ابن شریعت اللہ قاری عشرہ ولادت ۱۲۸۵ھ وفات ۱۳۳۰ھ ۱۰۳۴

شاگردان: (۱) قاری ولی اللہ (۲) قاری عماد اللہ (۳) قاری کمال الدین فرزند

(۸۱) قاری حافظ سید غلام غوث شطاری وفات ۱۳۳۱ھ۔ ۱۰۳۵

(۸۲) قاری عبدالرزاق خان (والد عبدالجبار آصفی) وفات ۱۳۳۱ھ۔ ۱۰۳۶

(۸۳) قاری حبیب الرحمٰن مکی ولادت ۱۲۶۲ھ وفات ۱۳۳۲ھ۔ مسافر خانے کی مسجد متصل زکریا مسجد کلکتہ میں درس و تدریس کرتے رہے۔ ۱۰۳۷

(۸۴) قاری حافظ اخوند افغانی ثم بھوپالی ولادت ۱۲۶۵ھ وفات ۱۳۳۲ھ۔ خوش الحان باخدا بزرگ تھے۔ ۱۰۳۸

(۸۵) تنشیط الطبع فی اجراء السبع از مولوی اشرف علی تھانوی مطبوعہ ۱۳۳۳ھ

(۸۶) قاری محمد عثمان ابن حافظ عبدالرحمٰن شاگرد صوفی ناصرالدین بخاری نے "خلاصۃ الرسوم" کے نام سے ایک رسالہ تجوید میں لکھا جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(۸۷) قاری حافظ سید شاہ محمد شطاری وفات ۱۳۳۴ھ۔ ف ۱۰۳۹

(۸۸) مفتی حافظ قاری محمد رمضان اکبرآبادی ولادت ۱۲۶۴ھ وفات ۱۳۳۴ھ۔ ف ۱۰۴۰

(۸۹) قاری حافظ خواجہ الطاف حسین حالی ولادت ۱۲۵۳ھ وفات ۱۳۳۴ھ۔ ف ۱۰۴۱

(۹۰) قاری محمد حسن گیاوی ابن شیخ القراء عبدالرحمن پانی پتی ولادت ۱۲۶۴ھ وفات ۱۳۳۴ھ ف ۱۰۴۲

(۹۱) مولوی حکیم حافظ قاری مسعود احمد کاکوروی ابن منشی محمد احمد۔ ولادت ۱۲۵۸ھ وفات ۱۳۳۵ھ۔ ف ۱۰۴۳

(۹۲) ایک قرآن مجید ۱۳۳۵ھ میں سادھوڑے سے شائع ہوا جس پر قاری عبدالرحمن پانی پتی کی تقریظ ہے۔ حاشیے پر اختلافات سبعہ قراءت واضح طور پر درج ہیں اس کا ایک نسخہ قاری جمیل احمد ناظم جامع العلوم کانپور کے پاس محفوظ ہے۔

(۹۳) قاری سبعہ شیر محمد خان شاگرد محی الاسلام پانی پتی ولادت ۱۲۵۵ھ وفات ۱۳۳۵ھ قاری سبعہ تھے۔ ف ۱۰۴۴

(۹۴) قاری محمد ادریس نگرامی ولادت ۱۲۷۵ھ وفات ۱۳۳۶ھ۔ ف ۱۰۴۵

(۹۵) الاقتصاد فی الضاد از قاری مولانا رحیم اللہ بجنوری تلمیذ محمد قاسم نانوتوی ۱۳۳۶ھ

(۹۶) شیخ القراء محمد ابراہیم القمیصی القادری راوی عشرہ قرات ولادت ۱۲۸۲ھ وفات ۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ ف ۱۰۴۶

(۹۷) قاری حافظ محمد عبداللہ مرادآبادی نے طیبۃ النشر کی شرح توضیح العشر مرادآباد سے ۱۳۳۶ھ میں شائع کیا۔

(۹۸) قاری حافظ مولوی انوار اللہ خان قندھاری ولادت ۱۲۶۲ھ وفات ۱۳۳۶ھ ف ۱۰۴۸

(۹۹) شیخ القراء میر روشن علی نے جواہر الصبیان و حرز الصبیان دو رسالے ۱۳۳۶ھ میں شائع کرائے۔

(۱۰۰) مولانا قاری عبدالمتین ابن مولانا عبدالقادر جونپوری وفات ۱۳۳۶ھ۔ ف ۲۶۸ تا ۲۸۶۔

(۱۰۱) حکیم حافظ قاری شاہ ظہیر احمد سہسوانی بدایونی ولادت ۱۲۷۷ھ وفات ۱۳۳۶ھ ف ۱۰۵۰

(۱۰۲) قاری سید حسن کانپوری ولادت ۱۲۷۶ھ وفات ۱۳۳۶ھ۔ ف ۱۰۵۱

مولانا رحمت اللہ سے علوم مدرسہ صولتیہ میں سیکھے۔ ۳۶ سال کانپور میں رہے۔ شاگردان: (۱) قاری مولوی مشتاق احمد (۲) نواب حافظ محمد ابراہیم (۳) قاری مولوی عبدالستار۔

(۱۰۳) قاری سید تجمل حسین فضلی نے "تجوید مشہدی" بروایت حفص لکھ کر ۱۳۳۶ھ میں طبع کرائی۔

(۱۰۴) قاری حافظ عبدالسلام انصاری پانی پتی۔ وفات ۱۳۳۶ھ۔ ف ۱۰۴۷

(۱۰۵) قاری مولانا عبدالعلیم ابن قاری عبدالرحمن پانی پتی وفات ۱۳۳۷ھ۔ ف ۱۰۵۲

(۱۰۶) قاری ریاض الدین ابن ضیاء الدین ولادت ۱۲۹۷ھ وفات ۱۳۳۷ھ۔ ف ۱۰۵۳

(۱۰۷) قاری حافظ محمد عبداللہ امام جامع مسجد کانپور۔ وفات ۱۳۳۷ھ۔

شاگردان: (۱) قاری ولی اللہ (۲) حافظ قاری امداد احمد۔

(۱۰۸) قاری عطاء اللہ بہاری - وفات سنہ ۱۳۳۷ھ - ف ۱۰۵۴

(۱۰۹) شیخ القراء حافظ محمد عبد اللہ مہاجر مکی ولادت سنہ ۱۲۷۲ھ وفات در مکہ معظمہ سنہ ۱۳۳۷ھ ف ۳۱۱ تا ۳۱۳ ف ۱۰۵۵

فرزندان: (۱) قاری احمد (۲) قاری حامد (۳) قاری محمود (۴) قاری سراج -

شاگردان: (۵) برادر عبد الرحمٰن مکی (۶) برادر خورد قاری حبیب الرحمٰن (۷) مولانا اشرف علی تھانوی (۸) قاری محمد سلیمان بھوپالی (۹) قاری حافظ محمد بختیار بھوپالی (۱۰) قاری محی الدین (۱۱) قاری حافظ محمد صدیق (۱۲) قاری حافظ مرزا محمود بیگ (داماد)

(۱۱۰) الحاج قاری علامہ غلام محی الدین چیدہ ویلوری - وفات سنہ ۱۳۳۸ھ - ف ۱۰۵۶

(۱۱۱) قاری حافظ عبد الحمید ڈھاکوی ولادت سنہ ۱۲۶۸ھ وفات سنہ ۱۳۳۸ھ ف ۱۰۵۷

(۱۱۲) قاری حافظ عبد الاول بن قاری کرامت علی جونپوری ولادت سنہ ۱۲۸۳ھ وفات سنہ ۱۳۳۹ھ ف ۲۷۹ تا ف ۲۸۲ ف ۱۰۵۸

شاگرد: (۱) قاری حفیظ اللہ -

(۱۱۳) شیخ القراء حافظ عبد الحق مکی وفات در مکہ سنہ ۱۳۳۹ھ - مہتمم مدرسہ فخریہ - ف ۳۲۹ تا ف ۳۳۱ ف ۱۰۵۹

شاگردان: (۱) قاری حافظ محمد اسحٰق (۲) خواجہ عبد الوہاب (۳) عبد القیوم وکیل (۴) خواجہ عبد العزیز صدیقی (۵) اکبر علی خان (۶) شیخ القراء میر روشن علی (۷) قاری منیر علی (۸) قاری ڈاکٹر کلیم اللہ حسینی پروفیسر -

(۱۱۴) شیخ الہند مولانا قاری محمود الحسن دیوبندی وفات سنہ ۱۳۳۹ھ - ف ۱۰۶۰

(۱۱۵) قاری عبد الرؤف سنگھڑوی ولادت سنہ ۱۳۱۲ھ - وفات سنہ ۱۳۳۹ھ -

(۱۱۶) قاری مولانا عبد العزیز صدیقی حیدر آبادی - وفات سنہ ۱۳۳۹ھ ف ۱۰۶۱

(۱۱۷) قاری محمد یحییٰ مدنی ولادت سنہ ۱۲۸۰ھ - وفات سنہ ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۲

(۱۱۸) مولوی حافظ قاری ابو الخیر مکی پسر سخاوت علی ولادت سنہ ۱۲۷۴ھ وفات سنہ ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۳

(۱۱۹) قاری حافظ اکرام الدین شاگرد قاری عبد الرحمٰن پانی پتی وفات سنہ ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۴ شاگرد: قاری حافظ [illegible]

(۱۲۰) قاری حکیم مولانا رحیم اللہ بجنوری تلمیذ مولانا محمد قاسم نانوتوی وفات سنہ ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۵ - الاقتصاد فی الفا[illegible]

(۱۲۱) قاری حافظ نیاز احمد قاری سبعہ شاگرد قاری حافظ ابو الخیر مجددی دہلوی وفات سنہ ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۶

(۱۲۲) قاری عبد القادر خان مدرس نظامیہ حیدر آباد شاگرد تونسی صاحب وفات سنہ ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۸

(۱۲۳) قاری حافظ عبد الحی خطیب مکہ مسجد و صدر مدرسہ حفاظ - شاگرد سید سلیمان بھوپالی وفات سنہ ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۷

(۱۲۴) قاری حافظ ارادت الحق گیاوی وفات سنہ ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۶۹

(۱۲۵) قاری حافظ حکیم محمد عنایت اللہ خان قاری سبعہ شاگرد قاری محمد سلیمان وفات سنہ ۱۳۴۰ھ ف ۱۰۷۰

(۱۲۶) قاری سید عبدالعزیز فرزند سید منظور احمد فرخ آبادی - وفات ۱۳۴۱ھ ف ۱۰۷۱

(۱۲۷) قاری سید عبدالحی - ناظم مدرسہ ندوۃ العلماء - ولادت ۱۲۸۶ھ - وفات ۱۳۴۱ھ ف ۱۰۷۲

(۱۲۸) قاری حافظ شاہ محی الدین عبداللہ المعروف بہ ابوالخیر مجددی دہلوی قاری سبعہ ولادت ۱۲۷۲ھ وفات ۱۳۴۱ھ
شاگرد : قاری نیاز احمد قاری سبعہ ف ۱۰۷۳

(۱۲۹) قاری منیر علی حیدرآبادی نے خلاصۃ التجوید لکھ کر ۱۳۴۱ھ میں شائع کی۔ نیز رسالہ تشریح نقشہ جات بھی شائع کیا۔

(۱۳۰) قاری حافظ حبیب الرحمن مکی ابن محمد بشیر خان وفات ۱۳۴۱ھ - ف ۱۰۷۵

(۱۳۱) قاری حافظ ابراہیم سعد شاگرد قاری تونسی - صدر مدرسہ حفاظ ولادت ۱۲۷۲ھ وفات ۱۳۴۲ھ ف ۱۰۷۴

(۱۳۲) قاری حافظ محمود خان بھوپالی ولادت ۱۲۸۷ھ وفات ۱۳۴۲ھ - قاری سبعہ - خوشنویس - منتظم مساجد ف ۱۰۷۶

(۱۳۳) معرفت التجوید و تحفۃ المبتدی کو قاری محب الدین احمد الہ آبادی نے لکھ کر ۱۳۴۳ھ میں شائع کیا۔

(۱۳۴) رفع التضاد عن احکام الضاد از محمد شفیع دیوبندی و اشرف علی تھانوی ۱۳۴۳ھ

(۱۳۵) خلاصۃ التجوید از قاری حافظ ریاست علی مطبوعہ ۱۳۴۳ھ -

(۱۳۶) فیض العزیز معروف بہ مفتاح التجوید از مفتی قاری سعید احمد سہارن پوری مطبوعہ ۱۳۴۳ھ

(۱۳۷) مولانا عین القضاۃ حیدرآبادی ثم لکھنوی ولادت ۱۲۷۵ھ وفات ۱۳۴۳ھ ف ۳۰۶ تا ف ۳۱۰ ف ۱۰۷۷

(۱۳۸) قاری حاجی ابو محمد خلد آبادی ولادت ۱۲۷۳ھ وفات ۱۳۴۳ھ - قاری عبدالولی کے شاگرد تھے - ف ۱۰۷۸

(۱۳۹) قاری حافظ عبدالباری فرنگی محلی ولادت ۱۲۹۰ھ وفات ۱۳۴۴ھ ف ۱۰۷۹

(۱۴۰) قاری جھمن سقہ کانپوری ولادت ۱۲۳۲ھ وفات ۱۳۴۴ھ -

(۱۴۱) رسالہ تجوید از قاری محمد عبدالغفور خلف حاجی محمد ابراہیم حیدرآبادی ۱۳۴۴ھ

(۱۴۲) مولوی عبدالجبار آصفی وفات ۱۳۴۴ھ - ف ۱۰۸۰

(۱۴۳) قاری حافظ خواجہ اخلاق حسین ابن الطاف حسین حالی وفات ۱۳۴۴ھ - ف ۱۰۸۱

(۱۴۴) قاری حافظ محمد احسن نابینا - بھتیجے و شاگرد قاری کرامت علی جونپوری ولادت ۱۲۶۴ھ وفات ۱۳۴۴ھ ف ۱۰۸۲

(۱۴۵) قاری حافظ وحید بخش پانی پتی وفات ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۸۳

(۱۴۶) قاری عبدالرحمن تلمیذ قاری شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی وفات در حیدرآباد ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۸۴

(۱۴۷) مقری حافظ مولانا محمد علی ساکن نواکھالی - وفات ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۸۵

(۱۴۸) مولانا قاری حافظ حاجی خلیل احمد امیٹھوی ولادت ۱۲۶۹ھ وفات ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۸۶

(۱۴۹) قاری حافظ محمد عنایت اللہ خان رامپوری وفات ۱۳۴۵ھ خلف اکبر قاری حافظ امداد خان - ف ۱۰۸۷

(۱۵۰) مفتی قاری حافظ محمد محمود مدراسی ابن مولوی صبغۃ اللہ وفات ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۸۸

(۱۵۱) قاری زین العابدین یمنی ثم بھوپالی وفات ۱۳۴۵ھ - اونکے فرزند قاری لطیف الرحمٰن ف ۱۰۹۰

(۱۵۲) قاری حافظ محمد مرتضیٰ ابن حافظ عبدالحکیم مدراسی وفات ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۹۱

(۱۵۳) قاری حافظ فضل حق وطن پھلی شہر ولادت ۱۲۸۰ھ وفات ۱۳۴۵ھ ف ۱۰۹۲
تلمیذ تھے عبدالرحمٰن مکی کے والد تھے قاری سراج الحق الہ آبادی کے -

(۱۵۴) قاری مولانا سید محمد علی مونگھیری ولادت ۱۲۶۴ھ وفات ۱۳۴۶ھ - ف ۱۰۹۳

(۱۵۵) قاری حافظ محمد مدنی فرزند محی الاسلام پانی پتی ولادت ۱۳۲۸ھ وفات ۱۳۴۶ھ - ف ۱۰۹۴

(۱۵۶) فضل الدرر المعروف بہ درر العقیلہ فی شرح متن العقیلہ للشاطبی از قاری عبدالرحمٰن مکی عربی میں لکھکر
۱۳۴۶ھ میں شائع کیا -

(۱۵۷) حکیم قاری سید برکات احمد بہاری ثم ٹونکی طبیب شاہی وفات ۱۳۴۶ھ ف ۱۰۵۵

(۱۵۸) تحفۃ الاخوان فی بیان احکام القرآن مترجمہ الحاج الحافظ محمد زکریا شیخ الحدیث سہارنپور ۱۳۴۷ھ میں طبع
ہوئی - یہہ کتاب ترجمہ ہے شیخ حسن مصری بن ابراہیم السیوطی الشہیر بہ شاعر نزیل مدینہ -

(۱۵۹) شیخ القراء حافظ عبدالہادی خان ولادت ۱۲۸۷ھ وفات ۱۳۴۶ھ ف ۱۰۹۶
فرزند اکبر الیاس خان (۲) فرزند دوم قاری ادریس خان -

(۱۶۰) قاری حافظ محمد ایوب نابینا ولادت ۱۲۷۶ھ وفات ۱۳۴۶ھ شاگرد حافظ عبدالوفا عالم وفقیہہ ف ۱۰۹۷

(۱۶۱) قاری حافظ شیخ احمد اورنگ آبادی ولادت ۱۲۷۹ھ وفات ۱۳۴۷ھ شاگرد تھے عبدالولی اورنگ آبادی کے ف ۱۰۹۸

(۱۶۲) قاری حافظ محمد خان بھوپالی ولادت ۱۲۸۲ھ وفات ۱۳۴۷ھ شاگرد تھے عبدالہادی کے ان کے پر کیف آواز تھی ف ۱۰۹۹

(۱۶۳) تسہیل الترتیل از پروفیسر الیاس برنی - اعظم اسٹیم پریس سے ۱۳۴۷ھ میں پہلی بار طبع ہوئی -

(۱۶۴) قاری عبدالقاسم سید اسمٰعیل حسن ولادت ۱۲۷۲ھ وفات ۱۳۴۷ھ

(۱۶۵) قاری ابو محمد محی الاسلام نے شرح سبعہ قرات مطبع علمی دہلی سے ۱۳۴۷ھ میں طبع کرائی

(۱۶۶) قاری چھوٹے میاں فرزند قاری بختیار خان بھوپالی - ولادت ۱۳۲۷ھ وفات ۱۳۴۷ھ ف ۱۱۰۱

(۱۶۷) قاری سید میاں صاحب ولادت ۱۲۸۲ھ وفات ۱۳۴۷ھ

(۱۶۸) اتالیق تجوید القرآن تالیف قاری تاج الدین حیدرآبادی ۱۳۴۷ھ میں حیدرآباد سے طبع ہوا -

(۱۶۹) رہنمائے تجوید از قاری سید سردار علی شاہ ساکن سکھر (سندھ) کریمی پریس لاہور سے ۱۳۱۵ھ میں طبع ہوا -

(۱۷۰) مفید الاقوال فی شرح تحفۃ الاطفال از قاری محمد حسین ساکن بالے گاؤں ۱۳۴۷ھ میں طبع ہوا -

(۱۷۱) ملا علی قاری کی شرح متن الشاطبیہ عربی میں دارالعلوم دیوبند سے باہتمام قاری محمود حسن ۱۳۲۸ھ میں طبع ہوئی۔

(۱۷۲) قاری مولانا محمد عمر سنگھڑ (د) قاری عشرہ ولادت ۱۳۱۰ھ وفات ۱۳۷۸ھ۔

(۱۷۳) قاری حافظ نواب ابراہیم علی خان والی ٹونک ولادت ۱۲۶۵ھ وفات ۱۳۴۹ھ ف ۸۰، ۸۲ تا ف ۱۱۹۲

(۱۷۴) شیخ القراء۔ حافظ عبدالرحمن مکی ثم الہ آبادی ولادت ۱۲۸۰ھ وفات ۱۳۴۹ھ ف ۳۱۱ تا ف ۳۲۲

شاگردان: (۱) ضیاء الدین احمد صدیقی (۲) عبدالوحید خان الہ آبادی (۳) عبدالمالک (۴) محمد نصیر نعمانی (۵) محمد عبدالمعبود (۶) عبدالخالق علی گڑھی (۷) حفظ الرحمن پرتاب گڑھی (۸) محمد یوسف کلکتوی (۹) محمد صدیق میمن سنگھی (۱۰) حافظ فضل حق (۱۱) محمد سلیمان سورتی (۱۲) پروفیسر محمد سراج الحق۔

(۱۷۵) قاری محمد صدیق میمن سنگھی وفات ۱۳۴۹ھ۔ ف ۱۱۰۴

شاگردان: قاری ریاست علی (۲) محمد قاسم لکھنوی (۳) تاج الدین لکھنوی (۴) محمد حسن صدیقی (۵) محمد عمر بہاری (۶) محمد انوار الحق لکھنوی (۷) محمد نور الحق لکھنوی (۸) کریم بخش پیلی بھیتی (۹) مظفر علی لکھنوی (۱۰) محمد ادریس مظفر پوری (۱۱) گوہر علی (۱۲) سلامت اللہ (۱۳) عزیز الرحمن (۱۴) عبدالرزاق (۱۵) سید محمد عثمان (۱۶) خلیل احمد لکھنوی (۱۷) حافظ اظہر حسن عرف ابرار احمد امروہی

(۱۷۶) قاری سید اشرف شمسی ولادت ۱۲۸۰ھ وفات ۲۶ محرم ۱۳۴۹ھ (م ۱۹۳۰ء)۔ ف ۱۱۳۴

(۱۷۷) قاری حافظ حاجی سید محمد رشید بغدادی ثم حیدرآبادی وفات ۱۳۴۹ھ ف ۱۱۰۵

(۱۷۸) قاری حافظ محمد قیام الدین پانی پتی تلمیذ عبدالرحمن ضریر ف ۱۱۰۶

(۱۷۹) حکیم مولوی حافظ قاری نعمت اللہ وفات ۱۳۵۰ھ ف ۱۱۰۷

(۱۸۰) قاری حافظ احمد اللہ مبارک پوری وفات ۱۳۵۰ھ ف ۱۱۰۹

(۱۸۱) قاری حافظ ولی محمد میرٹھی قاری عشرہ ولادت ۱۲۷۵ھ وفات ۱۳۵۰ھ

(۱۸۲) قاری حافظ شرافت حسین سنبھلی۔ وفات ۱۳۵۰ھ

(۱۸۳) قاری حافظ خواجہ سجاد حسین بی اے پسر خواجہ الطاف حسین حالی ولادت ۱۲۷۸ھ وفات ۱۳۵۰ھ ف ۱۱۱۰

(۱۸۴) قاری مولانا ابوالحسین ابن محمد محسن جونپوری خوشنویس وفات ۱۳۵۰ھ ف ۱۱۱۱ ف ۲۶۸

(۱۸۵) قاری حافظ عبدالغفور ولادت ۱۲۹۰ھ وفات ۱۳۵۰ھ ف ۱۱۱۲

(۱۸۶) حافظ مقری محمد قاسم لکھنوی وفات ۱۳۵۰ھ۔

(۱۸۷) قاری محمد علی مکی ابن حاجی محمد نذیر ولادت ۱۲۸۴ھ وفات ۱۳۵۲ھ ف ۱۱۱۳

قاری شیخ مصطفی سے مدرسہ صولتیہ میں سیکھا۔ زکریا مسجد کلکتہ میں بیس سال امامت کی وہیں انتقال ہوا۔

اونکے فرزند قاری محمد عثمان تھے

(۱۸۸) قاری حافظ اشفاق الٰہی شاگرد ولی محمد ولادت ۱۲۹۹ھ وفات ۱۳۵۲ھ بروایت قالون حافظ تھے

(۱۸۹) قاری حافظ فیض محمد اورنگ آبادی۔ وفات ۱۳۵۲ھ۔ شاگرد تھے قاری عبدالولی کے۔ و ۱۱۱۴

(۱۹۰) قاری حافظ جیب طاہر سمکری ولادت ۱۲۷۸ھ وفات ۱۳۵۳ھ و ۱۱۱۵

(۱۹۱) القاری الحاج خلیل الرحمٰن ابن محمد اسمٰعیل وفات ۱۳۵۳ھ و ۱۱۱۶

(۱۹۲) قاری سید بادشاہ صاحب سرحدی قاری سبعہ ولادت ۱۲۸۱ھ وفات ۱۳۵۳ھ۔

(۱۹۳) مکمل ضیاء التجوید از مقری سید محمد سلیمان دیوبندی شیخ التجوید مظاہر العلوم سہارن پور مطبوعہ ۱۳۵۳ھ

(۱۹۴) قاری مولانا عبدالحق کڑپوی ولادت ۱۲۸۷ھ وفات ۱۳۵۴ھ۔

(۱۹۵) قاضی حافظ قاری غوث علی ابن حافظ معز اللہ وفات ۱۳۵۴ھ و ۱۱۱۷

(۱۹۶) قاری عشرہ محمود النبی سنگھروی ولادت ۱۳۲۵ھ وفات ۱۳۵۴ھ

(۱۹۷) فوائد مرضیہ شرح اردو مقدمہ الجزریہ از قاری محمد سلیمان دیوبندی شیخ التجوید مظاہر العلوم سہارنپور مطبوعہ ۱۳۵۵ھ۔

(۱۹۸) "اشعۃ الضیا" و "مبتدیوں کی تجوید" یہہ دو کتابیں قاری اظہر احسن عرف ابرار احمد صدیقی امروہی نے ۱۳۵۵ھ میں حیدرآباد دکن سے شائع کیں۔

(۱۹۹) مبتدیوں کی تجوید دوسری بار ۱۳۱۶ھ میں اسلامک سنٹر مسجد چوک حیدرآباد سے شائع ہوئی۔

(۲۰۰) کاشف الابہام فی الوقف علی الھمزہ لحمزہ وھشام از قاری محب الدین احمد الہ آبادی ۱۳۵۵ھ۔

(۲۰۱) قاری حافظ جنرل عبیدہ خان بھوپالی ولادت ۱۲۹۵ھ وفات ۱۳۵۵ھ شاگرد تھے قاری محمد سلیمان کے

(۲۰۲) قاری سید غلام محمد شاہ قادری قندھاری ولادت ۱۲۹۵ھ وفات ۱۳۵۵ھ۔ و ۱۱۱۹

(۲۰۳) ہدیۃ الوحید فی علم التجوید از قاری محمد عبدالوحید الہ آبادی ثم دیوبندی تاریخ طباعت ۱۳۵۵ھ۔

(۲۰۴) قاری محمد اسحاق بیگ فرزند قاری محمد رحیم بیگ دہلوی تلمیذ قادر بخش وفات ۱۳۵۵ھ و ۱۱۲۰

(۲۰۵) قاری حمید الدین سنبھلی قاری عشرہ وفات ۱۳۵۵ھ و ۱۱۲۲

(۲۰۶) قاری محمد لطیف الزمان ابن حسن الزمان حیدرآبادی وفات ۱۳۵۵ھ و ۱۱۲۱

(۲۰۷) قاری اسداللہ صاحب شاگرد تونسی صاحب وفات ۱۳۵۵ھ۔

(۲۰۸) الکتاب الوحید ترجمہ مفتاح التجوید (تالیف شیخ عبداللہ بن ابراہیم مکی) مترجم حافظ قاری محمد اسمٰعیل مجددی رامپوری۔ تاریخ طباعت ۱۳۵۶ھ

(۲۰۹) قاری محمود حسین حیدر آبادی وفات ۱۳۵۶ھ۔
(۲۱۰) غذار القرآن از قاری محمد اسمٰعیل پانی پتی۔ تاریخ طباعت ۱۳۵۶ھ
(۲۱۱) ڈاکٹر قاری سر محمد اقبال ولادت ۱۲۹۳ھ۔ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۳
(۲۱۲) قاری مولانا ابو الفرح ابن مولانا عبد القادر بن رجب علی جونپوری ولادت ۱۲۸۷ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۵
(۲۱۳) قاری سید اصغر شاگرد عبد الولی ولادت ۱۲۷۲ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۶
(۲۱۴) قاری فضل الرحمٰن سنگھڑوی ولادت ۱۳۳۲ھ وفات ۱۳۵۷ھ
(۲۱۵) قاری غوث محی الدین ایجاد مدراسی ولادت ۱۲۶۷ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۷
(۲۱۶) قاری عبد العلیم ابن عبد الحلیم ٹونکی ولادت ۱۲۹۲ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۸
(۲۱۷) قاری حافظ محمد موسیٰ مصری امام زکریا مسجد کلکتہ ولادت ۱۲۷۲ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۲۹
(۲۱۸) قاری حافظ مولانا علاء الدین بھوپالی ولادت ۱۲۸۷ھ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۳۰
قاری سبعہ شاگرد تھے عبد الھادی خان بھوپالی کے۔ مدرسہ احمدیہ میں مدرس تجوید تھے۔
(۲۱۹) قاری ضیاء الاسلام فرزند سراج الاسلام خطیب و امام و ناظم جامع مسجد آگرہ۔ وفات ۱۳۵۷ھ ف ۱۱۳۱
ان کے شاگرد قاری حافظ فیض محمد نابینا اکبر آبادی (جامع مسجد میں درس دیتے ہیں)
(۲۲۰) قاری محمد حماد ابن قاری حافظ عبد الاول جونپوری وفات ۱۳۵۸ھ۔ ف ۱۱۳۲
(۲۲۱) قاری عبد العظیم کلکتوی شاگرد محمد یحییٰ مدنی ولادت ۱۲۸۹ھ وفات ۱۳۵۹ھ ف ۱۱۳۳
(۲۲۲) اقتباس التجوید از کرنل قاری مرزا بسم اللہ بیگ حیدر آبادی مطبوعہ ۱۳۵۹ھ۔
(۲۲۳) قاری حافظ سید سلیمان بن داؤد بھوپالی ثم حیدر آبادی وفات ۱۳۶۰ھ
(۲۲۴) قاری محمد شفیع بنارسی ولادت ۱۲۹۸ھ وفات ۱۳۶۰ھ ف ۱۱۳۵
(۲۲۵) حاجی قاری مولانا حافظ سید محمد قاسم ویلوری وفات ۱۳۶۰ھ (مارچ ۱۹۴۰ء) ف ۱۱۳۶
(۲۲۶) قاری حافظ الیاس خان بھوپالی وفات ۱۳۶۱ھ ف ۱۱۳۷
(۲۲۷) قاری حافظ سید شاہ علی حسن لقب شاہ میاں مارہروی ولادت ۱۲۹۳ھ وفات ۱۳۶۱ھ
(۲۲۸) قاری حافظ محمد عبد اللہ المعروف بہ محمد عالم ساکن گجرات درپنجاب ثم دہلوی قاری سبعہ وفات ۱۳۶۲ھ ف ۱۱۳۸
(۲۲۹) قاری حافظ غلام نبی گیاوی شاگرد عبد المالک ولادت ۱۳۳۷ھ وفات ۱۳۶۲ھ ف ۱۱۳۹
(۲۳۰) قاری مشتاق احمد ابن مولانا احمد حسن ولادت ۱۲۹۷ھ وفات ۱۳۶۲ھ تلمیذ قاری سید حسن ف ۱۱۴۰
(۲۳۱) قاری حافظ مولانا اشرف علی تھانوی وفات ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۱ تصنیف جمال القرآن (۲) وجہ المثانی فی توجیہ

(۲۳۲) قاری مولانا خیر الدین گیاوی وفات سنہ ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۲

(۲۳۳) قاری محمد عبداللہ مراد آبادی قاری عشرہ وفات سنہ ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۳

(۲۳۴) قاری حافظ محمد اسحٰق داماد قاری عبدالحق مکی وفات در مکہ سنہ ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۴

(۲۳۵) قاری حافظ فضل الرحمن ابن ضمیر الدین ولادت سنہ ۱۳۴۸ھ وفات سنہ ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۵

(۲۳۶) مقری محمد امین الدین ابن محمد عبدالکریم ولادت سنہ ۱۲۹۴ھ وفات سنہ ۱۳۶۳ھ ف ۱۱۴۶

(۲۳۷) قاعدہ مفتاح القرآن از حکیم قاری عبدالرشید مکی مطبوعہ سنہ ۱۳۶۴ھ۔

(۲۳۸) قاری مولانا حیدر حسن ٹونکی محدث ولادت سنہ ۱۲۹۰ھ وفات سنہ ۱۳۶۴ھ ف ۱۱۴۷

(۲۳۹) قاری حافظ حاجی عبدالرحیم ابن حافظ کریم اللہ بنارسی ولادت سنہ ۱۳۰۳ھ وفات ۴ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۴ھ ف ۱۱۴۸

(۲۴۰) قاری حافظ عبدالغفور بھوپالی ولادت سنہ ۱۲۹۹ھ وفات سنہ ۱۳۶۴ھ پیش امام جامع مسجد ف ۱۱۴۹

(۲۴۱) قاری حافظ محمد ابراہیم سہارن پوری وفات سنہ ۱۳۶۵ھ ف ۱۱۵۰

(۲۴۲) خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن از قاری حفظ الرحمن دیوبندی مطبوعہ سنہ ۱۳۶۵ھ۔

(۲۴۳) قاری شیخ محمد عرب ولادت سنہ ۱۲۸۵ھ وفات سنہ ۱۳۶۵ھ ف ۱۱۵۱
قاری سبعہ۔ مکہ معظمہ میں قاری عبداللطیف سے قرأت سیکھی۔ جہیر الصوت خوش الحان قاری تھے عرب لہجوں کے ماہر۔ سلطان جہان بیگم نے اپنے ساتھ لائیں۔ جامع مسجد کا امام مقرر کیا۔

(۲۴۴) قاری محمد سعید الہ آبادی ولادت سنہ ۱۳۰۹ھ وفات سنہ ۱۳۶۵ھ ف ۱۱۵۵

(۲۴۵) قاری حافظ عبدالوحید الہ آبادی ثم دیوبندی وفات سنہ ۱۳۶۵ھ ف ۱۱۵۳
شاگردان: (۱) مولوی شبیر احمد عثمانی (۲) مولانا محمد طیب ناظم دیوبند (۳) مولانا محمد طاہر

(۲۴۶) قاری سبعہ ظہور الدین ولادت سنہ ۱۳۰۰ھ وفات سنہ ۱۳۶۵ھ۔ والدہ بھی قاریہ تھیں۔

(۲۴۷) قاری عبدالرحیم صدر المدرسین پانی پت۔ وفات سنہ ۱۳۶۵ھ ف ۱۱۵۴

دور آزادی

سنہ ۱۳۶۵ھ تا سنہ ۱۳۸۱ھ

(۱) قاری منیر علی حیدر آبادی قاری عشرہ ولادت سنہ ۱۳۰۰ھ وفات سنہ ۱۳۶۶ھ ف ۱۱۶۳ تصنیف خلاصۃ التجوید و نقشہ جات

(۲) رہنمائے تجوید المعروف بہ میزان التجوید از مقری سید سلیمان دیوبندی سہارن پوری مطبوعہ سنہ ۱۳۶۶ھ

(۳) قاری عبدالرشید بھوپالی تلمیذ محمد بختیار خان وفات سنہ ۱۳۶۶ھ جامع مسجد کے امام رہے ف ۱۱۶۴ شاگرد: قاری عبدالشکور

(۴) قاری حافظ محمد عبد القیوم عباسی خلف عبد السلام عباسی وفات ۱۳۶۶ھ و ۱۱۶۵

(۵) قاری حاجی محمد محی الدین ولادت ۱۲۹۶ھ وفات ۱۳۶۶ھ و ۱۱۶۶

(۶) شیخ القرا، حافظ عنایت اللہ ابن حافظ محمد اسحاق قاری سبعہ ساکن ہمو بھنجن ناتھ وفات ۱۳۶۶ھ ۔ و ۱۱۵۲

تلمیذ ضیاء الدین احمد۔ شاگردان: (۱) قاری خلیل الرحمٰن (۲) قاری حافظ ضمیر الدین قاری سبعہ (۳) قاری حافظ محمود علی (۴) قاری حافظ ضیاء الدین (۵) قاری حافظ ظہور احمد (۶) قاری محمد عبد اللہ (۷) قاری حافظ جمیل الرحمٰن لکھنوی (۸) قاری حافظ ظفر الدین۔ تالیف۔ قرات پر ایک رسالہ لکھا۔ سہارنپور سے ایک قرآن شریف سبعہ کے حاشیے والا آپ نے شائع کرایا۔

(۷) حافظ احمد جان خان سہسرامی ولادت ۱۳۰۱ھ وفات ۱۳۶۶ھ و ۱۱۶۷

(۸) نزہت القاری از محمد ابراھیم ساکن نواکھالی مطبوعہ ۱۳۶۷ھ

(۹) قاری حافظ سعادت علی خان والی ٹونک، وفات ۱۳۶۷ھ و ۱۱۶۸

(۱۰) قاری حافظ محمد سلیمان بن داؤد وفات ۱۳۶۷ھ و ۱۱۶۹

(۱۱) قاری حافظ محمد نذر نابینا تلمیذ قاری عبد الرحمٰن مکی ولادت ۱۳۰۷ھ وفات ۱۳۶۷ھ و ۱۱۷۰

(۱۲) مصباح القرآن مؤلفہ شفیق الدین حسن فضلی بھوپالی مطبوعہ ۱۳۶۸ھ۔

(۱۳) قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی ولادت ۱۳۰۴ھ وفات ۱۳۶۹ھ و ۱۱۷۱۔ تلمیذ قاری عبد الھادی خان

(۱۴) قاری حبیب الرحمٰن خان شروانی المخاطب بہ نواب صدر یار جنگ ولادت ۱۲۸۳ھ وفات ۱۳۷۰ھ و ۱۱۷۲

(۱۵) قاری سبعہ عبد الرحمٰن رامپوری ابن قاری علی حسین مدرس مدرسہ عالیہ رامپور وفات ۱۳۷۱ھ و ۱۱۷۳

(۱۶) قاری حافظ ادریس خان بھوپالی وفات ۱۳۷۱ھ و ۱۱۷۴

(۱۷) قاری حافظ عبد الوہاب گونڈوی تلمیذ عبد المالک ولادت ۱۳۲۰ھ وفات ۱۳۷۱ھ و ۱۱۷۵

(۱۸) مفتاح التجوید از قاری محمود عبد الصبور حیدرآبادی مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس ۱۳۷۱ھ

(۱۹) ضیاء البرہان فی جواب علی خط القرآن از محب الدین احمد مطبوعہ ۱۳۷۱ھ۔

(۲۰) جامع الوقف و معرفۃ الوقوف از محب الدین احمد مطبوعہ ۱۳۷۱ھ

(۲۱) تکمیل تیسیر از حافظ عبد الخالق سہارنپوری مطبوعہ ۱۳۷۱ھ

(۲۲) شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد ولادت ۱۲۹۰ھ وفات ۱۳۷۱ھ و ۱۱۷۶ و ۱۱۷۷

شاگردان: (۱) محمد صدیق میمن سنگھی (۲) عبد المالک (۳) عصام الدین فرزند اکبر (۴) مستجاب الدین فرزند دوم (۵) محب الدین فرزند سوم (۶) عبد المعبود برادر خورد (۷) محمد نذر نابینا (۸) حکیم عبد الرحیم خان

(۹) محمد عبداللہ تھانوی (۱۰) حکیم محمد عنایت اللہ (۱۱) وصی الرحمٰن اسلام آبادی (۱۲) محمد صالح لکھنوی (۱۴) ریاست علی (۱۵) خلیل احمد لکھنوی (۱۶) محمد اظہر حسن امروہی (۱۷) محمد زکریا ملیح آبادی (۱۸) محمد سلیمان دیوبندی (۱۹) عبدالقوی لکھنوی (۲۰) پروفیسر غلام مصطفےٰ خان۔

(۲۳) قاری سخاوت حسین سنگھڑوی ولادت ۱۳۳۲ھ وفات ۱۳۷۲ھ

(۲۴) قاری شیخ محمد ناظم دارالعلوم مئو تلمیذ عبدالرحمٰن مکی وفات ۱۳۷۲ھ ۱۱۷۸

(۲۵) شیخ القراء حافظ بختیار خان قاری سبعہ بھوپالی ولادت ۱۲۹۱ھ وفات ۱۳۷۲ھ ۱۱۷۹ تلمیذ شیخ محمد افغانی۔ شاگردان: قاری حافظ بشیر اللہ خاں بھوپالی (۲) قاری حاجی لطیف الرحمٰن بھوپالی (۳) قاری حافظ پیر محمد صدیق حسین بھوپالی (۴) قاری ابراھیم بیگ بھوپالی (۵) قاری حافظ منشی عبدالرؤف (۶) قاری حافظ محمد اسحٰق قاری سبعہ (۷) قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی (۸) قاری حافظ عبدالشکور (۹) قاری حافظ عبدالرشید (۱۰) قاری حافظ فضل الرحمٰن بھوپالی (۱۱) قاری حافظ محمد سلیمان دوم۔

(۲۶) قاری محمد عمر بھوپالی پیش امام جامع مسجد ولادت ۱۲۹۳ھ وفات ۱۳۷۲ھ ۱۱۸۱

(۲۷) قاری سبعہ حافظ ضیاء الدین فتح پوری ولادت ۱۳۱۵ھ وفات ۱۳۷۲ھ ۱۱۸۲

(۲۸) قاری حافظ جمیل الرحمٰن لکھنوی ولادت ۱۳۱۰ھ وفات ۱۳۷۲ھ مدرس جامع العلوم کانپور۔ ۱۱۸۳

(۲۹) قاری فتح محمد نابینا نے قصیدہ لامیہ شاطبیہ کو کراچی سے ۱۳۷۲ھ میں طبع کرایا۔ التیسیر کا ترجمہ اردو میں نیز وجوہ المسفرہ کا ترجمہ اردو میں طبع کرایا۔ یہہ قاری کیلئے نہایت مفید کام ہوا۔

(۳۰) قاری حافظ حاجی پیر جماعت علی شاہ تلمیذ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی ولادت ۱۲۵۲ھ وفات ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۷۲ ۱۱۸۵

(۳۱) قاری شیخ محمد بیرم خطیب چوک کی مسجد حیدرآباد۔ ولادت ۱۳۰۸ھ وفات در مدینہ ۱۳۷۳ھ ۱۱۸۶

(۳۲) قاری حافظ محی الاسلام پانی پتی وفات ۱۳۷۳ھ۔ ۱۱۸۷

(۳۳) قاری مولوی نورالرحمٰن فرنگی محلی ثم حیدرآبادی ولادت ۱۳۱۳ھ وفات ۱۳۷۳ھ ۱۱۸۸

(۳۴) قاری حافظ مشتاق احمد مدرس مدرسہ فرقانیہ (متعلقہ رحمانیہ) پانی پت وفات ۱۳۷۳ھ ۱۱۸۹

(۳۵) مکمل مظاہر التجوید اردو از حافظ مقری محمد ابراھیم سہارن پوری مطبوعہ ۱۳۷۳ھ

(۳۶) قاری نظیر حسین شریف حیدرآبادی وفات ۱۳۷۳ھ ۱۱۹۲

(۳۷) قاری نورالضیاء المخاطب بہ ضیاء یار جنگ مفتی حیدرآباد وفات ۱۳۷۳ھ ۱۱۹۳

(۳۸) قاری عبدالمجید مظفر پوری ولادت ۱۳۰۴ھ وفات ۱۳۷۴ھ۔

(۳۹) قاری حمیدالدین سنبھلی قاری عشرہ وفات ۱۳۷۴ھ۔

(۴۰) التجوید اردو از قاری مظفر حسین حیدرآبادی مطبوعہ ۱۳۷۵ھ۔
(۴۱) حمایت الوقف از عبدالحی اعظمی مبارک پوری مطبوعہ ۱۳۷۵ھ
(۴۲) سفید القاری از آغا محمد علی المعروف بہ محمد عبدالمنان مطبوعہ ۱۳۷۵ھ
(۴۳) قاری حافظ فضل علی حیدرآبادی ولادت ۱۳۰۰ھ وفات ۱۳۷۵ھ۔ **و ۱۱۹۴**
(۴۴) قاری حافظ عبدالسلام پانی پتی وفات ۱۳۷۵ھ۔ **و ۱۱۹۵**
(۴۵) قاری حافظ اللہ دیا ساکن سکھ واڑی ضلع رائے پور ولادت ۱۳۱۲ھ وفات ۱۳۷۵ھ ۔ **و ۱۱۹۶**
(۴۶) قاری عبدالسلام ابن حافظ عبدالرحمٰن ولادت ۱۲۹۱ھ جہیر الصوت افریقہ چلے گئے وفات ۱۳۷۵ھ۔ **و ۱۱۹۷**
(۴۷) قاری حافظ انوار الحق بھوپالی، ولادت ۱۲۹۵ھ وفات ۱۳۷۵ھ تلمیذ عبدالہادی خان **و ۱۱۹۸**
(۴۸) قاری عبدالسلام ابن مولانا قاری عبدالاول جونپوری وفات ۱۳۷۶ھ **و ۱۱۹۹**
(۴۹) قاری حافظ عبدالستار کانپوری ولادت ۱۳۱۳ھ وفات ۱۳۷۶ھ **و ۱۲۰۰**
تلمیذ قاری سید حسن و تلمیذ قاری عبدالرحمٰن مکی۔ ضیاء العلوم میں تیس سال درس دیا۔
(۵۰) قاری سید شاہ محی الدین نبیرۂ قادری راوی ہفت قرات حیدرآبادی ولادت ۱۳۱۱ھ وفات ۱۳۷۶ھ **و ۱۲۰۱**
(۵۱) شیخ القراء حافظ عبدالخالق سہارن پوری قاری سبعہ ولادت ۱۳۱۱ھ وفات رمضان ۱۳۷۶ھ **و ۱۲۰۲** ۱۴۴۵
شاگردان: قاری حافظ عبدالباری قاری عشرہ فرزند (۲) قاری حافظ محمد اسحٰق ابن حافظ محمد ابراہیم
(۳) قاری حافظ محمد صدیق (۴) قاری حافظ اللہ بندہ۔
(۵۲) قاری حافظ مولانا عبدالسلام تلمیذ قاری عبدالرحمٰن مکی ولادت ۱۲۹۵ھ وفات ۱۳۷۶ھ۔
(۵۳) قاری نظام الدین ابن فیض محمد اورنگ آبادی ولادت ۱۲۹۵ھ وفات ۱۳۷۷ھ تلمیذ عبدالولی **و ۱۲۰۳**
(۵۴) قاری حافظ مفتی سعید احمد قاری سبعہ سہارن پوری ولادت ۱۳۲۲ھ وفات صفر ۱۳۷۷ھ **و ۱۲۰۴**
تلمیذ قاری عبدالعزیز مکی و حسن شاعر مدنی۔ آپ سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم کے شیخ التجوید تھے۔
(۵۵) قاری حافظ حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دیوبند ولادت ۱۲۹۶ھ وفات ۱۳۷۷ھ **و ۱۲۰۵**
(۵۶) قاری ابوالکلام آزاد ولادت ۱۳۰۵ھ وفات ۱۳۷۷ھ **و ۱۲۰۶**
(۵۷) قاری حافظ قطب الدین سنبھلی ولادت ۱۲۸۷ھ وفات ۱۳ر ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ **و ۱۲۰۷**
(۵۸) شیخ القراء میر روشن علی حیدرآبادی ولادت ۱۳۰۰ھ وفات ۲۰ر محرم ۱۳۷۹ھ
(۵۹) حکیم حافظ قاری رحمت اللہ صاحب لکھنوی ولادت ۱۳۲۷ھ وفات ۱۳۷۹ھ
(۶۰) مفتی قاری عبداللطیف بجنوری ولادت ۱۲۸۲ھ وفات ۹ر شعبان ۱۳۷۹ھ۔

(۶۱) علامہ شیخ سعد اللہ مکی قاری عشرہ ولادت سنہ ۱۲۹۴ھ وفات سنہ ۱۳۸۰ھ۔
اون کے شاگرد قاری عثمان میمن۔

جِلد دُوّم

اِنفرادی حالاتِ زندگی

بابُ نہم (مسلمانوں کی آمد سے ترک اور پٹھان بادشاہوں تک)

۳۲۶ (الف) ہندوستان میں سات سو سالہ مساعی کو چودہ ادوار میں تقسیم کرکے پچھلے ابواب میں اجمالی طور سے یہ بتا دیا گیا کہ ان ادوار میں ہندوستان کے مختلف حصوں میں اس میدان میں کون کون سی قوتیں کارفرما ہیں۔ مختلف خانوادوں نے تجوید و قراءت کی نشر و اشاعت۔ درس و تدریس۔ حفظ و تحفظ میں کتنے شغف اور انہماک کا اظہار کیا اس امر کی وضاحت بھی کردی گئی تھی کہ اوسکے کیا اثرات مرتب ہوئے اور کیا نتائج برآمد ہوئے۔

(ب) جس طرح ایک ماہر طبعیات دعویٰ کرتا ہے کہ خاص تناسب سے دو گیسوں کو ترکیب دیا جائے تو پانی بن جاتا ہے اور پھر تجربہ گاہ میں اوس کا تجربہ بھی کرا دیتا ہے تاکہ لوگ اپنی آنکھوں سے نتیجہ کا مشاہدہ کرلیں اسی طرح قرآن پاک جس میں قوانین الٰہیہ کا بیان ہے دعویٰ کرتا ہے کہ کتاب اللہ سے توافق پیدا کرنے اور علم و عمل کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنے سے زندگی حیات طیبہ بن جاتی ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل میں ہمارے بزرگوں نے دنیا کے سامنے اپنی زندگیوں کو پیش کرکے ثابت کردیا کہ علم و عمل کو قرآن کے سانچے میں ڈھالا جائے تو نتائج وہی ہوتے ہیں جن کا دعویٰ قرآن نے کیا ہے۔ زندگی کے یہہ نمونے ناظرین کے لئے سبق آموز بھی ہیں اور بصیرت افروز بھی۔

(ج) آئندہ ابواب میں قراء کی انفرادی کوششوں اور شخصی کاوشوں کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ مرکزی شخصیتوں کے ساتھ جو قراء وابستہ رہے انھوں نے کیا کارنامے انجام دیئے اونمیں سے ہر ایک کی زندگی میں دیدۂ عبرت کے لئے سبق موجود ہے۔ ماضی کی یہہ داستانیں نہ صرف توسن شوق کی جولانی کا باعث بن سکتی ہیں بلکہ اہل شوق کے لئے مشعل راہ کا کام بھی دے سکتی ہیں۔ اونکے پاکیزہ حالات زندگی کے مطالعے سے اگر ہم میں سے چند افراد کو بھی صحیح راستے پر گامزن ہونے کی توفیق نصیب ہوسکے تو بڑی حد تک اس تالیف کا مقصد پورا ہوجائے گا۔

بابا ریحان ماورالنہری

ف ۳۳۷۔ آپ کا ذکر تفصیل کے ساتھ فقرہ (۱۰۳) کے آخری حصے میں آگیا ہے وہاں ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔

ابوالحسن علی الھجویری

ف ۳۳۸۔ ہجویر۔ غزنین (علاقہ افغانستان کا ایک گاؤں ہے) ابوالحسن علی ۴۰۰ھ میں یہاں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید عثمان بن سید علی تھا۔ تحصیل علم کی تحصیل ابوالعباس محمد الاشقانی سے کی۔ پھر شیخ جعفر بن المصباح الصیدلانی اور شیخ القاسم عبدالکریم سے استفادہ کیا۔ علوم کی تکمیل کے بعد شام۔ عراق۔ بغداد۔ فارس۔ قہستان۔ آذربائیجان۔ طبرستان۔ کرمان۔ خراسان۔ ماوراءالنہر اور ترکستان کا سفر کیا۔ ہر جگہ کے اولیائے کرام اور صوفیائے عظام سے ملاقات کی۔ صرف خراسان میں تین سو مشائخ سے ملے۔ قرآن سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ لاہور آکر ایک عرصے تک قرآن کی خدمت انجام دی ابتک آپ کی مزار پر خصوصیت سے قرآن خوانی ہوتی ہے۔ ۴۶۵ھ میں وفات ہوئی۔ لاہور میں آپ کا مزار پرانوار مرجع خلائق ہے۔ تصوف میں آپ کی کتاب کشف المحجوب بڑی مستند اور مفید معلومات کا ذخیرہ ہے۔ بہت مقبول ہوئی آپ کے بیشمار ارشادات محفوظ ہیں۔ ایک ارشاد یہہ بھی ہے۔ "اگر تمھیں کوئی ایسا شخص ملے جس کا دل تم سے بہتر ہے تو اوس کی خاطر و مدارات کر سکتے ہو۔ تمام مساکین کے لئے اپنا دل پریشان نہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کیلئے کافی ہے۔" ایک اعتقادی مسئلہ آپ ابوالفضل محمد بن حسن ختلی سے نقل فرماتے ہیں۔ "تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر وقت اچھوں اور بروں کو پیدا کرتا ہے۔ ہم کو اوس کے فضل سے عداوت نہ کرنی چاہیئے اور نہ دل میں کسی ناگواری کو جگہ دینا چاہیئے بلکہ اوس سے مطابقت کر لو تو تمام تکلیفوں سے نجات مل جائیگی۔[۱]

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

ف ۳۳۹ حضرت کے حالات فقرہ جات (۱۴۰ تا ۱۴۵) میں تفصیل سے درج کر دیئے گئے ہیں۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔

قاری مادھو و قاری احمد

ف ۳۴۰ تذکرہ کی کتابوں میں قاری مادھو اسی نام سے یاد کئے گئے ہیں اسلامی نام کا پتہ نہ چل سکا۔ آپ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مرید تھے۔ حضرت ہی سے تجوید و قرارت و قرآن پڑھا تھا۔ خوش الحان ہونے کی وجہ سے حضرت نے اپنی مسجد کا امام مقرر کیا۔ آپ کے وقت کا زیادہ حصہ درس و تدریس میں گذرتا۔ ایک دفعہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ سامنے سے ایک نوجوان جولاہا گذرا جس کا نام احمد تھا وہ ہندی کا کوئی گیت گا رہا تھا اوس کی آواز میں درد تھا۔ حضرت کو اپنے ڈھب کا معلوم ہوا آپ نے

---

[۱] بزم صوفیا از سید صباح الدین عبدالرحمٰن۔

اوس کو اپنے پاس بلایا اور یہ الفاظ حضرت سلطان المشائخ فرمایا "چنین آوازے کہ تو داری دریغ باشد کہ در سرود ہندی خرچ کنی" یعنی آواز تمہاری ایسی اچھی ہے افسوس کی بات ہے کہ تم اُسے ہندی گانوں پر صرف کرو۔ نوجوان نے پوچھا پھر کیا کروں۔ اجمیر کو اجمیر والے نے جس فضاء سے معمور فرمایا تھا۔ امام مسجد کا مشورہ بھی اوسی فضاء کی تاثیر میں ڈوبا ہوا تھا۔ "فرمود کہ قرآن یاد گیر"۔ احمد راضی ہو گیا اور تجوید و قرات اور حفظ شروع کر دیا۔ چند ہی دنوں میں ہندی گیت والے باشندے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اوس نے "قرآن یاد گرفت" (فوائد الفواد صفحہ ۴۷) اور اس خوبی سے یاد کیا کہ ہر سننے والا وجد کرنے لگا۔ چند روز میں شہرت دور دور پہونچ گئی۔ جب قاری احمد ملتان گئے تو آپ کو خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے سامنے پیش کیا گیا کہ یہہ خواجہ احمد نہروانی ہیں۔ حضرت نے آپ سے قرآن سنانے کی فرمائش کی۔ جب خواجہ احمد ایک رکوع سنا چکے تو حضرت بہت خوش ہوئے بڑی تعریف کی۔ نیز فرمایا "اگر مشغولی احمد بسنجند مایہ دہ صوفی باشد" خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی خود بھی شیخ التجوید و مقری ہفت قرات تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب عام طور پر "کم کسے را پسندیدے" بہت کم لوگوں کی ایسی تعریف فرماتے۔ اس سے خواجہ احمد نہروانی کے بلند پایہ مجود ہونے کا پتہ چلتا ہے نیز اوس شیخ التجوید کی بالغ نظری کا جنھوں نے انتخاب فرما کر اس راستے پر لگایا۔

شہر نہر والہ عرف پٹن میں مسلمانوں کی آمد

ف ۳۴۱ بگھیلا قوم کے راجہ کرن سولنکی اول کے عہد حکومت میں حاجی محمود بن صالح پٹن میں آئے اون سے عامۃ الخلائق کو بڑا فیض پہونچا۔ وفات ۵۳۶ھ میں واقع ہوئی۔ پٹن ہی میں دفن ہیں۔ اونکے بعد سید السادات سید محمد صاحب نے راجہ سدراج جے سنگھ کے زمانے میں آکر تیس سال تک اونکی خدمت کی۔ اونکے بعد شیخ احمد دہلوی بن شیخ محمد المعروف بہ بابائے دہلوی نے جو شیخ علی دہلوی کے خلیفہ تھے۔ سدراج جے سنگھ کے عہد حکومت میں ۵۳۳ھ میں آکر اقامت اختیار کی۔ بائیس سال تک خدمت خلق کر کے ۵۵۵ھ میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ راجہ حضرت کا بہت معتقد تھا۔ بعد ازاں کرن سولنکی دوم کے زمانے میں (جو ظالم بادشاہ تھا) سلطان علاء الدین خلجی کا حملہ ہوا۔ سلطان کے ساتھ شیخ معز الدین سلیمان تشریف لائے تھے اور سپاہیوں کی طرح جنگ میں شریک تھے ۷۱۴ھ میں بدوران جنگ حضرت کی شہادت ہوئی پٹن ہی میں دفن ہوئے۔ آپ کے بعد پٹن کی عظیم المرتبت شخصیت مجد الدین مولانا ابو طاہر بھورا کی ذات گرامی تھی جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ ؎[1]

حاجی شیخ کرمانی بھڑونچی

ف ۳۴۲ حاجی شیخ کرمانی بھڑونچی مجاہدین وقت سے تھے۔ سمندر کے راستے سے ۷۹۶ھ میں بھڑونچ پہنچے۔ ایک عرصہ تک خدمت خلق میں معروف رہے قرآن مجید

---

[1] تحفۃ الکرام از علی شیر قانع۔ و مراۃ احمدی جلد دوم۔

کا ایک نسخہ اپنے ساتھ لائے تھے جس پر تفسیر کا ایک حاشیہ تھا۔ حال میں جو جلد بندی کی گئی تو حاشیہ کاٹ ڈالا گیا اس نسخہ کی موجودہ تقطیع ۱۸ انچ × ۱۲ انچ ہے۔ بین السطور فارسی ترجمہ ہے۔ خط کوفی اور بحر کے بین بین ہے حاجی شیخ کرمانی کا مزار بھڑونچ میں نربدا کے کنارے ایک پُرفضا، مقام پر واقع ہے۔ یہہ قرآن مجید اونکے مجاور کے پاس اب بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ میں نے بھی دیکھا ہے۔

مولانا قطب الدّین کاشانی ماور النہری | **ف ۳۴۳** آپ کا وطن کاشان تھا۔ ماور النہر میں تجوید و قراءت اور دیگر علوم کی تکمیل کی۔ بے نظیر عالم تھے۔ جب آپ ملتان میں تشریف لائے تو ناصر الدین قباچہ نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ ایک عظیم الشان مدرسہ تعمیر کرایا اور آپ مدرسہ کے صدر مقرر ہوئے۔ نماز فجر اوسی مدرسے میں ادا کر کے آپ درس دینے میں مشغول ہو جاتے تھے بیشمار طلبا کو آپ سے فیض پہنچا۔ (تاریخ فرشتہ)

حضرت خواجگی مقری لاہوری راوئی ہفت قرأت | **ف ۳۴۴** چھٹی صدی ہجری کے آخر میں لاہور میں ایک جید مقری خواجگی مقری کے نام سے مشہور تھے۔ آپ سبعہ قراءت کے عالم تھے۔ آپ نے کثیر التعداد اشخاص کو فائدہ پہنچایا۔ آپ کا شمار اولیا، اللہ میں ہوتا ہے آپ کے شاگردوں میں شادی مقری کو امتیازی درجہ حاصل تھا۔ لاہور میں تجوید و قرأت سیکھ کر بدایون چلے آئے۔ آپ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین کے استاد اوّل تھے۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۶۲)

خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی حافظ و قاری | **ف ۳۴۵** تفصیلی حالات فقرہ جات (۱۳۶ تا ۱۳۹) میں درج ہیں وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

مقری سید نور الدّین مبارک غزنوی | **ف ۳۴۶** یہہ سلطان ایلتمش کے دربار کے بڑے عالم و فاضل بزرگ تھے۔ شرعی احکام بڑی جرات سے بیان فرماتے کسی کا خوف نہ کرتے آپ کو تجوید و قرأت سے بڑی دلچسپی تھی۔ وقت کا بڑا حصہ درس و تدریس میں گذارتے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید و خلیفہ تھے۔ وفات ۶۳۶ھ میں ہوئی۔ مزار دہلی میں حوض شمسی کے پاس ایک احاطے میں واقع ہے مگر اب کوئی نشاندہی کرنے والا نہیں تھا۔ [۱]

مقری جلال الدّین تبریزی سہروردی | **ف ۳۴۷** مقتدر فرمانروا تھے۔ علوم متداولہ کی تکمیل بچپن ہی میں کرلی تھی تجوید و قرائت کے جید عالم تھے۔ عشق الٰہی سے مغلوب ہو کر تخت سے دستبردار

---

[۱] تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی۔

ہوئے۔ بیٹے کو بادشاہت سونپ دی اور خود حضرت شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہو کر سات سال تک اون کی خدمت میں رہے۔ بڑی ریاضت۔ اور مجاہدے کے بعد خلافت حاصل کی۔ جب حضرت زکریا ملتانی بغداد پہنچے تو ادن سے رفاقت و دوستی ہوگئی اون ہی کے ساتھ ملتان اور وہاں سے دہلی تشریف لائے سلطان التمش نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور کچھ عرصہ آپ کی معیت میں گذارا۔ چنانچہ بختیار کاکی اور خواجہ حمیدالدین ناگوری کے ساتھ اچھی صحبتیں رہا کرتی تھیں۔ دہلی سے آپ عازم بدایون ہوئے جو اوس وقت صوبہ کا پایہ تخت تھا وہاں خواجہ بدرالدین اور خواجہ حسن موئے تاب سے صحبتیں رہیں۔ ایک مدت تک بدایون میں قیام کرنے کے بعد آپ اودھ۔ بہار اور اڑیسہ کی سیر کرتے ہوئے بنگال پہنچے۔ مشرقی علاقہ میں قصبۂ پنڈوہ میں ایک بڑا بت خانہ تھا جہاں کالی کی پوجا ہوتی تھی آپ نے وہیں قیام کیا۔ خانقاہ بنائی اور تبلیغ کا کام شروع کیا۔ چند ہی روز میں آپ کی شہرت ہوگئی۔ اطراف واکناف میں تیزی سے اسلام پھیلنے لگا۔ آپ کی شہرت سنکر ابن بطوطہ نے آپ سے ملاقات کی۔ اپنے سفرنامے میں آپ کی بڑی توصیف؛ متعدد کمالات کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے ترویج علم واشاعت تجوید و قرارت کے سلسلے میں بڑا کام کیا ہے۔ ۶۴۲ھ میں انتقال ہوا۔ مزار پنڈوہ میں ہے جواب مشرقی پاکستان میں ہے۔ [۱]

قاضی مقری حمیدالدین ناگوری

ف ۶۴۸ھ وطن بخارا۔ والد کا نام شیخ عطاء اللہ۔ والد کے ساتھ دہلی آئے جملہ علوم منقول و معقول میں تبحر رکھتے تھے۔ اچھے قاری۔ حافظ و شاعر تھے نامور معلمین واساتذہ سے علم کی تحصیل کی۔ علمی تبحر کی بناء پر بادشاہ نے آپ کو ناگور کا قاضی مقرر کیا۔ تین سال خدمت انجام دینے کے بعد ترک دنیا کر کے بغداد پہنچے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہوئے۔ حضرت شیخ کے اجل خلفاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ ایک سال مرشد کی خدمت میں رہکر مدینہ منورہ چلے گئے جہاں ایک سال سات ماہ قیام رہا۔ تین سال مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔ قرآن مجید سے خاص شغف تھا۔ ہر وقت کلام اللہ پڑھتے رہتے تھے۔ بہت اچھا یاد تھا۔ شبینہ پڑھنا۔ نوافل میں قرآن مجید ختم کرنا آپ کا معمول تھا۔ چھ سال باہر گذارنے کے بعد دہلی آئے۔ آپ خواجہ بختیار کاکی کے استاد تھے۔ مولانا بدرالدین غزنوی۔ خواجہ بختیار کاکی اور آپ میں دوستانہ مراسم تھے۔ ایک دفعہ یہ تینوں بزرگ جامع مسجد دہلی میں معتکف تھے۔ طئے یہہ ہوا کہ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر قرآن مجید ختم کریں۔ آپ کو امام کیا گیا باقی دو دوست مقتدی ہوئے۔ آپ نے پہلی رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کر کے دوسری رکعت میں مزید چار سیپارے سنائے۔ پھر تینوں نے حصول رضائے الٰہی کیلئے دعا کی۔ معمولاً آپ

---

[۱] ہفتاد اولیاء، از شاہ مراد سہروردی۔

شب و روز میں دو دفعہ قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی رح نے اپنی تصنیف "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" میں لکھا ہے کہ آپ کا سلوک بالقرآن تھا۔ جملہ مدارج علویہ اسی ذریعہ سے حاصل فرمائے تھے۔ سنہ ۶۴۴ھ میں وفات ہوئی۔ قطب صاحب دہلی میں مزار ہے۔ [۱]

ف ۳۴۹ بی بی زلیخا آپ خواجہ احمد کی بیوی اور خواجہ نظام الدین سلطان المشائخ کی والدہ ماجدہ تھیں اپنے زمانے کی بڑی عابدہ و زاہدہ و صالحہ خاتون گذری ہیں۔ مولوی عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں آپ کو مستجاب الدعوات لکھا ہے۔ ابھی خواجہ نظام الدین کم سن ہی تھے کہ خواجہ احمد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی تعلیم و تربیت والدہ ہی نے فرمائی۔ بڑی محنت و مشقت سے سوت کات کات کر اور سلائی کر کے اپنے صاحب زادے نظام الدین اور صاحب زادی بی بی جنت کی پرورش کی۔ بعض اوقات کئی کئی فاقے کرنے پڑتے۔ جب کبھی آپکے ہاں فاقہ ہوتا تو آپ کی والدہ فرمایا کرتیں "کہ بابا نظام! آج ہم خدا کے مہمان ہیں۔" بی بی زلیخا کی تربیت اور دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ حضرت نظام الدین کو اعلیٰ و ارفع مراتب ملے۔ بی بی زلیخا کی وفات سنہ ۶۴۸ھ میں ہوئی۔ قصبۂ مہرولی دہلی میں آپ کا مزار ہے۔ اوسی احاطے میں بی بی جنت ہمشیرہ نظام المشائخ اور بی بی جنت کی دختر رقیہ اور بی بی حور اور بی بی نور دختران شیخ شہاب الدین سہروردی کے بھی مزار ہیں۔ یہ سب عابدہ۔ زاہدہ، اور قرآن مجید سے شغف رکھنے والی خواتین تھیں۔

ف ۳۵۰ قاری مولانا شیخ بدر الدین غزنوی وطن غزنین۔ خواجہ بختیار کاکی کے مرید و خلیفہ خاص تھے۔ حافظ و قاری تھے۔ اکثر قاضی حمید الدین ناگوری۔ خواجہ قطب الدین بختیار اور آپکی صحبتیں رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ نے دو رکعت نفل میں پورا قرآن اور چار پارے سنے تھے جس کا ذکر فقرہ (۳۴۸) میں گذر چکا۔ قرآن مجید سے خاص شغف تھا۔ سو برس سے زیادہ عمر پائی تھی۔ سنہ ۶۵۷ھ میں انتقال ہوا خواجہ قطب الدین کی پائین میں مزار ہے۔

ف ۳۵۱ بابا شیخ فرید الدین گنج شکر آپ کے تفصیلی حالات فقرہ جات (۱۵۰ تا ۱۵۴) میں بیان کئے گئے ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔ آپ اچھے قاری و مقری تھے۔ مریدین کو تجوید کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے اس کا ذکر کیا ہے جو فوائد الفواد میں درج ہے آپ کی وجہ سے اجودھن میں تجوید و قرأت کا اچھا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ آپ کی والدہ بھی عابدہ، زاہدہ اور بڑی بزرگ تھیں۔ آپکے زمانے میں بڑے بڑے قرار ہوئے ہیں اور آپ کی اولاد میں بھی بہت سے قاری و حافظ ہوئے۔ بعض کا ذکر

---

[۱] ہفتاد اولیاء، از شاہ مراد سہروردی

ان اوراق میں ملے گا۔ آپ کی لڑکیاں بھی عبادت و پارسائی میں شہرہ آفاق ہوئیں۔ بابا صاحب کے پانچ صاحبزادے (۱) شیخ نصیر الدین نصیر اللہ (۲) شیخ شہاب الدین (۳) شیخ بدرالدین سلیمان (۴) خواجہ نظام الدین (۵) شیخ یعقوب تھے۔ تین صاحبزادیاں (۱) بی بی مستورہ (۲) بی بی شریفہ (۳) بی بی فاطمہ (جنکے خاوند کا نام مولانا بدرالدین تھا) بی بی فاطمہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے وقت کی رابعہ تھیں۔ اونکے دو فرزند (۱) خواجہ محمد (۲) خواجہ موسیٰ تھے۔

ف ۳۵۲ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی

حضرت کے تفصیلی حالات فقرہ جات (۱۳۲ تا ۱۳۵) میں درج ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔ آپکے فرزند اور پوتے بڑے اچھے عالم و قاری تھے جن کے واقعات فقرہ جات (۱۳۵) و (۱۳۶) میں درج ہیں۔ آپ کے خاندان میں بہت سے قراء و حفاظ ہوئے جن میں سے بعض کا حال آیندہ اوراق میں ملے گا۔

ف ۳۵۳ مولانا معین الدین عمرانی

آپ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے ہم عصر تھے۔ لاہور میں سکونت اختیار کی۔ سبعہ قرات کے عالم اور مستند قاری تھے۔ آپ کے شاگردوں میں خواجگی مقری لاہوری تھے۔

ف ۳۵۴ باباحاجی رجب رفاعی

شیخ محمد نام۔ حاجی رجب عرف۔ آپ حضرت احمد کبیر کے مرید اور خلیفہ تھے۔ قرات کے جید عالم تھے ۶۱۸ھ میں پٹن (گجرات) تشریف لائے باون سال خدمت خلق انجام دیکر ۶۷۰ھ میں وفات ہوئی۔ پٹن ہی میں مزار ہے۔

ف ۳۵۵ مولانا نظام الدین المؤید

آپ شمس العارفین کے پوتے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے خلیفہ تھے آپکی والدہ بی بی سارہ بڑی عابدہ زاہدہ اور نیک خاتون تھیں ان کا انتقال ۶۳۸ھ میں ہوا قطب صاحب کے مزار کے جنوبی حصہ میں دفن ہوئیں۔ مولانا نظام الدین تجوید و تفسیر کے اچھے عالم تھے۔ سلطان غیاث الدین آپ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ ایک دفعہ بارش نہوئی تو بادشاہ نے آپ سے دعا کے لئے درخواست کی۔ سیر العارفین کے مصنف نے لکھا ہے کہ دعا سے پہلے آپ نے قاسم مصری سے جو خوش الحان قاری تھے تلاوت قرآن کی فرمائش کی۔ "قاسم مصری پیش او چند آیتے بہ خوش الحانی خواند۔ شیخ دعائے باران کرد۔ باران بارید کہ بہ تحریر نیاید (سیر العارفین از مولانا جمالی) اپنے ابتدائی زمانے میں حضرت نظام المشائخ نے بھی آپ کو دیکھا تھا۔ آپکے وعظ کی محفلوں میں بھی جایا کرتے تھے۔ آپکے وعظ بہت موثر ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک وعظ کا ذکر فوائد الفواد میں ہے کہ وعظ سے پہلے ان ہی قاسم مصری نے تلاوت کی۔ پھر حضرت نے وعظ فرمایا۔ لوگ سنکر بہت روئے۔

آپ کی وفات ۶۷۳ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار قطب صاحب کی مسجد کے پاس مسجد کہنہ کے جنوب میں واقع ہے۔

قاری شیخ شہاب الدین

ف ۳۵۶ اسی زمانے میں دہلی میں ایک جید قاری شیخ شہاب الدین نامی تھے جن سے سلطان المشائخ حضرت نظام الدین کو تلمذ حاصل تھا۔ آپ کی خوش الحانی سے چرند و پرند تک مدہوش ہو جاتے تھے (ملاحظہ ہو سیر الاولیاء صفحہ ۲۹۰-۲۹۱) آپ نے ایک عرصہ تک فن تجوید کی خدمت کی۔ دہلی میں تجوید و قراءت کے لئے سازگار ماحول پیدا کیا۔

حضرت شادی مقری بدایونی

ف ۳۵۷ نومسلم۔ لاہور کے باشندے۔ خواجگی مقری لاہوری کے شاگرد جن کا ذکر فقرہ ۳۴۴ میں گذر چکا۔ شادی مقری نے اپنے استاد سے ہفت قراءت سیکھیں۔ تحصیل فن کے بعد بدایون آگئے جہاں آپ نے درس تجوید و قراءت کا سلسلہ شروع کیا۔ مشہور تھا کہ آپ سے جو شخص ایک تختی پڑھ لیتا تھا اوسکے لئے قرآن شریف حفظ کرنا آسان ہو جاتا۔ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی نے بھی آپ سے قراءت سیکھی تھی۔ حضرت کے ملفوظات سے جو علاء الدین حسن سنجری کی بیس سالہ ڈائری ہے اور جو فوائد الفواد کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نظام الدین حضرت شادی مقری کا ذکر بڑی عزت سے فرماتے ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ "وہ باکرامت بزرگ تھے" ایک واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ جس سے ان دونوں مقریوں کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب شادی مقری بدایون میں مقیم تھے اوسوقت اونکے استاد لاہور میں تھے عرصہ سے استاد کی خیریت معلوم نہیں ہوئی تھی۔ ایک روز ایک شخص لاہور سے بدایون آیا اور بیان کرنے لگا کہ وہاں کثرت سے بارش ہوئی جس کی وجہ سے سینکڑوں مکانات منہدم ہو گئے۔ کئی جانیں تلف ہو گئیں۔ یہہ سنکر حضرت شادی مقری رونے لگے۔ مسافر نے تعجب سے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے استاد کا انتقال ہو گیا اس نے نام پوچھا تو حضرت نے خواجگی مقری بتایا۔ آنے والے نے تصدیق کی کہ حقیقتاً اس حادثے سے پہلے ہی حضرت کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہہ قصہ بیان کرنے سے حضرت محبوب الٰہی کا منشاء یہہ تھا کہ جب تک بزرگان دین اور اولیاءاللہ کسی بستی میں موجود رہتے ہیں ان کی بدولت آفات و بلیات ملتی رہتی ہیں۔

قاری حافظ شرف الدین دہلوی

ف ۳۵۸ ساتویں صدی ہجری کے اواخر میں حضرت محبوب الٰہی کے ہمعصر ایک جید قاری حافظ شرف الدین دہلی میں رہتے تھے جو اپنا وقت تجوید کے درس و تدریس میں صرف کرتے تھے۔ حضرت محبوب الٰہی نے اپنے ملفوظات میں اونکی تعریف کی ہے کہ "وہ قرآن مجید ترتیل سے پڑھتے تھے مخارج حروف سے خوب واقف تھے۔ ادائی پر قادر تھے" یہہ بھی فرمایا کہ میں نے بھی اون کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے۔ (فوائد الفواد صفحہ ۱۷۰)

قاری حافظ شیخ صدر الدین عارف

ف ۳۵۹ آپ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے فرزند اکبر خلیفہ و سجادہ نشین تھے آپ نے جملہ علوم اپنے والد سے سیکھے

قرات کے اچھے عالم اور قرآن شریف کے حافظ تھے۔ بڑے بڑے مجاہدات کئے۔ رات رات بھر نماز میں کھڑا رہتے
سالہا سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے رہے۔ اپنے آبا کی روایات و شہرت کو علی حالہ قائم رکھا۔ والد کے
انتقال پر سات لاکھ اشرفیاں ورثے میں ملیں۔ ان کو راہ خدا میں خیرات کر دیا۔ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ دونوں
بھائیوں کے حوالے کر دی۔ آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی تھی کہ جس کو آپ قرآن شریف پڑھاتے
وہ جلد حافظ ہو جاتا۔ چنانچہ آپ کا لڑکا بہت جلد حافظ ہو گیا۔ آپکی زوجہ محترمہ بی بی راستی بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں
ف ۳۶۰ حضرت صدر الدین کا انتقال ۶۸۴ھ میں ہوا۔ والد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ آپ کے
مریدین میں مولانا علاء الدین بڑے محقق و فاضل۔ اچھے قاری و حافظ تھے۔ دن رات میں دو بار قرآن شریف ختم کرتے۔

مولانا بدر الدین اسحاق بخاری صدر مدرسہ معزیہ

ف ۳۶۱ معز الدین کیقباد نے ۶۸۵ھ سے ۶۸۹ھ تک دہلی میں
حکومت کی۔ یہ بادشاہ بڑا علم دوست علماء کا قدر دان تھا اس نے دہلی
میں ایک بڑا مدرسہ 'مدرسہ معزیہ' کے نام سے قائم کیا۔ اس مدرسہ کی صدارت
مولانا بدر الدین اسحاق کو دی جو بخارا کے رہنے والے تھے اور علم و فضل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ مولانا بدر الدین تجوید
و قرات کے جید عالم تھے۔ ایک عرصے تک اس مدرسہ میں درس و تدریس کا کام انجام دیا۔

شیخ فخر الدین عراقی

ف ۳۶۲ آپ بہاء الدین زکریا ملتانی کے بہن کے بیٹے تھے۔ ہمدان کے نواح میں پیدا ہوئے
صغر سنی میں قرآن شریف حفظ کیا۔ تجوید و قرات سیکھی۔ بیحد خوش الحان تھے۔ ہمدان کے
لوگ آپ کی خوش گلوئی پر شیفتہ تھے۔ سترہ سال کی عمر میں ہمدان سے فارغ التحصیل ہو کر بغداد آئے۔ شیخ شہاب الدین
سہروردی کی خدمت میں رہے پھر ہندوستان آئے۔ پھر ملتان میں حضرت بہاء الدین زکریا کی خدمت میں رہے۔ پھر حج
کے لئے روانہ ہوئے چندے عدن میں قیام کیا۔ حج و زیارت سے فارغ ہوئے آپ کا انتقال ۶۸۷ھ میں ہوا

قاری شیخ منتجب الدین

ف ۳۶۳ آپ شیخ فرید الدین گنج شکر کے خلیفہ تھے۔ بعض آپ کو سلطان المشائخ کے خلیفہ
کہتے ہیں۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ آپ برہان الدین کے بڑے بھائی تھے یا چھوٹے۔ مرشد کے
ایما سے آپ دکن آئے اور خلد آباد میں اقامت اختیار کی۔ زندگی بھر خلق خدا کی خدمت و ہدایت میں مصروف رہے۔
تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے ۶۹۵ھ اور بعض نے ۷۰۹ھ بیان کیا ہے۔ آپ کو قرآن مجید سے بڑا شغف
تھا۔ خلد آباد میں اس کی تعلیم کا بڑا اچھا ماحول پیدا کیا۔ آپ کے ہمراہ شیخ فرید گنج شکر کے داماد اور اونکی بیٹی بی بی عائشہ
خلد آباد آئی تھیں جن کی پرورش بعد ازاں خواجہ برہان الدین نے کی۔

قاری شیخ معز الدین سلیمان بن شیخ علاء الدین گنج رواں

ف ۳۶۴ بابا شیخ فرید کے سجادہ نشین شیخ
علاء الدین گنج رواں تھے جن سے سلطان

علاءالدین خلجی کو بڑی عقیدت تھی۔ وہ اون کا مرید بھی تھا۔ شیخ علاءالدین کے فرزند شیخ معزالدین سلیمان تھے جنہوں
نے لاہور ہی میں علم حاصل کیا۔ تجوید کے ماہر تھے اور تلاوت قرآن کا بڑا شوق تھا۔ ساتھ ہی بڑے اچھے سپاہی اور مجاہد
تھے۔ شہ سواری و تلوار کے کام کو بحیثیت فن سیکھا تھا۔ اکثر دہلی آتے جاتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ شیخ معزالدین دہلی میں
قیام پذیر تھے۔ علاءالدین خلجی نے خواب دیکھا کہ حضور اکرم ارشاد فرمارہے ہیں کہ علاءالدین اعلی الدین ہے۔ گجرات کا شہر
نہروالہ میں کرن سوپنکی بڑا جابر و ظالم ہے۔ مسلمانوں کو تکالیف پہنچاتا ہے تو اپنی تلوار سے اسلام کو تازہ رونق دے
جب سلطان بیدار ہوا تو سخت متعجب ہوا۔ دوسرے روز بھی یہی خواب دیکھا تو گجرات کی طرف جانے کا عزم کرلیا۔
جب سنا کہ شیخ معزالدین دہلی آئے ہوئے ہیں تو ازراہ عقیدت و دعا طلبی اونکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنا
خواب بیان کرکے دعا کا طالب ہوا۔ یہہ سنکر حضرت نے فرمایا "آپ مجھ سے رخصت ہونے کیلئے آئے ہیں
حالانکہ آج رات حضور اکرم نے مجھے حکم دیا ہے کہ علاءالدین خلجی کی رفاقت کر اور یہہ بشارت بھی دی ہے کہ میں
اس جنگ میں شہید ہوجاؤں گا۔ میں آپ کے ساتھ ہوں"۔ سلطان علاءالدین بہت خوش ہوا۔ شیخ معزالدین سلیمان
صاحب علم و تقویٰ اور صاحب سجادہ ہونے کے باوجود ایک بہادر سپاہی بھی تھے۔ غرض سلطان اور سلیمان گجرات
کی طرف روانہ ہوئے۔ چالیس روز طئے منازل کرکے نہروالہ کے قریب پہنچے۔ کرن سوپنکی کے باغ اناواڑہ کے
قریب پہلی لڑائی ہوئی اور پھر لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ راجپوت بڑی بہادری سے مقابلہ کرتے رہے
شیخ معزالدین اپنے عیال کے ساتھ تھے۔ جب لڑتے ہوئے بائیس روز گذر گئے تو حضرت سلیمان کے لڑکے شیخ فضیل
نے (جو باپ کی طرح بہادر سپاہی تھے) جو سلطان کے ساتھ تھے۔ سلطان سے کہا کہ آج بائیس روز گذر گئے لیکن
فتح کی صورت نظر نہیں آتی۔ سلطان نے کہا کہ یہ فتح تو آپ کے والد کے ہاتھ پر ہونے والی ہے اون سے کہئے۔
ادھر سلطان حملہ کرنے میں مصروف ہوگیا۔ ادھر شیخ فضیل جب باپ کے پاس پہونچے تو وہاں یہہ خبر مشہور تھی کہ
سلطان کی فوج کو پسپا ہونا پڑا اور اب خود سلطان حملہ آور ہونے والے ہیں۔ یہہ سنتے ہی حضرت معزالدین نے
بیٹے کو خلافت اور سجادگی دی۔ خرد و کلاں کو اونکے سپرد کیا اور خود گھوڑے پر سوار ہوکر معرکہ کی جانب روانہ
ہوئے۔ دیکھا کہ سلطان دشمنوں سے گھرا ہوا ہے اور کچھ پریشان ہے۔ حضرت دلیرانہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ سلطان
کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اتنے میں آپکے لڑکے فضیل بھی آپ کی مدد کے لئے آگئے۔ باپ بیٹے نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا
جوان کے سامنے آتا زندہ نہ بچتا۔ اس طرح (۳۳) راجپوتوں کو تہ تیغ کیا۔ حضرت کے جسم پر پندرہ زخم تیر کے
اور تین زخم تلواروں کے لگے۔ کرن سوپنکی کے بیٹے کو گرفتار کرکے شیخ فضیل کے حوالے کیا اور خود آگے بڑھ گئے
زخموں کی وجہ سے رفتہ رفتہ کمزوری بڑھتی گئی۔ بالآخر دشمنوں نے آپ کو شہید کردیا۔ ادھر کرن کے بیٹے نے
فضیل سے کہا کہ اگر آپ مجھے میرے باپ کے پاس پہنچادیں تو وہ آپ کو بڑا انعام دے گا۔ شیخ نے پوچھا تیرا باپ کہاں

اشارے سے بتایا کہ وہ ہے۔ شیخ سمجھ گئے کہ یہہ راجہ کا بیٹا ہے۔ فوراً اسے اپنے گھوڑے کے پیچھے سوار کرکے راجہ کے پاس اس شان سے پہنچے کہ راجپوت جو اطراف میں تھے شیخ کی دلیری دیکھ کر متعجب ہوئے۔ شیخ نے راجہ سے کہا اب لڑنا فضول ہے۔ صلح کرلی جائے۔ راجہ لڑائی کا رنگ دیکھ کر ہراساں ہورہا تھا۔ شیخ کے ساتھ سلطان کے پاس چلا گیا۔ راجہ کی فوج کے ۷۰۸۰ سپاہی مارے گئے۔ سلطان کی فوج کے ۱۰۳۰ پیادے اور ۹۵۰ سوار کام آئے بہر فتح ۱۲ محرم ۱۴۱۷ھ کو ہوئی۔ ظہر کے بعد شہدا کی تدفین عمل میں آئی۔ حضرت معزالدین کو الگ مقام پر دفن کیا گیا۔ خان اعظم سرور خان کو وہاں چھوڑ کر سلطان بھروچ کی طرف روانہ ہوا۔ ۵۱

(ب) حضرت معزالدین سلیمان کے اس کارنامے سے واضح ہوتا ہے کہ اس عہد کے خانقاہ نشین صاحب تسبیح و سجادہ ہی نہیں بلکہ صاحب سیف اور مرد میدان بھی ہوتے تھے۔ جس خلوص سے عبادت کرتے تھے اسی طرح توکلاً علی اللہ میدان کارزار میں جوہر شجاعت بھی دکھاتے تھے اپنی شہادت کی بشارت سنکر خوش ہونا انکی علو ہمتی اور راہ خدا میں ایثار و فدائیت کی دلیل ہے۔ قرآن سے شغف رکھنے والوں کی ایسی بکثرت مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں کہ ان میں تواضع و انکسار کے ساتھ روح جہاد بھی کارفرما تھی۔ ایسی ہی ہستیوں کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا ؎ قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت ؛ یہہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم ؛ دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

دھلی بحیثیت مرکز قراءت

ف ۳۶۵ جس طرح حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی کے زمانے میں ملتان تعلیم قرارت و تجوید کا مرکز بنا ہوا تھا اور حضرت شیخ فرید گنج شکر کے زمانے میں اجودھن میں قرارت کا زور و شور تھا اسی طرح سلطان المشائخ حضرت نظام الدین کی بدولت دہلی مرکز قرائت بنگیا تھا۔ یہہ سلطان بلبن۔ معزالدین کیقباد۔ جلال الدین خلجی۔ علاءالدین خلجی اور غیاث الدین تغلق کا عہد حکومت تھا۔ دہلی میں بڑے باکمال قرا جمع تھے۔ یوں تو ہر قسم کا صاحب کمال یہاں مل جاتا تھا۔ مگر چند بزرگوں کی مرکزی شخصیت نے فن تجوید و قرارت کے لئے نہایت ہی سازگار ماحول پیدا کردیا تھا۔ علاءالدین خلجی کا عہد علمی اور تمدنی اعتبار سے تاریخ اسلام کا ایک تابناک باب ہے۔ ضیاءالدین برنی رقمطراز ہیں کہ "دہلی میں ایسے علماء اور ماہرین فن موجود تھے کہ بخارا۔ سمرقند۔ بغداد۔ مصر۔ خوارزم۔ دمشق۔ رے تبریز اور روم میں اون کا ثانی ممکن نہیں تھا"۔

قاری شیخ صفی الدین ہندی

ف ۳۶۶ شیخ صفی الدین ہندوستان کے مایہ ناز علماء میں سے تھے

---

۵۱ تحفۃ الکرام از علی شبیر قانع۔ و مرآت احمدی جلد دوم

ولادت ۶۴۴ھ میں ہوئی۔ نانا سے تعلیم پائی۔ تجوید و قراءت۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ منطق کی تکمیل کے بعد ۲۳ سال کی عمر یعنے ۶۶۷ھ میں یمن گئے۔ الملک المظفر اس نوجوان کی استعداد سے بڑا متاثر ہوا۔ بطور تحفہ سو اشرفیاں پیش کیں۔ یمن سے مکہ معظمہ پہونچے۔ وہاں سے قاہرہ۔ قاہرہ سے اناطولیہ کے شہر قونیہ۔ سیواس قیصریہ وغیرہ کا سفر کرتے رہے۔ بالآخر دمشق کو وطن بنالیا۔ جامع اموریہ میں درس کا حلقہ قائم کیا۔ دوسرے مدارس میں بھی درس دیتے رہے۔ ذہبی جیسے علامہ آپ کے شاگرد تھے۔ اسی زمانے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے علمی بحران کا آغاز ہوا۔ اونکے پیدا کئے ہوئے علمی ہنگاموں سے عالم اسلام متزلزل تھا۔ عجیب عجیب مسائل پیدا کرکے اہل علم کی محفلوں میں ہلچل ڈال دیتے تھے۔ آخر تنگ آکر علماء نے حکومت دمشق کو دست اندازی پر مجبور کیا۔ امیر تنکر نے مناظرہ کے لئے دار السعادہ میں (جو دار الحکومت تھا) ایک مجلس طلب کی۔ علماء نے بالاتفاق یہہ طے کیا کہ شیخ ہندی کو مناظرہ کے لئے بلایا جائے۔ اس لئے کہ کوئی دوسرا عالم مناظرہ کے لئے آگے نہیں آرہا تھا۔ غرض شیخ ہندی بلائے گئے۔ امیر تنکر بھی موجود تھا۔ السبکی بھی اس مجلس میں موجود تھے اون کا بیان ہے کہ شیخ ہندی نے بے محابا شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو مخاطب کیا۔ شیخ ہندی کو تقریر میں کمال کا ملکہ تھا۔ جب بحث کے کسی پہلو پر تقریر کرتے تو جتنے شبہات۔ یا اعتراضات کا امکان ہوسکتا تھا تقریر ہی میں انھیں صاف کرتے جاتے۔ نتیجہ یہہ کہ جب تقریر ختم ہوتی تو اعتراض کرنے والے کے لئے جواب مشکل ہوجاتا۔ ابن تیمیہ نے اپنی عادت کے مطابق جلد بازی سے کام لینا شروع کیا اور اصل بحث کو چھوڑ کر دوسری طرف نکل گئے گویا اپنے معلومات کی وسعت اور انتقال ذہنی کی قوت سے شیخ ہندی کو مرعوب کرنا چاہتے تھے۔ ابن تیمیہ کے اس انداز کو دیکھ کر شیخ صفی الدین سے نہ رہا گیا اونکی جلالت شان کے باوجود شیخ کو کہنا پڑا کہ "ابن تیمیہ مجھے آپ کی حالت اوس چڑیا کی طرح معلوم ہوتی ہے جو پھدک پھدک کر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر جاتی ہے" غرض بڑی طویل بحث رہی۔ یہہ کہنا مشکل ہے کہ فتح کا سہرا کس فریق کے سر رہا۔ مگر امیر تنکر نے حکم دیا کہ ابن تیمیہ اور اونکے شاگرد حکومت کے عہدوں سے معزول کردیئے جائیں۔

کتاب المعجز معہ رسالہ متحۃ الطرائق والابواب | **ف ۳۶۷** فن تجوید کی اس کتاب میں قرآنی رسم الخط اور اختلافات قراءت پر بحث ہے۔ ۷۱۰ھ کی تصنیف ہے اس کا قلمی نسخہ جس کو کاتب محمود بن محمد نے ۱۳۱۷ھ میں لکھا تھا۔ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی | **ف ۳۶۸** حضرت کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات (۱۵۵ تا ۱۶۵) میں درج ہیں ملاحظہ فرمائے جائیں۔

قاری مولانا عماد الدین حسام

ف ۳۶۹ نامور قرائے دہلی میں مولانا عماد الدین حسام درویش کو بڑا امتیاز حاصل ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اونکے "لحن جان نواز" کا یہہ حال تھا کہ "چشمے دیدہ نہ گوشے شنیدہ" انھوں نے بیس سال تک تجوید و قرآن کی خدمت انجام دی۔ کثرت سے لوگوں نے اون سے تجوید سیکھی۔

مولانا لطیف مقری

ف ۳۷۰ دوسرے نامور قاری مولانا لطیف مقری تھے۔ یہہ بھی نہ صرف تجوید و قراءت کے عالم تھے بلکہ خوش الحان بھی تھے۔ اور ایسے کہ بقول ضیاء الدین برنی "مرغ از آسمان فرود آمدے"۔ (تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۳۵۵)

خواجہ جمال الدین شاطبی

ف ۳۷۱ یہہ بھی اپنے زمانے کے ممتاز قراء میں سے تھے۔ آپ کا مشغلہ بھی تجوید و قراءت کی تعلیم تھا۔ ایسے مشہور زمانہ اور یگانۂ دوران تھے کہ اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔

خواجہ علاء الدین مقری

ف ۳۷۲ دہلی کے اس دور کے مستند قراء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ہمیشہ درس و تدریس میں لگے رہے۔ آپ کی درس گاہ میں قراء اور حفاظ کا مجمع رہتا تھا۔ صاحب نزہت الخواطر نے آپ کو شیخ فاضل اور قراءت و تجوید میں سر آمد روزگار لکھا ہے۔

خواجہ زکی خواہر زادہ حسن بصری

ف ۳۷۳ دہلی کے مستند قراء میں آپ کا شمار تھا۔ اپنا پورا وقت تجوید کی تعلیم و اشاعت میں صرف کرتے تھے۔ مذکورہ بالا تین بزرگوں کے متعلق ضیاء الدین برنی کی شہادت ہے کہ شہر کے سینکڑوں حافظ و مجود اپنی تجوید ان سے درست کرتے تھے۔ نیز یہ کہ "مثل ایشان در خراسان و عراق نشان ندادہ اند"۔ یہہ تینوں بزرگ خوش الحانی میں بھی اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے (تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۳۵۵) محمد قاسم فرشتہ نے شاطبی۔ علاء الدین مقری اور خواجہ زکی خواہر زادہ حسن بصری کو اساتذہ قراءت بتایا ہے۔

قاری مولانا دولت یار سنامی

ف ۳۷۴ آپ سنام نامی ایک قصبے کے رہنے والے تھے۔ علوم تجوید و قراءت کے ماہر تھے۔ حضرت سلطان المشائخ نے اپنے ملفوظات فوائد الفواد میں آپ کی مہارت کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ درویش باخدا اور تجوید کے اچھے عالم تھے۔ [1]

---

[1] تفحص کے باوجود فقرہ جات ۳۶۸ تا ۳۷۴ کے قراء کے زیادہ حالات نہ مل سکے۔ کتب سیر و تاریخ فرشتہ میں صرف نام درج ہیں یا ایک سطری تعارف۔ اگر تفصیلی حالات مل سکیں تو اس فن کے لٹریچر میں قیمتی اضافہ ہوگا۔

قاری قاضی ضیاء الدین سنائی

ف ۳۷۵ آپ سلطان المشائخ کے ہم عصر تھے۔ قاری ہونے کے علاوہ آپ سر آمد علماء روزگار تھے۔ متشرع ہونے کے باعث علمائے دہلی آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ آپ کا رنگ ہی اور تھا۔ امور شریعت میں انتہا درجہ کا غلو تھا۔ اسی وجہ سے حضرت نظام الدین کی مجلس سماع کے سخت مخالف تھے اس کوشش میں لگے رہتے کہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس سماع ہمیشہ کے لئے موقوف ہو جائے۔ ایک دفعہ علماء دہلی سے کہا کہ میں نظام الدین سے علمی بحث میں غالب آسکتا ہوں لیکن کرامات میں غالب نہیں آسکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اہل شریعت کا پایہ اہل کرامت سے بلند سمجھا جائے۔ آپ نے شیخ رکن الدین کو ملتان سے مباحثہ کیلئے طلب کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ مولانا وجیہہ الدین کو بھی سماع سے اجتناب تھا مگر بالآخر مجلس سماع میں شریک ہو کر حضرت سلطان المشائخ سے بیعت ہو گئے۔ مگر قاضی صاحب شریعت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے شریعت سے اونکے اخلاص کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے چاروں بیٹوں کو شریعت پر قربان کردیا[۱]

---

[۱] واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ دہلی میں ایک دفعہ ایک فقیر وارد ہوا۔ شبانہ روز آگ روشن کرکے اوسی میں بیٹھا رہتا تھا۔ قاضی صاحب کو جب خبر ہوئی تو اپنے بڑے بیٹے سے کہا کہ اس فقیر سے جاکر کہو کہ آگ سے باہر نکل آئے کیونکہ یہ حرکت خلاف شریعت ہے۔ بیٹے نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ درویش نے لڑکے پر کچھ ایسی نگاہِ گرم ڈالی کہ لڑکا وہیں گر کر مر گیا۔ قاضی صاحب کو جب خبر ہوئی تو فرمایا خدا کا شکر ہے کہ میرے بیٹے نے راہِ حق میں جان دی۔ دوسرے بیٹے کو بھیجا اوس کا بھی یہی حشر ہوا۔ پھر تیسرے اور چوتھے بیٹے کو بھیجا اون کے ساتھ بھی وہی معاملہ پیش آیا۔ ہر بیٹے کی وفات پر دوگانہ شکر بجالاتے رہے۔ جب کوئی لڑکا باقی نہ رہا تو کتاب ہاتھ میں لیکر درویش کے پاس تشریف لے گئے اور کہا "اے شخص آگ سے نکل آ یہ امر خلاف شرع ہے۔" فقیر نے حسب عادت اونکی طرف بھی گرم نگاہ سے دیکھا مگر کچھ اثر نہ ہوا قاضی صاحب نے دوبارہ اور سہ بارہ ہدایت فرمائی۔ فقیر ہر بار نظر کو تیز تر کرتا گیا مگر قاضی صاحب کو کوئی نقصان نہ پہونچا۔ فقیر نے جب دیکھا کہ اوس کی نظر کوئی اثر نہیں کرتی تو آگ سے نکل کر قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ آج تک میں نے کسی کو شریعت پر ایسا سچا اور ثابت قدم نہیں پایا۔ میں نے کئی بار تیز نظر ڈالی مگر آپ کا ایک بال بھی شریعت کے خلاف نہ تھا۔ اس لئے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اس کے بعد میں نے ایک تیر چلانا چاہا مگر آپ کے تن پر شریعت کی زرہ اس قدر استوار تھی کہ میرا تیر پار نہو سکا۔ یہہ کہکر درویش وہاں سے روانہ ہو گیا۔

اس کے باوجود اونکے صبر وشکر کا یہہ عالم تھا کہ زبان سے اُف تک نہ کی۔ دہلی سے بیزار ہو کر آپ حج و زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر دہلی جانے کے بجائے دولت آباد آکر قیام کیا۔ یہاں برہان الدین غریب موجود تھے مگر اون سے بھی اس لئے ملاقات نہ ہو سکی کہ وہ سماع کو جائز سمجھتے تھے۔ حضرت برہان الدین غریب آپ کا بہت احترام کرتے تھے جب سنا کہ قاضی ضیاء الدین سخت علیل ہیں تو اونکی عیادت کو تشریف لے گئے۔ شاگردوں نے اطلاع دی تو قاضی صاحب نے کہا کہ وہ گانا سنتے ہیں اور جو شخص نامشروع عمل کرتا ہو مرتے وقت میں اوسکا منھ دیکھنا نہیں چاہتا۔ جواب میں برہان الدین نے کہلا بھیجا کہ میں توبہ کر کے آیا ہوں۔ یہہ سنتے ہی قاضی صاحب نے اپنا عمامہ شاگردوں کو دیکر فرمایا کہ اس کو پا انداز کر دو اور کہا کہ اس پر تشریف لائیں۔ شیخ برہان الدین عمامہ کو بوسہ دیتے ہوئے اندر تشریف لائے اور قاضی صاحب نے اون کو بہت تواضع اور اخلاق سے بٹھایا اور عیادت کے بعد رخصت کیا۔ قبر خلد آباد میں کالی مسجد کے پاس واقع ہے۔

قاری حافظ احمد دہلوی

ف ۳۷۶ آپ بابا شیخ فرید اور سلطان المشائخ کے ہم عصر تھے۔ بہت اچھے قاری و حافظ تھے۔ موضع سرسی میں حضرت سلطان المشائخ سے ملاقات بھی کی تھی۔ درس و تدریس آپ کا مشغلہ رہا۔

قاری شرف الدین احمد منیری

ف ۳۷۷ والد کا نام یحییٰ۔ ولادت ۲۶ شعبان ۶۶۱ھ بمقام منیر (پٹنہ) سلسلہ نسب حضرت جعفر صادق سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ بھی بڑی زاہدہ و عابدہ تھیں۔ وضو کے بغیر بچے کو دودھ نہیں پلاتی تھیں۔ ایسی والدہ کی آغوش میں حضرت نے تربیت پائی بڑے ہو کر ابو تامہ سے قرات و تفسیر و حدیث سیکھی۔ پھر حضرت سلطان المشائخ سے ملے۔ آپ نے شیخ نجیب الدین کے پاس بھیجا۔ واپسی پر منیر ہی میں خدمت خلق و درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ حضرت کے عرفان و کردار کی بلندی حضرت کے اقوال سے ترشح ہوتی ہے۔ چند بطور نمونہ یہاں درج کئے جاتے ہیں:۔

(۱) جو شریعت کی پیروی میں جتنا راسخ ہوتا ہے اتنا ہی خوش خلق زیادہ ہوتا ہے اور جتنا خوش خلق زیادہ ہے اتنا ہی بارگاہ خداوند تعالیٰ کا محبوب زیادہ ہے۔ جبکہ اچھے اخلاق آدم علیہ السلام کی میراث اور خداوند عالم کا تحفہ ہے۔ پس لازماً مومن کیلئے اچھے اخلاق سے بڑھ کر کوئی اور اچھا طریقہ اور کوئی اور زیب و زینت کی چیز نہیں ہے اور اچھے اخلاق کی حقیقت خداوند تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور اوسکے رسول کی شریعت کی پیروی کرنا ہے۔ کیونکہ سید کائنات کے تمام افعال و حرکات ہمیشہ (خلق و خالق کے نزدیک) پسندیدہ رہے ہیں اور جو کوئی آنحضرتؐ کی پیروی کرتا ہے اوسے چاہیئے کہ اپنی زندگی اس طرح گذارے جس طرح آپ نے گذاری ہے۔

(۲) عارف و مرد خدا کا مقام و طریق زندگی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ اوسکی رحمت و شفقت کا

آفتاب ہر ایک پر چمکتا ہے۔ خود نہیں کھاتا لوگوں کو کھلاتا ہے۔ خود نہیں پہنتا۔ لوگوں کو پہناتا ہے۔ لوگوں سے جو اسے تکلیف پہنچتی ہے اوس کی طرف نگاہ نہیں کرتا اور اس کے ظلم کو نہیں دیکھتا۔ اپنے پر ظلم کرنے والے کا شفیع ہوتا ہے۔ جفا کا بدلہ وفا سے دیتا ہے۔ گالی کا جواب دعاء وثناء سے۔ تو جانتا ہے کہ وہ یہہ سب کچھ کیوں کرتا ہے اسلئے کہ وہ محفوظ ہے اوس کے دنکی فضاء سے سولے بادِ راحت کے خلق پر کوئی ہوا نہیں چلتی وہ شفقت میں آفتاب کی طرح ہوتا ہے کہ جس طرح دوست پر چمکتا ہے اوسی طرح دشمن پر چمکتا ہے۔ تواضع میں زمین کی طرح ہوتا ہے کہ تمام مخلوق اوس پر پاؤں رکھتی ہے وہ کسی کے ساتھ جھگڑا نہیں کرتا۔ مخلوق پر دست درازی کرنے اوس کا ہاتھ کوتاہ ہوتا ہے۔ تمام مخلوق اوسکی عیال ہوتی ہے لیکن وہ کسی کا عیال نہیں ہوتا۔ سخاوت میں دریا کی طرح ہوتا ہے۔ دشمن کو اوسی طرح نوازتا ہے جس طرح دوست کو مشرق و مغرب کی جملہ مخلوقات پر رحمت ہی رحمت بنکر رہتا ہے کیونکہ وہ آزاد ہے۔ جو کچھ دیکھتا ہے ایک ہی جگہ سے دیکھتا ہے۔

(۳) آپ کا بڑا امتیاز اور ترقیات و کمالات کا راز آپ کی جبلی بلند ہمتی اور حلوِ حوصلگی ہے۔ فرماتے ہیں: "تو کتنا ہی پست سہی۔ ہمت کو بلند رکھ۔ بھائی! مردوں کی ہمت کسی بھی چیز سے پست نہیں ہوتی۔ اونکی ہمت کے بوجھ آسمان و زمین عرش و کرسی اور بہشت و دوزخ نہیں اٹھا سکتے۔ ؎

در غمِ دوزخ بہشت اند ✕ این طائفہ را چنیں سرشت اند
چنگ در حضرتِ خدائے زدہ ✕ ہرچہ آن نیست پشت پائے زدہ
تا بہ جاروبِ لا نہ روبی راہ ✕ کے رسی در سرائے اِلّا اللّٰہ

مردوں کی ہمت کعبہ و بیت المقدس کے گرد نہیں گھومتی اور آسمان و زمین کا طواف نہیں کرتی۔ سبحان اللہ! کیا ہی عجیب مقام ہے۔ ایک مرد اپنی جگہ بیٹھا ہوا۔ پاؤں کو دامن میں سمیٹا ہوا۔ سر کو زانو پر رکھا ہوا۔ در آن حالیکہ اوس کا سر کون و مکان سے بھی آگے گذر گیا ہے۔

(۴) اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے کوئی وحشت نہیں ہے اور غیر اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے کوئی راحت نہیں ہے محبوب در عین بلا اگرچہ کلید خزائن ممالک در دست دارد و ہر کہ با خدا است پادشاہ دو جہان ست ہرچند نان شبے ندارد۔ ؎ خاک او باش بادشاہی کن ✦ آن او باش ہر چہ خواہی کن
ہر کہ چون خاک نیست بر درِ او ✦ گر فرشتہ است خاک بر سرِ او

شیخ زین بدر عربی نے آپ کی وفات کے واقعات جو قلمبند کئے ہیں اون سے آپ کی بے نظیر استقامت جذبۂ اتباعِ شریعت۔ امت محمدیہ کی فکر۔ اوس کے لئے دل سوزی، اہل اسلام سے محبت اور ان کی خیر خواہی زندگی کی تاریک ترین ساعت میں اون کا خیال اور اونکے لئے دعا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید اور یقین اور اعتماد کرنا

اوس کی بے نیازی۔ کبریائی کا ڈر۔ سلامتی ایمان وحسن عاقبت کی فکر و اہتمام ظاہر ہوتا ہے۔ زین بدر لکھتے ہیں:۔
چہار شنبہ کا دن تھا ۵ رشوال ۷۸۲ھ۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ نماز فجر کے بعد حجرے میں تکیے کے سہارے سے بیٹھے تھے جلیل الدین بھائی و دیگر احباب وخادم حاضر تھے جو متواتر کئی راتوں سے خدمت کے لئے جاگتے رہے تھے۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم۔ پھر حاضرین کی طرف رخ کرکے فرمایا تم بھی کہو۔ لوگوں نے تعمیل کی۔ پھر آپ نے مسکراتے ہوئے تعجب کے طور پر فرمایا۔ سبحان اللہ وہ ملعون اس وقت بھی مسئلہ توحید میں لغزش دینا چاہتا ہے خدا کا فضل وکرم ہے اونکی طرف کیا توجہ ہوسکتی ہے۔ پھر آپ نے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم پڑھنا شروع کیا اور حاضرین سے کہا تم بھی پڑھو۔ پھر وظائف وادعیہ میں مشغول ہوگئے۔ چاشت کے وقت ادن سے فارغ ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مشغول ہوگئے۔ باآواز بلند الحمد للہ۔ الحمد للہ کہنے لگے۔ فرمایا خدا نے کرم فرمایا۔ المنۃ للہ۔ المنۃ للہ۔ کئی بار دل کی خوشی اور اندرونی فرحت کے ساتھ اسی کو بار بار دہراتے تھے بعد ازاں صحن حجرہ میں تشریف لائے اور تکیہ کا سہارا لیا۔ تھوڑی دیر بعد ہاتھ پھیلائے جیسے مصافحہ فرمانا چاہتے ہیں قاضی شمس الدین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دیر تک لئے رہے۔ پھر قاضی زاہد کا ہاتھ پکڑ کر سینہ پر رکھا۔ فرمایا ہم وہی ہیں، ہم وہی ہیں۔ پھر فرمایا۔ ہم وہی دیوانے ہیں۔ ہم وہی دیوانے ہیں۔ پھر تواضع وانکساری کی ساتھ کیفیت طاری ہوگئی۔ فرمایا نہیں۔ ہم اون دیوانوں کی جوتیوں کی خاک ہیں۔ پھر حاضرین میں سے ہر ایک کے ہاتھ کو اور داڑھی کو بوسہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کے امیدوار رہنے کی تاکید فرمائی اور بلند آواز سے پڑھا لاتقنطو من رحمۃ اللہ۔ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

خدایا رحمتت دریائے عام است :: از آن جا قطرۂ بر ما تمام است

اوسکے بعد حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ کل تم سے سوال کریں تو کہنا لاتقنطو من رحمۃ اللہ لائے ہیں۔ اگر مجھ سے بھی پوچھیں گے تو یہی کہوں گا۔ اوسکے بعد کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا۔ پھر یہ الفاظ ادا کئے رضیت باللہ ربًّا و بالاسلام دینًا وبمحمدٍ نبیًّا و بالقرآن امامًا و بالکعبۃ قبلۃ وبالمومنین اخوانا و بالجنۃ ثوابًا و بالنار عذابًا۔ پھر حاضرین اور جو آگئے اون سے مصافحہ کیا۔ اور ہر ایک کے لئے دعائے خیر کی ظہر کی نماز کے بعد میر شہاب الدین اپنے لڑکے کے ساتھ حاضر ہوئے۔ لڑکے سے پوچھا پانچ آیتیں پڑھ سکتے ہو۔ حاضرین نے کہا ابھی چھوٹا ہے۔ پھر ظہیرالدین کے لڑکے سے پانچ آیتیں سنیں۔ (یہ تھیں سورہ فتح کے آخری رکوع کی آیتیں۔ محمد رسول اللہ سے) پڑھتے وقت اٹھ کر مودب دو زانو بیٹھ گئے۔ توجہ سے قرآن شریف سنا۔ پھر وضو کیلئے پانی طلب کیا۔ وضو کے بعد کنگھی طلب کی اور داڑھی میں کنگھی کی۔ پھر مصلیٰ منگا کر نماز شروع کی۔ دو رکعت کے بعد تکان کی وجہ سے کچھ آرام کیا۔ نماز کے بعد حجرے میں گئے اور لیٹ گئے

عصر کے بعد مغرب تک آرام کیا۔ بعد مغرب احباب و خدام آگئے اور چارپائی کے اطراف بیٹھ گئے۔ حضرت مخدوم نے کچھ دیر کے بعد باواز بلند بسم اللہ کہنی شروع کی۔ کئی بار بسم اللہ کے بعد زور سے کہا۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔ اوسکے بعد پھر ایک بار بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا۔ پھر کلمۂ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ اوسکے بعد فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر دیر تک کلمہ شہادت زبان پر جاری رہا پھر کئی بار بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اوسکے بعد بڑے اہتمام سے اور دلکی بڑی قوت سے اور بڑے ذوق وشوق سے محمد محمد محمد اللّٰھم صلّ علی محمدٍ وعلیٰ آل محمد۔ پھر یہہ آیت پڑھی۔ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تا آخر۔ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا۔ اوسکے بعد تین بار کلمہ طیبہ کا ورد فرمایا۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور بڑے ذوق وشوق کے ساتھ جیسے کوئی دعا و مناجات کرتا ہے فرمایا۔ اللّٰھم اصلح امۃ محمد۔ اللّٰھم ارحم امۃ محمد۔ اللّٰھم اغفر لامۃ محمد۔ اللّٰھم تجاوز عن امۃ محمد۔ اللّٰھم اغث امۃ محمد۔ اللّٰھم انصر من نصر دین محمد اللّٰھم فرج عن امۃ محمد فرجاً عاجلا اللّٰھم اخذل من خذل دین محمد برحمتک یا ارحم الراحمین۔ ان الفاظ پر آواز بلند ہوگئی۔ اوسوقت زبان پر یہہ الفاظ تھے۔ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ لا الہ الا اللہ۔ اوس کے بعد ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ یہہ واقعہ پنجشنبہ کی شب ۶ر شوال ۷۸۲ھ وقت عشار کا ہے اگلے روز چاشت کے وقت تدفین عمل میں آئی۔ شیخ اشرف جہانگیر سمنانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(بزم صوفیا از سید صباح الدین عبدالرحمٰن)

خانقاہ سلطان المشائخ کے قراء

ف ۳۷۸ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین کے حالات پڑھنے سے یہہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت کو تجوید و قرات سے بڑی گہری دلچسپی تھی۔ حضرت کی خانقاہ میں جہاں کثرت سے حفاظ و قراء جمع تھے سلوک بالقرآن کی تربیت دیجاتی تھی مریدین و خلفاء سب کو تجوید کا شوق و ذوق تھا۔ بڑے بڑے خوش الحان قراء آپ کی خانقاہ میں موجود تھے ہم صرف چند قراء کا ذکر یہاں کر رہے ہیں جو بعد میں بہت مشہور ہوئے۔

امیر خسرو

ف ۳۷۹ کنیت ابوالحسن۔ والد کا نام امیر سیف الدین بلخی۔ امیر سیف الدین، چنگیز خان کے حملوں سے پریشان ہوکر ہندوستان آئے۔ امیر خسرو بمقام مومن آباد معروف بہ پٹیالی جو گنگا کے کنارے ضلع ایٹہ میں واقع ہے ۶۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر نو سال کی تھی کہ والد امیر سیف الدین ایک معرکہ میں شہید ہوئے۔ آپکے نانا عماد الملک نے آپ کی پرورش کی۔ ابتدائی عمر میں قرآن مجید اور پھر دیگر علوم درسیہ کی تحصیل کی۔ شاعری سے فطری لگاؤ تھا۔ حضرت نظام الدین سے والہانہ محبت تھی حضرت ہی کے

فیض صحبت سے اونکے یار وفادار۔ محرم اسرار۔ محبوب و مطلوب بن گئے۔ حضرت آپ کو "ترک اللہ" اور "مفتاح السماع" کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ کو حسن و جمال اور موسیقی سے فطری انس تھا۔ حضرت کی صحبت میں آپ نے تجوید و قرات اور حفظ کی تکمیل کی۔ تہجد گذار اور شب بیدار تھے۔ چالیس سال تک صائم الدہر رہے۔ تہجد کی نماز میں سات پارے ختم کرتے تھے۔ مرشد نے آپ کو سلوک بالقرآن کی تربیت دی تھی۔ مرشد ہی کے ساتھ حج بھی کیا۔ اونکے انتقال کے بعد زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہ سکے۔ جب محبوب الٰہی کی وفات ہوئی ہے آپ اوس وقت کسی سفر میں باہر گئے ہوئے تھے چھ مہینے کے بعد واپس ہوئے تو ایک بار قبر کو دیکھا اور یہہ ہندی دوہا پڑھا۔

گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈالے کیس (بال) ☆ چل خسرو گھر آپنے اب سانج بھئی چودیس

کہتے ہیں کہ اوسی روز آپ کا انتقال ہوگیا۔ ۷۲۵ھ میں وفات ہوئی حضرت نظام الدین کے پائیں میں دفن ہیں۔

قاری فخر الدین زرادی | ف ۳۸۰ عالم و فاضل و قاری۔ سلطان المشائخ کے خلیفہ۔ حضرت کی صحبت میں بہت وقت گذارتے۔ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ مولانا فخر الدین زرادی از شیخ نظام الدین سوال کرد کہ مشغولی بہ کلام اللہ فاضل تراست یا ذکر۔ فرمودند کہ ذاکر را وصول زود تر بود اما خوف زوال ہم بود۔ اما تالی را وصول دیر تر بود ولیکن خوف زوال نباشد" ؎[1]

حضرت کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ حضرت تلاوت قرآن کو لازوال اور اقرب ترین طریق معرفت قرار دیتے ہیں۔ فخر الدین زرادی خانقاہ کے مریدین کو فقہ کے مسائل اور عربی وغیرہ بھی سکھاتے رہتے تھے۔ ۷۲۸ھ میں حج کیلئے تشریف لے گئے۔ جہاز کے غرقاب ہونے سے آپ کی شہادت ہوئی۔

حافظ قاری خواجہ محمد امام | ف ۳۸۱ والد کا نام بدر الدین اسحاق۔ بابا شیخ فرید گنج شکر کے نواسہ تھے۔ جب حضرت نظام الدین کو اطلاع ملی کہ پاک پٹن میں بدر الدین اسحاق کا انتقال ہوگیا تو آپ نے سید محمد کرمانی کو پاک پٹن بھیجکر اونکے دونوں فرزند خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ اور ان کی والدہ کو دہلی بلا لیا۔ دونوں بچوں کی پرورش و تربیت فرمائی۔ تعلیم دیکر خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حافظ و قاری بنا کر مسجد کا امام مقرر کیا۔ جب خواجہ محمد نہوتے تو خواجہ موسیٰ امامت کرتے اس لئے خواجہ محمد امام کے نام سے مشہور ہوئے آپ بڑے خوش الحان قاری تھے وفات ۷۴۴ھ میں ہوئی۔ مزار درگاہ محبوب الٰہی میں چبوترۂ یاران پر ہے۔

---

[1] (ترجمہ) مولانا فخر الدین زرادی نے شیخ نظام الدین سے سوال کیا کہ کلام اللہ میں مشغولی بہتر ہے یا ذکر میں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر سے وصول جلد تر ہوتی ہے مگر ساتھ ہی زوال کا خوف بھی لگا ہوا ہے لیکن تلاوت قرآنی میں وصول دیر سے ہوتی ہے مگر زوال کا خوف نہیں ہے۔

مولانا فخر الدین مروزی

ف ۳۸۲ آپ بھی سلطان المشائخ کے مرید و خلیفہ تھے۔ بڑے عابد و زاہد متقی و پرہیزگار ہونے کے علاوہ حافظ و قاری بھی تھے۔ عمر بھر شادی نہیں کی۔ بڑے اچھے خوشنویس اور قرآنی رسم الخط کے ماہر تھے۔ قرآن مجید کی کتابت کر کے خود لوگوں سے اوس کی اجرت پوچھتے۔ اگر معلوم ہوتا کہ عام شرح چھ روپیہ فی جزو ہے تو آپ صرف چار آنے فی جزو کا مطالبہ فرماتے۔ اگر کوئی زیادہ دیتا تو قبول نہ کرتے۔ رجال الغیب بھی آپ سے ملتے تھے مگر آپ کسی سے کچھ نہ لیتے۔

(حب) جب آپ بہت ضعیف ہو گئے اور کتابت سے معذور تو محمد تغلق نے ایک اشرفی روزینہ مقرر کیا۔ لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ صرف چار آنے لیتے۔ ۷۳۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ "چبوترۂ یاران" پر شمس الدین یحیٰی کے مزار کے قریب دفن ہیں۔ عبد الحق صاحب محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں آپکے متعلق لکھا ہے کہ "حافظ کلام ربانی بود۔ بہ کمال تقویٰ وورع آراستہ۔ پیوستہ کتابت کلام مجید کردے۔"

امیر حسن اعلائے سنجری

ف ۳۸۳ میر حسن یا امیر حسن نام تھا۔ والد کا نام نجم الدین اعلائے سنجری جو سنجر علاقہ سیستان کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے دہلی آئے۔ دہلی میں میر حسن پیدا ہوئے شاعری سے خاص لگاؤ تھا۔ بڑے اچھے شاعر تھے۔ ۔ ؎۱

شیخ نظام الدین محبوب الٰہی سے عقیدت کے باعث زیادہ وقت حضرت کی صحبت میں گذرتا تھا۔ بیس سال حضرت کی خدمت میں رہنے کے بعد آپ نے حضرت محبوب الٰہی کے ملفوظات مرتب کئے جو "فوائد الفواد" کے نام سے شائع ہوئے۔ امیر خسرو اس تالیف پر رشک کرتے تھے۔ حضرت کی صحبت میں آپ اچھے قاری بن گئے تھے حضرت نے آپ کو بھی سلوک بالقرآن پر لگا دیا تھا۔ آپ امیر خسرو کے انتقال کے بعد کسی مہم پر خلد آباد آئے جہاں ۷۳۸ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ مزار شہر سے باہر مشہور جگہ پر ہے۔ غلام علی آزاد کی قبر بھی وہیں ہے۔

خواجہ برہان الدین غریب

ف ۳۸۴ ۶۵۴ھ میں بمقام ہانسی پیدا ہوئے۔ ہانسی سے دہلی آئے۔ اور حضرت محبوب الٰہی کی شہرت سنکر آپ کے خادموں کے سلسلہ میں منسلک ہو گئے یہہ واقعہ ۶۹۳ھ کا ہے اوس وقت سے ۷۱۸ھ یعنے کامل پچیس سال تک حضرت کی خدمت میں لگے رہے جو

؎۱ جس طرح امیر خسرو مقبول عام صاحب دیوان شاعر تھے اسی طرح میر حسن کی غزلیں بھی مقبولیت میں شہرۂ آفاق ہیں چند شعر نمونتاً پیش ہیں۔ ؎ عمر گرا مینت حسن در کار خوبان صرف کن ÷ بیہودہ کہگل میکنی دیوار بے بنیاد را۔
حسن گر عشق میورزی بہ تنہا برجان چہ میلرزی ÷ بہ یک دل در نمی گنجد غم جان و غم جاناں
اے حسن تو بہ آن زمان کردی ÷ کہ ترا طاقت گناہ نہ ماند

ماحول حضرت نے پیدا کیا تھا اس سے پوری طرح فیض یاب ہوئے۔ قراءت اور علوم باطنی سے وہیں استفادہ کیا منتجب الدین کے انتقال کے بعد محبوب الٰہیؒ نے آپ کو خلد آباد روانہ کیا۔ ۷۱۸ھ و بروایت دیگر ۷۲۰ھ میں آپ خلد آباد پہنچے۔ اوائل عمری ہی سے دل فقر کی جانب مائل تھا۔ چھ سات سال کی عمر سے کلمہ طیبہ کی مواظبت کیا کرتے تھے شب بیداری کا یہ عالم تھا کہ پچیس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔ تیس سال تک بہ طریق صوم داؤدی روزے رکھے۔ سو رکعت صلواۃ التحفہ۔ اٹھارہ رکعت نماز چاشت۔ تین پارے کلام مجید کے تلاوت کر کے ایک روز کی قضاء نماز گذارتے۔ ایک ہزار پانچسو بار سورۂ اخلاص پڑھتے اور اس کے بعد اکثر فرمایا کرتے کہ "ما عبدناک حق عبادتک" ابتداء ہی سے ازدواجی زندگی سے اجتناب کا تہیہ کر لیا تھا۔ ۱۳ سال کی عمر سے تقلیل غذا کی عادت ڈالی تھی۔ صرف سات لقموں پر گذارہ کر لیتے تھے۔ غذا بہت سادہ اور بے تکلف تھی۔ عام طور سے جو کی روٹی اور لوبیا کھاتے۔ لباس نہ بہت فاخرہ اور نہ بہت سادہ۔ سلاطین و امراء سے قطعاً نہ ملتے۔ صدہا مریدین اور خلق خدا کو آپ سے فیض پہنچا۔ پورے آداب کے ساتھ بڑی پابندی سے تلاوت فرماتے تھے۔ خوش الحانی سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے۔ نیز فرمایا کرتے "تلاوت کے وقت اگر عذاب و رحمت کی آیت آئے تو اس وقت تلاوت کرنے والے کو تامل و تفکر کرنا چاہیئے۔" اگر آیات حق تعالیٰ کی صفات کے متعلق ہوں تو تواضع و تکریم کا اظہار کرنا چاہیئے۔ جب حق تعالیٰ اور رسول اللہ کے ساتھ کفار کی جسارت کا ذکر ہو تو تلاوت میں آہستگی کے ساتھ شرم کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔ تلاوت کے وقت یہ امر مستحضر رہے کہ خود اللہ تعالیٰ قاری سے کچھ کہہ رہا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی تجلی کلام پاک کے حروف میں تبدیل کر دی گئی ہے کہ آنکھ اور دل اس تجلی کی تاب لا سکیں۔ ورنہ زمین و آسمان بھی اس کی تجلی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔" ۷۳۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ خلد آباد میں بڑا گنبد و خانقاہ زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ کے خلفاء میں زین الدین داؤد بڑے بزرگ تھے[۱]

قاری خواجہ موسیٰ

ف ۳۸۵ آپ بابا شیخ فرید کے نواسے اور قاری حافظ خواجہ محمد کے چھوٹے بھائی تھے۔ تجوید و قراءت کے ماہر تھے خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے تھے۔ عالم و فاضل بھی تھے۔ والد کے انتقال کے بعد جیسا کہ فقرہ (۳۸۱) میں بیان ہوا سلطان المشائخ نے آپ کو اپنے پاس بلا کر دونوں بھائیوں کی پرورش کی اور خلافت دی تھی، بھائی کی عدم موجودگی میں خواجہ موسیٰ خانقاہ کی مسجد میں نماز پڑھاتے تھے۔ وفات ۷۴۰ھ میں ہوئی۔ "چبوترۂ یاران" میں بڑے بھائی خواجہ محمد کے پہلو میں دفن ہوئے۔[۲]

قاری حافظ خواجہ تقی الدین نوح

ف ۳۸۶ سلطان المشائخ کے حقیقی خواہر زادے تھے۔ قاری و حافظ و زاہد

---

[۱] ہفتاد اولیاء از شاہ مراد سہروردی۔ بزم صوفیا از سید صباح الدین عبدالرحمٰن
[۲] تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی۔

وعابد تھے۔ تجوید و قراءت میں قاری شہاب الدین سے تلمذ تھا۔ ہر جمعرات کو ایک قرآن شریف ختم کرتے۔ سلطان المشائخ کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ سلطان المشائخ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ جب آپ محفل میں تشریف لاتے تو حضرت فرماتے "یاران این را عزیز دارید کہ این نیکو کسے ست۔ این قرآن یاد دارد و ہر شب آدینہ (جمعہ) ختم می کند۔" تحصیل علم میں اس قدر انہماک رہا کہ آپ کو مرض دق لاحق ہو گیا۔ سلطان المشائخ کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے۔ علاء الدین نیلی کے مزار کے پاس مدفون ہیں۔

قاری خواجہ عزیز الدین

ف ۳۸۷ آپ بھی سلطان المشائخ کے خواہر زادے اور خواجہ ابوبکر چشتی کے فرزند تھے آپ بڑے عالم و فاضل۔ عابد و زاہد تھے۔ تجوید و قراءت قاری شہاب الدین صاحب سے سیکھی تھی۔ نماز باجماعت کی سختی سے پابندی فرماتے۔ کبھی تکبیر اولیٰ قضا نہ کی۔ اگر ایک مسجد میں نماز نہ ملتی تو دوسری مسجد تلاش کر کے تکبیر کا ثواب حاصل کرتے۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ ہر جمعرات کو قرآن ختم فرماتے۔ سلطان المشائخ کے آخری زمانے میں خانقاہ کی مسجد کی امامت بھی کرنے لگے تھے۔ آپکو حضرت سے خلافت ملی تھی۔ اپنے والد خواجہ ابوبکر کے پائین میں دفن ہیں۔ ۱ھ

قاری حافظ خواجہ قاسم ابن خواجہ عمر

ف ۳۸۸ آپ بھی سلطان المشائخ کے خواہر زادے تھے۔ حضرت نے ان کو بسم اللہ پڑھائی اور تختی لکھی جس میں بسم اللہ کے بعد درازی عمر اور ارزانی علم کی دعا درج تھی۔ چنانچہ بارہ سال کی عمر میں آپ قاری و حافظ ہو گئے۔ مولانا شیخ جلال الدین کے شاگرد ہوئے، اوس کے بعد لطائف التفسیر لکھی۔ مولانا جلال الدین قاری ہفت قرارت تھے جن کا ذکر دوسری جگہ ہے خواجہ قاسم کا مزار خواجہ ابوبکر کے مزار کے پاس ہے۔ ۱ھ

قاری حافظ خواجہ رفیع الدین ہارون

ف ۳۸۹ آپ بھی سلطان المشائخ کے خواہر زادے کے فرزند تھے حضرت آپ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ حافظ و قاری تھے حضرت کے مرید و خلیفہ بھی ہوئے۔ آپ کو تیر اندازی۔ کشتی رانی اور سیر و سیاحت کا بڑا شوق تھا۔ آپ خانقاہ کے منتظم مقرر ہوئے آپ کا مزار ابوبکر چشتی کے مزار سے متصل محبوب الٰہی کے پائیں میں ہے۔

قاری مولانا علاء الدین اندپتی

ف ۳۹۰ میر خورد مصنف سیر الاولیاء نے لکھا ہے کہ آپ عالم حافظ و قاری تھے آپ سلطان المشائخ کے قرابت داروں میں سے تھے۔ خانقاہ کے سب مریدین کو حفظ و قراءت سکھانے کا کام آپ ہی کے تفویض کیا گیا تھا۔

۱ھ تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی

قاری سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی ف ۳۹۱ ابن سید یحیٰی ابن سید عبد اللطیف۔ سید یحیٰی لاہور میں پیدا ہوئے۔ سید نصیر الدین محمود اودھ میں پیدا ہوئے۔ نو برس کے تھے کہ سید یحیٰی کا انتقال ہوا۔ والدہ سیدانی تھیں۔ بچے کی تعلیم میں بڑی سعی فرمائی۔ پہلے مولانا عبد الکریم کے زیر تعلیم رہے اون کے انتقال کے بعد مولانا افتخار الدین گیلانی سے علوم سیکھے۔ قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم بچپن میں ہوئی۔ تجوید و قراءت کی تعلیم بعد میں حاصل کی۔ ہمیشہ روزہ رکھتے نماز باجماعت ادا کرتے۔ پھر دہلی آکر سلطان المشائخ کے مرید ہوئے۔ حضرت کی وفات تک دہلی ہی میں رہے۔ آپ کو گوشہ عافیت بہت پسند تھا۔ ایک روز امیر خسرو کی وساطت سے حضرت شیخ کی خدمت میں کہلوایا کہ مجھے جنگل میں عبادت کرنے کی اجازت ہو۔ شہر میں مشغولیت کا لطف نصیب نہیں ہوتی۔ شیخ نے کہا ان سے کہدو کہ تمہیں شہر ہی میں لوگوں کے ہجوم میں رہنا ہوگا۔ اون سے تکالیف پہنچیں تو برداشت کرنی ہونگی اور پھر تکالیف کے بدلے احسان بھی کرنا ہوگا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بزرگان دین خدمت خلق کو کیا اہمیت دیتے تھے اور ہر تکلیف کا بدلہ احسان سے کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ یہہ خاصان خدا ہی کا حصہ ہے۔ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ ان بزرگوں نے خدمت خلق میں وہ انہماک پیدا کیا تھا کہ شادی کرنے تک کی فرصت نہ ملی مگر جن کو تاریخ کے ان تابناک شخصیتوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا وہ سب کو نفع اندوزی ہی کا الزام لگاتے ہیں۔

تمہیں نے دیکھے ساری داستان میں یاد ہے اتنا ✤ کہ اورنگ زیب ہندوکش تھا ظالم تھا ستمگر تھا۔

(ب) چراغ دہلوی کے خلفاء میں شیخ احمد تھانیسری اور شیخ القرا، سید محمد گیسو دراز مشہور قراء ہوئے۔ آپ کے ہمشیرزاد خواجہ کمال الدین بھی باکمال قاری تھے وفات، ۱۸ رمضان ۷۵۶ھ کو ہوئی۔ مزار شاہجہاں آباد میں ہے۔

قاری خواجہ ضیاء الدین برنی ف ۳۹۲ قصبۂ برن۔ ضلع بلند شہر کے رہنے والے۔ ۶۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ سلطان المشائخ کے مریدوں میں خاص مرتبہ رکھتے تھے۔ حضرت کے فیض صحبت سے آپ بھی اچھے قاری ہو گئے تھے۔ اکثر قرائے عصر کا ذکر آپ ہی کے تحریروں سے ملتا ہے۔ بڑے عابد و زاہد۔ عالم و فاضل۔ بے مثل شاعر۔ مستند و معتبر مورخ مانے گئے تاریخ فیروز شاہی اور حسرت نامہ آپ کی ممتاز تصانیف میں شمار کئے جاتے ہیں۔ بزلہ سنجی۔ لطیفہ گوئی۔ نعت گوئی میں خاص مہارت تھی جس کی وجہ سے سلطان محمد تغلق کے ندیم و مصاحب ہو گئے تھے۔ مگر یہہ ابتدائی رنگ تھا فیروز تغلق کے زمانے میں گوشہ نشین ہو گئے۔ وفات کے وقت ایک چٹائی کے سوا کچھ نہ تھا۔ ۷۵۸ھ میں وفات پائی۔ امیر خسرو کی پائین میں قبر ہے۔ [۱]

---

[۱] تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی۔ وگلزار ابرار

قاری خواجہ شہاب الدین امام

ف ۳۹۳ آپ بھی سلطان المشائخ کے مرید و خلیفہ خاص تھے۔ بڑے عابد مرتاض باکمال و صاحب جمال تھے۔ خوش الحان قاری تھے۔ ایک دفعہ اس خوش الحانی سے نماز پڑھائی کہ حضرت سلطان المشائخ بہت محظوظ ہوئے۔ نماز کے بعد تعریف کی تو شہاب الدین نے فرط عقیدت سے حضرت کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اونکو اٹھانے کیلئے جھکے تو مصلّی جو حضرت کے کندھے پر تھا اونکی پیٹھ پر گر گیا۔ حضرت نے وہ مصلّی اون ہی کو عنایت کر دیا۔ اوس روز سے خواجہ صاحب خانقاہ کی مسجد کی امامت پر فائز ہوئے اور شہاب الدین امام کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت نے اپنے خواہرزادوں خصوصاً تقی الدین نوح کو تاکید کی تھی کہ اون سے تجوید و قراءت سیکھیں۔ محبوب الٰہی کی وفات کے بعد آپ دکن تشریف لے گئے اور وہاں فیض جاری ہوا۔ اپنی وفات سے کچھ روز پہلے دہلی واپس آ گئے۔ ۷۵۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار دہلی سے چھ میل کے فاصلے پر لاڈو سرائے کے اندر قنانی مسجد میں واقع ہے۔ مصنف گلزار الابرار لکھتے ہیں کہ "کلام ربانی لفظاً و معناً برداشت و بہ حسن ادائے تلاوت می فرمود کہ شنوندہ کا نراہین بزم کلیم الٰہی می گردانید۔" [۱]

قاری مولانا علاء الدین نیلی

ف ۳۹۴ سلطان المشائخ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حصول علم کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حافظ و خوش الحان قاری تھے۔ زہد و تقویٰ۔ عبادت و ریاضت علم و فضل میں بے مثل تھے۔ ایک دفعہ آپ سلطان المشائخ کی خانقاہ میں آئے تو عشاء کی نماز ختم ہو چکی تھی۔ آپ نے نماز شروع کی تو خانقاہ کے اور لوگوں نے بھی اقتداء کی۔ حضرت سلطان المشائخ اس وقت بالا خانے پر جا چکے تھے۔ جب مولانا نے خوش الحانی سے قراءت شروع کی تو آپ نے بڑے شوق سے سماعت فرمایا اور اپنے خادم خاص اقبال کے ہاتھ مصلّی تحفۃً بھیجا۔ مولانا علاء الدین نیلی نے بڑے احترام سے مصلے کو چوم کر سر پر رکھ لیا۔ غرض خانقاہ میں قراءت کا ذوق عام تھا۔ اور حضرت محبوب الٰہی اوس میں اضافہ فرماتے رہتے تھے۔ مولانا نیلی کی وفات ۷۶۲ھ میں دہلی میں ہوئی۔ "چبوترۂ یاران" میں حضرت محبوب الٰہی کے مزار کے قریب دفن ہیں۔ [۱]

بی بی عائشہ دختر شیخ فرید گنج شکر

ف ۳۹۵ بابا شیخ فرید کی صاحبزادی تھیں۔ آپ نے والد سے فن تجوید و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ اپنے خاوند منتجب الدین کے ہمراہ خلد آباد آئیں۔ منتجب الدین کے انتقال کے بعد یہیں بس گئیں اور یہیں انتقال ہوا۔ حضرت نظام الدین نے بوقت رخصتی شیخ برہان الدین کو جو نصائح کئے اون میں ایک نصیحت یہہ بھی تھی کہ پیرزادی صاحبہ کی خدمت سے غافل نہ رہنا چنانچہ حضرت برہان الدین آپ کی خبر گیری کیا کرتے۔ ہر جمعہ کو نماز کے بعد خود تشریف لیجاکر خیریت پوچھتے۔ بی بی عائشہ

---

[۱] تاریخ اولیائے صوبۂ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی۔

کی ایک لڑکی تھی جو نہایت ذہین اور سمجھ دار تھی۔ بی بی عائشہ نے خود اسے تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا۔ چودہ سال کی عمر میں وہ لڑکی صلاح و تقویٰ سے آراستہ ہوکر حافظ قرآن۔ صائم الدہر اور قائم اللیل ہو گئی۔ اونکی شادی ایک بزرگ ضیاء الدین سے ہوئی جو باہر سے گئے تھے۔ اون سے ایک لڑکا تولد ہوا جو صاحب کمال ہوا۔ بی بی عائشہ اور اون کی صاحبزادی کے مزارات میر حسن اعلائے سنجری کے مزار سے جانب جنوب واقع ہیں۔ ہر سال ۸ شعبان کو عرس ہوتا ہے۔ ۵۲

قاری ملک سید الحجاب

ف ۳۹۶ والد کا نام وحید الدین قریشی جو سلطان المشائخ کے مرید تھے۔ جب ملک سید الحجاب پیدا ہوئے تو والد نے از راہ برکت اون کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا حضرت اوس وقت وضو فرما رہے تھے۔ وضو کے بعد فرمایا کہ اوس معروف زمانہ بچے کو لاؤ اور وضو کا پانی اوسکے منہ پر ڈالا۔ اوس وقت سے آپ معروف کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت نے ہدایت کی تھی کہ اس بچے کی پرورش اچھی طرح کرنا کہ یہہ مشاہیر زمانے سے ہوگا۔ غرض بچپن سے آپ کو علم سے رغبت رہی۔ قرآن شریف اور علوم درسیہ سے جلد ہی فارغ ہوگئے عبادت وریاضت۔ زہد و تقویٰ میں کمال حاصل کیا۔ پھر حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ اپنی فضیلت کے باعث ملک الحجاز کے لقب سے ملقب ہوئے۔ اس کے بعد محمد تغلق کے زمانے میں آپ دہلی واپس آئے۔ بادشاہ نے آپکی فراست و دانشمندی سے خوش ہوکر آپ کو نائب عماد الملک کے عہدے پر مقرر کیا۔ جب فیروز تغلق تخت نشین ہوا تو وہ آپ کا بے حد معتقد و گرویدہ ہو گیا۔ آپ کو سید الحجاب کا خطاب دیکر اپنا ندیم و مصاحب مقرر کیا۔ آپ غریبوں کی بڑی امداد فرماتے آپ کو قرآن شریف سے خاص شغف تھا۔ خدمت خلق کے بعد جو وقت ملتا اوس کو قرآن کی تلاوت میں صرف کرتے تھے تاریخ وفات ۷۰۹ھ ہے۔ آپ کا مزار لاڈو سرائے کے قریب موضع سید الحجاب میں واقع ہے۔

قاری حافظ شیخ رکن الدین ابو الفتح

ف ۳۹۷ جس زمانے میں سلطان المشائخ دہلی میں فیض رسانی فرما رہے تھے اوسی زمانے میں ملتان میں حضرت ابو الفتح شیخ رکن الدین معرفت کے دریا بہا رہے تھے۔ آپ حضرت شیخ صدر الدین عارف کے فرزند دلبند اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے نبیرہ ارجمند تھے والد کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آپکی والدہ بی بی راستی بڑی پاکدامن۔ عبادت گذار۔ متقی و پرہیزگار خاتون تھیں۔ زمانۂ حمل میں حضرت بہاء الدین نے بہو کو بشارت دی تھی کہ ہونے والا بچہ خاندان کا چشم و چراغ ہوگا۔ چار سال ہی کی عمر سے والد نے تعلیم پر توجہ دینی شروع کی۔ حافظہ کا یہہ عالم تھا کہ والد بزرگوار سے کئی کئی پارے بطور سبق پڑھتے چار مرتبہ اعادہ کرکے انھیں حفظ کر لیتے۔ جد امجد قاری ہفت قرات تھے۔ والد ماجد بھی راوی ہفت قرات تھے۔ فرزند کو یہہ فن

۵۲۔ فتوح الاولیاء

قدر تا ورثہ میں ملا تھا۔ سات ہی سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔ سولہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کرلی۔ خانقاہ میں چلے کھینچے اور مجاہدے کئے۔ رات بھر نماز میں مصروف رہتے۔

(ب) آپ کے والد پر زہد غالب تھا۔ آپ اپنے دادا کے مسلک کے مطابق دنیا و ثروت دنیا سے متنفر نہ تھے۔ اچھا کھاتے۔ اچھا پہنتے اور اچھی طرح بسر کرتے تھے۔ دولت و ثروت بھی بہت پیدا ہو گئی تھی مگر طاعت و عبادت کا یہہ حال تھا کہ رات بھر نماز میں کھڑے رہتے تھے۔ جب تک زندہ رہے روزانہ ایک قرآن ختم فرماتے رہے۔ جب جذب کا عالم طاری ہوتا تو کئی کئی روز مدہوش رہتے۔ آپ کی ذات گرامی ایک دریائے فیض و برکت تھی۔ سینکڑوں افراد آپ کی توجہ سے کامل ہو گئے۔ امراء و سلاطین تک آپ کے مرید تھے۔ سب کو یکساں فائدہ پہنچتا تھا۔ دادا کے زمانے میں جو مدرسہ قائم تھا اوس کو فروغ دیا۔ خانقاہ کی بھی رونق بڑھائی۔ چین۔ ترکستان۔ ماوراءالنہر۔ خراسان۔ ایران۔ عراق۔ دمشق حجاز و مصر کے طالبان حقیقت آپ کی مجلس میں موجود رہتے تھے۔ لنگر خانے میں رات دن کھانے پکتے رہتے تھے ہزار ہا آدمی کھاتے تھے۔ اس کے علاوہ کثرت سے صدقہ و خیرات بھی دیا کرتے تھے۔ وقت واحد میں دو لاکھ سے لیکر پانچ لاکھ تک فقراء میں تقسیم کیا ہے۔ امراء۔ رؤسا ہزاروں لاکھوں روپے نذر گذرانتے۔ سلطان علاء الدین خلجی آپ کا بہت معتقد تھا۔ جب آپ دہلی تشریف لیجاتے تو دور تک پیشوائی کو آتا اور آتے وقت دو لاکھ اور جاتے وقت پانچ لاکھ نذرانہ دیا کرتا جسے آپ اسی وقت تقسیم کر دیتے۔ حضرت سلطان المشائخ کے ساتھ بڑا تعلق خاطر تھا فرمایا کرتے "بھائی نظام الدین ہی کی محبت ہے جو مجھے ملتان سے دہلی لے آتی ہے۔" حضرت سلطان المشائخ نے وصیت کی تھی کہ اونکی نماز جنازہ شیخ رکن الدین پڑھائیں۔ چنانچہ آپ ہی نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ کئی لاکھ نفوس نے آپ کی اقتداء کی۔ آپ ہی نے قبر میں اتارا اور فرمایا کہ اس وقت میں نے روح پاک رسول اکرم کو جلوہ فرما دیکھا۔

۳۹۸ھ غرض جد بزرگ کی سی شان و شوکت۔ نفع رسانی خلق۔ مدرسہ۔ خانقاہ اور لنگر خانہ کی چہل پہل آپ کے زمانے میں بھی برقرار رہی۔ مولانا ظہیر الدین سلہ

سلہ مولانا ظہیر الدین بڑے عالم و فاضل تھے۔ اونکی قابلیت دیکھ کر غیاث الدین تغلق نے اون کو کوتوال شہر بنا دیا تھا۔ آپ نے ایک عرصہ تک یہہ خدمت انجام دی۔ ایک روز سلطان نے مولانا ظہیر الدین سے پوچھا کہ تم نے کبھی شیخ رکن الدین کی کوئی کرامت دیکھی ہے تو مولانا نے جواب دیا کہ ہاں دیکھی ہے۔ پھر اپنا قصہ سنایا کہ ایک دفعہ جمعہ کی نماز کے بعد میں نے دیکھا کہ لوگوں کا اژدہام ہے جو آپ کی قدمبوسی کے لئے جمع ہوا ہے۔ اوس وقت میرے دل میں یہہ خیال آیا کہ میں دار السلطنت کا کوتوال ہوں۔ عالم و مولوی

غیاث الدین تغلق کے زمانے میں کوتوال شہر تھے۔ بعد میں مرید ہوکر خاص عقیدت سے حضرت کی خدمت کرنے لگے تھے اون کو حضرت نے ۱۶ رجب ۷۳۵ھ کو عصر کی نماز کے بعد بلایا اور کہا کہ تجہیز و تکفین کا انتظام کرو مغرب کے نوافل دوسرے نوافل اور اوابین میں مصروف ہو گئے۔ سجدہ میں سر رکھا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی مردان خدا ایسا جیتے ہیں اور ایسا مرتے ہیں۔ ایک لمحہ بھی اپنے وقت کا ضائع نہیں کیا اور راضی برضا رہتے ہوئے دنیا کو خیرباد کہدیا ع تیری رضا میں سدا گذرے جو دم واہ وا۔

جنازے میں کئی لاکھ آدمی موجود تھے۔ آپکے فرزند محمد اسمٰعیل سجادہ نشین ہوئے۔

ف ۳۹۹ حضرت شیخ رکن الدین کی کرامت کا ایک واقعہ یہہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت سلطان غیاث الدین تغلق فتح دکن کے بعد واپس آیا تو مولانا رکن الدین بھی بلائے گئے۔ سلطان تمام امراء و شیوخ اور مولانا کے ساتھ تناول طعام میں مصروف تھا۔ آپ کو روحانی قوت کی بدولت اس کا علم ہو گیا کہ جس عمارت میں

(بسلسلہ فٹ نوٹ صفحہ (۹۰)۔ ۲ بھی ہوں اوس کے باوجود کوئی میری طرف ملتفت نہیں ہوتا۔ اون کا یہ حال ہے کہ خلق خدا ٹوٹی پڑ رہی ہے یا تو مجھ میں کوئی کمی ہے یا حضرت کے پاس کوئی عمل تسخیر ہے۔ ارادہ کر لیا کہ کل صبح جاکر "مسئلہ استنشاق و مضمضہ" کے متعلق سوال کروں گا تاکہ اونکے علم کی حقیقت منکشف ہو جائے۔ اوسی دھن میں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ صاحب تشریف لے آئے اور مجھے انھوں نے حلوا کھلایا جس کی شیرینی بیداری کے بعد بھی میرے حلق و زبان پر محسوس ہو رہی تھی۔ سوچا کہ یہہ شیطان کی حرکت ہوگی جو بشکل شیخ آگیا۔ صبح جو خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا "مولانا خوش آمدی۔ من منتظر شما بودم" یعنے میں انتظار ہی کر رہا تھا آپ آئیں اور میں آپ کو مسئلہ بتاؤں۔ پھر فرمایا مولانا جنابت دو قسم کی ہوتی ہے۔ جنابت تن اور جنابت دل۔ جنابت تن تو قربت زن سے پیدا ہوتی ہے اور جنابت دل برے اور بدکار افراد کی صحبت سے عاید ہوتی ہے۔ اب جس طرح تن پانی سے پاک ہوتا ہے اسی طرح دل پاک ہوتا ہے نیک مرد اور اولیاء اللہ کی زیارت سے۔ اوسکے بعد فرمایا کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے اوس سے حدت اعضا دور ہوتی ہے اور جس طرح شیطان نبی کریم کی شکل اختیار کرنے سے قاصر ہے اوسی طرح اوس کی مجال نہیں کہ دوستان خدا کے روپ میں کسی کے سامنے پہونچ سکے۔" میں نے جو بلا کہے اپنے سوالات کا جواب پا لیا تو اوسی وقت مرید ہو گیا۔" سلطان غیاث الدین بھی یہہ واقعہ سنکر بیحد متحیر ہوا۔ غرض مرید ہونے کے بعد اون پر یہہ راز کھلا کہ باوجود علم و ادب سیکھنے کے اون میں عمل و خلوص کا فقدان تھا۔ لیکن شیخ کی صحبت بابرکت نے اس کی تکمیل کر دی۔

سب بیٹھے کھانا کھارہے ہیں وہ گرنے والی ہے۔ فرمایا عمارت جدید ہے اوس میں سے جلد باہر آجائیے۔ سلطان نے کہا طعام سے فراغت کے بعد چلیں گے۔ آپ نے یہی الفاظ تین بار ارشاد فرمائے مگر سلطان اوس کا مفہوم نہ سمجھ سکا آپ ہاتھ دھوئے بغیر اوسی وقت اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔ معًا بعد چھت گر پڑی اور سلطان اوسی صدمے سے ۷۲۵ھ میں فوت ہو گیا۔

محمد تغلق ۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ

ف ۴۰۰ اس کے عہد حکومت[۵] میں علماء و فضلاء بکثرت موجود تھے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی بھی اسی عہد کے اکابرین میں ہیں۔ قراءت کی ایک کتاب "مختصر فی المذاہب" قرأت سبعہ کے فن سے متعلق ۷۳۱ھ میں مرتب ہوئی جس کو علی النوی المیدانی کاتب نے لکھا تھا۔ یہہ کتاب رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوئی۔

قاری مولانا معین الدین عمرانی

ف ۴۰۱ اس دور کے عالم و فاضل تھے فن تجوید و قراءت پر عبور رکھتے تھے مولانا خواجگی اور شیخ احمد تھانیسری مولانا عمرانی کے شاگردوں میں سے تھے۔ شہاب الدین دولت آبادی بھی آپکے شاگرد خاص تھے۔ تذکرۂ علماء میں محمد حسین آزاد نے آپ کو فاضل جلیل و مدرس نبیل کہا ہے۔ محمد تغلق نے آپ کو قاضی عضد الدین ایجی کو لانے شیراز بھیجا تھا۔ مگر سلطان ابو اسحاق نے اونکو جانے کی اجازت نہ دی۔ کنز حسامی اور مفتاح العلوم کے حاشیہ آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔

قاری شیخ قطب الدین منور

ف ۴۰۲ یہہ جمال الدین ہانسوی کے پوتے ہیں جو بابا شیخ فرید گنج شکر کے خلیفہ تھے۔ آپ کا قیام بھی ہانسی میں تھا۔ علوم کی تکمیل والد سے کی۔ تجوید و قراءت و قرآن کے اچھے عالم تھے۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد خدمت خلق اور درس و تدریس میں گذارا کرتے تھے۔

(حب) ایکمرتبہ کا ذکر ہے کہ محمد تغلق بر سبیل دورہ ہانسی پہنچتا ہے۔ اطراف کے لوگ اس سے ملنے

---

[۵] محمد تغلق بہت ہی مطلق العنان بادشاہ تھا۔ عالم و فاضل ہونے کے باوجود ضدی تھا۔ اکثر لوگ اس کے شاکی رہے۔ بستر مرگ پر اپنی شاہانہ زندگی کا مرقع اپنے چند فی البدیہہ اشعار میں اس طرح کھینچا ہے۔ ؎
بسیار درین جہاں چمیدیم ⁂ بسیار نعیم و ناز دیدیم۔ اسپان بلند بر نشستیم ⁂ ترکان گران بہا خریدیم کردیم بسے نشاط و آخر ⁂ چون قامت ماہ نو خمیدیم۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والا زندگی کی حسرت و یاس لئے بادل ناخواستہ اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ اسی رجحان کے خلاف بزرگوں نے کہا ہے کہ۔ ع
"چھیننے سے پہلے جامہ ہستی اتار دے۔" خاصان خدا کی زندگی کے پاک حالات جنکے نمونے ان اوراق میں ملتے ہیں ان میں اور اس زندگی میں جو حسرتوں سے لبریز ہے کتنا بنیادی فرق محسوس ہوتا ہے۔

نے ایں گر آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ محمد تغلق کو اس کی خبر ملتی ہے حاضری کا فرمان صادر کرتا ہے۔ حسن برہنہ نامی امیر کو حکم دیتا ہے کہ فوراً شیخ کو بارگاہ سلطانی میں حاضر کیا جائے۔ حسن برہنہ ہانسی پہونچکر شیخ کو بادشاہ کا حکم سناتا ہے۔ شیخ پوچھتے ہیں کہ "جبراً لانے کا حکم ہے یا میری مرضی کو بھی دخل ہے۔" اوس نے کہا "جس طرح ممکن ہو لانے کا حکم ہے۔ شیخ بیوی کے پاس جاتے ہیں اون کو اور بال بچوں کو خدا کی حفاظت میں سونپتے ہیں۔
روایت ہے کہ "مصلیٰ بر کتف، عصا، در دست گرفتہ پیادہ پا روان شد" حسن نے گھوڑا پیش کیا تو انکار فرمایا ہانسی سے باہر نکلتے ہوئے! اپنے آبا و اجداد کے مقبرے کے قریب سے گذرے تو فرمایا "من از کنج شما باختیار خود بیرون نیامدہ ام ـ مارا می برند" شاہی بارگاہ بانسی نامی قریہ میں تھی جو ہانسی کے قریب ہے۔ وہاں پہونچنے کے بعد بادشاہ بجائے ملاقات کے یہہ حکم دیتا ہے کہ "دہلی کیمپ کے ساتھ ان کو دہلی لے چلو۔" آپ منزل بہ منزل دہلی پہونچتے ہیں۔ دہلی میں آپ کے صاحبزادے میاں نور الدین بھی آجاتے ہیں۔ تغلق دربار میں شیخ کی حاضری کا حکم دیتا ہے۔ صاحبزادے شیخ نور الدین بھی ساتھ جاتے ہیں۔ شاہی محل میں باپ بیٹے دونوں داخل ہوتے ہیں۔ ہر طرف ننگی تلواریں لئے سنتری ٹہل رہے ہیں در و دیوار پر دہشت و خوف طاری ہے۔ شیخ قطب الدین ایمان کامل کے ساتھ آگے بڑھے چلے جاتے ہیں لیکن کمسن شیخ نور الدین کے پاؤں میں جس نے یہہ جلالت و شان پہلی بار دیکھا تھا لرزش پیدا ہو جاتی ہے۔ شیخ نے پلٹ کر دیکھا اور فرزند کی یہہ حالت دیکھکر فرماتے ہیں۔ "بابا نور الدین العظمۃ والکبریاءُ لِلّٰہِ (عظمت و کبریائی تو اللہ کے لئے ہے)
توحید کا یہہ وہ نشہ تھا جو سلطان المشائخ کی مجلس میں پلایا جاتا تھا۔ میر خورد بیان کرتے ہیں کہ میاں نور الدین کہتے تھے کہ "بمجرد[1] آن کہ این سخن (العظمۃ والکبریاءُ للّٰہِ) بسمع من رسید تقویتے در باطن من ظاہر گشت و اطمینانے و استظہارے حاصل شد۔ تا آنکہ آن ہیبت و رعب از دل من بکلی زائل گشت۔"
میاں نور الدین سنبھل کر تخت تک پہنچ جاتے ہیں جہاں محمد تغلق بیٹھا تھا۔ دیکھا کہ اوس کے ہاتھ میں تیر و کمان ہے۔ چہرہ غصے سے لال ہے۔ آنکھیں چڑھی ہوئی ہیں۔ شیخ السلام علیکم کہتے ہیں۔ بادشاہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ شیخ مصافحہ کرتے ہیں۔ ہاتھ کا ملانا تھا کہ محمد تغلق کا رنگ فق ہو جاتا ہے خدا جانے دل میں کیا کچھ ٹھان رکھی تھی مگر زبان سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ یہہ ہیں۔ "من در دیار شما رسیدم تربیت نفرمودند۔ و بہ ملاقات خویش مشرف نہ گردانیدند" (میں آپ کی بستی میں پہونچا آپ نے نہ ملاقات کی اور

---

[1] ترجمہ: والد کے یہہ الفاظ میرے کان میں پہونچتے ہی دل میں ایک قوت آگئی اور ایسا اطمینان و ہمت حاصل ہوئی کہ وہ ہیبت و رعب میرے دل سے بالکل جاتا رہا۔

نہ نصیحت فرمائی) شیخ اوسی توحیدی سکینت و وقار کے ساتھ جواب دیتے ہیں " این درویش خود را نزاد
کہ ملاقات بادشاہان کند۔ در گوشہ بہ دعاگوئی بادشاہ و کافہ اہل اسلام مشغول می باشد معذور می باید داشت
(یہہ درویش اس موقف میں نہیں کہ بادشاہوں سے ملاقات کرے اس لئے گوشہ میں بادشاہ اور جملہ اہل اسلام
کے لئے دعاگوئی کرتا ہے اوسے معاف رکھنا چاہیئے) تغلق مہر بہ لب ہو جاتا ہے۔ فیروز باربک جو بعد کو فیروز شاہ
کے نام سے مشہور ہوئے اونکو حکم دیتا ہے کہ " انچہ مطلوب شیخ است ہمچنان کنید " جو شیخ کا مطلوب ہے
ویسا ہی کیا جائے۔ شیخ پھر فرماتے ہیں کہ " مقصود من فقر و مطلوب من کنج جد و پدر است "۔ میرا مقصود
فقر اور مطلوب باپ دادا کا گوشہ عافیت ہے۔ محمد تغلق یہہ سنکر اون کو رخصت کر دیتا ہے۔ میر خورد نے ایک
نامی امیر اعظم ملک کبیر معظم کے حوالے سے یہہ روایت نقل کی ہے کہ شیخ کی روانگی کے بعد محمد تغلق نے اہل دربار کو
مخاطب کر کے کہا کہ جس کسی سے میں نے آج تک مصافحہ کیا " البتہ دست او لرزیدہ " میری ہیبت سے اوس کا
ہاتھ کانپنے لگا۔ مگر این بزرگ کہ بقوت دین دست ما محکم گرفتہ بود از سیمائے او مہابت دین احساس کردم "
سوائے ان بزرگ کے کہ دین کی قوت سے میرا ہاتھ مضبوط پکڑے رہے اور اون کی پیشانی سے میں نے دین کی
ہیبت محسوس کی۔ اوس کے بعد محمد تغلق نے فیروز باربک اور ضیاء الدین برنی کو شیخ کے پاس بھیجا کہ اون کو مطلع
کرو کہ " بادشاہ یک لک تنکہ انعام فرمود "۔ خبر شیخ کو پہنچتی ہے۔ بیساختہ زبان مبارک سے نکلتا ہے
" نعوذ باللہ این درویش یک لک تنکہ قبول کند "۔ ٹکہ سا جواب پاکر دونوں بادشاہ کی خدمت میں
شیخ کے انکار کی خبر پہونچاتے ہیں۔ " فرمان شد کہ پنجاہ ہزار برید "۔ مگر شیخ کو انکار ہی پر اصرار رہا۔ آخر میں
تغلق عاجزی سے کہلا بھیجتا ہے " اگر شیخ این مقدار قبول نہ کند خلق مرا چہ گوید " اگر شیخ یہہ بھی قبول نہ کریں
تو دنیا مجھے کیا کہے گی۔ بالآخر بڑی رد و کد کے بعد دو ہزار پر بات طئے ہوئی۔ اس لئے کہ فیروز باربک اور برنی
نے کہا کہ۔ ہم بادشاہ سے اس سے کم کے لئے کچھ نہیں کہہ سکتے "۔

ف ۴۰۳ اللہ تعالیٰ کی ولایت میں پناہ لینے والے کو محمد تغلق جیسے عنان گسیختہ کا طغیان کبر بھی مرعوب
نہ کر سکا۔ ایمانی قوت کو جانچنے کے لئے اس سے بہتر کسوٹی اور کیا ہو سکتی ہے۔ نیز باپ کی ایک توجہ سے فرزند کے
قلب میں اطمینان و ہمت پیدا ہو جانا یہہ بھی ایمانی قوت کا نتیجہ تھا۔

فیروز تغلق ۷۵۲ھ تا ۷۸۹ھ

ف ۴۰۴ محمد تغلق کے بعد فیروز تغلق تخت نشین ہوا۔ یہہ بہت ہی نیک بخت اور خدا ترس بادشاہ تھا۔ محمد تغلق کے خلاف جتنے لوگوں
کو شکایت تھی اون کو بلا کر سرفراز کیا۔ اون سے دستاویز لکھوائے تا کہ محمد تغلق عند اللہ ماخوذ نہو۔
(ب) دہلی میں ایک بڑا مدرسہ قائم کیا جس کے اساتذہ نامی و گرامی تھے۔

(ج) جب فیروز شاہ لڑکا تھا اوس وقت حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بڑے ادب سے حاضر ہوا۔ اوس کا یہ سلیقہ و طریقہ حضرت کی خوشنودی کا باعث ہوا۔ اوس سے پوچھا "چہ نام داری" جواب دیا "فدوی بہ اسم کمال الدین مشہور است۔" ارشاد فرمایا کہ "عمر بہ کمال۔ دولت بہ کمال۔ نعمت بہ کمال"۔ اسی دعا کا اثر تھا کہ فیروز تغلق کی زندگی سنور گئی۔

ف ۴۰۵ اسی زمانے میں خوارزم کا حکمران بادشاہ حسین تھا۔ اوس کے زمانے میں خوارزم میں تجوید و قراءت کی طرف بڑی توجہ کی گئی۔ حافظ رومی محمد ابن یوسف الظہیر نے ۷۶۶ھ میں مطلوب التقاری فارسی نظم میں لکھی۔ یہ نظم شاطبی کے قصیدہ لامیہ کا ترجمہ ہے۔ مترجم کا دعویٰ ہے کہ (۷۸۰) اشعار میں اس نے وہ مطالب بیان کئے جن کو علامہ شاطبی نے ساڑھے گیارہ سو اشعار میں بیان کئے۔ اس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ کاش کہ اس نسخہ کی اشاعت قراء کی محفلوں میں زیادہ ہوتی۔

شیخ القراء مولانا جلال الدین راوی ہفت قرأت

ف ۴۰۶ فیروز تغلق نے جو مدرسہ دہلی میں قائم کیا تھا۔ مولانا جلال الدین اوسکے پرنسپل تھے یہ تجوید کے ماہر اور راوئی ہفت قرأت کہلاتے تھے۔ آپ کا فیضان عام رہا۔ بے شمار افراد نے آپ سے تجوید سیکھی

قاری حافظ علامہ خواجہ کمال الدین

ف ۴۰۷ خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے ہمشیر زادے تھے۔ نسب امام حسن سے ملتا ہے آپ علم دین، حدیث و فقہ اصول و معقول و منقول میں یگانۂ روزگار تھے۔ اوسی وجہ سے علامہ کا خطاب پایا۔ علم تصوف کے ماہر تھے۔ کلام اللہ مع ترجمہ زبانی یاد تھا۔ ہمیشہ تجوید سے تلاوت فرماتے۔ ہزاروں طلباء ان سے اکتساب علم کرتے خواجہ نصیر الدین آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ کچھ روز احمد آباد میں قیام کیا۔ اژدہام خلائق سے گھبرا کر واپس آگئے۔ ۷۵۶ھ میں وفات ہوئی صحن آستانہ مخدوم چراغ دہلوی میں دفن ہوئے۔ آپکے تین فرزند تھے (۱) شیخ نظام الدین (۲) شیخ نصیر الدین (۳) شیخ سراج الدین۔ سب عالم و فاضل و قاری ہوئے۔

قاری حافظ شیخ زین الدین داؤد

ف ۴۰۸ حضرت شیخ زین الدین داؤد ابن خواجہ حسین بن سید محمود شیراز میں ۷۰۱ھ میں پیدا ہوئے۔ کم عمری میں والد کا انتقال ہو گیا۔ علوم کی تکمیل شیراز میں کی۔ پھر حرمین شریفین چلے گئے۔ حج سے فارغ ہو کر ہندوستان آئے۔ دہلی پر قیام کیا یہیں قرأت و حفظ کی تکمیل کی۔ سلطان محمد تغلق نے جب دار السلطنت کو دہلی سے دولت آباد منتقل کیا تو آپ بھی دولت آباد آئے۔ پھر یہیں قیام فرمایا۔ درس و تدریس آپ کا مشغلہ رہا۔ حضرت برہان الدین سے عقیدت پیدا ہوئی۔ ۷۳۶ھ میں اون کے مرید ہوئے۔ محمد تغلق کے ایماء سے ۷۴۷ھ میں پھر دہلی بلوائے گئے مگر محمد تغلق کے ساتھ

توافق زیادہ دن تک نہو سکا اوس نے آپ کو حرمین جانے کا حکم دیا مگر جلد ہی اوس کا انتقال ہو گیا اوس کے جانشین فیروز تغلق نے اجازت دیدی کہ آپ دہلی میں رہ سکتے ہیں مگر آپ نے قیام کیلئے دولت آباد منتخب فرمایا۔

(ب) حضرت کو قرآن شریف سے خاص شغف تھا۔ دہلی کے قیام کے دوران میں دو ماہ تک روزانہ پورا قرآن شریف ختم کرکے اس کا ثواب سلطان المشائخ کی روح پر فتوح پر ایصال فرماتے۔ ۵۱

(ج) دہلی کے قیام کے زمانے میں بڑے بڑے بزرگوں نے آپ سے بیعت و استفادہ کیا۔ شیخ الاسلام صدرالدین آپکے مرید ہوئے۔ مولانا نورالدین امام نے آپ سے تجوید سیکھی اور تصحیح کے خیال سے چند پاروں کی تلاوت بھی کی۔ اوسکے بعد امامت پر مامور ہوئے۔ ۵۲

(د) حضرت زین الدین ۷۴۹ھ میں دہلی سے اجودھن بابا فرید کی مزار پر گئے۔ ایصال ثواب کی نیت سے تین روز میں بارہ مرتبہ قرآن مجید ختم کئے۔ ایک ماہ وہاں قیام کرکے اجمیر آئے۔ جہاں اسی نیت سے اٹھائیس مرتبہ قرآن مجید ختم کئے۔ اوسکے بعد دولت آباد واپس آگئے۔ سلطان محمد نظام شاہ آپ کا بہت معتقد تھا۔

(ہ) حضرت کی وفات ۷۷۱ھ میں ہوئی۔ خلدآباد میں شاندار گنبد میں حضرت برہان الدین کے مقابل میں دفن ہوئے۔ آپ نے تاحیات شادی نہیں کی۔ (ملاحظہ ہو روضۃ الاقطاب از رونق علی)

قاری سراج الدین ہندی ف ۷۰۹ آپ ہندوستان کے مایۂ ناز فرزند تھے جو ہندوستان کے باہر جاکر مصر میں امتیاز حاصل کیا۔ ولادت ۷۰۴ھ میں ہوئی۔ متداولہ علوم کی تحصیل وجیہہ الدین رازی۔ سراج الدین ثقفی۔ رکن الدین بدایونی سے کی۔ تجوید و قرات کے ماہر اور عربی زبان پر بڑی قدرت رکھنے والے تھے۔ چھتیس سال کی عمر میں ۷۴۰ھ میں مصر پہونچے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپ عسکر کے قاضی ہوئے۔ جمال الدین بن ترکمانی کی طرف سے نائب قاضی کا کام ایک عرصہ تک انجام دیتے رہے۔ ۷۶۹ھ میں قضاءت کے عہدے پر مستقلاً مامور ہوئے۔ اس ہندی عالم نے مصر میں ہنگامہ بپا کر دیا۔ ۷۷۱ھ میں جب بسطامی کا انتقال ہوا تو جامع طولونی کے درس تفسیر کا کام بھی حکومت نے آپکے سپرد کر دیا۔ عربی زبان میں گفتگو اور تقریر پر وہ قدرت حاصل تھی کہ اوس کا ذکر امتیازی طریقے پر کیا گیا۔ بڑے جری۔ بڑے فصیح و بلیغ تھے۔ امراء دولت کی نگاہ میں اون کی بڑی عزت تھی۔ مصر میں ایک بڑی کوٹھی

---

۵۱ شیخ زین الدین فرماتے ہیں کہ اس ایصال ثواب سے میں نے بہت سے فضل وکرم مشاہدہ کئے۔ ایک روز مرقد سے یہ سنا ع تو حسن من بیفزودی خدا حسنت بیفزاید۔

۵۲ روضۃ الاقطاب مؤلفہ رونق علی صفحہ (۲۰۰)

بنائی۔ بڑی ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں۔ تصوف کا بھی خاص ذوق ہندوستان سے لیگئے تھے۔ وحدت الوجود کے نظریہ کی تشریح کی ہے۔ ۷۰۳ھ میں مصر میں وفات پائی۔

قاری مولانا نورالدین امام دہلوی

ف ۱۰/۴ آپ محمد تغلق کے عہد میں دہلی میں مقیم تھے۔ بچپن ہی میں قرآن مجید و قراءت سیکھی۔ اوسکے بعد علوم درسیہ کی تکمیل کی۔ جب حضرت زین الدین داؤد ۷۳۷ھ میں دہلی پہونچے تو آپ عقیدت کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ حضرت سے بھی تجوید و قراءت کا درس لیا۔ اور بہ خیال صحت چند پاروں کی تلاوت بھی کی۔ اوسکے بعد امامت پر مامور ہوئے اس لئے امام کا لفظ آپ کے نام کے بعد لکھا جانے لگا۔ فیروز تغلق کے زمانے تک زندہ تھے۔

قاری سید شمس الدین ترک

ف ۱۱/۴ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے ہیں۔ ترکستان کے رہنے والے وہیں پیدا ہوئے۔ جملہ علوم کی تکمیل وہیں کی۔ تجوید کی تعلیم بھی وہیں پائی۔ پھر ریاضی ہیئت۔ فلسفہ۔ تفسیر و حدیث میں تبحر حاصل کیا (مراۃ الاسرار) مرشد کی تلاش میں ماوراء النہر۔ ایران۔ افغانستان کے ایک ایک بزرگ سے ملے۔ کہیں طبیعت نہ جمی۔ ہندوستان آکر ملتان ہوتے ہوئے پاک پٹن پہونچے۔ مخدوم علاوالدین صابر وہیں موجود تھے۔ اون کی جانب کشش ہوئی۔ اون سے بیعت ہوئے۔ چند روز کے مجاہدات کے بعد مخدوم صاحب نے آپ کو خرقہ عنایت کیا اور مشورہ دیا کہ دہلی جاکر شاہی فوج میں ملازمت کرلیں۔ چنانچہ مرشد کے حکم کی تعمیل کی۔ دہلی آئے غیاث الدین بلبن کی فوج میں اہم عہدے پر فائز ہوئے۔ کئی ہزار سپاہی آپ کے ماتحت تھے۔ ایک عرصے تک فوجی ملازمت میں منسلک رہے۔ ایک مرتبہ غیاث الدین بلبن نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے مہم بھیجی چونکہ قلعہ بہت محفوظ اور ناقابل تسخیر تھا اور باغیوں کی قوت خوفناک شکل اختیار کررہی تھی اس لئے سلطان بلبن خود ایک عظیم الشان لشکر لے کر بڑھا۔ اس لشکر میں شمس الدین ترک بھی تھے۔ اگرچہ سلطان نے کئی بار حملے کئے مگر قلعہ فتح نہوا۔ محاصرہ طول کھینچتا جارہا تھا۔ سلطان متردد اور پریشان تھا۔ اوسی اثنا میں سرہنگان شاہی کو خیمے کی رسیوں کیلئے سوت کی ضرورت ہوئی سوت کی تلاش میں دیہات میں گھوم رہے تھے ایک صاحب ولایت نے سرہنگوں سے کہا کہ رعایا کو پریشان نہ کرو۔ ایک نلکی لے جاؤ جتنے سوت کی ضرورت ہو اس میں سے نکالتے جاؤ۔ یہہ کرامت دیکھ کر لوگ اونکے معتقد ہوگئے۔ سلطان کو بھی اس کی اطلاع ہوئی۔ وہ بھی پہونچا۔ اور دعا کا طالب ہوا۔ اون بزرگ نے کہا "یہہ کام میرے امکان سے باہر ہے۔ البتہ آپ ہی کی فوج میں ایک قوی دست بزرگ ہیں جو یہہ کام کرسکتے ہیں۔" نشان پوچھا گیا تو کہا "شب کو زور کی آندھی آئیگی جس سے سب چراغ گل ہوجائیں گے جس کے خیمے کا چراغ جلتا دیکھو اوسی سے دعا طلب کرو۔"

ف ۱۲/۴ اس رات کو بارش اس شدت سے ہوئی کہ کسی کو اپنے سوا اور کا خیال ہی نہ آیا۔ سلطان کے خادم کو پانی گرم کرنے کیلئے آگ کی ضرورت ہوئی۔ ڈھونڈھنے لگا تو اس کو ایک خیمہ نظر آیا اوس میں چراغ جلتا دکھائی دیا وہاں

پہونچا تو دیکھا شمس الدین ترک بیٹھے قرآن شریف کی تلاوت کر رہے ہیں۔ اتنی ہیبت تھی کہ اوس کی زبان نہ کھلی
آپ نے نظر اٹھاکر فرمایا "آگ کی ضرورت ہے تو لے لے" یہہ فرماکر آپ پھر تلاوت میں مصروف ہو گئے وہ چراغ سے کوئلہ سلگاکر
لے گیا۔ رات زیادہ ہو گئی تھی اوس وقت کچھ ذکر نہ کیا اور سو رہا۔ صبح اٹھ کر پھر حضرت کے خیمے میں گیا مگر آپ وہاں
نہ تھے تلاش کے بعد دیکھا کہ تالاب کے کنارے بیٹھے وضو فرما رہے ہیں چاہا کہ وہ خود بھی وضو بناکر حضرت کے ساتھ نماز میں
مصروف ہو۔ تالاب پر گیا تو پانی گرم پاکر اوس کی حیرت بڑھ گئی۔ اب تو ضبط نہ ہو سکا۔ جاکر سلطان سے سارا واقعہ
کہہ سنایا سلطان دن گذار کر رات کو تالاب پر گیا دیکھا تو پانی ٹھنڈا تھا۔ درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا
حسب معمول شمس الدین صاحب آئے اور وضو کر کے چلے گئے۔ اب جو سلطان نے جاکر دیکھا تو تالاب کا پانی گرم پایا
آخر سلطان بھی بابا صاحب کا مرید تھا۔ سمجھا کہ یہہ وہی بزرگ ہیں جن کی نشاندہی دیہات کے اہل خدمت نے کی تھی
شمس الدین صاحب نے تو جاکر نماز ادا کی۔ بادشاہ ان کو دیکھتا رہا۔ نماز کے بعد تلاوت میں مصروف ہو گئے
سلطان اب ہمت کر کے آگے بڑھا اور زیر تک دست بستہ کھڑا رہا۔ حضرت پر استغراق کا عالم طاری تھا۔
نظر جو اٹھی تو سلطان کو کھڑا پایا۔ آپ تعظیم کے لئے اٹھنا چاہتے تھے مگر سلطان نے کہا "حضور تشریف رکھیں مجھے ز
اس امر کی بیحد مسرت ہے کہ میرے لشکر میں بھی آپ جیسے خدا رسیدہ بزرگ موجود ہیں۔ حضور دعا کریں کہ یہہ قلعہ فتح
ہو جائے۔" آپ نے اب بھی خود کو چھپانا چاہا۔ مگر سلطان مسلسل منت و سماجت کرتا رہا۔ آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی
اور کہا جائیے حملہ کیجئے فتح ہوگی۔" سلطان کی باچھیں کھل گئیں خوش خوش واپس آیا اور اوسی وقت قلعہ پر دھاوا
بول دیا۔ پہلے ہی حملہ میں قلعہ مسخر ہو گیا۔

(ب) قلعہ کے تسخیر کی اطلاع پاتے ہی حضرت نے سب کچھ وہیں چھوڑا۔ اور سیدھے کلیر پہونچے۔ وہاں مرشد کا
انتقال ہو چکا تھا۔ تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر پانی پت گئے وہیں خدمت خلق کرتے رہے۔ سنہ ۷۸۱ھ میں وفات ہوئی
پانی پت میں مزار ہے۔ جلال الدین پانی پتی جو بہت متمول اور صاحب ثروت ہونے کے علاوہ علم و فضل سے بھی ممتاز
تھے۔ آپ کے خلیفہ ہوئے۔ انکے مرید شیخ احمد ردولوی تھے۔

قاری حافظ مخدوم جہانیان جہان گشت | ف۱۳ھ آپکے حالات فقرہ ۱۷۰ میں درج ہیں وہاں ملاحظہ
کئے جا سکتے ہیں۔ آپ کے خلفاء میں آپ کے فرزند سید
ناصر الدین محمود۔ مخدوم شیخ اخی۔ شیخ سراج الدین حافظ و قاری و مفسر تھے۔ آخر الذکر خانقاہ کی مسجد میں امامت
بھی کرتے تھے۔ سنہ ۸۳۰ھ میں اونکی وفات ہوئی۔ کالپی میں مزار ہے۔ حضرت کے داماد سید شرف الدین مشہدی کی
قاری و عالم تھے ایک اور مرید شیخ کبیر الدین اسمٰعیل بھی قاری تھے۔

مولانا مظفر شمس بلخی | ف۱۴ھ آپکے حالات فقرہ ۱۶۸ میں درج ہیں۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔

قاری یوسف بن الجمال حسینی

ف ۴۱۵ آپ بڑے عالم و فاضل اور مولانا جلال الدین رومی کے شاگرد تھے آپکے اسلاف مشہد مقدس سے آکر ملتان میں رہ گئے تھے۔ آپ نے پہلے ملتان میں اور پھر بلاد اسلامیہ میں جاکر علوم کی تکمیل کی۔ فیروز تغلق کے زمانے میں دہلی آئے۔ آپکے علم و فضل کا شہرہ سنکر بادشاہ بڑے اعزاز سے پیش آیا۔ شاہی درس گاہ میں حوض خاص کے پاس درس و تدریس کیلئے آپ کو مقرر کیا۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں غرض شیخ القراء مولانا جلال الدین کی بدولت جو پرنسپل تھے اور یوسف بن الجمال حسینی کی وجہ سے مدرسہ فیروز شاہی میں تجوید و قراءت کا اچھا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔ یوسف بن الجمال حسینی کا انتقال ۷۹۰ھ میں ہوا۔ مزار حوض خاص کے پاس واقع ہے (تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی دہلوی)

بہمنی بادشاہان دکن کو قراءت سے دلچسپی

ف ۴۱۶ شمال میں جس طرح ترک و افغان بادشاہ علم دوست اور علماء کی صحبت کے قدردان تھے اسی طرح دکن میں بہمنی بادشاہوں نے اشاعت علم۔ قیام مدارس۔ اونکی نگرانی اور برقراری۔ علماء کی سرپرستی و عطائے وظائف و جاگیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جس شوق و ذوق سے علماء۔ فضلاء و قراء ماوراء النہر سے دہلی آتے تھے اوسی جذبہ اخلاص اور ترویج قراءت کی نیت سے حضر موت۔ حجاز۔ مصر اور عراق کے علماء اور قراء نے دکن کی جانب توجہ کی۔ علم کی جو مشعلیں بزرگوں نے روشن کیں اوسکے اثر سے دکن کا چپہ چپہ ضیاء بار ہوا۔ اونکی ہمت و جراءت پر غور کیا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ بڑی بڑی سفر کی صعوبتوں۔ ڈاکہ اور راہ زنی کے خطرات کے باوجود انھوں نے دور دراز کے مقامات کے سفر کا کس طرح عزم کیا ہوگا۔ گو صدیاں گذر گئی ہیں لیکن تاریخ شاہد ہے کہ انھوں نے اشاعت علم کا حق ادا کر دیا۔ اب سوال یہہ ہے کہ کیا ہم اس منصب کو اسی سرگرمی سے ادا کر رہے ہیں؟ اس سوال کا جواب ہر شخص اپنے ضمیر سے حاصل کرلے۔ اگر کسی کا جواب اثبات میں ہے تو وہ خوش قسمت اور قابل مبارکباد ہے اس کا یہہ احسان بطور صدقہ جاریہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا اور آنے والی نسلیں اوس کی خدمات کا اعتراف کریں گی۔ اگر صورت حال یہہ نہیں ہے تو ابھی وقت اور موقعہ باقی ہے۔ اہل ہمت اس دینی و علمی خدمت کیلئے کمر ہمت باندھ لیں۔

ف ۴۱۷ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے باہر سے بیشمار قراء دکن میں داخل ہوئے سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمن شاہ کو قراءت سے خاص دلچسپی تھی اس کا عہد حکومت ۷۴۸ھ سے ۷۵۹ھ تک رہا۔ علامہ جعبری کے جید اور صاحب سلسلہ شاگرد[۵۱] جو راوی ہفت قراءت تھے ۷۵۰ھ میں عرب سے گلبرگہ آئے (مؤلف ملحقات) گو علامہ الجزری کے شاگرد لکھتے ہیں مگر یہہ اس لئے درست نہیں ہے کہ علامہ الجزری کا سنہ پیدائش ۷۵۱ھ ہے

---

۵۱ سعی بسیار کے باوجود قاری صاحب کا نام اور سنہ وفات معلوم نہ ہوسکا۔

انھوں نے درس کا سلسلہ بہت بعد میں شروع کیا۔ اس لئے یہہ روایت کہ علامہ جعبری کے شاگرد ہیں صحیح معلوم ہوتی ہے) بادشاہ نے قرارت سنکر اون کی بیحد تعظیم کی۔ خود بھی اون سے تجوید سیکھی اور بچّوں کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ قاری صاحب جو خوشنویس اور قرآنی رسم الخط کے ماہر تھے ایک قرآن شریف مطلّا یاقوتی۔ جس پر زر بر جلد سے بیل بوٹوں کا کام کیا گیا تھا اور سبعہ قرارت کا حاشیہ بھی درج تھا۔ تحفتہً بادشاہ کو دیا جس کے معاوضہ میں بادشاہ نے ہن کا بدرہ پیش کیا۔ یہہ نایاب نسخہ کتب خانہ شاہی میں رہا۔ بہمنی بادشاہوں کے زوال کے بعد ٹیپو سلطان کے کتب خانہ میں منتقل ہوا۔ اب غالبًا برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ قاضی القضات مولانا صبغۃ اللہ نے جو قراءت کے بڑے ماہر تھے اور محمد غوث خان شرف الدولہ شرف الملک کے فرزند تھے اس نسخہ کی نقل حاصل کرلی تھی۔ جو ابتک حیدر آباد کے رئیس حسین عطا صاحب کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ (تذکرہ سلاطین دکن از مولوی عبد الجبار آصفی)

ف۴۱۸ حسن گنگو نے قرأت کے لئے جو سازگار ماحول پیدا کیا تھا وہ ایک عرصہ تک قائم رہا۔ چنانچہ دیگر بادشاہان بہمنی نے بھی قرارت سے دلچسپی لی۔ قاری صاحب مدت العمر گلبرگہ میں قراءت کا درس دیتے ہے بے شمار بندگان خدا نے اون سے تجوید سیکھی۔ قاری صاحب کا انتقال گلبرگہ میں ہوا۔ وہیں دفن ہیں۔ قلعہ کے اندر قبرستان میں قبر کا ہونا بتایا جاتا ہے

قاری عین الدین گنج العلوم

ف۴۱۹ علاء الدین حسن گنگو کے زمانے میں ایک قابل قدر ہستی حضرت عین الدین کی تھی۔ آپ ۷۰۶ھ میں دہلی کے مضافات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دہلی میں ہوئی۔ تجوید و قرارت و جملہ علوم کی تحصیل وہیں کی حضرت سلطان المشائخ و دیگر بزرگان دین و مقربان کرام کو دیکھا تھا۔ ۷۳۰ھ میں دکن کی طرف آئے اور دولت آباد میں قیام فرمایا۔ خواجہ برہان الدین اوس وقت بقید حیات تھے۔ آپ کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تک پھیلا۔ حسن گنگو سے ملاقات ہوئی وہ آپ کی قابلیت سے متاثر ہوکر بڑا احترام کرنے لگا۔ ۷۷۳ھ میں بیجاپور گئے۔ ۷۹۵ھ میں وفات پائی۔ ایک سو بیس تصانیف چھوڑیں۔

محمد شاہ اوّل بہمنی ۷۵۹ھ تا ۷۷۹ھ

ف۴۲۰ محمد شاہ اوّل خود قاری ہونے کے علاوہ ایک اچھا فقیہہ و محدث بھی تھا اوس کے عہد سلطنت میں قرآن کی ترویج ہوئی۔ ۷۷۶ھ میں وفات ہوئی۔

محمود شاہ بہمنی ۷۸۰ھ تا ۷۹۹ھ

ف۴۲۱ عالم و فاضل۔ شاعر و ادیب تھا اوسکے زمانہ میں بہت سے عالم و شاعر۔ و قراء باہر سے آئے۔ بڑا فیاض

بادشاہ تھا جس کی سخاوت کے چند قصے ہم نے دوسری جگہ قلمبند کئے ہیں۔ اوس نے حافظ شیراز کو بھی دعوت دی تھی مگر وہ جہاز کے سفر سے گھبرا کر نہیں آئے۔

ف ۴۲۲ قراء دکن کے حالات بیان کرنے کے بعد ہم پھر شمال کی طرف رجوع ہوئے ہیں۔ غیاث الدین تغلق اور اس کے بعد محمد شاہ تغلق کے عہد میں تیموری حملے کے وقت جو قراء ہندوستان میں موجود تھے اون کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قاری حافظ سید ناصر الدین محمود

ف ۴۲۳ آپ مخدوم جلال الدین جہانیان جہان گشت کے محبوب ترین فرزند تھے۔ اپنے والد ہی سے جملہ علوم نیز فن قرارت کی تکمیل بھی ان ہی کی نگرانی میں ہوئی بعد ازاں مرید اور پھر خلیفہ ہوئے۔ آپ نے مجاہدات بہت کئے۔ رات رات بھر نمازیں کھڑے رہتے۔ آپ کے پچیس فرزند ہوئے بی بی رحمت خاتون سے دو بیٹے سید برہان الدین قطب عالم اور سادات عالم ہوئے تھے۔ سنہ ۸۰۰ھ میں سید ناصر الدین محمود کا انتقال ہوا اوچ میں دفن ہوئے۔

قاری رکن الدین دہلوی

ف ۴۲۴ آپ شیخ شہاب الدین امام مسجد خانقاہ حضرت سلطان المشائخ کے فرزند تھے۔ اپنے والد سے علوم حاصل کئے۔ تجوید بھی ان ہی سے سیکھی اوسکے بعد مرید بھی ہوگئے۔ آپ نے سلطان المشائخ کے دیگر خلفاء سے بھی اکتساب فیض کیا۔ درس و تدریس میں ساری عمر بسر ہوگئی۔ سنہ ۸۰۰ھ میں وفات ہوئی۔ لاڈو سرائے وقناتی مسجد کے اندر مزار واقع ہے۔ آپ کے خلفاء میں مسعود بک نامی عالم و فاضل تھے جن کی وفات سنہ ۸۳۶ھ میں ہوئی۔ مرشد کی مزار کے پاس دفن ہوئے۔

قاری مخدوم شیخ شعیب جلال منیری

ف ۴۲۵ آپ حضرت یحییٰ منیری کے خاندان سے ہیں والد کا نام شاہ عبد العزیز تھا۔ آپ کی والدہ عالمہ۔ حافظہ۔ قاریہ اور بڑی بابرکت خاتون تھیں۔ عبادت گذاری و کلام اللہ کی تلاوت میں وقت صرف ہوتا تھا۔ چنانچہ مخدوم شعیب کو بچپن ہی سے اچھی تعلیم و تربیت ملی اور والدہ ہی کے صفات لیکر آئے۔ آپ سے خلق خدا کو بے انتہا فائدہ پہونچا ایک عرصہ کی خدمت کے بعد سنہ ۸۰۲ھ میں وفات ہوئی (مراۃ الکونین)

قاری حافظ سید جہانگیر اشرف سمنانی

ف ۴۲۶ والد کا نام سلطان سید ابراہیم سمنان کے حکمران تھے۔ ایک مجذوب ابراہیم کی دعا سے جہانگیر اشرف سنہ ۷۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں انھوں نے قرآن حفظ کیا۔ تجوید و قراءت سے واقف ہوئے۔ چودہ سال کی عمر میں تفسیر۔ حدیث۔ ادب اور فلسفہ کی تعلیم سے فارغ ہوئے۔ والد کے انتقال کے بعد پندرہ سال کی عمر میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ ۲۵ سال کی عمر تک حکمرانی کے فرائض انجام

دے۔ پھر سلطنت چھوڑکر مشرق کی راہ لی۔ سمرقند۔ بخارا ہوتے ہوئے ملتان آئے۔ وہاں مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیان جہان گشت سے ملاقات کی۔ ملتان سے دہلی آئے۔ جہاں ایک اہل خدمت نے بشارت دی کہ علاءالدین عبدالحق اونکے منتظر ہیں۔ پنڈوہ (بنگال) پہنچکر حضرت علاء الدین سے بیعت کی۔ بارہ سال تک مرشد کی خدمت گذاری میں رہے۔ اوسکے بعد مرشد کے حکم کی تعمیل میں پھر سلسلۂ سفر آغاز کیا۔ دہلی ہوتے ہوئے عراق پہونچے۔ وہاں سے حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ واپسی ۷۵۰ھ میں ہوئی۔ کچھوچھہ میں قیام کیا۔ پھر سفر دکن اختیار کیا۔ گجرات ہوتے ہوئے گلبرگہ پہونچے جہاں سید محمد گیسو دراز سے ملاقات کی۔ پھر سراندیپ چلے گئے۔ وہاں سے واپس ہوکر گجرات ہوتے ہوئے پھر کچھوچھہ پہنچے۔ جہاں کچھ ہی روز قیام کرکے تیسری بار عرب و فلسطین کا سفر اختیار کیا۔ فارس اور روم ہوتے ہوئے ماوراءالنہر گئے۔ جہاں سے براہ یاغستان واپسی عمل میں آئی۔ پنڈوہ کا آخری سفر مرشد کے انتقال کے بعد ۸۰۰ھ میں کیا۔ ۸۰۴ھ میں جونپور گئے۔ ۸۰۸ھ میں سو سال کی عمر پاکر ۲۸ محرم کو انتقال ہوا۔ شادی نہیں کی۔ دوران سیاحت میں (۱۹۰) اقطاب وقت سے ملاقات کی اور اون سے فیض حاصل کیا۔ آپ سے خلق خدا کو بیحد فیض پہنچا۔ حضرت کے اقوال[۹۱] و ملفوظات میں صاحب بصیرت کے لئے

---

۹۱ حضرت کے چند اقوال نمونتاً یہاں درج کئے جاتے ہیں، فرمایا:-

(۱) نفس کی اصلاح کے لئے مجاہدہ ضروری ہے مگر وصول کی علت نہیں۔ وصول فضل سے ہوتا ہے اور مجاہدہ مشیت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دینے کا طریقہ یہی ہے۔ زہد و عبادت بیکار نہیں ہیں مگر سب کچھ اسی کو نہ سمجھو۔ عبادت کرو اور فضل پر نظر رکھو۔ ریاضت تو شیطان کی بھی بیکار نہ گئی شر نفس کے باوجود ریاضت کی وجہ سے معلم الملکوت ہو گیا۔ ریاضت کو علت سمجھنے سے فضل پر سے نظر ہٹ جاتی ہے اس لئے منع فرمایا۔ ایسی ریاضت جس سے صحت یا نفس کو نقصان پہنچے ممنوع ہے۔ ریاضت کے فایدے اتنے ہیں کہ چالیس سال میں کافر بھی اشراف حاصل کر لیتے ہیں۔

(۲) ہاتھ ہلاؤ تاکہ کاہل نہ کہلاؤ۔ مگر روزی خدا کی طرف سے سمجھو تاکہ کافر نہ ہو جاو۔

(۳) بدترین خصلت جو ہندوستان میں جاری ہوئی وہ یہہ ہے کہ پیشے کو معیوب سمجھنے لگے اس لئے نفرد گدائی میں مبتلا ہوئے۔ اکثر انبیاء نے حرفت و کسب اختیار کیا ہے۔

(۴) شیخ علاءالدین سمنانی کہتے تھے کہ اس زمانے کے آدمیوں کا عجب اعتقاد ہے وہ کہتے ہیں کہ درویش کو فقیر و محتاج ہونا چاہیئے لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ حق تعالیٰ کسی مرشد کو ہرگز محتاج نہیں بناتا ہے۔ بندگان خدا

بے شمار نصائح ہیں۔ آپکے مریدین اور خلفاء کی تعداد کثیر ہے۔ ان میں سے ایک شیخ تاج الدین۔ آپکے مصاحب و خلیفہ تھے۔ جو سمنان سے حضرت کے ساتھ ہی آئے تھے۔ بعدازاں اونکی اولاد کاکوری میں منتقل ہوگئی۔ آپ کو اور آپ کی اولاد کو قراءت کا بہت شوق تھا۔ (مراۃ الکونین۔ لطائف اشرفی۔ ملفوظات و سوانح)

قاری جمال خضر قاری ہفت قراءت | ف ۴۲۷ آپ کاکوری کے ایک ممتاز قاری ہونے کے علاوہ جید حافظ بھی تھے۔ آپ نے اپنے زمانے میں بہت سے قرا پیدا کئے جن میں سب سے زیادہ مشہور شاگرد کمال الدین سعدی ہیں جو راوی ہفت قراءت تھے اون کا ذکر بعد میں آئے گا۔

قاری مولانا خواجگی دوم | ف ۴۲۸ عالم و فاضل۔ تجوید کے ماہر۔ خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی کے خلفاء میں تھے۔ مستجاب الدعوات گنے جاتے تھے۔ امیر تیمور کے حملے کی خبر کشف سے معلوم کرکے دہلی سے چلے گئے۔ ۸۱۹ھ میں وفات ہوئی۔ کالپی میں مزار ہے۔

قاری مولانا احمد تھانیسری | ف ۴۲۹ عالم و فاضل۔ تجوید کے فن کے ماہر اور ناشر۔ خواجہ نصیرالدین چراغ دہلوی کے خلفاء میں تھے۔ امیر تیمور کے ہاتھ گرفتار ہوگئے مگر جب اس کو معلوم ہوا کہ آپ چراغ دہلوی کے خلیفہ ہیں تو اس نے رہا کردیا۔ آپ وہاں سے کالپی چلے گئے۔ ۸۲۰ھ میں وفات ہوئی۔ وہیں دفن ہیں۔

حافظ قاری شیخ سراج الدین | ف ۴۳۰ عالم متبحر۔ مفسر۔ قاری صاحب کرامت بزرگ تھے حضرت شیخ جلال الدین جہانیاں جہان گشت کے مرید و خلیفہ تھے۔

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۰۲) سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کے محتاج نہیں ہوتے۔ دنیا کے تمام عیش اونکی برکت سے قائم ہیں وہ کیونکر دوسروں کے محتاج ہوسکتے ہیں۔ شیخ کے پاس اتنا مال ضرور ہونا چاہیئے کہ اوسکے مریدوں کو دنیا کے کاروبار میں مشغول نہونا پڑے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ شیخ کو صاحب جاہ بھی ہونا چاہیئے تاکہ مرید عاجزی کریں جو طریقت کا بڑا رکن ہے۔ (۵) شیخ شرف الدین منیری کی نظر ایک دولتمند پر پڑی جو عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا آپ نے فرمایا کہ یہہ بیچارہ اپنی راہ بھول گیا ہے۔ دوسروں کی راہ پر چلتا ہے مطلب پوچھا تو فرمایا دولتمند کو چاہئے کہ وہ لباس جمع کریں اور فقراء و مساکین کو دیں۔ قسم قسم کے کھانے پکوائیں اور بھوکوں کو کھلائیں یہہ اونکی روش ہے اون کا ریاضت میں مشغول رہنا حضور اکرم کے حکم کے خلاف ہے۔ بطور نمونہ چند اقوال نقل کئے گئے۔ تفصیل کے لئے لطائف اشرفی کا مطالعہ فرمایا جائے۔ بڑے موثر نصائح ملیں گے۔

سالہا سال مرشد کی مسجد کی امامت کی۔ قاری خوش الحان تھے وفات سنہ ۸۳۰ھ میں ہوئی۔ کالپی میں مزار ہے۔

قاری شیخ سلیمان مندوی

ف ۴۳۱ خضر خان سید بادشاہ کے زمانے میں ایک جیّد قاری شیخ سلیمان مندوی دہلی میں تھے۔ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ "در تجوید قرآن یگانہ عصر بود"۔ تجوید کے فن میں اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ یہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے استاد تھے۔ عرصۂ دراز تک تجوید کا کام انجام دیتے رہے بیشمار اشخاص کو تجوید سکھائی۔

ف ۴۳۲ النشر کا ایک نایاب نسخہ جس پر علامہ الجزری نے اپنے شاگرد النویری کو پڑھا کر سنہ ۸۱۹ھ میں اجازت دی تھی۔ ہندوستان میں منتقل ہوا۔ اب ٹونک کی سعیدیہ لائبریری میں موجود ہے۔

فیروز شاہ بہمنی سنہ ۸۰۰ھ تا سنہ ۸۲۵ھ

ف ۴۳۳ اس بادشاہ کے علم و فضل و زبان دانی کے سب مورخین معترف ہیں۔ تجوید و قراءت سے بھی بڑا شغف تھا علماء کی صحبت کا دلدادہ تھا۔ اون سے مباحثے کرتا۔ حکم تھا کہ ایسے جلسوں میں آداب شاہی ملحوظ نہ رکھے جائیں شنبہ۔ دوشنبہ اور چہارشنبہ کو خود درس دیا کرتا تھا۔ اس بادشاہ کو عربی سے خاص دلچسپی تھی۔ دوسری اور کئی زبانیں جانتا تھا۔ اون زبانوں کی ٹکسالیت باقی رکھنے کے لئے انوکھا طریقہ اختیار کیا تھا اوس نے اپنے حرم میں کئی سو بیگمات رکھی تھیں جن میں عرب۔ ایرانی۔ ترکی۔ پنجابی۔ دکنی ہر قوم و نسل کی عورتیں موجود تھیں ہر بیگم کے ساتھ اوس کی ہم قوم اہل زبان دو سہیلیاں ہوا کرتی تھیں۔ اونکی معاشرت بھی اوسی ملک کی ہوتی۔ کمرے بھی اوسی مذاق کے مطابق سجے ہوتے۔ بادشاہ ہر بیگم سے اوس کی زبان میں ہم کلام ہوتا۔ غرض اس بادشاہ نے اپنے علمی ذوق و زبان دانی کا عجیب و غریب طریقے سے مظاہرہ کیا تھا۔

ف ۴۳۴ اس کے زمانے میں فن تجوید و قراءت کو بہت فروغ ہوا۔ جو قراء اوسکے عہد حکومت میں تھے اون کا ذکر آگے آئیگا۔ "مجموعہ قرائت فیروز شاہی" کے نام سے ایک ضخیم کتاب فارسی زبان میں مرتب کرائی۔ جس کی ابتدا میں لکھا ہے کہ "این قواعد نام کردہ شدہ مجموعہ فیروز شاہی لمدالله عمرہٗ فی المعدلہ والسرور۔۔۔" اس مجموعے میں تدوین قرآن سے متعلق اہم واقعات۔ قرات میں اختلافات۔ روایات جو صحابہ میں رائج تھے اونکی توضیح کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ رسم الخط کی بحث بھی موجود ہے۔ اوسکے بعد اختلافات سبعہ کی وضاحت کی گئی ہے پھر مد و قصر۔ ادغام و اظہار اور قواعد وقف کے باب باندھے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں بھی عرب و حجاز کی قرات و تجوید کو کس طرح احتیاط سے دکن میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ کوئی غلطی یا تسامح باقی نہ رہے۔ اور فن کی تفصیلات صحت کے ساتھ محفوظ ہو جائیں

قاری شیخ احمد بخاری

ف ۴۳۵ شیخ احمد بخاری ابن جلال الدین بن ناصر الدین سنہ ۸۲۰ھ میں بمقام

بخارا پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں قرآن و قراءت کی تعلیم کی ابتداء کر کے آٹھویں سال اوسکی تکمیل کی۔ بڑے خوش الحان قاری تھے۔ دو مرتبہ حج سے مشرف ہوئے۔ ہندوستان آئے تو ابتداءً ڈیڑھ سال تک سوزت میں قیام کیا۔ وہاں سے موضع گونجی ضلع بیجاپور میں شیخ جنیدی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے نکل کر کنوار میں اقامت اختیار کیا۔ درس و تدریس میں وقت صرف کرتے تھے۔ آپ کا علمی شغف اور خدمت خلق کے پیش نظر حسن گنگو نے جاگیر پیش کی۔ آپ نے لینے سے انکار کیا۔ پھر فیروز شاہ بہمنی نے جاگیر دینی چاہی اوسکو بھی رد کر دیا اور متوکلانہ زندگی بسر کی۔ سو سال کی عمر میں سنہ ۸۲۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ القراء حافظ سید محمد گیسو دراز گلبرگوی

ف ۴۳۶ حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز کے والد شاہ راجہ حسینی محمد تغلق کے ساتھ سنہ ۷۰۱ھ میں دولت آباد آئے تھے خلد آباد میں غار ایلورہ کے اوپر جہاں اب گنبد واقع ہے قیام کیا۔ سید محمد گیسو دراز کی ولادت بمقام دہلی سنہ ۷۲۱ھ میں ہوئی۔ والد کے ساتھ پانچ سال کی عمر میں خلد آباد آئے۔ والد سے فن قراءت حاصل کیا اور حفظ کی تکمیل کی۔ پندرہ سال کی عمر میں دہلی گئے۔ شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید ہوئے۔ فیروز شاہ بہمنی کے زمانے میں سنہ ۸۱۵ھ میں گلبرگہ تشریف لائے۔ آپ اچھے قاری و حافظ تھے۔ بعد ظہر تلاوت فرماتے۔[۱] سنہ ۸۲۵ھ میں وفات پائی (سوانح بندہ نواز سید محمد حسینی از محمد حامد صدیقی۔ و دیگر کتب سیر)

ف ۴۳۷ خواجہ صاحب کے مریدین میں ایک بزرگ شاہ محمد علی سامانی بھی تھے۔ جو عرصہ دراز تک حضرت کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے۔ آپ نے حضرت کے حالات میں ایک کتاب سیر محمدی کے نام سے لکھی تھی جو شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں شاہ محمد علی نے تفصیل سے حضرت کے حالات درج کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کی خانقاہ میں تعلیم و تربیت کا انتظام بہت با قاعدہ تھا۔ علوم کے ساتھ نہ صرف تجوید قرآن بلکہ سبعہ قرات کا درس روزآنہ حضرت دیا کرتے تھے اور مریدین کی سہولت کے لئے شاطبی کی حرز الامانی کی شرح بھی لکھی تھی۔ جس کا ذکر شاہ محمد علی نے صفحہ (۲) پر اپنی کتاب میں کیا ہے۔ نیز ترجمہ تاریخ حبیبی نے اس شرح کا ذکر صفحہ (۶۶) پر کیا ہے۔ ان حوالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت کی خانقاہ میں قرات سبعہ کے

---

[۱] تصوف میں حضرت کی تصانیف قابل دید ہیں۔ اقوال و ملفوظات پُر مغز اور زندگی کا نچوڑ ہیں چند یہ ہیں۔ (۱) مَنْ فَاتَ وَقْتَهٗ فَقَدْ فَاتَ رَبَّهٗ (جسنے اپنے وقت کو کھویا۔ اونے اپنے رب کو کھویا)۔ (۲) جس کسی کو جو کچھ ملا ذکر اور مراقبہ ہی سے ملا۔ (۳) بارہا گفتہ ام و باز می گویم کہ سرمایہ جملہ سعادت پاکی نفس و توجہ تام بہ خدائے تعالیٰ است۔

جاننے والے بہت تھے۔ اور بیشتر مریدین قرات سبعہ کو درساً درساً حضرت سے سیکھتے تھے اور بعد ازاں سکھلاتے بھی تھے

احمد شاہ بہمنی ۸۲۵ھ تا ۸۳۸ھ

ف ۴۳۸ اس کے عہد حکومت میں ایک خوشنویس کاتب عبدالوہاب نے عثمان دانی کی التیسیر ۸۳۲ھ میں لکھی جس کا ایک نسخہ اس وقت حیدرآباد کے کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ لائبریری) میں موجود ہے۔ محقق نہو سکا کہ یہہ نسخہ کس کے لئے لکھا گیا تھا۔ فن قراوت کے اساتذہ و ماہرین ہی فنی کتابیں حوالے کی غرض سے اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔ ایسی کمیاب قلمی کتابوں کی حفاظت اور اونکی نقلیں کرانا اس فن کے ساتھ شغف تامہ کا ثبوت ہے۔

ف ۴۳۹ علامہ الجزری نے قرآن مجید کے ایک نسخہ پر عشرہ کا حاشیہ خود اپنے ہاتھ سے تحریر کیا ہے اون کے فرزند ابوبکر احمد نے اوس کی نقل طاہر بن عرب بن ابراہیم الحافظ الاصبہانی تمیذ الجزری سے کرائی اور اوس کو تحفتاً احمد شاہ بہمنی کی خدمت میں بھیجا تھا جس کے معاوضہ میں اونکو زر کثیر دیا گیا۔ اس قرآن شریف کا متن امام بصری کی روایت کے مطابق لکھا گیا تھا اور حاشیے پر اختلافات عشرہ واضح کئے گئے تھے۔ خوش خط ہونے کے علاوہ اس پر طلائی اور زبر جد کا کام بھی کیا گیا ہے۔ یہہ قرآن شریف عرصہ تک شاہی کتب خانے میں رہا۔ وہاں سے والا جاہی کتب خانے میں منتقل ہوا۔ حضرت محمد غوث صاحب شرف الدولہ شرف الملک نے اوسکی ایک نقل کر کے اپنے پاس رکھ لی۔ اوس کا اصل نسخہ اس وقت مولوی محمد غوث صاحب ایم اے مہتمم کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کے پاس جو محمد غوث صاحب کے خاندان کے ایک فرد ہیں حیدرآباد میں موجود ہے۔ محمد غوث صاحب نے جو نقل کرائی تھی اوس کو اونکے فرزند بدرالدولہ بدرالملک نے ۱۲۶۷ھ میں مدراس میں طبع کرایا۔ اس میں شک نہیں کہ اس طباعت پر بڑی محنت اور زر کثیر کا صرفہ عاید ہوا ہوگا۔ مگر اب تو اس کے نسخے بھی نایاب ہو چکے ہیں۔ البتہ خاندانی کتب خانہ مدرسہ محمدیہ میں ایک دو تین نسخے محفوظ ہیں۔ [1]

---

[1] ۔ مجھے اس نسخہ کی زیارت کا بڑا شوق تھا۔ مجھے یہہ اطلاع ملی تھی کہ اصل نسخہ اور اوس کی مطبوعہ کاپیاں مدراس میں محمد غوث صاحب کے خاندانی کتب خانہ محمدیہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ جب میں مدراس گیا تو اس کتب خانے میں بھی گیا وہاں مطبوعہ کہ نسخے تو مل گئے مگر اصل نسخے کے متعلق نشاندہی کی گئی کہ وہ حیدرآباد ہی میں مولوی محمد غوث صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ واپس آنے کے بعد مولوی صاحب موصوف سے ملکر میں نے قرآن شریف کا یہہ نسخہ دیکھا۔ مولوی صاحب کی عنایت سے یہہ نسخہ کئی روز میرے پاس رہا۔ اور دوسرے بھی اس کو دیکھ سکے۔

شاہ ابراہیم شرقی جونپوری ۸۰۴ھ تا ۸۴۰ھ

ف ۴۴۰ علم دوست بادشاہ تھا۔ دور دور سے علماء کو طلب کر کے انھیں جونپور میں رکھا۔ ایک عظیم الشان دار العلوم جونپور میں قائم کیا جس کے صدر قاضی شہاب الدین غزنوی تھے۔ اوس زمانے میں جونپور علمی سرگرمیوں کے لحاظ سے دہلی اور بغداد کا حریف تھا۔ شاہ ابراہیم علم کا اتنا قدر دان تھا کہ عالموں کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا دینے میں بھی دریغ نہ کرتا۔ اس کی تفصیل قاضی شہاب الدین غزنوی کے حالات میں ملے گی۔ یہی وجہ ہے کہ جونپور رفتہ رفتہ اکابر علماء کا مرکز بن گیا۔ چنانچہ قاضی تاج الدین ناصحی اور شہاب الدین دولت آبادی جیسے علماء کا ذکر یہاں اس سلسلے میں کیا جاتا ہے۔

قاری حافظ قاضی تاج الدین ناصحی

ف ۴۴۱ وطن جونپور۔ آپ کا سلسلہ نسب ابراہیم ادہم سے ملتا ہے۔ بچپن میں علوم متداولہ حاصل کر کے حفظ و قراءت کی تکمیل کی شریعت کے بڑے پابند تھے۔ قاضی شہر مقرر ہوئے۔ سید نور الدین نے اپنی تصنیف تجلّی نور[1] (یہ جو کتاب اب کمیاب ہے) ان الفاظ میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ "عالمے باعمل عابدے قصیر الامل۔ در جمیع علوم مہارت کامل داشتے۔ حافظ قرآن و قاری خوش الحان بودند۔ کلام مجید را چنان لہجہ خوش و بہ آواز پر درد خواندے کہ سامعان متغیر الحال گشتندے در اوائل بہ درس و تدریس مشغول بود۔ و بالآخر بہ جذب و فراموشی[2]" ۸۳۱ھ یا ۸۳۷ھ میں وفات ہوئی۔ قبر مخدوم بندگی کے احاطے میں محلہ ناصحی ظفر آباد میں بلند چبوترہ پر واقع ہے

قاری حافظ قاضی شہاب الدین غزنوی

ف ۴۴۲ آپ غزنین کے رہنے والے تھے۔ قراءت اور جملہ علوم کی تحصیل اور حفظ کی تکمیل بغداد میں ہوئی۔ وہاں سے

---

[1] مشاہیر جونپور کے حالات سید نور الدین نے تین جلدوں میں مرتب کئے تھے۔ رامپور کے کتب خانے میں صرف جلد دوم کا ایک نسخہ ہے۔ مولوی امتیاز علی صاحب عرشی مہتمم کتب خانے نے مجھ سے کہا کہ انھوں نے ہندوستان بھر سے جلد اوّل و سوم حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔ مجھے قلمی نسخوں کی تینوں جلدیں مولوی ظفر احمد صاحب جونپوری کے کتب خانے میں مل گئیں۔ اونکی عنایت سے قراء کے حالات اون کتابوں سے جمع کئے۔

[2] آپ عالم باعمل تھے اور ایسے عابد جس نے خواہشات ترک کر دیئے ہوں۔ تمام علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ قرآن کے حافظ اور خوش الحان قاری تھے۔ قرآن مجید کو ایسی اچھی لحن اور پر درد آواز میں پڑھتے تھے کہ سننے والوں کا حال دگرگون ہو جاتا۔ ابتدائی زمانے میں درس و تدریس کا شغل رہا۔ آخری زمانے میں جذب و خود فراموشی طاری رہی۔

لاہور اور دہلی ہوتے ہوئے جونپور پہونچے۔ سلطان ابراہیم شرقی نے آپ کی بیحد توقیر کی۔ دارالعلوم جونپور کا صدر مدرس مقرر کیا۔ خود بھی اون سے استفادہ کرتا تھا۔

(ب) ایک مرتبہ سخت علیل ہوئے تو بادشاہ عیادت کو پہنچا۔ حضرت کے سرہانے بیٹھکر یہہ دعا کی کہ اے اللہ ایسے باکمال عالم مشکل سے پیدا ہوتے ہیں۔ انکی آفت مجھ کو آجائے اور یہہ زندہ و سلامت رہیں۔ اوس کے بعد قاضی صاحب تو اچھے ہوگئے مگر اوسی سال یعنے سنہ ۸۴۰ھ میں سلطان ابراہیم کا انتقال ہوگیا۔ قاضی صاحب کو اوس کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ وہ بھی اوسی سال راہی عدم ہوئے۔ چنانچہ قاضی صاحب کا سنہ وفات بھی سنہ ۸۴۰ھ ہے جونپور میں دفن ہیں۔

قاری قاضی شہاب الدین دولت آبادی

ف ۴۴۳ قاضی شہاب الدین دہلی کے ایک محلہ یا مضافات میں پیدا ہوئے۔ اپنے ہم ناموں میں امتیاز کی غرض سے اپنے نام کے ساتھ دولت آبادی لکھنے لگے۔ والد کا نام شمس الدین بن عمر تھا۔ قاضی عبد المقتدر اور مولانا معین الدین عمرانی سے تلمذ حاصل تھا۔ فن تجوید و قرات سے واقف تھے۔ امیر تیمور کے حملے کے بعد کالپی ہوتے ہوئے جونپور پہونچے سلطان ابراہیم شرقی نے آپ کی بڑی توقیر کی۔ آپ کی تصانیف میں تفسیر قرآن مجید "بحر مواج" کے نام سے بہت مشہور ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے "بحر مواج تفسیر قرآن مجید کردہ کہ مقید بہ سجع شدہ است"۔ سنہ ۸۴۹ھ میں بمقام جونپور انتقال ہوا۔ وہیں دفن ہوئے۔

مقری حسین شمس بلخی راوی ہفت قرات

ف ۴۴۴ آپ کے تفصیلی حالات فقرہ ۱۶۸ جلد اول میں مذکور ہیں وہاں لاحظہ فرمائے جائیں۔

قاری میاں حسن بلخی

ف ۴۴۵ آپ کے تفصیلی حالات بھی فقرہ (۱۶۸) جلد اول میں مندرج ہیں وہاں لاحظہ ہوں۔

مخدوم شاہ احمد بہاری

ف ۴۴۶ آپ کے تفصیلی حالات بھی فقرہ ۱۶۸ جلد اول میں بیان کئے گئے ہیں وہاں لاحظہ کئے جائیں۔

بادشاہان گجرات کو تجوید سے شغف

ف ۴۴۷ پنجاب۔ دہلی اور دکن کے بعد تجوید کا جو تھامرکز خطہ گجرات رہا ہے جہاں بہت سے نامی گرامی قرا نے باہر سے آکر امامت اختیار کی گجرات کے علم دوست بادشاہوں نے اونکی اور دیگر علما، و فقرا، کی دل کھولکر خدمت کی۔ مظفر شاہ اول سنہ ۷۹۰ھ تا سنہ ۸۱۴ھ جسے مخدوم جہانیاں جہان گشت سے بیعت حاصل تھی اپنے حضرت قطب عالم کو اعزاز کے ساتھ احمد آباد لے آیا۔ اور یہہ خاندان احمد آباد میں آباد ہوگیا جس کے تفصیلی واقعات فقرہ جات ۱۷۱ تا ۱۸۳ جلد اول میں بیان ہو چکے ہیں۔

اس خاندان نے خلق اللہ کی بڑی خدمت انجام دی۔ اور بادشاہان گجرات کو نیکی کے راستے پر لگانے کا کام انجام دیا اس کے علاوہ دیگر قرا نے بھی خطہ گجرات میں نمایاں کام انجام دیئے جس کے تفصیلات آیندہ اوراق میں بیان ہونگے

قاری مخدوم شیخ علی مہائمی

ف ۴۴۸ قریش میں ایک خاندان نائتہ کے نام سے مشہور ہے اوسکے چند افراد حجاج بن یوسف کے مظالم سے تنگ آکر ساحل ہند پر آباد ہوئے۔ چونکہ یہ خاندان قریش میں علمی حیثیت سے ممتاز رہا ہے۔ یہاں بھی اوسکے علمی کارنامے جاری رہے اون میں شیخ احمد نام کے ایک بزرگ تھے اونکے فرزند شیخ علی نے جن کی ولادت ۷۷۶ھ میں ہوئی۔ علوم منقول و معقول میں تبحر حاصل کیا۔ آپ محی الدین ابن عربی کی تصانیف سے بیحد متاثر تھے۔ تصوف میں بھی کمال حاصل کیا۔ تجوید و قرات کے بھی ماہر تھے۔ عربی زبان میں تفسیر مرتب کی جس کا نام تبصیر الرحمٰن و تیسیر المنان ہے۔ یہ تفسیر مصر سے شائع ہوئی ہے جو صوفیانہ انداز کی پہلی تفسیر ہے۔ آپ کا انتقال بمقام مہائم (بمبئی) ۸۳۵ھ میں ہوا۔ وہاں آپ کی درگاہ مشہور ہے۔ جس میں تفسیر کے قلمی نسخے اور حضرت کے پڑھنے کا قرآن شریف محفوظ ہے رمضان میں بغرض زیارت اون کو باہر نکالا جاتا ہے (تذکرۂ علماء، از محمد حسین آزاد۔ و برکات الاولیاء از امام الدین احمد)

سید برہان الدین قطب عالم قاری ہفت قرات

ف ۴۴۹ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۱۷۱ - ۱۷۲ میں بیان کئے گئے ہیں۔

شیخ القراء قاضی علم الدین شاطبی

ف ۴۵۰۔ آپ پٹن (نہروالہ) گجرات میں مقیم تھے۔ سید صدر الدین راجو قتال کے خلیفہ تھے۔ قاری ہفت قرات اور دیگر علوم و فنون میں بھی ماہر تھے۔ مگر تجوید و قرات میں آپ کو امام فن کی حیثیت حاصل تھی۔ پٹن میں علم پھیلانے اور تجوید کا درس دینے میں عمر کا بڑا حصہ صرف کیا۔ ۸۶۰ھ میں وفات پائی۔

مقری عزیز اللہ چشتی

ف ۴۵۱ آپ سید محمد چشتی فاروقی کے چوتھے فرزند تھے۔ احمد آباد میں پیدا ہوئے حافظ قرآن و قاری تھے۔ مشہور تھا کہ جو آپ سے قرات سیکھتا وہ بہت جلد حافظ ہوجاتا۔ آپ نے ان گنت شاگرد چھوڑے۔ معدن پور میں آپ کا مزار ہے۔

(ب) آپکے دونوں فرزند شیخ رحمت اللہ اور شیخ سعد اللہ قاری و حافظ تھے۔ شیخ سعد اللہ کے فرزند مخدوم رفیع اللہ بھی بڑے متقی و پرہیزگار تھے۔ اونکی دختر خوشترا بی بی تھیں جو زہد و تقویٰ علم و فضل میں ممتاز ہوئیں اون کا ذکر بعد میں آئے گا۔ (تحفتہ الکرام از علی شبیر قانع و مرات احمدی جلد دوم)

قاری مولانا صدر جہاں احمد آبادی

ف ۴۵۲ شاہ عالم کے ہم عصر ایک جید عالم و فاضل۔ متقی و پرہیزگار صدر جہاں احمد آباد میں تھے آپ ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔

تجوید و قرات کے اچھے جاننے والے تھے۔ شاہ عالم کے فرزند میاں مخدوم بھی آپ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ مولانا کو تصوف سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ صرف علمی مشاغل کو اہمیت حاصل تھی۔ شرع کے بہت پابند تھے۔ خلاف شرع کام کو سخت ناپسند کرتے تھے چونکہ حضرت شاہ عالم کی بعض باتوں کو خلاف شرع سمجھتے تھے اس لئے اون کا ذکر جب کبھی آتا تو بے ادبی سے پیش آتے۔ آخر تنگ آکر میاں مخدوم نے ارادہ کیا کہ مولانا کے پاس درس کیلئے جانا موقوف کر دیں۔ اوسی روز شاہ عالم نے میاں مخدوم کو بلاکر پوچھا کیا آج مولانا کے پاس درس کے لئے گئے تھے۔ کہا "ہاں" فرمایا "مولانا کی صحبت کبھی ترک نہ کرنا۔ بڑی مفید ہے۔ مولانا کا وجود اس زمانے میں بہت غنیمت ہے۔" میاں مخدوم نے اپنا ارادہ بدل کر پھر جانا جاری رکھا۔ ایک روز مولانا نے شاہ عالم کے متعلق انکار و بدتمیزی میں مبالغہ کیا تو میاں مخدوم رونے لگے پوچھا "کیوں روتے ہو۔" کہا ایک صحیح النسب سید جو اپنے افعال و احوال و اعمال میں حضور اکرمؐ کی اتباع کرتا ہے اوس کو آپ برا بھلا کہتے ہیں نہ صرف اونکی صحبت سے محروم ہیں بلکہ اونکی بزرگی سے بھی انکار کرتے ہیں۔ کبھی چل کر ملئے تو "مولانا نے کہا کہ اگر وہ میری چار شرطیں منظور کریں تو میں چلتا ہوں (۱) کمرے میں پر تکلف قالین نہ ہوں (۲) لباس ریشمی نہ پہنیں (۳) کوئی ہدیہ نہ دیں (۴) علمی بحث کریں تو تصوف کی بحث نہ ہو۔" میاں مخدوم نے کہا اچھا چلئے۔ مولانا نے کہا پہلے پوچھ تو آؤ کہا اس کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اونکو معلوم کرا دیا ہے۔ مولانا کو میاں مخدوم کی حسن عقیدت پر تعجب ہوا مگر ساتھ ہو لئے۔ جاکر دیکھا تو بورے کا فرش پایا۔ قمیص اور تہمد جسم پر تھا۔ شاہ عالم نے مولانا کو تعظیم و تکریم سے بٹھایا۔ اور دونوں کے مابین گفتگو شروع ہوئی۔

شاہ عالم ۔ رویت الٰہی ملائکہ کو بھی ہوگی یا نہیں۔

صدر جہاں۔ نہیں

شاہ عالم۔ آیت کریمہ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا جب عام ہے تو پھر کیوں نہ ہوگی۔

صدر جہاں۔ ملائکہ لطیف ہیں تجلی کی تاب نہیں رکھتے۔ اور بشر بواسطہ کثافت اس کی تاب لائیں گے۔

شاہ عالم ۔ جب حکیم نے بشر کو کثافت کے باوجود یہہ قدرت دی تو ملک کو بواسطہ دیگر قدرت دے سکتا ہے۔

صدر جہاں۔ ہم تو نقل کے تابع ہیں۔ سلف سے اس بارے میں کوئی نقل نہیں آئی۔ مگر بعض کے نزدیک حضرت جبرئیل کو رویت ہوگی اس لئے کہ وہ حضور اکرمؐ کے عبا میں داخل ہوئے تھے۔

شاہ عالم۔ امام فخر الدین رازی نے جو رسالہ رویت کے متعلق لکھا ہے اوس میں فرمایا ہے کہ رویت جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل۔ عزرائیل حاملان عرش اور جملہ ملائکہ ثابت ہے۔

صدر جہاں۔ میں نے وہ رسالہ نہیں دیکھا۔ شاہ عالم نے وہ رسالہ منگوا کر دکھلا دیا۔ صدر جہاں قائل ہوگئے۔

شاہ عالم۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت سلیمان حضرت یوسف۔ ذوالقرنین کو رزق میں کشادگی ملی۔ مگر بغاوت نہ کی۔ اور کمال اطاعت کو ملحوظ رکھا، تو پھر بغی اور بسط میں تطابق کیسے کیا جائے۔

صدرجہاں نے ایک جواب دیا۔ شاہ عالم نے کہاکہ یہہ فلاں تفسیر میں توہے مگر اس پر یہہ اعتراض وارد ہوتاہے۔ مولانا نے یکے بعد دیگرے دس جوابات دیئے اور حضرت ہر جواب پر فرماتے رہے کہ یہہ فلاں تفسیر میں توہے مگر اس پر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ صدر جہاں نے عاجز ہوکر کہاکہ پھر آپ ہی فرمائیں۔

شاہ عالم۔ در کتب عربیہ مقرر کردہ اند کہ چون فعل را بفاعل ظاہر کنند باید کہ فعل در خور آن فاعل باشد۔ چنانچہ بنی الامیر المدینہ وقتے می گویند کہ بنائے مدرسہ عظیم در خور قدر امیر باشد۔ چونکہ این جا حق تعالیٰ بسطت۔ بسط و بسطا۔ نہ فرمودہ بلکہ بسط اللہ فرمود پس بسطے کہ درخور قدرت او تعالیٰ باشد مستلزم بغیٰ ست و ملازمت درست است۔ چراکہ آن چنان بسط خود تا حال در وجود نیامدہ اگر بجائے ہژدہ ہزار عالم ہفتاد کرور عالم بہ کسے بر ہر باز در جنب او تعالیٰ چیزے نیست۔" مولانا تحسین فرمودند و گفتند کہ علم حضرت لدنی می نماید۔" حضرت شاہ عالم نے فرمایاکہ ایک لفظ لدنی کہکر آپ میری شفقت ضائع کررہے ہیں مولانا یحیٰ کو بوسہ دیکر رخصت ہوگئے۔ [۱]

(ب) چونکہ اس بحث سے حضرت شاہ عالم کا تبحر علمی ثابت ہوتا ہے اس لئے اس کو تفصیل سے نقل کیاگیا ہے کہ حضرت کے علم کا صحیح اندازہ ہوسکے۔

(ج) مولانا صدر جہاں کا مرقد محلہ نور گنج احمد آباد میں واقع ہے۔

سید سراج الدین محمد المعروف بہ شاہ عالم | ف ۴۵۳ آپ کے تفصیلی واقعات فقرہ جات (۱۷۴ تا ۱۸۶) میں درج ہیں۔

مقری عبداللطیف راوئ ہفت قرأت | ف ۴۵۴ آپ احمد آباد کے باشندے۔ حضرت قطب عالم کے شاگرد و خلیفہ تھے۔ تجوید و قرأت کا درس دیاکرتے تھے۔ آپ کے ایک ہونہار شاگرد سید جعفر شیرازی تھے جنھوں نے استاد سے سبعہ قرأت سیکھکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت جعفر شیرازی بھی حضرت قطب عالم کے مرید تھے۔ [۲]

---

[۱] ملاحظہ ہو تحفۃ الکرام از علی شبیر قانع و مرأت احمدی جلد دوم

[۲] خاندان شیرازیہ کے ایک فرد سید احمد نے ۱۰۳۲ھ میں "ملفوظ احمدی" کے نام سے اپنے خاندانی حالات جمع کئے

قاری حافظ شیخ جمال الدین جمن | ف ۴۵۵ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ بچپن ہی میں تجوید وحفظ وتعلیم کی تکمیل کی۔ کتب درسیہ ختم کرنے کے بعد حضرت محمود راجن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک عرصے تک خدمت کرکے خلافت حاصل کی۔ ریاضتیں بھی کی تھیں۔ حافظہ اس قدر تیز تھا کہ قرآن کریم کے ساتھ تفسیر بھی حفظ کرلی تھی۔ بڑے خوش الحان قاری تھے۔

(ب) ہمیشہ روزے رکھتے۔ افطار میں کم کھاتے۔ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے۔ درس وتدریس میں بہت وقت صرف کرتے۔ ۲ ذی الحجہ ۸۸۰ھ کو وفات ہوئی۔ مرشد کی مزار کے پاس پاک پیران پٹن میں دفن ہوئے (تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی)

قاری مخدوم کمال الدین قزوینی | ف ۴۵۶ ولادت ۷۹۷ھ۔ بڑے عالم وفاضل۔ ماہر تجوید وقرأت تھے سید محمد گیسو دراز سے خلافت لی تھی۔ مرشد کی اجازت سے بھڑونچ میں آکر ایک مدرسہ قائم کیا۔ عمر کا بڑا حصہ درس وتدریس میں گذارا۔ وفات ۸۸۹ھ میں ہوئی۔ اونکے بعد اونکے فرزند امین الرحمن نے مدرسہ جاری رکھا۔ اونکی وفات کے بعد مخدوم کمال الدین کے پوتے نصیر الدین عرف ننھے میاں خلیفہ ہوئے اور مدرسہ جاری رکھا۔ مخدوم صاحب کے نواسے سید صبغۃ اللہ نے بھی اس مدرسہ میں درس دیا ہے۔ سید صبغۃ اللہ کی وفات ۱۰۱۵ھ میں ہوئی۔ پہلے تین بزرگوں کی مزاریں شہر کے باہر ایک ٹیلے پر ہیں اور مدرسے کے کھنڈر بھی پاس ہی ہیں۔ جہاں اس خاندان کے تین بزرگوں نے ڈیڑھ سو سال تک خدمت انجام دی۔ حضرت کی اولاد اب بھی بھڑونچ میں موجود ہے۔

قاری شیخ کبیر منتھنا پوری | ف ۴۵۷ مضافات احمد آباد میں ایک قصبہ منتھنا پور ہے۔ وہاں قاری شیخ کبیر ایک مسجد میں بیٹھے دن بھر بچوں کو قرآن شریف پڑھایا کرتے۔ آپ تجوید سے واقف اور صاحب نسبت بزرگ تھے۔ علم وفضل سے آراستہ مگر قرآن مجید کی تعلیم کی فضیلت کے پیش نظر دن بھر یہی کام کرتے۔

(ب) سلطان محمود بیگڑے کے بچپن کے ساتھی تین مصاحب (۱) دریا خان (۲) الف خان (۳) ملک محمد تھے۔ محمود نے تخت نشینی کے بعد ملک محمد کو خطاب دینا چاہا۔ لیکن انھوں نے قبول نہیں کیا کہ محمد سے بہتر کوئی نام ہو نہیں سکتا۔ جاگیر ومنصب تو پہلے ہی سے حاصل تھی۔ مرفہ الحال زندگی گذارتے تھے۔ ایک بار

(فٹ نوٹ بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۱۱) جسکی ایک قلمی نقل اس خاندان میں محفوظ ہے جو فی الوقت قاضی نورالدین بھڑونچی کے پاس جو اسی خاندان کے فرد ہیں محفوظ ہے۔ میں نے یہہ واقعات اسی کتاب سے انکی اجازت سے نقل کئے ہیں۔

پالکی میں سوار منتھنا پور سے گذر رہے تھے۔ دھوپ کی چونکہ شدت تھی۔ سستانے کیلئے املی کے ایک درخت کے سایہ میں آرام کیا۔ دیکھا کہ قریب میں ایک ملا مسجد کے ایک گوشے میں بچوں کو پڑھانے میں مصروف ہے ملا صاحب کا نام شیخ کبیر تھا۔ دوپہر گذارنے کے بعد مسجد میں جاکر وضو کیا۔ ظہر کی نماز ادا کی۔ تھوڑی دیر شیخ کبیر کے پاس بھی بیٹھ گئے اونکی گفتگو میں بڑا لطف آیا۔ اوس وقت سے روزانہ اونکی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ چند روز میں شیخ کبیر کا ایسا رنگ چڑھا کہ مناصب و جاگیر واپس کرکے شیخ کبیر کے پاس جاکر رہ گئے۔ پانی کا گھڑا اپنے سر پر رکھکر شیخ کبیر کیلئے لایا کرتے۔

(ج) ایک مرتبہ سلطان محمود شکار کو جارہا تھا راستے میں دیکھا کہ ملک محمد پانی کا گھڑا سر پر لئے جارہے ہیں دیکھکر تعجب کیا سب اونکو دیوانہ کہنے لگے مگر ملک محمد نے کسی کی پرواہ نہ کی۔ چند روز بعد شیخ کبیر سے خلافت حاصل کی۔ ایک مرتبہ شاہ عالم سے ملاقات ہوئی تو خرقہ بدلی کی۔ حضرت شاہ عالم بھی شفقت فرمانے لگے۔ شیخ کبیر کے انتقال کے بعد ملک محمد شاہ عالم کی خدمت میں رہنے لگے۔ حضرت نے آپ کو کچھ کا صاحب ولایت بناکر بھیجا۔ جہاں ایک مدت تک رہے۔ بالآخر اوباشوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (مرات احمدی جلد دوم)

(د) حیرت کا مقام ہے کہ شہروں سے دور مضافات کی مسجد کے ...ں میں بھی خاصان خدا آسائش کی تمنا اور صلہ کی پرواہ سے بے نیاز ہوکر قرآن شریف کی تعلیم ہی کو اپنا مستقل وظیفہ بنالیا تھا۔ ایسے ہی بزرگوں کی بدولت گوشے گوشے میں قرآن پاک کی اشاعت ہوئی۔

قاری شاہ زاہد بخاری

ف ۴۵۸ آپ بخارا کے باشندے تھے۔ تجوید۔ فقہ۔ حدیث و دیگر علوم کے ماہر تھے۔ احمد آباد میں مقیم ہوئے۔ حضرت شاہ عالم سے عقیدت کی وجہ سے آپکی خانقاہ میں رہنے لگے۔ قاری خوش الحان تھے اس لئے مسجد کی امامت بھی آپکے سپرد ہوئی۔ شاہ عالم کے انتقال کے بعد بھی وہیں رہے اور تجوید کا درس دیتے رہے۔ سنہ ۸۹۳ھ میں وفات پائی۔ احمد آباد میں مدفون ہیں۔

قاری شیخ رحمت اللہ چشتی

ف ۴۵۹ آپ شیخ عزیز اللہ چشتی کے فرزند صاحب ورع و تقویٰ تھے۔ تجوید و قرات اپنے والد سے سیکھی۔ خود بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا سلطان محمود آپ کا بہت معتقد تھا۔ آپ کا روضہ سیجپور احمد آباد میں ہے۔

قاری شیخ سعد اللہ چشتی

ف ۴۶۰ آپ شیخ عزیز اللہ چشتی کے دوسرے فرزند ہیں۔ عالم و فاضل اور قاری تھے۔ ایک عرصے تک درس و تدریس میں مصروف رہے۔ آپکے فرزند مخدوم رفیع اللہ بھی علم و فضل کے ساتھ فن قرات سے واقف تھے۔

شاہان خاندیش و مالوہ کے زمانے میں تجوید و قراءت کی ترویج

ف ۴۶۱ عادل خان اول فاروقی نے سنہ ۸۴۰ھ سے سنہ ۹۰۷ھ تک حکمرانی کی۔

یہہ بڑا نیک اور رحمدل بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں علم و فضل میں ترقی ہوئی۔ اس سے پہلے محمود خلجی والی مالوہ ۸۳۹ھ سے ۸۷۳ھ تک حکمران رہا۔ اوسکے عہد میں تجوید و قراءت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ محمود خلجی کے بعد غیاث الدین خلجی مالوے کا حکمران ہوا جس نے ۸۷۳ھ سے ۹۰۵ھ تک حکومت کی۔ اس کے عہد میں قاری خواجہ حسین ناگوری اجمیر میں درس دیا کرتے تھے۔

قاری خواجہ حسین ناگوری

ف ۴۶۲ قاری خواجہ حسین ناگوری کا سلسلہ خلافت خواجہ حمید الدین ناگوری سے ملتا ہے جو ان ہی کے خاندان کے ایک فرد تھے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی روایت کے مطابق آپ نے ایک تفسیر "نور النبی" چالیس جلدوں میں مرتب کی ہے۔ غیاث الدین خلجی کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ اس نے بارہا خواہش کی کہ حضرت مانڈو میں آکر قیام فرمائیں مگر حضرت نے قبول نہ کیا تو بادشاہ کو کسی نے یہہ تجویز سمجھائی۔ آپ کے پاس حضور اکرم کا موئے مبارک ہے اوس کی زیارت عام کا اعلان کر دیا جائے شیخ خود ہی کھچے کھچے چلے آئیں گے۔ چنانچہ یہہ تدبیر کارگر ہوئی۔ یہہ خبر سنتے ہی خواجہ حسین صاحب درود پڑھتے ہوئے مانڈو کی طرف چل پڑے۔

(ب) جب اس کی اطلاع شاہ غیاث الدین کو ہوئی۔ تو بہت خوش ہوا اور آپکے استقبال کے لئے نکلا گر بیسیوں بیل گاڑیوں کی آمد و رفت میں کچھ پتہ نہ چلا اور حضرت مانڈو پہونچ گئے۔ بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو معذرت خواہ ہوا۔ حضرت کے آرام و آسائش کا پورا انتظام کیا۔ محمود خلجی کی قبر پر لیجاکر دعا کرائی۔ تحفے دیئے مگر حضرت نے قبول نہ کیا۔

(ج) چند روز کے قیام سے رفتہ رفتہ شاہی محلات اور امراء سب حضرت کے معتقد ہو گئے۔ حضرت کی وجہ سے قرآن خوانی کا ذوق بڑھا۔ نوبت بہ این جا رسید کہ شاہی محل سرا میں ہر فرد قاری و حافظ دکھائی دینے لگا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ ذوق و شوق کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ محل سرا میں ایک ہزار کنیزیں حافظ ہو گئیں، تو بیگمات اور مردوں کا پوچھنا ہی کیا تھا جن کو اس کام کی زیادہ فرصت تھی۔

(د) شاہ غیاث الدین پر مذہبی رنگ اس قدر غالب ہوا کہ اوس نے حکم دے رکھا تھا کہ اوس کو تہجد کیلئے بیدار کیا جائے۔ اگر آسانی سے بیدار نہ ہو تو زبردستی منہ پر پانی ڈال کر یا جھنجھوڑ کر بیدار کیا جائے۔

ف ۴۶۳ اسی عقیدت کی بنا پر غیاث الدین نے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی مزار مبارک پختہ بنوایا اور اطراف میں خانقاہ تعمیر کرائی۔

(ب) خواجہ حسین ناگوری کے شاگرد قاری شیخ احمد مجد ناگوری تھے جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

قاری شیخ ابراہیم برہان پوری

ف ۴۶۴ قاری شیخ ابراہیم احمد آباد کے رہنے والے تھے۔ آپ نے تجوید قرآن کی تحصیل کی۔ قراءت کے مستند استاد ہوئے۔ بعد میں برہان پور جاکر رہے اور

ایک عرصے تک وہاں درس وتدریس میں لگے رہے وفات ۹۰۱ھ میں واقع ہوئی۔

بہلول لودھی ۸۵۵ھ تا ۸۹۴ھ ف ۴۶۵ بہلول لودھی کو علم سے بڑا شغف تھا۔ ایک مدرسہ دہلی میں قائم کیا جو اوس وقت کی بہت ...ین درسگاہ تھی۔

(ب) طیبۃ النشر فی القرات العشر جو علامۃ الجزری کی مشہور تصنیف ہے۔ ۸۷۲ھ میں اوسکی خوشخط نقل کرائی گئی۔ یہہ نسخہ محمد الشربینی کے پاس تھا جو فی الوقت حیدرآباد کے کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ لائبریری) میں موجود ہے

(ج) خط بحر میں ایک قرآن مجید جس کو ۸۷۲ھ میں کاتب احمد بن محمود بن فضل اللہ کاشانی نے بڑی تقطیع پر دو جلدوں میں لکھا تھا وہ خدا بخش خان کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے۔

سکندر لودھی ۸۹۴ھ تا ۹۲۳ھ ف ۴۶۶ سکندر لودھی بڑا عالم و فاضل۔ علم دوست۔ علم پرور بادشاہ تھا۔ اپنے دربار میں بڑے بڑے علماء کو جمع کیا۔ علماء کے درس میں اکثر شریک ہوتا۔ خاموشی سے پیچھے جا بیٹھتا۔ ایسے مواقع پر احترام شاہی کی بجاآوری ممنوع تھی۔

(ب) علامۃ الجزری کی تحبیر کا ایک قلمی نسخہ جو قرات عشرہ میں ہے اور جو ۹۰۳ھ میں نقل کیا گیا تھا اس وقت کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری) میں موجود ہے۔

(ج) کمال الدین سعدی کاکوروی مقری ہفت قرات نے شرح شاطبی لکھ کر بادشاہ کے نام سے معنون کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب تک قرات عشرہ سے دلچسپی اور غیر معمولی رجحان نہو اوس وقت تک ایسی تصانیف نہیں ہوتیں اور اگر بادشاہ کو دلچسپی نہو تو اوسکے نام سے معنون بھی نہیں ہوتیں۔

قاری شاہ عبداللہ قریشی ملتانی ف ۴۶۷ آپ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے تھے آپ کے اسلاف دہلی میں آگئے تھے۔ آپ اپنے دادا کے قدم بقدم تھے۔ قاری وحافظ۔ شب بیدار۔ تہجد گذار تھے۔ نوافل کی ادائی اور قرآن کی تلاوت آپکے خاص مشاغل میں تھے۔ روزانہ تین قرآن ختم کرتے۔ آپ کا تقوی اور پرہیزگاری دیکھ کر سکندر لودھی نے اپنی دختر سے آپ کا عقد کر دیا تھا۔ ۹۰۰ھ میں وفات ہوئی (تذکرۂ اولیاء ہند از مرزا محمد اختر دہلوی)

قاری حافظ شیخ جنید حصاری ف ۴۶۸ آپ بابا شیخ فرید گنج شکر کی اولاد سے تھے۔ تجوید و دیگر علوم میں کامل تھے۔ مصنف خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں کہ :۔ "عالی درجت بود۔ عمر دراز یافتہ و نعمتے ظاہر داشت۔" آپ رسم الخط قرآنی کے ماہر۔ حافظ خوشنویس و زود نویس تھے۔ مصنف خزینۃ الاصفیاء نے اس طرح آپ کا ذکر کیا ہے "سرعت کتابت بحدے بود کہ آن را جز خوارق عادت وے نتوان نمود۔ در سہ روز تمام قرآن مجید بہ اعراب و صحت می نوشت۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی تائید کی ہے کہ "درسہ روز قرآن مجید با اعراب می نوشت"۔ وفات سنہ ۸۰۱ھ میں ہوئی. مادہ تاریخ "گفت کامل خواجہ واصل جنید" ہے۔ حصار میں مدفون ہیں۔

قاری شیخ سماء الدین سہروردی | سنہ ۹۰۱ھ
ف ۴۶۹ آپ شیخ فخرالدین عرف شیخ احمد کے فرزند اور شیخ جمال الدین ملتانی کے پوتے تھے۔ شیخ جمال الدین ملتانی بڑے عالم و فاضل و قاری تھے۔ ان کے فرزند شیخ احمد نے والد سے قراءت و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ شیخ سماء الدین سنہ ۸۰۸ھ میں ملتان میں پیدا ہوئے وہیں تعلیم پائی۔ قراءت و دیگر علوم میں والد سے تلمذ رہا۔ شیخ کبیرالدین اسمٰعیل (نبیرۂ مخدوم جہانیاں جہاں گشت) کے مرید ہوئے۔ بارہ برس کی عمر سے وفات تک کبھی تہجد قضا نہ کی۔ ملتان سے دہلی آکر ایک بڑا مدرسہ قائم کیا جو اس وقت کا ممتاز ترین ادارہ تھا۔ رات کا بڑا حصہ عبادت میں اور دن کا بڑا حصہ تعلیم و تعلم میں صرف ہوتا تھا۔ تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی پورا انتظام تھا۔ صاحب گلزار ابرار کا بیان ہے کہ "آپ ورع و تقویٰ۔ ایثار و بلند ہمتی میں نظیر نہیں رکھتے تھے بے نیازانہ زندگی گذارتے تھے۔ کسی کی نذر قبول نہیں کرتے تھے۔ تمام زندگی خلوص و بے لوثی کے ساتھ گذار دی۔ شب بیدار تھے۔ کم کھاتے اور کم بولتے۔ سلطان بہلول لودھی کے زمانے میں آپ دہلی آئے۔ سلطان بڑی عقیدت سے ہمیشہ آن کر خادموں کی طرح بیٹھتا۔ بہلول لودھی کے بعد سکندر لودھی بھی نیازمندانہ ملتا رہا۔ آپ کی دعا سے درباری سازشوں سے محفوظ رہا"۔ ۱۷ر جمادی الاولیٰ سنہ ۹۰۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ بمقام دہلی حوض شمسی کے جنوب میں مدفون ہیں۔ کئی تصانیف چھوڑیں جن میں مفتاح الاسرار اور حاشیہ لمعات عراقی مشہور ہیں۔

قاری شیخ اسحاق ملتانی
ف ۴۷۰ آپ کا وطن تو ملتان تھا مگر دہلی میں آ گئے تھے۔ بچپن ہی میں قرآن مجید کی تعلیم تجوید و قراءت کے ساتھ حاصل کی۔ ہمیشہ تلاوت میں مشغول رہتے ریاضتیں بھی زیادہ کی تھیں۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ انتقال سے پہلے ایک منزل تلاوت کر کے جمعہ کے روز انتقال کیا۔ وفات سنہ ۹۰۰ھ میں واقع ہوئی (خزینۃ الاصفیاء)

قاری شیخ بختیار
ف ۴۷۱ آپ نے بچپن ہی میں تجوید سیکھ لی تھی۔ قرآن شریف سے بیحد شغف تھا شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے مرید تھے۔ وفات سنہ ۹۱۰ھ میں ہوئی۔ (خزینۃ الاصفیاء)

مظفر شاہ دوم گجراتی | سنہ ۹۱۶ھ تا ۹۳۲ھ
ف ۴۷۲ خلیل خان نام۔ محمود شاہ بیگڑے کا فرزند۔ مظفر شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ بڑی خوبیوں کا حامل تھا۔ عالم۔ قاری۔ حافظ۔ شاعر۔ سخن سنج۔ سخن فہم۔ بذلہ گو۔ بہادر۔ انصاف پسند۔ صاحب کردار۔ صاحب استقامت۔ فیاض و سخی۔ خدمت خلق کا صحیح جذبہ رکھنے والا بادشاہ تھا۔ فقرہ جات (۱۸۰ تا ۱۸۳)

میں کچھ حالات مذکور ہوئے ہیں۔ سولہ تراویح میں سولہ قرآن اپنے باپ کو سنائے۔ دور دور کے علماء و فضلاء۔ ایران و توران روم و عرب کے اساتذہ اس کے عہد میں گجرات آئے۔ شیراز کا مشہور خوشنویس سیاوشن بھی اسی عہد میں گجرات آیا تھا۔

وفات ۹۳۲ھ مصنف مرات سکندری نے اس بادشاہ کی بڑی ستائش کی ہے۔ لکھا ہے کہ کوئی مستحب فعل اس نے ترک نہیں کیا۔ ہمیشہ باوضو رہتا۔ اپنے عمل کا مدار حدیث نبوی پر رکھتا[۱] رعایا کے حال کے تفحص کے لئے راتوں میں نکلا کرتا۔[۲]

---

[۱] ملک الھدیہ ہزبر الملک کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ اوس کو اولاد نہ تھی۔ اوسے بادشاہ سے درخواست کی کہ کعبۃ اللہ جاکر دعا کرنے کی اجازت دی جائے۔ سلطان مظفر نے اوس کو ایک سال توقف کرنے کا مشورہ دیا۔ خود ترک حیوانات کرکے راتوں میں جب عبادت کیلئے بیدار ہوتا تو تہجد کے بعد لمحات خاص میں ملک الھدیہ کے لئے دعا کرتا۔ اوسی ہفتہ میں شب جمعہ کو حضور اکرمؐ نے خواب میں بشارت دی کہ ملک الھدیہ کو دو لڑکے ہوں گے مگر دوسری عورت کرے۔ یہہ بشارت پاکر سلطان بیدار ہوا۔ وضو کرکے دوگانہ شکر ادا کیا۔ ایک بالغ حسین کنیز کو لیکر ملک الھدیہ کے پاس گیا اور کہا اس سے تجھ کو دو لڑکے ہوں گے۔ کچھ نذر مان۔ چند روز کے بعد حمل رہا ایک حسین لڑکا پیدا ہوا۔ بادشاہ نے خود جاکر اوس کے کان میں اذان دی اور لطف اللہ نام رکھا۔ یہہ بچہ سلطان احمد ثانی کے زمانے میں ہزبر الملک کے خطاب سے مشہور ہوا۔ دوسرے لڑکے نے بھی خطاب پایا۔

[۲] ایک مرتبہ رات کی گشت میں ایک مسجد میں چلا گیا۔ دیکھا کہ ایک شخص گوشہ میں بیٹھا رو رہا ہے۔ پوچھا کیوں روتا ہے۔ کہا کہ حال ناگفتہ بہ ہے۔ سلطان نے اصرار کے ساتھ حقیقت حال دریافت کی کہ شاید وہ اوسکی مدد کرسکے۔ تو اوس شخص نے کہا کہ وہ ایک فقیر ہے۔ ایک پہلوان اوسکے گھر میں گھس آتا ہے اور زبردستی اوس کی بیوی سے زنا کرتا ہے۔ یہہ فقیر اپنی کمزوری کے باعث اوسکو روکنے سے عاجز ہے۔ یہہ راز کسی سے کہا بھی نہیں جاسکتا۔ سلطان نے کہا کیا وہ ہر رات آتا ہے کہا "ہاں" سلطان نے اوسکو دلاسا دیا اور کہا کہ تم خاطر جمع رکھو جب تک میں اوس کو نہ ماروں گا۔ کھانا مجھ پر حرام ہے۔ فقیر کے ساتھ جاکر اوس کا گھر دیکھ لیا۔ اتفاقاً وہ پہلوان اوس روز نہ آیا۔ فقیر مایوس ہوکر باہر آکر کہہ دیا۔ سلطان دوسرے روز گیا اوس روز بھی نہ آیا۔ تیسرے روز فقیر اسی مسجد میں بیٹھا اس خیال سے رو رہا تھا کہ آج شاید وہ مدد کرنے والا نوجوان نہ آئے۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہے کہ سلطان مسجد میں موجود ہے۔ فقیر نے کہا وہ پہلوان آج آیا ہے۔ سلطان ساتھ ہولیا اور گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص فقیر کی عورت کے ساتھ بیٹھا ہے۔ سلطان نے اوس کو آواز دی کہ اٹھ آج میں تجھے تیرے اس عمل

نظم و نسق کے جن نقائص پہ مطلع ہوتا۔ جبھی ان کا تدارک کرتا۔ بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی کے بھی واقعات مشہور ہیں[۵]

قاری سید جعفر شیرازی

ف ۴۷۴ شیرازیوں کا ایک مشہور خاندان اپنے وطن سے آکر سندھ میں آباد ہوا سید جعفر شیرازی سندھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے علوم کی تحصیل کی سندھ سے آکر کچھ عرصہ پٹن میں قیام کیا۔ پھر احمد آباد آ گئے۔ قطب عالم سے عقیدت ہوگئی تھی اون ہی کی صحبت میں رہکر اون سے اجازت لی۔ مقری شیخ عبداللطیف کے مدرسہ میں قرارت سبعہ کی تکمیل کی۔ پھر درس و تدریس میں لگے رہے احمد آباد میں وفات ہوئی۔ اس خاندان کے دیگر افراد کا ذکر دوسری جگہ مذکور ہے

ابراھیم لودھی ۹۲۳ھ تا ۹۳۲ھ

ف ۴۷۵ اس بادشاہ کے زمانے میں علماء و قراء اپنا کام کرتے رہے۔ میر شیخ بن نورالدین البورائے نے وقوف سجاوندی کا مطلا نسخہ ۹۲۷ھ میں لکھا جو اس وقت کتب خانہ آصفیہ احیدرآباد اسٹیٹ لائبریری) میں موجود ہے۔

(ب) ابراہیم لودھی کے زمانے میں ماورالنہری قراء کا اثر ہندوستان نے نمایاں طریقے پر قبول کیا تھا ممتاز فقیہہ۔ عالم و قاری یار محمد ابن خداداد سمرقندی نے ماورالنہر میں "قواعد القرآن" نام کی مشہور کتاب عبیداللہ بہادر خان ولی عہد کے لئے ۹۲۵ھ میں بزبان فارسی لکھی جس کا قلمی نسخہ ابراہیم لودھی کے دربار میں

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۱۷) شمشیر کا مزہ چکھاتا ہوں۔ پہلوان نے بھی تلوار سنبھال لی اور سلطان پر پہلا وار کیا سلطان نے اوسکے وار کو روک کر کمر پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ جسم کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سلطان کو بھی کمزوری سے چکر آگیا کیونکہ جس روز سے قسم کھائی تھی کھانا نہ کھایا تھا۔ فقیر سے کہا کچھ کھانے کیلئے ہے، کہا باجرے کی روٹی ہے وہی کھا کر واپس جانے لگا۔ تو فقیر نے کہا کہ کوتوال کو خبر ہوگی تو میرا گھر تاراج کر دے گا کہا فکر نہ کریں اوس کا بھی انتظام کر دوں گا۔ کوتوال کو بلا کر کہا کہ فلاں محلے میں ایک شخص مقتول ہے اوسکو اوسی گھر میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا جائے اور کسی پر ظاہر نہو۔

[۵] ملا ایوب ایک شاعر نے افیون کی تعریف میں ایک قطعہ کہا تھا۔

بخور اے مرد ذرہ افیون ٭ کہ ممدت بوقت حل باشد۔ علما را مناسب است افیون ٭ علم باید کہ باعسل باشد

کسی نے یہہ قطعہ بادشاہ کے سامنے پڑھا۔ بادشاہ کی ذہانت نے کام کیا مسکرا کر کہا "جی نہیں ملا نے قطعہ مذمت میں کہا تھا کاتب نے غلطی سے "مخور" کو "بخور" لکھ دیا۔ اب اس کو مخور پڑھیئے اور تیسرے مصرع کو استفہامیہ تعجب کے لہجہ میں پڑھیئے تو مذمت ہو جاتی ہے۔ (ب) سلطان مظفر کی مجلس میں کسی نے کہا السلام علیکم سلطان نے فی البدیہہ کہا وعلیکم السلام یا جامع التنوین و اللام (مراۃ سکندری از سکندر ابن محمد عرف منجھو)

پہونچا۔ یہہ تالیف ہندوستان میں بہت مقبول ہوئی اور اوس کے قلمی نسخے کثیر التعداد میں پھیل گئے۔ چنانچہ دو قلمی نسخے کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری) میں موجود ہیں۔ ایک کتب خانہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں۔ ایک مدراس کے قلمی کتب خانے میں۔ ایک خدابخش خان کی لائبریری بانکی پور میں۔ ایک پٹنہ آرٹ کالج لائبریری میں چار قلمی نسخے سعیدیہ لائبریری ٹونک میں۔ سات نسخے اسٹیٹ لائبریری رامپور میں۔ ایک نسخہ مظاہر العلوم سہارنپور کے کتب خانے میں پائے جاتے ہیں۔ ان نسخوں کا میں نے بچشم خود معائنہ کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور نسخے بھی ہندوستان کے دوسرے مقامات میں ضرور ہوں گے۔

ف ۴۷۶ ماوراءالنہر کے دوسرے مؤثر قاری ملاکلان تھے۔ صاحب موصوف نے عبیدہ بہادر خاں کے لئے "درۃ الفرید" فارسی میں لکھی تھی۔ جس میں اختلافات عشرہ قرات درج ہیں۔ یہہ قلمی کتاب ۵۰۴ صفحوں پر مشتمل ہے اس میں وقف کا بھی تفصیلی بیان ہے۔ ملاکلان یار محمد سمرقندی کے ہم عصر تھے۔ ملاکلان کی وفات ۹۸۳ھ میں ہوئی۔ درۃ الفرید کا ایک قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

قاری خواجہ شیخ احمد مجد ناگوری

ف ۴۷۷ قاری خواجہ حسین ناگوری کا ذکر فقرہ ۴۶۲ میں گذر چکا ہے اور انکے شاگرد شیخ احمد مجد ناگوری تھے جن کے والد کا نام مجدالدین ناگوری تھا۔ قاضی مجد کے نام سے مشہور ہوئے۔ قاضی مجد امام محمد بن حسن الشیبانی کے خاندان سے تھے۔ شیخ احمد مجد کی ولادت ۸۳۵ھ میں ہوئی۔ تجوید و قراءت کے ماہر اور علوم قرآنی کے متبحر عالم تھے۔ قاری خواجہ حسین ناگوری سے علوم و فیوض حاصل کرنے کے بعد اجمیر ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد تفسیر مدارک سنایا کرتے ۷۰ سال تک اجمیر میں یہی کام کرتے رہے۔ مدارک پڑھاتے وقت اون پر حال طاری ہوتا اور اس قدر روتے کہ "صوفی در حالت سماع کند" اون کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ "این وظیفہ تفسیر مدارک طریقہ سلوک مشائخ ایشان ست۔ کہ خواجہ حسین ناگوری و شیخ حمیدالدین ناگوری صوفی نیز ہم چنین می کردند" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حمیدالدین ناگوری کا عرفانی سلوک کا طریقہ بھی سلوک بالقرآن تھا۔ شیخ احمد مجد ۹۲۲ھ تک اجمیر میں رہے۔ اون پر جب انکشاف ہوا کہ رانا سانگا حملہ آور ہونے والا ہے تو ایک ہفتہ قبل مسلمانوں کو اطلاع کرکے اجمیر سے چلے گئے۔ آپ کا انتقال ۹۲۷ھ میں ہوا۔ ۹۳۳ھ میں بابر نے پہلے ابراہیم لودھی کو اور پھر رانا سانگا کو شکست دی۔ [1]

---

[1] مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت از مناظر احسن گیلانی جلد دوم

حاجی قاری سید عبد الوہاب | ف۸۰۴ آپ کے والد کا نام سید جلال الدین شریف تھا۔ ملتان میں رہتے تھے۔ عالم و فاضل۔ قاری و مفسر تھے۔ دو حج کئے: قرآن و تفسیر سے خاص شغف تھا۔ سکندر لودھی بھی بہت معتقد تھا۔ ۹۳۲ھ میں وفات ہوئی۔ دہلی میں مدفون ہیں۔ سلہ

شیخ القرا، یار محمد سمر قندی | ف۴۷۹ ہندوستان اور ممالک اسلامیہ کے مابین علمی ربط اس قدر گہرا تھا کہ جو کتاب جہاں بھی لکھی جاتی اوسکے قلمی نسخے جابجا پہونچ جاتے۔ چونکہ اس زمانے میں تجوید و قرارت سے دلچسپی تھی اس لئے اس فن پر اچھی کتابوں کی بڑی مانگ تھی۔

(ھب) یار محمد بن خدا داد ماوراءالنھر میں ایک مستند استاد تجوید و قرارت مانے گئے ہیں۔ انھوں نے وہاں کے اساتذہ سے تجوید سیکھی۔ تقریباً ۹۲۵ھ میں عبید اللہ بہادر خان کے لئے جو ماوراءالنھر کا ولی عہد تھا اور جو ۹۳۹ھ میں حکمران ہوا استاد قرارت مقرر ہوئے۔ آپ نے ولی عہد کے لئے تجوید کا ایک رسالہ "قواعد القرآن" کے نام سے فارسی میں لکھا۔ اس کتاب سے نہ صرف شہزادے نے استفادہ کیا بلکہ اس کے قلمی نسخے ابراھیم لودھی کے زمانے میں ہندوستان پہونچ گئے اور ہر بڑے کتب خانے میں اس کا ایک نہ ایک قلمی نسخہ مل جاتا ہے یہ اونکی اور اونکی تالیف کی مقبولیت کی دلیل ہے۔ یار محمد مقری ہونے کے علاوہ فقیہہ و محدث بھی تھے۔ اس لئے اونکی ہر بات وزن رکھتی تھی۔ دوسرے علماء اونکے اقوال بطور حوالے کے نقل کرتے ہیں چنانچہ ایک رسالہ قرارت ۱۰۹۰ھ میں لکھا گیا جس میں جابجا یار محمد سمر قندی کے قواعد القرآن کے حوالے ہیں۔ یہہ رسالہ بھی حیدر آباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ ایک دلچسپ حوالہ یار محمد سمر قندی کا درج ذیل ہے :۔ "یار محمد سمر قندی بحوالہ مولانا عثمان می گوید کہ آن سکتات کہ در فاتحہ می کنند (ولل وکنں کی طرف اشارہ ہے) از ان جہالت کہ جہالہ اختراع کردہ اند۔ پس اعتبارے ندارد۔ زیراکہ حدیثے بہ ما بہ صحت رسیدہ است۔" دوسرا حوالہ رسالۂ قراءت میں یار محمد سمر قندی کے قواعد القرآن کے باب دہم کا یہہ ہے :۔ "وجہ تسمیہ رکوع آنست کہ بعد قرارت در نماز انسب آن ست کہ دران موضع بہ رکوع روند۔ و دیگر گفتہ اند اگر کسے خواہد کہ قرآن را در نماز تراویح ختم کند در سی شب پس باید کہ از رکوع تا رکوع بخواند در ہر رکعت۔ و این موافق آید کہ تا سی شب رمضان ہمچنیں شنیدہ شود۔ و از استادے نقل است کہ امیر المومنین حضرت عثمان در سی شب رمضان بہ این طریق عمل کردہ اند۔ و بعضے گویند بہ جہت آن نام کردہ اند کہ عبد الرحمٰن سلمی در تراویح امامت کرد عائشہ صدیقہ را۔ و ہمین طور رکوع کرد و عائشہ صدیقہ تحسین کردہ ست براو۔ و بعضے گویند کہ حسن بصری

سلہ تذکرۂ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی

بزمل کردہ است در تراویح"

پیر محمد شاہ کا کتب خانہ موقوعہ احمد آباد | ف ۴۸۰ اس کتب خانے میں فن تجوید و قراءت پر ذیل کی کتابیں موجود ہیں:۔

(۱) قلمی رسالہ الوقوف فی اسرار الحروف از ابوالقاسم محمود بن حمزہ بزبان عربی جو سنہ ۶۶۹ھ میں لکھا گیا تھا۔

(۲) قلمی رسالہ فی التجوید از محمد ابوبکر جو سنہ ۶۶۹ھ میں مرتب ہوا۔

(۳) قلمی نسخہ مطلع الشموس والبدور در قرأت سبعہ میں ابوعبداللہ محمد ابن خلیل بن ابوبکر حلبی کا سنہ ۶۶۱ھ کا مرتب کیا ہوا ہے۔

(۴) فارسی میں ایک رسالہ فتح اللہ بن عبدالصمد کا لکھا ہوا رسالہ جواہر القرآنی (۲۲م) اوراق پر مشتمل ہے جو سنہ ۹۲۶ھ میں لکھا گیا تھا جس کا قلمی نسخہ کتب خانے میں موجود ہے۔

مغلیہ دور

باب دہم ۔ (از بابر تا جہانگیر)

(الف) ترک اور پٹھان بادشاہوں کا دور ۹۳۲ھ میں بابر کے حملے اور پانی پت کی لڑائی پر ختم ہوا
فن تجوید و قراءت کی اشاعت میں ساڑھے تین سو سالہ جد وجہد کا جو نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا اوس سے
اندازہ ہو گیا ہوگا کہ جس سرگرمی کے ساتھ بلاد اسلامیہ میں تجوید و قراءت کا کام ہوتا رہا اوسی جوش و خروش
سے ہندوستان میں بھی جاری تھا۔ ملک کے طول و عرض میں قراء پھیلے ہوئے تھے۔ بابر کے حملے نے اگرچہ
دہلی کی حکومت میں تغیر پیدا کیا تھا مگر قراء نے بدستور اپنا کام جاری رکھا۔

(ب) مغل بادشاہ بھی ترک اور پٹھان بادشاہوں کی طرح علم دوست اور عالم نواز تھے۔ علماء کی بڑی
سرپرستی کرتے تھے۔ اونکو جاگیروں اور منصبوں سے نوازتے تھے۔ اونکے لئے ضرورت کی چیزیں مہیا کرتے تھے۔
پھر اون کی تعظیم و تکریم اس درجہ کرتے تھے کہ دیکھ کر دوسروں کو حصول علم کی ترغیب ہوتی تھی۔ مغل
بادشاہوں نے جس تہذیب و تمدن کو جنم دیا اوس کا اثر دیرپا رہا۔ اون میں دینداری تھی۔ علم سے گہرا شغف تھا۔
مغل بادشاہوں کے خاندان میں تعلیم و تربیت کا یہہ پروگرام تھا کہ ہر بچے کے لئے ابتداءً قرآن مجید کی تعلیم
لازمی تھی۔ صرف ناظرہ پڑھنے ہی پر اکتفاء نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اوس کو حافظ و قاری بھی بنایا جاتا تھا۔ پھر قرآن
کے متعلقہ علوم سکھائے جاتے تھے۔ ان امور کی تکمیل کے بعد دوسرے علوم کی طرف توجہ کی جاتی تھی جس میں
فن خطاطی بھی شامل تھا۔ اس طریقہ تربیت کا اثر یہہ ہوتا تھا کہ ہر بچہ ایمان و اعتقاد میں راسخ اور عمل صالح
میں پیش پیش ہوتا۔ رہی سہی بشری کمزوریاں حد امکان تک ہم عصر علماء، صوفیا و بزرگان دین کی قابل تقلید
زندگی کو دیکھ کر دور کرلی جاتی تھیں۔ ہر بچہ کے لئے منفرداً حافظ و قاری و عالم اور خوشنویس الگ الگ مقرر
کئے جاتے تھے۔ جتنے شہزادے۔ شہزادیاں ہوتی تھیں ان سب کے لئے اس نوع کا انتظام لازمی طور پر کیا
جاتا۔ چنانچہ بوظفر بہادر شاہ کے عہد تک یہہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ یہہ عام طریقۂ عمل اس زمانے کے نظام
تعلیم کا ایک ایسا جزو لاینفک تھا کہ کوئی مورخ اس کا ذکر خصوصیت کے ساتھ نہیں کرتا۔ ورنہ بابر سے لیکر

بہادر شاہ ظفر تک اکثر افراد شاہی حافظ۔ قاری اور خوشنویس ہوئے ہیں۔ لیکن عام مورخین نے اون کی زندگی کے صرف سیاسی پہلو کو اجاگر کیا اور ان کی دینداری کو ناقابل اعتنا سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ مگر ادبی اور علمی تاریخ لکھنے والے اس حقیقت سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔

ف ۴۸۲ جن افراد کو خوب سے خوب تر کی جستجو ہوتی ہے اون کے طبائع کو فنون لطیفہ سے مناسبت خاص پیدا ہو جاتی ہے۔ حسن صوت کے مداح خطاطی میں بھی ایک جاذبیت پاتے ہیں۔ اسلام نے فنون لطیفہ کے ذوق کو قرات اور خطاطی کی جانب پھیر دیا تھا۔ اور صاحب ذوق حضرات نے اس میں بڑا کمال بتلایا ہے جس زمانہ میں مطبع کا وجود نہ تھا۔ خطاطان خوش رقم نے اشاعت کلام اللہ میں قابل قدر خدمت انجام دی ہے اکثر خوشنویس رسم الخط قرآنی سے وقفیت رکھتے تھے اور اس کا جاننا اجر عظیم سمجھتے تھے۔ مَنْ کَتَبَ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بحسن الخط فقد دخل الجنۃ (جس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خوش خطی سے لکھا وہ جنت میں داخل ہوا) ممکن ہے کہ ضعیف حدیث ہو حالانکہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس کو اتقان میں نقل کیا ہے مگر علماء کی دوات کی سیاہی شہیدوں کے خون کے برابر ہوگی۔ اس میں کیا شبہ کیا جا سکتا ہے۔ الٓمٓ کی تلاوت سے قاری بحساب فی حرف دس نیکیاں ۔ یعنہ تیس نیکیوں کا مستحق ہوتا ہے تو اس اصول کے پیش نظر جب ان حروف کی کتابت ہوتی ہے تو چونکہ ان کا نقش دیرپا ہوتا ہے اور پھر کتابت کے ساتھ ساتھ قرات عمل میں آتی ہے تو کاتب کے حق میں اجر یقیناً المضاعف ہونا چاہیئے کیونکہ کتابت کا فیض اشخاص سے گذر کر تا قیامت نسلوں تک جاری رہتا ہے۔ اس لحاظ سے کوئی وجہ نہیں کہ اس پر "مجازاۃ حسنیٰ" کا یہ قانون منطبق نہ ہو۔ کلام مجید کی کتابت کے بارے میں مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہی خیال رہا ہے۔ علمائے سلف نے علم دین کی کتابت کو بجا طور پر دین کا ایک جزء قرار دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عوام تو عوام سرزمین ہند میں صرف اورنگ زیب ہی ایسا بادشاہ نہیں گذرا ہے جس نے اپنے دست مبارک سے مصاحف لکھے جو آج بھی مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں بلکہ دولت اسلامیہ ہندیہ کے ابتدائی عہد میں ایسے سلاطین بھی گذرے ہیں جنھوں نے کتابت قرآن ہی کو فلاح معاش و معاد کا ذریعہ بنا یا تھا ناصر الدین بن شمس الدین التمش کے متعلق مشہور ہے کہ سال میں دو مصحف اپنے ہاتھ سے لکھ کر فروخت کرتا اور اس کی آمدنی قوت لایموت کا ذریعہ ہوا کرتی تھی۔ اورنگ زیب کے عہد حکومت کے باون سال اور سلطان ناصر الدین کے ۲۹ سال جملہ ۷۱ سال تک مملکت ہند نے اس حقیقت کا مشاہدہ کیا ہے کہ اورنگ حکومت کے اوپر اور چتر شاہی کے نیچے ان سلاطین کے ہاتھ سے قرآن لکھا گیا ہے۔ دنیا میں دیگر ادیان و مذاہب کے پیرو بھی سلاطین اور فرمانروا گذرے ہیں لیکن اونمیں ایسے نظائر نہیں مل سکتے۔ اسلامی سلاطین

کے اس عجیب و غریب ذوق کا نتیجہ تھا کہ شاہی خاندانوں میں ایسی خواتین بھی ملتی ہیں جنھوں نے چند سورتیں ہی نہیں بلکہ پورا قرآن شریف اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا۔ شاہجہاں نامے میں سال ہشتم کے سلسلے میں یہہ واقعہ بھی درج ہے کہ امیر تیمور کی حقیقی پوتی ملک شاہ خانم بن محمد سلطان میرزا بن جہانگیر مرزا بن امیر تیمور کے ہاتھ کا "خط ریحان" میں لکھا ہوا مصحف بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا جس میں خاتمہ پر "اسم و نسب بر رقاع نگاشتہ" (سیر المتاخرین) اس واقعہ سے صرف مصحف نگاری ہی کا پتہ نہیں چلتا بلکہ اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ شاہی خاندان کی بیگمات "سراپردہ عصمت" میں خطاطی کا فن کس درجہ کمال کو پہونچ گیا تھا آج عام مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا خواص میں بھی خط ریحان اور خط رقاع کی اصطلاحات نامانوس ہو چکی ہیں مگر ایک زمانہ تھا کہ سلاطین زادیوں کا یہہ شغلہ رہتا تھا۔

(ب) بابر نے بھی ایک مصحف اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظمہ بھیجا تھا جس کا ذکر ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ مسلمانوں نے فن کتابت کو ایسا کچھ اعزاز بخشا کہ اس میں کمال پیدا کرنا سلاطین وقت کے لئے بھی باعث مجد و شرف ہوا کرتا تھا۔ اسی چیز کو واضح کرنے مناسب سمجھا گیا کہ یہاں خوشنویسوں کا اجمالا ذکر کیا جائے تاکہ اوس زمانے کی علمی زندگی کا یہہ پہلو بھی واضح ہو جائے۔

ف ۴۸۳ خطاطی بڑا صبر آزما فن ہے۔ اس کے حصول میں طالب فن کو محنت شاقہ برداشت کرنی پڑتی ہے اوس میں ترقی تدریجی اور غیر محسوس طریقہ پر ہوتی ہے جب تک مستقل مزاجی کے ساتھ روزانہ مشق جاری نہ رہے اس فن میں دسترس حاصل نہیں ہو سکتی۔ عماد نے کہا ہے ؎

چہل سال عمرم بہ خط شد تلف ❊ نیامد سر زلف آسان بہ کف
ز مشق شبش ہر کہ غافل نشست ❊ چو رنگ حنا رفت خطش ز کف

شہزادوں اور امیر زادوں کے لئے جو کثیر المشاغل ہوتے تھے اور جن کا سارا وقت فن سپہ گری کے سیکھنے میں صرف ہو جاتا (جو اس عہد کا لازمہ تھا) بہ ظاہر ممکن نہ تھا کہ فن خطاطی میں مہارت پیدا کرنے کے لئے کچھ وقت نکال سکیں۔ مگر واقعات ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ میدان جنگ کے سورماؤں نے فن خطاطی میں بھی بڑا کمال پیدا کیا تھا ان میں سے بعض کے متعلق متن ہی میں اونکے نام کے ساتھ اس فن میں مہارت کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ یہاں دوسرے استادان فن اور اونکے شاگردوں کا حال اجمالا بیان کیا جاتا ہے۔

ف ۴۸۴ قرآن مجید میں نقاط و حرکات کے آغاز سے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ ابو الاسود الدؤلی نے حضرت علیؓ کے ایماء سے یہہ کام انجام دیا۔ بعضوں کی تحقیق ہے کہ یحییٰ بن یعمر نے بہ حکم حجاج بن یوسف یہہ کام آغاز کیا۔ بہر حال نقطوں اور حرکات لگانے کا کام خطاطوں کے سپرد رہا۔

(ب) خالد بن ابی الھیاج نے جو خط کوفی کا خوشنویس تسلیم کیا جاتا تھا۔ ولید بن عبد الملک کے زمانے میں سورۂ والشمس کو طلائی روشنائی سے لکھ کر خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا جسے خلیفہ نے بہت پسند کیا اور خوشنویس کو انعام دیا۔

(ج) عمر بن عبد العزیز نے اوسی کاتب سے پورا کلام اللہ لکھنے کی فرمایش کی۔ کتابت کی تکمیل کے بعد جب خوشنویس نے مطلا قرآن مجید پیش کیا تو اوس کو انعام دیا گیا۔

(د) ابو یحییٰ ملک بن دینار بھی مشہور خوشنویس تھے جو اجرت سے قرآن شریف کی کتابت کر کے خواہشمندوں کو دیا کرتے تھے۔

مشاہیر خطاط

۴۸۵ خط کوفی کے بعد خط نسخ کا رواج ہوا۔ ابو علی محمد حسین ابن مقلہ جنھوں نے راضی باللہ اور بعد کے تین بادشاہوں کے زمانے میں وزارت کا کام انجام دیا۔ نسخ کے پہلے موجد مانے گئے ہیں۔ اونکی وفات ۳۲۷ھ میں واقع ہوئی۔ ۳۲۱ھ میں اون کا لکھا ہوا چھوٹا حمائل رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ہندوستان میں یہہ نایاب نسخہ بہت قابل قدر ہے۔

(ب) نسخ کے بعد نستعلیق کا رواج ہوا۔ ضیاء الحق حسام الدین جلبی جو مولانا روم کے مرید تھے۔ خط نستعلیق کے ماہر تھے اونکے بعد جو مشہور خطاط ہوئے اون کی فہرست ذیل میں درج ہے۔ خواجہ ذو الفقار۔ خواجہ ہمام الدین (جو سعدی کے ہم عصر تھے جن کی وفات ۷۱۳ھ میں واقع ہوئی) اونکے بعد نظام الملک طوسی خواجہ نصیر الدین طوسی۔ سلطان اویس۔ یاقوت مستعصمی۔ جن کا پورا نام ابو مجد جمال الدین یاقوت تھا۔ یہہ مستعصم باللہ کے زمانے میں تھے۔ ۶۹۸ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کی تعریف میں کسی نے کہا ہے۔ ؎

مہر بر کلک تو در کشف مشکلات خطوط ؛ چنانکہ نغمۂ داؤد در ادائے زبور

یہہ نسخ کے بہترین خطاط تھے کوئی خطاط اون کا حریف نہ ہو سکا۔ اونکے نوشتہ قرآن شریف جو ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اون کا ذکر جا بجا آئے گا۔ خواجہ عبد الحی۔ ملک معز الدین محمد غوری جن کے بارے میں تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ "خوشنویس قوی دست بود" آل مظفر حاکم شیراز و فارس۔ شاہ منصور (ممدوح حافظ شیرازی) میر علی تبریزی۔ شاہزادہ بایسغر بن شاہ رخ۔ سلطان ابراہیم بن شاہ رخ۔ مولانا محمد کاتبی نیشاپوری مولانا سیمی۔ یحییٰ واسطی۔ میر کاتب علی کامرانی۔

۴۸۶ بہلول لودھی کے زمانے میں خواجہ عبد اللہ مروارید رقم ابن خواجہ شمس الحق وزارت کے منصب پر فائز رہے۔ وفات ۹۰۰ھ میں ہوئی۔

(ب) بابر خوشنویس تھا جس نے کلام اللہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظمہ روانہ کیا۔

(ج) ہمایون کے زمانے میں خواجہ سلطان علی نامور خطاط گذرے ہیں۔

ف ۴۸۷ اکبر کے زمانے میں خوشنویسوں کی کثرت ہو گئی تھی۔ عبدالصمد شیریں رقم[۲۳] اکبری دربار کے خطاط تھے۔ اشرف خان[۲۴] اکبری دربار کے امیر کبیر تھے۔ میر عبدالرحیم[۲۵] خانخانان خلف بیرم خان بھی اچھے خطاط تھے

(ب) میرزا ایرج[۲۶] و مرزا داراب[۲۷] فرزندان خانخانان عمدہ خطاط تھے۔ ٹوڈرمل کھتری[۲۸] "چابک دست بود" محمد حسین[۲۹] کشمیری جن کا ذکر آئین اکبری میں ہے۔ مرزا فتح اللہ[۳۰] شیرازی جو شیراز سے دکن آئے اور دکن سے سنہ ۹۹۰ھ میں دربار اکبری میں آکر ملازم ہوئے۔ یہہ سب کے سب اچھے خطاط تھے۔ فتح اللہ شیرازی کی وفات سنہ ۹۹۷ھ میں ہوئی۔

ف ۴۸۸ جہانگیر کے زمانے میں شہزادگان نے اس فن میں خاصی دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ خسرو بن جہانگیر[۳۱] سلطان پرویز بن جہانگیر[۳۲]۔ شہزادہ خرم[۳۳] یعنے شاہ جہان نے فن خطاطی میں مہارت حاصل کی تھی۔

(ب) میر عمادالدین[۳۴] قزوینی اصفہان میں عہد شاہ عباس ثانی کے خطاط تھے۔ جن کو بادشاہ نے ناراض ہو کر سنہ ۱۰۲۴ھ میں قتل کرا دیا۔

(ج) خلیل اللہ شاہ[۳۵] عراق کے مشہور خطاط ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں ہندوستان آئے تھے۔

ف ۴۸۹ شاہ جہاں چونکہ خود خطاط تھا اس نے اپنے دور حکومت میں خطاطوں کی سرپرستی کی۔ ملا باقر[۳۶] کشمیری۔ محمد حسین[۳۷] کشمیری۔ مقصود علی[۳۸] میر محمد کاشی۔ حافظ عبداللہ[۳۹]۔ شکر اللہ[۴۰]۔ محمد مقیم[۴۱] "ہر سہ در خط نستعلیق و نسخ و شکستہ کوس کتابت نواختند"

(ب) عبدالرشید دیلمی[۴۲] عرف آقا رشید ہمشیرزادہ و شاگرد میر عماد جب ہندوستان آئے تو داراشکوہ کے استاد مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ میر اشرف[۴۳] خواجہ سرا۔ سعیدا[۴۴] ی اشرف۔ عبدالرحمن[۴۵]۔ میر حاجی[۴۶] یہہ سب عبدالرشید دیلمی کے ممتاز شاگرد تھے۔

ف ۴۹۰ اورنگ زیب[۴۷] خود ایک اچھا خطاط تھا۔ اس لئے اسنے بھی خطاطوں کی قدر کی۔ اسی عہد میں سید علی[۴۹] الحسینی جواہر رقم تبریزی ہندوستان آئے۔ شمس الدین[۵۰] علی خان جواہر رقم تبریزی پسر دوم سید علی خان مشہور و معروف خطاط تھے۔

(ب) ہدایت اللہ[۵۱] زریں رقم دہلوی جنھوں نے پہلے محمد حسین کشمیری کی اور بعد ازاں سید علی خان کی شاگردی کی۔ ہدایت اللہ کام بخش کی استادی پر مامور ہوئے۔ میر محمد باقر[۵۲] عالمگیر کے خصوصی خوشنویس تھے۔ انکے علاوہ محمد زاہد[۵۳]۔ میر محمد معین[۵۴] خلف عبدالرشید دیلمی۔ میر ابوالحسن[۵۶] عرف میر کلن سب شہرۂ آفاق خطاط تھے۔

ف ۴۹۱ فرخ سیر کے زمانے میں حاجی نامدار[۵۷] شہزادوں کے استاد مقرر ہوئے۔ احمد شاہ و عالمگیر ثانی کے وزیر عمادالملک غازی الدین[۵۸] خان پسر نظام الملک بہت اچھے خطاط تھے۔ شاہ عالم کے زمانے میں قاضی عصمت اللہ[۵۹] خان

نسخ میں باکمال خطاط تھے۔ حمایل شریف کی کتابت کیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۱۸۶ھ میں انکی وفات ہوئی۔ حافظ محمد علی[۶۰] میرزا جوان بخت کے استاد تھے۔ حافظ عبدالغنی[۶۱] پسر حافظ محمد علی جوان بخت کے فرزندوں کے اور مولوی محمد خلیل[۶۲] مرزا زخندہ بخت کے استاد تھے۔

ف ۴۹۲ شجاع الدولہ کے زمانے میں لکھنؤ میں جو مشہور خطاط ہوئے انکے نام ذیل میں درج ہیں میر محمد عطا حسین[۶۳] طغرا نویس۔ سید اعجاز[۶۴] رقم خان۔ خلیفہ سلطان[۶۵] شاگرد شیخ نور۔ حافظ نور اللہ[۶۶] حافظ خورشید اللہ برادر حافظ نور اللہ (ب) آصف الدولہ کے زمانے میں دو میرزا[۶۹] علی۔ میرزا محمد[۶۹] علی زرین رقم تھے۔

ف ۴۹۳ اکبر ثانی کے زمانے میں فیض اللہ[۷۱] برادر عصمت اللہ کلام مجید لکھتے تھے۔ حافظ ابوالحسن[۷۲] شاگرد عصمت اللہ[۷۳] اکبر ثانی کے استاد رہے۔ حافظ مسعود[۷۴] شاگرد قاضی عصمت اللہ نواب ضابطہ خان نجیب الدولہ کی سرکار میں تھے عنایت اللہ[۷۵] قاضی عصمت اللہ چاندنی چوک میں بیٹھا کرتے تھے۔

ف ۴۹۴ بہادر شاہ کے زمانے میں مندرجہ ذیل خطاط لال قلعہ کے اندر بہت مشہور ہوئے۔ حافظ ابراہیم حافظ بقاء اللہ[۷۶] پسر حافظ ابراہیم۔ محمد جان[۷۷] بن میاں محمد عاشوری ملا۔ جو ابوظفر بہادر[۷۹] شاہ کے استاد تھے۔ سید محمد امیر[۸۰] شاہ جہان آبادی تھے۔ غدر میں گولی لگنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ آغا مرزا[۸۱] شاگرد سید محمد امیر حاد اللہ[۸۲] بیگ پسر عبداللہ بیگ شاگرد سید محمد امیر۔ بدرالدین[۸۳] علی خان مرصع رقم شاگرد شیخ محمد یار[۸۴]۔ خواجہ غلام نقشبند[۸۵] خان خلف خواجہ یوسف نستعلیق میں یکتائے روزگار تھے۔ میر سوز[۸۶] بھی یگانۂ روزگار مانے گئے۔ لہ

(ب) چونکہ خطاطوں کو کتابت قرآنی سے قریب کا لگاؤ ہوتا ہے اس لئے اجمالی بیان یہاں دیا گیا۔ اس کے بعد عہد بابر کے قراء کے انفرادی حالات کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

ظہیر الدین محمد بابر سنہ ۹۳۲ھ تا ۹۳۶ھ

ف ۴۹۵ عالم و ادیب تھا۔ عالموں کی قدر کرتا تھا پوری زندگی مصائب میں گذری مگر پست ہمت نہ ہوا۔ عالی ہمت۔ بلند حوصلہ۔ عزائم بلند رکھنے والا۔ دھن کا پکا۔ وعدے کا پابند۔ ایک بہادر سپاہی۔ مذہب کا پابند نماز کبھی قضا نہیں کی۔ ہر جمعہ کو پابندی سے روزہ رکھتا (فرشتہ) روزانہ تلاوت کا پابند۔ خوشنویس بھی تھا۔ جیسا کہ کہیں ذکر کیا گیا ہے۔ ایک قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہ معظمہ بھجوایا۔

مقری مولانا شعیب دہلوی

ف ۴۹۶ والد کا نام ملا منہاج۔ لاہور میں پیدا ہوئے۔ لڑکپن ہی میں والد دہلی آگئے تھے۔ آپ بڑے عابد و زاہد۔ عالم و فاضل بزرگ تھے کم سنی

لہ تذکرہ خوشنویسان از مولانا غلام محمد ہفت قلم۔ و تذکرہ خطاطین از میرزا سنگلاخ

سے تجوید و قراءت کا شوق رہا۔ خوش الحان بھی تھے۔ جب آپ قرآن شریف کی تلاوت کرتے تو لوگ سننے کے لئے اکٹھا ہو جاتے۔ جب تک ختم نہ کر لیتے جا نہیں سکتے تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں "عالم و عامل بود در زمانے کہ او قرآن خواندے ہیچ کس را مجال عبور از آن راہ بنودے اگرچہ بارگران برسر داشتے ایستادہ شدہ و تمتع نمودے۔

(ج) بڑے موثر واعظ بھی تھے۔ اکثر لوگوں کو آپ سے فیض پہونچا ہے۔ ابراہیم لودھی اور بابر کے زمانے میں دہلی میں سکونت پذیر رہے۔ ۹۳۶ھ میں وفات ہوئی۔ مزار دہلی میں حوض شمسی کے قریب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مقبرے کے مغربی جانب ایک گنبد میں واقع ہے۔

مقری شیخ ابوبکر لاہوری | ف ۴۹۷ھ آپ لاہور کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں تجوید و قراءت سیکھی تھی۔ مدت العمر تجوید کا درس دیتے رہے۔ دسویں صدی کے اوائل میں آپ کا مدرسہ قراءت کیلئے لاہور بھر میں مشہور تھا۔ آپکے شاگردوں میں ممتاز قاری شیخ حسین لاہوری تھے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

حافظ شیخ احمد بن سید جعفر راوی ہفت قراءت | ف ۴۹۸ھ آپ سید جعفر شیرازی کے فرزند تھے[۱] ۸۵۲ھ میں بہ مقام پٹن پیدا ہوئے بارہ سال کی عمر میں احمد آباد آئے۔ قراءت سبعہ کی تحصیل والد سے کی۔ پھر درس و تدریس میں لگے رہے۔ نود سال کی عمر میں ۹۴۲ھ میں وفات ہوئی۔ احمد آباد میں دفن ہوئے۔

قاری سید جلال بن سید احمد | ف ۴۹۹ھ سید جلال بن سید احمد عرف میران جلال اچھے قاری تھے والد سے تجوید و قراءت سیکھی۔ قرآن شریف سے بیحد شغف تھا۔ خاندانی روایات کو برقرار رکھا۔ وفات ۹۴۲ھ میں ہوئی۔

---

[۱] سادات شیرازی کے حالات سید احمد بن رفیع الدین نے ۱۰۳۲ھ میں قلمبند کئے۔ جو خاندانی قلمی کتابوں کے ساتھ قاضی نورالدین قاضی بھیروچ کے پاس محفوظ ہیں۔ اس کتاب کا نام "ملفوظ احمدی ورفیعی" ہے۔ دوسری تصنیف "تذکرۂ سادات شیراز" کے نام سے قاضی نورالدین موجودہ قاضی کے دادا نے ۱۲۸۵ھ میں لکھی تھی۔ یہہ دونوں کتابیں میں نے دیکھی ہیں اور قاضی صاحب کی اجازت سے ان کے اقتباسات یہاں درج کئے ہیں۔

مقری شیخ عبدالقدوس گنگوہی

ف ۵۰۰ ٨٦١ھ میں بہلول لودھی کے عہد میں بمقام گنگوہ پیدا ہوئے ذہین وطباع تھے۔ لڑکپن ہی میں علوم سے فارغ ہوئے۔ زاہد وعابد تھے ایک عرصہ تک تجوید وقرات باقاعدہ نہیں سیکھی تھی، اپنا ایک خواب بیان کرتے ہیں! "میں نے دیکھا کہ حضور اکرم کے سامنے بیٹھا ہوں۔ دو آدمی قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ حضور نے فرمایا اس طرح نہ پڑھو۔ پھر خود حضور اکرم نے پڑھکر سنایا تاکہ میں قرات کا علم سیکھ لوں۔ نیز یہہ بھی دیکھا کہ آپ اپنی زبان مبارک میرے منھ میں ڈال رہے ہیں وہ بھی اس لئے کہ میں قرات کا علم سیکھ لوں"۔ پس اس زیارت کے بعد آپ نے تجوید کی طرف توجہ کی۔ شیخ سلیمان مندوی کی خدمت میں حاضر ہوکر اس فن کی تکمیل کی اور اوس میں کمال حاصل کیا۔ ایک رسالہ "زوائد القرات" کے نام سے لکھا جو طبع نہو سکا۔

(ب) شیخ کے اس خواب سے بھی تجوید کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نیز یہہ کہ جو اصحاب خاص صلاحیتوں کے حامل ہوتے ہیں اون کا تجوید وقرات سے نابلد رہنا حضور اکرم گوارا نہیں فرماتے۔ چنانچہ حصول علم کی راہیں کھول دی جاتی ہیں۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی وفات شیر شاہ سوری کے عہد میں ۹۴۵ھ میں ہوئی۔

مقری حافظ سید محمد ابراھیم ابن احمد ابن حسن بغدادی

ف ۵۰۱ آپ شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد سے تھے۔ آپکے والد بغداد میں سجادہ نشین تھے آپ ۹۱۵ھ میں ایران ہوتے ہوئے ہندوستان آئے۔ ملتان۔ لاہور۔ دہلی اور جھانسی ہوتے ہوئے کالپی پہونچے جہاں چند سال قیام کیا پھر واپس چلے گئے۔ آپ راوئی ہفت قرات تھے۔ آپ کی ذات سے عوام کو بہت فیض پہونچا۔ مخدوم نظام الدین کاکوروی نے بھی آپ سے استفادہ کیا اور سند حاصل کی۔

مقری امیر ابراھیم بن معین الدین ایرجی ثم دہلوی

ف ۵۰۲ والد کا نام معین الدین بن عبدالقادر حسینی پیدائش بمقام ایرج علاقہ مالوہ میں ہوئی۔ بچپن ہی میں علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ تجوید وقرات کی تعلیم بھی پائی۔ شیخ بہاوالدین قادری شطاری کے مرید وخلیفہ ہوئے علم وفضل۔ زہد وتقویٰ میں کمال حاصل تھا۔ ہر شعبۂ علم کی کتابیں آپ تنہائی میں مطالعہ کرتے۔ سکندر لودھی کے زمانہ یعنے ۱۲۰ھ میں دہلی آئے۔ صاحب تذکرہ علمائے ہند فرماتے ہیں " در دہلی ہیچ کس بہ دانش او نبودے۔" اکثر اودھ کا دورہ کرتے رہتے تھے۔

(ب) مخدوم نظام الدین کاکوروی آپکے مرید ہوئے۔ امیر ابراہیم کو مخدوم نظام الدین کی تجوید وادائی بہت پسند تھی۔ خود قاری ہونے کے باوجود مخدوم صاحب ہی کو امامت کے لئے بڑھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان کی ادائی خوب ہے۔ جب حافظ سید محمد ابراھیم ابن احمد ابن حسن، بغدادی (جن کا تذکرہ فقرہ

(۵۰۱) میں درج ہے) ہندوستان تشریف لائے تو آپ ہی کے پاس کالپی میں مقیم رہے۔

(ج) ۹۵۳ھ میں انتقال ہوا۔ مزار سلطان المشائخ کے روضے میں امیر خسرو کے پائین میں جانب جنوب حجرۂ محراب بزرگ میں واقع ہے۔

(تذکرۂ علمائے ہند از رحمٰن علی و تاریخ اولیائے صوبہ دہلی از رکن الدین نظامی)

قاری سید رفیع الدین صفوی اکبرآبادی | ف ۵۰۳ حسنی و حسینی سید ہیں۔ شیراز کے قریب ایک قصبے کے باشندے تھے۔ اولاً وطن ہی میں علوم کی تحصیل کی۔ پھر شیخ حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شاگرد ابن حجر عسقلانی سے حدیث و تجوید و قرات سیکھی۔ پھر ہجرت کر کے حرمین شریفین چلے گئے۔ ایک عرصہ وہاں گذار کر عراق و عرب میں سیاحی کرتے رہے۔ دہلی ہوتے ہوئے آگرہ پہونچے سکندر لودھی کی علمی قدر دانی کی وجہ سے آگرہ میں قیام کیا۔ سکندر لودھی۔ ابراہیم لودھی۔ بابر۔ ہمایون۔ شیرشاہ سلیم شاہ۔ چھ بادشاہوں کا آپ نے زمانہ دیکھا۔ سب آپ کی عزت کرتے تھے۔ آپ کی خانقاہ۔ مسافرخانہ اور آپ کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ ہزاروں علماء۔ فضلاء۔ غربا اور امراء دور دراز ملکوں سے آکر آپ کی خانقاہ میں فروکش رہتے۔ جہاں ہمیشہ تجوید و حدیث کے درس کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ وفات ۹۵۴ھ میں ہوئی۔ محلہ بلبن گنج آگرہ میں مزار ہے۔ (بوستان اخیار از سید احمد مارہروی)

صدر المجودین حافظ شیخ عبدالملک اکبرآبادی | ف ۵۰۴ والد کا نام شیخ عبداللہ ابن شیخ صالح ابن محمود غزنوی خالدی۔ وطن غزنین۔ ولادت ۸۲۶ھ حصول علم کے شوق میں وطن سے نکل کر ہری پہنچے۔ حافظ محمود تاباداتی کی خدمت میں کلام ربانی حفظ کیا۔ اس کے بعد حافظ عثمان ہروی کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم و فنون خصوصاً قرات سبعہ میں کمال پیدا کیا پھر شیخ زین الدین خوافی سے بیعت ہو کر خلافت لی۔ جب آپ کی بزرگی کا شہرہ سلطان سکندر لودھی تک پہونچا تو اس نے متواتر عرضداشتیں بھیجکر آپ کو طلب کیا۔ جب آگرہ تشریف لائے تو بیحد تعظیم و تکریم کی۔ اگرچہ آپ نے آگرہ میں سکونت اختیار کی مگر نہ جاگیر لی اور نہ وظیفہ قبول کیا اور نہ اس کے کسی جانشین سے کچھ حاصل کیا۔ آپ کلام ربانی سات قرات اور چودہ روایت سے تلاوت فرماتے تھے۔ خواہ درویش ہو خواہ مالدار سب کو حسبتاً للہ تعلیم دیتے۔ بے شمار لوگوں کو آپ کی ذات بابرکات سے فیض پہنچا۔ ایک سو تیس سال کی عمر میں ماہ رجب ۹۵۶ھ میں وفات پائی۔ آگرے میں دفن ہوئے۔

(ب) آپکے فرزند شیخ محمد خالدی نے آپ ہی کے نقش قدم کی اتباع کی۔ آپ کے شاگرد عبدالکریم بصیر بھی راوی ہفت قرات تھے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

قاری شیخ حسن انصاری شیرازی ثم اکبرآبادی ف ۵۰۵ والد کا نام شیخ محمود انصاری علوم درسی کی تحصیل شیراز میں کی۔ خوشنویسی میں کمال حاصل کیا۔ جب شاہ اسمٰعیل نے لوگوں کو امامیہ مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا تو آپ والدہ کو ساتھ لیکر حرمین شریفین چلے گئے۔ ایک عرصہ تک قیام کرکے فن تجوید و قرات اور علم حدیث کی تحصیل کی۔ وہاں سے بحری راستے سے سلطان مظفر گجراتی کے زمانے میں احمدآباد تشریف لائے۔ یہاں چند روز قیام کیا۔ جب سلطان سکندر لودھی نے آگرہ بسایا تو آپ احمدآباد سے آگرہ آگئے۔ سلطان نے نہایت دلجوئی اور تعظیم و تکریم سے آپ کو آگرے میں ٹھیرایا۔ آپ قرآن و حدیث کی کتابت سے قوت بسری فرماتے تھے۔ اور درس و تدریس میں لگے رہتے تھے ۱۸ رجب ۹۵۶ھ کو وفات پائی۔ احاطہ کچھری دیوانی میں عظیم الشان گنبد میں دفن ہوئے۔ مگر اب تعویذ تربت بھی باقی نہیں رہا۔ (بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی)

قاضی قاضن السندھی ف ۵۰۶ والد کا نام ابن سعید بن زین الدین البھری۔ بھکر علاقہ سندھ میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن و تجوید و قراءت کی تکمیل کے بعد فقہ۔ حدیث و تفسیر و تصوف جیسے علوم کی تحصیل کی۔ سفر کی طرف بہت مائل تھے۔ چنانچہ حرمین شریفین کی زیارت اور بلاد اسلامیہ کے سفر کے بعد اپنے وطن واپس آئے۔ حسین شاہ نے بھکر کی قضاءت کی سند دی۔ ایک عرصہ تک قضاءت و درس و تدریس کا کام انجام دیا۔ وفات ۹۵۰ھ میں ہوئی (نزہت الخواطر جلد چہارم)

قاری حسام الدین برہان پوری ف ۵۰۷ آپ کے والد کا نام عبدالملک۔ جونپور سے آکر برہان پور میں مقیم ہوئے۔ آپ کا خاندان علمی تبحر میں ممتاز تھا۔ شیخ باجن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خود بڑے عابد و زاہد تھے۔ آپ کے فرزند شیخ علاء الدین علی متقی بھی بڑے عالم و فاضل و مایہ ناز بزرگ گذرے ہیں۔ قاری حسام الدین کا انتقال ۹۶۰ھ میں ہوا۔ برہان پور میں دفن ہوئے
(تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی)

قاری شاہ فضل اللہ کاشانی گجراتی ف ۵۰۸ مظفر شاہ کے زمانے میں ایک جید قاری شاہ فضل اللہ جو کاشان کے رہنے والے تھے احمدآباد آئے۔ شاہ غزنین سے ارادت پیدا ہوئی۔ انھیں کے خانقاہ میں رہنے لگے۔ ادن ہی سے خلافت حاصل کی۔ ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ ۹۴۶ھ میں محمود شاہ ثالث کے زمانے میں انتقال ہوا۔ احمدآباد میں دفن ہیں۔

قاری حافظ شیخ حسن ابن موسیٰ احمدآبادی ف ۵۰۹ والد کا نام شیخ موسیٰ۔ ولادت احمدآباد میں ہوئی۔ لڑکپن میں تجوید و حفظ کی تکمیل کی۔ پھر علوم

درسیہ کی طرف توجہ کی۔ اچھے عالم ثابت ہوئے۔ تمام عمر درس و تدریس میں گذار دی۔ ۱۱ رجب ۹۶۳ھ کو وفات پائی۔ احمد آباد میں دفن ہوئے۔

ابراہیم قطب شاہ ۹۵۷ھ تا ۹۸۸ھ

ف ۵۱۰ ابراہیم قطب شاہ کو اشاعت علم سے بڑی دلچسپی تھی اور سکے زمانے میں حسین شاہ ولی نے ایک بڑا مدرسہ گولکنڈہ میں قائم کیا جس میں طلبار کی تعلیم و اقامت کا انتظام تھا۔ حسین شاہ ولی اس مدرسے کے صدر تھے گولکنڈہ میں اب بھی اس مدرسے کے کھنڈر قابل دید ہیں۔ حسین شاہؒ کی درگاہ قطب شاہی گنبدوں سے پرے لنگم پلی کے راستے پر واقع ہے۔

مقری حافظ شیخ علاء الدین علی متقی

ف ۵۱۱ شیخ علی متقی ابن شیخ حسام الدین ابن عبد الملک المتقی القادری الشاذلی والمدنی الچشتی۔ آبائے کرام جونپوری تھے آپ بمقام برہان پور ۸۸۵ھ میں تولد ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں آپ کے والد آپ کو شیخ باجن کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت نے دعا دی۔ چند ہی روز کے بعد والد کا انتقال ہوگیا۔ جوانی میں شیخ عبد الحکیم بن شاہ باجن کی خدمت میں حاضر ہوکر خرقۂ چشتیہ پہنا۔ ملتان پہونچے تو شیخ حسام الدین متقی کی خدمت میں رہکر علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ حافظہ بہت قوی تھا۔ ایک جید عالم ہوئے۔ کچھ روز احمد آباد میں قیام کیا

(ب) ایکمرتبہ آپ کو خیال ہوا کہ انصاف رسانی کا ثواب بے شمار ہے اس لئے یہہ کام انجام دینا چاہیئے نیز یہہ تجربہ بھی مقصود تھا کہ شغل دنیا اور حضوری و جمعیت قلب ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ سلطان محمود نے جب یہ سنا تو بہت خوش ہوا اور آپ کو دار العدالت کا صدر مقرر کیا۔ حضرت کی نرمی دیکھکر ماتحت عہدیداروں نے رشوت لینی شروع کر دی۔ بادشاہ کو خبر پہونچی کہ علی متقی نے رشوت لینی شروع کردی ہے مگر اوس کو باور نہ آیا۔ لوگوں نے حضرت سے بھی اس کا ذکر کیا۔ آپ نے اصلاح کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ تو عصا اٹھاکر روانہ ہوگئے فرمایا کہ "این ہر دو کار جمع نمی شود"۔ چند روز کے بعد آپ ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے گئے وہاں مقری ابو الحسن بجکری۔ بعد ازاں مفتی حرم محترم شیخ القرار ابن حجر مکی پھر شیخ القرا، شیخ محمد بن محمد السخاوی کی شاگردی کی۔ قراءت و حدیث و فقہ کی تکمیل کے بعد تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ آپکی ذات ایک عرصہ تک مرجع خلائق رہی۔ ۵۱ہ

۵۱ہ شیخ علی متقی کے حالات کیلئے ملاحظہ ہو اخبار الاخیار از شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۲) مآثر الکرام از غلام علی آزاد بلگرامی (۳) تاریخ برہانپور از خلیل الرحمن برہانپوری (۴) تحفۃ الکرام از علی شیر قانع (۵) مراۃ احمدی جلد دوم

(ج) آخر میں آپکے استاد شیخ ابن حجر مکی سلہ خود کو "تلمیذ می خواند و رسم ارادت بجا آورد" (مآثر الکرام از غلام علی آزاد) اقصائے عالم کے متعدد عالموں نے فقہ و حدیث میں آپ سے درس حاصل کیا۔ بیس سال کی محنت سے آپ نے کنز العمال ترتیب دی۔ شیخ ابوالحسن فرماتے تھے کہ جلال الدین سیوطی کا احسان اہل عالم پر ہے اور شیخ علی متقی کا احسان سیوطی پر ہے۔" علمائے حجاز آپکے کمال علم و فضل و ولایت و کرامت پر اتفاق رکھتے تھے۔ آپ اپنی زندگی میں اتباع سنت کا بدرجہ اتم خیال رکھتے تھے۔

(د) ۲ جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ کو (۹۰) سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے وہاں کا عام رواج یہی ہے کہ ایک قبر میں چند ماہ کے فصل سے کئی میتیں دفن کی جاتی ہیں کیونکہ اس سرزمین کی خاصیت ہے کہ تین چار ماہ میں اجزائے بدن مٹی میں مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔ حضرت کے انتقال کے چودہ پندرہ سال کے بعد آپ کے برادر زادہ سید احمد کا انتقال ہوا تو رواج کے مطابق آپ کی قبر جدید میت کو دفن کرنے کے لئے جب کھولی گئی تو جسم مبارک مع کفن کسی تبدیلی کے بغیر جوں کا توں پایا گیا۔ سلہ

ف ۵۱۲ علی متقی علم اور طالب علموں کی خدمت کو عبادت کا ایک جزو تصور کرتے تھے۔ طلباء میں کتابیں اور قلمیں مفت تقسیم کرتے تھے۔ حد یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے سیاہی تیار کر کے اہل علم میں تقسیم کیا کرتے تھے درس دیتے وقت ہاتھ سیاہی گھوٹنے میں مصروف رہتا۔ اس زمانے میں کتابوں کی فراہمی ایک مشکل مسئلہ تھا اس لئے علی متقی نادر کتابیں جمع کرتے۔ جہاں اور جس ملک کو ضرورت ہوتی روانہ کر دیتے۔ نیز نادر کتابوں کی نقلیں کراتے۔ ضرورتمندوں کو دیتے۔ مولانا مناظر احسن مرحوم نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں نادر کتب کی فراہمی کا بڑا ذریعہ حضرت شیخ کا یہ طرز عمل بھی ہوگا۔

(ب) علی متقی بڑے اچھے خوشنویس بھی تھے۔ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ نے قرآن شریف اپنے

سلہ شیخ ابن حجر مکی کا پورا نام شیخ شہاب الدین تھا۔ اکابر علمائے متاخرین میں سے تھے۔ ۹۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ صغر سنی میں والد کا انتقال ہوا۔ شمس الدین ابن حمائل و شمس الدین نیشاپوری کے زیر تربیت رہے جامع ازہر میں داخل ہو کر حفظ قرآن و قرات سبعہ کی تکمیل زکریا الانصاری سے کی جو ایک واسطے سے الجزری کے شاگرد تھے۔ حدیث میں مستند علماء سے اجازت حاصل کی۔ دو مرتبہ حج کیا۔ دوسرا حج ۹۴۰ھ میں ادا کیا اسکے بعد مکہ معظمہ میں مقیم ہو کر تدریس و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ ۹۷۴ھ میں وفات پائی۔

سلہ ملاحظہ ہو تاریخ برہان پور از خلیل الرحمٰن برہان پوری

ہاتھ سے لکھا جو صرف ایک ورق پر ہے۔

ف ۵۱۳ حضرت کے شاگرد کثیر التعداد تھے جن میں سے جو ہندوستان میں مشہور ہوئے وہ یہہ ہیں:۔ (۱) عبدالوہاب متقی (۲) شیخ محمد طاہر قاضی القضات عبدالوہاب بھورا۔ (۳) شیخ ابو محمد المعروف بہ ابوجیو ابن شیخ خضر (۴) شاہ محمد فضل اللہ نائب رسول اللہ۔ یہہ سب چوٹی کے عالم و فاضل و قاری تھے۔

مقری ملا حکیم سندھی

ف ۵۱۴ سندھ کے باشندے تھے۔ جید قاری تھے۔ ۹۸۸ھ میں آپ برہانپور پہونچے۔ بہت جلد آپ کی شہرت دور دور پہونچ گئی۔ تجوید و قراءت کا درس دیا کرتے تھے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے قراءت سیکھی اون میں سے مشہور شاگرد حافظ قاری جند اللہ برہانپوری تھے۔

قاری شیخ ابو محمد المعروف بہ ابوجیو اسیر گڑھی

ف ۵۱۵ میران محمد شاہ فاروقی کے عہد سلطنت میں شیخ بہاء الدین احمد آباد سے برہان پور آکر قلعہ اسیر گڑھ میں سکونت پذیر ہوئے۔ ۹۲۸ھ میں ابوجیو تولد ہوئے۔ گیارہ برس کی عمر میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ حفظ کیا۔ سترہ برس کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت پائی شاہ جلال بن شاہ نظام الدین سے سلوک لے کیا۔ نوسال تک سخت عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ قائم اللیل و دائم الصوم تھے۔ کچھ عرصہ تک جذب غالب رہا۔ شیخ جلال الدین کی وفات کے بعد حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے مکہ معظمہ میں علی متقی کے حلقہ تعلیم و تلقین میں شریک رہے۔ واپسی پر برہان پور میں قیام کیا۔ آپ خوش الحان بھی تھے۔ جب قرآن سناتے تو لوگوں پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ آپ کی وجہ سے برہان پور میں قراءت کا خوب چرچا رہا۔ ۹۹۲ھ میں برہان پور ہی میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہیں۔ [۱۵]

علی عادل شاہ اول ۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ

ف ۵۱۶ تعلیم و تعلم سے گہرا شغف تھا۔ علماء کی قدر کرتا تھا۔ ایک مدرسہ ۹۷۴ھ میں بیجاپور میں قائم کیا جس میں قراءت و تفسیر و حدیث و فقہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ جہاں کے اساتذہ نامی گرامی علماء تھے۔ شیراز سے ملا فتح اللہ شیرازی کو بلاکر صدر مدرس مقرر کیا۔ ملا صاحب کیلئے چالیس ہزار اشرفیاں بھیجی گئی تھیں دو تین سال رہکر ملا فتح اللہ اکبر بادشاہ کے پاس چلے گئے جہاں ۹۹۶ھ میں اون کا انتقال ہوا۔

(ب) کنز المعانی فی شرح حرز الامانی (تصنیف جعبری) کا قلمی نسخہ حال میں رامپور کے کتب…

---

۱۵ تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی (تاریخ برہان پور از محمد خلیل الرحمٰن

سے دہلی منتقل ہوا۔ اوس پر ایک تحریر ہے جو سنہ ۹۶۶ھ بمقام بیجاپور لکھی گئی تھی۔ یعنی اس سنہ میں یہہ کتاب بیجاپور میں تھی اوس کے بعد یہہ نسخہ مدینہ منورہ روانہ کیا گیا۔ وہاں سے دمشق میں منتقل ہوا۔ ان مقامات پر تحریر سنہ ۹۷۹ھ میں لکھی گئی۔

جلال الدین محمد اکبر سنہ ۹۶۳ھ تا سنہ ۱۰۱۴ھ

ف ۵۱۷ اس خوش قسمت بادشاہ کے عہد میں علم و ادب کو بہت فروغ ہوا۔ بڑے بڑے اساتذہ فن آگرہ اور دربار شاہی میں جمع تھے۔ اکبر نے کئی مدرسے قائم کئے۔ ایک آگرہ میں۔ ایک فتح پور سیکری میں جس کی بناء سنہ ۹۷۹ھ میں پڑی۔ بعض مدرسے جو پہلے سے جاری تھے اونکی سرپرستی کی گئی۔ شیخ مبارک کا مدرسہ آگرہ میں سنہ ۹۵۰ھ میں قائم تھا۔ پچاس سال سے زیادہ شیخ مبارک نے اس مدرسہ کی خدمت کی۔ حضرت باقی باللہ کا مدرسہ دہلی میں قائم تھا جس میں کئی ہزار طلباء زیر تعلیم تھے۔

(ب) شیخ الاسلام ابن طیب کے پاس سبعہ کے حاشیہ والا قرآن شریف کا ایک نسخہ تھا جو خواجہ عبید اللہ احرار کا مملوکہ بتلایا جاتا ہے۔ یہہ نسخہ شیخ الاسلام نے سنہ ۹۷۹ھ میں اپنے فرزند کو ہبہ کیا تھا

راس المجودین میر سیف الدین راوی ہفت قرات ابن قاری حبیب اللہ امیر کلاں کاکوروی

ف ۵۱۸ آپ کے حالات حصہ اول میں نمبر جات ۱۸۹ تا ۱۹۱ میں درج ہیں وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

حافظ قاری شیخ عبد المومن چشتی اکبر آبادی

ف ۵۱۹ والد کا نام شیخ محمد امین ابن شیخ خلیل چشتی مورث ماندو میں رہتے تھے۔ جد امجد نے دہلی کی سکونت اختیار کی۔ بارہ برس کی عمر میں خدا شناسی کا شوق پیدا ہوا۔ گھر سے نکل کر پہلے اجمیر شریف گئے وہاں سے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ حج سے فارغ ہوکر بارہ سال تک مختلف ملکوں کی سیاحت کی حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ پھر اجمیر واپس آئے جہاں چھ ماہ تک معتکف رہے۔ سلطان سکندر لودھی کے عہد میں آگرہ آکر والد سے خرقہ حاصل کیا۔ روزانہ چار دفعہ قرآن ختم کرتے تھے۔ نود سال کی عمر میں ۲ر شوال سنہ ۹۷۰ھ کو وفات پائی آگرہ میں دفن ہوئے۔ (بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی)

شیخ القراء شیخ محمد خالدی ابن عبد الملک راوی ہفت قرات

ف ۵۲۰ آگرہ آپ کی جائے ولادت ہے اپنے والد مقری عبد الملک سے جو راوی ہفت قرات تھے۔ تجوید و قرات۔ علوم ظاہری و فیض باطنی حاصل کیا۔ باپ بیٹا دونوں حسبۃً للہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ تمام عمر درس و تدریس میں گزار دی۔ عوام سے اجرت حاصل کرنے کا تو ذکر ہی کیا

کسی بادشاہ سے جاگیر یا وظیفہ قبول نہیں کیا۔ نہایت عابد و زاہد بزرگ تھے۔ کثرت سے روزے رکھنے کے باوجود عبادت گذاری میں کمی نہ ہوتی تھی۔ آپ نے کبھی سلا ہوا کپڑا نہ پہنا۔ صرف تہمد اور چادر آپ کا لباس تھا۔ حضرت غوث اعظم سے گہری عقیدت تھی اور آپ ہی کے سلسلے میں بیعت تھے وفات ۱۴ رجب ۹۷۰ھ کو ہوئی۔ اگرچہ آگرہ میں مدفون ہیں مگر مزار کا پتہ نہیں ہے۔ (برکات الاولیاء از امام الدین۔ و بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی)

قاری شیخ عبدالعزیز شکر بار دہلوی

ف ۵۲۱ ولادت ۸۹۸ھ شیخ حسن نامی ایک بزرگ کے چھوٹے صاحبزادے تھے قاضی محمد یوسف ناصحی کے مرید و خلیفہ تھے حاجی عبدالوہاب سے خرقہ سہروردیہ۔ شیخ بہاء الدین قادری شطاری سے خرقہ قادریہ حاصل کیا۔ علوم شریعت و طریقت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ لڑکپن ہی سے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے تھے۔ تمام عمر یاد الٰہی میں بسر کی۔ قرآن مجید سے بڑا شغف تھا۔ بڑے حلیم و متواضع تھے وفات ۹۷۵ھ میں ہوئی۔ وفات کی تفصیلات غلام علی آزاد سناتے ہیں کہ ایک قاری حضرت کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ارشاد ہوا کچھ سناؤ انھوں نے خوش الحانی کے ساتھ سورہ قٓ کی تلاوت شروع کی۔ جب نحن اقرب الیہ من حبل الورید پر پہنچے تو آپ میں وجد کی کیفیت محسوس ہوئی۔ قاری صاحب مزاج دان تھے آیت ھو الاول والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شیئ علیم تلاوت کی۔ شیخ پر وارفتگی کا عالم طاری ہوا۔ تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ "چون سورت تمام گرد و آیت سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین خواند۔ شیخ ہر دو دست بر روئے بردہ فرود آوردہ و بر سینۂ فیض گنجینہ برد" اہل مجلس کی نظر اسی پر تھی کہ اچانک انھیں محسوس ہوا کہ "جان بجانان تسلیم نمود" (مآثر الکرام) دہلی دروازے کے قریب مہندیوں میں صحن مسجد فیروزی میں دفن ہوئے (تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی و تاریخ اولیائے صوبۂ دہلی از رکن الدین نظامی)

مولانا مقری جلال الدین تھانیسری

ف ۵۲۲ آپ فاروقی النسل قاضی محمود کے فرزند تھے ولادت بمقام بلخ۔ ۸۹۴ھ میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں بلخ سے ہندوستان آئے۔ اوسی عمر میں قرآن شریف حفظ کر لیا تھا۔ سترہ برس کی عمر میں علوم معقولی و منقولی و قراءت و تجوید کی تکمیل کی۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی کے مرید ہوئے۔ ایک مدت تک ریاضت کی مرتبہ کمال کو پہنچے۔ ایک بڑا مدرسہ قائم کیا۔ اس میں درس دیتے تھے۔ اسی سال تک روزانہ ایک دفعہ قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ صائم الدہر و قائم اللیل تھے۔

(ب) جلال الدین اکبر جب ۹۷۹ھ میں تھانیسر گیا تو آپ سے مل کر بہت خوش ہوا فیضی ابوالفضل بیربر۔ یہہ سب حاضر خدمت ہوتے تھے۔ صاحب مرأۃ الاسرار کے بموجب تاریخ وفات ۱۴ ذی الحجہ ۹۷۹ھ ہے خزینۃ الاصفیاء میں سنہ وفات ۹۸۹ھ درج ہے۔ چنانچہ مادۂ تاریخ وفات یہہ ہے :۔

"دگر نیست جناب عزو جلال" مزار تھانیسر میں موجود ہے [1]

۹۸۹ھ

شیخ الاسلام شیخ سلیم چشتی اکبر آبادی

ف ۵۲۳ والد کا نام شیخ بہاء الدین ابن شیخ بدر الدین ابن شیخ سلیمان ابن شیخ آدم ابن شیخ معروف ابن شیخ موسیٰ ابن شیخ مودود ابن شیخ بدر الدین ابن بابا شیخ فرید گنج شکر۔ شیخ سلیمان نے لدھیانہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ شیخ بہاء الدین دہلی آ گئے جہاں شیخ سلیم ۸۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔ نو سال کا سنہ تھا کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ بڑے بھائی موسیٰ جی نے پرورش کی۔ بارہ سال کی عمر میں آپ نے سفر کرنا چاہا مگر بڑے بھائی نے اجازت نہ دی۔ چودھویں سال آپ سرہند پہونچکر علوم حاصل کئے۔ تجوید و قراءت فقہ و حدیث کی سند لی۔

(ب) ۹۰۲ھ میں پاپیادہ حرمین شریفین جانے کا ارادہ کیا۔ مدینہ پہونچکر حضرت ابراہیم عرب کے درس میں شریک ہوئے جو بزرگ خواجہ فضیل عیاض کے سجادہ نشین اور اون کی چھٹی پشت میں تھے اون سے بیعت کی۔ مدارج فقر و ریاضت طے کر کے خلافت حاصل کی۔ نیز حصول علم کا سلسلہ جاری رکھا۔ چھبیس سال مدینہ میں مقیم رہے۔ ۲۴ حج ادا کئے۔ بغداد آ کر عبد القادر گیلانی کے مزار پر معتکف رہے۔

(ج) ۹۲۹ھ میں اپنے وطن مالوف فتح پور سیکری واپس آئے۔ پہاڑوں میں رہنے لگے۔ وہیں ایک مسجد تعمیر کی جس میں مدرسہ بھی تھا۔ ۹۳۱ھ میں پھر حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ بعد فراغ حج مصر تشریف لے گئے جہاں تیرہ سال قیام کر کے اور مزید ۱۴ حج کر کے ۹۴۴ھ میں وطن واپس آئے۔ ۹۶۲ھ میں تیسری مرتبہ سفر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ شریف کے دوران قیام میں حضور اکرم نے حج کے بعد ہندوستان لوٹ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ فوراً واپس آئے۔ مسجد و خانقاہ کو وسیع فرمایا۔

(د) ۹۷۶ھ میں اکبر آپ کی خدمت میں حصول دعاء کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت کی دعاء سے جہانگیر پیدا ہوا۔

(ہ) حضرت کی وفات ۹۷۶ھ میں ہوئی۔ فتح پور سیکری میں ایک بڑے گنبد میں دفن ہیں۔

(و) حضرت کی زندگی ہی میں فتح پور علمی۔ تمدنی اور ثقافتی مرکز بن گیا تھا۔ یہاں کے عالم یکتائے زمانہ سمجھے جانے لگے۔ آپ کی وفات کے بعد بھی مدرسہ و خانقاہ کو اکبر و جہانگیر کی سرپرستی حاصل رہی اور مدرسہ برابر ترقی کرتا رہا۔

---

[1] مرأۃ الاسرار۔ تذکرہ اولیائے ہند۔ خزینۃ الاصفیاء۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی از محمد میاں۔

قاری ملا امیر دہلوی | ف ۵۲۴ آپ دہلی کے باشندے تھے۔ لڑکپن ہی میں تجوید و قرأت سیکھی تھی۔ خوش الحان بھی تھے۔ اوس زمانے میں دہلی جیسے مقام میں خاصی شہرت تھی۔ آپ شاعر بھی تھے۔ ؎۱

قاری حافظ محمد حسین دہلوی | ف ۵۲۵ دہلی کے باشندے تھے۔ کم عمری میں حفظ کر لیا تھا۔ قراءت اور علوم حدیث و تفسیر کی تحصیل بعد میں کی آپ تاریخ کے ماہر اور ایک اچھے شاعر تھے۔ (حب) شرح منشور بر شمائل النبی ابی عیسیٰ ترمذی و ترجمہ منظوم شمائل آپ کی تصنیفات ہیں ۹۸۱ھ میں بمقام دہلی انتقال ہوا۔

قاری مولانا میر کلاں | ف ۵۲۶ آگرے کے باشندے تھے۔ والد کا نام جمال الدین جن کا انتقال میر کلاں کی صغر سنی ہی میں ہو گیا تھا۔ آپکی والدہ بڑی عالمہ تھیں جن کو قرآن مجید سے بڑا شغف تھا۔ ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہتی تھیں۔ میر کلاں کو بچپن سے حصول علم کا شوق رہا۔ اس سلسلے میں آپ نے پہلے اپنی والدہ سے استفادہ کیا۔ اوسکے بعد علمائے وقت کی خدمت میں حاضر ہوئے تجوید و قراءت۔ تفسیر و حدیث میں مہارت حاصل کی۔ فن حدیث میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ زہد و تقوی تو فطرت ثانیہ بن گیا۔ اس خیال سے شادی نہ کی کہ شاید بیوی ماں کی خدمت انجام نہ دے سکے۔ خود والدہ کی خدمت کرتے رہے۔ اکبر نے آپ کو جہانگیر کا استاد مقرر کیا تھا۔ ملا علی قاری بن سلطان محمد جو ہرات کے رہنے والے تھے وہ حجاز جانے سے قبل تک حضرت سے استفادہ کرتے رہے۔

(حب) ۹۸۱ھ میں میر کلاں کا انتقال ہوا جبکہ آپ کی والدہ بقید حیات تھیں۔ بوقت وفات قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف تھیں۔ باکمال سیدہ نے جب یہہ خبر سنی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ پڑھا۔ تجہیز و تکفین کی اجازت دیدی اور پھر تلاوت میں مصروف ہو گئیں۔ میر کلاں آگرے میں دفن ہیں ؎۲

راس المقرئین مخدوم نظام الدین کاکوروی راوی ہفت قرأت | ف ۵۲۷ آپ کے تفصیلی حالات مہر جلد اول میں فقرہ جات ۱۹۲ تا ۲۰۰ میں درج ہیں۔

قاضی القضات مجد الدین طاہر عبد الوہاب بھورا | ف ۵۲۸ پٹن (نہر والہ) علاقہ گجرات کے باشندے تھے۔ ولادت ۹۱۴ھ۔ اہل بواہیر کے عالم و فاضل

؎۱ تحفۃ الکرام از علی شبیر قانع جلد سوم
؎۲ آثار خیر از سعید احمد مارہروی۔ تذکرہ اولیائے ہند از مرزا اختر دہلوی و نزہت الخواطر

آپ کا نام شیخ محمد بن طاہر نہروالہ تھا۔ جب حج کے لئے حرمین گئے تو علی متقی کی صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا۔ قرارت وحدیث میں سند حاصل کی۔ اپنے عقائد سے تائب ہوکر علی متقی کے مرید ہو گئے۔ بڑے مخلص بزرگ تھے صاحب آثر الامراء لکھتے ہیں " در ورع و فن حدیث یگانۂ روزگار بود "۔

(ب) کہ معظمہ سے واپسی کے بعد آپ نے قسم کھالی تھی کہ جب تک بوا ہیر کی پیشانی سے شیعت کا داغ نہ مٹاؤں گا۔ " دستار بر سر نہ بندم " اسی کوشش میں سرگردان رہتے تھے۔ شہنشاہ اکبر جب آپ سے ملا تو آپ کی قابلیت سے بہت متاثر ہوا اور اونکے سر پہ دستار یہہ کہکر باندھی کہ " ایفائے نذر شما بر ذمہ من است "۔ چنانچہ اکبر کے ایما، پر صوبیدار گجرات نے یہہ کام کیا۔ مگر جب خانخانان صوبیدار ہوئے تو وہ کام ختم ہوگیا۔ آپ کو پھر غصہ آیا اور شکایت کی غرض سے شہنشاہ اکبر کے پاس جارہے تھے۔ راستے میں مہدویوں کے ایک گروہ نے آپ کو شہید کردیا کیونکہ کبھی کبھی آپ فرقہ مہدویہ کے خلاف بھی فرماد یا کرتے تھے۔ چنانچہ مصنف گلزار ابرار لکھتے ہیں۔ " در شکست گروہ مہدویان می کوشید ند۔ درمیان اجین و سارنگ یک گروہ او را شناختہ بر و تاختت و شہید کرد "۔ شہادت ۹۸۶ھ میں ہوئی۔ احمد آباد میں ایک محلہ آپکے نام پر وابرگنج مشہور ہے۔

(ج) علم حدیث میں جو کتابیں لکھیں ان میں شرح صحاح ستہ مسمیٰ بہ مجمع البحار بہت مشہور ہے اکثر درس وتدریس میں مصروف رہتے تھے۔ اثنار درس میں طلباء کے لئے سیاہی حل کرتے۔ یہہ اپنے استاد علی متقی کی اتباع تھی [۱]

(د) فرزند اکبر شیخ الاسلام فرزند دوم سراج الاسلام دونوں بڑے عالم وفاضل۔ متدین وعابد تھے جن کے حالات بہ لحاظ سلسلہ بیان کئے جائیں گے۔

قاری حافظ شیخ احمد چاپانیری | **۵۲۹** وطن چاپانیر جو برودے سے متصل علاقہ گجرات میں واقع ہے۔ والد کا نام شیخ جلال۔ لڑکپن ہی میں فن تجوید و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ حفظ بھی کیا۔ حافظہ بہت تیز تھا۔ آپ کلام اللہ کے ساتھ تفسیر و لغات کے بھی حافظ تھے بڑے خوش الحان تھے کہتے ہیں کہ جب آپ تلاوت کرتے تو سننے والوں کو ہوش نہ رہتا تھا۔ مستانہ وار سماع کرتے تھے۔ شیخ صدر الدین ذاکر کے مرید ہوئے۔ درس و تدریس میں بہت وقت صرف کرتے تھے آپکے چھوٹے بھائی شیخ محمود انڈو میں تھے۔ شیخ احمد کا انتقال ۹۸۰ھ میں ہوا۔ برودہ میں دفن ہیں۔ [۲]

---

[۱] آثر الامراء۔ تحفۃ الکرام۔ گلزار ابرار۔ اخبار الاخیار۔

[۲] برکات الاولیاء، از امام الدین احمد۔

قاری شیخ بلال تھانیسری ف ۵۳۰ عالم و قاری تھے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ بالآخر آپ کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ وقت کا کثر حصہ درس و تدریس میں گذارتے تھے ۹۸۹ھ میں انتقال ہوا۔ [۱]

مقری عبدالمعطی مکی ثم احمد آبادی ف ۵۳۱ شیخ عبدالمعطی باکثیر المکی بن الحسن بن عبداللہ ثم الہندی و احمد آبادی۔ عالم کبیر۔ اچھے قاری و محدث تھے ولادت ۹۰۵ھ میں بہ مقام مکہ مکرمہ ہوئی۔ وہیں تربیت پائی فن تجوید و قراءت کے ماہر تھے آپکے شیوخ میں شیخ الاسلام زکریا الانصاری مشہور قاری و مقری بھی تھے۔

(ب) ہندوستان آکر آپ نے دہلی میں قیام فرمایا۔ امرائے دربار نے آپ سے قراءت سیکھی نواب سالار جنگ مرحوم کے کتب خانہ میں ایک حمائل موجود ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یاقوت مستعصمی کی لکھی ہوئی ہے۔ اکبر کے دربار کے ایک امیر نے مقری عبدالمعطی سے تجوید و قراءت سیکھ کر اوس پر سنداً تحریر کر دیا تھا۔

(ج) مقری عبدالمعطی صاحب دہلی سے احمد آباد آگئے اور وہاں درس و تدریس میں لگے رہے۔ ذی الحجہ ۹۸۹ھ میں انتقال ہوا۔ [۲]

قاری رفیع الدین ابن جلال شیرازی ف ۵۳۲ آپ احمد آباد کے خاندان شیرازیہ کے ایک فرد تھے والد کا نام سید جلال الدین شیرازی تھا۔ آپکے خاندان میں قراءت سبعہ کی تعلیم اباً عن جدٍ چلی آرہی تھی۔ آپ نے بھی درس و تدریس میں حصہ لیا ۹۸۹ھ میں وفات پائی۔ [۳]

شیخ القراء مبارک بہلول ابراہیم قاری سبعہ ف ۵۳۳ وطن ڈھاکہ۔ آپ ہمایون اور اکبر کے زمانے میں بنگال میں مشہور مقری تھے۔ آپ سبعہ قراءت کے اچھے جاننے والے تھے۔ ایک عرصہ تک سبعہ قراءت کا درس دیا۔ شاگردوں کے اصرار پر سبعہ قراءت پر ایک کتاب فارسی میں تصنیف کی۔ جس کا نام معدن القراءت رکھا۔ یہہ تصنیف ۹۸۴ھ میں ختم ہوئی۔ تصنیف کی تاریخ اس شعر سے نکلتی ہے۔

دلکش آمد چونکہ تصنیفم پے تاریخ شے ؞ کاتب لوح قضا، تصنیف دلکش" زد رقم
۹۸۴ھ

---

[۱] آثار خیر از سعید احمد آگرہ۔ [۲] نزہت الخواطر [۱]
[۳] تذکرہ سادات شیرازیہ۔

یہ کتاب (۱۸۷) اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کے قلمی نسخے بعد ازاں کئے گئے۔ اونمیں سے ایک ۱۰۴۳ھ میں شاہجہاں کے زمانے میں لکھا گیا۔ یہ قلمی نسخہ سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

شیخ القراء حاجی حافظ شیخ محمد بن احمد الفاکھی المکی

ف ۵۳۴ ولادت بہ مقام مکہ ۹۲۳ھ۔ جمیع علوم میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپکے اساتذہ میں شیخ ابوالحسن البکری۔ شیخ الاسلام حجر الھیتمی۔ شیخ محمد بن الحطاب ہیں۔ جو سب مکے کے علماء تھے حضرموت اور زبید کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد نود ہے۔

(حب) قراءت میں شاطبیہ پڑھی۔ کلام مجید حفظ کیا۔ پھر قراءت سبعہ تجوید کے ساتھ حاصل کیں اوس کے بعد ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان آئے۔ حضرمی نے کہا کہ اون سے قبل ان جیسا شریف و علامہ عرب سے ہندوستان نہ آیا تھا۔ ۹۵۷ھ میں حجاز واپس چلے گئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہوکر ۹۶۰ھ میں دوبارہ ہندوستان آئے۔ احمد آباد میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ تیس سال درس و تدریس و خدمت خلق انجام دینے کے بعد ۹۹۲ھ میں احمد آباد میں وفات پائی۔ وہیں دفن ہیں۔ [۱]

قاری سید شمس الدین یحییٰ بدخشانی

ف ۵۳۵ آپ کا مولد و مسکن بدخشان تھا۔ وہاں سے سمرقند آئے بزرگوں سے استفادہ کرتے رہے۔ تجوید لڑکپن ہی میں سیکھی تھی۔ آپ "میر بزرگ" کی عرفیت سے مشہور تھے لوگ "میر بلبل" بھی کہا کرتے تھے۔ اس لئے کہ آپ بڑے خوش الحان تھے۔ جب تلاوت فرماتے تو بلبلیں آپ کے گرد جمع ہوجایا کرتیں۔ کابل میں ۹۹۴ھ میں انتقال ہوا۔ اونکے فرزند خواجہ میر نعمان تھے جو مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے خلفائے کبار سے تھے۔

شیخ القراء علامہ شیخ وجیہہ الدین علوی

ف ۵۳۶ علامہ شیخ وجیہہ الدین احمد علوی بن شیخ نصراللہ بن سید بہاءالدین المکی۔ شیخ صاحب کے دادا سید بہاءالدین المکی عرب سے ہندوستان سلطان محمود ثانی کے عہد حکومت میں تشریف لائے اور محمد آباد (چاپانیر) کو اپنا مسکن بنالیا۔ یہیں شادی ہوئی اور یہیں انتقال ہوا۔ آپ کے فرزند شیخ نصراللہ تھے جنھوں نے چاپانیر ہی میں قیام کیا۔ شاہ وجیہہ الدین چاپانیر میں محرم ۹۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ عمادالدین طارمی کی شاگردی میں ۳۲ سال علوم کے اکتساب میں گذارے۔ تجوید و قراءت سے واقف تھے۔ احمد آباد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے مدرسے کو بڑی شہرت نصیب ہوئی۔ جس میں آپ نے ۶۵ سال تک تعلیم دی۔ آپ کی

---

[۱] نزہت الخواطر از عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء۔

بہ کثرت تالیفات رسائل وحواشی کی صورت میں موجود ہیں۔

(ب) آپ شیخ علی متقی کے ہم عصر تھے۔ محرم ۹۹۸ھ میں انتقال ہوا۔ جس مکان میں درس دیتے تھے وہیں مدفون ہوئے۔ یہہ مکان احمدآباد میں اندرون حصار بلدہ محلہ خان پور میں واقع ہے صادق خاں نے جس کو حضرت سے ارادت تھی مزار پر گنبد تعمیر کروایا۔ شیخ حیدر و شیخ عبداللہ آپ کے فرزندان ومولانا صبغتہ اللہ بحروچی آپ کے شاگرد تھے۔ ۱ھ

قاری شیخ حیدر علوی

ف ۵۳۷ آپ علامہ وجیہہ الدین علوی کے فرزند تھے۔ والد سے علوم حاصل کئے تجوید کے ماہر تھے۔ والد کے انتقال کے بعد اون کا مدرسہ جاری رکھا۔ آپ کی اولاد برہان پور منتقل ہوگئی جہاں اونکو جاگیرات عطا ہوئے تھے۔ ۱ھ

مقری عبدالوہاب متقی

ف ۵۳۸ ۹۴۳ھ میں بمقام مانڈو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شیخ ولی اللہ شادی آباد مانڈو کے امیروں میں سے تھے۔ وہاں سے برہان پور آئے۔ صغر سنی ہی میں والدین کا انتقال ہوگیا تھا۔ آپ کی تعلیم برہان پور میں ہوئی۔ علوم معقول ومنقول سے فراغت حاصل کی تجوید کے ماہر تھے۔ خوشنویسی بھی سیکھی تھی۔ بیس سال کی عمر میں یعنے ۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۵ء میں سیاحت اختیار کی۔ گجرات۔ دکن اور سیلون ہوتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے۔ علی متقی جن کو آپ کے والد سے تعارف تھا بڑے اخلاق سے پیش آئے۔ اپنے پاس مہمان رکھا۔ عبدالوہاب متقی تقریباً بارہ سال حضرت کی خدمت میں رہ کر اون سے علوم سیکھتے رہے۔ چونکہ یہہ خوشنویس تھے علی متقی نے آپ ہی سے اپنی تمام تصانیف کا مبیضہ کرایا۔

(ب) علی متقی کا انتقال ۹۷۵ھ میں ہوا۔ لیکن اوسکے بعد بھی آپ نے چھبیس سال مکہ معظمہ میں گذارے یعنے جملہ ۳۸ سال اور تقریباً چالیس حج کئے۔ شیخ کے انتقال کے ایک سال بعد احمدآباد آئے تھے مہدویوں نے شرارت کی تو اوسی سال واپس چلے گئے حج فوت نہوا۔

(ج) شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۹۹۶ھ میں مکہ معظمہ پہونچکر آپ کی خدمت میں چار سال رہے اور تحصیل علوم کے بعد حضرت ہی کے مشورے سے ہندوستان واپس آئے۔ عبدالوہاب متقی کی وفات ۱۰۰۱ھ میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔ ۲ھ

۱ھ۔ تحفتہ الکرام از علی شبیر قانع۔ یاد ایام از عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء

۲ھ۔ خزینتہ الاصفیاء۔ و تحفتہ الکرام۔

ف ۵۳۹

شیخ القراء شیخ ابراھیم محدث اکبرآبادی

وطن مانک پور۔ والد کا نام شیخ داؤد۔ ولادت ۹۱۵ھ کی ہے۔ کنیت ابوالمکارم القادری مانک پوری ثم اکبرآبادی رسالی تخلص۔ زہد و تقویٰ میں بے نظیر۔ شریعت کی زندہ تصویر۔ سلسلہ طریقت کے بدر منیر تھے۔ علمائے وقت سے عربی ادب تجوید۔ فقہ و حدیث سیکھی۔ پھر بغداد میں ڈھائی سال تک تفسیر و تجوید میں کمال حاصل کیا۔ پھر حرمین چلے گئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہوکر مصر میں قاہرہ پہنچے جہاں شمس الدین علقمی بالواسطہ شاگرد جلال الدین سیوطی سے حدیث کی تصحیح کی۔ شیخ العرفا شیخ محمد بن ابی الحسن البکری الشافعی سے حدیث و دیگر علوم حاصل کرکے مکہ معظمہ واپس ہوئے۔ شیخ عبدالرحمٰن ابن الفہد مغربی۔ شیخ مسعود مغربی۔ بدر الاتقیا، شیخ علی متقی کے حلقہ درس میں کتب احادیث کا از سر نو مطالعہ کیا۔ صحت و شناخت میں بلند معیار قائم کیا۔ اوسکے بعد دوبارہ مصر کا رخ کیا۔ بعد ازاں ۴۲ سال تک متداول علوم کا درس دیتے رہے جس میں تجوید و قراءت بھی شامل ہے اس عرصہ میں ہر سال حج کی سعادت سے مشرف ہوتے رہے۔ اس کے بعد ملک شام کی سیاحت فرمائی۔ شہری و صحرائی بزرگوں کی صحبت سے اکتساب فیض کیا۔ بالآخر اکبرآباد میں مستقل اقامت اختیار کی۔ جملہ علوم میں سلسلہ درس شروع کیا۔ ملا عبدالقادر نے منتخب التواریخ میں آپ کو متورع۔ متقی اور عابد لکھا ہے۔ اکبر نے طلب کیا تو دربار میں تشریف لے گئے مگر دستور کے موافق شاہی آداب بجا نہ لائے۔ صرف نصیحت کرکے رخصت ہوگئے۔ عمر بھر درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۱۰۰۱ھ میں انتقال ہوا۔ اکبرآباد میں دفن ہیں مگر قبر کا پتہ نہیں۔ [۱]

ف ۵۴۰

شیخ القراء شیخ مبارک مقری عشرہ قراءت

قریشی النسل۔ والد کا نام شیخ خضر ناگوری۔ جد پنجم شیخ موسیٰ یمن کے رہنے والے تھے ۸۰۰ھ میں یمن سے نکل کر سیستان میں آباد ہوئے۔ شیخ خضر بزرگوں سے ملنے کی غرض سے دسویں صدی ہجری میں ہندوستان آئے قصبہ ناگور میں جواب ریاست جودھپور میں ہے۔ تین بزرگوں کی موجودگی کے باعث اقامت اختیار کرلی ۹۱۱ھ میں شیخ مبارک تولد ہوئے۔ چار سال کی عمر سے تعلیم شروع ہوئی۔ نہایت ذہین و طباع تھے۔ چودہ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فارغ ہوگئے۔ احمد آباد پہونچکر خطیب ابوالفضل گازرونی اور مولانا عماد لاری سے جملہ علوم و فنون میں اجتہاد کا درجہ حاصل کیا۔ سلسلہ شطاریہ۔ طیفوریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ میں شیخ یوسف و شیخ عمر سے اجازت حاصل کی۔ ۶ محرم ۹۵۰ھ کو آگرہ پہنچے جب کہ آپ کی عمر ۳۹ سال کی تھی۔ میر رفیع الدین صفوی کی خانقاہ میں قیام کیا۔ شیخ چندن قریشی کی دختر سے شادی کرکے درس و تدریس میں لگ گئے۔

---

[۱] منتخب التواریخ از ملا عبدالقادر بدایونی۔ بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی نزہت الخواطر جلد پنجم از عبدالحی۔

(ب) چونکہ چاروں ائمہ اور امامیہ فرقے کے احکام سے بخوبی واقف تھے اس لئے ہر ایک کو اوس کا مسئلہ بتا دیا کرتے تھے۔ آپ کے درس میں ہر مذہب و ملت کا آدمی شامل ہو جاتا۔

(ج) جب آپ کی شہرت بڑھی تو شیر شاہ سوری نے تعلیمی اخراجات کے لئے جاگیر دینی چاہی مگر آپ نے قبول نہ کی۔ اوسکے بعد سلیم شاہ نے جاگیر دینی چاہی تو اوسکو بھی قبول نہ کیا۔ ہمایون کے عہد کے آخری چند سال میں اور اکبر کے ابتدائی زمانے میں اس مدرسہ کی رونق دوبالا ہوگئی۔ دور دور سے طلبا اس مدرسہ کا نام سنکر آنے لگے۔ علمائے شہر کا متعصب گروہ مخالف ہوکر بادشاہ کو اکسانے لگا۔ تو شاہی دربار سے طلبی کے احکام جاری ہوئے۔ شیخ مبارک مع اہل و عیال بھاگ نکلے۔ گجرات کے صوبیدار مرزا عزیز کوکہ نے آپکے ساتھ اچھا سلوک کیا۔ اور شہنشاہ اکبر کو سفارشی خط لکھا جس میں شیخ مبارک کی تعریف کی۔ بادشاہ نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ ملاقات کے بعد خاندانی عظمت کا دور شروع ہوا۔ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ "شیخ مبارک اپنے زمانے کے بڑے نامی گرامی فرد تھے۔ صلاح و تقویٰ توکل میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ ابتدائی زمانے میں انھوں نے بہت ریاضت اور مجاہدے کئے تھے۔ امر معروف و نہی منکر میں بہت کوشش کرتے تھے۔ ہمیشہ علوم دینی کے درس میں مشغول رہے۔ علم تصوف کو کمال کے درجہ پر پہونچا دیا تھا۔ شاطبی آپ کو خوب یاد تھی اور اس کے درس میں ید رکھتا تھے۔ قرآن شریف دس قرات کے ساتھ یاد تھا۔ وہ کسی امیر کے گھر نہ جاتے تھے۔ میں نے کوئی عالم اس جامعیت کا نہ دیکھا۔" صاحب اخبار الاصفیاء لکھتے ہیں کہ اونکے کتب خانے میں پانسو ضخیم کتابیں خود اونکی قلم کی لکھی ہوئی موجود تھیں۔ اونکے سات لڑکے تھے۔ سب کو خود آپ نے تعلیم دی تھی۔ اور سب راوی عشرہ قرات تھے جنکے نام یہہ ہیں: (۱) شیخ ابوالفیض (۲) شیخ ابوالفضل (۳) شیخ ابوالخیر (۴) شیخ ابوالبرکات (۵) شیخ ابوالمکارم (۶) شیخ ابوتراب (۷) شیخ الحامد۔

(د) شیخ مبارک کا انتقال ۱۷ ذی قعدہ سنہ ۱۰۰۹ھ میں ہوا۔ مقبرہ آگرہ و سکندرہ کے درمیان موضع مئو میں واقع تھا۔ جس کا قابل دید عمارتوں میں شمار تھا۔ اب نشان تک باقی نہیں ہے۔ [۱]

شیخ القراء مخدوم شیخ کمال الدین سعدی راوئی ہفت قرات کاکوروی

ف ۹۴۱ھ کاکوروی مضافات لکھنؤ کے رہنے والے والد کا نام شیخ محمد روح اللہ عرف مخدوم بندگی من اللہ صدیقی چشتی جو مخدوم شیخ سعد خیرآبادی کے اجل خلفاء میں تھے۔ صاحب منتخب التواریخ فرماتے ہیں کہ کمال الدین کو جملہ علوم کی تحصیل میں والد ہی سے شرف تلمذ رہا

---

[۱] بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی۔

درس وتدریس سے بڑا شغف تھا۔ عالم جید۔ صوفی بے بدل و قاری بے مثل تھے"۔ راوی ہفت قرات تھے قاضی جمال خضر سے قرات کی سندلی۔ شاطبی کی تعلیم و تدریس میں بڑا ملکہ تھا۔ سکندر لودھی کے عہد میں متن شاطبی کی شرح مرتب کی جو ستر جزو میں نہایت عمدہ پیرائے میں لکھی گئی ہے اور "نافع سکندر شاہی" کے نام سے موسوم ہے۔ اس نادر الوجود شرح کا قلمی نسخہ کتب خانہ انوریہ میں موجود ہے۔ اسکے دیباچے میں فرماتے ہیں۔ "این فقیر چون قرات را پیش استاد علم تجوید و قرات قاضی جمال خضر نور اللہ مرقدہٗ من اولہ الی آخرہٖ خواند و سند کرد۔ از وفور کرم خود نسخہ شاطبی شروع کنانیدند۔ و آنچہ مشکلات علم تجوید و قرات درو بودہ است۔ یعنی تسہیل و امالہ وغیرہ یک یک اداکنانیدند۔ ازان کہ نسخہ شاطبی را دانشمندان بہ قوت علم خود بیان کردن توانند اما اداکردن نمی توانند کہ تعلق بہ سماع دارد۔ بعد گذشتن مدت بعید در خاطر این فقیر گذشت کہ آنچہ در خدمت شنیدہ شدہ و در نسخہ شاطبی دیدہ شد اگر در کتابت آوردہ شود باشد دیگرے از و نفع گرفتن تواند۔ شرح شاطبی بہ عبارت فارسی شروع کردم۔ وجہ اعراب لازم گرفتم ازان کہ اکثر حافظان قران یاد می کنند لیکن علوم عربیہ نمی دانند پس ایشان را از شرح عربی بہرہ نباشد بعنایت ملک الجبار این شرح را تمام کردم و نام این نافع سکندر شاہی نہادم۔ اللہ تعالیٰ از کرم خود قبول کند و عامہ خلق را ازین شرح بہرہ مند گرداند۔ و نصیبے تمام برساند۔ و ثواب در نامہ اعمال حضرت سلیمان خلد اللہ ملکہٗ ثبت گرداند۔" ؎۱

؎۱ ترجمہ: اس فقیر نے علم تجوید و قرات اپنے استاد قاضی جمال خضر سے اول سے لیکر آخر تک پڑھا اور سند لی کمال عنایت سے حضرت نے نسخہ شاطبی بھی شروع کر دیا اور اوس میں جو اشکال تجوید و قرات کے آتے گئے مثلاً تسہیل ہمزہ و امالہ وغیرہ اون سب کو ادا کرکے بتایا۔ سمجھدار لوگ اگرچہ اپنے علم کی قوت سے بیان تو کر دیتے ہیں مگر ادائی پر قادر نہیں ہوتے کیونکہ اون کا تعلق سننے سے ہے۔ ایک عرصہ گذرنے کے بعد فقیر کے جی میں آیا کہ حضرت سے جس قدر استفادہ کیا ہے اور جو کچھ نسخہ شاطبی میں دیکھا ہے وہ اگر ضبط تحریر میں آجائے تو دوسرے اس سے نفع حاصل کر سکیں گے اس لئے زبان فارسی میں شرح مرتب کرنی شروع کی اور حرکات کا درج کرنا ضروری سمجھا کیونکہ اکثر حفاظ ان کو یاد تو کر لیتے ہیں مگر عربی زبان سے واقف نہیں ہوتے۔ اس لئے عربی میں شرح کرنا اون کے لئے مفید نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس شرح کی تکمیل کی اور اوس کا نام نافع سکندر شاہی رکھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے قبول فرمائے اور عامۃ الناس کو اس شرح سے پورا پورا نفع پہونچائے اور اوس کا ثواب بادشاہ کے نامۂ اعمال میں درج کرے۔

ف ۵۴۲ مخدوم کمال الدین فارسی کے شاعر بھی تھے اور سعدی تخلص کرتے تھے۔ اونکے اشعار کو غلطی سے سعدی شیرازی کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔ ملا وجیہ الدین اشرف نے بحر ذخار میں مخدوم صاحب کی تعریف لکھی ہے اور اون کا ایک مشہور شعر بھی نقل کیا ہے۔

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست ؛ تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

(ب) شہنشاہ اکبر نے مخدوم صاحب سے بہ مقام گورکھپور ملاقات کی تھی اور مل کر بہت خوش ہوا۔
(ج) کہا جاتا ہے کہ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ شکر سے نمک ہوجانے کی کرامت بھی بیان کی جاتی ہے۔ کاکوری میں ایک محلہ آپ کے نام سے مشہور ہے۔
(د) ۱۰۰۲ھ میں مخدوم صاحب کا انتقال ہوا۔ مادۂ تاریخ وفات "نہ چون خوانند اور اشاہ مخدوم" ہے۔ آپ کی قبر پر ایک گنبد ہے جس میں آپکے والد کی بھی قبر ہے مگر کتبہ نہ ہونے کی وجہ سے اوس کا پہچاننا مشکل ہوگیا ہے۔ اطراف میں جو لوگ آباد ہیں وہ صحیح نام بھی نہیں بتا سکتے۔ مجھے بڑی مشکل سے گنبد تک پہونچنے اور فاتحہ خوانی کا موقعہ ملا۔ [۱]

قاری شیخ جمال الدین دہلوی عرف شیخ بہلول

ف ۵۴۳ عہد اکبری کے مشاہیر علماء میں سے تھے علوم معقول و منقول کی تحصیل سید رفیع الدین سلامی الشیرازی سے کی۔ چودھویں صدی کے کاملین میں سے تھے اور صرف ایک واسطے سے حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد تھے۔ بارہ برس تک یعنے ۹۸۷ھ سے ۱۰۰۲ھ تک مکہ معظمہ میں مقیم رہنے کے بعد واپس آئے۔ آگرہ آتے ہی انتقال ہوگیا۔ [۲]

قاری سید جلال الدین ماہ عالم

ف ۵۴۴ احمد آباد کے باشندے۔ جو شاہ عالم کی نسل سے پانچویں پشت میں تھے۔ والد کا نام سید حسن۔ تجوید و قراءت کے ماہر اور سلسلہ سہروردیہ کے سجادہ نشین تھے۔ عمر کا بڑا حصہ درس و تدریس میں صرف کیا۔ ۱۰۰۳ھ میں وفات ہوئی خاندانی قبرستان میں دفن کیا۔

قاری حافظ حاجی شیخ محمود گجراتی

ف ۵۴۵ گجرات کے متوطن تھے۔ والد کا نام شیخ عبد اللہ۔ لڑکپن میں متداول علوم کی تحصیل کی۔ حفظ کے ساتھ ساتھ تجوید و قراءت کی بھی تکمیل کی۔ شیخ لشکر محمد عارف کے مرید ہوکر خلافت لی۔ دل آویز لحن داؤدی کے ساتھ قرآن مجید تلاوت کیا کرتے

---

[۱] بحر ذخار از ملا وجیہ الدین اشرف۔ منتخب التواریخ از ملا عبد القادر۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر
[۲] تذکرہ ابو الکلام آزاد از مرزا فضل الدین احمد

آپ کے دو مصاحب میاں جموجی محدث اور ملک میر محمد حسن درویش تھے۔ حج کے لئے سب ایک ساتھ گئے تھے واپسی پر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ۱۰۰۱ھ میں بہ مقام برہان پور انتقال ہوا۔ وہیں دفن ہیں۔ [1]

قاری عشرہ و حافظ شیخ ابو الفیض فیضی

ف ۵۴۶ھ والد کا نام شیخ مبارک۔ ۹۵۴ھ میں ولادت ہوئی۔ والد ہی سے جملہ علوم سیکھے۔ قوی الحافظہ تھے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ تجوید و قرات عشرہ کی تکمیل کی۔ شاطبی و دیگر کتب تجوید و قراءت میں والد ہی سے تلمذ رہا۔ شعر و معما گوئی۔ عروض و قافیہ۔ تاریخ و لغت۔ ہیئت و ہندسہ، نیز انشاء میں بے نظیر۔ عربی و فارسی کے علاوہ سنسکرت میں بھی ثانی سمجھے جاتے تھے۔ چودہ سال کی عمر میں والد نے اونکو فارغ التحصیل کر دیا۔ ۹۷۵ھ میں دربار اکبری میں پہونچے اور ۹۹۳ھ میں ملک الشعراء کا خطاب پایا۔ مآثر الامرا کے مصنف نے آپ کی تصانیف و تالیفات کی تعداد ایک سو ایک لکھی ہے۔ اونکے مجملہ مشہور و معروف تالیف سواطع الالہام قرآن مجید کی غیر منقوط تفسیر ہے جس سے عربی ادب میں آپکے تبحر کا ثبوت ملتا ہے۔ صاحب گلزار ابرار نے آپ کی شعر گوئی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ان صوفیوں میں تھے جو وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ آخر میں یہہ بھی لکھا ہے کہ "راقم نے اون کے یہہ حالات سنکر نہیں بلکہ اوس تذکرے سے اخذ کئے ہیں جن کے مورخ نے حالات بچشم خود معائنہ کر کے اور پاس بیٹھکر مرتب کئے ہیں۔" شیخ مبارک اور ابو الفضل کی طرح فیضی کے مذہبی خیالات کے متعلق بھی مختلف روایتیں ہیں۔ بعض ملحد کہتے ہیں اور بعض صوفیائے کرام میں شامل کرتے ہیں۔ نعت و مناجات میں زور کلام۔ اور حمد میں والہانہ بیان پڑھکر کوئی انھیں منکر اسلام نہیں خیال کر سکتا۔ ۱۰ صفر ۱۰۰۴ھ کو ضیق النفس کے عارضے سے انتقال ہوا۔ آگرے میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اونکے کتب خانے میں چار ہزار تین سو نفیس کتابیں تھیں جن میں سے اکثر آپ کے قلم کی لکھی ہوئی تھیں۔ [2]

قاری ملا عبد القادر بدایونی

ف ۵۴۷ھ والد کا نام ملوک شاہ۔ شیر شاہ سوری کے عہد میں ۹۴۷ھ میں پیدا ہوئے والد سے قرآن شریف پڑھا۔ اور تجوید و قراءت سیکھی۔ ملا صاحب نے شیخ مبارک سے بھی تحصیل علم کیا ہے۔ پھر سنبھل جاکر سید محمد مکی سے تجوید و قراءت کی تکمیل کی۔ ۹۸۱ھ میں آگرہ آئے۔ اکبری دور کے عالم و فاضل۔ پابند شریعت۔ متقی و دیندار تھے۔ فیضی و ابو الفضل کے مشرب سے متنفر تھے۔ تاریخ سے بیحد دلچسپی تھی۔ اون کی مرتبہ "منتخب التواریخ" معتبر کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ موسیقی کے ماہر تھے۔ نیز

---

[1] برکات الاولیاء از امام الدین احمد۔

[2] مآثر الامراء۔ گلزار ابرار۔ بوستان اخیار۔

خوب بجاتے تھے۔ علم کی بہت خدمت کی۔ ملا صاحب نے اپنی طبیعت کے خلاف اکبر کے حکم سے مہابھارت کے کچھ حصہ کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا جو بادشاہ کے پسند خاطر نہوا اور دربار میں ملا صاحب کی آمد و رفت ممنوع قرار دی گئی اخیر عمر تک بادشاہ کا یہہ عتاب قائم رہا۔ ملا صاحب کو شاہی عتاب کی کچھ پرواہ نہ ہوئی۔ مگر یہہ خیال دل میں کھٹکتا رہا کہ ایک غلط کام میں کیوں اپنی قوت صرف کی۔ شائد اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہہ سزا دی ہے اوسکے کفارے کی یہہ تدبیر سوجھی کہ قرآن مجید کا ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے بہ خط نسخ لکھ کر لوح و جدول کو مزین کرکے اوس کو اپنے مرشد داؤد جہنی کے روضے پر روانہ کر دیا۔ وفات ۱۰۰۴ھ میں ہوئی۔ ؎۱

قاری شیخ ضیاء اللہ شطاری اکبر آبادی

ف ۵۴۸ شیخ محمد غوث گوالیاری کے فرزند رشید تھے۔ آپ گجرات جاکر شیخ وجیہہ الدین علوی کی خدمت میں جملہ علوم عقلی و نقلی میں کمال حاصل کیا۔ تجوید و قرارت و قرآن کے اچھے جاننے والے ہوئے۔ اوسکے بعد نہروالہ (پٹن) جاکر شیخ محمد طاہر بوہرہ محدث کی کامل دس برس تک شاگردی کی۔ ۹۷۰ھ میں جب والد کا انتقال ہوا تو والد نے خلافت و اجازت نامہ بذریعہ نور محمد روانہ کیا۔ آپ چند روز کے لئے گوالیار آئے۔ پھر آگرہ میں قیام فرمایا جہاں ایک خانقاہ تعمیر کرائی اور ۳۵ سال تک خدمت خلق کرتے رہے۔

(ب) ملا عبدالقادر کا بیان ہے کہ آپ کی خانقاہ میں شب و روز تصوف کی گفتگو رہا کرتی تھی۔ ملا صاحب نے بطور تحسین بیان کیا ہے کہ آپ کو قرآن شریف خوب یاد تھا۔ معنی اس عمدگی سے بیان فرماتے کہ کسی کو تفسیر دیکھنے کی حاجت باقی نہ رہتی۔ فقرا۔ مسافر۔ اہل حاجت کی حاجت روائی کا خاص طور سے خیال رکھتے تھے۔ ۱۰۰۵ھ میں شہنشاہ اکبر کی یاد فرمائی پر لاہور گئے۔ وہیں انتقال ہوا۔ نعش ایک سال بطور امانت وہاں رہی پھر آگرہ منتقل کی گئی جسے آپکی خانقاہ میں دفن کیا گیا لیکن مدفن کا اب نشان بھی باقی نہیں ہے ؎۲

مقری حافظ مخدوم شہاب الدین کاکوروی قاری ہفت قرات

ف ۵۴۹ مخدوم نظام الدین کے بڑے فرزند شہاب الدین تھے حفظ و قرارت سبعہ کی تکمیل والد سے کی۔ دیگر علوم میں بھی والد ہی سے تلمذ تھا۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ شباب ہی میں انتقال ہوا۔ کاکوری میں دفن ہیں۔ آپ کے دو فرزند ملا عبدالکریم اور ملا عبدالقادر راوی ہفت قرائت تھے۔ یہہ سلسلہ دور تک چلتا ہے۔

؎۱ دربار اکبری۔ مراۃ الکونین۔ نزہت الخواطر۔ مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت۔ از مناظر احسن گیلانی۔
؎۲۔ بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی۔

قاری حافظ خواجہ محمد حسن دہلوی

ف ۵۵۰ آپ دہلی کے رہنے والے تھے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل لڑکپن ہی میں کی پھر خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اونکے مرید و خلیفہ ہوئے جب ملا عبد الکریم دہلی گئے تو خواجہ محمد حسن کے پاس قیام کیا اور اونکے توسط سے خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

قاری حافظ شیخ حسین لاہوری

ف ۵۵۱ والد کا نام پہلے کلس رائے تھا۔ کایستھ تھے۔ لاہور میں رہتے تھے۔ عہد فیروز شاہ میں مسلمان ہوئے۔ شیخ عثمان نام رکھا گیا۔ ۹۲۵ھ میں شیخ حسین پیدا ہوئے۔ شیخ ابوبکر لاہوری کے مکتب میں بیٹھکر تین سال کی مدت میں حفظ کی تکمیل کی۔ پھر تجوید و قراءت سیکھی۔

(ب) شیخ بہلول دریائی جب لاہور آئے تو شیخ حسین پر بڑی توجہ کی۔ تراویح میں شیخ حسین سے قرآن بھی سنا۔ اونکے بعد مرید کرلیا۔ شیخ حسین نے مجاہدات و ریاضتیں کیں۔ کچھ روز جذب کی کیفیت رہی۔ ۱۰۰۸ھ میں انتقال ہوا۔ بالو پورہ مضافات لاہور میں مزار ہے۔ ۱؎

قاری حافظ ابوالفضل علامی فہامی

ف ۵۵۲ والد کا نام شیخ مبارک ولادت بمقام آگرہ ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں ہوئی۔ قوی الحافظہ۔ سریع الفہم تھے۔ والد ہی سے جملہ علوم سے فراغت پائی۔ حفظ و قراءت کی تکمیل کی۔ شاطبی و دیگر کتب قراءت والد سے پڑھیں۔ سبعہ قراءت کے ساتھ دیگر علوم بھی حاصل کئے۔ چار برس کی عمر میں تعلیم آغاز ہوئی اور ۱۵ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے۔ ۲۴ سال کی عمر میں علامہ کہلانے لگے ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۵ء میں دربار اکبری میں پہونچے۔ صاحب سیف و قلم۔ بے نظیر مورخ۔ لاثانی انشاپرداز ہونے کے علاوہ سخاوت، امانت، دیانت، شجاعت، ذہانت، مہمان نوازی، خداترسی، اور بے تعصبی جیسے بے شمار اوصاف حمیدہ آپ کی ذات میں جمع تھے۔ آپ کے مذہبی خیالات کو بھی ہدف اعتراض و ملامت بنایا گیا ہے۔ درآنحالیکہ آپ کی مناجاتیں، نعتیں سوز و گداز سے بھری ہیں۔ صاحب ذخیرۃ الخوانین لکھتے ہیں کہ وہ راتوں کو درویشوں کے گھر جاکر روپے و اشرفیاں نذر کیا کرتے اور اون سے دعائے سلامتی ایمان کے لئے ملتمس ہوتے۔

(ب) ایک مرتبہ شہزادہ سلیم شیخ ابوالفضل کے مکان پر گیا تو دیکھا کہ چالیس کاتب مکان پر بیٹھے ہوئے قرآن و تفسیر لکھ رہے ہیں۔ سب کاتبوں کو مع اونکے نوشتوں کے لاکر اکبر کے روبرو پیش کیا اور شکایت کی کہ جناب خلیفہ صاحب ع چون بہ خلوت می روند آن کار دیگر می کنند کے مصداق ہیں۔

(ج) تصانیف میں آئین اکبری و اکبرنامہ آپ کی غیر معمولی قابلیت بلکہ مافوق العادت و ذکاوت کا ثبوت ہیں۔

۱؎ ہفتاد اولیاء - از شاہ مراد سہروردی

ف ۵۵۳ جمعہ کے دن ۴ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو سرائے بیر سے نصف میل کے فاصلے پر شاہزادہ سلیم کے اشارے سے قتل ہوئے۔ ریاست گوالیار میں دھڑ دفن کیا گیا۔ سر الہ آباد کو شہزادہ سلیم کے پاس بھیجا گیا شیخ عبدالرحمٰن آپ کے صاحبزادے امرائے عہد اکبری و جہانگیری سے تھے۔ [۱]

حافظ مقری رضی الدین احمد المعروف بہ باقی باللہ

ف ۵۵۳ آپ کابل کے باشندے تھے۔ ولادت ۹۷۰ھ میں ہوئی دولتمند خاندان سے تعلق تھا۔ ناز و نعمت میں پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کرنے کے بعد سمرقند گئے۔ جہاں فنون تجوید و قراءت و علوم تفسیر و حدیث و فقہ کی تکمیل کی۔ وہاں سے دہلی آئے اور مولانا قطب عالم سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں مولانا نے فرمایا کہ تمہارا حصہ بخارا میں ہے۔ وہاں جاکر خواجہ امکنگی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے جو مقتدائے وقت تھے۔ پھر مجاہدات کا سلسلہ شروع کیا۔ رات دن اوسی میں نہمک رہتے۔ کھانا اور سونا برائے نام تھا۔ صبح ہوتی تو آپ کو ناگوار ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے۔ "بار الٰہا یہہ کیا ہوا کہ رات اتنی جلد گذر گئی میری تو ابھی حسرت بھی پوری نہیں ہوئی۔ سیری بھی نہیں ہوئی۔ بہر کیف تیری مرضی۔ پھر رات کے سناٹوں کا انتظار کروں گا۔"

شب تاریک دوستان خدائے ٭ می بتابد چو روز رخشندہ - این سعادت بزور بازو نیست ٭ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(حب) معمول یہہ تھا کہ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان ۴۱ بار سورۂ مزمل پڑھتے۔ نماز کے بعد سورۂ یٰسین شریف کا آغاز کر دیتے۔ پھر تلاوت میں مصروف ہو جاتے۔ اشراق سے لیکر چاشت تک نہایت ذوق و شوق سے قرآن شریف کی تلاوت فرماتے۔ نماز چاشت کے بعد حاجت مندوں۔ غریبوں کی سنتے۔ اور اون کی مدد کرتے۔ دوپہر بعد نوافل میں مصروف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر لوگوں سے گفتگو کرنے کے بعد نماز پڑھتے۔ مغرب تک درود شریف پڑھتے رہتے۔ مغرب کے بعد مریدین کی تربیت و تعلیم میں مصروف ہو جاتے عشاء کی نماز تک یہہ سلسلہ جاری رہتا۔ یہہ وقت فیض گستری کا ہوا کرتا۔ خانقاہ میں بھی خاص رونق ہوا کرتی۔

ف ۵۵۴ مرشد نے خرقہ و خلافت عطا کرنے کے بعد آپ کو خاص طور سے دہلی روانہ کیا تھا جہاں آپ کی خانقاہ روحانیت اور تصوف کا گہوارہ اور ایک شاندار ادارہ بن گئی تھی۔ خانقاہ ہی کے ایک حصہ میں ایک عظیم الشان مدرسہ تھا۔ جہاں ہر قسم کے علوم کی تعلیم ہوتی تھی۔ اس میں کئی ہزار طلباء زیر تعلیم رہا کرتے تھے اس درس گاہ نے نامور علماء پیدا کئے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی آپکے اجل خلفاء میں سے تھے۔

---

[۱] مآثر الامراء۔ گلزار ابرار۔ ذخیرۃ الخوانین۔ بوستان اخیار

(ب) ۱۰۱۲ھ میں وفات ہوئی۔ مزار دہلی میں متصل قدم شریف واقع ہے۔ خواجہ کلاں آپ کے بڑے صاحبزادے تھے جو بڑے عابد وزاہد اور عالم وفاضل تھے۔ والد کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ ایک عرصے تک فیض رسانی کے بعد انتقال کیا تو والد ماجد کی مزار سے جانب شمال ومغرب دفن ہوئے۔

(ج) خواجہ خورد چھوٹے صاحب زادے تھے۔ علوم ظاہری وباطنی کے جامع تھے۔ ۱۰۴۲ھ میں وفات ہوئی والد کی مزار سے جانب جنوب دفن ہوئے۔

(د) خواجہ حسام الدین حضرت باقی باللہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ ۱۰۱۲ھ میں انتقال ہوا۔ مزار جانب جنوب شرق واقع ہے۔ ۵۱

قاری شیخ حسین قادری

ف ۵۵۵ ایک باکمال بزرگ تھے۔ حج کے لئے تشریف لے گئے تو مکہ معظمہ میں عبدالوہاب متقی سے تجوید وقراءت سیکھی۔ واپسی پر تجوید کا درس دیتے رہے ۱۰۱۳ھ میں انتقال ہوا۔ ۵۲

قاری حافظ مفتی شیخ کمال محمد العباسی

ف ۵۵۶ عالم کبیر۔ مفتی کمال۔ وطن احمد آباد۔ ولادت ۹۵۸ھ شیخ عبدالملک النبانی سے علم وحدیث وحفظ وقراءت کی تکمیل کی۔ احمد آباد سے ۹۸۰ھ میں اجین گئے۔ جہاں شیخ سراج الدین کی لڑکی سے شادی کی۔ ایک مدرسہ قائم کیا۔ اوس میں درس دیا کرتے اور فتاویٰ نویسی کیا کرتے۔ روزانہ کا معمول تھا کہ ثلث رات رہے یا کچھ قبل بیدار ہوجاتے غسل کرکے سات سی پارے تہجد میں پڑھتے۔ پھر نماز فجر تک بطریق شطاریہ ذکر کرتے۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد اشراق تک تلاوت فرماتے۔ اوس کے بعد درس وتدریس میں مشغول ہوجاتے۔ یہہ سلسلہ زوال تک جاری رہتا دوپہر کے کھانے کے بعد ایک گھنٹہ قیلولہ کرکے نماز ظہر ادا فرماتے۔ نماز سے فراغت کے بعد فتاویٰ لکھنے کا کام شروع ہوتا۔ اس کام میں عصر تک مشغولیت رہتی۔ عصر کی نماز کے بعد مغرب تک پھر فتاویٰ نویسی کا سلسلہ جاری رہتا مغرب کی نماز کے بعد احباب سے باتیں ہوتیں۔ عشاء تک اپنے حجرے میں داخل ہوکر دوسرے روز کے درس کی تیاری کے لئے مطالعہ فرماتے۔ ایک تہائی رات مطالعہ میں گذار کر مکان تشریف لے جاتے۔ یہہ دستور ۱۵ سال کی عمر سے لیکر ۵۵ سال کی عمر تک برابر جاری رہا۔ وفات ۱۰۱۳ھ میں ہوئی۔ ۵۳

۵۱۔ ہفتاد اولیاء از شاہ مراد سہروردی۔ اولیائے صوبۂ دہلی۔ از رکن الدین نظامی
۵۲۔ خزینۃ الاصفیاء۔
۵۳۔ گلزار ابرار

شیخ القراء حافظ عبدالکریم بصیر قاری ہفت قرات اکبرآبادی

ف ۵۵۷ آگرے کے متوطن۔ شیخ القراء حافظ شیخ عبدالملک کے ممتاز شاگرد تھے۔ حفظ و تجوید و قرات کی تکمیل کی۔ "ساتوں قراتیں مع چودہ روایتوں کے ازبر تھیں۔" قصیدہ شاطبیہ مع معنی اور اونکے اشکال کے بالکل حفظ تھا۔ آپکی ادائی میں بہت تاثیر اور دلکشی پائی جاتی تھی۔ اوس میں ایسی فنائیت حاصل کی تھی کہ باطن نور قرآنی سے منور تھا۔ ہم نشینوں کی دل کی باتیں آیات کے پردے میں ظاہر کیا کرتے تھے مدت العمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ خلق خدا کو آپ سے بیحد فیض پہونچا۔

(ب) سنہ ۱۰۱۴ھ میں وفات ہوئی۔ آگرے میں دفن ہیں۔ ؎۱

مقری ابوالخیر قاری عشرہ

ف ۵۵۸ شیخ مبارک کے تیسرے فرزند۔ ابوالفضل کے چھوٹے بھائی۔ ولادت ۲۲ر جمادی الثانی سنہ ۹۶۰ھ بہ مقام آگرہ ہوئی۔ پدر بزرگوار سے قراءت عشرہ سیکھیں۔ دیگر علوم میں بھی وہ کمال حاصل کیا کہ شہرۂ آفاق ہو گئے۔ عراقی نے تینوں بھائیوں کی تعریف اسطرح کی ہے

پس از ہزاران گردش بہ خاک ہندستان ۔ بہ نژاد مادر گیتی سہ گوھر از یک کان

علم و فضل کے علاوہ آپ اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ سے متصف تھے۔ شہزادوں کی تعلیم و تربیت و سفارت کا کام آپکے سپرد تھا۔ ۲۵۔ جمادی الاولی سنہ ۱۰۱۴ھ میں وفات ہوئی۔ والد کی مزار کے قریب مدفون ہوئے۔ ؎۲

قاری حافظ شیخ محمود بلگرامی

ف ۵۵۹ بلگرام کے باشندے تھے۔ لڑکپن سے قرآن مجید سے شغف تھا۔ حفظ و قراءت کی تکمیل بھی لڑکپن ہی میں کرلی۔ اچھے عالم و فاضل اور اپنے زمانے میں علم و فضل۔ زہد و تقوی کے لئے مشہور تھے۔ دن بھر قرآن شریف پڑھتے اور پڑھاتے رہتے تھے قرآن شریف کی تلاوت میں فنائیت کا یہ عالم تھا کہ مرنے کے بعد بھی عرصے تک لوگوں نے ہر شب جمعہ کو اون کی مرقد سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنی ہے۔ آپ کا مزار موضع قتلغ پور میں واقع ہے۔ چونکہ غلام علی آزاد نے مآثر الکرام میں ثقہ راویوں کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے لہٰذا ہم ان ہی کے الفاظ میں دہراتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "عبدالصمد خواہر زادۂ فیضی در بارۂ ۔۔۔ می نویسد۔ حافظ محمود قرآن خوان ممتاز وقت و سرآمد عصر بود گویند کہ بعد از وفات ہر شب جمعہ از مرقد منورا و آواز خواندن می شنوند۔ و این بہ زبان آن حق گویان کہ خود بہ گوش ہوش شنودہ اند نوشتہ ام۔" ؎۳

؎۱ برکات الاولیاء۔ از امام الدین احمد۔ بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی۔ ؎۲ بوستان اخیار از سعید احمد مارہروی
؎۳ ترجمہ۔ عبدالصمد جو فیضی کا بھانجا ہے وہ لکھتا ہے کہ حافظ محمود جو اپنے وقت کے ممتاز قرآن خوان اور یکتائے

مقری میاں نورالدین محمد لاہوری

ف ۵۶۰ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں ایک بزرگ میاں نورالدین محمد نامی لاہور میں تھے جو صاحب سلسلہ اور مستند مقری تھے۔ انھوں نے قرات حاجی ابراہیم سے۔ حاجی ابراہیم نے حاجی احمد سے۔ اور حاجی احمد نے عبدالملک سے۔ عبدالملک نے حافظ محمد جعفر سے اور حافظ جعفر نے علامہ شمس الدین جزری۔ سے سنداً حاصل کی تھی۔ اس سلسلہ متواترہ متصلہ سے میاں نورالدین محمد نے بہتوں کو قرات سکھائی۔ اونکے تین نواسے تھے اور تینوں قاری تھے اونکے نام یہہ تھے (۱) میاں محمد حسین (۲) حافظ میاں سعداللہ (۳) میاں فتح محمد۔ ان تینوں بزرگوں نے ایک عرصے تک فن تجوید کی خدمت کی اور بہت سے قرا پیدا کیئے۔ اونکے شاگردوں میں قاری نعمت اللہ بن رحمت اللہ تھے جنھوں نے تینوں نواسوں سے تجوید و قرارت سیکھی تھی۔ اور پھر اورنگ زیب کے عہد میں ایک عرصے تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ انکی سکونت محلہ نو۔ زمین کلالان۔ لاہور میں تھی۔ صاحب موصوف نے ایک تجوید کا رسالہ مفید القراء کے نام سے سنہ ۱۰۸۹ھ میں لکھا۔ جس میں حضرت حفص بن سلیمان کی روایت کی خصوصیات۔ مخارج و صفات حروف و رسم الخط پر طویل اور سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس رسالے میں سبعہ کے اماموں کے نام بھی درج ہیں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے دوسرا نسخہ مقری خواجہ محمد احمد صاحب سابق ناظم آثار قدیمہ کے پاس دیکھا تھا۔

شہنشاہ نورالدین محمد جہانگیر۔ ۱۰۱۴ھ تا ۱۰۳۷ھ

ف ۵۶۱ یہہ بادشاہ غیر معمولی قابلیت اور صلاحیتوں کا حامل تھا۔ تہذیب و تمدن کے اعلیٰ مقام پر بیٹھکر تنقید و رائے زنی کرتا تھا۔ تزک جہانگیری پڑھنے سے اس کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ بعض اوسکو عیش پرستی سے مطعون کرتے ہیں اگر وہ خود لکھتا ہے کہ میں صرف تین گھنٹے رات کو سوتا ہوں کیونکہ اس سے زیادہ سونے سے نہ تو عبادت ہی ٹھکانے سے ہو سکتی ہے اور نہ حکومت کے کام سرانجام پاتے ہیں۔ ایسے محنتی اور جفاکش بادشاہ کے متعلق دور سے دیکھنے والے جو کچھ کہیں مگر وہ حقیقت سے دور ہی ہوگی۔

(ب) جہانگیر کو بزرگوں سے عقیدت تھی۔ علم اور اہل علم کی قدر کرتا۔ اونکو جاگیریں اور مناصب دیتا تاکہ وہ اطمینان سے اپنے کام میں لگے رہیں اور فکر معاش اونکو اہم فریضے سے باز نہ رکھے۔ اس نے عجائبات

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۵۲) تھے۔ اونکے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اونکی وفات کے بعد اونکی قبر منور سے ہر جمعہ کی شب میں قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنی گئی اور میں نے یہہ بات اون معتبر راویوں سے سنکر جنھوں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے لکھی ہے۔ ماثر الکرام از غلام علی آزاد۔

کا بھی بڑا ذخیرہ فراہم کیا تھا۔ ہر کتاب اور ہر نادر چیز پر اس نے بہ اندراج سنہ حصول اپنی دستخط کر دیئے ہیں

ف ۵۶۲ اوسکے عہد میں خوشترا بی بی نام کی ایک خاتون قاریہ۔ عابدہ۔ زاہدہ احمد آباد میں تھیں ۱۰۲۰ھ میں جب جہانگیر احمد آباد گیا تو اون کی تعریف سنکر اون سے ملنے کا مشتاق ہوا اور بلایا۔ مگر وہ خاتون نہ گئیں البتہ دعا کا وعدہ کیا۔ خوشترا بی بی کی قبر نصیر آباد میں روضہ عطاء اللہ سے متصل واقع ہے۔

ف ۵۶۳ شہنشاہ جہانگیر نے اپنے خاندان کی ایک شریف زادی کی شادی اپنے رضاعی بھائی نواب مقرب خان سے کردی جو شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء کی اولاد سے تھے۔ یہہ بی بی نہایت عفیفہ۔ حافظہ قاریہ۔ نمازی اور پرہیزگار تھیں۔ پانی پت میں اون کا قیام تھا۔ دن بھر لڑکیوں کو قرآن پڑھاتی تھیں۔ شہرت سنکر امرائے پانی پت نے بھی اپنی لڑکیاں اونکے پاس بھیجنی شروع کر دیں۔ دختر نواب۔ و دختر دیوان عبدالرحیم اور دوسری لڑکیاں آپ سے قرآن پڑھنے لگیں۔

(ب) شاہی خاندان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اون کو زیور بہت ملا تھا۔ آپ نے شاہ اعلیٰ کا چبوترہ بنانے کا ارادہ کیا۔ مگر اوسکے بعد مسجد تعمیر کرائی جو استاد جی کی مسجد کہلاتی ہے۔ اوسی مسجد کے صحن میں استاد جی کی قبر بھی پانی پت میں ہے جس پر سنگ مرمر کا تعویذ ہے۔

ف ۵۶۴ ۱۰۲۷ھ میں جہانگیر جب احمد آباد گیا تو نبیرہ شاہ عالم سے مل کر اونکو نذر دینی چاہی۔ مگر حضرت نے قبول نہ کی تو جہانگیر نے کہا کہ وہ کیا ہدیہ دے سکتا ہے۔ فرمایا قرآن شریف کا ایک نسخہ۔ چنانچہ جہانگیر نے یاقوت مستعصمی کا لکھا ہوا قرآن شریف تحفتاً دیا۔

ف ۵۶۵ سید احمد بن رفیع الدین نے ۱۰۳۲ھ میں اپنے خاندانی حالات لکھے جس کا نام ملفوظ احمدی و رفیعی رکھا۔ اوس کا قلمی نسخہ ان ہی کے خاندان کے ایک فرد قاضی نورالدین بھڑونچی کے پاس محفوظ ہے۔

ف ۵۶۶ محمد بن جلال شاہی نے ایک رسالہ لطائف شاہیہ (اوراد و اذکار شاہ عالم) ۱۰۳۲-۴۰ھ میں مرتب کیا۔ اس کا قلمی نسخہ بھی فی الوقت قاضی نورالدین بھڑونچی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

قاری مولانا صبغۃ اللہ بھڑونچی

ف ۵۶۷ آپ سید کمال الدین قزوینی کے نواسے تھے جن کا ذکر فقرہ ۵۶۴ میں گذر چکا ہے۔ پہلے نانا سے علوم حاصل کئے پھر علامہ وجیہ الدین کے مدرسہ واقع احمد آباد میں تعلیم پائی۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم میں تبحر حاصل کیا۔ نانا کے مدرسے میں کچھ روز تدریسی کام انجام دینے کے بعد حج کے لئے روانہ ہوئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ مکہ معظمہ میں بھی جاری رکھا دو سال کے قیام کے بعد وہاں سے واپس ہوئے۔ احمد آباد۔ بھڑونچ اور بیجاپور میں علوم کی اشاعت کی دوبارہ حج کو گئے اور ۱۰۱۵ھ میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

(برکات الاولیاء - از امام الدین احمد - یاد ایام از عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء)

قاری سید احمد بن شیخ — **ف ۵۶۸** تفصیلی واقعات فقرہ ۲۱۷ جلد اول میں ملاحظہ فرمائے جائیں۔ آپ سید شیخ بن عبداللہ حضرمی کے فرزند تھے۔ والد کے انتقال کے بعد احمد آباد آئے۔ وہاں سے بھڑوچ منتقل ہوکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ابتک آپکے مدرسے کے آثار باقی ہیں۔

(ب) آپ شہنشاہ اکبر کے مسلک سے سخت متنفر تھے۔ جب اکبر کا انتقال ہوا تو بے وقت دومنزلہ مکان سے نیچے اتر کر شکرانہ ادا کیا۔ اوس وقت لوگوں نے اوس کا مطلب نہیں سمجھا۔ چند روز کے بعد اطلاع ملی کہ اکبر کا انتقال ہوگیا۔

(ج) ۱۰۲۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ ایک بڑے گنبد میں مزار ہے۔ ۱؎

قاری حافظ شاہ محمد فضل اللہ نائب رسول اللہ — **ف ۵۶۹** شاہ محمد بن خواجہ فضل اللہ ابن خواجہ محمد صدر ابن خواجہ حسین جونپوری حسینی سادات میں سے تھے دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں آپ کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

(ب) مولد احمد آباد ہے۔ کم سنی میں والد کا انتقال ہوا۔ شیخ صفی گجراتی کی خدمت میں حاضری دیتے رہے شیخ کی اجازت سے مکہ معظمہ گئے۔ وہاں بارہ سال تک علی متقی کی خدمت میں رہے اور آپ ہی سے تجوید و قرات و حدیث و دیگر علوم حاصل کئے۔ واپس آکر احمد آباد میں شادی کی۔ پھر بارہ سال کی مدت علامہ وجیہ الدین علوی کی خدمت میں رہکر علوم سیکھتے رہے۔ آپ نے شیخ ماہ جونپوری سے بھی جو اوس زمانے میں گجرات آگئے تھے استفادہ کیا۔ پھر شیخ ابوخضر تمیمی کی خدمت میں اسیر گڑھ آئے۔ بعد ازان برہان پور میں مقیم ہوگئے جہاں ایک مدرسہ جاری کیا۔ شرع و سنت کے سخت پابند تھے۔

(ج) شیخو پورہ کے نام سے ایک محلہ آباد کیا جس میں حفاظ کے تین سو گھر تھے۔ حضرت کا یہ ایک محیر العقول فیض تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپکے زمانے میں شیخو پورہ میں قرآن خوانی کے سوائے صبح کے وقت کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اشاعت حق کے سلسلہ میں مرکزی شخصیتوں کا عام طور سے کیا اثر پڑتا ہے۔

(د) ۱۰۲۹ھ میں وفات ہوئی۔ "ابن فضل اللہ" مادہ تاریخ وفات ہے۔ آپکے دو لڑکے خواجہ فضل اللہ اور خواجہ فضیل تھے۔ اونکی اولاد برہان پور اور ملکاپور میں ہے ۲؎ خواجہ محمد احمد صاحب سابق ناظم آثار قدیمہ

۱؎ - یاد ایام از عبدالحی ۲؎ سفینۃ الاولیاء از دارا شکوہ - خزینۃ الاصفیاء - تاریخ برہان پور وغیرہ

اور اونکے برادران آپ ہی کے اولاد سے ہیں جو اس وقت حیدرآباد میں موجود ہیں۔ خواجہ محمد احمد صاحب عثمانی قاری۔ عالم و فاضل ایم اے ال ال بی اور بزرگان سلف کی یادگار ہیں۔

قاری سید محمد بن عبداللہ العیدروسی | ف ۵۷۰ آپ کے اور آپکے والد کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ ۲۱۸ میں درج ہیں۔ سورت میں بود و باش اختیار کی۔ وہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ۱۰۳۰ھ میں وفات ہوئی۔ سورت میں دفن ہیں۔ ۱ھ

مقری حافظ شاہ جنداللہ قاری سبعہ | ف ۵۷۱ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ (۱۲۱) میں درج ہیں۔ وہاں ملاحظہ ہوں۔

قاری سید جلال الدین ثانی شیرازی | ف ۵۷۲ آپ سید رفیع الدین کے فرزند تھے۔ خاندانی روایات کو قائم رکھتے ہوئے تجوید و دیگر علوم والد سے حاصل کئے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ۱۰۳۶ھ میں انتقال ہوا۔ ۲ھ

مقری حافظ شیخ نظام الدین تھانیسری | ف ۵۷۳ والد کا نام عبدالشکور۔ عبدالشکور اور جلال الدین تھانیسری دونوں بھائی تھے۔ شیخ نظام الدین کو جلال الدین تھانیسری کی لڑکی بیاہی گئی تھی۔ اس طرح آپ جلال الدین کے داماد بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ علوم متداولہ چچا سے حاصل کئے۔ اچھے حافظ و قاری تھے۔ حنفی المذہب و سلسلہ صابریہ میں مرید تھے۔ ابتداً بڑی ریاضتیں اور مجاہدات کئے۔ شہزادہ سلیم آپ کا بہت معتقد تھا۔ آپ نے اس کو بشارت دی تھی کہ وہ بادشاہ ہوگا۔ بالآخر حضرت کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ لیکن جب وہ بادشاہ ہوا تو شہزادہ خسرو سے ناراض ہوا۔ شہزادہ خسرو تھانیسر آکر حضرت سے دعا کا طالب ہوا۔ حضرت نے اس کو نصیحتیں کیں۔ دشمنان شیخ نے بادشاہ سے کہا کہ خسرو اپنی مطلب براری کے لئے تھانیسر جاتا ہے اور حضرت نے اوس کو سلطنت کی بشارت دی ہے۔ یہہ سنکر جہانگیر برہم ہوا۔ حضرت کو ہندوستان چھوڑنے کا حکم دیا اور کہا کہ پھر واپس نہ آئیں۔ چنانچہ حضرت مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ بعد فراغ حج مکہ مکرمہ میں شرح لمعات مرتب کی۔ پھر مدینہ منورہ گئے۔ وہاں شرح المعانی تفسیر قرآن مجید تصنیف فرمائی۔ رسالہ بیان ہفت طبق۔ ریاض اقدس۔ تفسیر قرآن مجید و معادن حقانی بھی آپ کی تصنیفات سے ہیں۔ بوقت تصنیف و ترتیب کوئی آپکے پاس نہ جاتا تھا۔ مدینہ منورہ میں کئی سال قیام رہا۔ پھر بلخ میں اقامت اختیار کی۔ ۱۰۳۶ھ میں بلخ میں انتقال ہوا۔ ۳ھ

۱ھ یادایام از عبدالحی۔ ۲ھ تذکرہ سادات شیرازیہ مرتبہ قاضی نورالدین بھڑوچی
۳ھ تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی

مقری حافظ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی | ف ۵۷۴ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۲۵ تا ۲۲۸ میں درج ہیں۔

مقری نورالدین | ف ۵۷۵ قاری نورالدین نے مقصود القاری فارسی زبان میں معزالدین قاضی خان کے لئے لکھی تھی جو بعد میں طبع ہوئی جسے سند قبولیت عطا ہوئی۔

قاری عبدالحلیم شاہ داتار بھنڈاری | ف ۵۷۶ سلسلہ قادریہ کے یہہ بزرگ علاقہ برار میں فیض رسان رہے۔ جہانگیر کے زمانے میں بالاپور علاقہ برار میں کچھ عرصہ رہے۔ وہاں سے انکلے سر (بھڑونچ) میں جاکر اقامت اختیار کی۔ اونکے فرزند شاہ محمود بالاپور میں مقیم ہو گئے۔ باپ بیٹے کو قرآن مجید سے بڑا شغف تھا۔ عبدالحلیم شاہ ۸ انچ × ۵ انچ کی تقطیع کا حمائل اپنے ساتھ رکھتے تھے جس کی جدول مطلاو مذہب ہے۔ ۵۰۵ھ میں قرطبہ میں اس کی کتابت ہوئی۔ اب یہہ قرآن شریف حضرت کے سلسلے کے سجادہ نشین سید محمود علی صاحب جاگیردار ابن سید غلام علی ابن سید غلام محی الدین کے پاس انکلے سر میں موجود ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔

فن تجوید و قراءت سے قطب شاہیوں کو دلچسپی | ف ۵۷۷ محمد قلی قطب شاہ ۹۸۸ھ سے ۱۰۲۰ھ تک حکمران رہا۔ بہت علم دوست بادشاہ تھا۔ ۹۹۸ھ میں اس نے شہر حیدرآباد بسایا۔ اس کے دس سال کے بعد درس گاہ کے اغراض کے لئے چارمینار تعمیر کیا گیا۔ اس مدرسے میں قرآن و علوم دینیہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ اس سے پہلے قطب شاہیوں کا پایہ تخت گولکنڈہ تھا۔ یہاں قراءت کا شوق قدیم سے پایا جاتا ہے۔ بہمنی بادشاہوں کے ذوق قراءت کا یہہ نتیجہ تھا کہ دکن کے پورے علاقے میں قراءت کے لئے سازگار فضا، پیدا ہوئی۔

(ب) قرآن مجید کا ایک نسخہ لفٹننٹ اقبال علی خاں صاحب جاگیردار ساکن ملک پیٹ کے پاس موجود ہے بزخوش خط ہونے کے علاوہ سبعہ کا حاشیہ بھی رکھتا ہے۔ کاتب کا نام محمد بن محمود بن حسن بصری ہے۔ اس قرآن مجید پر کتابت کا سنہ ۳۲۹ھ درج ہے۔ اگر یہہ سنہ حسب ادعائے کاتب صحیح ہے تو اب تک جتنے نسخے قرآن مجید کے ہندوستان میں پائے گئے، ان میں یہہ قدیم ترین نسخہ ہے۔ اس قرآن مجید پر سبعہ کا حاشیہ بعد میں درج کیا گیا ہے۔ قیاس ہے کہ تین سو ساڑھے تین سو سال قبل کا ہوگا مگر سبعہ کا اتنا قدیم حاشیہ بھی اہمیت سے خالی نہیں

(ج) قرآن مجید کا دوسرا نسخہ نواب سالار جنگ مرحوم کے عجائب خانے میں کیقباد کاتب کا لکھا ہوا ۹۰۵ھ کا ہے۔ کاتب کا ادعا ہے کہ یہہ نسخہ حضرت علی کے دستی قرآن مجید کی ہوبہو نقل ہے۔ اس کے حاشیے پر بھی سبعہ کے اختلافات درج ہیں۔ یہہ نہ معلوم ہو سکا کہ یہہ نسخہ کب اور کہاں سے آیا۔ قیاس ہے کہ ایران سے درآمد ہوا ہے

ہندوستان میں قراءت سبعہ کے حاشیے والے جو نسخے پائے جاتے ہیں اُن میں یہہ نسخہ قدیم ترین ہے۔

ف ۵۷۸ سلطان عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵ھ سے ۱۰۸۳ھ تک) حکمران رہا۔ اس کو بھی علم سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے اپنی والدہ حیات النساء کی یادگار میں حیات نگر بسا کر مسجد و مدرسہ تعمیر کرایا۔ اس مدرسے میں طلباء کے قیام وطعام کا انتظام تھا۔ یہہ مدرسہ بھی تاناشاہ کے عہد تک جاری رہا۔

(ب) دوسرا مدرسہ ملا محمد ابن خاتون نے عبداللہ قطب شاہ کے ایمائے سے لنگر فیض کے پاس گولکنڈہ میں قائم کیا اس میں بھی طلباء کے کھانے اور رہنے کا انتظام تھا۔ یہہ مدرسہ بھی تاناشاہ کے عہد تک جاری رہا

نظام شاہیوں کو تجوید و قراءت سے دلچسپی

ف ۵۷۹ جنوب میں گلبرگہ اور بیجاپور میں تجوید و قراءت کی سرپرستی جاری تھی اور شمال میں خاندیش اور گجرات میں کثرت سے قرار موجود تھے مغربی علاقہ میں تریم (علاقہ حضر موت) سے علماء کی آمد جاری تھی۔ چونکہ احمد نگر درمیان میں واقع تھا اس لئے آنے جانے والے قاریان کرام احمد نگر ہوکر آتے جاتے تھے اس لئے اس خطہ میں تجوید و قراءت کی اشاعت ضروری تھی۔ علاوہ ازیں سلطان برہان شاہ اور بہادر نظام شاہ کو تجوید سے دلچسپی تھی۔ شاہ طاہر کی تحریک پر برہان شاہ نے مدرسہ کے لئے پختہ دو منزلہ عمارت ایک ٹیلے پر بنوائی جس میں تعلیم کے علاوہ خورونوش کا بھی انتظام تھا۔ شاہ طاہر کی وفات ۹۵۶ھ میں ہوئی۔ اس عمارت کے کھنڈر اب بھی جائے عبرت ہیں۔ میں نے اس مدرسہ کو دیکھا ہے۔

(ب) ملک عنبر جو پہلے گورنر تھا اور ۱۰۰۹ھ میں چاند بی بی کے قتل کے بعد زیادہ طاقتور ہوگیا۔ یہہ بھی علم دوست تھا۔ عالموں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ ایک شاعر نے ملک عنبر کی تعریف میں ایک قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر یہہ ہے ؎ درخدمت رسول خدا یک بلال بود ؛ بعد از ہزار سال ملک عنبر آمدہ۔

ملک عنبر نے قراء و علماء کی بڑی خدمت کی۔ اوس کا انتقال ۱۰۳۵ھ میں ہوا۔ خلد آباد میں ایک گنبد اوسکے نام سے مشہور ہے مگر کہا جاتا ہے کہ وہ وہاں دفن نہیں ہے بلکہ اورنگ آباد میں اوسکی قبر ہے۔

(ج) ملک عنبر کا لڑکا فتح خان دولت آباد کا گورنر رہ چکا تھا۔ اوس نے بھی قاریوں اور عالموں کی خدمت کی۔ ان دونوں کی سرپرستی میں بعض قاریوں نے احمد نگر میں اقامت اختیار کی اور بعض آتے جاتے ٹھہرتے تھے۔ چنانچہ شیخ حبیب العیدروس بن شیخ عبداللہ جن کے بارے میں دوسری جگہ بیان ہوچکا ہے جید قاری تھے۔ جب حضر موت سے ہندوستان آئے تو پہلے نظام شاہ کے پاس ہی قیام کیا۔ بعد ازاں بیجاپور چلے گئے۔ جہاں ابراہیم عادل شاہ کی وفات تک ٹھہرے رہے اوسکے بعد دولت آباد آگئے۔ فتح خان تعظیم و تکریم کے ساتھ پیش آیا۔ وفات تک آپ دولت آباد میں رہے۔

(د) اسی طرح قاضی احمد بن ابوبکر حضرموت سے آکر ملک عنبر کے مہمان رہے۔ کچھ عرصے کے بعد گولکنڈہ آگئے۔

(ھ) قاری حافظ احمد بن عبداللہ بھی تریم (حضرموت) میں پیدا ہوئے۔ حیدرآباد آتے ہوئے احمدنگر میں قیام کیا تھا۔

ابراھیم عادل شاہ ثانی ۹۸۸ھ تا ۱۰۳۷ھ

ف۵۸۰ - مورخین نے اس بادشاہ کی بڑی تعریف و توصیف کی ہے اس کا عہد حکومت بھی طویل رہا۔ ۹ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ اور ۴۹ سال حکومت کی۔ دانشمند۔ متین۔ سنجیدہ حکمران تھا۔

(ب) پہلے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں دوسرے علوم سیکھے۔ فنون لطیفہ سے بھی دلچسپی تھی خود موسیقی کا ماہر تھا۔ خوشنویسی میں کمال پیدا کیا تھا۔ صاحب بساتین السلاطین اوسکی خوشنویسی کی تعریف میں لکھتے ہیں "اگرچہ دراں زمان خوشنویسان اقالیم جمع آمدہ بودند ولے بادشاہ بادشاہ قلمہا بود۔ ثلث و نسخ و نستعلیق را بہ آں درجہ حسن و متانت رسیدہ بود کہ برخطوط خوش قلمان عصر قلم نسخ کشیدہ" مشہور شاعر و ادیب ظہوری اوسکے زمانے میں موجود تھا جو بادشاہ کی نغمہ نوازی کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

گرا کسیر سرور و سوز سازند ٭ ز خاکِ پاکِ بیجاپور سازند

(ج) حبیب العیدروس بن عبداللہ جو لاجواب قاری۔ حافظ و عالم تھے۔ اس بادشاہ کے زمانے میں ۹۹۲ھ میں بیجاپور آئے۔ بادشاہ آپکی شخصیت سے بہت متاثر ہوا۔ اونکو بڑے احترام سے رکھا۔ ادب کی کتابیں آپ سے پڑھیں۔ تجوید و قراءت میں بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ رفتہ رفتہ حضرت کا اثر اتنا بڑھا کہ بادشاہ نے امامیہ مذہب ترک کر کے اہل سنت کے عقائد کا پیرو ہوگیا۔ حضرت کا یہہ اثر امرائے دربار کے لئے ناگوار تھا۔ وہ دشمن ہوگئے مگر بادشاہ کی زندگی تک حضرت برابر اپنا کام کرتے رہے۔ ۱۰۳۷ھ میں ابراھیم کا انتقال ہوا تو حبیب العیدروس بیجاپور میں نہ رہ سکے دولت آباد چلے گئے۔

سلسلۂ عہدِ مغلیہ

باب یازدھم۔ (شاہ جہان و اورنگ زیب)

ف۵۸۱ شاہ جہان کا دورِ حکومت علوم و فنون خصوصاً تجوید و قرات کے لئے بہت سازگار ثابت ہوا۔ شاہ جہان خود عالم۔ صوفی۔ قاری اور خوشنویس تھا۔ علماء و قراء کی بڑی خدمت کرتا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی کا مرید بھی تھا۔ اس دور میں قراء بہ کثرت پیدا ہوئے۔

(ب) کتب خانہ حبیب گنج (علی گڑھ) میں خط کوفی میں لکھے ہوئے کلام اللہ کے پانچ اوراق محفوظ ہیں جن کے متعلق شاہ جہان نے تصدیق کی ہے کہ حضرت علیؓ کے دست مبارک کے لکھے ہوئے ہیں۔

(ج) ایران میں قاری ملا مصطفےٰ نے ۱۰۴۰ھ میں قراءت عاصم پر ایک رسالہ "تحفۃ القراء" کے نام سے بزبان فارسی شاہ عباس ثانی کے زمانے میں لکھا تھا۔ آقا سید علی شوستری نے ۱۳۰۳ھ میں بمبئی سے دوسری دفعہ طبع کرایا۔ اس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(د) شاہ عباس ثانی کے عہد میں فن تجوید پر ایک رسالہ فارسی میں عبد الرضا ابن جلال نے ایران میں لکھا تھا۔ دراصل یہ رسالہ سید ابوالقاسم کی منظوم کتاب کی شرح ہے۔ ناظم الدولہ کی فرمائش پر محمد باقر نے ۱۲۷۰ھ میں اس کی نقل بہ مقام کربلا کی۔ فی الوقت یہ نقل ڈاکٹر عبد الحق مرحوم کے کتب خانہ واقع مدراس میں موجود ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔ اس میں حوالہ جات ائمہ فرقہ امامیہ کے درج ہیں مگر قواعد وہی ہیں جو عام رسالہ جات تجوید میں بیان کئے جاتے ہیں۔ اس میں امام باقر کا ایک قول درج ہے[1] مَا اسْتَوَىٰ رَجُلَانِ فِي حَسَبٍ وَدِينٍ اِلَّا كَانَ اَفْضَلُهُمَا عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ بِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ كَمَا اُنْزِلَ وَدُعَائِهِ مِنْ حَيْثُ لَا يُلْحِنُ فَاِنَّ الدُّعَاءَ الْمَلْحُونَ لَا يَصْعَدُ اِلَى اللّٰهِ۔ مجتہد العصر کا ایک ا[illegible]

---

[1] نہیں برابر ہوتے دو شخص حسب و دین میں اگر افضل ہوتا ہے ان میں سے وہ جو پڑھتا ہے قرآن کو اس طرح جس طرح وہ نازل ہوا ہے اور دعا سے جس میں لحن نہ ہو اسلئے لحن والی دعا اللہ تک نہیں پہونچتی

قول ان کے "فتاویٰ" میں مذکور ہے وہ یہہ ہے کہ ۵۱ اَلْغِنَا فِی الْمَرَاثِیْ کَالزِّنَا فِی الْمَسَاجِدِ

(ہ) قرآن شریف کا وہ نسخہ جس کو ۱۰۳۸ھ میں فتح اللہ کاشانی نے لکھا تھا۔ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔

(و) عبدالباقی الحداد کاتب نے ایک حمائل مطلاّ و مذہب مع مرصع جدول کے خوش خط لکھ کر شاہجہان کو نذر کیا۔ جس کے صلہ میں بہت انعام ملا۔ یہہ حمائل خدابخش خان لائبریری میں بمقام بانکی پور موجود ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔

مقری شیخ عبدالقادر حضرمی ثم احمد آبادی ف ۵۸۲ شیخ عبدالقادر حضرمی بن شیخ بن عبداللہ بن شیخ ابن عبداللہ العیدروس۔ ۹۷۸ھ میں بمقام احمد آباد پیدا ہوئے۔ قرآن مجید تجوید و قراءت کے ساتھ سید شیخ بن عبداللہ العیدروس سے پڑھا۔ اور شیخ حسین کشمیری کو سنایا۔ پھر درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۱۰۳۸ھ میں وفات پائی۔ احمد آباد میں دفن ہیں ۵۲

مقری حافظ ملا عبدالکریم کاکوروی ف ۵۸۳ وطن کاکوری جو لکھنؤ سے متصل ہے۔ والد کا نام مقری حافظ شہاب الدین ابن مخدوم نظام الدین کاکوروی۔ دادا سے علوم سیکھے۔ فن تجوید و قراءت تو ورثہ میں ملا تھا۔ بچپن سے ذہین تھے۔ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں کے جامع لڑکپن ہی میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔

(ب) اکبر نے مخدوم نظام الدین کو جاگیر عطا کی تھی۔ مگر جہانگیر نے تخت نشین ہوتے ہی حکم جاری کیا کہ جاگیرات کی اسناد اس کو دکھلا کر تجدید کرالی جائے۔ اس بنا پر آپ اپنی سند لیکر دہلی پہنچے۔ اور مرزا غیاث کے پاس مہمان ٹھہرے چند روز تک جو اس نے حضرت کی خوبیاں دیکھیں تو آپ سے کہا کہ میری دختر نور جہان بیوہ ہو گئی ہے اوس سے آپ عقد کر لیں۔ ملا صاحب نے دوسرے روز جواب دینے کا وعدہ کیا۔ دوسرے روز فرمایا کہ "آپ عنقریب وزیر ہونے والے ہیں اور آپ کا لڑکا صوبیدار۔ اس لئے ایک امیر کبیر کو ایک فقیر سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔" مرزا غیاث نے جب وزارت کی خوش خبری سنی متعجب ہوا کہ اس کے لئے اتنی بڑی خدمت کا کیا موقعہ ہے۔ ملا صاحب نے کہا "ایسا ہی ہوگا"۔ اپنے اسناد مرزا کے حوالے کر کے فرمایا کہ "جب وزیر ہو جائیں تو اون پر بادشاہ کے دستخط لیکر واپس کر دینا"۔ یہہ کہہ کر کاکوری واپس چلے گئے۔

ف ۵۸۴ ملا عبدالکریم کے واپس چلے جانے کے بعد جہانگیر نے نور جہاں سے عقد کرنا چاہا۔ نور جہان نے چند شرائط پیش کئے جن میں سے دو شرطیں یہہ تھیں کہ مرزا غیاث کو وزارت اور آصف خاں کو صوبیداری

---

۵۱ مراثی میں ترنم ایسا ہے جیسے مسجد میں زنا کرنا۔ ۵۲ نزہت الخواطر ازعبد الحی

دی جائے۔ جہانگیر نے ان شرائط کو منظور کر لیا۔ مرزا غیاث وزیر ہوئے اور آصف خان کو بنگالے کا صوبیدار بنا کر بھیجا گیا۔ مرزا غیاث نے ملا عبدالکریم کی اسناد کی نہ صرف تجدید کرا دی۔ بلکہ مزید جاگیریں دلوا کر اپنے فرزند آصف خان کو تاکید کی کہ اسناد ملا عبدالکریم کو واپس کر دیئے جائیں اور اون سے دعا کی درخواست کی جائے۔ آصف خان کاکوری جا کر ملا صاحب سے بڑے احترام سے ملا اور استدعا، کی کہ اونکے چھوٹے لڑکے ملا عزیزاللہ کو جو قاری۔ حافظ و عالم تھے اجازت دی جائے کہ اوسکے ہمراہ بنگالہ جائیں۔ ملا صاحب نے منظور کر لیا۔ اونکے بڑے فرزند ملا عظمت اللہ بھی قاری۔ حافظ اور فقیہہ تھے جو بعد ازاں زیب النساء کے استاد مقرر ہوئے۔

و ۵۸۵ اس واقعہ سے چند سال قبل اکبر کے عہد حکومت میں بھی ملا عبدالکریم اس وقت دہلی گئے تھے جبکہ حضرت باقی باللہ باحیات تھے۔ ملا عبدالکریم قاری حافظ محمد حسن دہلوی کے توسط سے حضرت باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اونکے حلقے میں بھی تبرکاً و تیمناً شریک ہوئے جس میں وہ قادری نسبت زیادہ محسوس فرماتے رہے۔

(ب) خواجہ باقی باللہ نے حضرت مخدوم نظام الدین کی بڑی ستائش کرتے ہوئے اپنے مرشد خواجہ امکنگی کا قول دہرایا کہ ہندوستان میں بڑے بڑے عالم موجود ہیں اور پھر اون کے حوالے سے یہہ واقعہ سنایا کہ قاری محمد شریف بغدادی جب ہندوستان کے سفر سے واپس ہوئے تو اون سے بیان کیا تھا کہ اس سفر میں ایک بزرگ سے کالپی میں ملاقات ہوئی جو جامع الصفات تھے۔ اور اونکی نسبت اون کی رائے بھی کہ جس کسی کو ایک ہی ذات میں سیدالطائفہ جنید بغدادی کا ادب۔ ابو حنیفہ کا تقویٰ اور قرائے سابقین کے رموز و غموض اور فن تجوید پر مہارت کاملہ دیکھنا منظور ہو وہ مولانا قاری نظام الدین کو دیکھے حضرت باقی باللہ بڑی مہربانی سے پیش آئے۔ اس گفتگو کے وقت حضرت مجدد صاحب اپنے مرشد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

و ۵۸۶ ملا عبدالکریم نے دادا کے نقش قدم پر چل کر تجوید و قرات کی بڑی خدمت کی۔ آپ راوی ہفت قرات تھے۔ اٹھاون سال درس و تدریس و خلق کی خدمت انجام دیکر ۱۰۳۹ھ میں وفات پائی آہ شہباز طریقت سال او۔ آپکے خاندان میں بارہ پشت تک تجوید و قرات و حفظ کا سلسلہ جاری رہا۔[۱]
۱۰۳۹ھ

مقری حافظ عبدالقادر کاکوروی | **و ۵۸۷** ملا عبدالقادر حافظ شہاب الدین ابن مخدوم نظام الدین کاکوروی کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ نے بھی لڑکپن میں تجوید و

---

[۱] تذکرہ مشاہیر کاکوری۔

قرات وحفظ سے فراغت حاصل کی۔ لوگ آپ کے علم و فضل کے بہت معترف تھے۔ آپ نے بھی درس و تدریس میں عمر گذار دی۔ ملا عبدالکریم سے بیعت کی۔ آپکے متعلق تذکرہ مشاہیر کاکوری میں یہہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ "ملا عبدالقادر ابن حافظ شہاب الدین۔ دانشمند مدرس عالم متبحر۔ یکتائے عصر بود۔" دونوں بھائیوں کی نسل سے کئی پشت تک مقری و حافظ و عالم ہوئے ہیں۔ [1]

قاری شیخ جان اللہ لاہوری | وفات ۵۸۸ آپ لاہور کے باشندے تھے لڑکپن ہی میں تجوید و قرات اور دیگر علوم حاصل کئے۔ اوسکے بعد شیخ نظام الدین تھانیسری کی خدمت میں رہے اور خلافت حاصل کرکے لاہور واپس ہوئے اور درس کا سلسلہ شروع کیا۔ جب شیخ نظام الدین حج کو جانے لگے تو آپ بھی ہمراہ ہوگئے۔ سفر میں شیخ کی خدمت کرتے رہے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد مرشد کے ساتھ مدینہ منورہ اور وہاں سے ساتھ ساتھ بلخ گئے۔ بلخ میں مرشد سے رخصت ہوکر ہندوستان واپس آگئے اور لاہور میں درس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۹ رجمادی الثانی ۱۰۳۹ھ کو وفات ہوئی۔ لاہور میں دفن ہیں۔

قاری علی متقی دوم | وفات ۵۸۹ والد کا نام شیخ ابو محمد ابن شیخ حسن ابن شیخ راجا "(از فرزندان سلمان فارسی بود)" شیخ محمد چشتی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ ورع و تقویٰ میں نظیر نہ رکھتے تھے۔ انتقال ۱۱ رجب ۱۰۴۰ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار (ساول کہنہ) میں شاہ بھیکن کے روضے کے پاس احمدآباد میں موجود ہے۔

قاریہ خوشترا بی بی | وفات ۵۹۰ مخدوم رفیع اللہ ابن سعد اللہ ابن شیخ عزیز اللہ کی دختر جو قاریہ عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ لوگ مستجاب الدعوات مانتے اور اونکے پاس دعا کے لئے جاتے تھے۔ سنہ ۱۰۲۰ھ میں جہانگیر جب احمدآباد گیا تو ملنا چاہا۔ لیکن نہ گئیں البتہ دعا کا وعدہ کیا۔ قبر نصیرآباد میں روضہ عطاء اللہ کے نزدیک واقع ہے۔ وفات تقریبًا سنہ ۱۰۴۰ھ میں ہوئی۔

مقری شیخ محمد اعظم چشتی نظامی | وفات ۵۹۱ وطن احمدآباد۔ والد کا نام شیخ حسن محمد چشتی صاحب سلسلہ بزرگ۔ احمدآباد میں تھے جن کا انتقال سنہ ۹۸۹ھ میں ہوا۔ احمدآباد میں دفن ہوئے۔ شیخ محمد اعظم اونکے فرزند و خلیفہ تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں تمام علوم سے فراغت پائی تجوید و قرات بھی سیکھی۔ خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ حافظہ بہت اچھا تھا۔ سات برس تک سخت مجاہدے کئے۔ ۴۲ کتابیں تصنیف کیں جن میں سے مشہور آئینہ وجود۔ طریق الصالحین۔ آداب عارفین

---

[1] تذکرہ مشاہیر کاکوری۔

ہدایت المریدین ہیں۔ ۱۰۳۹ھ میں شاہ جہان نے پانچ گاؤں کی سند اور تحائف دیگر نواب اسلام خان کو احمد آباد بھیجا۔ سو بیدار احمد آباد استقبال کرکے نواب اسلام خان کو حضرت کی خدمت میں پہونچا دیا۔ حضرت نے سند نہ لی نقد فقراء میں تقسیم کرنے کی ہدایت کی۔ اور سنگ موسیٰ کی تسبیح دیگر واپس کیا۔ آپ درس و تدریس میں لگے رہتے تھے۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۰۴۲ھ کو احمد آباد میں انتقال ہوا۔ وہیں قبر موجود ہے۔ ۱؎

ف ۵۹۲

مقری مخدوم شاہ طیب بنارسی

آپ فاروقی النسل تھے۔ والد کا نام شیخ معین الدین ابن شاہ حسن۔ ابن شیخ داؤد۔ ابن شیخ خلیل۔ شیخ خلیل عرب سے آکر غازی پور میں مقیم ہوئے۔ اونکے دو بیٹے شیخ فرید اور شیخ داؤد تھے۔ جب شاہ طیب کی عمر دس سال کی تھی تو والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ کا انتقال پہلے ہی ہوچکا تھا۔ پھوپھی نے پرورش کی۔ قرآن شریف کی تعلیم دلوائی بعد ازاں شیخ نظام الدین بنارسی کی خدمت میں درسی کتابوں کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ پھر جونپور جاکر شیخ نوراللہ انصاری سے علوم متداولہ کی تحصیل کی اور شیخ تاج الدین سے بیعت ہوئے جو سلسلہ قادریہ سہروردیہ کے بزرگ تھے۔ اونکے انتقال کے بعد دہلی جاکر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اون سے خرقہ لیا۔ واپسی پر درس و تدریس و سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں مصروف رہے۔ تجوید و قراءت کے عالم تھے۔ قرآن مجید سے بیحد شغف رکھتے تھے۔ تہجد میں ذوق و شوق سے قرآن مجید پڑھتے۔ تہجد کے بعد بھی قرآن خوانی کا سلسلہ جاری رہتا۔ پھر صبح کی نماز سے فارغ ہوکر تلاوت کرتے۔ ظہر کے بعد ایک ہی پارہ پڑھ کر درس و تدریس میں مشغول ہوجاتے۔ ۱۰۴۲ھ میں ماہ پور (جھونسی) کی مسجد کو تشریف لے گئے۔ جہاں وضو کیا اور عشاء کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ روح پرواز ہوگئی۔ ایک بڑے باغ کے اندر پر فضا مقام پر گنبد ہے وہیں حضرت کے والد کی قبر اور ایک خوشنما مسجد ہے۔ مجھے بھی قبر پر فاتحہ خوانی کا موقعہ ملا ہے۔ ۲؎

ف ۵۹۳

قاری ملا حامد قادری

لاہور کے متوطن۔ عالم و فاضل۔ تجوید و قراءت سے خوب واقف تھے خوش الحان بھی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ قرآن مجید پڑھنے میں لاثانی تھے میاں بالا پیر کے ہم عصر تھے۔ پہلے حضرت سے اعتقاد نہ رکھتے تھے مگر بعد میں مرید ہوکر حضرت ہی کی خدمت میں رہنے لگے تجوید و قراءت کا درس دیتے تھے۔ ۱۷ رمضان ۱۰۴۴ھ کو وفات ہوئی۔ روضہ میاں میر میں دفن ہوئے ۳؎

۱؎ تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی صفحہ ۲۰۴

۲؎ تذکرہ مشائخ بنارس از عبدالسلام نعمانی۔

۳؎ تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی صفحہ ۱۴۱ ۳ جلد سوم۔

قاری سید محمد مقبول عالم احمد آبادی

ف ۵۹۴ حضرت شاہ عالم کی اولاد سے تھے۔ ولادت احمد آباد میں ۹۸۹ھ میں ہوئی۔ والد کا نام سید جلال الدین ابو محمد ماہ عالم تھا تجوید و قرارت و علوم والد سے سیکھے۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۱۰۴۵ھ میں انتقال ہوا۔ خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔

قاری شیخ محمد میر بالا پیر لاہوری

ف ۵۹۵ اصلی نام شیخ محمد میر تھا مگر میاں میر بالا پیر کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ شہر سیستان میں ۹۵۷ھ میں پیدا ہوئے آپ کے والد قاضی سائندہ تھے۔ اور والدہ بھی ایک قاضی کی لائقہ و فائقہ صاحب زادی بی بی فاطمہ تھیں جب آپکی عمر سات سال کی ہوئی تو والد کا انتقال ہوگیا۔ ایک چھوٹی بہن بی بی جمال دلیہ تھیں۔

(ب) آپکی والدہ بی بی فاطمہ نے خود فرزند و دختر کو قرآن و حدیث۔ و فقہ و قرات کی تعلیم دینی شروع کی۔ ادن سے فراغت کے بعد طریقہ قادریہ کے اوراد کی تعلیم دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا زیور علم سے آراستہ ہونا بچوں کے حق میں کتنی بڑی نعمت ہے۔ پھر آپ حضرت خضر سیستانی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ ادن سے بیعت ہوکر ۹۸۵ھ میں لاہور آئے۔ یہاں آپ کا فیض جاری رہا۔ ایک مدرسہ قائم کیا اور بلا امداد غیرے اس مدرسے کو چلاتے رہے۔ جب جہانگیر لاہور گیا تو آپ کی تعریف و شہرت سنکر آپ سے ملاقات کی۔ نذر دینی چاہی لیکن آپ نے قبول نہ کی۔ زیادہ اصرار کرنے پر صرف ہرن کا ایک چرم لے لیا۔

ف ۵۹۶ شاہ جہان جب لاہور گیا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پچاس ہزار کی نذر پیش کی لیکن آپنے قبول نہ کی۔ اصرار کیا کہ اہل خانقاہ میں تقسیم فرما دیں تو جواب دیا کہ سلاطین کا مال مشکوک ہوتا ہے خود نہیں لینا چاہتا تو دوسروں کے حوالے کیوں کروں۔ شاہ جہان آپ کے پاس سے اٹھ کر ایک اور بزرگ کے پاس گیا اور اونکو نذر پیش کی تو انھوں نے قبول کرلی۔ شاہ جہان دوسرے جمعہ کو میاں میر کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ آپ نے تو نذر قبول نہ کی مگر فلاں بزرگ نے لے لی۔ فرمایا وہ تو دریا ہیں اور میں کوزہ ہوں جس کا پانی ناخن گرنے سے بھی گدلا ہوجاتا ہے۔ شاہ جہان نے دوسرے بزرگ سے جاکر پوچھا کہ یہہ کیا بھید ہے کہ میاں میر نے تو نذر نہیں لی اور آپ نے قبول کرلی۔ تو فرمایا کہ میاں میر کا درجہ بہ اعتبار تقوی مجھ سے بلند تر ہے۔ اس واقعہ سے یہہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مردان باخدا میں للہیت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی عیب جوئی نہیں کرتے بلکہ اونکے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرتے ہیں۔

(ب) اہل تمول سے امداد حاصل کئے بغیر بھی حضرت کا مدرسہ اور خانقاہ کا انتظام برقرار رہا۔ میاں میر کا انتقال ۱۰۴۵ھ میں ہوا۔ لاہور میں دفن ہوئے۔ نواب وزیر خان نے آپ کا مقبرہ تعمیر کرایا۔

ف ۵۹۷ آپ کی بہن بی بی جمال دلیہ بھی اویسی ماں کی پروردہ ہونے کے لحاظ سے جملہ علوم میں ماہر ہوئیں۔ کہا جاتا ہے کہ رابعہ وقت تھیں۔ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت میں حصہ لیتی تھیں۔ ان کا انتقال ۱۰۴۹ھ میں ہوا۔ اون ہی کی اولاد میاں میر کی سجادہ نشین ہوئی۔

(ب) میاں میر کے خلفاء میں قاری ملا حامد قادری اچھے قاری تھے۔ اون کا ذکر فقرہ (۵۹۳) میں ہوچکا ہے۔ اونکی وجہ سے خانقاہ میں تجوید و قرات کا چرچا رہا۔

(ج) دوسرے خلیفہ خواجہ بہاری تھے جو بڑے جید عالم۔ محدث۔ فقیہہ و عارف تھے بسنہ ۱۰۴۰ھ میں خواجہ بہاری کا انتقال ہوا۔ لاہور میں مزار ہے۔ سلہ

قاری ابوبکر بن احمد بن حسین

ف ۵۹۸ قاری ابوبکر بن احمد بن حسین بن سید اللہ بن شیخ بن عبداللہ العیدروس الشافعی الحضرمی ثم الہندی۔ جن کا شبلی نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے۔ آپ تریم میں پیدا ہوئے اور وہیں حفظ و تجوید و قرات کی تکمیل کی۔ پھر ہندوستان آکر شاہجہان سے ملے۔ جو بڑے اکرام سے پیش آیا۔ تحفے دیئے۔ اور منصب مقرر کی۔ پھر آپ دولت آباد آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ وفات سنہ ۱۰۴۸ھ میں ہوئی۔ سلہ۲

شہباز محمد بھاگلپوری

ف ۵۹۹ آپکے دادا حاجی خیرالدین بخارا کے رہنے والے تھے۔ اپنے لڑکے سید شاہ خطاب کے ساتھ حج و زیارت کے لئے گئے۔ وہاں سے واپس آکر دیوریہ میں قیام کیا۔ شہباز محمد شہنشاہ ہمایون کے زمانے میں سنہ ۹۵۶ھ میں پیدا ہوئے وہیں حاجی خیرالدین کا انتقال ہوا۔

(ب) سید شاہ خطاب اپنے لڑکے شہباز محمد کو لیکر دیوریہ سے بھاگلپور سنہ ۹۸۶ھ میں آئے۔ شہباز محمد جو دیوریہ میں قرات و تفسیر و حدیث و فقہ کی کتابیں پڑھ کر عالم و فاضل ہوچکے تھے۔ تیس سال کی عمر میں بھاگلپور پہنچے۔ جہاں آپکے علم و فضل کا چرچا ہوا۔ یہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اور ۶۵ سال کی طویل مدت تک درس دیتے رہے۔ آپ کے سلسلے کے اور قاریوں کا ذکر بعد میں آئے گا۔ آپ کی وفات ۹۵ سال کی عمر میں سنہ ۱۰۵۰ھ میں ہوئی۔

مقری حافظ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ف ۶۰۰ آپکے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ ۱۸۸ میں ملاحظہ ہوں

سلہ ہفتاد اولیاء از شاہ مراد سہروردی۔ و علمائے ہند کا شاندار ماضی از محمد میاں

سلہ۲ خلاصۃ الاثر۔

قاری شیخ آدم بنوری مجددی لاہوری ف ۶۰۱ خواجہ شیخ آدم بنوری بن اسمٰعیل بن بہوہ بن یوسف بن یعقوب۔ مجدد صاحب کے اجل خلفار میں سے تھے۔ ایک مرتبہ غیب سے آواز سنی کہ قرآن کیوں نہیں پڑھتا اوسکے بعد ہی آپ نے تجوید و قرارت سیکھی۔ حفظ کی تکمیل کی علوم قرآنی بھی حاصل کئے۔ قرآن شریف کی بہ کثرت تلاوت کرنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ آپ کا مدرسہ بہت آب و تاب سے چلنے لگا۔ ایک ہزار طلبار کے لئے دونوں وقت کھانے کا انتظام فرماتے بڑے متوکل اور پابند سنت تھے۔ قاری ہفت قرارت سید عبداللہ جو مولانا عبدالرحیم صاحب کے استاد ہیں آپکے مریدین و خلفار میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے تقریباً چار لاکھ مرید تھے۔ اون میں سے ایک ہزار کا کاملین میں شمار ہوا ہے۔

(ب) ۱۰۵۲ھ میں جب لاہور آئے تو دس ہزار مشائخ و سادات اونکی صحبت میں تھے اوس وقت شاہ جہاں بھی وہیں موجود تھا۔ اتنا ہجوم دیکھ کر تفحص حال کے لئے سعداللہ خان کو بھیجا۔ جب وہ حضرت کے پاس پہنچا تو حضرت نے التفات نہ کی۔ سعداللہ خان خفا ہوکر واپس آیا اور شاہ جہاں سے بیان کیا کہ ایک جاہل صوفی ہے۔ شاہ جہاں نے آپ کو مکہ معظمہ جانے کی ہدایت کی۔ آپ فوراً روانہ ہوگئے۔ سورت پہنچکر وہاں سے جلد جہاز فراہم کرکے سرزمین ہند سے باہر ہوگئے۔ کچھ روز بعد شاہ جہان نے ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا جو فرماتے ہیں کہ "شیخ آدم کو روک ورنہ تیری حکومت کا زوال شروع ہوجائے گا"۔ شاہ جہاں نے فوراً اطلاعیں بھیجیں کہ شیخ آدم کو روک لیا جائے۔ مگر حضرت سورت سے بھی روانہ ہوچکے تھے۔ شیخ آدم حج و زیارت سے فارغ ہوئے وہاں مخلوق خدا کی کثیر تعداد کو آپ سے فیض پہنچا۔ ۱۰۵۳ھ میں بمقام مدینہ منورہ انتقال ہوا۔ جنت البقیع میں حضرت عثمان کی قبر کے پاس دفن ہوئے (ہفتاد اولیا، از شاہ مراد سہروردی۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی از محمد میاں)

مقری شیخ حامد لاہوری دوم ف ۶۰۲ وطن لاہور۔ عالم و فاضل۔ قاری و مفسر تھے۔ شیخ آدم بنوری کے مرید و خلیفہ تھے۔ بڑے متقی و پابند سنت تھے۔ شیخ آدم نے آپ کو پیر بھائیوں کی تعلیم کے لئے مقرر کیا تھا۔ سب کو دینی علوم تجوید و قرارت سکھاتے اور اتباع سنت کی تاکید فرماتے ۱۰۵۴ھ میں انتقال ہوا۔ بنور میں دفن ہیں۔

قاریہ ستی النساء خانم ف ۶۰۳ ملک الشعرا طالب آملی کی بہن ستی النسار خانم حکیم رکنا کاشی کے بھائی نصیرا کی بیوی تھیں۔ حافظہ۔ قاریہ۔ عالمہ تھیں۔ زبان دانی اور ادب شناسی اور فن تجوید و قرأت میں امتیازی حیثیت رکھتی تھیں۔ ممتاز محل اور شاہ جہان دونوں انکے قدر دان تھے۔ ممتاز محل کی مہردار تھیں۔ ممتاز محل کے انتقال کے بعد محل کی صدارت ان ہی کے سپرد ہوئی۔ جہاں آرا بیگم نے

اس خاتون کے زیر تعلیم رہکر تجوید و قراءت و دیگر علوم حاصل کئے۔ ستی النساء خانم لاولد تھیں۔ طالب آملی کے انتقال کے بعد جو ۱۰۳۶ھ میں ہوا اونکی دونوں لڑکیوں کو اولاد کی طرح پرورش کرکے شادی کرادی۔ ستی النساء خانم کی وفات ۱۰۵۶ھ میں ہوئی۔ شاہ جہان نے بیس ہزار روپئے کے صرفہ سے آپکا مقبرہ تعمیر کرایا۔ جو روضہ تاج گنج میں ہے۔ ؎۱

قاری قاضی احمد بن ابوبکر حضرموتی | **ف ۶۰۴** قاضی احمد تریم میں ۱۰۱۹ھ میں پیدا ہوئے حفظ۔ تجوید و قراءت کی تکمیل محمد بن باعیشر سے کی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ہندوستان آئے۔ متعدد مقامات پر قراءت کا درس دیا۔ کچھ روز احمد نگر میں قیام کیا۔ ملک عنبر نے اون کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ احمد نگر سے آپ عبداللہ قطب شاہ کے زمانے میں گولکنڈہ آئے۔ چند روز کے قیام کے بعد حضرموت چلے گئے۔ دوبارہ آئے مگر یہاں فتنہ و فساد دیکھ کر واپس چلے گئے تریم میں ۱۰۵۷ھ میں وفات ہوئی۔ ؎۲

قاری شیخ محب اللہ الہ آبادی | **ف ۶۰۵** وطن صدرپور۔ الہ آباد۔ لڑکپن میں تجوید و قراءت سیکھ کر علوم درسیہ حاصل کئے۔ آپ نے تجوید پر ایک کتاب بھی تصنیف کی وفات ۱۰۵۸ھ میں ہوئی۔ الہ آباد میں مزار ہے۔

حافظ قاری سید جلال مقصود عالم | **ف ۶۰۶** والد کا نام سید محمد مقبول عالم۔ ولادت احمد آباد ۱۰۰۳ھ۔ والد سے علوم حاصل کئے۔ گیارہ سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کی۔ فن تجوید و قراءت میں ماہر ہوئے۔ مولانا حسین سیستانی و شیخ عبدالعزیز سے دیگر علوم کی تحصیل کی پھر درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ ۱۰۵۹ھ میں انتقال ہوا۔ وہیں دفن ہیں۔ ؎۳

قاری خواجہ بہاری لاہوری | **ف ۶۰۷** جید عالم۔ قاری۔ محدث۔ فقیہہ اور عارف تھے۔ میاں میر بالا پیر سے خلافت حاصل کی تھی۔ بہت سے لوگوں کو آپ سے فیض پہنچا۔ ۱۰۶۰ھ میں انتقال ہوا۔ لاہور میں مزار ہے۔ آپکے شاگردوں کا ذکر بعد ازاں آئے گا۔

بیگم مقرب خان پانی پتی | **ف ۶۰۸** آپ کے تفصیلی حالات فقرہ (۵۶۳) میں درج ہیں وفات تقریباً ۱۰۶۰ھ میں ہوئی۔

؎۱ مآثر الکرام جلد دوم صفحہ ۹۱ تا ۹۳۔ از غلام علی آزاد و معارف جنوری ۱۹۴۵ء
؎۲ تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔ ؎۳ تحفۃ الکرام از علی شبیر قانع

قاری امیر سید ابوالعلیٰ اکبرآبادی

ف ۶۰۹ والد کا نام ابوالوفا ابن عبدالسلام ابن عبدالملک والد کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت زین العابدین سے اور والدہ کی طرف سے خواجہ عبیدہ احرار نقشبندی سے ملتا ہے۔

(ب) عبدالسلام مع عیال و اطفال ہندوستان آئے اور لاہور میں قیام کیا۔ وہاں سے دہلی آرہے تھے کہ راستے میں امیر سید ابوالعلیٰ ۹۹۰ھ میں پیدا ہوئے اونکو لیکر فتح پور سیکری آئے۔ یہاں سے آپ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ حجاز ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔

(ج) آپکے والد ابوالوفا نے شہنشاہ اکبر سے سہ ہزاری منصب پائی تھی۔ فتح پور سیکری سے آپ بردوان چلے گئے۔ جہانگیر کے تخت نشینی کے موقعہ پر والد آگرہ آئے تو جہانگیر نے ابوالعلیٰ کی حسن صورت و حسن سیرت سے بہت متاثر ہوکر آپ کو اپنا ندیم بنالیا۔

ف ۶۱۰ ابوالعلیٰ کی پرورش و تعلیم و تربیت آپ کے نانا خواجہ فیضی ابن ابوالفیض کے آغوش شفقت میں ہوئی۔ متداول علوم۔ تجوید و قرارت اور خوشنویسی سیکھی۔ رسم الخط قرآنی سے واقف تھے ایک قرآن مجید جو آپ نے ۱۰۳۵ھ میں اپنے ہاتھ سے لکھا وہ آگرے میں مولانا محمد تاج الدین ابن بابو سراج الدین محلہ کھاری کنواں کے پاس موجود ہے۔

ف ۶۱۱ ایک مرتبہ شراب نوشی سے متعلق جہانگیر سے سخت گفتگو ہوئی۔ آپ ترک خدمت کرکے اجمیر چلے گئے۔

(ب) شاہ ولی اللہ نے انفاس العارفین میں لکھا ہے کہ آپ کے افعال سے شریعت عیاں تھی۔ قولاً و فعلاً جادہ شریعت سے باہر قدم نہ رکھا۔

(ج) ۹ صفر ۱۰۶۱ھ کو وفات ہوئی۔ مزار مبارک موضع شکر پور میں ایک وسیع چار دیواری کے اندر ہے دو فرزند جنکے نام امیر فیض العلیٰ و امیر نور العلیٰ تھے۔ [۱]

قاری سید جعفر بن علی العیدروسی

ف ۶۱۲ العیدروسی خاندان کے جو مقدس اور نامور افراد گجرات و دکن میں آئے۔ ان میں قاری سید جعفر کی شخصیت بہت ممتاز تھی والد کا نام علی اور چچا کا سید محمد بن عبداللہ تھا۔ گجرات سے آکر احمد آباد میں مقیم ہوئے۔ تجوید و قرات کے اچھے عالم تھے۔ آپ اپنے اوصاف حمیدہ کی وجہ سے عوام میں جعفر صادق ثانی کے لقب سے پکارے

---

[۱] بوستان اخیار از سید احمد مارہروی و نزہت الخواطر۔ از عبدالحی۔

جاتے تھے۔ ۱۰۶۴ھ میں وفات ہوئی۔ [1]

قاری شاہ سلیمان قادری

ف ۶۱۳ پنجاب کے باشندے تھے۔ عالم و فاضل و قاری تھے اور شاہ معروف قادری کے سجادہ نشین تھے۔ آپکے خلفاء میں اونچے درجے کے عابد اور عارف گذرے ہیں جن کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا۔ خلیفہ اجل حاجی محمد قادری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش قادری تھے۔ شاہ سلیمان قادری کی وفات ۱۰۶۵ھ میں ہوئی۔ [2]

مخدومہ بیگم زوجہ ابوالحسن لاہوری

ف ۶۱۴ ابوالحسن کا وطن "تربیت حیدری" تھا جو خراسان کا مشہور شہر ہے۔ ۹۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ عالم نوجوانی میں بہادر سپاہی تھے۔ اکبر کے عہد حکومت میں ہندوستان آئے۔ جہانگیر کے عہد تک پنج ہزاری منصب پر فائز رہے۔ آپکی زوجہ مخدومہ بیگم فاضل خاتون تھیں جن کو قرآن شریف سے خاص شغف تھا۔ علوم و فنون و شعر گوئی میں خاص دسترس رکھتی تھیں۔ آپ کا ایک فرزند جس کا نام احسن اللہ ظفر خان تھا۔ جو بڑا ہو کر قابل و ہونہار ہوا۔ ابوالحسن نے بیٹے کو بھی فوج میں لازم کرادیا۔ باپ و بیٹے دونوں برابر ترقی کرتے رہے۔ ۱۰۲۹ھ میں ابوالحسن میر بخشی کی خدمت پر سرفراز ہوئے۔ شاہ جہاں کے عہد میں چھ ہزار کا منصب عطا ہوا۔ ۱۰۴۱ھ مطابق ۱۶۳۲ء میں کشمیر کا صوبیدار اور اونکے فرزند کو نائب صوبیدار بناکر بھیجا گیا۔ ایک سال کے بعد ۱۰۴۲ھ میں ابوالحسن نے لاہور میں وفات پائی۔ مغلپورہ میں بیوی نے بیٹے کی مدد سے شوہر کی قبر پر سنگ مرمر کا عالیشان دو منزلہ مقبرہ تعمیر کرایا جس کے چاروں طرف آٹھ کمرے تھے۔ ہر کمرے پر ایک چھوٹا گنبد اور درمیان میں سنگ سرخ کا بڑا گنبد تھا۔ اعلیٰ درجے کی پچی کاری کی گئی تھی (مآثر الامراء جلد دوم)

(ب) مخدومہ بیگم نے اپنی حیات میں ایک چھوٹا مقبرہ اپنے لئے بھی شمالی جانب تیار کرایا۔ ۴ر شعبان ۱۰۶۶ھ میں جب انتقال ہوا تو اوسی مقبرے میں دفن ہوئیں۔ ظفر خان کا انتقال ۱۰۷۳ھ میں ہوا جن کو باپ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

ف ۶۱۵ مخدومہ بیگم نے اپنی زندگی میں اپنے جلیل القدر فرزند کی مدد سے مدرسہ قائم کرکے بہت سی جائیداد اوسکے لئے وقف کرادی۔ مدرسے کے اساتذہ و طلباء مقبرے کی موقوفہ عمارات میں رہتے تھے جن کے تمام اخراجات وقف کی آمدنی سے پورے ہوتے تھے۔ اس مدرسہ میں تجوید و قرات اور مروجہ دینی علوم کی تعلیم ہوتی تھی۔ دور دور سے طلباء یہاں آتے تھے۔ ایک ہزار نغز خوان قاری نواب کی قبر پر شب و روز

---

[1] یادایام از عبدالحی۔ [2] تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی۔

قرآن خوانی کے لئے مقرر تھے۔ (تحقیقات چشتی)

ف ۶۱۶ شہنشاہ فرخ سیر و محمد شاہ کے عہد میں غازی عبد الصمد خان اور پھر اونکے بیٹے نواب زکریا خان یکے بعد دیگرے لاہور کے ناظم ہوئے جن کو مدارس سے بڑی دلچسپی تھی۔ چنانچہ اس مدرسے کی نگرانی و سرپرستی اپنے ذمہ لے کر انھوں نے اس کی شہرت میں چار چاند لگا دیئے۔ اس مقبرے کے قریب ہی بیگم پور کے فلک بوس محلات میں اون کا قیام تھا۔ دار العلوم کی سرپرستی کر کے اساتذہ و طلباء پر انھوں نے انعام کی بارش کر دی۔ اس زمانے میں مدرسے کے مدرس اعلیٰ مقری حامد تھے جو اوس زمانے کے جید علماء میں سے تھے۔ تبحر علمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے لحن داؤدی بھی عطا کیا تھا۔ نیز اونکے زہد و اتقا کا ایک عالم معترف تھا۔

ف ۶۱۷ سکھوں کے دور میں اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر میں یہہ درس گاہ مسدود ہو گئی۔ عمارت کا سنگ مرمر اور دوسرے قیمتی پتھر بھی نکال کر دربار صاحب امرتسر کی تعمیر کے لئے روانہ کئے گئے۔ ۱۸۶۴ء تک مقبرہ کی عمارت موجود تھی۔ لیکن ۱۸۸۴ء میں مقبرے کا نشان تک صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ مخدومہ بیگم کا مقبرہ اور کنوان باقی رہ گئے تھے مگر ۱۸۸۴ء میں مسمار کر کے اوس کا بھی نیلام کرا دیا گیا۔ [۱]

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے باد صبا ؛ یادگار رونق محفل تھی پروانہ کی خاک

قاری حافظ شیخ الاسلام ملا عبد الحکیم سیالکوٹی

ف ۶۱۸ سیالکوٹ کے متوطن تھے لیکن آگرے میں آ رہے علوم مروجہ کمال کشمیری سے حاصل کئے۔ تذکرہ نویس نے لکھا ہے کہ "قرآن شریف معہ تفسیر بیضاوی حفظ گرفتہ" آپ کا شمار اون ممتاز علماء میں کیا جاتا ہے جو ہندوستان کے لئے مایہ ناز سمجھے جاتے ہیں۔ آپ اور علامی سعد اللہ خان ہم درس و ہم کتب تھے۔ درس و تدریس تصنیف و تالیف زندگی کا مشغلہ تھا۔ جہانگیر اور شاہ جہان نے آپ کو جاگیرات عطا کی تھیں۔ آپ کی تصانیف مشہور ہیں۔

(ب) ملا عبد الحکیم کو ابتداً حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سے بغض و عداوت تھی مگر ایک رات خواب دیکھا کہ حضرت مجدد صاحب خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اونکی آواز کے اثر سے ملا صاحب کا قلب جاری ہو گیا اور کئی روز تک ذاکر رہا۔ اس خواب کا یہہ اثر ہوا کہ آپ فوراً مجدد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہو گئے اور تصوف میں بھی مقام پیدا کیا۔

(ج) شاہ جہاں آپ کے علم و فضل کا بڑا قائل تھا۔ دو مرتبہ آپ کے وزن کے برابر روپیہ تلوا کر آپکو دیا

---

[۱] مقالہ محمد شجاع الدین ایم اے لاہوری مطبوعہ معارف بابت جنوری ۱۹۴۵ء

ہر مرتبہ چھ ہزار ملا۔ بہت سے گاؤں بطور جاگیر دیئے۔ فراغت سے تصنیف و تالیف کا موقعہ ملتا رہا۔ سنہ ۱۰۶۷ھ میں وفات ہوئی۔ سیالکوٹ میں مدفون ہیں۔ سلہ

قاری نور الدین محمد بن علی حضرمی

ف ۶۱۹ سلسلہ العیدروسیہ کے جو بزرگ گجرات میں مختلف مقامات میں آکر اپنا فیض جاری کرتے رہے اونمیں سے شیخ عبداللہ کے تین فرزند تھے (۱) عبداللہ (۲) سید احمد (۳) شیخ عبداللہ۔ بڑے لڑکے عبداللہ کے دو لڑکے تھے (۱) علی حضرمی (۲) سید محمد العیدروس۔ علی حضرمی کے دو لڑکے تھے۔ (۱) شیخ نور الدین اور شیخ جعفر۔ شیخ نور الدین راندیر میں جو سورت سے متصل ہے مقیم رہے۔ تجوید و قرأت کے ماہر تھے۔ تمام عمر درس و تدریس میں بسر کی۔ سنہ ۱۰۶۸ھ میں اونکا انتقال ہوا۔ سلہ

صدر المجودین حضرت عبدالخالق منوفی المصری

ف ۶۲۰ آپکے حالات جلد اوّل فقرہ جات ۲۳۱ تا ۲۳۳ میں بیان کئے گئے ہیں۔

قاری حافظ ملا عزیز اللہ کاکوروی

ف ۶۲۱ ملا عزیز اللہ ابن ملا عبدالکریم ابن حافظ قاری شہاب الدین ابن مخدوم نظام الدین قادری سلسلے کے ایک صاحب فیض رکن تھے کاکوری میں پیدا ہوئے۔ تجوید و قرأت و دیگر علوم میں اپنے والد سے تلمذ رہا۔ ملا عبدالکریم نے جو اثر مرزا غیاث پر چھوڑا تھا اوسکی وجہ سے مرزا غیاث اور اوس کا بیٹا آصف خان دونوں حضرت عبدالکریم کے معتقد ہو چکے تھے چنانچہ آصف خان نے بنگال جاتے ہوئے ملا عبدالکریم کو اسناد واپس کرتے ہوئے استدعا کی کہ اونکے لڑکے کو اوسکے ہمراہ بنگال جانے کی اجازت دیں۔ چنانچہ ملا عزیز اللہ بنگال گئے اور وہاں لوگوں کو فیض پہنچایا ملا عزیز اللہ کے دو بیٹے تھے ملا عظمت اللہ اور ملا عصمت اللہ۔ جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ سلہ

ملا ضیاء اللہ کاکوروی حافظ و قاری

ف ۶۲۲ ملا ضیاء اللہ ملا عزیز اللہ کے چھوٹے بھائی اور ملا عبدالکریم کے دوسرے فرزند تھے۔ کاکوری میں پیدا ہوئے اپنے والد سے تجوید و قرأت و علوم متداولہ سیکھے اوسکے بعد مدت العمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ سلہ

سلہ آثار خیر از محمد سعید مارہروی (۲) ہفتاد اولیاء از شاہ مراد سہروردی (۳) حالات مجدد الف ثانی (۴) تذکرہ علماء از محمد حسین آزاد

سلہ یاد ایام از مولوی عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء

سلہ تذکرہ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر

قاری حافظ ملا محمد ماہ کاکوروی

ف ۶۲۳ ملا محمد ماہ، ملا عزیز اللہ کے سب سے چھوٹے بھائی اور ملا عبدالکریم کے تیسرے فرزند تھے۔ کاکوری میں پیدا ہوئے۔ تجوید و قرأت و دیگر علوم میں اپنے والد کے شاگرد رہے۔ اوسکے بعد مدت العمر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ [۱]

مفتی عبدالبقار جونپوری

ف ۶۲۴ والد کا نام درویش محمد الحسینی الواسطی جونپوری۔ حنفی فقہ کے زبردست عالم تھے۔ فن تجوید و قرأت و فقہ و دیگر علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔ بہت ذکی۔ سریع الادراک قوی الحافظہ۔ جلو النطق تھے۔ محمد ماہ دیوکامی سے بھی تلمذ رہا۔ انھوں نے قرآن شریف کے دس نسخوں پر اعراب لگائے۔ [۲]

قاری حافظ نجاد محمد قاری عشرہ

ف ۶۲۵ اس عہد میں قرأت عشرہ کے عالم اور استاد قاری حافظ نجاد محمد تھے۔ آپ نے بہت سے شاگردوں کو اس فن کی تعلیم دی آپکے فرزند محمد داؤد بھی قاری عشرہ تھے۔ اورنگ زیب کے عہد سلطنت میں درس دیتے رہے یہ خوشنویس بھی تھے

قاری ابوالمعالی بلگرامی

ف ۶۲۶ وطن بلگرام۔ لڑکپن ہی میں تجوید و قرأت و علوم درسیہ کی تکمیل کی بڑے خوش الحان تھے۔ آپ سے لوگوں کو بہت فیض پہنچا۔ مولانا آزاد بلگرامی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ آپ خوش الحان قاری تھے۔ جب دہلی پہونچے تو آپ کی خوش الحانی کی شہرت ہوئی۔ شاہ جہان سے بھی دربار کے کسی امیر نے ذکر کیا۔ طلبی کے حکم پر حاضر ہوئے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ شاہ جہان نے فرمائش کی کہ رمضان سے متعلق آیتین تلاوت کی جائیں ابوالمعالی نے شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کی تلاوت شروع کی۔ مولانا آزاد آگے لکھتے ہیں کہ "نوعے بہ آواز دلفریب خواند کہ بادشاہ را رقتے دست داد استدعائے اعادہ نمود۔ نوبت ثانی در قرأت دیگر خواند۔ بادشاہ خیلے محظوظ گشت و قریہ سیر حاصل از تواج بلگرام بطریق مدد معاش مرحمت فرمود۔" [۵]

مقری میاں محمد حسین لاہوری

ف ۶۲۷ آپ مقری میاں نورالدین لاہوری کے نواسے تھے۔ میاں نورالدین ہی سے تجوید و قرأت سیکھی۔ یہہ بابرکت سلسلہ متصلاً علامہ الجزری سے ملتا ہے جس کا ذکر میاں نورالدین کے حالات میں فقرہ (۵۶۰) میں کردیا گیا ہے آپ نے لاہور میں شاہ جہان کے زمانے میں تجوید و قرأت کا درس شروع کیا اور بڑی سازگار فضا پیدا کی

---

[۱] تذکرہ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر
[۲] نزہت الخواطر از مولانا عبدالحی

آپ کے سلسلے کے ایک قاری نعمت اللہ تھے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

ف ۶۲۸ — مقری حافظ میاں سعد اللہ لاہوری

آپ مقری میاں نورالدین کے دوسرے نواسے تھے۔ میاں نورالدین ہی سے تجوید و قرات سیکھی۔ یہہ بابرکت سلسلہ متصلاً علامہ الجزری سے ملتا ہے جس کا ذکر میاں نورالدین کے حالات میں فقرہ (۵۶۰) میں کر دیا گیا ہے آپ نے لاہور میں حفظ و تجوید و قرات کا درس شروع کیا۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ یہہ کام کرتے رہے آپکے سلسلے کے ایک قاری نعمت اللہ تھے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

ف ۶۲۹ — مقری فتح محمد لاہوری

آپ مقری میاں نورالدین کے تیسرے نواسے تھے۔ میاں نورالدین ہی سے تجوید و قرات سیکھی۔ یہہ بابرکت سلسلہ علامہ الجزری سے متصلاً ملتا ہے جس کا ذکر میاں نورالدین کے حالات میں فقرہ ۵۶۰ میں کر دیا گیا ہے۔ آپ نے بھی لاہور میں تجوید و قرأت کی تعلیم دی

ف ۶۳۰ — نواب مفتخر خان برہانپوری

شاہ جہان کے زمانے میں بہ مقام برہان پور کے ایک نواب تھے جن کا نام محمد بن محمد علی موسی الحسینی تھا۔ آپکے آبا و اجداد ماژندران سے آئے تھے اس لئے اون کے نام کے ساتھ ماژندرانی لکھا جاتا ہے۔ بادشاہ نے آپ کو مفتخر خان کا خطاب دیا تھا آپ کو تجوید و قرات سے دلچسپی تھی۔ اپنی لڑکی کو بھی اس فن کی تعلیم دی۔ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

ف ۶۳۱ — شیخ وجیہہ الدین دہلوی

شاہ عبدالرحیم کے والد اور شاہ ولی اللہ کے جد امجد جو تجوید جانتے تھے صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ سپاہانہ زندگی گذارنے کے عادی تھے۔ تلاوت قرآن خاص معمول تھا۔ روزانہ دو سیپارے بڑے سوز و گداز سے پڑھتے۔ شاہجہانی فوج میں لازم تھے۔ عالمگیر کے ساتھ بھی رہے۔ تہجد میں تلاوت کر رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے شہید کر دیا۔

ف ۶۳۲ — سید شاہ محمود قادری بالاپوری

شاہ عبدالحلیم بھنڈاری کے فرزند علاقہ برار میں کثیر التعداد افراد نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ آپکے ساتھ قرآن شریف کا ایک خوشخط نسخہ تھا جس میں آپ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہہ نسخہ امام ابوحنیفہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو آج تک اس خاندان میں موجود ہے۔ اس کی خصوصیت یہہ ہے کہ ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے اس قسم کا ایک نسخہ جو غالباً اوسی کاتب کا لکھا ہوا ہے خدابخش خان کی لائبریری واقع بانکی پور میں محفوظ ہے۔

ف ۶۳۳ — محمد عادل شاہ و علی عادل شاہ

دکن میں شاہجہان کے ہم عصر محمد عادل شاہ بیجاپور میں حکمران تھا۔ عہد حکومت ۱۰۳۷ھ سے ۱۰۶۸ھ تک رہا جو ماحول قرات و تجوید کا اس کے پیشرو بنا چکے تھے اس نے اوس کو قائم رکھا۔ محمد عادل شاہ کے بعد علی عادل شاہ دوم ۱۰۶۸ھ میں

تخت نشین ہوا - اور ۱۰۸۳ھ تک حکومت کی - اس کے عہد حکومت میں تجوید و قرأت کا ذوق عام تھا - خود بادشاہ کو علم و ادب سے دلچسپی تھی اوسکے زمانے میں چار بڑے مقری بیجاپور میں تھے جن کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے ۱۰۷۲ھ مطابق ۱۶۶۱ء میں دربار کے خوشنویس عبد اللطیف نے قرآن شریف کا مطلا نسخہ مرتب کیا - جسکے حاشیہ پر سبعہ کے اختلافات کی تشریح کی گئی ہے - میر عبد اللہ بخی نے فارسی میں بین السطور ترجمہ لکھا - یہہ قرآن شریف حیدرآباد کے عجائب خانے واقع باغ عامہ میں محفوظ ہے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علی عادل شاہ کے دربار میں تجوید و قراءت کا ذوق عام ہو چکا تھا -

ف ۶۳۴ قاری عماد الدین علی شریف نے ایک بیگم کی فرمائش پر اونکے ذوق قرأت کی تکمیل کے لئے ایک خوش خط مطلا رسالہ تجوید بزبان فارسی ۱۰۷۳ھ میں مرتب کیا جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے - یہہ بھی ذوق تجوید کا ثبوت ہے جو اس عہد میں بیجاپور میں عام ہو گیا تھا -

مقری سید شریف ابوبکر بن حسین حضرمی

ف ۶۳۵ سید شریف ابوبکر بن حسین بن عبد الرحمن بن محمد بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد بن علی الحضرمی الهندی البیجاپوری تریم میں پیدا ہوئے - وہیں تربیت پائی - حفظ و تجوید و قرأت حاصل کیا - اپنے وقت کے عارف کامل شیخ عبد اللہ بن شیخ العیدروس اور اونکے لڑکے زین العابدین سے تصوف کی تعلیم حاصل کر کے یمن روانہ ہو گئے - پھر ہندوستان آکر سورت میں شیخ محمد بن عبد اللہ سے اور احمد نگر میں ملک عنبر سے ملے - وہاں سے بیجاپور آکر محمد بن ابراہیم عادل شاہ کے پاس قیام کیا - آپ کی وجہ سے تجوید و قراءت کا خوب چرچا رہا -

(حب) محمد عادل شاہ کے انتقال کے بعد علی عادل شاہ بھی آپ سے خوش اعتقادی سے ملتا رہا - آپ تا وفات بیجاپور ہی میں کام کرتے رہے - ۱۰۷۴ھ میں وفات پائی - بیجاپور میں دفن ہیں [۱]

مقری احمد بن عبد اللہ النائطی

ف ۶۳۶ خاندان نوائط کے ایک جید عالم و قاری محمد عادل شاہ اور علی عادل شاہ کے زمانے میں بیجاپور میں رہتے تھے جن کا نام احمد بن عبد اللہ تھا - جب عالمگیر کے حکم سے راجہ رام سنگھ بیجاپور پر حملہ آور ہوا تو اس نے عقیدت سے حضرت کو منصب رفیع سے نوازا - آپ ہمیشہ درس و تدریس میں مصروف رہے - وفات ۱۰۷۵ھ میں ہوئی - [۲]

قاری شیخ احمد بن عمر حضرمی

ف ۶۳۷ وطن حضرموت - والد کا نام عمر بن احمد بن عقیل بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن احمد بن حسن بن علی - علوم مروجہ کی تحصیل وطن

---

[۱] نزہت الخواطر از مولانا عبد الحی - [۲] منتخب اللباب

میں کی۔ تجوید و قراءت کے ماہر تھے۔ حج کے بعد ہندوستان آئے۔ بیجاپور میں سازگار ماحول پاکر تاحیات وہیں قیام کیا۔ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ ؎۱

مقری خواجہ محمد زبیر بیجاپوری

ف ۶۳۸ قاضی ابراہیم زبیری بیجاپور میں بڑے عالم و فاضل و باثر بزرگ گذرے ہیں اونکے بھتیجے مولانا خواجہ زبیر بیجاپور میں پیدا ہوئے کتب درسیہ میں اپنے عم بزرگوار سے تلمذ رہا۔ دیگر علوم کی تکمیل سید محمد مدرس سے کی۔ بعد ازاں خود درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ تجوید و قراءت کے اچھے عالم تھے۔ ایک عرصے تک لوگوں کو فیض پہونچاتے رہے آپکے شاگردوں میں شیخ علی اور مولانا محمد حسین، دو ممتاز عالم و فاضل گذرے ہیں۔ خواجہ محمد زبیر کا انتقال ۱۰۸۰ھ میں ہوا۔ اندرون شہر پناہ باغ بہشت میں مدفون ہوئے۔ آپکے فرزند محمد صبغۃ اللہ تھے جو اچھے عالم و قاری تھے ؎۱

شیخ القراء محمد عرب حضرمی

ف ۶۳۹ وطن حضرموت۔ جملہ علوم وطن ہی میں حاصل کئے۔ پیر طریقت بھی تھے۔ علی عادل شاہ دوم کے زمانے میں حضرموت سے بیجاپور آئے فن تجوید و قراءت میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ آپکی بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ خود علی عادل شاہ نے آپ سے قراءت سیکھی نتیجتاً عوام میں بھی قراءت کا ذوق پیدا ہوا۔ یہہ تقریباً وہی زمانہ تھا جبکہ مقری عبد الخالق منوفی دہلی میں موجود تھے ادھر دہلی فن تجوید و قراءت سے گونج رہی تھی۔ ادھر بیجاپور اوس کا غلغلہ بلند کر رہا تھا۔ ظہوری کا یہہ شعر پوری طرح صادق آرہا تھا کہ ؎

گر اکسیر سرور و سور سازند ٭ ز خاک پاک بیجاپور سازند

محمد عرب کا انتقال ۱۰۹۵ھ میں مقام بیجاپور میں ہوا۔ قاضی ابراہیم کے مقبرے کے پاس دفن ہیں ؎۱

سکندر عادل شاہ ۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۷ھ

ف ۶۴۰ محمد عرب کے تین فرزند تھے۔ تینوں جید عالم و فاضل و قاری و فقیہہ تھے۔ بڑے فرزند قاری مولانا محمد عبد القادر حضرمی تھے (۲) دوسرے فرزند قاری محمد ابراہیم تھے جو سکندر عادل شاہ کے استاد تھے (۳) تیسرے فرزند قاری حافظ عبد الغفور تھے ان تینوں قراء نے سکندر عادل شاہ کے زمانے میں نیز اوسکے بعد بھی درس و تدریس کا کام جاری رکھا جس کا ذکر متعاقب کیا جائے گا۔ ؎۱

ف ۶۴۱ محمد عادل شاہ کے زمانے میں محمد واصل کاتب نے سبعہ کے اختلافات حاشیہ میں تشریح کرتے ہوئے قرآن مجید کا ایک نسخہ ۱۰۵۰ھ میں لکھا جو حیدرآباد دکن میں محمد شبلی یزدانی کے پاس موجود ہے۔

؎۱ تذکرۂ اولیائے دکن از عبد الجبار آصفی۔

مقری عبدالقادر حضرمی

ف ۶۴۲ محمد عرب کے بڑے فرزند عالم و فاضل ہونے کے ساتھ تجوید و قرأت کے بھی ماہر تھے۔ بیجاپور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا (تذکرۂ اولیائے دکن از عبدالجبار ملکاپوری)

مقری شیخ ابراہیم حضرمی

ف ۶۴۳ محمد عرب کے دوسرے فرزند۔ مولانا عبدالقادر کے چھوٹے بھائی عالم و فاضل۔ تجوید و قرأت کے ماہر۔ تحصیل علوم میں اپنے والد سے تلمذ رہا آپ سکندر عادل شاہ کے استاد مقرر ہوئے۔ بیجاپور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

مقری حافظ عبدالغفور حضرمی

ف ۶۴۴ محمد عرب کے سب سے چھوٹے فرزند حافظ قاری عبدالغفور تھے جملہ علوم بہ شمول تجوید و قرأت اپنے والد ہی سے حاصل کئے۔ حفظ کی بھی تکمیل کی۔ قرآن مجید سے غیر معمولی شغف تھا۔ خوش الحان ایسے تھے کہ جب تلاوت فرماتے تو سننے والوں کو ہوش نہیں رہتا تھا۔ دور، دور سے لوگ آپ کی تعریف سنکر قرآن مجید سننے اور تجوید سیکھنے آتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک عرب آپکی شہرت سنکر آیا اور نماز عشاء میں آپ کی اقتداء کی۔ حضرت نے سورۂ ہود کی تلاوت کی۔ وہ عرب اتنا متاثر ہوا کہ بے ہوش ہوکر گر پڑا اور جان بحق تسلیم ہوگیا۔

(ب) جب بادشاہ عالمگیر نے بیجاپور فتح کیا تو حضرت سے ملا اور آپ کی قرأت سنکر بہت محظوظ ہوا۔ کہا کہ غنائم بیجاپور میں عبدالغفور بے نظیر ہیں۔ اون کی بیحد تکریم کی اور اون کو ساتھ لے لیا۔ اونکی اقتداء میں نماز پڑھ رہا تھا۔ قرأت سے اس قدر متاثر ہوا کہ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو مدحیہ طور پر شکایت کی کہ "مولانا ایسا نہ پڑھیئے کہ نماز میں خلل واقع ہو"

ابو الحسن تانا شاہ قطب شاہی۔ پیدائش ۱۰۸۳ھ تخت نشینی ۱۱۰۴ھ وفات ۱۱۱۸ھ

ف ۶۴۵ تانا شاہ کو پیران طریقت سے عقیدت رہی۔ علم و فضل کا بھی دلدادہ تھا اوسکے عہد میں تجوید و قرأت کا جو کام ہوا اوسکا ذکر علی الحسینی الکوہ کیلوی کے حالات میں بیان کیا گیا ہے۔

مقری علی الحسینی الکوہ کیلوی

ف ۶۴۶ ابو الحسن تانا شاہ کے عہد حکومت میں علی الحسینی الکوہ کیلوی ابن رکن الدین احمد ۱۰۸۳ھ میں باہر سے دکن وارد ہوئے۔ تانا شاہ نے اونکی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ یہہ قرأت سبعہ و عشرہ کے ماہر تھے۔ بادشاہ نے اون سے قرأت سیکھنے کا شوق ظاہر کیا۔ چنانچہ مولانائے نے حلیۃ القاری کے نام سے ایک ضخیم کتاب ۱۰۹۵ھ میں لکھی جس میں قرأت سبعہ و عشرہ کے اختلافات بیان کئے گئے ہیں نیز وقوف سجاوندی کو شرح و بسط کے ساتھ داخل کتاب کیا۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں آداب تلاوت اور استاد کے ادب پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ اس قلمی نسخہ کو میں نے پہلی مرتبہ ڈاکٹر عبدالحق صاحب مرحوم

سابق صدر یلک سروس کمیشن مدراس کے کتب خانے میں دیکھا تھا۔ اس کے دو قلمی نسخے حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں بھی موجود ہیں۔ ۱۰۹۵ھ میں لکھا ہوا پہلا نسخہ ہے جو عرصے تک ناصر الدولہ کے کتب خانے میں رہا اور اب حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ جس کی کتابت ۱۱۷۹ھ میں کی گئی تھی۔ کتب خانہ سعیدیہ ٹونک میں موجود ہے۔

ف ۶۴۷ حلیتہ القاری کے اختتام پر سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کے اختلافات قرات عشرہ نمونے کے طور پر درج ہیں۔ کتاب کی وجہ تصنیف خود علی الحسینی نے یوں بیان کی ہے۔

"لہ اتفاق چنین افتاد کہ این قلیل البضاعت را در ہزار و ہشتاد و سہ بہ حیدرآباد عبور افتاد وسکنے واقع شد در ظلال جلال عدالت گستری۔ ۔ ۔ ۔ ابوالحسن تاناشاہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فارغ البال و مرفہ الحال بسر می بردم وچون آن بادشاہ جم جاہ را در راہ دین ثابت قدم یافتم و درین علم شریف (تجوید و قرات) طالب و راغب دیدم و کافتہ الناس را بہ حکم علیٰ دین ملوکہم راغب یافتم قواعد چند کہ از استادان کامل و قاریان فاضل استماع نمودہ و از کتب متداولہ تتبع کردہ بودم۔ این رسالہ در ۱۰۹۵ھ صورت تتمیم یافت۔ اس کتاب سے قاریان وقت نے فائدہ اٹھایا اور قاری صاحب موصوف بھی عرصہ تک تجوید و قراءت کا درس دیتے رہے اس قلمی کتاب کے متعدد نسخوں کی اکثر کتب خانوں میں دستیابی سے ثابت ہوتا ہے کہ فن تجوید کی اوس زمانے میں خاص اہمیت ملی تھی۔ نیز حلیتہ القاری کی مقبولیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

بریدشاہیان بدر و قراءت

ف ۶۴۸ محمود گاوان جو خود ایک عالم و فاضل اور بریدشاہی دور کے وزیر اعظم تھے۔ تعلیم و تعلم سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک بڑا مدرسہ بیدر میں قائم کیا تھا جس کے لئے اساتذہ دور دور سے طلب کئے گئے تھے۔ حضرت جامیؔ کو بھی پیشکش کیا گیا تھا مگر وہ کبر سنی کا عذر کر گئے۔ اس مدرسے میں طلبار کی تعلیم ہی کا نہیں بلکہ اون کے قیام و طعام کا بھی اچھا

لہ ترجمہ ۔ اتفاق یوں ہوا کہ اس قلیل البضاحت کا گذر حیدرآباد کی جانب ۱۰۸۳ھ میں ہوا اور یہاں قیام کا موقع ملا۔ ابوالحسن تاناشاہ کے زیر سایہ (جن کے بڑے بڑے القاب سے آدھا صفحہ بھرا ہے) فارغ البال و مرفہ الحال رہنے لگا۔ جب اوس بادشاہ کو دین میں ثابت قدم پایا اور اس فن شریف (یعنے تجوید و قراءت) کا طالب اور اوس کی جانب راغب دیکھا۔ نیز عوام الناس کو جو عموماً بادشاہ کے مسلک پر ہوتے ہیں اس طرف مائل پایا۔ تو چند قواعد جو استادان کامل و قاریان فاضل سے سنے تھے وکتب متداولہ سے حاصل کئے تھے ۱۰۹۵ھ میں اس رسالے کی شکل دی۔

انتظام کیا تھا - ایک بڑا کتب خانہ بھی اوس سے ملحق تھا - دور و دراز سے طلبا استفادے کی غرض سے آتے تھے
(ب) اورنگ زیب نے جب دکن کی خود مختار سلطنتوں کا خاتمہ کیا تو قاری مولانا محمد حسین کو اس مدرسہ کا صدر بناکر بھیجا تھا - حضرت نے تقریباً تیرہ سال اس مدرسے کی خدمت کی - چونکہ آپ عالم ہونیکے ساتھ اچھے قاری بھی تھے اس لئے بیدر میں تجوید و قراءت کا ماحول پیدا کیا - مولانا محمد حسین صاحب کے مزید حالات اگلے صفحات میں ملیں گے -

محی الدین محمد اورنگ زیب المعروف بہ عالمگیر ولادت ۱۰۲۸ھ تخت نشینی ۱۰۶۸ھ - وفات ۱۱۱۸ھ

ف ۶۵۱ محی الدین محمد اورنگ زیب ۱۰۲۸ھ میں پیدا ہوئے - قرآن مجید قراءت و تجوید و دیگر علوم سے آراستہ ہوکر خوش خطی میں دسترس پیدا کی -

(ب) شیخ القراء عبدالخالق منوفی نے تجوید و قراءت کی جو فضاء تیار کی تھی اوس کا اثر بہت دیر پا رہا - اول تو دہلی میں اون کا قیام اورنگ زیب کے عہد سلطنت تک رہا - اس طویل مدت میں جو اساتذہ فن پیدا ہوئے اونکی کوششوں کے نتیجہ کے طور پر دور و دراز مقامات کے باشندوں میں قراءت کا شوق پیدا ہوگیا - اورنگ زیب کو بھی تجوید و قراءت سے گہری دلچسپی تھی - جو جلد اس کے لئے تیار ہوئی تھی اس کا ایک نسخہ ٹونک کے کتب خانے میں اب تک موجود ہے -

(ج) اس بادشاہ نے قراء کی بڑی خدمت انجام دی - اونکو اپنے ساتھ رکھا - نماز میں اونکی اقتداء کیا کرتا - اس کے علاوہ قرآن مجید کے رسم الخط سے واقف ہونے کی وجہ سے اپنے ہاتھ سے روزانہ قرآن شریف لکھتا - اس امر کی تحقیق نہ ہو سکی کہ عالمگیر نے قرآن شریف کے کتنے نسخے اپنے ہاتھ سے لکھے مگر ہر کتب خانے میں اوس کا تحریر کردہ نسخہ مل جاتا ہے - چنانچہ سالار جنگ کے کتب خانے میں ایک نسخہ موجود ہے - حیدرآباد کے عجائب خانہ موقوعہ باغ عامہ میں بھی ایک نسخہ پایا جاتا ہے - دہلی اور پٹنہ کے کتب خانے بھی اس سے خالی نہیں - غرض جابجا اس کے لکھے ہوئے نسخے پائے جاتے ہیں - اوس نے قرآن شریف کا ایک نسخہ ۱۰۷۴ھ میں لکھا - حمائل کی تقطیع کا ہے اس کا عکسی فوٹو بھی طبع کرایا گیا جس کی ایک نقل میں نے بالاپور کی خانقاہ نقشبندیہ کے کتب خانے میں حضرت عبدالہادی نقشبندی کے پاس دیکھی تھی -

ف ۶۵۲ عالمگیر نامے میں اورنگ زیب کے متعلق یہہ درج ہے کہ "کلام مجید و فرقان حمید بر عایت مراتب قراءت و شرائط تجوید و ادراک بیان نزول آیات بینات و تفسیر و معانی و فہم و اسرار و نکات آن بر لوح حافظہ اشرف مرقوم گشت" "علمائے ہند کا شاندار ماضی" کے مصنف محمد میاں نے تحریر فرمایا ہے کہ

خواجہ محمد سعید خلف دوم حضرت مجدد صاحب کے دہلی تشریف لانے کی پہلی برکت یہہ تھی کہ عالمگیر نے حفظ کلام اللہ کرلیا۔ پھر ذکر و مراقبہ و رابطہ بھی درست کرلیا۔ عالمگیر حضرت خواجہ معصوم خلف مجدد صاحب کا مرید تھا۔ ان ہی کی برکت سے وہ کامیاب اور دارا ناکام رہا۔ اسی خاندان کے فیض و برکت کا اثر تھا کہ عالمگیر غیر معمولی طور پر متبع سنت و متقی و پرہیزگار تھا۔

مـه توحامیٔ شرع و حامیٔ تو شارع ⁘ تو حافظ قـرآن و خدا حافظ تو

ف ۶۵۳ اورنگ زیب خدمت خلق کو بڑی اہمیت دیتا تھا۔ جہاں تک ہوسکتا رعایا پروری میں کوتاہی نہ کرتا۔ تفحص حالات کے لئے راتوں کو بھیس بدلکر شہر میں گھومتا اور مصیبت زدوں کی دستگیری کرتا۔ اس سے پہلے مظفر شاہ گجراتی اور خواجہ معین الدین چشتیؒ کے متعلق لکھ آئے ہیں کہ وہ خدمت خلق کے لئے کیا تدابیر اختیار کرتے تھے۔ اوسی طرح اورنگ زیب بھی خدمت خلق کو ذریعہ نجات سمجھتا تھا ـلـه

ـلـه مورخین نے ایک واقعہ بیان کیا ہے جس کو چند سال قبل صدق نے بھی دہرایا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملا جیون اورنگ زیب سے ملنے گئے۔ استاد ہونے کی وجہ سے اورنگ زیب نے اون کی تعظیم و تکریم کی۔ دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ چلنے لگے تو اورنگ زیب نے ایک دوانی نذر کی۔ ملا جیون مدتوں اورنگ زیب کی صحبت میں رہ کر اون کی خصوصیات سے واقف ہوچکے تھے۔ سمجھے کہ اس دوانی میں ضرور کوئی برکت پوشیدہ ہے۔ احتیاط سے گھر لے جاکر بیوی کو دی اور کہا کہ یہہ دوانی بڑی برکت کی ہے اوس کو ایسی تجارت میں لگایا جائے کہ اس سے آمدنی اور راس المال میں اضافہ ہو۔ چنانچہ اون کی بیوی نے اوس کے انڈے منگواکر مرغی بٹھادی۔ سب انڈوں سے صحیح د سالم چوزے نکل آئے۔ کوئی انڈا ضائع نہوا۔ پھر سب چوزے بڑے ہوگئے۔ کوئی نہ مرا۔ پھر سب مرغیاں انڈے دینے لگیں۔ چند روز میں مرغی سے بکری۔ بھینس اور مکانوں اور زمینات کی نوبت آئی۔ جب ہمایوں نے دیکھا کہ ملا جیون کی دولت و مکانات و زمینات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے تو گمان کیا کہ شاید اونکو رشوت مل رہی ہے۔ چنانچہ مشہور کیا گیا کہ ملا جیون نے رشوت لینی شروع کردی ہے۔ شدہ شدہ یہہ بات عالمگیر تک پہونچی۔ عالمگیر نے تفحص حال کے لئے ملا جیون کو طلب کرکے پوچھا کہ کیا آپ نے زمین خریدی ہے۔ کہا ہاں زمین بھی ہے مکانات بھی ہیں اور یہہ سب آپکی دوانی کی برکت ہے۔ مجھے یہہ تجسس ہے کہ وہ دوانی کہاں سے آئی تھی۔ اورنگ زیب یہہ سنکر رونے لگا۔ کہا کہ آپ نے چھیڑ دیا ہے تو بتا دیتا ہوں۔ آواز دیکر خدمت گار سے کہا کہ فلاں محلے میں فلاں مہاجن رہتا ہے اوس کو بلالاؤ۔ کہو کہ تین سال کے بہی کھاتے ساتھ لائے۔ چنانچہ مہاجن مع اپنے بہی کھاتوں کے پریشان حال حاضر ہوا کہ [illegible] یہ کیوں طلب کئے گئے ہیں۔ بادشاہ نے

(ب) اس جفاکش اور علو ہمت بادشاہ کو دشمنوں نے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ دہلی سے نکلا تو مرہٹوں اور دکن کی حکومت سے لڑتے ہوئے بیس سال گذر گئے۔ دہلی جانا نصیب نہوا۔ فوج جو اوس کے ساتھ تھی اوسکے سپاہیوں کو رخصت مل جاتی تھی مگر بعض ایسے بھی تھے جن کو زندگی بھر دہلی واپس جانا نصیب نہ ہوا۔ ؎ لہ

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ نمبر ۱۸۰) تسلی دی کہ گھبراؤ نہیں۔ تم سے ایک معمولی بات دریافت کرنی ہے۔ فلاں روز فلاں تاریخ کا کھاتہ کھول کر یہہ بتاؤ کہ تم نے اُس روز کیا کیا خرچ کیا۔ اوس نے وہ تاریخ نکال کر اوس روز کے خرچ کی تفصیلات سنانی شروع کیں۔ آخر میں کہا ایک دوانی اوس مزدور کو دی جس نے مکان کی چھت درست کی تھی۔ اورنگ زیب نے کہا اگر اس کا واقعہ یاد ہو تو سناؤ۔ مہاجن نے کہا "سرکار اوس روز بارش ہو رہی تھی چھت خراب ہونے کی وجہ سے گھر میں پانی ٹپک رہا تھا۔ میری بیوی مجھ پر خفا ہوئی کہ کتنے روز سے تم سے یہہ کہہ رہی ہوں کہ چھت درست کرالو مگر تم سے اتنا کام بھی نہ ہو سکا۔ اب میں بچوں کو لیکر کہاں سوؤں۔ یہہ سنکر مجھے بھی کوفت ہوئی۔ رات زیادہ ہو گئی تھی۔ میں نے دروازے سے سر نکال کر دیکھا کہ ایک غریب بارش سے بچاؤ کے لئے دیوار کے سایے میں کھڑا ہے۔ میں نے پوچھا اجی مزدوری کروگے۔ اوس نے کہا کیا کام ہے۔ مینے کہا کدال اور ٹوکرا دیتا ہوں باہر سے مٹی لاکر چھت پر ڈالو اور دھمس کردو تاکہ پانی اترنا بند ہو جائے وہ غریب راضی ہو گیا۔ میں نے کدال اور ٹوکرا دیا اور خود نگرانی کرنے لگا۔ اوسنے دو تین گھنٹے میں محنت کرکے مٹی ڈالی اور دھمس کرکے ٹھیک کردیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ کام ختم ہو گیا ہے مزدوری دلاؤ میں نے کہا اس وقت میرے پاس پیسے نہیں ہیں کل صبح آکر لے جانا۔ اوسنے کہا کل آنا نہیں ہوتا۔ جو کچھ دیتا ہو آج ہی دیدو۔ چنانچہ میں نے گھر میں تلاش کیا تو ایک دوانی نکل آئی وہ اوسکے حوالے کردی" بادشاہ نے کہا اچھا اب جاؤ۔ مہاجن چلا گیا۔ بادشاہ سلامت ملاجیون سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے "جس نے مزدوری کی تھی وہ یہہ آپ کا شاگرد تھا۔ مجھے اوس وقت خدمت خلق کرنے میں لطف آیا۔ وہ پھر روز آپ تشریف لائے تو میں نے وہ دوانی آپ کی نذر کردی۔" ملاجیون نے کہا بے شک اوسمیں بالیدگی کی جو قوت تھی وہ حلال معاش ہونے کی بدولت تھی۔

لہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ ایک ایسا ہی سپاہی جو دہلی بیس سال سے نہیں گیا تھا اوسکی بیوی نے خط میں یہہ دوہا لکھ بھیجا ؎ سونا لانے پیو گئے اور سونا کر گئے دیس ؛ سونا ملا نہ پیو ملے روپا ہو گئے کیس

(سفید بال)

یہ دوہا اس قدر حسب حال تھا کہ لشکر میں جلد ہی پھیل گیا۔ شدہ شدہ اورنگ زیب تک پہونچا اورنگ زیب نے خفت محسوس کی اور دوہے کا جواب یوں دیا۔ کمہ بھیو ہے پوپلا آنکھیں بھئیں کریش ؛ جیسے کنتھا گھر رہے ویسے رہے بدیس (منہ) (مائی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنی جفاکشی کی زندگی تھی۔

(ج) اورنگ زیب نے جو وصیت نامہ لکھا اوس سے بھی اوس کی خانگی زندگی کی خصوصیات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ فٹ نوٹ میں وصیت نامے کا اقتباس درج ہے۔ جس میں ناظرین کیلئے بڑا درس، ہے سلہ

(د) جادو ناتھ سرکار نے اپنی تاریخ میں اس اولوالعزم بادشاہ کے آخری حالات بڑے موثر پیرائے میں لکھے ہیں کہتا ہے: انتقال کے وقت اورنگ زیب کی عمر ۹۲ سال تھی۔ بظاہر دشمنوں میں گھرا ہوا تھا۔ مرہٹوں کی سرکوبی کے لئے لڑائیاں دکن میں لڑتا رہا۔ اکثر اولاد۔ پوتے اور پوتیاں اوسی کے سامنے مر چکے تھے۔ معظم اعظم۔ اکبر اور کام بخش چاروں لڑکے آپس میں ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے۔ سلطنت پر قابض ہونے کی دھن میں سازشیں کرتے تھے مگر باپ کے قوی پنجے سے لرزاں تھے آخرش اکبر کا انتقال بھی باپ کے سامنے ہو گیا۔ لڑکیوں میں صرف زینت النساء پاس تھی۔ اورنگ زیب کو اس کا افسوس تھا کہ اوس کو زبردست امیر و جنرل نہ ملے جن کی مدد سے ملک میں امن و امان اور رعایا میں خوش حالی قائم رکھ سکتا۔ آخیر زمانے میں سوائے اسد اللہ خاں کے جو وزیر تھا اور اورنگ زیب سے پانچ سال چھوٹا۔ اور کوئی وفادار نظر نہ آتا تھا۔ اسی لئے کہا تھا کہ

آنچہ بر جستیم وکم دیدیم و بسیار ست و نیست ؛ نیست جز آدم درین عالم کہ بسیار ست و نیست

اس حالت میں بھی بڑی دلیری سے آخری وقت تک اپنے فرائض انجام دیتا رہا۔ ان پریشانیوں کے باوجود تسلی

سلہ یہہ وصیتیں ماہنامہ "فلاح دین و دنیا" میں سنہ ۱۹۲۴ء میں دہلی سے طبع ہوئیں اونمیں سے چند یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) اس گنہ گار غرق معاصی کو تربت مقدمہ مطہرہ چشتیہ سلام کے قریب دفن کریں اسلئے کہ گناہوں کے دریا (؟) میں ڈوبے ہوئے کو اوس درگاہ غفران پناہ میں التجا کرنے کے سوا، کچھ اور ٹھکانا نہیں (۲) مبلغ چودہ روپئے بارہ آنے ہوٹو پیوں کی سلائی کے مالیہ بیگم محلدار کے پاس جمع ہیں وہ اون سے لیکر مجھ بیچارے کے کفن میں صرف کریں اور جو مبلغ تین سو، قرآن کی لکھائی کے صرف خاص میں ہیں وہ انتقال کے دن محتاجوں کو دیں اس لئے کہ کلام مجید کی لکھائی میں حرمت کا شبہ ہے میرے کفن میں یہہ روپیہ صرف نہ کریں (۳) اگر اور ضرورت ہو تو بادشاہ عالی جاہ کے وکیل سے لیں کیونکہ اولاد میں یہی قریب ترین وارث ہیں۔ حلت و حرمت اونکے ذمہ ہے۔ مجھ بیچارہ سے باز پرس نہیں کہ مردہ بدست زندہ" (۴) اس سرگشتہ بیابان گمراہی کو ننگے سر دفن کریں کہ گناہگار تباہ روزگار دربار عظیم الشان (اللہ تعالیٰ) کے روبرو ننگے سر لے جانے سے نظر رحمت زیادہ ہوگی (۵) میرے تابوت پر گاڑھے (یعنے گزی) کی چادر (غلاف) ڈالیں اور امیروں کی بدعت سے پرہیز کریں۔

کیفیت یہہ تھی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اوسکو اپنے خالق کے ساتھ ایسا انہماک ہے کہ وہ دنیا ہی کا نہیں ہے عالمگیر زندہ پیر مشہور تھا۔ شرع شریف کی پابندی کا بیحد خیال تھا۔ روزوں کی پابندی کی یہہ حالت تھی کہ سموگڑھ کی لڑائی ۲۹ رمضان کو دارا کے خلاف ہوئی تھی جبکہ لو کی یہہ حالت تھی کہ زرہ بکتر والوں کے جسم پر آبلے آگئے تھے۔ اوس حالت میں اورنگ زیب جوانمردی سے لڑ رہا تھا اور روزے سے تھا نماز باجماعت پڑھنے کی یہہ حالت تھی کہ آخری زمانے میں غشی کی کیفیت طاری ہونے لگی تھی اس پر بھی نماز باجماعت ترک نہ کی۔ انتقال سے تین روز قبل بخار آگیا مگر اوس حالت میں بھی نماز باجماعت قضاء نہ کی۔ دیرینہ تمنا تھی کہ جمعہ کے روز انتقال ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اوس کی یہہ خواہش بھی پوری کر دی۔ ۲۰ فروری بروز جمعہ صبح حالت خراب ہوئی مگر قوی ارادے والے علو ہمت بادشاہ نے نماز با جماعت ادا کی اوسکے بعد معمولی وظائف پڑھنے میں مشغول ہوا تو غشی طاری ہو گئی اوس وقت بھی کلمہ طیبہ منھ سے جاری تھا۔ اور انگلیاں تسبیح پر چل رہی تھیں۔ آٹھ بجے اسی حالت میں انتقال ہوا۔ ؎

تمہیں لے دیئے ساری داستان میں، یاد ہے اتنا ۔۔ کہ اورنگ زیب ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا۔

ف ۶۵۴ قاری محمد نعیم الدخشی الرستاقی نے ایک رسالہ رسم الخط قرآنی پر ۱۰۸۰ھ میں لکھا جس کا نام تحفۃ الخاقان فی رسم القرآن رکھا گیا۔ مصنف کا بیان ہے کہ چونکہ شہنشاہ اورنگ زیب کو کتابت قرآن مجید کا شوق ہے اس لئے یہہ رسالہ لکھکر اوس کا نام تحفۃ الخاقان رکھا۔ خود فرماتے ہیں "چون غرض اصلی از تدوین این موجز اتحاف مجلس عالی بادشاہ ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب بود این نسخہ بہ تحفۃ الخاقان فی رسم القرآن موسوم گردید"۔ اس رسالے میں مختلف فیہ الفاظ کے رسم الخط کی وضاحت کی ہے (حجم ۲۸ صفحے سے زیادہ نہیں) اس میں ایک رباعی بھی درج ہے جو رسم الخط کی اہمیت جاننے والوں کیلئے دلچسپی سے خالی نہیں

رسم الخط عثمان ہمہ از روے ھدی است ۔۔ بر رسم وے اجماع جمیع علماء است
دائم بکن اتباع رسم خطش ۔۔ ہر از خط او ہیچ کان محض خطا ست

ف ۶۵۵ اورنگ زیب کے زمانے میں ایک اور مفید کام یعنے کلید قرآنی لکھنے کا جس سے یہہ معلوم ہو سکے کہ ایک لفظ قرآن میں کہاں کہاں آیا ہے۔ مصطفےٰ بن سعید نے سنہ ۱۱۰۲ھ میں شروع کیا جو بیس سال کی مدت میں اختتام کو پہونچا۔ اس کا نام "نجوم الفرقان" رکھا گیا مگر ترتیب کے کامل ایک سو سال کے بعد سنہ ۱۲۲۶ھ میں مدراس سے ٹائپ میں طبع ہوئی۔ جس کا ایک نسخہ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد میں موجود ہے

ف ۶۵۶ قرآن شریف کا ایک بڑی تقطیع والا نسخہ مطلا۔ مذھب۔ زبرجد کے بیل بوٹے والا دیدہ زیب جدول کے ساتھ مراد [illegible] ن سلطان مشہور کاتب نے لکھا۔ اس کا نصف ثانی رامپور کی اسٹیٹ

لائبریری میں موجود ہے۔ قرات عشرہ کے اختلافات اس کے حاشیہ پر درج ہیں جو مطابق النشر و تقریب النشر ہیں یہ نسخہ ۱۰۷۲ھ سے ۱۰۷۴ھ تک تین سال کی مدت میں لکھا گیا۔ کاتب کا دعویٰ ہے کہ حسین ابن علی اور مخدوم جہانیان جہان گشت کے لکھے ہوئے نسخہ سے اس کی تصحیح کی گئی ہے۔

ف ۶۵۷ خوشنویس عبدالباقی الحداد نے بڑی سائز پر قرآن مجید کا مطلاّ و مذھب نسخہ لکھکر اورنگ زیب کی نذر کیا جیساکہ شاہ جہان کو نذر کیا تھا۔ یہ نسخہ خدابخش خان کی لائبریری بانکی پور میں موجود ہے۔

ف ۶۵۸ یار محمد سمرقندی کے قواعد القرآن کا قلمی نسخہ جس کو کاتب امام الدین نے ملجار قلعہ کھلنا میں ۱۰۷۵ھ میں نقل کیا تھا۔ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔

(ج) اورنگ زیب کی اولاد میں اکثر و بیشتر قاری و حافظ ہوئے ہیں یہ نتیجہ تھا۔ بادشاہ کی دلچسپی لینے کا۔ شاہی خاندان کے قرا کا تفصیلی ذکر اگلے صفحات میں ملے گا۔

مقری حافظ خواجہ محمد سعید مجددی

ف ۶۵۹ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ ۱۰۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتداً والد سے علوم حاصل کئے۔ پھر شیخ طاہر لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوکر حفظ و قرات سبعہ سے فارغ ہوئے۔ سترہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے تو درس و تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ ۱۰۶۹ھ میں اورنگ زیب کے استاد مقرر ہوئے بادشاہ کو حفظ و قرات سکھلانے میں حضرت کا بھی حصہ تھا۔ ۲۷ رجمادی الاولیٰ ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔ سرہند میں دفن ہوئے۔ [۱]

قاری مولانا محمد اسحاق بھروچی

ف ۶۶۰ بابا ریحان نے جو مدرسہ ۹۳۰ھ میں قائم کیا تھا وہ درمیان میں چند روز نہیں رہا۔ نواب مرتضیٰ خان نے عمارت میں ترمیم کراکے ۱۰۱۱ھ میں پھر اس کو آباد کیا۔ ترمیم کا مادۂ تاریخ "مسجد قاضی" ہے۔ ترمیم کے بعد مدرسہ کی عمارت میں دوبارہ تعلیم (۱۰۱۱ھ) کا سلسلہ جاری ہوا۔

(ج) مغلیہ بادشاہوں نے اس کی سرپرستی کی۔ چنانچہ شاہ جہان کے عہد میں منصب جاری ہوا۔ مولانا محمد اسحاق نے ۱۰۳۲ھ میں اس مدرسے کی صدارت قبول کی۔ آپ عالم متبحر، قاری بے بدل اور فقیہہ لاثانی تھے۔ چالیس سال اس مدرسہ کی خدمت کرکے ۱۰۷۲ھ میں وفات پائی۔ مدرسے کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ "رکن دین رحلت نمودہ" مادۂ تاریخ ہے۔ حضرت صاحب تصنیف بھی ہیں۔ ایک تصنیف تحریم (۱۰۷۲ھ)

---

[۱] سیرت امام ربانی از محمد داؤد سرہندی۔ وعلمائے ہند کا شاندار ماضی از محمد میاں۔

شرب الدخان پر ہے جس کا ایک نسخہ مولانا قاری نور الدین بھروچی کے پاس ہے۔ دوسرا اسمٰعیل کالج بمبئی میں ہے مولانا محمد اسحاق کو سلسلہ شطاریہ میں بیعت تھی۔ آپ کے دو فرزند مولانا محمد مصطفےٰ و مولانا محمد تھے۔ والد کے انتقال کے بعد مولانا محمد نے مدرسہ سنبھالا اور تیس سال تک اس مدرسہ کی خدمت انجام دی۔ مولانا محمد اسحاق کے شاگردوں میں سید محمد خطیب بھی تھے جو اچھے قاری تھے۔ مولانا کے داماد نے بھی اس مدرسہ میں کام کیا۔

قاری مولانا نور الحق دہلوی | **ف ۶۶۱** آپ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے فرزند تھے۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم والد سے حاصل کئے۔ سلسلہ قادریہ میں خلافت بھی والد سے لی۔ پھر آپ کے والد ہی نے خواجہ محمد معصوم سے بیعت کرائی سلسلہ نقشبندیہ میں اعلیٰ و ارفع مدارج حاصل کئے۔ عالم و فاضل و بزرگ کامل تھے۔ شرح صحیح بخاری و مسلم آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ تاریخ وفات ۱۰۷۲ھ ہے۔ حوض شمسی کے پاس والد کے مقبرے کے متصل مزار ہے جس پر گنبد بھی تعمیر کیا گیا ہے۔ ؎۱

قاری حافظ خواجہ معصوم صاحب مجددی | **ف ۶۶۲** مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے تیسرے فرزند تھے جن کی ولادت ۱۰۰۷ھ میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید تجوید و قرائت کے ساتھ حفظ کیا۔ اسکے بعد کتب درسیہ۔ پھر علوم معقول و منقول کی تکمیل کی۔ حافظہ بہت قوی تھا۔ جو چیز ایک مرتبہ نظر سے گذر جاتی وہ محو نہوتی ۱۰۳۲ھ میں والد سے خلافت لی۔ آپکی شادی میر صغیر احمد کی صاحبزادی بی بی رقیہ سے ہوئی۔ ۱۰۶۶ھ میں حج کے لئے اپنے بھائی خواجہ محمد سعید، و خواجہ محمد یحییٰ اور سات ہزار مریدوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد جب مدینہ منورہ گئے تو وہاں برابر روزانہ مراقبہ فرماتے چونکہ اورنگ زیب کو آپ سے بیعت تھی اور بہت سے امرائے دربار عالمگیر بھی مرید تھے دارا شکوہ کو بھائی کے پیر ہونے کی بناء پر آپ سے عناد ہو گیا تھا چنانچہ وہ سرہندیوں کے درپئے آزار رہا کرتا تھا۔ خواجہ معصوم نے حضور اکرم سے اس کی شکایت کی۔ اونکو تسلی دی گئی کہ اس کشمکش میں اورنگ زیب کو کامیابی حاصل ہوگی۔ حج سے واپسی پر اورنگ زیب نے آپ کا استقبال کیا۔ وفات ۱۰۷۹ھ میں ہوئی۔ سرہند کے ایک تعمیر شدہ مقبرے میں دفن ہوئے ؎۲

قاری حافظ سید عبد اللہ مجددی راوی ہفت قرات | **ف ۶۶۳** آپ کے تفصیلی حالات فقرہ جات (۲۵۲ تا ۲۵۶) میں درج ہیں۔

؎۱ تاریخ اولیائے صوبۂ دہلی۔ از رکن الدین نظامی۔
؎۲ سیرت امام ربانی' از محمد داؤد۔

قاری حاجی شیخ عبداللہ ایلچپوری

وفات ۹۹۹ھ قطب خان شہر مانڈو میں دار الضرب کے داروغہ تھے۔ فقراء دوست اور بزرگوں کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ ملازمت چھوڑکر پیر کی تلاش میں نکلے تا آنکہ ایک بزرگ کامل کے مرید ہوکر ہدایت و تلقین میں لگے رہے۔ ۹۹۹ھ میں وفات ہوئی۔ مانڈو میں دفن ہیں۔ اونکے فرزند شاہ عبداللہ عرف بھکاجی قادری عالم و فاضل فقیہہ کامل تھے۔ وطن سے حج کے لئے گئے۔ ایک سال مکہ معظمہ میں قیام کرکے مدینہ منورہ چلے گئے۔ وہاں تجوید و قراءت کی بھی تکمیل کی۔ وہاں سے ہر سال مکہ معظمہ حج کے لئے آجاتے۔ اس طرح اکیس حج ادا کئے۔ وہاں سے حسب ایمائے حضور اکرم شاہ جہان کے زمانے میں برہان پور آئے۔ شاہ فضل اللہ کی خدمت میں رہکر اون سے بیعت کی۔ پھر آپ برہان پور سے ایلچپور آئے جہاں عوام کے اصرار پر سکونت پذیر ہوئے۔ شیخ زین تاجر بیجاپوری کی دختر سے نکاح کیا۔ عالمگیر نے موضع قاصد پورہ بطور انعام دیا۔

(ب) آپ کی اولاد میں دو فرزند اور ایک دختر تھیں۔ فرزند اول عبداللہ اور فرزند دوم عبدالقادر تھے۔ لڑکی کا عقد عارف کامل قاری حافظ شیخ حسین سے کیا۔ اس طرح تجوید و قراءت کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ اس خاندان میں عرصے تک رہا۔

(ج) شیخ عبدالقادر کے کئی فرزند تھے اونمیں سے دو مشہور ہوئے (۱) شیخ عبدالرسول (۲) شکراللہ ایک لڑکی بی بی مکھن تھین جو بڑی اچھی قاریہ و حافظہ تھیں۔ جن کا تفصیلی ذکر متعاقب آئے گا۔

(د) شاہ عبداللہ صاحب کا انتقال ۱۰۸۵ھ میں ہوا۔ ایلچپور کی ایک گنبد میں دفن ہیں مزار مرجع خلائق ہے۔

(ہ) شجرہ اس طرح ہے:- قطب خان مانڈوی وفات ۹۹۹ھ

(فٹ نوٹ صفحہ ۱۸۷ پر ملاحظہ فرمائیے۔)
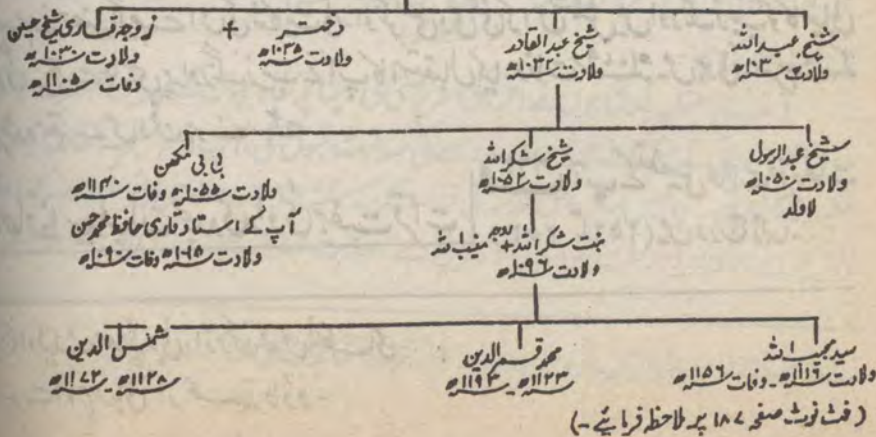
قاریہ حافظہ بدرالنساء، دختر اورنگ زیب

ف ٦٦٥ بدرالنسا، بیگم شہنشاہ اورنگ زیب کی پانچویں لڑکی تھی۔ نواب بائی بیگم کے بطن سے ۱۰۵۷ھ میں پیدا ہوئی۔ طباع و ذہین تھی۔ کم عمری میں ایک ضعیف شریف زادی معلمہ سے تجوید و قرارت کی تعلیم دلوائی۔ اس قابل استانی کے زیر نگرانی بدرالنسار نے پانچ سال کی عمر میں پڑھنا شروع کیا اور دو سال میں حفظ کی تکمیل کی۔ قاری و حافظ ہونے کے علاوہ بدرالنسار خوش الحان بھی تھی۔ اصول تجوید کے مطابق قرآن مجید ایسا پڑھتی تھیں کہ سننے والا وجد کرنے لگے۔ ایک روز عالمگیر صبح کی نماز کے بعد ٹہلتا ہوا چمن میں نکل گیا تو اس نے بدرالنساء کو خوش الحانی سے تلاوت کرتے سنا۔ صبح کا سہانا سماں۔ قرآنی آیات کی دل آویزی اور خوش الحانی ان سب نے مل کر اورنگ زیب پر محویت طاری کر دی۔ آدھے گھنٹے تک مبہوت ہو کر سنتا رہا۔ جب بدرالنساء نے تلاوت ختم کی تو عالمگیر سامنے آیا۔ باکمال بیٹی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اس کی مہارت کی داد دیتے ہوئے بہت سی دعائیں دیں۔ ضعیف معلمہ کو بھی انعام و اکرام سے نوازا۔ اوس روز سے بدرالنسار کی تعلیم کا خاص اہتمام ہونے لگا۔ چند روز میں بدرالنساء نے عربی کی درسی کتابیں ختم کیں۔ دوسرے علوم پر بھی عبور حاصل کیا۔ مگر اس کو قدرتی طور پر قرآن مجید ہی سے شغف رہا۔ بدرالنساء ۲۳ سال کی عمر میں ۱۰۸۰ھ میں انتقال کر گئی۔ اوسکے دو حقیقی بھائی محمد سلطان اور محمد معظم شاہ عالم بھی حافظ و قاری تھے [۱]

قاریہ بادشاہ بیگم بنت اورنگ زیب

ف ٦٦٦ عالمگیر کی ایک اور لڑکی بادشاہ بیگم جو دلرس بانو بیگم کے بطن سے اور اعظم شاہ کی حقیقی بہن تھی۔ قرآن اور قرأت سے خاص لگاؤ رکھتی تھی۔ بادشاہ بیگم نے لڑکپن ہی میں قرآن شریف پڑھ لیا۔ دیگر علوم ایک ضعیف العمر استاد سے حاصل کئے۔ نہایت ذہین اور طباع تھی۔ کچھ روز شعر گوئی سے بھی دلچسپی رہی مگر بعد میں تائب ہو کر صرف قرآن مجید ہی سے دلچسپی رکھنے لگی۔ روزانہ تلاوت کی پابند تھی [۲]

قاری حافظ خطاط سید جعفر بدر عالم

ف ٦٦٧ آپ سید جلال مقصود عالم کے فرزند شاہ عالم کی اولاد سے تھے۔ ولادت بمقام احمد آباد ۱۰۲۳ھ میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا۔ علوم مروجہ اپنے والد اور جد امجد سے سیکھے۔ تجوید و قرأت و حفظ کی تکمیل بھی والد سے کی آپ کو تفسیر و حدیث میں کمال حاصل تھا۔ متقی اور عالم باعمل ہونے کے علاوہ خوش نویس اور زود نویس بھی تھے

(فٹ نوٹ صفحہ ۱۸٦) [۱] نور العنایت المعروف بہ تذکرۂ پاک مرتبہ سید نور المعتقدی ابن حافظ سید نور المہتدی اورنگ آبادی یہ تصنیف میں نے قلمی شکل میں دیکھی ہے۔ [۱] و [۲] تذکرہ خواتین مشاہیر خاندان تیموریہ از رحیم بخش صفحہ ۷۱-۷۲ و ۱۲۲

رسم الخط قرآنی کے ماہر۔ خط نستعلیق و نسخ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ایک دفعہ صرف دو روز میں مکمل قرآن مجید کی کتابت کی۔ اس نسخہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک فقیر نے آپ سے قرآن مجید مانگا تو دوسرے روز دینے کا وعدہ کیا۔ فقیر نے اشارہ کیا کہ قرآن مجید کا رکھا ہوا نسخہ کیوں نہیں دیتے۔ حضرت کو لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون والی آیت یاد آئی۔ فوراً وہی نسخہ فقیر کے حوالے کر دیا۔

(ب) ۱۰۵۴ھ میں شاہجہاں سے ملے۔ اوس نے آپکو صدارت کا عہدہ دینا چاہا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ ۱۰۶۹ھ میں عالمگیر نے خلعت عطا کی۔ ۱۰۸۵ھ میں انتقال ہوا۔ احمد آباد میں دفن ہیں۔ [۱]

قاری حافظ شیخ محمد اسمٰعیل سہروردی مدرس لاہوری

۶۶۸ھ والد کا نام فتح اللہ بن عبداللہ قوم کھوکھر۔ ساکن موضع چنبہ لب دریائے چناب۔ والد زمیندار تھے۔ والدہ بی بی فریاد صاحبہ سخت مجاہدے اور ریاضتیں کیا کرتی تھیں۔ لوگ اونکو رابعۂ عصر تسلیم کرتے تھے دن کو روزہ رکھتیں اور شب کو قیام کرتیں۔ رمضان کے آخری دہے میں ایک شب کو بہت سی روشنی دکھائی دی جس سے پتہ چلا کہ وہ لیلۃ القدر ہے۔ آپ نے نماز تہجد کے بعد دعا کی "اے اللہ میری اولاد کو حافظ عارف و قطب عارف کر" آپ کو چار لڑکے ہوئے اور چاروں حافظ و قاری و عالم ہوئے (۱) حافظ محمد ابراہیم (۲) حافظ محمد اسمٰعیل (۳) حافظ محمد حسین (۴) حافظ محمد خلیل۔ ماں کی دعا کا اثر محمد اسمٰعیل پر زیادہ ہوا۔

(ب) محمد اسمٰعیل ۹۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بیحد ذہین و طباع تھے۔ لڑکپن میں تجوید و قراءت اور حفظ کی تکمیل کی۔ اوسکے بعد قرآن مجید سے ایسا شغف بڑھا کہ اوس میں فنائیت تام حاصل کر لی۔

(ج) لڑکپن میں پہلے آپنے چکی چلانے کا پھر بکریاں چرانے کا کام انجام دیا۔ ہر جگہ قرآن شریف کی تلاوت جاری رہتی۔ پھر آپ قاری عبدالکریم صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے لگے جس کا سلسلہ چھ واسطوں سے شاہ عالم تک پہونچتا ہے۔ عرصے تک مرشد سے فیض پاتے رہے۔ انھوں نے بھی حفظ ہی کے ذریعہ راہ سلوک طئے کرائی۔ فراغت کے بعد ایک روز فرمایا۔ "اے اسمٰعیل! تم حفظ قرآن کر چکے۔ طریقت میں بھی مدعا حاصل ہو گیا۔ اب تمہیں خلق اللہ کی خدمت کرنی چاہیئے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جہاں تم مناسب سمجھو اقامت گزین ہو کر تدریس قرآن مجید میں مشغول ہو جاؤ اور یقین رکھو کہ تمہاری قبر پر تا قیامت تدریس قرآن جاری رہے گی۔" پہلے والدہ نے آپ کے لئے دعا کی تھی۔ مرشد سے یہہ دوسری بشارت ملی۔ جن کا اثر محیر العقول طریقہ سے ظاہر ہوا۔ چنانچہ صاحب خزینۃ الاصفیاء آپکے متعلق لکھتے ہیں "حافظ خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب تدریس قرآنی و جامع ہمہ دانی بود۔"

---

[۱] تحفۃ الکرام از علی شیر۔ و تذکرۂ اولیائے دکن۔ از عبدالجبار آصفی۔

دس سال کی عمر میں لاہور آکر نیل پورہ میں تعلیم و تلقین میں مصروف ہو گئے۔ دن بھر قرآن شریف پڑھتے اور پڑھاتے رہتے تھے۔

(د) اوس محلہ میں ایک قدیم مسجد تھی جس پر ایک جوگی کا قبضہ تھا وہ اوسکو چھوڑتا نہ تھا۔ حضرت نے جاکر سمجھایا کہ آپ اور کہیں جاکر رہیں تو جوگی نے کہا "اگر میں یہاں سے گیا تو مسجد بھی میرے پیچھے آئے گی" حضرت نے فرمایا "اچھا تم جاؤ تو سہی" جوگی کا نکلنا تھا کہ مسجد کو بھی جنبش ہوئی۔ حضرت نے اپنا عصا دیوار مسجد پر مار کر کہا "ساکن ہو جا"۔ مسجد حالت سکون میں آگئی۔ جوگی نے یہہ کرامت دیکھکر معافی چاہی اور کسی طرف کو چلا گیا۔ حضرت اوس مسجد میں بیٹھکر درس دیتے اور حافظ بناتے رہے۔ یہہ بھی حضرت کی کرامت تھی کہ ہر شخص بہت جلد حافظ و قاری ہو جاتا۔ بعضوں نے تو چھ مہینوں میں حفظ پورا کیا۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میری خاک سے بھی قرآن کا فیض جاری رہے گا۔ چنانچہ یہہ حضرت ہی کی کرامت ہے کہ اوسوقت سے لیکر اب تک برابر اس مدرسے سے حافظ نکلتے چلے آرہے ہیں۔ غلام سرور چشتی فرماتے ہیں کہ آپکی بشارت سچی ہوئی۔

ف ۶۶۹ حضرت کی کرامت کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ "میں نے ایک حسین لڑکی سے شادی کی جو مجھے بہت مرغوب تھی وہ حافظ و قاریہ ہے اور میں امی ہوں وہ مجھے کہتی ہے کہ قربت نہ کی جائے کیونکہ اس سے قرآن کی بے ادبی کا اندیشہ ہے اور مجھے حفظ قرآن کی ترغیب دیتی ہے تو آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ میں بھی حافظ ہو جاؤں۔" آپ نے فرمایا "چھ مہینے میرے پاس قیام کر حافظ ہو جائیگا"۔ یہہ سنکر وہ رونے لگا اور عرض کیا کہ مجھکو اپنی بیوی کی جدائی ایک دم کے لئے بھی شاق ہے چھ مہینے کیونکر گذریں گے"۔ یہہ سنکر آپ نے ازراہ ترحم فرمایا "اچھا کل کی نماز میں میری داہنی طرف آئیو۔ انشاء اللہ تیرا مقصد پورا ہو جائیگا"۔ رات کو نماز کے بعد آپ نے یہہ دعا پڑھی۔ سبحانک لاعلم لنا اِلّا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے۔ صبح کی نماز میں اوس شخص نے حضرت کی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ آپ نے جب سلام پھیر کر اوس کی طرف نظر کی تو اوسی وقت نہ صرف وہ حافظ ہو گیا بلکہ جتنے مقتدی داہنی جانب تھے وہ سب کے سب حافظ بن گئے۔ اوس شخص پر حضرت کی کرامت کا ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً مرید ہو گیا

(ب) تذکرۂ قراء کی ترتیب میں ہم نے خوارق عادات کو جمع کرنے سے التزاماً اس لئے پرہیز کیا ہے کہ اس معقول پسند صدی میں اونکے ماننے والے کم اور اعتراض کرنے والے زیادہ ہیں۔ مگر حضرت اسمٰعیل کے حالات ایسے عجیب و غریب اور محیر العقول ہیں کہ اون کی فنائیت فی القرآن کی وضاحت کی خاطر چند واقعات کا اظہار ضروری سمجھا گیا۔ حضرت کی اس کرامت سے تو کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا کہ اون کے زمانۂ حیات سے لیکر اب تک صدہا حافظ ان کی مسجد و خانقاہ سے نکلے۔ چنانچہ آپکے خلیفہ الٰہی بخش

حافظ و قاری تھے۔ آپ کے شاگردوں میں تیمور میمور حافظ و قاری تھے جن کے شاگرد کثرت سے ہوئے جن میں ایک سلسلہ حامد القاری کا تھا۔ اونکے شاگرد محمد عاقل تھے۔ ان دو کے علاوہ قاری حافظ محمد ہاشم۔ حافظ میاں عبد الہادی۔ حافظ عبد المجید۔ حافظ عبد الکریم نے تیمور میمور سے استفادہ کیا۔ حافظ تیمور کے علاوہ دوسرا سلسلہ محمد اسمٰعیل مدرس کے ایک جدی برادر محمد صالح کا تھا جو خود بھی حافظ و قاری تھے اور محمد اسمٰعیل کے بعد انھوں نے ۵۵ سال تک اوسی جگہ خدمت انجام دی۔ بے شمار حافظ بنائے۔ بالآخر جب ۱۱۱۵ھ میں انھوں نے وفات پائی تو حافظ محمود اون کے جانشین ہوئے اور ۴۲ سال تک خدمت کی۔ وفات ۱۱۷۰ھ میں ہوئی۔ حافظ معز الدین نے اون کی جگہ بیٹھکر ۳۵ سال تک حفظ کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اون کا انتقال ۱۲۱۲ھ میں ہوا۔ پھر حافظ شرف الدین نے تقریباً سات سال کے عرصے تک یہ خدمت انجام دی۔ اونکی وفات ۱۵ ربیع الاول ۱۲۷۰ھ میں ہوئی۔ اونکے بعد اونکے فرزند حافظ احمد الدین اس خدمت کو انجام دیتے رہے اونکے زمانے میں بھی ڈیڑھ سو طلباء زیر تعلیم تھے۔ سب کو کھانا اور دوسری ضروریات مدرسہ سے فراہم کی جاتی تھیں۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے دور میں سکھ فوج نے مدرسہ کی عمارت کو نقصان پہنچایا۔ مگر مسلمانوں نے اوسکی ترمیم کر دی۔

(ج) حافظ احمد الدین کا انتقال ۱۳۰۶ھ میں ہوا۔ آپ کے چار فرزند تھے (۱) حافظ محمد عظیم (وفات ۱۳۱۰ھ) (۲) حافظ امام الدین (وفات ۱۳۱۲ھ) (۳) حافظ غلام محمد (۴) حافظ حاجی محمد الدین (وفات ۱۶ محرم ۱۳۲۶ھ)

(د) حافظ غلام محمد کے دو فرزند (۱) حافظ محمد شفیع اور (۲) حافظ محمد حفیظ تھے۔ اول الذکر نے حافظ محمد اسمٰعیل کے حالات جمع کرکے "سوانح عمری میاں وڈا" کے نام سے ۹ مارچ ۱۹۰۹ء کو کتابی صورت میں شائع کئے ہیں۔ حافظ محمد شفیع سجادہ نشین کے فرزند حافظ محمد شریف ہیں۔

ف ۶۷ قاری حافظ محمد اسمٰعیل صاحب کا مذکورہ بالا سلسلہ بہت ہی عجیب و غریب رہا۔ محمد اسمٰعیل صاحب نے جملہ ۶۶ حافظ بنائے اونکے بعض شاگردوں کے نام جو مل سکے درج ذیل ہیں: (۱) حافظ عبد الوہاب (۲) حافظ شیخ عبد الحمید (۳) حافظ عبد الکریم قصوری (۴) حافظ اخوند محمد عثمان (۵) حافظ اخوند محمد عمر (۶) حافظ امانت خان (۷) حافظ عبد اللہ (۸) حافظ محمد فاضل (۹) حافظ اللہ بخش (۱۰) حافظ محمد حسین اوان (۱۱) حافظ فتح محمد خوشحالی (۱۲) حافظ محمد تیمور لاہوری جن کا ذکر پہلے آچکا ہے (۱۳) حافظ میاں جان لاہوری (وفات ۱۰۸۲ھ) (۱۴) حافظ جان محمد ثانی (متوفی ۱۱۲۰ھ)۔

(ب) محمد اسمٰعیل صاحب مدرس عام طور سے میاں کلاں یا پنجابی میں "میاں وڈا" کے نام سے مشہور تھے

آپ نے ۹۰ سال کی عمر میں ۲۵ رشوال ۱۰۸۵ھ میں وفات پائی۔ سلہ

شیخ القراء عبدالباری تقی الدین محمد قاری سبعہ | ف ۶۷۱ والد کا نام ابوالفتح ہمدانی وطن ڈھاکہ (جسکو جہانگیر نگر بھی کہتے تھے) علاقہ مشرقی بنگال

آپ شاہ جہان اور اورنگ زیب کے زمانے میں بنگال کے مشہور قراء میں سے تھے۔ ایک عرصے تک سبعہ قرات کا درس دیا۔ طلباء کے استفادے کے لئے سبعہ قرات میں ایک کتاب کنز الایمان فی قواعد القرآن لکھی جس کی تکمیل اورنگ زیب کے زمانے میں ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔ مولف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ فی الوقت سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ یہہ کتاب محمد شفاعت کو ۱۱۰۸ھ میں ملی۔ وہاں سے حیدرآباد منتقل ہوئی۔

قاری محمد نعیم الدخشی الرستاقی | ف ۶۷۲ آپ کے حالات اورنگ زیب کے تحت نقرہ (۶۵۴) میں بیان کئے گئے۔

مقری نعمت اللہ بن رحمت اللہ لاہوری | ف ۶۷۳ وطن لاہور۔ والد کا نام رحمت اللہ۔ آپ نے تجوید و قراءت میاں نورالدین کے تین نواسوں یعنے میاں محمد حسین لاہوری۔ حافظ میاں سعداللہ و میاں فتح محمد لاہوری سے سیکھی۔ آپ کا سلسلہ علامہ الجزری تک پہونچتا ہے جس کا ذکر میاں نورالدین کے حالات میں کیا گیا ہے۔ قاری نعمت اللہ اورنگ زیب کے زمانے میں تھے۔ آپ نے فن تجوید کی بڑی خدمت کی۔ ایک رسالہ مفید القراء کے نام سے ۱۰۸۹ھ میں لکھا جس کے قلمی نسخے جا بجا ملتے ہیں۔ اس سے اونکی مقبولیت عام کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔ ایک اور نسخہ مقری عشرہ خواجہ محمد احمد صاحب سابق ناظم آثار قدیمہ حیدرآباد کے پاس میں نے دیکھا ہے۔

قاری حافظ محمد حسن ایلچپوری | ف ۶۷۴ وطن ایلچپور۔ ولادت تقریباً ۱۰۱۵ھ ہے۔ علوم عربی و فارسی و قراءت میں امتیازی درجہ کے حامل تھے۔ خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھا کرتے۔ حفظ کی بھی تکمیل کی تھی۔ آپ نے ایک ممتاز شاگردہ بی بی مکھن کو حفظ و قراءت نیز عربی و فارسی کی تعلیم دی۔

(ب) بی بی مکھن شیخ عبدالقادر کی دختر تھیں۔ انکے علاوہ اور شاگرد بھی ہوئے۔ قاری صاحب کا

سلہ تذکرۂ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی (۲) علمائے ہند کا شاندار ماضی از محمد میاں (۳) سوانح عمری میاں وڈا از حافظ محمد شفیع سجادہ نشین۔

انتقال تقریباً سنہ ۱۰۹۰ھ میں ہوا۔ شاہ عبدالرحمٰن غازی کے گنبد کے پاس دفن ہوئے۔

قاریہ جہاں آرا بیگم بنت شاہ جہان | ف ۶۷۵ خاندان شاہان مغلیہ کا یہہ دستور تھا کہ لڑکے اور لڑکی کو سب سے پہلے قرآن مجید پڑھایا جاتا۔ اوسکے ختم ہونے تک کوئی دوسرا علم شروع نہ کیا جاتا۔ قرآن کی ناظرہ تعلیم سے فراغت کے بعد دوسرے علوم کی جانب توجہ کی جاتی۔ اس طریقہ تعلیم کا نتیجہ یہہ ہوا کہ مغلیہ خاندان کے شہزادوں اور شہزادیوں میں سے ہر ایک تجوید و قرات سے واقف ہوا۔ اون میں سے اکثر حافظ بھی ہوئے۔ خواتین خاندان تیموریہ بہ لحاظ تعلیم و تربیت و بہ لحاظ ذہانت و جودت دیگر خواتین و امراء سے بلند و بالاتر ہیں۔ اون میں چند تو فخر خاندان گذری ہیں جن کا ذکر بروقت آئے گا۔ اون میں سے شاہ جہان کی دو لڑکیاں تھیں۔

(ب) جہاں آرا بیگم جوار جمند بانو بیگم عرف ممتاز محل کے بطن سے سنہ ۱۰۲۳ھ میں جہانگیر کے عہد میں پیدا ہوئی۔ اس کو لڑکپن ہی میں قرآن مجید و قرأت کی تعلیم ایک قابل استانی ستی النساء خانم سے ملی جو حافظ و قاریہ تھیں اور طالب آملی کی بہن تھیں۔ علوم قرآنی سے واقفیت کے ساتھ یہہ لڑکی بڑی عابدہ وزاہدہ تھی۔ وقت کا بڑا حصہ تلاوت قرآنی میں گذرتا۔ اس نے ایک مدرسہ آگرے میں قائم کیا جس کے جملہ اخراجات کی خود کفیل تھی۔ آگرے کی جامع مسجد بھی جہاں آرا نے پانچ لاکھ کی لاگت سے بنوائی۔ سنہ ۱۰۹۸ھ میں اختتام کو پہونچی۔ بزرگان دین کے حالات سے متعلق "مونس الارواح" کے نام سے سنہ ۱۰۴۹ھ میں ایک تالیف شائع کی۔ سنہ ۱۰۹۲ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت نظام الدین کی درگاہ واقع دھلی میں ایک سنگ مرمر کی چوکھنڈہ میں دفن ہے۔ قبر پر یہہ شعر کندہ ہے۔ ؎

بغیر سبزہ نہ پوشد کسے مزار مرا ٭ کہ قبرپوش غریبان ہمین گیاہ بس ست[۱]

ثریا بیگم دختر شاہ جہان | ف ۶۷۶ یہہ لڑکی عزیز النساء بیگم عرف اکبرآبادی بیگم کے بطن سے تھیں۔ طباع و ذہین ہونے کے باعث کم عمری میں قرآن ختم کیا۔ دوسرے متداول علوم بھی حاصل کئے۔ مگر قرآن مجید سے بہت لگاؤ تھا۔ ہمیشہ تلاوت میں مصروف رہتی۔[۲]

قاری حافظ محمد یحییٰ مجددی | ف ۶۷۷ آپ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے ساتوین فرزند تھے۔ ولادت سنہ ۱۰۲۴ھ میں ہوئی۔ شاہ جہ

ؔ۱ تذکرہ خواتین مشاہیر خاندان تیموریہ از :- رحیم بخش صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۷ -
ؔ۲ تذکرۂ خواتین مشاہیر خاندان تیموریہ از ظہور الحسن

ے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ استعداد عالی رکھتے تھے۔ قوت حافظہ تیز تھی۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا۔ قراءت و دیگر علوم کی تحصیل میں اپنے والد سے تلمذ رہا۔ جو آپ پر بڑے مہربان تھے۔ حلیہ۔ قد و قامت رفتار و گفتار میں والد سے بہت مشابہ تھے۔ خواجہ باقی باللہ کے فرزند خواجہ عبیداللہ کی دختر سے آپ کی شادی ہوئی تھی۔ جن سے تین فرزند اور ایک دختر پیدا ہوئی۔ آپ خواجہ معصوم کے ساتھ حج میں شریک تھے۔ وفات ۱۰۔ جمادی الثانی ۱۰۹۶ھ کو ہوئی۔ مجدد صاحب کے مقبرے سے یہ جانب غرب دفن کیا گیا ہے۔ ۵۱

| شیخ القرا عبدالخالق دوم دہلوی |

ف ۶۷۸ دہلی میں ایک جید شیخ التجوید عبدالخالق تھے (عبدالخالق متوفی سے الگ) وقت کا بڑا حصہ درس و تدریس میں گزارتے تھے۔ آپ نے بہت سے قاری بنائے۔ انکی وفات ۱۰۹۸ھ میں ہوئی۔ ان کے ایک لائق شاگرد قاری شیخ محمد فاضل سندھی تھے جن سے شاہ ولی اللہ صاحب نے تجوید و قراءت سیکھی تھی۔ ۵۲

| قاری حافظ عبدالکریم بلگرامی |

ف ۶۷۹ آپ بلگرام کے رہنے والے تھے۔ گیارھویں صدی کی ابتدا میں پیدا ہوئے۔ لڑکپن میں قراءت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم پائی۔ پھر حافظ ہوئے بڑے مشہور خطاط تھے۔ صاحب مآثر الکرام ان کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ "دانشمند والا مرتبت۔ کلام اللہ را از بر کرد۔ علم از علمائے قبیلہ خود واگرفت۔ در جمیع علوم عقلی و نقلی سیما فنون عربیہ علم انا ولا غیری افراشت خط عربی و فارسی جید می نوشت۔" ۱۱۰۱ھ میں وفات ہوئی۔ ۵۳ اون کے بھائی مولوی عبدالغفور عالم و فاضل و قاری تھے۔

| قاریہ حافظہ زیب النساء دختر اورنگ زیب |

ف ۶۸۰ اورنگ زیب کی یہ دختر نیک اختر دلرس بانو بیگم کی بطن سے ۱۰۴۵ھ میں پیدا ہوئی۔ اس زمانے کے اصول کے مطابق نشو و نما پائی۔ حفظ کی تکمیل کی۔ بڑا جیون سے تجوید و قراءت و فقہ کی تعلیم پائی۔ پھر ملا عظمت اللہ سے علم فقہ سیکھا۔ خوش خطی میں کمال حاصل تھا۔ نستعلیق و نسخ و شکستہ کی ایسی ماہر تھی کہ بہت کم لوگ اوسکی ہمسری کرسکتے تھے۔ شاعرہ بھی اچھی تھی۔ قرآن مجید سے خاص لگاؤ تھا۔ ۱۱۰۳ھ میں ۵۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ ۵۴

---

۵۱ سیرت امام ربانی از محمد داؤد
۵۲ نزہت الخواطر از مولانا عبدالحی
۵۳ آثر الکرام از غلام علی آزاد
۵۴ مشاہیر نسوان از مولوی عباس حیدری صفحہ ۲۱۲

قاریہ حافظہ زینت النساء بیگم دختر اورنگ زیب

ف ۶۸۱ اورنگ زیب کی یہہ دختر نیک اختر حافظہ وقاریہ تھی۔ زہد و ورع اوس کی خصوصیت تھی۔ اس خاندان میں قراءت و حفظ کا سلسلہ ابوظفر بہادر شاہ کے زمانے تک چلتا رہا۔ زینت النساء کی صاحب زادی اون کی پوتی شاکرہ بیگم۔ اون کی بیٹی فاطمہ بیگم۔ اور فاطمہ بیگم کی بیٹی حیدری بیگم سب کی سب قاریہ و حافظہ تھیں

حاجی قاری محمد قادری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش قادری

ف ۶۸۲ یہہ بابرکت سلسلہ معروف چشتی قادری سے شروع ہوتا ہے۔ اون کے خلیفہ شاہ سلیمان قادری تھے اونکے خلیفہ حاجی محمد قادری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش قادری گذرے ہیں صوبہ سرحد کے باشندے تھے۔ والد کا نام حاجی علاء الدین تھا۔ آپ نے تجوید و قراءت کی تعلیم لڑکپن ہی میں حاصل کرلی۔ اوسکے بعد حفظ کی تکمیل بھی بہت جلد کرلی۔ زاہد، عابد اور متقی تھے۔ سات حج پاپیادہ کیئے۔ تمام دن مسجد نوشہرہ میں تلاوت فرماتے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ انتقال سنہ ۱۱۰۳ھ میں ہوا۔ اونکے فرزند برخوردار نوشاہی اور داماد معموری بھی حافظ و قاری تھے۔ [۱]

قاری مولانا محمد بن اسحاق بھروچی

ف ۶۸۳ ساکن بھڑوچ۔ علاقہ گجرات۔ والد کا نام مولانا محمد اسحاق بھڑوچی۔ جن کا ذکر قبل ازیں کیا جا چکا ہے۔ قراءت و دیگر علوم والد سے سیکھے۔ ذہین و فہیم تھے۔ والد کے انتقال کے بعد بابا ریحان والا مدرسہ سنبھالا اور سنہ ۱۱۰۳ھ تک برابر خدمت انجام دیتے رہے۔ اون کے بعد اون کے بیٹے مولانا محمد اسحاق ثانی اس مدرسہ کی خدمت کرتے رہے

قاری حافظ سید ضیاء اللہ بلگرامی

ف ۶۸۴ محلہ میدان پورہ۔ بلگرام میں سنہ ۱۰۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ محمد صغریٰ کی اولاد میں سے تھے۔ ابتدائی عمر میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ حفظ کیا۔ اپنے زمانے کے علماء سے درسی کتابیں پڑھیں۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں کہ "بغایت متقی و پرہیزگار بود۔" سنہ ۱۱۰۴ھ میں وفات ہوئی۔ اونکے بڑے فرزند سید احمد حافظ و قاری تھے۔ دوسرے فرزند سید اشرف بھی قاری تھے۔ [۲]

قاری حافظ شیخ حسین ایلچپوری

ف ۶۸۵ مولد ایلچپور۔ ولادت تقریباً سنہ ۱۰۳۰ھ۔ حفظ و قراءت کی تکمیل لڑکپن میں کی۔ شاہ عبداللہ عرف بھکا جی کی خدمت میں حاضر

---

[۱] تذکرہ اولیائے ہند از مرزا اختر دہلوی

[۲] مآثر الکرام از غلام علی آزاد۔

ہوتے رہے۔ اون ہی کی صاحبزادی سے عقد کیا۔ ایک عرصے تک درس و تدریس میں لگے رہے۔ تجوید و قراءت کی اچھی خدمت کی۔ قاری محمد حسن بھی آپ کے ہم عصر تھے۔ تقریباً ۱۱۰۵ھ میں انتقال ہوا۔ شاہ عبدالرحمن غازی کی درگاہ میں۔ قاری حافظ محمد حسن کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ [۱]

امام المدرسین مولانا حافظ محمد حسین

ف ۶۸۶ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۴۱ تا ۲۴۴ میں مذکور ہیں۔

قاری حافظ سید ضیاء اللہ دوم

ف ۶۸۷ سادات واسطی سے تھے۔ صاحب تحفۃ الکرام لکھتے ہیں کہ "از سادات بلگرام و فضلائے عالی مقام بود۔ حافظ و قاری بودہ ہمیشہ بدرس اشتغال داشت۔ در نثر و نظم عربی و فارسی درجہ عالی اندوختہ" وفات ۱۱۰۹ھ میں ہوئی۔ اونکے فرزند سید قادری فاضل، حافظ و قاری و حاجی تھے۔

نوٹ:۔ یہ امتیاز کرنا مشکل ہے کہ سید ضیاء اللہ جن کا ذکر فقرہ ۶۸۴ میں کیا گیا وہ اور یہ دونوں الگ الگ ہستیاں تھیں یا ایک ہی تھے۔ نام اور زمانے میں مشابہت ہے۔ سنہ وفات میں تھوڑا سا فرق ہے مگر اونکے فرزندوں کے نام میں اختلاف ہونے کی وجہ سے شبہ ہوتا ہے کہ دو الگ افراد ہیں۔

قاری سید جعفر مجید عالم بخاری

ف ۶۸۸ والد کا نام سید جلال حمید عالم تھا۔ احمد آباد کے باشندے، اور حضرت شاہ عالم کی اولاد سے ہیں۔ ۱۰۸۱ھ میں پیدا ہوئے، نو سال کی عمر میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ حاصل کیا۔ اوسکے بعد علوم درسیہ کی تکمیل کی۔ پھر درس و تدریس میں لگے رہے ۱۱۰۹ھ میں انتقال ہوا۔ احمد آباد میں دفن ہیں۔ انتقال کے وقت والد سید جلال حمید عالم زندہ تھے۔ جن کا ذکر بعد میں کیا جائیگا۔ [۲]

قاری قاضی شیخ الاسلام احمد آبادی

ف ۶۸۹ عبدالوہاب محمد طاہر بھورا کے جن کا ذکر قبل ازیں آچکا ہے چار لڑکے تھے۔ سب سے بڑے کا نام شیخ الاسلام تھا۔ عالم و فاضل و فقیہ ہونے کے علاوہ بڑے عابد و زاہد متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ کی دیانت و امانت مشہور تھی۔ عالمگیر نے دہلی طلب کر کے عہدۂ قضاءت پر مامور کیا۔ جب عالمگیر نے دکن کی سلطنتوں پر حملہ کرنا چاہا تو شیخ الاسلام سے فتویٰ لیا۔ آپ نے اوسکے حملے کو ناجائز قرار دیا اور بادشاہ کی خفگی کی پرواہ کئے بغیر اپنے عہدہ سے ۱۰۹۵ھ

---

[۱] نور الحنایت المعروف بہ تذکرۂ پاک مرتبہ سید نور المقتدیٰ بن حافظ نور الہتدیٰ اورنگ آبادی
[۲] تحفۃ الکرام از علی شیر قانع۔ تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔

میں مستعفی ہوکر حج کے لئے روانہ ہوگئے۔ حج سے واپسی کے بعد اورنگ زیب نے بلاکر پھر قضاءت دہلی پر مامور کیا سنہ ۱۱۰۹ھ میں آپ کا انتقال ہوا تو عالمگیر نے اظہار تاسف کرتے ہوئے کہا کہ دو سو سالہ سلطنت تیموریہ میں دیانت اور خدا پرستی میں کوئی فاضل مثل قاضی شیخ الاسلام پیدا نہیں ہوا۔ ؎

قاری محمد سعید بالاپوری

ف ۶۹۰ شیخ القراء سید عنایت اللہ بالاپوری کے چھوٹے بھائی سید محمد سعید تھے یہ تجوید و قراءت کے اچھے عالم تھے۔ سید عنایت اللہ کے اکثر بچے آپ ہی سے تجوید و قراءت و دیگر علوم حاصل کرتے رہے۔ قاری عنایت اللہ سے پہلے آپ کا انتقال ہوا۔ عنایت اللہ صاحب کی مزار کے بازو آپ کا مزار واقع ہے۔ ؎ تاریخ وفات سنہ ۱۱۰۹ھ ہے۔

بابا محمد سعید پلنگ پوش نقشبندی

ف ۶۹۱ آپ بخارا کے باشندے تھے۔ لڑکپن میں مروجہ نصاب تعلیم کی تکمیل کی جس میں تجوید و قراءت شامل تھی۔ بابا قل احمد نقشبندی کے مرید ہوئے۔ گیارہویں صدی کے آخر میں ہندوستان آئے۔ کشمیر ہوتے ہوئے دہلی پہنچے۔ وہاں سے اورنگ آباد آکر قیام کیا۔ آپ تجوید و قراءت سے بخوبی واقف تھے۔ تلاوت قرآن سے شغف تھا۔ آپکے مرید محمد عاشور بابا کو بھی قراءت و تلاوت سے شغف تھا۔ دونوں ساتھ رہتے تھے۔ نواب غازی الدین خان کو بابا پلنگ پوش سے عقیدت ہوگئی۔ بابا صاحب کا انتقال اورنگ آباد میں سنہ ۱۱۱۰ھ میں ہوا۔ پن چکی کے پاس دفن ہیں۔

قاری حافظ علاءالدین قاری سبعہ

ف ۶۹۲ وطن ابو بکر آباد مضافات پٹنہ۔ والد کا نام ابوالخیر ابن شیخ محمد طیب۔ ولادت تقریباً سنہ ۱۰۴۰ھ۔ خوشنویس و قاری سبعہ تھے آپ کا مشغلہ کتابت قرآن رہا ہے۔ ایک حمائل سنہ ۱۰۹۲ھ میں لکھی جس کے حاشیہ پر اختلافات سبعہ درج ہیں یہ حمائل قاری حافظ سعد اللہ صاحب بخاری مقیم مونگھیر کے پاس موجود ہے۔ علاءالدین کی وفات سنہ ۱۱۱۰ھ میں واقع ہوئی

حافظ ابوالمجد محبوب عالم راوی ہفت قراءت

ف ۶۹۳ حضرت شاہ عالم احمد آبادی کی اولاد میں آپ بڑے عالی مرتبت بزرگ گذرے ہیں۔ ولادت سنہ ۱۰۴۷ھ میں ہوئی والد کا نام سید جعفر بدر عالم تھا۔ لڑکپن میں تحصیل علوم سے فارغ ہوکر قرآن مجید حفظ کیا۔ قاری ہفت قراءت ہوئے۔ تمام عمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ آپ کی نسبت تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ "صاحب کرامات و مقامات بود" آپ کی تصانیف بہت ہیں۔ ایک تفسیر فارسی میں بروایت اہل بیت اور عربی میں جلالین کی طرز پر لکھی ہے حدیث میں زینۃ النکات شرح مشکوٰۃ مرتب کی۔ اوراد کے علاوہ چالیس پارے روزانہ پڑھتے تھے۔ آپکے شاگردوں

؎ تذکرہ اولیائے دکن، از عبدالجبار آصفی۔

میں غیر معمولی ہستی مخدوم العالم شیخ نور الدین کی تھی۔ جنھوں نے آپ سے قرأت سبعہ سیکھکر اوروں کو اوس کی تعلیم دینی شروع کی۔ محبوب عالم کی وفات ۱۱۱۱ھ میں ہوئی [۱]

قاری شاہ عبد اللطیف راوی ہفت قرأت

ف ۶۹۴ شاہ جہاں کے زمانے میں ایک بزرگ شاہ عبد اللطیف جو راوی ہفت قرأت تھے تلے گاؤں دسا سر علاقہ برار میں تشریف لائے۔ ایک عرصہ تک اس قریہ میں قیم رہے۔ درس و تدریس میں وقت گذارا۔ آپ خوشنویس بھی تھے قرآن شریف کا سطلا نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھا جس کی لمبائی دو فٹ اور چوڑائی ایک فٹ ہے جس پر ایک حاشیہ قراۃ سبعہ کا اور دوسرا تفسیر کا ہے۔ روایت ہے کہ یہی نسخہ آپ کے زیر تلاوت تھا۔ شاہ صاحب کے دو شاگرد تھے جن میں سے ایک شیخ جلال تھے جن کی اولاد اب درگاہ کی مجاوری کرتی ہے۔ شاہ عبد اللطیف کا انتقال اورنگ زیب کے زمانے میں ہوا۔ تلے گاؤں دسا سر میں ایک گنبد کے اندر مزار ہے۔ سبعہ کے حاشیہ والا نسخہ قرآن شریف بھی مزار پر رکھا ہوا ہے۔ جس کی اہمیت سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔

قاری مولانا شاہ سلیمان کردی

ف ۶۹۵ شاہ سلیمان کرد کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان آکر دہلی میں مقیم ہوئے۔ حضرت عبد الحق محدث دہلوی سے علوم حاصل کئے۔ تجوید قرأت سے واقف تھے۔ فیوض باطنی سے بھی سرفراز تھے۔ صاحب تحفتہ الکرام لکھتے ہیں "مولانا سلیمان فاضل متبحر و صاحب تصانیف بودہ"۔ تکمیل علوم کے بعد مولانا سلیمان دہلی سے احمد آباد گئے۔ وہاں اونکے فرزند مولانا احمد پیدا ہوئے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ مولانا سلیمان کی قبر احمد آباد میں عقب مسجد و مقبرہ موسیٰ سہاگ طرف غرب واقع ہے۔ [۱]

قاری سید نور اللہ بلگرامی

ف ۶۹۶ بلگرام کے متوطن تھے۔ قرأت و ابتدائی علوم بلگرام ہی میں حاصل کئے فارغ التحصیل ہونے کے بعد حضرت سلطان المشائخ کی مزار پر چلہ کیا۔ وہاں سے لوٹ کر بلگرام آئے اور سید لطف اللہ بلگرامی کے مرید ہوئے۔ استعداد درجہ کمال کی تھی۔ بہت جلد رنگ نکھرنے لگا مگر ایک مقام پر رک گئے۔ مرشد کی تلقین کردہ تدبیروں کے مطابق عمل کیا مگر رکاوٹ دور نہوئی تو پیر نے مشورہ دیا "برو قرآن بجبہ حفظ کن"۔ مرید نے ارشاد کی تعمیل میں قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ ابھی چند پارے ہی حفظ کئے تھے کہ رکاوٹ دور ہوگئی مگر چونکہ حفظ قرآنی کا چسکا لگ گیا تھا آہستہ آہستہ حفظ کا سلسلہ جاری رکھا ۲۵ پارے حفظ کئے تھے کہ یکایک مرض الموت میں گرفتار ہوگئے۔ جب لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا تمنا ہے تو کہا اب دیا کہ کسی طرح بقیہ پانچ پارے پورے ہوجائیں۔

---

[۱] تحفتہ الکرام از علی شیر قانع۔ و تذکرہ اولیائے دکن از عبد الجبار آصفی۔

(حب) وفات ۱۱۱۳ھ میں ہوئی۔ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی نے اپنی بلند پایہ تصنیف "مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" میں سلوک بالقرآن پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں مولانا نے لکھا ہے کہ راہ سلوک کی بعض رکاوٹیں صرف قرآن کی بدولت رفع ہوتی ہیں۔

قاری سید جلال حمید عالم

ف ۶۹۷ وطن احمد آباد۔ آپ ابو المجید محبوب عالم کے فرزند تھے۔ ولادت ۱۰۶۲ھ میں ہوئی۔ والد سے تجوید و قراءت سبعہ و دیگر علوم سیکھے۔ اور اسکے بعد مدت العمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ وفات ۱۱۱۴ھ میں ہوئی۔ آپکے فرزند سید جعفر مجید عالم کا انتقال ۱۱۰۹ھ میں ہو چکا تھا جس کا ذکر فقرہ ۶۸۸ میں آچکا ہے۔ [1]

قاری مولوی عبد الغفور بلگرامی

ف ۶۹۸ وطن بلگرام۔ قاری شیخ عبد الکریم بلگرامی کے چھوٹے بھائی تھے۔ علوم و قراءت بھائی سے سیکھی۔ ایک عرصے تک درس و تدریس میں لگے رہے بارھویں صدی کے ابتدا میں انتقال ہوا۔

قاری شیخ عنایت اللہ بلگرامی

ف ۶۹۹ وطن بلگرام۔ قاری حافظ عبد الکریم بلگرامی کے فرزند تھے۔ والد سے متداول علوم سیکھے۔ حافظ و قاری اور اچھے خوشنویس ہونے کے علاوہ رسم الخط قرآنی سے بھی واقف تھے۔

(حب) صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں کہ "خطوط ہفت قلم مشق کرد" درباری لباس پہنکر نماز پڑھتے اون کا استدلال تھا کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ایسا جانا چاہیئے جیسا کسی بادشاہ کے پاس جاتے ہیں ۱۱۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔ [2]

قاری حافظ شیخ محمد صالح لاہوری

ف ۷۰۰ آپ شیخ محمد اسمٰعیل مدرس عرف میاں کلاں یا (میاں وڈا) کے مرید و شاگرد تھے جن کا ذکر فقرہ ۶۶۸ میں کیا گیا ہے۔ حفظ و قراءت سیکھکر استاد کی وفات کے بعد ۵۵ سال تک اوسی مدرسہ میں قراءت و حفظ کا درس دیا۔ آپنے بکثرت شاگرد بنائے۔ ۱۱۱۵ھ میں وفات ہوئی۔ لاہور میں دفن ہیں۔

قاری حافظ سید آیات اللہ بریلوی

ف ۷۰۱ والد کا نام علم اللہ الحسنی والحسینی۔ وطن نصیر آباد۔ والد سے حفظ و قراءت و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ "صاحب الفضل والاصلاح" تھے۔ ایک عرصے تک اصلاح میں مشغول رہے ۱۰۹۶ھ میں والد کی جگہ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ بیس سال تک درس و اصلاح کا کام انجام دیتے رہے۔ ۱۱۱۶ھ میں وفات ہوئی والد کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔ [3]

---

[1] تحفۃ الکرام از علی شبیر قانع۔ [2] مآثر الکرام از غلام علی آزاد [3] نزہت الخواطر

قاری شاہ یتیم پرہیزی حیدرآبادی | **ف ۷۰۲** آپ شمالی ہند سے آکر حیدرآباد میں محی الدین قادری ثانی کی خانقاہ کے قریب فروکش ہوئے۔ اچھے عالم، قاری زاہد، عابد تھے خوشنویسی میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ قرآنی رسم الخط سے واقف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حسن صوت سے بھی سرفراز فرمایا تھا شاہ محی الدین ثانی کے پاس آمد و رفت رہی۔ چند روز میں باہمی الفت بڑھ گئی۔ آپ تجوید و قراءت کے مسلّم استاد اور خوش الحانی میں بے نظیر تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو طیور و وحوش آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ اور سب بیخودی کے عالم میں سنا کرتے۔

(ب) آپ خوشنویسی میں بھی بے مثل تھے۔ صاحب مشکوٰۃ النبوۃ لکھتے ہیں کہ انھوں نے حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف دیکھا تھا جو نہایت ہی عمدہ تحفہ تھا۔ آپ نے مدت العمر قراءت کی اشاعت میں کوشش کی ہزارہا لوگ آپ سے مستفید ہوئے۔ ہمیشہ یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔ بے نمک اور بے روغن کی غذا استعمال کرتے تھے اس لئے پرہیزی مشہور ہوئے۔ ۱۷ ربیع الثانی ۱۱۱۷ھ میں انتقال ہوا۔ شاہ محی الدین ثانی کے روضے کے متصل دفن ہوئے۔ [۵۱]

شیخ القراء، حافظ قاری شاہ عنایت اللہ بالاپوری | **ف ۷۰۳** آپ کی ذات بابرکات علاقہ برار اور نگ آباد کے لئے فیض رساں رہی۔ تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۳۵ تا ۲۴۰ میں مذکور ہیں۔

قاری حافظ خواجہ محمد صالح عرف خواجہ وفا کشمیری | **ف ۷۰۴** وطن کشمیر۔ ولادت ۱۰۲۰ھ میں ہوئی۔ وطن ہی میں تجوید و قراءت اور حفظ کی تکمیل کی درسی کتابوں سے فراغت کے بعد مرشد کی تلاش میں نکلے۔ شاہ جہاں کے زمانے میں دہلی آئے وہاں سے آگرہ آکر امیر عبد اللہ احراری کے مرید ہوئے۔ مرشد کی مسجد کے امام بھی رہے۔ جید حافظ اور مشہور قاری تھے۔ امیر عبد اللہ نے انتقال کے وقت آپ کو امیر ابو العلیٰ کے سپرد کیا۔ ان سے سلوک طے کرکے برہان پور گئے۔ وہاں بہت سے لوگوں کو مستفید کیا۔ آگرہ میں آپ کی تعمیر کردہ مسجد موجود ہے۔ جو مسجد خواجہ وفا کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ بازار سیب میں واقع ہے اور خوب آباد ہے۔ برہان پور سے آپ اورنگ آباد آئے۔ یہاں فن تجوید کی اشاعت کا کام انجام دیا۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۱۱۸ھ کو انتقال ہوا۔ اورنگ آباد میں دفن ہے۔ مزار پر گنبد ہے اور وسیع مسجد و خانقاہ ہے۔ [۵۲]

---

[۵۱] تذکرہ اولیائے دکن از عبد الجبار آصفی

[۵۲] بستان اخیار از سعید احمد مارہروی۔ تذکرہ اولیائے دکن از عبد الجبار آصفی

حافظ قاری محمد فاضل فرزند کو کلا جاٹ

وفات ۱۰۵۰ھ اورنگ زیب کے بھائیوں میں جب تخت کے لئے جنگ ہو رہی تھی اوس وقت امیر حسن علی خان نے عالمگیر کا ساتھ دیا۔ اور کارنمایاں انجام دیئے۔ اوس زمانے میں ایک سردار جو کو کلا جاٹ کے نام سے مشہور تھا اور جس نے عبدالنبی صوبیدار کو قتل کردیا تھا۔ حسن علی خان نے اوس کو گرفتار کرکے عالمگیر کے پاس بھیجدیا۔ کو کلا کو سزائے موت دی گئی۔ پس ماندگان میں ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھا۔ ان دونوں کو اورنگ زیب نے جواہر خان ناظر کے حوالے کیا تاکہ دونوں کی تربیت ہو۔ جواہر خان نے دونوں کی تربیت کا خاص اہتمام کیا۔ لڑکے نے جس کا نام محمد فاضل تھا۔ حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ علوم سے فراغت کے بعد جواہر خان نے اوس کو بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ اورنگ زیب نے جب اوس کی قرات سنی تو بہت پسند کیا۔ اوسکے بعد اکثر و بیشتر اوس کی قرات سنا کرتا تھا۔ تعلیم و تربیت کے بعد لڑکی شاہ قلی سے بیاہی گئی۔

قاری سید محمد مبارک محدث بلگرامی

وفات ۱۰۶۰ھ وطن بلگرام۔ آپ مولانا نورالحق فرزند عبدالحق محدث دہلوی کے تلامذہ میں سے تھے۔ بلگرام سے دہلی جاکر مولانا نورالحق کے پاس قیام کیا۔ ان ہی سے تجوید و قرات۔ حدیث و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ اوسکے بعد بلگرام واپس آکر مدت العمر درس دیتے رہے۔ حسبۃً للہ پڑھاتے تھے۔ بعض اوقات فاقے کی نوبت آجاتی مگر کسی پر اوس کا اظہار نہ فرماتے۔

(ب) مولانا طفیل احمد بلگرامی جو اونکے ارشد تلامذہ میں سے تھے اپنا چشم دید واقعہ اپنے استاد کے متعلق ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز شیخ مبارک صاحب ظہر تک پڑھانے کے بعد وضو کے لئے اٹھے مگر اچانک بیہوش ہو کر گر پڑے تیزی سے دوڑ کر میں نے حضرت کو سنبھالا۔ گھنٹے بھر کے بعد ہوش آیا۔ میں نے وجہ پوچھی پہلے تو آپ نے ٹالنا چاہا۔ جب اصرار کیا تو فرمایا کہ تین روز سے کچھ کھایا نہیں ہے۔ نقاہت کی وجہ سے غشی طاری ہو گئی۔ یہ بات سنکر میرے آنسو نکل آئے۔ دل میں شرمندہ تھا کہ میرا استاد تین روز سے بھوکا رہکر پڑھاتا رہا اور میں نے غفلت برتی۔ فوراً اٹھکر گھر گیا اور جو کھانا استاد کو مرغوب تھا مہیا کرکے لے آیا۔ اول تو اوس کو دیکھ کر بڑی بشاشت کا اظہار کیا اور دعائیں دیں اوسکے بعد نرمی سے کہا کہ اگر بار خاطر نہ ہو تو ایک بات کہوں میں نے کہا فرمایئے کہا کہ فقراء کی اصطلاح میں اس کو "اشراف" کہتے ہیں۔ یعنے ایسا کھانا جس کی طرف نفس نے لو لگائی ہو تمہارے جاتے ہی میرے نفس نے اس کھانے کی امید قائم کرلی تھی۔ گو فقہا کے پاس اس کا کھانا جائز ہے اور شرع میں تو تین روز کے فاقے کے بعد مردار بھی جائز ہو جاتا ہے مگر فقراء کے پاس "طعام اشراف" جائز نہیں ہے۔ یعنے مخلوق سے توقع قائم کرنے کے بعد جو چیز سامنے آئے اوس کا قبول کرنا مشرب فقراء کے منافی ہے۔" میر طفیل، استاد کے مزاج شناس تھے

سلہ[1] آثرالامراء جلد اول صفحہ ۵۹۵

کسی اصرار اور رد و قدح کے بغیر کھانا سامنے سے اٹھا کر لے گئے۔ اوٹ میں جا کر ٹھہر کر لوٹے اور کھانا پیش کر کے استاد سے دریافت کیا جب کھانا اٹھا لیا گیا تو کیا استاد کو توقع تھی کہ دوبارہ اونکے سامنے لایا جائے گا۔ مولانا نے نفی میں جواب دیا۔ میر طفیل نے جواب دیا کہ اب یہہ کھانا غیر متوقع طور پر سامنے لایا گیا ہے اس لئے طعام اشراف میں داخل نہیں ہے۔ شاگرد سعید کے اس حسن تدبیر پر استاد خوش ہوئے اور اون کی فراست کی داد دی۔ بہر حال اس منطق سے استاد کو شکست کا اعتراف کرنا پڑا اور پھر کھانا تناول فرمایا۔

(ج) ابتداً تو سید محمد مبارک کی یہہ حالت تھی مگر پھر رزق کے دروازے کھلے۔ نواب مکرم خان بن نواب شیخ میر عالمگیری نے جو آپ کا معتقد ہو گیا تھا آپ کی بڑی خدمت کی۔

(د) سید محمد مبارک نے مسجد و مکان بنا کر مستقل ایک گاؤں یا محلہ آباد کیا بلکہ اطراف میں ایک فصیل بھی کھینچ دی تاکہ درندوں سے محفوظ ہو جائے۔ اس گڑھی میں پارچہ بافوں کو آباد کیا جن کو مذہب سے بڑا لگاؤ تھا۔ اوس زمانے کا ایک لطیفہ مولانا آزاد بلگرامی نے یہہ لکھا ہے کہ ان پارچہ بافوں میں سے ایک شخص نماز کے لئے حاضر نہیں ہوتا تھا۔ میر صاحب نے بلا کر پوچھا کہ بھائی تم جماعت میں کیوں نہیں آتے تو اوس نے جواب دیا کہ جماعت کی پابندی سے میری آمدنی میں نقصان واقع ہوتا ہے یعنے آنے جانے میں دقت لگتا ہے۔ میر صاحب نے پوچھا کتنا نقصان ہوتا ہے کہا روزانہ ایک پیسہ کا۔ میر صاحب نے کہا کہ یہہ ایک پیسہ مجھ سے لے لیا کرو۔ حسب وعدہ روزانہ ایک پیسہ اوس کو ملنے لگا۔ ایک دن میر مبارک نے دیکھا کہ وہ شخص بلا وضو نماز میں شریک ہو گیا پوچھا یہہ کیا؟ بلا وضو نماز پڑھتے ہو" جواب دیا کہ ایک پیسہ میں دو کام نہیں ہو سکتے میر صاحب نے ہنسکر وضو کے لئے ایک اور پیسہ کا اضافہ کر دیا۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ جب اوس کو نماز سے رغبت ہو گئی تو اجرت لینی بند کر دی۔

(ہ) گیارہویں صدی ہجری میں اہل علم اور اہل دل اس حکمت عملی کے ساتھ عوام کی تربیت فرماتے تھے۔

قاری محمد داؤد ابن نجاد محمد قاری عشرہ | **ق ۷۰۷** والد کا نام نجاد محمد۔ خوشنویس اور قاری عشرہ تھے والد سے تلمذ تھا۔ سنہ ۱۰۸۶ھ میں بہ خط نسخ اسماء الحسنیٰ لکھے جسکی ایک وصلی قاری نواب صلاح بن محمد شمشیر نواز جنگ کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ باپ بیٹوں نے تجوید و قرات کی بڑی خدمت انجام دی۔

زوال حکومت مغلیہ

باب دوازدھم (از بہادر شاہ اوّل تا ابوظفر بہادر شاہ)

بہادر شاہ ۱۱۱۸ھ تا ۱۱۲۴ھ — ف ۷۱۱ محمد معظم شاہ عالم جو نواب بائی بیگم کے بطن سے تھا اور بدر النساء کا حقیقی بھائی تھا۔ بہادر شاہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ یہہ حافظ وقاری تھا۔ بحیثیت صوبیدار جب گجرات گیا تو احمد آباد میں شیخ محمد صالح بن مولانا نورالدین کی قراوت کی شہرت سنکر اونکو بلایا۔ اون سے قراءت سنی۔ اونکو خلعت۔ نقد۔ جاگیر بطور انعام عطا کی۔

(ب) اس کے عہد میں قراوت کی ایک کتاب الدقائق المحکمہ فی شرح المقدمہ کی نقل جو ابو یحیٰی زکریا الانصاری کی مشہور شرح ہے امام الدین کاتب نے ۱۱۲۳ھ میں کی۔ یہہ نقل عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

(ج) قراوت سبعہ کی مشہور کتاب "جہد المقال" کی نقل ۱۱۲۴ھ میں ظہور الحق مراد آبادی نے کی۔ خانقاہ غلام علی شاہ میں اس کی نقل النقل حاجی حبیب اللہ بن محمد فاضل بنواجی ڈیرہ اسمٰعیل خان نے ۱۲۷۶ھ میں کی یہہ اس امر کا ثبوت ہے کہ خانقاہ مذکور میں قراءت کا بڑا چرچا تھا۔

قاری محب اللہ بالاپوری — ف ۷۱۲ وطن بالاپور (علاقہ برار) قاری حافظ عنایت اللہ بالاپوری کے فرزند کلان۔ ولادت ۱۰۷۵ھ میں ہوئی۔ قرآن وقراءت کی تعلیم اپنے چچا مولانا محمد سعید سے حاصل کی۔ خوش الحان قاری تھے۔ علوم متداولہ چچا اور والد سے سیکھے۔ قاری سیف اللہ بالاپوری سے خوش خطی سیکھ کر اچھے خطاط بن گئے۔ اپنے والد ہی سے بیعت ہوئے۔ بڑے مودب اور خدمت گذار تھے۔ برار اور اورنگ آباد میں آپ سے فیض جاری ہوا۔ ۴۴ سال کی عمر میں ۱۱۱۹ھ میں وفات پائی۔ بالاپور میں مزار ہے۔ [۱]

---

[۱] تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی و قلمی مسودہ نورالعنایت المعروف بہ تذکرہ پاک مرتبہ سید نورالمقتدیٰ ابن حافظ سید نورالمہتدیٰ بہ اجازت مصنف۔

| قاری سید نصیر الدین برہان پوری | ف ۷۱۳ علمائے ربانیین میں تھے۔ عابد۔ زاہد۔ متقی و پرہیزگار تجوید و قراءت کے عالم تھے۔ ہمیشہ ذکر اللہ میں مصروف رہتے۔ رات کو |

عشاء کے بعد دو گھنٹے سو کر اٹھتے۔ پھر تہجد اور تلاوت قرآن میں مصروف ہو جاتے۔ آواز بہت جاذب و دلکش تھی۔ بوقت تلاوت رقت طاری رہتی۔ یہاں تک کہ لباس تر ہو جاتا۔ خوشنویس اچھے تھے۔ رسم الخط قرآنی کے ماہر۔ قرآن مجید کی کتابت بھی کرتے۔ وفات ۱۱۱۹ھ میں ہوئی۔ ؎۱

| قاری حافظ جان محمد دوم لاہوری | ف ۷۱۴ وطن لاہور۔ محمد اسمٰعیل مدرس لاہوری کے مدرسہ میں حفظ و قراءت کی تکمیل کی۔ اوسکے بعد ایک عرصہ تک درس دیتے |

رہے۔ وفات ۱۱۲۰ھ میں واقع ہوئی۔ لاہور میں دفن ہیں۔

| شیخ القراء حافظ عبد الغفور دہلوی | ف ۷۱۵ وطن دہلی۔ ولادت تقریباً ۱۰۴۰ھ۔ شیخ القراء عبد الخالق منوفی کے شاگرد۔ ۱۱۲۰ھ میں وفات ہوئی۔ |

| قاری حافظ مولانا احمد بن سلیمان احمد آبادی | ف ۷۱۶ اس سے قبل مولانا سلیمان کردی کا ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت عبد الحق محدث دہلوی کے شاگرد و عالم و فاضل تھے |

دہلی سے احمد آباد چلے گئے۔ وہاں اونکے فرزند احمد تولد ہوئے۔ لڑکپن میں قرآن و قراءت و کتب درسیہ کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ چونکہ علم کا شوق تھا اس لئے متعدد علماء سے استفادہ کرتے رہے۔ اکثر علوم مولانا محمد شریف سے حاصل کئے۔ شرح مواقف و علوم عقلیہ مولانا ولی محمد خانوادے سے سیکھے۔ قراءت و تصوف کی تکمیل میاں فرید سے کی۔ ریاضی شاہ قباد المخاطب بہ دیانت خان سے سیکھی۔ اجازت حدیث و بعض علوم کی سند اپنے والد سے حاصل کی۔

(ب) تصانیف کثرت سے ہیں جن کے منجملہ "فیوض القدس" علم کلام کے موضوع پر مشہور و معروف کتاب ہے جس کی نسبت تحفۃ الکرام کے مصنف نے لکھا ہے "کہ از الہامات توان گفت"۔ مصنف کے تبحر علمی کے متعلق لکھا ہے کہ "در کسب علوم یگانۂ آفاق بود۔ در ہمہ علوم دست رسا داشتہ۔ حاوی فروع و اصول جامع معقول و منقول بودند۔ در اکثر علوم تصانیف دارند۔

(ج) مخدوم العالم مولانا شیخ نور الدین آپکے شاگرد رشید تھے۔

(د) تاریخ وفات دوشنبہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۲۰ھ ہے جو اس مصرع سے ظاہر ہوتی ہے۔
شمعے کہ بود ز انجمن علم گل شدہ۔ ۱۱۲۰ھ۔ مولانا احمد اور اونکے والد مولانا سلیمان دونوں کے مزار احمد آباد میں عقب مسجد

؎۱ نزہت الخواطر از مولانا عبد الحی۔

و مقبرہ موسیٰ سہاگ طرف غرب واقع ہے۔

جہاندار شاہ ۱۱۲۴ھ - ۱۱۳۱ھ

ف ۷۱۷ ان کا زمانہ اگرچہ جنگ و جدل - اختلاف و انتشار کا تھا لیکن قدیم سے جو دار العلوم قائم تھے وہ اپنا کام برابر انجام دیتے رہے اس عہد کے قراء کے حالات ذیل میں درج ہیں۔

قاری حافظ شاہ میراں بخاری ثم بیجاپوری

ف ۷۱۸ آپکے جد اعلیٰ نے بخارا سے آکر بیجاپور میں اقامت اختیار کرلی تھی۔ شاہ میراں بیجاپور میں پیدا ہوئے۔ تجوید قراءت و دیگر علوم میں آپ کو مولانا محمد مدرس سے تلمذ حاصل تھا۔ حفظ کی تکمیل کی۔ عالمگیر کے ابتدائی عہد میں حیدرآباد آئے جہاں آپ مفتی مقرر ہوئے۔ وظیفہ حسن خدمت حاصل کر کے بیجاپور چلے گئے۔ چونکہ حضرت کے مریدین اورنگ آباد میں بھی تھے اس لئے اکثر وہاں جاتے رہتے تھے۔ رمضان شریف میں قرآن مجید دلآویز قراءت کے ساتھ سناتے اور پھر رمضان کے بعد بیجاپور واپس ہوتے۔ جب اورنگ زیب نے بیجاپور فتح کیا تو آپ کو اپنے ساتھ حیدرآباد لایا۔ جہاں آپ نے مستقل اقامت اختیار کرلی اور وہیں درس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۱۲۵ھ میں حیدرآباد میں انتقال ہوا۔ مسجد شمس الامراء میں دفن ہوئے۔

(ب) آپ کے دو فرزند قطب عالم و حافظ محمد تھے۔ دونوں قاری و عالم تھے۔ قطب عالم مدرسہ حیات نگر میں استاد مقرر ہوئے اور حافظ محمد بہ مقام حیدرآباد درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۵۱

مقری شیخ حامد قادری لاہوری

ف ۷۱۹ مخدومہ بیگم کا مدرسہ جو لاہور میں ابو الحسن کے گنبد میں قائم تھا وہ بڑے زور و شور کے ساتھ جاری رہا۔ جس کے صدر حامد مقری لاہوری تھے۔ آپ کی خوش الحانی کی بڑی شہرت تھی۔ عالم بھی اونچے درجے کے تھے۔ امیر تیمور لاہوری کے مرید تھے اپنے وقت کے استاد زمانہ اور مرجع خلائق تھے۔ وفات ۱۱۳۶ھ میں ہوئی۔ ۵۲

قاری حافظ حاجی محمد عاشور بابا شاہ مسافر غجدوانی ثم اورنگ آبادی

ف ۷۲۰ وطن غجدوان۔ ولادت ۱۰۶۰ھ۔ شیخ پیر محمد کے مکتب میں بٹھائے گئے۔ قرآن شریف حفظ کیا۔ قراءت بھی سیکھی۔ پھر بابا پلنگ پوش کے ساتھ ہو گئے حج بیت اللہ اور زیارت سے فارغ ہو کر براہ کشمیر دہلی پہونچے۔ وہاں سے اورنگ آباد آئے۔ پن چکی کے قریب قیام فرمایا

---

۵۱ گلزار آصفیہ - و تذکرہ اولیائے دکن - از عبد الجبار آصفی

۵۲ تذکرہ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی

مرشد کا انتقال سنہ ۱۱۱۰ھ میں ہوا۔

(اب) نواب قمر الدین خان آصف جاہ کو آپ سے عقیدت تھی اکثر ملنے آتے۔ امیر ترکتاز خان نے جن کو بھی آپ سے عقیدت تھی۔ پن چکی کی موجودہ مسجد و خانقاہ بنوائی۔ شاہ مسافر کی وفات ۵ رجب سنہ ۱۱۲۶ھ میں ہوئی پن چکی کے پاس مرشد کے بازو دفن ہوئے۔ بڑی پر فضا جگہ ہے اب تک مرجع خلائق ہے۔

مقری حافظ شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون صدیقی راوئ ہفت قرات

ف ۷۲۱ ملا جیون اورنگ زیب کے استاد زیب النساء و دیگر شہزادیوں اور شہزادوں نے آپ سے علوم متداولہ سیکھے۔ آپ امیٹھی ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ غیر معمولی حافظہ لیکر آئے تھے۔ حفظ و قرات و علوم درسیہ ملا لطف اللہ کا کوڑی سے حاصل کئے۔ حافظہ کا یہہ عالم تھا کہ کتب درسی از بر کر لیتے بلکہ ورق ورق یاد تھا۔ آپکے علم کا شہرہ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ ممالک اسلامیہ تک پھیل گیا تھا۔ جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو بلاد اسلامیہ کے علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ منتھی علماء کا آپ کے اطراف ہجوم لگا رہتا تھا۔ ٹرکی سے بھی آپ کو دعوت نامہ وصول ہوا تھا مگر اورنگ زیب نے زیادہ عرصہ کے لئے آپ کو باہر رہنے نہ دیا۔ مجبوراً واپس آنا پڑا۔

(ب) آپ نے قرآن شریف کا ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے سنہ ۱۰۷۱ھ میں لکھا جس پر سبعہ کا حاشیہ درج ہے بطور تعارف یہہ فقرہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ "قرآن شریف من ید الضعیف ملا جیون"۔ اس نسخہ کو محمد خان جاگیردار ٹونک نے ایک رقم خطیر ہدیہ میں دیکر خرید لیا تھا۔ اب یہہ نسخہ محمد خان کی نواسی فصیح جہاں بیگم صاحبہ کے پاس موجود ہے۔ میں نے بھی خود دیکھا ہے۔

(ج) صاحب آثر الکرام ملا صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ "حامل قرآن الٰہی۔ و در دانش عقلی و نقلی بحر لا متناہی بود۔ ملا حافظہ خیلے بلند داشت۔ کتب درسی را صفحہ صفحہ و ورق ورق از بر می خواند۔ و قصیدہ طولانی را بہ یک شنیدن یاد می گرفت۔" وفات سنہ ۱۱۳۰ھ میں ہوئی۔ امیٹھی میں دفن ہوئے۔ آپ کی تصانیف میں "تفسیر احمدی" "نور الانوار" از شرح منار اصول فقہ میں مشہور ہیں۔ [۱]

قاری حافظ برخوردار نوشاہ

ف ۷۲۲ قاری و حافظ برخوردار نوشاہ ابن حاجی شیخ محمد حسن کا ذکر پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے والد سے تلمذ رہا۔ قرات و حفظ کی تکمیل کے بعد علوم درسیہ کی تحصیل بھی والد ہی سے کی۔ پھر خانقاہ میں درس دیتے رہے۔ سنہ ۱۱۳۰ھ میں وفات پائی نوشہرہ میں دفن ہوئے۔ [۲]

---

[۱] آثر الکرام از غلام علی آزاد بلگرامی و تذکرہ علماء از محمد حسین آزاد۔ [۲] خزینۃ الاصفیاء

قاری شاہ عبدالرحیم دہلوی | ف ۷۲۳ شاہ ولی اللہ کے والد ماجد جن کا ذکر قبل ازیں فقرہ ۲۵۱ تا ۲۵۵ جلد اول میں آچکا ہے۔

محمد شاہ ۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ | ف ۷۲۴ یہ زمانہ جنگ و جدل و سیاسی کشمکش کا تھا۔ مرکزی حکومت کمزور ہو گئی تھی۔ بادشاہ نے بھی علوم کی ترویج میں کوئی دلچسپی نہیں لی مگر دارالسلطنت کے اطراف و جوانب میں ذوق علمی پایا جاتا تھا۔ تجوید و قراءت کے اساتذہ خدمت فن کے سلسلے میں اپنا فرض انجام دیتے رہے۔ اس عہد کے ممتاز قراء کا حال ذیل میں درج ہے۔

(ب) قاری سیف الدین نے اس عہد میں کفایت القاری فارسی نظم میں ۱۱۳۶ھ میں لکھی جس کا ایک قلمی نسخہ رامپور کی لائبریری میں اور ایک قلمی نسخہ سالار جنگ میوزیم کے کتب خانہ واقع حیدرآباد میں موجود ہے۔

قاری حافظ امان اللہ ابن نور اللہ بنارسی | ف ۷۲۵ ابن شیخ نور اللہ ابن شیخ حسین۔ وطن بنارس آپ کے والد کو عالمگیر نے بنارس کا مفتی مقرر کیا تھا۔

(ب) امان اللہ کو بچپن سے قرآن مجید سے دلچسپی تھی۔ حفظ و قراءت حاصل کرنے کے بعد انھوں نے دوسرے علوم کی طرف توجہ کی۔ لکھنؤ جاکر محمد ماہ دیو کامی و شیخ قطب الدین سے علمی استفادہ کیا۔ پھر بنارس میں خود ایک درس گاہ کی بنیاد ڈالی جہاں ہندستان کے ہر گوشے سے طلباء آتے تھے۔ اصول فقہ کے ماہر اور اس فن میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ تفسیر بیضاوی پر حاشیہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ عالمگیر نے آپ کو لکھنؤ کی عہدہ صدارت پر مامور کیا تھا۔ صاحب آثر الکرام آپکے متعلق لکھتے ہیں کہ "از حفاظ قرآن و از فحول علمائے ہندستان است" بنارس میں ۱۱۳۱ھ میں انتقال ہوا۔ وہیں دفن ہیں۔ [۱]

قاری مرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی | ف ۷۲۶ وطن پٹنہ تھا مگر دہلی میں آرہے تھے۔ بڑے عالم و فاضل قاری، صوفی اور شاعر تھے۔ نظام الملک آصف جاہ اور شیخ دائم آپ کے شاگردوں میں تھے۔ ایک عرصہ تک دہلی میں درس کا سلسلہ قائم رکھا۔ رقعات بیدل سے آپ کی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے [۲] وفات ۱۱۳۳ھ میں ہوئی۔

(ب) مورخین ایک لطیفہ آپکے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ داڑھی منڈاتے بیٹھے تھے کہ ایک فقیر ادھر سے گذرا۔ تعجب سے مرزا صاحب سے پوچھا "بابا ریش می تراشی"! بیدل نے اپنے صوفیانہ انداز میں

---

[۱] آثر الکرام از غلام علی آزاد۔ و تذکرہ علمائے ہند از رحمٰن علی۔ و تذکرہ مشائخ بنارس از عبدالسلام۔
[۲] آپ فارسی زبان کے مشہور و معروف شاعر تھے۔ (بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۷ پر فٹ نوٹ)

جواب دیا "آرے ریش می تراشم - ولے دل کسے را نمی خراشم" - فقیر بھی حاضر جواب تھا کہا "نے بابا! دل مصطفےٰ را می خراشی"۔ بیدل نے ایک چیخ لگائی اور کہا "راست میگوئی" اور فوراً اس کام سے رک گئے

شیخ القراء شیخ محمد فاضل سندھی

ف ۷۲۷ دہلی میں آپ شیخ القراء تھے۔ آپ نے تجوید و قراءت شیخ القراء عبد الخالق دہلوی سے سیکھی تھی۔ تجوید و قراءت میں شاہ ولی اللہ کے استاد تھے۔ دہلی میں ایک عرصے تک درس دیتے رہے۔ تقریباً ۱۰۳۵ھ میں انتقال ہوا۔[1]

ملا محمد عتیق مقری محدث بہاری

ف ۷۲۸ وطن بہار شریف۔ عالم و فاضل اور قاری عشرہ قراءت آپ کے شاگرد رشید وجیہہ الحق پھلواری شریف کے سجادہ نشین تھے جن کا ذکر اگلے صفحات میں آئے گا۔ وفات ۱۱۲۵ھ میں ہوئی۔[2]

قاری حافظ سید احمد بلگرامی

ف ۷۲۹ وطن بلگرام - والد کا نام سید ضیاء اللہ۔ ولادت ۱۰۶۳ھ میں ہوئی۔ حفظ و قراءت و علوم درسیہ کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ خوشنویسی میں بھی کمال پیدا کیا۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں کہ "بہرہ از علم داشت۔ حافظ قرآن و قاری خوش الحان بود۔ بہ تحریر خط نسخ یاقوت را عرق آب خجالت می ساخت"۔ وفات ۱۱۴۳ھ میں واقع ہوئی۔

قاری سید اشرف بلگرامی

ف ۷۳۰ قاری سید اشرف۔ قاری حافظ سید احمد کے چھوٹے بھائی، اور سید ضیاء اللہ کے فرزند تھے بلگرام میں پیدا ہوئے۔ قراءت و دیگر علوم متداولہ میں اپنے والد سے تلمذ تھا۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں کہ "بزرگ عہد بود۔ و بہرہ از فضیلت داشت پیوستہ در مطالعہ کتاب و تلاوت قرآن و عبادت می کوشید"۔ ۱۱۴۴ھ میں شہادت پائی۔

(بقیہ از صفحہ ۲۰۶ - فٹ نوٹ) آپ کا دیوان چھپ چکا ہے۔ ادق کہنے والوں میں سے تھے۔ وہی رنگ غالب نے اردو میں اختیار کیا تھا۔ چند اشعار نمونتاً پیش ہیں۔

شاخ از گلین جدا ہر جا مژہ وا میکند ؛ در نظر چیزے ندارد جز غبار سوختن
مارا کہ آرائش برگے نہ کلاہے ست ؛ سرمایہ اگر ہست ہمین دست دعائیست
دل اگر محو مدعا گردد ؛ درد در کام ما دوا گردد (پورا شعر غیر منقوط ہے)
تو کریم مطلق و من گدا چہ کنم جز این کہ بخوانیم ؛ در دیگرے بہ نما کہ من بکجا روم چو برانیم

[1] نزہت الخواطر جلد ششم از مولانا عبد الحی۔
[2] آثار پھلواری شریف از محمد شعیب۔

قاری حافظ سید قادری بلگرامی ف ۷۳۱ھ وطن بلگرام۔ والد کا نام سید ضیاء اللہ۔ سادات واسطی سے تھے حفظ قرآن۔ تجوید و قراءت۔ عربی ادب کی تحصیل اپنے والد سے کی، پھر حصول علم کے لئے سفر اختیار کیا۔ احمد بن ابو سعید امیٹھوی سے درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر غلام نقشبند بن عطاء اللہ لکھنوی سے علوم حاصل کئے۔ حرمین جاکر تین حج کئے۔ ۱۱۱۵ھ میں کربلا و بغداد آئے۔ کربلا میں سید یٰسین حموی سے قادریہ طریقے میں خلافت لی۔ بغداد آکر سید عبدالقادر جیلانی کی خانقاہ میں قیام کیا۔ یہاں تجوید و قراءت و حدیث کی تعلیم شیخ سلطان بن ناصر بن احمد الخابوری سے حاصل کی۔ نیز شیخ کو شاطبیہ سنائی۔ شیخ نے قراءت عشرہ کی اجازت دی۔ پھر دہلی آکر ایک عرصہ تک درس دیتے رہے۔ بالآخر بلگرام میں گوشہ نشین ہو گئے صرف نماز کے لئے باہر نکلتے۔ قرآن خوش الحانی سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۱۴۵ھ کو بلگرام میں وفات ہوئی۔[۱]

قاری حافظ معموری لاہوری ف ۷۳۲ھ وطن لاہور۔ آپ حاجی محمد قاری المعروف بہ نوشاہ گنج بخش کے داماد و خلیفہ تھے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل حاجی محمد سے کی۔ لاہور میں ایک عرصے تک درس دیتے رہے۔ وفات ۱۱۴۵ھ میں ہوئی۔[۲]

قاری حافظ شیخ محمد صالح عرف پیر بابا ف ۷۳۳ھ وطن احمد آباد۔ مخدوم العالم شیخ نورالدین قاری ہفت قرأت کے فرزند کلاں تھے چونکہ والد کے سامنے ہی انتقال ہوا اس لئے والد سے پہلے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ بڑی خوبیوں کے حامل تھے۔ سات سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ حفظ کی تکمیل کر لی۔ جملہ علوم والد ہی سے حاصل کئے۔ "صالح مادر زاد۔ صاحب علم و حلم و تقویٰ بودہ"۔ آپ کی قراءت اور خوش الحانی کی شہرت تھی۔ چنانچہ جب محمد اعظم شاہ صوبیدار گجرات ہو کر احمد آباد آیا تو آپ کی شہرت سنکر آپ سے سورۂ الرحمٰن سنا۔ صاحب تحفۃ الکرام کہتے ہیں کہ "بسیار خوش و متعجب گردید۔ خلعت و نقد و موضع تاج پور عملہ پرگنہ بیرم مرحمت فرمود"۔

(ب) دو مرتبہ شاہی طلبی پر دہلی تشریف لے گئے۔ ایک مرتبہ فرخ سیر کے زمانے میں۔ دوسری مرتبہ فرخ سیر کے بعد۔ ہر مرتبہ سفر خرچ دو ہزار ملتا۔ اعزاز و اکرام و عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوئے۔ نقد و خلعت بھی ملتی۔ اکثر امراء بھی عقیدت رکھتے تھے۔ ۱۶ جمادی الثانی ۱۱۴۷ھ میں شاہجہان آباد

---

[۱] تحفۃ الکرام از علی شیر قانع و نزہت الخواطر از عبدالحی جلد ششم۔
[۲] تذکرۂ اولیائے ہند از مرزا محمد اختر دہلوی

میں انتقال ہوا۔ تابوت وہاں سے لاکر ملا محمود داداکے مقبرہ واقع احمدآباد میں مسجد کے سامنے دفن کیا گیا۔ آپ کے والد مولانا نورالدین زندہ تھے جنھوں نے خواب میں دیکھا کہ بہت خوش ہیں اور فرماتے ہیں کہ "مجھکو مراد بخش کا خطاب عطا ہوا۔" یہی تاریخ وصال ہوی۔ ؎۱

قاری سید محمد محمود عالم ف ۷۳۴ حضرت شاہ عالم کی اولاد سے تھے۔ مشہور عالم و صاحب نسبت بزرگ تھے والد کا نام سید جعفر مجید عالم تھا۔ قراءت و علوم کی تحصیل والد سے کی۔ صاحب ورع و تقویٰ تھے۔ درس و تدریس مشغلہ خاص تھا۔ شاہ عالم ثانی کہلاتے تھے۔ وفات ۱۱۴۹ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ جان محمد بلگرامی ف ۷۳۵ وطن بلگرام۔ والد کا نام سید معین الدین بن عبداللطیف ۱۱۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ لڑکپن میں تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل کی۔ علوم سے فارغ ہوکر درس و تدریس میں لگ گئے۔ تہجد گذار قائم اللیل۔ کثیر الذکر والدعا مع التخشع والبکاء" بیس سال تک راتوں کو نہیں سوئے۔ پھر دہلی سے بلگرام آئے۔ اہل و عیال کو آخری بار رخصت کیا۔ اور سفر پر روانہ ہوگئے۔ پہلے بغداد گئے۔ وہاں سے نجف و کربلا و طوس ہوتے ہوئے حرمین شریفین گئے۔ پہلے حج کیا۔ پھر مدینہ منورہ گئے۔ وہاں موت کی تمنا میں قیام کیا۔ مسجد نبوی میں بیٹھکر قرآن شریف کی تصحیح کا کام کیا کرتے۔ ۱۳ رجب ۱۱۴۹ھ کو وفات واقع ہوئی۔ ؎۲

قاری ملا وجیہ الحق راوئ عشرہ قرات ف ۷۳۶ وطن پھلواری شریف۔ سجادہ نشین۔ ولادت ۱۱۰۰ھ میں ہوئی۔ لڑکپن میں علوم اپنے بڑے بھائی شاہ محمد مخدوم سے حاصل کئے۔ ملا متیق سے قرات عشرہ سیکھیں۔ قاضی حیات مزید کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ خوش نویس اور رسم الخط قرآنی کے واقف کار تھے۔ قرآن مجید کا ایک نسخہ اپنے ہاتھ سے لکھا جس میں عشرہ قرات کے اختلافات مندرج ہیں۔ مولانا محی الدین کا بیان ہے کہ اس کی کتابت دو ماہ ۲۶ یوم میں پایہ تکمیل کو پہونچی۔ سنہ کتابت ۱۱۴۵ھ ہے۔ درس و تدریس کا کام بھی انجام دیتے تھے۔ وفات ۱۱۵۰ھ میں ہوئی۔ اپنے والد کی قبر کے پاس دفن ہوئے ؎۳

قاری حافظ خلیل الرحمٰن کاکوروی ف ۷۳۷ حافظ خلیل الرحمٰن شہید ابن شیخ عبدالرحمٰن ابن حافظ غلام محمد ابن شیخ سیف الدین ابن ملا ضیاء اللہ ابن ملا عبدالکریم ابن حافظ شہاب الدین۔ وطن کاکوری۔ حافظ۔ قاری۔ متقی۔ متشرع تھے درس دیتے رہے۔ ب زوران جنگ ۱ابرشاہی

؎۱ تحفۃ الکرام از علی شیر قانع۔ ؎۲ مآثر الکرام از غلام علی آزاد۔ تذکرۂ علمائے ہند از بہاان علی و نزہۃ الخواطر جلد ششم از عبدالحی۔ ؎۳ آثار پھلواری شریف از محمد شعیب۔

۱۱۵۱ھ میں شہید ہوئے۔ [۱]

قاری حافظ خواجہ سعد اللہ شاہ جہان آبادی | ف ۷۳۸ھ وطن شاہ جہان آباد۔ حفظ و قراءت کی تکمیل لڑکپن میں کی۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ وفات ۱۱۵۲ھ میں واقع ہوئی۔ [۲]

قاری سیف الدین | ف ۷۳۹ھ عہد اورنگ زیب کے آخری زمانے میں قاری سیف الدین تھے جنھوں نے ایک روایت سے شاگردوں کو سکھلایا۔ بزمانہ محمد شاہ ۱۱۳۶ھ میں ایک روایت کے قواعد کو منظوم کرکے کفایت القاری کے نام سے شائع کیا۔ تاریخ تالیف اس شعر سے نکلتی ہے۔

چون بتاریخ او نمودم غور ٭ گفت تمت برسالہ دل فی الفور۔ اس رسالے کو مقبولیت حاصل ہوئی تو کاتب محمد برہ نے ۱۱ رجب ۱۲۰۶ھ میں در لشکر فیروزی چھاؤنی پانگل میں نقل کی جو سالار جنگ میوزیم کے کتب خانے واقع حیدرآباد میں محفوظ ہے۔

مخدوم العالم مولانا شیخ نورالدین احمد آبادی | ف ۷۴۰ھ وطن احمد آباد۔ والد کا نام شیخ محمد۔ ولادت ۱۰ جمادی الاولی ۱۰۶۳ھ۔ ان کی والدہ بھی عالمہ و زاہدہ تھیں۔ لڑکے کو گلستان تک فارسی خود پڑھائی تھی۔ دس سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کی۔ اکثر علوم کی تکمیل مولانا احمد بن اخوند اور مولانا سلیمان سے کی۔ بعد ازاں قراءت و حدیث کی تکمیل سید محمد ابوالمجد محبوب عالم سے کی۔ صاحب تحفۃ الکرام لکھتے ہیں "در علم یگانۂ آفاق بودند۔ نظیر ایشان کم بودہ باشد" دور دور آپکی شہرت پہنچی لوگوں کی آمد شروع ہوئی جن کو درس دینے میں بیشتر وقت صرف ہو جاتا۔

(ب) کثیر التصانیف تھے۔ ایک سو ستر کتابیں تصنیف کیں۔ صاحب مآثر الکرام لکھتے ہیں "علامہ زمان و یگانہ اقران ست۔ در عین عصر مثل او کم گذشتہ"۔

(ج) محمد اکرام الدین آپ کے شاگرد و مرید تھے۔ یہ شیخ الاسلام ابن قاضی القضات عبدالوہاب بھورا کے فرزند تھے۔ احمد آباد کے صوبیدار مقرر ہوئے تو ایک لاکھ بیس ہزار کے صرفے سے ایک رفیع الشان درس گاہ اور رفیع البنیان خانقاہ تعمیر کی۔ مدرسہ کی تعمیر ۱۱۰۲ھ میں شروع ہو کر تکمیل ۱۱۰۹ھ میں ہوئی۔ دیگر عمارات متعلقہ ۱۱۱۱ھ میں تکمیل کو پہونچیں۔ طالب علموں کو وظیفہ ایصال کرنے کے لئے پرگنہ سانولی و موضع بھٹ

---

[۱] تذکرہ مشاہیر کاکوری۔ از محمد علی حیدر

[۲] خزینۃ الاصفیا۔

عطا کیا گیا۔ ضرورت مند طالب علموں کے لئے لنگر مقرر ہوا۔ "ذات متبرکہ مولانا نمونہ بزرگان پیشین بود۔ افضل واعلم۔ اورع واجود وقت بود۔ تصانیف در ہر علم دارند واکثر کتب شرح وحواشی دارند" اون میں ۱۲۰۰۰ ابیات کی تفسیر سورۂ فاتحہ اور ۶۰۰۰ ابیات تفسیر سورۂ الٓمٓ بھی شامل ہے۔ عبادات ومجاہدات ومعمول بہا کے علاوہ ہر روز ایک قرآن مجید ختم کرتے۔ ہر شب دو بار صلواۃ اللیل پڑھتے تھے۔ سنہ ۱۱۴۳ھ میں حج وزیارت سے فارغ ہوئے۔ ۹ شعبان سنہ ۱۱۵۵ھ کو انتقال ہوا۔ خانقاہ میں جو مدرسے سے متصل ہے دفن ہوئے۔

(ف) پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں۔ لڑکوں میں شیخ محمد صالح کا ذکر پہلے تو آچکا ہے۔ دوسرے فرزند محمد نظام الدین تھے۔ لڑکیاں (۱) حمیدہ (۲) سعیدہ (۳) عفیفہ (۴) صالحہ تھیں۔ ف۱

ف ۷۴۱ قاری حافظ نورالدین محمد آفتاب کشمیری نقشبندی

وطن کشمیر۔ والد کا نام خواجہ نظام الدین ولادت سنہ ۱۰۸۶ھ میں ہوئی۔ ۱۳ سال کی عمر میں تجوید کے ساتھ قرآن شریف ختم کیا۔ دیگر علوم بھی حاصل کئے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ مدت العمر درس وتدریس میں لگے رہے۔ تاریخ وفات سنہ ۱۱۵۶ھ ہے۔

ف ۷۴۲ قاری عبداللطیف الحنفی الامروہی

وطن امروہہ۔ شیخ عبداللہ الرضوی الامروہی کے خاندان سے تھے۔ پہلے بلگرام اور پھر قنوج جاکر تجوید وقراءت ودیگر علوم حاصل کئے۔ قنوج میں سید نعمت اللہ حسنی البلگرامی وشیخ حبیب اللہ قنوجی سے استفادہ کیا۔ پھر حج وزیارت کیلئے گئے مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ بوڑھی والدہ کو لے جانے کے لئے امروہہ آئے۔ لیکن اس اثناء میں والدہ کا انتقال ہو چکا تھا واپس مکہ معظمہ چلے گئے۔ پچاس سال مکہ میں رہ کر پچاس حج ادا کئے۔ تیس بار زیارت کے لئے مدینہ منورہ گئے بہت لطیف الطبع، رقیق القلب۔ صاحب سخاوت وایثار تھے۔ جب غلام علی آزاد حج کے لئے گئے تو اون کی آمد کی اطلاع سنکر اون کے استقبال کے لئے آئے۔ اپنے گھر میں اتارا۔ غلام علی آزاد نے وہاں پانچ ماہ قیام کیا۔

(ب) عبداللطیف صاحب کا انتقال مکہ معظمہ میں سنہ ۱۱۵۷ھ میں ہوا۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔ ف۱

ف ۷۴۳ مولانا قاری اکبر یار کشمیری

مولد کشمیر۔ والد کا نام خیرالدین الحنفی الکشمیری اپنے والد سے تلمذ رہا دہلی آکر تجوید وقراءت وحدیث کی تعلیم شیخ القراء عبدالخالق دہلوی سے حاصل کی۔ طریقت میں فیض کلیم اللہ جہان آبادی سے حاصل کیا۔ درس وتدریس۔ اصلاح وارشاد میں لگے رہے۔ وفات سنہ ۱۱۵۸ھ میں ہوئی۔ ف۱

ف۱ نزھۃ الخواطر جلد ششم از عبدالحی۔

قاریِ عبدالمجید ابن قاری ملا جیون

ف ۷۴۴ مولد امیٹھی۔ والد کا نام شیخ احمد المعروف بہ ملا جیون۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم کی تعلیم اپنے والد سے پائی۔ خوش نویسی میں کمال حاصل کیا۔ رسم الخط قرآنی سے بھی واقف تھے۔ قرآن مجید کا ایک مطلاّ و مذہّب نسخہ لکھا۔ بین السطور فارسی ترجمہ سرخی سے ہے۔ یہہ قرآن شریف خدابخش خان کی لائبریری واقع بانکی پور میں موجود ہے۔ وفات سنہ ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔

قاری غلام مصطفےٰ دہلوی

ف ۷۴۵ وطن دہلی۔ سنہ ولادت تقریبًا سنہ ۱۱۰۰ھ۔ قاری عبدالغفور دہلوی سے تجوید و قراءت سیکھکر بعد ازاں بڑی خدمت کی۔ وفات تقریبًا سنہ ۱۱۶۰ھ میں ہوئی۔

قاری علامہ شیخ نظام الدین فرنگی محلی

ف ۷۴۶ عالم کبیر۔ علامۃ الشہیر۔ صاحب العلوم والفنون۔ العالم بالربع سکون۔ استاد الاساتذہ۔ ابن قطب الدین بن عبدالحلیم سہالوی۔ والد کی شہادت پر جب آپ کی عمر ۱۴۔۱۵ سال کی تھی۔ عالمگیر نے فرنگی محل عطا کیا۔ جائس جاکر علوم حاصل کئے۔ پھر بنارس گئے۔ قاری حافظ امان اللہ بنارسی سے تجوید و قراءت و دیگر کتابیں پڑھیں پھر لکھنو جاکر غلام نقشبند بن عطاء اللہ سے حصول علم کئے۔ ملا محمد باقر سے بھی پڑھا۔ تبحر علمی حاصل کیا۔ طریقہ قادریہ میں شیخ عبدالرزاق بن عبدالرحیم کے مرید ہوئے۔ ۸ر جمادی الاولی سالا۱۱۶ھ کو انتقال ہوا ع ملک بودہ بیک حرکت ملک شد بلہ

قاری قاضی حافظ محمد نظام الدین

ف ۷۴۷ مولد احمد آباد۔ والد کا نام مخدوم العالم مولانا نورالدین کے دوسرے فرزند۔ تجوید و قراءت و حفظ کی لڑکپن میں تکمیل کی دوسرے علوم بھی والد سے سیکھے۔ قاضی کے عہدے پر عرصے تک ممتاز رہے۔ فاضل محقق و جید عالم تھے۔ سنہ ۱۱۶۵ھ میں انتقال ہوا۔ والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ؎۲

قاری شیخ علی القادری الکوکنی

ف ۷۴۸ خاندان نوائط سے تھے۔ تجوید و قراءت کے بہت اچھے عالم تھے کوکنی کہلاتے تھے۔ بمبئی کے علاقہ میں کام کیا۔ یہہ شیخ علی ملا علی بن سلطان القاری المکی سے مختلف ہیں۔ ؎۱

نظام الملک آصفجاہ

ف ۷۴۹ نام قمر الدین خان۔ باوجاہت امیر تھے۔ دہلی دربار میں آپ کا بڑا اثر تھا۔ آپ مرزا عبدالقادر بیدل کے شاگرد تھے۔ دکن میں آپ نے سلطنت آصفیہ کی بنیاد ڈالی سنہ ۱۱۳۷ھ سے سنہ ۱۱۶۱ھ تک حکومت کی۔ آپکے عہد سلطنت میں بہت سے قراء تے برہان پور۔ بالاپور۔ اورنگ آباد

؎۱ نزہت الخواطر جلد ششم از عبدالحی۔ ؎۲ تحفۃ الکرام از علی شبیر قانع۔

حیدرآباد میں فن کی ترویج و اشاعت میں انتھک کوشش کی۔

قاریہ حافظ بی بی مکھن ایلچپوری

ف ۷۵۰ بی بی مکھن بنت عبدالقادر ابن شاہ عبداللہ عرف بھکاجی جن کا ذکر فقرہ ۶۶۴ میں کیا گیا ہے ایلچپور علاقہ برار میں ۱۰۵۵ھ میں پیدا ہوئیں چونکہ دادا اور والد دونوں عالم و فاضل و سلسلہ قادریہ کے چشم و چراغ تھے۔ بی بی مکھن کو بھی حصول علم کا شوق ہوا۔ وقت کے ایک ممتاز قاری و حافظ سید حسن سے جملہ علوم کی تحصیل کی۔ حفظ و قراءت کی تکمیل کے بعد عربی و فارسی حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ رات دن تلاوت میں مصروف رہتیں۔ صائم الدہر۔ قائم اللیل۔ عابدہ وزاہدہ تھیں چونکہ خوش الحان تھیں۔ قراءت میں دلاویزی تھی۔ تہجد و اشراق کی بھی پابند تھیں۔

(ب) خاوند کے انتقال کے بعد نوباغ کی مالکہ ہوئیں جس کی خاصی آمدنی تھی۔ آپ نے بھائی شکراللہ کی لڑکی کو اپنی پرورشی میں لے لیا۔ بی بی مکھن بڑی ذہین اور سمجھدار خاتون تھیں۔ اس لڑکی کی تعلیم کا بڑا اہتمام کیا۔ جب یہہ سن شعور کو پہنچی تو شاہ عنایت اللہ بالاپوری کو خط لکھا کہ میں نے ایک یتیم لڑکی کی بہ احسن الوجوہ پرورش کی ہے۔ آپ بھی اس لڑکی کی زندگی سنوارنے میں اس طرح مدد فرمائیے کہ اپنے لڑکے منیب اللہ سے اس کا عقد کر دیجئے اور منیب اللہ کو یہہ اجازت بھی ہو کہ وہ میری جاگیر کا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لیں۔" شاہ عنایت اللہ صاحب راضی ہو گئے اور یہہ رشتہ قائم ہو گیا۔

(ج) بی بی مکھن کے پاس چالیس خادمائیں تھیں اونکو بھی نماز و روزے کا پابند بنا دیا تھا۔ بی بی مکھن اون خاداؤں کے ساتھ اپنے گھر میں پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرتیں۔ ماہ صیام میں باجماعت تراویح میں قرآن مجید ختم کرتیں۔ بعض وقت فرط محبت سے خاداؤں سے کہتیں دیکھوری۔ اگر خداوند کریم نے مجھے بخشدیا تو تا وقتیکہ تم سب جنت میں داخل نہ ہوں میں جنت میں قدم نہ رکھوں گی۔" یہہ سب خادمائیں روزانہ تلاوت کی عادی تھیں۔ گھر میں ہر طرف قرآن شریف کی آواز سنائی دیتی۔

(د) قاری منیب اللہ کو تین فرزند ہوئے۔ بی بی مکھن نے تینوں کی تعلیم و تربیت۔ نیز تجوید و قراءت سکھلانے میں بڑی کوشش کی۔ چنانچہ یہہ تینوں اونچے درجے کے عالم و قاری و متقی ہوئے۔ جن کا تفصیلی ذکر بعد میں آئے گا۔

(ھ) بی بی مکھن کی عمر ۸۵ سال کی ہوئی۔ پچاس سال صائم الدہر اور قائم اللیل۔ تلاوت و اوراد میں صرف کئے۔ حسب وصیت وفات کے بعد اپنے استاد قاری شیخ حسن و قاری حافظ شیخ حسین کے پاس دفن کی گئیں۔ تاریخ وفات ۶ صفر ۱۱۴۰ھ روز یکشنبہ ہے۔

(و) وفات سے قریب بی بی فاطمہ کو خواب میں دیکھا وہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس آؤ اور میرے دامن پر نماز ادا کرو۔ (نورالعنایات المعروف بہ تذکرہ پاک قلمی مرتبہ سید نورالمقتدیٰ ابن حافظ سید نورالمہدیٰ و تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی)

(س) شاہ عبدالرحمن غازی کے گنبد کے پاس تین زبردست مجودین وحفاظ یعنے قاری حافظ شیخ حسن۔ قاری حافظ شیخ حسین اور قاریہ حافظہ بی بی مکھن ایک ہی جگہ دفن ہیں۔ میں نے کوشش کی کہ ان افراد کی قبروں کا پتہ چلے مگر مجھے کامیابی نہوئی۔ اس وقت ایلچپور میں کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہہ قبور کہاں ہیں حالانکہ بی بی مکھن کی جائیداد نوباغ کے دعویدار پندرہ سال پہلے تک اپنے وراثتی حقوق کی بنا پر جائیداد کے لئے مقدمہ بازی کرتے رہے۔

قاری حاجی سید ظہیر الدین ابن محب اللہ بالاپوری

ف ۷۵۱ وطن بالاپور۔ والد کا نام محب اللہ ابن عنایت اللہ سنہ ولادت ۱۱۰۵ھ ہے۔ شیخ مظفر نقشبندی برہان پوری نے آپ کے والد کو بشارت دی تھی کہ تجھ کو ایک فرزند جلیل القدر عظیم الشان پیدا ہوگا۔ چنانچہ آپکی پیدائش سے والد بیحد خوش تھے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا۔ قرارت دادا اور چچا سے سیکھی۔ ابتدائے عمر سے تقویٰ پسند تھے۔ ۱۱۳۱ھ میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ مدینہ منورہ میں مولانا عبدالکریم سے حدیث کی سند لی۔ واپس برہان پور آئے۔ وہاں سے ایلچپور جاکر اپنے چچا قاری منیب اللہ سے ملے۔ ایلچپور سے بالاپور آکر قیام کیا۔

(ب) ۱۱۳۹ھ میں دوبارہ مع عیال و اطفال حج کے لئے روانہ ہوئے۔ والدہ اور دونوں بھائیوں کو بھی ساتھ لے گئے۔ حج کے بعد یمن گئے۔ وہاں شیخ زین الدین کے فرزند شاہ عبدالخالق سے جبّہ و کلاہ لے کر بالاپور آئے جہاں بیمار ہو گئے تو قاری منیب اللہ نے علاج کے لئے اورنگ آباد بلایا۔ مگر علاج سود مند نہوا۔ منیب اللہ کو ساتھ لے کر بالاپور پہونچے۔ ۲۶ رجمادی الثانی ۱۱۴۱ھ بروز پنجشنبہ ۳۵ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔[۱]

قاری سید مجیب اللہ ایلچپوری

ف ۷۵۲ مولد ایلچپور (علاقہ برار) والد کا نام سید منیب اللہ بن سید عنایت اللہ سید منیب اللہ کی شادی بی بی مکھن کی بھتیجی سے ایلچپور میں ہوئی۔ ۱۱۱۶ھ میں سید مجیب اللہ پیدا ہوئے۔ اس وقت دادا زندہ تھے۔ ایلچپور میں بی بی مکھن کی زیرنگرانی پرورش و تربیت پائی۔ والد سے اور پھر بی بی مکھن سے تجوید و قرارت و دیگر علوم درسیہ کی تکمیل کی والد کے ساتھ اورنگ آباد ۱۱۴۱ھ میں گئے۔ اورنگ آباد میں شاہ لطف اللہ بن شاہ عطار اللہ نقشبندی اورنگ آبادی کی دختر سے شادی ہوئی۔ مگر ایک برس کے بعد زوجہ کا انتقال ہوگیا اوسکے بعد اورنگ آباد ہی میں قیام رہا۔

---

[۱] نورالعنایت المعروف بہ تذکرۂ پاک قلمی مرتبہ سید نور المعتدیٰ ابن حافظ سید نور المہتدی و تذکرۂ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔

اپنا سارا وقت درس و تدریس کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ۲ ربیع الاول ۱۱۵۶ھ کو انتقال ہوا۔ اور نگ آباد میں دفن ہوئے ۔ ۱ے

قاری سید مبین اللہ بالاپوری ف ۷۵۳ مولد بالاپور۔ والد کا نام سید شاہ عنایت اللہ ولادت ۱۰۸۵ھ میں ہوئی۔ والد ماجد اور چچا سے تعلیم و تربیت پائی۔ تجوید و قراءت کے ماہر تھے علوم باطنی کے اکتساب میں مشقت و عبادت میں ریاضت شاقہ اٹھاتے رہے۔ زہد و تقوی میں فرید تھے۔ برادر بزرگ سے بھی استفادہ کیا۔ اون کے انتقال کے بعد ۱۱۱۹ھ میں شمالی ھندستان کا سفر اختیار کیا۔ دہلی میں بارہ سال قیام کیا۔ علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ بہادر شاہ نے ملکاپور جاگیر میں عطا کیا تھا جہاندار شاہ بھی آپ سے ارادت و عقیدت رکھتا تھا۔ ۱۱۳۱ھ میں جدید سند جاگیر حاصل کر کے وطن مالوف کو واپس ہوئے۔ مجرد زندگی گذاردی۔ ۲۴ رمضان ۱۱۵۸ھ کو انتقال ہوا۔ والد ماجد کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ عمر ۷۶ سال تھی۔ گندمی رنگ کے قصیر القامت تھے۔ ۱ے

قاری منیب اللہ بالاپوری ف ۷۵۴ مولد بالاپور۔ والد کا نام سید شاہ عنایت اللہ۔ ولادت ۱۰۸۳ھ اپنے والد اور چچا سے قرآن و علوم درسیہ حاصل کئے۔ عم بزرگوار سید محمد سعید سے تجوید و قراءت سیکھی۔ علوم ظاہری و باطنی والد ماجد و علمائے برہان پور خصوصاً مولوی نجم الدین سے حاصل کئے خواجہ محمد نقشبندی سے بیعت ہوئے۔ "علوم ظاہری میں علامۂ روزگار۔ تحریر و تقریر میں بے نظیر۔ علوم باطنی میں آفتاب منیر۔ درویش روشن ضمیر۔ اخلاق کی مجسم تصویر تھے۔ ہمیشہ خنداں و شگفتہ رو رہتے تھے۔ خوشی و غمی دونوں آپ کے نزدیک برابر تھے۔ کبھی چین بہ جبین نہیں ہوئے۔

(ب) آپ کے اوصاف سنکر ایلچپور کی بی بی مکھن نے اپنی بھتیجی آپ کے عقد میں دی جس کا ذکر فقرہ (۷۵۰) (ب) میں مذکور ہے۔ اور جاگیر کا مختار گردانا۔ خوشدامن صاحبہ کی حیات تک یعنے ۱۱۱۵ھ سے ۱۱۴۰ھ تک آپ ایلچپور ہی میں قیام پذیر رہے۔ ۱۱۳۲ھ میں آپ کی بیوی کا انتقال ہو گیا مگر اوس کے بعد بھی بی بی مکھن نے آپ کو ایلچپور سے جانے نہ دیا۔

(ج) آپ کے تین فرزند (۱) سید مجیب اللہ (۲) محمد قمر الدین (۳) سید شمس الدین تھے۔ سید مجیب اللہ کا انتقال ۱۱۵۶ھ میں والد ہی کی زندگی میں ہوا۔ اس لئے اون کا ذکر فقرہ ۷۵۲ میں کر دیا گیا۔ دوسرے دو لڑکوں کا ذکر

۱ے نور العنایت المعروف بہ تذکرہ پاک قلمی مرتبہ سید نور المقتدیٰ ابن حافظ سید نور المہتدیٰ و تذکرہ اولیائے دکن از عبد الجبار ؔ صفی

بعد ازاں آئے گا۔

(د) بی بی مکھن کا انتقال سنہ ۱۱۴۰ھ میں ہوا۔ اوسکے بعد ہی رشتہ داروں میں تقسیم جائیداد کے سلسلے میں جھگڑے شروع ہوگئے۔ قاری منیب اللہ ان جھگڑوں سے پریشان ہوکر ایلچپور سے اورنگ آباد چلے گئے۔ نواب معتمد الدولہ نے حضرت کو اپنی حویلی میں ٹھہرایا۔ اور جائیداد بھی دی۔ آپ بھڑکل کے قریب مقیم ہوگئے وہاں درس و تدریس کا کام شروع کیا۔ پھر ایک سال اورنگ آباد میں اور ایک سال بالاپور میں قیام کیا۔ ۲۷۔ ذی قعدہ ۱۱۶۱ھ کو بروز چہارشنبہ بالاپور میں آپکی وفات ہوئی۔ خانقاہی قبرستان میں دفن ہوئے۔ عمر ۸۰ سال کی تھی آپ اپنے والد سے بہت مشابہ تھے[له]

قاری سید امام الدین ابن محب اللہ بالاپوری

ف ۷۵۵ مولد بالاپور۔ والد کا نام سید محب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ ولادت سنہ ۱۱۱۰ھ۔ تسمیہ دادا نے پڑھائی۔ کتب درسیہ کی تکمیل مولانا ظہیر الدین برادر بزرگ سے ہوئی۔ بھائی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ آپ عالم و فاضل اور عارف کامل تھے۔ تجوید و قرات بھی مولانا ظہیر الدین سے سیکھی تھی۔ متشرع و متقی۔ صاحب الجود والکرم۔ سلیم الطبع۔ حلیم الوضع مہمان نواز تھے۔ جب تک مہمانوں کو نہ کھلا لیتے خود نہ کھاتے تھے۔ درس کا مشغلہ بھی جاری کیا۔

(ے) بروز دوشنبہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۱۶۵ھ کو ۵۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ مولانا ظہیر الدین کی قبر کے مقابلے میں مدفون ہوئے۔

قاری حافظ سید محمود لاہوری

ف ۷۵۶ مولد لاہور۔ شیخ محمد اسمٰعیل سے جو سلسلہ حفظ و قراءت شروع ہوا تھا اوس کو آپ نے جاری رکھا۔ پچاس سال مدرسہ میں حفظ و قراءت کی خدمت انجام دیکر سنہ ۱۱۰۰ھ میں انتقال کیا۔

قاری سید شمس الدین بالاپوری

ف ۷۵۷ مولد۔ ایلچپور۔ والد کا نام سید منیب اللہ ابن شاہ محمد عنایت اللہ ولادت سنہ ۱۱۲۸ھ۔ بی بی مکھن سے تجوید و قراءت و کتب درسیہ کی تعلیم حاصل کی۔ حصول علم میں والد سے بھی استفادہ کیا۔ فن قراءت کی تکمیل قاری ملا محمد سے کی۔ ایلچپور سے بالاپور جاکر خاندان کے بزرگوں سے استفادہ کیا۔ بالاپور سے والد کے ساتھ ۱۱۴۱ھ میں اورنگ آباد آئے یہاں بھی درس و تدریس میں لگے رہے۔ بہ عمر ۴۴ سال ۱۱۷۲ھ میں انتقال ہوا۔ بھڑکل کے قریب خاندانی قبرستان میں مزار واقع ہے۔

[له] نور العنایت المعروف بہ تذکرۂ پاک قلمی مرتبہ سید نور المقتدیٰ ابن حافظ نور المہتدیٰ و تذکرہ اولیائے دکن از عبد الجبار آصفی۔

(ب) ایک لڑکا سید شاہ میران تھا جس کی ولادت ۱۱۵۸ھ میں ہوئی۔ لڑکپن میں حفظ و قرات سے فارغ ہوا۔ مشہور تھا کہ یہہ قرآن شریف بغیر لقمہ لئے سنایا کرتے تھے۔ بھڑکل کی مسجد کی امامت کا کام انجام دیتے تھے ۱۲۲۲ھ میں انتقال ہوا۔

(ج) سید شمس الدین کے ایک شاگرد ایلچپور میں قاری حافظ سید اشرف خطیب ایلچپور تھے جن کا ذکر متعاقب کیا جائے گا۔

پانی پت بہ حیثیت مرکز تجوید و قرات

ف ۷۵۸ پانی پت میں مسلمان ۱۷ھ یعنے اسلامی حکومت کے قیام سے دو سو سال پہلے سے آباد ہیں۔ دہلی سے قربت کی وجہ سے ان کو دہلی کے علماء و فضلاء سے مستفید ہونے کا موقعہ ملتا رہا۔ جہاں ہر علم کے اساتذہ موجود تھے مگر پانی پت میں تجوید و قرات کو خصوصیت سے فروغ حاصل ہوا۔ کیونکہ قاری عبدالخالق منوفی کے تلامذہ میں سے بعض پانی پت کے متوطن تھے اور بعض نے یہیں آکر اقامت اختیار کرلی۔ بارھوین صدی ہجری میں حافظ قاری مصلح الدین عباسی نے مدینہ منورہ سے تجوید کی تعلیم حاصل کرکے طریقۂ ادائی کی تجدید کی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند قاری حافظ عبید اللہ عرف قاری لالا اور قاری مصلح الدین عباسی کے شاگرد مولانا حافظ قادر بخش وغیرہ نے پانی پت کو فخر ہند بنا دیا۔ تیرھوین صدی میں دہلی اور پانی پت کے اکثر مجودین ان ہی قراء سے فن تجوید میں استفادہ کرتے تھے۔ قاری حافظ قادر بخش کی لڑکی رحیم النساء و داماد شیخ سعد اللہ حافظ و قاری ہوئے۔ مولانا شاہ محمدی کے چاروں فرزند قاری محمد عبداللہ۔ قاری عبدالرحمن محدث۔ قاری عبدالرحیم و قاری عبدالعزیز کا اساتذۂ وقت میں شمار ہوتا تھا۔ اونکے بعد قاری نجیب اللہ فرزند شیخ سعد اللہ و خواجہ خلیل اللہ و حافظ خواجہ انعام اللہ فرزندان قاری عبداللہ صاحب و قاری عبدالغنی و قاری محمد حسن و قاری عبدالسلام و قاری عبدالعلیم فرزندان قاری عبدالرحمن محدث۔ و شاگردان قاری عبدالرحمن محدث نے پانی پت میں اس فن کی ایک فضا پیدا کردی۔ اور یہیں سے دور و دراز شہروں تک اس فن کی اشاعت ہوئی۔ اوس وقت سے لیکر اب تک اونکے شاگرد اس فن کی خدمت میں مصروف ہیں۔

(ب) قاری کبیرالدین و قاری عبدالرحمن محدث و قاری نجیب اللہ ان تینوں اساتذہ سے قاری حافظ عبدالرحمن بن چودھری عبدالصمد خان ہاپڑوی نے جو پانی پتی تھے استفادہ کیا۔ قاری حافظ عبدالرحمن کے شاگردوں میں قاری حافظ عبدالرحمن ضریر تے اس فن کی ترویج و اشاعت میں بڑی کوشش کی اون کے شاگرد قاری حافظ محی الاسلام تھے۔ جنھوں نے سبعہ قرات سیکھ کر ایک عرصہ تک درس و تدریس کا کام انجام دیا۔ نیز شرح سبعہ قرات کے نام سے ایک عمدہ کتاب اردو میں مرتب کی۔ جس کا دوسرا حصہ طبع نہ ہوسکا۔

اون کے بعد اون کے شاگرد قاری حافظ فتح محمد نابینا جواب زندہ ہیں پاکستان سے شرح شاطبیہ اردو میں طبع کرائی ہے جو عنایات الرحمانی کے نام سے موسوم ہے۔ یہہ شرح تین جلدوں میں شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ نیز التیسیر اور وجوہ المسفرہ کے ترجمے اردو میں طبع کرائے۔ اس طرح دو سو سال سے پانی پت نے مسلسل اس فن کی خدمت انجام دی مگر سنہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد سے پانی پت نہ صرف قراء سے بلکہ مسلمانوں ہی سے خالی ہو گیا۔ البتہ جلال الدین کبیر الاولیاء کی درگاہ کی متصلہ مسجد میں ایک مدرسہ تجوید القرآن زیر سرپرستی مولانا لقاء اللہ قائم ہے جس کو قاری حافظ محمد عمر جو محی الاسلام کے شاگرد ہیں۔ چلا رہے ہیں۔
ع۔ اک شمع رہ گئی ہے تو وہ بھی خموش ہے۔ پانی پت کی حالت دیکھکر بڑی عبرت ہوتی ہے کہ کیا سے کیا ہو گیا۔

ؔ زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا ❊ بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے

نوٹ: (۱) قاری عبدالرحمٰن محدث انصاری (۲) قاری عبدالرحمٰن چودھری (۳) قاری عبدالرحمٰن ضریر (۴) و قاری عبدالرحمٰن مکی یہہ چار عبادالرحمٰن تھے جن میں سے تین کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ قاری عبدالرحمٰن الہ آبادی کا ذکر بعد میں آئے گا۔

جنوبی ہند میں تجوید و قراءت کی ترویج

ف ۷۵۹ جنوبی ہند میں مسلمانوں کی آمد کا قبل ازین ذکر کیا جاچکا ہے۔ یہاں تجوید و قراءت دو طرح سے پھیلی ایک تو یہہ کہ مغربی ساحل ملابار اور عرب ممالک کے درمیان جو تجارتی روابط تھے اونکی وجہ سے یہہ علاقہ بڑی حد تک عربی تمدن و تہذیب سے متاثر ہوا۔ اب بھی اس ساحل کے مسلمانوں میں عربی تلفظ اور لب و لہجہ کی صحت پائی جاتی ہے جس کے آثار دوسرے صوبہ جات میں پائے نہیں جاتے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کے ساتھ اچھے قاری بھی اس ساحل پر آئے اون کی بدولت صحت کے ساتھ قرآن خوانی کا رواج ہوا۔ دوسرے یہہ کہ شمال کی جانب سے علماء و فضلاء و قراء کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ نیز حیدر علی اور ٹیپو سلطان شہید نے علم و فضل کے پھیلانے میں بڑا حصہ لیا۔ اس سلسلہ میں امراء ارکاٹ کے مساعی جمیلہ بھی لائق ستائش ہیں۔

محمد علی والاجاہ سنہ ۱۱۶۲ھ تا سنہ ۱۲۱۰ھ

ف ۷۶۰ نواب انوار الدین خان[۱] کے فرزند محمد علی والاجاہ

---

[۱] خاندان والاجاہ کے مورث اعلیٰ فخر الدین اصغر بخارا کے رہنے والے تھے۔ چنگیز خاں کے حملوں سے پریشان ہوکر ہندوستان آئے۔ چونکہ عالم و فاضل تھے بلبن بادشاہ نے اونکو بدایون کا قاضی مقرر کیا اونکے فرزند علی بھی صاحب علم و فضل تھے جنھوں نے قنوج کے ایک گھرانے میں شادی کرکے وہین سکونت اختیار کرلی اونکی سات پشت قنوج میں گذرے۔ (بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۱۹ پر ملاحظہ فرمایا جائے)

۱۱۶۲ھ میں تخت نشین ہوئے بڑے علم دوست تھے۔ چونکہ خاندانی سلسلے میں علم و فضل ورثہ میں ملا تھا۔ اس لئے آپ علماء و فضلاء کی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپ کے زمانے میں قاری امین الدین سیف الدین مدراسی وقاضی محمد ابو محمد انصاری تلمسانی المغربی ثم مدراسی۔ اسی زمانے میں مدراس میں تجوید و قرات کی اشاعت کرتے تھے (ب) والاجاہ نے قاری مولانا محمد عبد العلی بحر العلوم فرنگی محلی کو مدراس آنے کی دعوت دی اور انکی آمد پر شاندار استقبال کیا۔ مدرسہ کلاں کے نام سے ایک درس گاہ قائم کی اور بحر العلوم کو اپنے فرزندوں کی اتالیقی پر مقرر کیا۔

قاری امین الدین مدراسی | ۷۶۱ ف

مولد مدراس۔ والد کا نام سیف الدین بن نظام الدین ولادت ۱۱۲۶ھ۔ مدراس ہی میں مروجہ کتب درسیہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر لکھنو جاکر علامہ نظام الدین بن قطب الدین سہالوی سے استفادہ کیا۔ تجوید و قرات بھی سیکھی۔ واپس آکر ایک عرصے تک درس و تدریس میں لگے رہے۔ محمد غوث شرف الدولہ شرف الملک آپکے شاگرد تھے۔ ۱۱۹۵ھ میں انتقال ہوا۔ ویلور میں دفن ہوئے۔ ؎[ا]

قاری محمد ابن ابی محمد انصاری تلمسانی المالکی المغربی | ۷۶۲ ف

بلحاظ وطن مغربی تھے۔

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۱۸) (ب) محمد سالار قنوج سے گوپاماؤ آئے۔ اونکے بیٹے عبد القادر اور پوتے عبد الحی وہیں رہ گئے۔ اون کے بعد نعمت اللہ اور محمد منور اون کی نسل سے ہوئے۔ بعد ازاں محمد انور جو اورنگ زیب کے ہم عصر تھے۔ دولت کثیر صرف کرکے فریضہ حج ادا کیا۔ اونکے بیٹے انور الدین خان نے جو اورنگ زیب کی فوج میں عہدہ رکھتے تھے۔ بعد کو پیشکاری کے منصب پر مامور ہوئے۔ پھر محمد شاہ کے زمانے میں حیدرآباد کے گورنر مقرر ہوئے۔ جب آصف جاہ دکن کی طرف آئے تو انور الدین نے اونکی مدد کی۔ آصف جاہ نے اونکو ارکاٹ کا گورنر مقرر کیا۔ اوس وقت سے انور الدین خان ارکاٹ پر قابض رہے۔ جہاں رفتہ رفتہ فرانسیسیوں کا اور پھر انگریزوں کا اثر ہوا۔ انور الدین خان نے نواب سراج الدولہ محمد جان جہان انوار الدین خان شہامت جنگ جیسے خطابات حاصل کئے۔ انور الدین خان کا انتقال ۱۱۶۲ھ میں ہوا۔ اونکے فرزند غلام انبیا محمد علی جو ۱۴ ارشوال ۱۱۳۵ھ مطابق ۱۷۲۳ء کو پیدا ہوئے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد ۱۱۶۲ھ میں تخت نشین ہوئے۔ اونکے زمانے میں فرانسیسیوں اور انگریزوں کی سازشیں انتہائی عروج پر پہونچ چکی تھیں۔ محمد علی نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔ اونکو والاجاہ کا خطاب ملا۔ یہاں سے تین پشت تک والاجاہی حکومت کا سلسلہ باقی رہا (حالات والاجاہی) ص ۵۔ نزہت الخواطر جلد ششم از عبد الحی۔

والد کا نام ابو محمد انصاری تھا۔ ہندوستان آکر مدراس میں سکونت اختیار کی۔ حفظ و تجوید و قراءت کی تکمیل کی علوم حدیث سے فارغ ہوئے۔ پھر لکھنو جاکر اصول فقہ میں علامہ نظام الدین بن قطب الدین سے۔ وہاں سے دہلی جاکر علمائے وقت سے استفادہ کیا۔ دہلی سے نجیب آباد آئے۔ وہاں سے مدراس واپس ہوئے۔ سبعہ قرات اور حدیث کے عالم کبیر تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ مدراس میں جاری رہا۔ محرم ۱۲۰۱ھ میں انتقال ہوا۔ [۱]

محمد عبد العلی المعروف بہ بحر العلوم | **ف ۶۳ء** فرنگی محلی علمائے لکھنو اپنے علم و فضل کے اعتبار سے شہرۂ آفاق رہے ہیں اون میں ایک قابل قدر عالم ابو العیاش محمد عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الدین سہالی تھے۔ آپ کا سنہ ولادت ۱۱۴۴ھ مطابق ۱۷۳۱ء ہے۔

(ب) آپ تجوید و قراءت کے ماہر و دیگر علوم میں کامل تھے۔ شاہ ولی اللہ نے آپ کو بحر العلوم کا لقب دیا تھا۔ چنانچہ اسی لقب سے آپ مشہور ہوئے۔

(ج) نواب شجاعت الدولہ نے تنازعہ سنی و شیعہ کی بناء پر جب آپ کو لکھنو سے خارج البلد کیا تو آپ شاہجہاں پور رامپور۔ بہار ہوتے ہوئے مدراس پہونچے وہاں محمد علی والاجاہ نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ اپنے بچوں کی اتالیقی پر مقرر کیا۔ آپ کی وجہ سے جنوبی ہند میں جملہ علوم خصوصاً تجوید و قراءت کی اشاعت عمل میں آئی۔

(د) نواب محمد علی والاجاہ کا انتقال ۱۲۱۰ھ میں ہوا۔ اونکے بعد نواب غلام حسین والاجاہ ثانی عمدۃ الامراء کے خطاب کے ساتھ ۱۲۱۰ھ میں تخت نشین ہوئے۔ یہ اچھے شاعر و عالم تھے۔ مگر ان کے اثر سے شیعت کی طرف مائل تھے۔ چونکہ تعلیم و تعلم میں حضرت بحر العلوم کے شاگرد تھے اس لئے اون کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ۱۲۱۶ھ میں انتقال ہوا۔ مرتے وقت حضرت بحر العلوم کے ہاتھ پر تائب ہوئے اونکے بعد عظیم الدولہ والاجاہ ثالث تخت نشین ہوئے۔ مگر اب والاجاہ کی حیثیت دست نگر امیر کی رہ گئی تھی۔ والاجاہ ثالث نے مولوی محمد غوث کو مدار المہام مقرر کیا۔ جو بحر العلوم کے شاگرد رشید تھے۔ حضرت بحر العلوم کا انتقال ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۱۰ء میں ہوا۔ والاجاہی مسجد میں دفن ہیں۔ اونکے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ بڑے لڑکے عبد الرب اور بڑے داماد علاء الدین تھے یہ دونوں علم و فضل میں سرآمد روزگار رہے۔ علاء الدین نے مدرسہ کلاں کی صدر مدرسی کی۔ اس مدرسہ کو نوابان والاجاہ کی سرپرستی حاصل رہی۔ عبد الرب نے بھی تجوید و دیگر علوم کی اشاعت میں حصہ لیا۔ دونوں کی قبریں والاجاہی مسجد میں بحر العلوم کی مزار کے پاس واقع ہیں۔ [۱]

خاندان قطب ویلور | **ف ۶۴ء** مولانا محمد حسین امام المدرسین بیدر کے جید شاگرد رکن الدین سید شاہ

---

[۱] احوال علمائے فرنگی محلی از مولوی الطاف حسین

ابوالحسن قربی تھے۔ یہہ بمقام بیجاپور سنہ ۱۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد حسین سے درسی کتابیں بیدر میں پڑھیں اور قراءت سیکھی۔ محمد فخرالدین نائطی سے بیعت ہوئے۔ پھر ویلور میں سکونت اختیار کی۔ آپکے علم و فضل کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ آپ ایک اچھے شاعر بھی تھے قربی تخلص کرتے تھے۔ آپ کا انتقال سنہ ۱۱۸۲ھ میں ہوا۔ خانقاہ ہی کی قبرستان میں دفن ہوئے۔ باقر آگاہ نے تاریخ وفات کہی۔ ؎

رکن دین شاہ ابوالحسن قربی ٭ پیشوائے مقربان اِلہ

چونکہ دریاب قرب حق سالش ٭ غاب قطب البلاد گفت آگاہ

۱۱۸۲ھ

(ب) شاہ ابوالحسن قربی کے فرزند محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی تھے۔ والد کے نقش قدم پر چل کر بڑے عالم و صوفی ہوئے۔ والد کے قائم کردہ مدرسے کا وہی اہتمام برقرار رکھا جو والد کے زمانہ میں تھا۔ دور دور سے طلباء تفسیر و حدیث و قراءت کی تکمیل کے لئے یہاں آتے تھے۔ بہت سے قراء اس مدرسے سے فارغ ہوکر نکلے۔ آپ کا انتقال سنہ ۱۱۹۲ھ میں ہوا۔ والد کی مزار کے قریب مسجد کے روبرو دفن ہوئے۔

(ج) ذوقی صاحب کے فرزند سید شاہ ابوالحسن ثانی محوی صاحب علم و فضل و صاحب فتویٰ تھے۔ دادا اور والد نے جس مدرسے کو رونق دی تھی اوس کو خوبی سے چلاتے رہے۔ دور دور سے اچھے قراء کو بلاکر اون کو اس مدرسے میں مامور کیا صدہا طالب علموں نے ان سے استفادہ کیا۔ شاعری سے بھی انکو دلچسپی رہی۔ محوی تخلص کرتے تھے۔ سنہ ۱۲۴۲ھ میں انتقال ہوا۔ والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

(د) محوی صاحب کے فرزند محی الدین شاہ عبداللطیف قادری قطب ویلور کے لقب سے مشہور ہوئے۔ صاحب علم و تقوی تھے۔ آبائی مدرسہ چلانے میں دلچسپی لی۔ آپ کا انتقال حج کے موقعہ پر بمقام مکہ معظمہ سنہ ۱۲۸۹ھ میں ہوا۔

(ھ) قطب ویلور کے فرزند رکن الدین شاہ محمد قادری تھے۔ انکے زمانے میں بھی آبائی مدرسہ جاری رہا۔ قاضی بشیر الدین مقری پیارم پیٹی نے یہیں تجوید و قراءت سیکھی تھی۔ رکن الدین شاہ محمد قادری کا انتقال سنہ ۱۳۲۵ھ میں ہوا۔ مسجد کے روبرو دادا کے پہلو میں قبر ہے۔

(و) رکن الدین شاہ محمد قادری کے فرزند محی الدین شاہ عبداللطیف قادری تھے۔ جن کا انتقال سنہ ۱۳۳۸ھ میں ہوا۔ اس زمانے میں ایک اور مدرسہ باقیات الصالحات کے نام سے قائم ہوا۔ جہاں تجوید و قراءت کی تعلیم دی جانے لگی۔ قاری محمد محمود صاحب تقریباً پچیس سال سے یہاں کام کر رہے ہیں۔

(ز) بعد ازاں ابوالفتح سید شاہ عبدالقادر صاحب قادری سجادہ نشین ہوئے جن کا حال ہی میں انتقال

ہوا ہے۔ غرض سات پشت سے یہہ خاندان علمی خدمات انجام دیتا رہا ہے۔ آپکی خانقاہ بڑی خوشنما مسجد شاندار۔ سب بزرگوں کے مزار ایک ہی احاطے میں واقع ہیں۔ ارباب ذوق وہاں جاکر سکون قلب حاصل کرتے ہیں۔

(ح) قطب ویلور نے تجوید و قراءت سے خاص دلچسپی لے کر دور دور سے باکمال مقری بلائے تھے۔ کہ معظمہ اور لکھنو کے فارغ التحصیل مقری یہاں درس دیتے تھے۔ چنانچہ قاضی بشیر الدین احمد جو پیارم پیٹ کے رہنے والے تھے اور ۱۲۹۳ھ میں پیدا ہوئے تھے اس مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے۔ قراءت کی سند انھوں نے ۱۳۱۵ھ میں حاصل کی۔ اوسکے بعد پچاس سال تک پیارم پیٹ میں تجوید و قراءت کی خدمت کر کے ۱۳۷۳ھ میں انتقال کیا۔ پندرہ اچھے قاری شاگرد چھوڑے۔ انکی وجہ سے پیارم پیٹ علاقہ ارکاٹ میں قراءت کا خوب چرچا ہو گیا تھا۔

(ط) قاضی بشیر الدین کے صاحب زادے جمیل احمد نے بھی اپنے والد سے تجوید سیکھی۔ بروایت حفص اچھا پڑھتے ہیں۔ مینے بھی آپ کی قراءت سنی ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۳۳۰ھ کی ہے۔ والد ہی سے سند حاصل کی۔ مدراس کی بڑی میٹ کی مسجد میں ۳۰ سال سے پیش امام ہیں۔ [۱]

ریاست ٹونک اور قراءت

ف ۷۶۵ ریاست جے پور سے ساٹھ میل کے فاصلے پر ٹونک ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ جہاں کے روسا، سب علم و فضل سے آراستہ۔ حفظ و قراءت کے دلدادہ اور اشاعت علوم کے شیفتہ رہے۔ چھوٹی ریاست کے ہونیکے باوجود علماء و قراء کو یہاں جو فروغ ہوا وہ بڑی بڑی ریاستوں اور صوبوں میں نہ مل سکا۔ ریاست ٹونک کی اس مثال سے یہہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر آدمی میں کام کرنے کا صحیح جذبہ موجود ہو تو اس کے لئے وسیع میدان حاصل ہو سکتا ہے۔

(ب) نواب امیر الدولہ امیر خان کا سنہ ولادت ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۷۶۴ء ہے۔ ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۸۱۷ء میں ٹونک کے نواب ہوئے۔ ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء تک حکمران رہے۔ اونکے عہد میں علماء و فضلا ٹونک میں جمع ہونے لگے۔ مسجدوں کی تعمیر ہوئی۔ مدرسے بنے۔ حفظ و قراءت پر خاص طور سے زور دیا گیا۔ ان ہی کے عہد میں جید قاری و حافظ محمد محمود سورتی ٹونک تشریف لائے اور حفظ و قراءت کی بڑی اچھی فضا پیدا کر دی۔ امیر الدولہ کے ۱۴ لڑکے اور ۸ لڑکیاں تھیں۔ نواب صاحب نے سب کو حفظ و قراءت کی تعلیم دی ان میں سے مشہور و معروف یہہ ہیں:-

---

[۱] تذکرہ گلزار اعظم از تالیفات محمد غوث والاجاہ ۱۲۷۲ھ۔ و خاندانی حالات قطب ویلور

	سنہ ولادت	سنہ وفات
(۱) قاری حافظ وزیرالدولہ وزیر خان	۱۲۲۳ھ / ۱۸۰۶ء	۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء
(۲) قاری حافظ محمد عباد اللہ خان	۱۲۲۷ھ	۱۲۹۴ھ
(۳) قاری حافظ محمد جمال خان	۱۲۲۹ھ	۱۲۸۴ھ
(۴) قاری حافظ محمد جلال خان	۱۲۳۰ھ	۱۲۸۴ھ
(۵) قاری حافظ عبدالکریم خان	۱۲۳۲ھ	۱۲۸۳ھ
(۶) قاری حافظ محمد اکرم خان	۱۲۳۹ھ	۱۳۱۰ھ

(ب) نواب امیر خان قرآن مجید کا ایک چھوٹا نسخہ بطور تعویذ کے استعمال کرتے تھے یہ پانچ انچ چوڑا انیس فٹ لمبا پلندہ ہے۔ جس کو رضا تبریزی نے طلائی ولاجوردی کام کے ساتھ لکھا تھا۔ یہ رامپور کے کتب خانے میں پہنچا وہاں سے دہلی منتقل ہوا۔ ہدیہ کا اندازہ سات سو روپیے ہے۔

قاری حافظ وزیر الدولہ وزیر خان

ف ۷۶۶ امیر خان کے انتقال کے بعد اونکے بڑے فرزند وزیرالدولہ وزیر خان جو ۱۲۲۲ھ / ۱۸۰۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء میں حکمران ہوئے۔ یہ خود حافظ و قاری تھے۔ اور ریاست میں حفظ و قرا‌ءت کی اشاعت میں کوشش کی۔ کئی مدرسے جاری کئے۔ مساجد آباد کرائے۔ ٹونک کے ہر گھر سے قراءت و قرآن خوانی کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ آپ نے ایک جید قاری سبعہ کریم اللہ خان ابن حفیظ اللہ خان کو دہلی سے بلا کر دربار میں رکھا۔ قاری کریم اللہ خان کے اجداد کا وطن بخارا تھا۔ جنھوں نے وہاں سے آکر دہلی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ نواب کے بلانے پر قاری صاحب ٹونک آئے۔ جہاں تجوید و قراءت کے پھیلانے میں بڑا حصہ لیا۔ آپ نے "وسیلۃ القاری" اردو میں لکھی۔ جس کے نسخے ٹونک و رامپور و حیدرآباد دکن کی اسٹیٹ لائبریری میں پائے جاتے ہیں۔ وسیلۃ القاری کی تالیف کے بعد کریم اللہ خان نے "منبع القرآن فی سبعہ قراءت ورسم القرآن" کے نام سے ایک کتاب ۱۲۷۹ھ میں مرتب کی۔ قاری صاحب وزیر الدولہ کے اور اونکے بعد محمد علی خان کے جلیس رہے۔ محمد علی خان کو تجوید و قراءت کی تعلیم آپ ہی نے دی۔ حج میں بھی محمد علی خان کے ساتھ رہے۔ واپس آنے کے بعد ٹونک ہی میں انتقال ہوگیا۔

ف ۷۶۷ وزیر الدولہ کے اساتذہ میں قاری عبدالرحمٰن محدث انصاری پانی پتی بھی تھے جنھوں نے کئی سال تک ٹونک میں قیام کیا اور حفظ و قراءت کے مروجہ ماحول کو بہتر بنایا۔ باوثوق شہادت سے معلوم ہوا کہ نواب وزیر الدولہ کے زمانے میں پچاس قاری و حافظ ٹونک میں اساتذہ کی حیثیت سے کام کرتے تھے

اون میں ممتاز شخصیت قاری عبدالرحمن محدث اور پھر اون کے بعد اونکے شاگرد قاری حافظ احمد علی قاری ہونگی

ف ۷۶۸ نواب وزیرالدولہ نے قاری امیر احمد ابن مولوی نصیر الدین احمد ابن ولی محمد کو جو خلفائے سید احمد شہید میں سے تھے ۱۲۵۲ھ میں طلب کر کے ایک مدرسہ اونکے سپرد کیا۔ یہہ مولانا برکات احمد صاحب کے بہنوئی تھے جو بعد ازاں مدرسہ خلیلیہ میں استاد رہے۔

ف ۷۶۹ نواب وزیرالدولہ کے عہد میں محمد گڑھ کے جاگیردار جو علاقہ اجمیر میں واقع ہے بمقام ٹونک مقیم تھے۔ اون کا نام محمد خان تھا۔ افغانی النسل اور عمر خیل سے تعلق رکھتے تھے۔ یہہ عالم و فاضل و قاری سبعہ تھے۔ اونکے لئے کاتب تفضل حسین دہلوی نے قرآن شریف کا ایک نسخہ خوش خط ۱۲۵۷ھ میں لکھا جس پر سبعہ کا حاشیہ درج ہے۔ قرآن مجید پر یہہ عبارت درج ہے۔ "سمئو المکان محمد خان کے لئے تحریر کیا گیا"۔ یہہ جاگیردار ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۰۲ھ میں انتقال کر گئے۔ محمد خان نے اپنے فرزند واحد نور خان کو بھی اسی نسخہ پر سبعہ کی تعلیم دی۔ ۱۲۶۰ھ میں یہہ نسخہ واحد نور خان کو ملا۔ اب محمد خان کی نواسی فصیح جہان بیگم کے پاس ٹونک میں محفوظ ہے۔

ف ۷۷۰ قاری واحد نور خان کو بھی قرات و قرآن مجید کے نسخے جمع کرنے کا شوق تھا۔ آپ نے ۱۲۷۸ھ میں قرآن شریف کا ایک نسخہ پانچسو روپیئے ہدیہ دیکر لیا جو خوش خط مطلّا و مذہّب ہے جس پر سبعہ کا حاشیہ درج ہے۔ یہہ قرآن شریف اورنگ زیب کے عہد حکومت میں ملا جیون نے لکھا تھا۔ بعد میں اس پر سبعہ کا حاشیہ بھی چڑھایا۔ آخر میں یہہ سند بھی مندرج ہے۔ "من ید الضعیف ملا جیون" معلوم ہوتا ہے کہ دیڑھ سو سال قبل کے زمانے میں اہل علم کثیر رقم ہدیہ دیکر بڑے شوق و ذوق کے ساتھ ایسی نایاب چیزیں حاصل کیا کرتے تھے۔

ف ۷۷۱ نواب وزیرالدولہ کے زمانے میں "تجوید القرآن" فارسی میں محمد بن علی بن محمد الحسینی نے ۱۲۶۵ھ میں تصنیف کی۔ اس کو کاتب مقصود علی بن مولوی ابراہیم نے ۱۲۶۵ھ میں نقل کیا یہہ کتاب شاہی کتب خانے میں محفوظ رہی۔

ف ۷۷۲ نواب وزیرالدولہ نے سید احمد شہید کی تحریک جہاد کو تقویت پہنچائی۔ قافلے کے نام سے ایک محلہ ٹونک میں ہے جس میں واپس شدہ مجاہدین آباد ہو گئے تھے۔

ف ۷۷۳ نواب وزیرالدولہ کے لئے ایک جدار بھی تیار کی گئی تھی جس میں منتخب آیات کے اختلاف سبعہ کو واضح کیا گیا تھا۔ نیز قرآن مجید کا ایک نسخہ جس پر سبعہ قرات کا حاشیہ درج ہے۔ کاتب خواجہ محمد اسحاق نے ۱۲۶۰ھ میں لکھا۔ جو فصیح بیگم صاحبہ کے کتب خانے واقع ٹونک میں موجود ہے۔

(ب) قرآن مجید کا ایک اور نسخہ جس پر سبعہ کے اختلافات حاشیہ پر درج ہیں۔ کاتب عبدالغفار خان نے تحریر کیا تھا۔ یہ نسخہ رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوا۔

ف ۷۷۴ نواب وزیرالدولہ کا انتقال ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں ہوا۔

قاری حافظ نواب محمد علی خان

ف ۷۷۵ نواب محمد علی خان کی ولادت ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء میں ہوئی۔ انہوں نے علمی ماحول میں آنکھیں کھولیں۔ قاری، حافظ، مولوی عالم ہوئے۔ علمی شغف عمر بھر رہا۔ والد کے انتقال پر ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں تخت نشین ہوئے۔ حج بھی کیا مگر چار سال فرمانروائی کے بعد ٹھاکروں کے قتل کے مقدمے میں اونکو تخت سے دستبردار ہونا پڑا۔

(ب) اپنے بڑے فرزند قاری حافظ ابراہیم علی خان کو تخت نشین کر کے خود بنارس تشریف لے گئے جہاں انگریز حکومت نے اونکو نظر بند رکھا۔ بنارس میں آپ نے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ ایک مدرسہ قائم کیا۔ بڑا کتب خانہ جمع کیا۔ منجھلے صاحب زادے قاری حافظ عبدالرحیم خان اور پوتے سعادت علی خان کو اپنے پاس رکھ کر اون کی تعلیم و تربیت میں کوشاں رہے۔ بنارس میں آپ کے علم و فضل و سخاوت کی بدولت بڑا اچھا ماحول پیدا ہو گیا تھا۔

ف ۷۷۶ قرآن مجید کا ایک نسخہ جس پر سبعہ قرأت کے فرش کی وضاحت کی گئی ہے۔ یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خان کے حکم سے کاتب عبدالغفار خان نے ۱۲۸۱ھ میں لکھا۔ یہ قرآن شریف ٹونک سے رامپور پہنچا۔ پھر وہاں سے دہلی میں منتقل ہوا۔

ف ۷۷۷ نواب محمد علی خان کے عہد حکومت میں قاری قدرت اللہ خان کا دربار کے ممتاز قرا میں شمار ہوتا تھا۔ آپ خوشنویس بھی تھے۔ آپ نے محمد خان کے حکم سے قرآن شریف پر نہایت خوش خطی سے سبعہ کا حاشیہ لکھا۔ جس کی کتابت ۲ شعبان ۱۳۰۰ھ کو ختم ہوئی۔ قرآن شریف کا یہ نسخہ سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری میں محفوظ ہے

ف ۷۷۸ نواب محمد علی خان کے فرزندوں میں مندرجہ ذیل قاری و حافظ ہوئے۔

	سنہ ولادت	سنہ وفات
(۱) قاری حافظ ابراہیم علی خان	۱۲۶۵ھ	۱۳۴۹ھ
(۲) قاری حافظ محمد اسحٰق	۱۲۶۸ھ	تقریباً ۱۳۲۵ھ
(۳) قاری حافظ حاجی محمد عبدالوہاب خان احتشام الملک صفدر جنگ	۱۲۷۲ھ	۱۳۲۹ھ

آخر الذکر نے تجوید و قراءت میں ایسا کمال حاصل کیا کہ نواب ابراہیم علی خان نے اونکو قاری کا خطاب دیا۔

ف ۷۷۹ نواب محمد علی خان کے بھائی قاری حافظ عبدالرحیم خان بن وزیرالدولہ نے قاری عبدالرحمٰن

انصاری پانی پتی سے قرأت سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔ قاری صاحب نے آپ کو ۴ محرم ۱۲۹۴ھ میں سبعہ کی سند واجازت مرحمت فرمائی جو کتب خانہ سعیدیہ میں موجود ہے مین نے بھی اسے دیکھا ہے۔

قاری حافظ نواب ابراھیم علی خان

ف ۷۸۰ نواب محمد علی خان کے معزول ہونے کے بعد اون کے فرزند اکبر قاری حافظ نواب ابراھیم علی خان وزیر الدولہ صولت جنگ کے لقب سے فرمانروا ہوئے۔ اونکی ولادت ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۸ء میں ہوئی۔ ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۸۶۷ء میں عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ ان کو پچپن سال کی طویل مدت تک حکومت کرنے کا موقعہ ملا۔ یہہ بڑے باخدا متقی اور پرہیزگار تھے۔ نہ صرف یہہ کہ حفظ و قراءت سے خود واقفیت حاصل کی بلکہ اس کی اشاعت میں بھی بڑی دلچسپی لی۔ اس کے علاوہ علوم عربیہ کی اشاعت میں بھی کوشش کی۔ آپ کے عہد حکومت میں کئی مدرسے قائم ہوئے پہلا مدرسہ "مدرسہ فرقانیہ" تھا جس میں حفظ و قرادت کا اچھا انتظام تھا۔ دوسرا مدرسہ خلیلیہ" اوسی زمانہ میں حکیم مولانا برکات احمد صاحب نے جاری کیا تھا۔

ف ۷۸۱ مولانا برکات احمد صاحب حکیم بھی تھے اور عالم بھی۔ بہار کے متوطن اور پٹنہ کے سادات سے تھے سنہ ولادت ۱۲۸۰ھ ہے۔ پٹنہ میں علوم حاصل کئے اور لکھنو سے حکمت کی سند لی۔ مطب بھی کرنے لگے شہرت سنکر نواب ابراھیم علی خان نے آپ کو طبیب خاص کی حیثیت سے ٹونک بلایا۔ حکیم صاحب اسم بامسمیٰ بڑے بابرکت تھے۔ متقی و پرہیزگار۔ عالم و فاضل اور ماہر تجوید بھی تھے۔ ٹونک آنے کے بعد نواب صاحب کے تخلص خلیل کی مناسبت سے آپ نے مدرسہ خلیلیہ قائم کیا۔ اس میں خود درس دیا کرتے تھے حکیم صاحب کو چار سو روپیے ماہوار تنخواہ اور ایک موضع جاگیر میں دیا گیا تھا۔ حضرت کی پوری آمدنی طلباء پر صرف ہوتی تھی تیس چالیس طالب علم روزانہ صبح و شام آپکے پاس کھانا کھاتے تھے۔ بیگم صاحبہ خود پکاتین اور سب طالب علموں کو مادرانہ شفقت کے ساتھ کھلاتین۔ اگر کوئی طالب علم غیر حاضر ہوجاتا تو اوس کو آنے کے بعد یاد سے خود کھلاتیں ایک مرتبہ غلہ کی کمی ہوگئی تو اپنا زیور رہن رکھ کر غلہ منگوایا۔ مگر کسی طالب علم کو بھوکا نہ رکھا۔

ترا کہ میسر شود این مقام ٭ کہ با دوستانت خلاف است وجنگ

(ب) مولانا برکات احمد صاحب نے فریضۂ حج ادا کیا اور حج سے واپسی کے بعد ایک سرائے تعمیر کرائی جس میں مسافر اب تک بلا کرایہ ٹھہرتے ہیں۔ آپ کے ممتاز شاگردوں کے نام یہہ ہیں:۔ (۱) مولانا مناظر احسن گیلانی (۲) مولوی معین الدین اجمیری (۳) عبدالرحمٰن چشتی عرف شیخ مہتاب حیدرآبادی (۴) عبدالقدیر بدایونی جو حیدرآباد میں عہدہ افتا پر فائز رہے۔

ف ۷۸۲ مولانا برکات احمد صاحب منطق و فلسفہ کے اچھے عالم اور اس علم کے درس و تدریس میں خاصی

شہرت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حیدر آباد بھی تشریف لائے تھے۔ آپ کے شاگردِ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی جو اوس
وقت عثمانیہ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے اونکے مہمان رہے۔ گیلانی صاحب نے مولانا کو شاہ کمال اللہ عرف مچھلی والے
شاہ صاحب سے ملاقات کرائی۔ تصوف و منطق کی گرماگرم بحثیں جاری ہوئیں۔ مولانا برکات احمد صاحب کو
شاہ صاحب کے صوفیانہ نکات سے اس قدر جاذبیت ہوئی اور ایسے متاثر ہوئے کہ ایک مہینے تک روزانہ
خدمت میں حاضر ہوکر بحث و مباحثہ کرتے رہے۔ بالآخر مچھلی والے شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔
(ب) مولانا برکات احمد صاحب کا انتقال ۱۳۴۶ھ میں ہوا۔ آپ ٹونک میں دفن ہیں۔ مجھے بھی
حضرت کی مزار پر فاتحہ خوانی کا موقع ملا ہے۔

ف ۷۸۳ نواب ابراہیم علی خان نے ۱۲۹۷ھ میں ایک شاندار جامع مسجد تعمیر کرائی۔ فن تجوید و قراءت
کا ٹونک میں وہ چرچا رہا کہ اس کا ایک پورا محلہ ٹال کٹورہ صرف قاریوں سے آباد تھا۔

ف ۷۸۴ قاری حافظ حمید اللہ خان اور قاری حافظ شریف احمد ابتدائی زمانے میں دربار کے قراء
میں تھے۔ اونکے بعد مدرسہ فرقانیہ میں قاری مولا بخش نے کام شروع کیا جو لکھنؤ کے مدرسہ فرقانیہ کے سند یافتہ تھے۔

ف ۷۸۵ قاری مولانا حیدر حسن خان صاحب شیخ الحدیث ندوۃ العلماء جو قاری عبدالرحمٰن مکی کے
شاگرد تھے۔ جب ٹونک آئے تو قاری عبدالمالک قاری عشرہ کو بھی اپنے ساتھ لائے جو قاری عبدالرحمٰن مکی
اور قاری ضیاء الدین احمد صاحب کے ممتاز شاگردوں میں تھے۔ قاری عبدالمالک نے مدرسہ فرقانیہ میں ایک
عرصے تک کام کیا۔ تجوید و قراءت کے کثیر التعداد اساتذہ پیدا کیے۔ اونکے ممتاز شاگردوں کے نام یہ ہیں:-
(۱) قاری حافظ حبیب اللہ قاری عشرہ (۲) قاری حافظ صبغۃ اللہ قاری سبعہ (۳) قاری امیر احمد صوفی وغیرہ

ف ۷۸۶ نواب ابراہیم علی خان کا انتقال ۱۳۴۹ھ میں ہوا۔ [۱]

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں ؛؛ تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

قاری حافظ نواب سعادت علی خان

ف ۷۸۷ نواب سعادت علی خان کی ولادت ۱۲۹۶ھ کی تھی۔ والد
کے انتقال کے بعد ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں تخت نشین ہوئے
آپ جید حافظ و قاری تھے۔ دادا کی زیر تربیت بڑی محتاط زندگی بسر کی تھی۔ دو سال تراویح میں قرآن سنایا۔
قراء و حفاظ کی خدمت برابر انجام دیتے رہے۔ ۱۳۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ اونکے بعد نواب فاروق علی خان
تخت نشین ہوئے مگر اون کا جلد انتقال ہوگیا۔ اب نواب اسمٰعیل خان یونین کے پنشن یافتہ ہیں۔ [۱]

---

[۱] تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ ٹونک از اصغر علی آبرو۔

ف ۷۸۸ اب بھی کئی دینی مدارس ٹونک میں جاری ہیں۔ مسجدیں آباد ہیں۔ حافظ و قاری بکثرت پائے جاتے ہیں۔ عوام کے مخارج و صفات بھی بہت صاف ہیں۔ جو دینداری کی فضا یہاں پائی جاتی ہے وہ بہت کم شہروں کو نصیب ہے! اسلامی تعلیمات جو انسانی کردار و مخلص خادمان قوم پیدا کرتی ہے وہ ٹونک کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ ع پھر بھی ہم سے پوچھتے ہو کیا کیا ؟

ریاست بھوپال اور قراءت

ف ۷۸۹ ریاست بھوپال کے بانی نواب دوست محمد خان[۱] تھے۔ ۱۱۲۱ھ تخت حکومت پر جلوہ گر ہوئے۔ اوس وقت سے لے کر ۱۲۳۵ھ تقریبًا ایک سو سال سے زیادہ عرصے تک اسی خاندان کی حکومت رہی۔ ۱۲۳۵ھ سے بیگمات کی حکمرانی کا سلسلہ شروع ہوا جو تقریبًا سو سال یعنے ۱۳۴۴ھ تک باقی رہا۔ ان بیگمات کو مذہب سے گہرا لگاؤ تھا۔ دینی علوم کی اشاعت میں اون کا خاص حصّہ تھا۔ انھوں نے مدارس قائم کئے۔ حفاظ و قراء کو بیش قرار تنخواہیں دیں

	سنہ ولادت	سنہ تخت نشینی	سنہ وفات
[۱] نواب دوست محمد خان		۱۱۲۱ھ	۱۱۵۱ھ
(۲) نواب یار محمد خان		۱۱۵۱ھ	۱۱۶۷ھ
(۳) نواب فیض بہادر خان		۱۱۶۷ھ	۱۱۹۱ھ
(۴) نواب حیات محمد خان		۱۱۹۲ھ	۱۲۲۳ھ
(۵) نواب غوث محمد خان		۱۲۲۳ھ	۱۲۳۱ھ
(۶) نواب نظر محمد خان		۱۲۳۲ھ	۱۲۳۵ھ
(۷) بیگم گوہر قدسیہ بیگم		۱۲۳۵ھ	۱۲۵۳ھ شوہر جہانگیر محمد خان
(۸) جہانگیر محمد خان		۱۲۵۳ھ	۱۲۶۳ھ
(۹) بیگم سکندر جہان	۱۲۳۳ھ	۱۲۶۳ھ	۱۲۸۵ھ
(۱۰) بیگم شاہ جہان	۱۲۵۴ھ	۱۲۸۵ھ	۱۳۱۹ھ۔ شوہر صدیق حسن خان
(۱۱) بیگم سلطان جہان	۱۲۷۴ھ	۱۳۲۱ھ	۱۳۴۴ھ۔ شوہر احمد علی خان سلطان دلہا
(۱۲) نواب حمید اللہ خان	۱۳۱۲ھ	۱۳۴۴ھ	۱۳۶۸ھ۔ سلطنت سے دست بردار ہوئے

[۲] آثار مالوہ از مرتضیٰ احمد خان وکیل (۳) تذکرۂ ٹونک از عبد التواب خان (۴) سفر نامہ سعادت از نواب سعادت علی خان۔

شاہی خاندان کے افراد کو حفظ قرآن و قراءت کا شوق دلایا۔ جہاں اچھا خوش الحان قاری ملا اوس کو اپنی ریاست میں مامور کرلیا۔ اس طرح بھوپال میں بڑے اچھے قاری سبعہ وعشرہ جمع ہوگئے جن کا ذکر ناظرین کو ان صفحات میں ملے گا

(ب) نواب سلطان جہاں بیگم خود خوش الحانی سے روزانہ تلاوت کرتی تھیں اور اون کے تینوں لڑکے نصراللہ خان۔ جنرل عبیداللہ خان اور حمیداللہ خان بھی قاری تھے۔ جنرل عبیداللہ خان تو حافظ بھی اچھے تھے اور قرآن سے اس قدر شغف تھا کہ مرض الموت میں بھی تلاوت جاری رہی۔ صدیق حسن خان جن سے شاہ جہاں بیگم نے عقد کرلیا تھا بڑے اچھے قاری عالم اور مصنف تھے۔ علوم دینی کی ترویج میں اون کا خاص حصہ رہا ہے۔

ریاست رامپور اور قراءت

ف ۷۹۰ روہیل کھنڈ میں قیام ریاست کے بانی حافظ قاری رحمت خان سردار روہیل کھنڈ تھے۔ اون کے والد کا نام شاہ عالم[۱] خان تھا

---

[۱] شاہ عالم خان افغانستان کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ایک لڑکا متبنیٰ لے رکھا تھا۔ جس کا نام داؤد خان تھا۔ داؤد خان نے افغانستان سے ہندوستان آکر جب یہاں کی طوائف الملوکی دیکھی تو اوس سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ چنانچہ چند روہیلوں کو ساتھ لے کر لوٹ مار شروع کردی اور طاقت پیدا کرلی۔ جب شاہ عالم خان کو معلوم ہوا تو انھوں نے داؤد خان کو روکنا چاہا۔ مگر جب وہ نہ مانا تو خود ہندوستان چلے آئے۔ داؤد خان نے پہلے تو شاہ عالم خان کو دولت دیکر سمجھانا چاہا۔ مگر جب انھوں نے نہ مانا تو رشوت دے دلاکر شاہ عالم خان کو مروا ڈالا۔ داؤد خان کے بھی اولاد نہ تھی اوس نے علی محمد خان کو متبنیٰ لے رکھا تھا۔ شاہ عالم خان کی شہادت کے وقت رحمت خان کی عمر چار سال کی تھی۔ آٹھ سال کے بعد داؤد خان کا بھی انتقال ہوگیا علی محمد خان اوسکی جگہ سردار ہوا۔ اوس کو معلوم تھا کہ رحمت خان اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہتے ہیں گا اس لئے اوس نے ایک خط رحمت خان کو لکھا کہ داؤد خان کا انتقال ہوگیا ہے اور میں اوس کا متبنیٰ ہوں۔ گو میں شاہ عالم خان کے قتل کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ تاہم اگر آپ متبنیٰ ہونے کی حیثیت سے مجھ سے بدلہ لینا چاہیں تو میرا سر حاضر ہے یا آپ چاہیں تو معاف فرمادیں رحمت خان نے جواب میں لکھ بھیجا متبنیٰ ہونے کی حیثیت سے بدلہ لینا نہ میں پہلے چاہتا تھا اور نہ اب چاہتا ہوں تاہم اگر آپ ضروری سمجھتے ہیں تو معافی کی تحریر روانہ کرتا ہوں اس طرح علی محمد خان اور رحمت خان میں صفائی ہوگئی۔ چند روز بعد رحمت خان ہندوستان آئے تو علی محمد خان نے اونکو اپنے پاس ٹھہرایا۔ اون کی فراست اور سنجیدگی سے بیحد متاثر ہوا۔ اکثر مہمات میں اون کو ساتھ رکھتا۔ کیونکہ رحمت خان جری اور بہادر ہونے کے علاوہ معاملہ فہم اور مردم شناس تھے۔ علی محمد خان کو اون سے بڑی تقویت حاصل رہی۔ سنہ ۱۷۴۲ء مطابق سنہ ۱۱۵۵ھ میں (سلسلہ صفحہ نمبر ۲۳۰ پر ملاحظہ ہو)

رحمت خان کی ولادت ۱۱۲۱ھ مطابق ۱۷۰۸ئہ کی ہے۔ والد کی شہادت کے وقت عمر چار سال کی تھی۔ بارہ سال کی عمر میں حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ اوسکے بعد ہندوستان آگر رہے۔ علی محمد خان سے تعلقات بہت خوشگوار رہے۔ اکثر معرکوں میں رحمت خان کو فتح ہوتی رہی۔ اون کا رسوخ دہلی اور لکھنو دونوں جگہ ہوگیا تھا۔ مگر شجاع الدولہ کو اونکی بڑھتی ہوئی طاقت کھٹکنے لگی۔ انھوں نے انگریزوں سے سازش کر کے ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ئہ میں جنگ کرادی۔ رحمت خان کی شہادت توپ کا گولہ لگنے

(بقیہ سلسلہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۲۹) محمد شاہ کی فوج سے علی محمد خان کا مقابلہ ہوا۔ رحمت خان کی شجاعت و فراست سے شاہی فوج کو شکست ہوئی۔ علی محمد خان نے خوش ہوکر اون کو حافظ الملک کا خطاب دیا۔ ۱۱۵۷ھ میں سرہند کے علاقہ میں کئی معرکے ہوئے مگر حافظ الملک کی دلیری کے باعث ہر وقت کامیابی اوسی فریق کو ہوتی رہی۔ اس طرح پورے روہیل کھنڈ پر علی محمد خان کا تسلط ہو گیا۔ نتیجتاً رحمت خان کو دہلی کے دربار شاہی میں رسوخ حاصل ہوا۔ اور اونکی مدد سے صفدر جنگ کو وزارت ملی۔

(ب) ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۹ئہ میں علی محمد خان بیمار ہوا۔ جب اوس کو یقین ہو گیا کہ اوسکے بچنے کی کوئی توقع نہیں ہے تو اوس نے امراء کو بلاکر مشورہ کیا۔ اوس وقت علی محمد خان کے دو بڑے لڑکے گرفتار تھے۔ تیسرا لڑکا سعد اللہ خان کم عمر تھا۔ امراء نے یہہ مشورہ دیا کہ سعد اللہ خان کو نامزد کر دیا جائے۔ مگر علی محمد خان نے کہا کہ اس زمانۂ شورش میں طاقت مضبوط ہاتھوں میں ہونی چاہیئے۔ اگر میرے دونوں بڑے لڑکے گرفتار نہ ہوتے اور یہاں موجود ہوتے تو بھی میں اونکو اپنا جانشین نہ بناتا۔ میں رحمت خان کو اسکا مستحق سمجھتا ہوں۔ آپ سب میرے انتخاب کو قبول کرلیں۔ یہہ کہکر اپنی دستار رحمت خاں کے سر پر رکھ دی۔ رحمت خان نے علی محمد خان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ایک چیز آپ نے میرے حوالے کر دی اب میں جس کو چاہوں دے سکتا ہوں یہہ کہکر وہی دستار سعد اللہ خان کے سر پر رکھ دی۔ اور تادم زیست اطاعت کا وعدہ کیا۔ علی محمد خان کے انتقال کے بعد وفاشعاری سے سعد اللہ خان کے دست راست بنے رہے۔ احمد شاہ درانی کی مدد کی۔ اور پانی پت کی لڑائی میں شرکت کی۔

(ج) ۱۱۶۳ھ میں ایک طوائف لکھنو سے بھاگ کر نواب احمد خان والی فرخ آباد کے پاس پناہ گزین ہوئی یہہ طوائف شجاع الدولہ کی منظور نظر تھی۔ شجاع الدولہ نے اوسکو بہ جبر لینا چاہا۔ نواب احمد خان نے واپس کرنے انکار کیا تو جنگ کی نوبت پہونچی۔ نواب احمد خان نے رحمت خان سے مدد چاہی۔ رحمت خان نے شجاع الدولہ کے پاس جاکر مصالحت کرادی۔

کی وجہ سے ہوئی۔ بریلی میں دفن ہوئے۔ پہاڑ سنگھ نے مقبرہ بنادیا۔

ف ۷۹۱ رحمت خان کی سیاسی زندگی سے قطع نظر اون کی علمی زندگی بیحد لائق ستائش تھی۔ یہہ بڑے باخدا متقی اور پرہیزگار تھے۔ علم کی بڑی قدر کرتے تھے۔ علماء و فضلاء کو بڑی فراخ دلی سے نوازتے تھے۔ اونکے زمانے میں پانچ ہزار علماء درس و تدریس میں لگے ہوئے تھے۔ تمام مدرسوں میں کتابوں اور قیام و طعام کی سہولتیں مہیا تھیں۔ اسکے سوا فرداً فرداً ایک سو روپیئے سالانہ جیب خرچ کے لیئے ہر عالم کو دیا جاتا تھا۔ جب کسی کی دستار بندی ہوتی تو ایک بڑا جلسہ کیا جاتا اور اوس طالب علم کے نام ایک عالم کی تنخواہ اوسی روز سے جاری ہو جاتی۔

ف ۷۹۲ رحمت خان نے تمام عمر تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی بسر کی۔ اونکو لہو ولعب سے نفرت تھی حقہ تک نہیں پیتے تھے اور نہ پان تمباکو سے رغبت تھی۔ غیر مشروع لباس کبھی نہ پہنا۔ شرعی داڑھی رکھتے تھے گالی گلوج سے نفرت تھی۔ شرع کی پوری پابندی ہر وقت کرتے ہر وقت باوضو رہتے۔ نماز باجماعت ادا کرتے۔ ایک منزل قرآن پڑھتے۔ پھر صبح میں اشراق تک وظائف میں مشغول رہتے۔ اشراق کے بعد حاجت مندوں کی دادرسی کرتے۔ تین گھنٹے دن میں سوتے۔ علماء کی صحبت میں رہتے۔ رمضان میں روزوں کے ساتھ چند ختم کرتے۔ پہلا ختم اپنے فرزند حافظ محمد یار خان سے سنتے۔ خلوت میں نوافل میں خود ایک

(بقیہ سلسلہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۳۰)

(ف) ۱۱۶۳ھ میں زلزلہ واقع ہونے سے سعد اللہ خان دب کر مر گئے۔ اوس وقت اون کی عمر (۴۲) سال کی تھی۔ اوسکے بعد رحمت خان کا اثر دربار دہلی اور لکھنو دونوں جگہ اچھا ہوگیا۔ شجاع الدولہ نے جب انگریزوں سے لڑنا چاہا تو رحمت خان نے مشورہ دیا کہ اونکی طاقت کا مقابلہ کرنا دور اندیشی نہیں ہے صلح سے کام لینا چاہیئے۔ غرض شجاع الدولہ نے انگریزوں سے مصالحت کرلی۔ مگر اونکو رحمت خان کی بڑھتی ہوئی طاقت کھٹکنے لگی۔ انھوں نے انگریزوں کو چالیس لاکھ کا تمسک دیکر رحمت خان کے مقابلے کے لئے تیار کیا۔ ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ء میں کڑہ میران پور کی لڑائی ہوئی۔ ایک توپ کا گولہ لگنے سے رحمت خان کی شہادت ہوئی۔

(حیات رحمت خان از الطاف علی)

منزل پڑھتے۔ عشرۂ آخر میں اعتکاف بیٹھتے۔ عید کی نماز سب کے ساتھ عید گاہ میں ادا کرتے۔ سادات سے بڑی عقیدت تھی۔ حافظ جمال اللہ۔ شاہ ابوالفتح۔ شاہ کلیم اللہ۔ میاں عزت اللہ سے عقیدت تھی۔ [۱]

قاری حافظ محمد یار خان

۷۹۳ والد کا نام حافظ قاری رحمت خان۔ سنہ ولادت ۱۱۶۴ھ ہے۔ قاری و حافظ تھے۔ نامی گرامی قراء سے تجوید و قراءت سیکھی تھی۔ بڑی خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے تھے۔ تراویح میں اپنے والد کے حکم سے قرآن شریف سنایا کرتے تھے۔ طریقہ نقشبندیہ میں میاں مہدی صاحب سے جو لعل صاحب کے فرزند و خلیفہ تھے بیعت کی تھی۔ والد کے انتقال کے بعد گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ آخر عمر تک اسی طرح گذار دی۔ وفات تقریباً ۱۲۵۵ھ میں ہوئی۔ اون کے نو فرزند تھے۔ [۲]

---

[۱] ملاحظہ ہو حیات رحمت خان از الطاف علی۔ انگریزوں نے حافظ رحمت خان کے خلاف سازش کی تھی۔ اوس کی ایک وجہ تو یہہ تھی کہ شجاع الدولہ سے رشوت لی تھی۔ دوسری وجہ یہہ تھی کہ فیض اللہ خان سے بھی رشوت لے کر اوس سے ۱۷۶۱ء میں معاہدہ کیا تھا کہ اوس کو حکمران بنائیں گے۔ اسی بنا پر انگریز مورخین نے رحمت خان کی خوبیوں کو گرا کر بتلانے کی کوشش کی۔ حتیٰ کہ یہہ بھی کہا کہ وہ حافظ بھی نہیں تھے بلکہ حافظ الملک کے خطاب کے باعث لوگ حافظ کہنے لگے۔ نواب فیض اللہ خان کے معاہدہ کی بنا پر اونکو ۱۷۷۴ء میں حکمرانی ملی۔ اس سلسلے میں حسب ذیل حکمران ہوئے۔

اسم نواب	تخت نشینی	وفات
(۱) نواب فیض اللہ خان	۱۷۷۴ء / ۱۱۸۸ھ	۱۷۹۳ء / ۱۲۰۸ھ
(۲) نواب محمد علی خان فرزند فیض اللہ خان	۱۷۹۳ء / ۱۲۰۸ھ	—
(۳) نواب احمد علی خان فرزند غلام محمد خان	۱۷۹۴ء	۱۸۴۰ء
(۴) نواب محمد سعید خان "	۱۸۴۰ء	۱۸۵۵ء
(۵) نواب یوسف علی خان	۱۸۵۵ء	۱۸۶۵ء
(۶) نواب کلب علی خان	۱۸۶۵ء	۱۸۸۷ء
(۷) نواب مشتاق علی خان	۱۸۸۷ء	۱۸۸۷ء
(۸) نواب حامد علی خان خلف اکبر	۱۸۸۹ء	۱۹۳۰ء
(۹) نواب رضا علی خان	۱۹۳۰ء	۱۹۴۷ء دستبردار ہوگئے

[۲] حیات رحمت خان از سید الطاف علی۔

ف ۷۹۴ صفحات بالا میں ان مختلف ریاستوں میں فن تجوید کے ترقی و ترویج کا ایک اجمالی نقشہ پیش کیا گیا جو محمد شاہ کی مرکزی حکومت کمزور ہونے سے ہندوستان کے مختلف حصوں میں ابھر آئی تھیں۔ اب مغل بادشاہوں کی زوال پذیر حکومت اور اونکے عہد کے انفرادی زندگیوں کا حال بیان کیا جائے گا۔ جنھوں نے تجوید و قراءت کے میدان میں کام کیا ہے۔

شاہ عالم ثانی ۱۱۷۳ھ تا ۱۲۲۱ھ

ف ۷۹۵ شاہ عالم بادشاہ خود قاری و حافظ تھا۔ دربار کے مشہور قاری و حافظ عبدالرحمن خان سے اوسکو قراءت وحفظ میں تلمذ حاصل تھا۔ جب غلام قادر روہیلے نے شاہ عالم سے دولت کا مطالبہ کیا اور عدم حصول کی صورت میں شاہ عالم کی آنکھیں نکلوا دیں تو اوس وقت شاہ عالم نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے کہا تھا کہ "میری اصلی دولت تو یہاں ہے جس کو کوئی نہیں لے سکتا۔" اوس سے بادشاہ کا منشا یہہ تھا کہ قرآن اوسکی اصلی دولت ہے جو حافظ ہونے کی حیثیت سے اوسکے سینے میں محفوظ ہے۔

(ب) اس زمانے میں مفتی محمد عوض بدایونی نے قراءت کے موضوع پر ایک رسالہ ۱۱۸۸ھ میں لکھا جو اس وقت نواب صدیق حسن خان کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(ج) مقصود الحافظین قلمی فارسی جو قصیدہ حرز الامانی وجہ التہانی کی شرح ہے (جسکو محمد صالح نے ۱۱۹۰ھ میں لکھا تھا) مظاہر العلوم کے کتب خانہ واقع سہارن پور میں موجود ہے میں نے اسکو دیکھا ہے۔

(د) "رقعۃ القاری" قاری سید قاسم علی امروز نے ۱۱۹۶ھ میں لکھی۔ اونکے استاد قاری عبد افاض الدین الجنی تھے۔

(ہ) حافظ قطب الدین ولد حافظ محمد عاقل نے ۱۱۹۹ھ میں حافظ صبغۃ اللہ کے لئے قصیدۂ رائیہ طیبہ لکھا جو رامپور کے کتب خانے سے دہلی منتقل ہوا۔

(و) محمد بن محمود ابن حسن ابن سلیمان نے بزبان عربی ۱۲۰۰ھ میں روایات صحیح اربعہ زوائد عشرہ" مرتب کی جو مظاہر العلوم کے قلمی کتب خانے میں محفوظ ہے۔

(ز) بروڈے کی جامع مسجد میں قرآن شریف کا ایک بڑا نسخہ موجود ہے جس کو محمد غوث کاتب نے ۱۲۰ھ میں لکھا۔ اب تک اس سے بڑا قرآن کا نسخہ میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس کی لمبائی ۷۵ انچ چوڑائی انچ۔ تعداد صفحات ۱۲۰۰۔ ۱۵ جلدوں پر مشتمل ہے۔ بین السطور ترجمہ اور حواشی فارسی میں ہیں جدول زبرجد اور یاقوت کے بیل بوٹے اور متن طلائی ہے۔ کتابت میں سیاہی استعمال کی گئی ہے۔

حافظ غلام رسول خان

ف ۷۹۶ مغلیہ دربار میں ایک امیر کبیر محب الدولہ نواب غلام رسول خان

جاگیردار خان پور- اوکھلا- سن کھیڑہ- کینڈلا تھے۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح تھا:- غلام رسول خان ابن عیسوی خان- ابن موسیٰ خان ابن عیسیٰ خان ابن عیسیٰ خان ابن موسیٰ خان- یہہ آخری موسیٰ خان بلبن کے زمانے میں چنگیز خان کے حملوں سے پریشان ہوکر دہلی آئے تھے۔ اوس وقت سے اس خاندان میں امارت کا سلسلہ جاری رہا۔

(ب) نواب غلام رسول خان اچھے حافظ و قاری تھے۔ دربار میں ابھی ایک خاص حیثیت کے مالک تھے۔ اونکے تین بیٹے تھے (۱) بڑے بیٹے قاری حافظ عبدالرحمٰن خان الملقب بہ صمصام الدولہ شہامت جنگ عالم و شاعر اور شاہ عالم کے استاد تھے (۲) دوسرے بیٹے الملقب بہ نواب دلیر الدولہ دلاور الملک فیروز جنگ قاری حافظ محمد علی خان تھے جن کی شادی خجستہ زمانی بیگم بنت عالمگیر ثانی سے ہوئی جو خود حافظہ و قاریہ تھیں (۳) تیسرے فرزند قاری حافظ محمد خلیل خان تھے۔ ان تینوں فرزندوں کی اولاد میں بہت سے قاری و حافظ ہونے کا ذکر متعاقب کیا جائے گا۔

شاہ ولی اللہ قاری سبعہ | **ف ۷۹۷** آپ شاہ عبدالرحیم کے فرزند اور شاہ وجیہہ الدین کے پوتے تھے سنہ ۱۱۱۴ھ میں بہ مقام دہلی پیدا ہوئے۔ لڑکپن میں اپنے والد سے تلمذ رہا تجوید و قراءت آپ کے خاندان میں تین پشت سے آرہی تھی۔ آپ کے والد شاہ عبدالرحیم سید عبداللہ متقی کے شاگرد تھے۔ جن کا ذکر قبل ازیں فقرہ جات ۲۵۱ تا ۲۵۶ میں ہوچکا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۵۷ تا ۲۶۰ میں درج ہیں۔

قاری شیخ علی حزین اصفہانی | **ف ۷۹۸** مولد اصفہان۔ والد کا نام ابو طالب بن عبداللہ۔ ولادت ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۱۰۳ھ میں ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر میں مولانا قاری ملک حسین اصفہانی سے تجوید و قراءت کی تحصیل شروع کی۔ دو سال میں اس کی تکمیل کرلی۔ خود فرماتے ہیں کہ "حسن قراءت من مرغوب اسماع شد" آپکے والد کا انتقال سنہ ۱۱۲۷ھ میں ہوا۔ آپ فارسی کے اچھے شاعر تھے چار دیوان چھوڑے۔ جن میں سے چوتھا دیوان تو مل سکتا ہے باقی نایاب ہیں۔ کم عمری میں والد کے سامنے جو غزل فی البدیہہ کہی تھی وہی بہت مقبول و بلند ہے۔ جس کا مطلع ہے

صید از حرم کشد خم جعد بلند تو ⁂ فریاد از تطاول مشکین کمند تو

ایران میں افغانی حملوں کی وجہ سے افراتفری پیدا ہوگئی تھی۔ اون کی جاگیر بھی جاتی رہی اور کتب خانہ بھی لٹ گیا۔ دل برداشتہ ہوکر مختلف مقامات کا سفر کیا۔ مدھجان۔ شیراز۔ شوستر کا سفر کرتے ہوئے حجاز پہونچے۔ حج کے بعد براہ بندر عباس ملتان آئے۔ جہاں کچھ روز قیام کیا۔ وہاں سے لاہور آئے

پھر دہلی آکر ایک سال قیام کیا۔ اوس کے بعد واپس ایران چلے گئے۔ نادر شاہ کے حملے کے بعد ۱۱۵۱ھ میں دوبارہ آکر کچھ روز لاہور میں کچھ روز دہلی میں ۱۱۵۴ھ تک رہے۔ اپنی سوانح عمری میں نادر شاہ کے حملے کے تفصیلی واقعات درج کرتے ہیں۔

(ب) علی حزیں نازک مزاج واقع ہوئے تھے بلکہ نازک مزاجی بد دماغی کی حد تک پہونچ گئی تھی۔ سودا نے اپنی غزل کا یہہ مطلع جب انھیں سنایا ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں ❊ تڑپے ہیں مرغ قبلہ نما آشیانے میں

تو آپ نے اس کی داد ان الفاظ میں دی تھی کہ "در پوچ گویان ہند ید نیستی"۔ اہل ہند کی ہجو میں آپ نے ایک نظم لکھی جس سے شعرائے دہلی ناراض ہو گئے۔ مخالفت اتنی بڑھی کہ دہلی میں رہنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ دہلی چھوڑ کر بنگال کا قصد کیا۔ جاتے ہوئے پٹنہ میں ٹھہر گئے۔ پھر ارادہ بدل کر بنارس میں قیام کیا اور تادم مرگ یہیں رہے۔ حسینان بنارس کی تعریف میں آپ کا ایک شعر بہت مشہور ہے ؎

اے پریرویان کاشی وقت اشنان شماست ❊ بندہ رخصت می شود ایزد نگہبان شماست

(ج) دہلی کے قیام کے زمانے میں بعض فارسی گو شاعر آپ سے اصلاح لینے بھی آتے تھے۔ آپ سوائے شاہ عالم کے جو خود اون کی قیام گاہ پر آتے تھے اور کسی کی تعظیم کے لئے نہیں اٹھے۔ کسی صاحب یا ملازم سے گفتگو بھی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اشارے و کنایے سے کام لیتے تھے۔ ایک مرتبہ جلتی شمع کا گل گر کر نہ صرف فرش و قالین کو جلا دیا بلکہ مکان بھی جلنے لگا۔ شیخ نے نہ کسی کو آواز دی اور نہ کسی کو جگایا۔ بلکہ خود ایک کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے باہر نکل آئے۔ بعض متوسلین نے بعد میں تذکرۃً کہا کہ اس قدر نقصان ہو گیا آپ کو اطلاع کرنی چاہیئے تھی۔ شیخ نے جواب دیا کہ "ہم کلام ہونا عادت کے خلاف تھا اتنی سی بات کیلئے وضع کو ترک کرنا گوارا نہ کیا"۔

(د) ایک فارسی گو شاعر ایک شعر کہہ کر اصلاح کے لئے شیخ کے پاس لائے وہ شعر یہہ تھا۔ ؎

سیاہ چوری بہ دست آن نگار نازنین دیدم ❊ بہ شاخ صندلین پیچیدہ مار عنبرین دیدم

شیخ نے کہا تشبیہہ اچھی ہے خیال اچھا ہے۔ مگر بھرتی کے الفاظ زیادہ ہیں جس سے فصاحت متاثر ہوتی ہے اگر یہہ شعر یوں ہوتا تو بہتر تھا۔ ؎

سیاہ چوری بدست آن نگارے ❊ بہ شاخ صندلین پیچیدہ مارے

(ہ) ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۱۸۰ھ میں وفات پائی۔ مقبرۂ فاطمان بنارس میں جو پہلے سے تیار رکھا تھا دفن ہوئے۔ [۱]

[۱] (۱) واقعات سرگذشت" کے نام سے خود نوشتہ سوانح عمری مطبوعہ بنارس (۲) ماثر الکرام از غلام علی آزاد (۳) تذکرۂ مشائخ بنارس از عبد السلام۔

قاری شاہ ابوالحسن قربیؔ ویلوری | **ف ۷۹۹** تفصیلی حالات فقرہ نمبر (۷۶۴) میں درج ہیں۔ وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

قاری حافظ رحمت اللہ خان سردار روہیل کھنڈ | **ف ۸۰۰** تفصیلی حالات فقرہ نمبر (۷۹۰ تا ۷۹۲) میں درج ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔

قاری سبعہ میرزا مظہر جانجاناں مجددی دہلوی | **ف ۸۰۱** آپ کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے محمد ابن حنیفہ سے جو حضرت علی کے فرزند تھے ملتا ہے

والد کا نام مرزا جان تھا۔ والد عالمگیر کے دربار کے منصب دار تھے ان بیجاپور کے شریف گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ بعض رشتے شاہی خاندان سے ملتے ہیں اس لحاظ سے یہہ تیموری خاندان کے نواسے تھے۔ ۱۱۱۱ھ میں جبکہ مرزا جان صاحب دہلی واپس جارہے تھے مرزا مظہر مالوے کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ شمس الدین نام رکھا۔ عالمگیر نے اون کو جان جاناں کہکر پکارا۔ مظہر تخلص کرتے تھے۔ فارسی کی تکمیل اپنے والد سے کی کلام اللہ قاری حافظ عبدالرسول دہلوی سے پڑھا۔ جو شیخ القراء عبدالخالق منوفی کے تلمیذ تھے۔ تجوید و قرات سبعہ کی سند بھی انھیں سے حاصل کی۔ علم حدیث و تفسیر میں حاجی محمد افضل سیالکوٹی تلمیذ شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم مکی سے استفادہ کیا۔ سولہ برس کی عمر میں والد کا انتقال ہوا ۳۰ سال کی عمر تک مدرسوں اور خانقاہوں میں گذارا۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت نور محمد بدایونی کے مرید ہوئے۔ تصوف میں بڑا مرتبہ رکھتے تھے خود فرماتے ہیں کہ "این بندہ علوم متعارف در عہد پدر خواندہ بود۔ قرآن را از حافظ عبدالرسول دہلوی تلمیذ شیخ القراء عبدالخالق منوفی سند کرد۔ کتب حدیث در خدمت حاجی محمد افضل سیالکوٹی تلمیذ شیخ المحدثین شیخ عبداللہ ابن سالم مکی گذرانیدہ۔ و ذکر طریقہ نقشبندیہ با خرقہ و اجازت مطلقہ از سید السادات سید نور محمد بدایونی گرفت۔" آپ بڑے اچھے خطاط تھے۔ جلی قلم سے لیکر خفی تک روزانہ مشق فرماتے رہتے۔ اگر کسی وجہ سے دو چار روز مشق چھوٹ جاتی تو پھر جب لکھنا شروع فرماتے تو کہتے کہ میرا خط خراب ہوگیا۔

(ب) طبیعت میں نفاست و لطافت و حسن پسندی بے انتہا تھی۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہے ہیں [1]۔ محمد حسین آزاد کہتے ہیں کہ صحت زبان۔ انداز سخن اور طرز کی ایجاد میں سوداؔ اور میرؔ کے ہم مرتبہ تھے

---

[1] تبرکاً و نمونتاً چند اشعار درج ذیل ہیں:۔

(۱) بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن ❊ خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

(۲) آفتاب از صبح تا صبح دگر قربان اوست ❊ روز و شب گردون کہ می گردد بلا گردان اوست

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۷ پر ملاحظہ فرمایئے)

(ج) آپکے خلفاء و مریدین بہت تھے۔ اجل خلفاء میں شاہ غلام علی و قاضی ثناء اللہ پانی پتی نیز اونکے فرزند احمد اللہ تھے۔ ۵ے

(۵) آپ شہادت کے بہت متمنی تھے۔ فرماتے تھے کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت نوازا۔ میری ہر آرزو پوری ہوئی۔ سوائے ایک آرزوئے شہادت کے۔ مگر افسوس ہے کہ میری عمر ایسی نہ رہی کہ میں کسی جہاد میں شریک ہو سکوں۔" مگر اللہ تعالیٰ نے اون کی یہہ مراد بھی ۹ محرم ۱۱۹۵ھ کو پوری کی۔ حضرت شاہ غلام علی نے آپ کی شہادت کے واقعات اس طرح بیان کئے ہیں :-

انتقال سے کچھ عرصہ قبل حضرت کو شوق رفیق اعلیٰ غالب ہوگیا تھا اور اس جہاں سے ملال خاطر بڑھ گیا تھا وظائف و عبادات میں زیادتی کردی تھی۔ ان دنوں ارباب طریقہ میں داخل ہونے والوں کی بھی کثرت ہوگئی تھی۔ جب ملا نسیم اپنے وطن جانے کے لئے رخصت ہونے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ اب ہماری آپ کی ملاقات پھر ہوتی نظر نہیں آتی۔ یہہ کلمات بتلاتے تھے کہ انتقال کا زمانہ قریب ہے۔ لوگوں پر بیحد اثر ہوا اور رونے لگے ملا عبدالرزاق کو لکھا کہ عمر ۸۰ سے متجاوز ہوگئی ہے وقت قریب آگیا ہے دعائے خیر سے یاد رکھئے۔ دوسرے عزیزوں کو بھی ایسے ہی کلمات لکھے جس سے ناگزیر امر کی طرف اشارہ تھا۔ ایک روز اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں اون پر تھیں اونکو گنوانے لگے فرمایا "منعم حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے کوئی ایسی تمنا نہ رکھی جو مجھ کو نہ مل گئی ہو۔ حقیقی اسلام سے مشرف کیا۔ علم سے بڑا حصہ عنایت فرمایا۔ نیک عمل پر استقامت مرحمت فرمائی۔ طریقہ کے لوازمات جو ہوتے ہیں از قسم کشف و نصرت و کرامت وہ سب عنایت کیا۔ صلحا کو کسب فیوض کے لئے اس بندہ کے پاس بھیجا۔ اونکو بڑے بڑے

(بقیہ سلسلہ فٹ نوٹ صفحہ ۲۳۶ سے)

(۳) زخم دل مظہر مبادا بہ شود آگاہ باش ⁂ کاین جراحت یادگار ناوک مژگان اوست

(۴) بہ لوح تربت من افتد از غیب تحریرے ⁂ کہ این مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

(۵) چلے اب گل کے ہاتھوں سے لٹا کر کاروان اپنا ⁂ نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشان اپنا

(۶) یہہ حسرت رہ گئی کس کس طرح سے زندگی کرتے ⁂ اگر ہوتا چمن اپنا۔ گل اپنا۔ باغبان اپنا

(۷) الم سے یان تلک روئیں کہ آخر ہو گئیں رسوا ⁂ ڈبویا ہائے آنکھوں نے مژہ کا خاندان اپنا

(۸) لوگ کہتے ہیں مر گیا مظہر ⁂ فی الحقیقت میں گھر گیا مظہر

(۹) اگر یہہ سرد مہری تجھ کو آسائش نہ سکھلاتی ⁂ تو کیونکر آفتاب حسن کی گرمی میں نیند آتی

۵ے حالات زندگی کے لئے ملاحظہ ہو معارف اکتوبر ۱۹۴۲ء مضمون مرزا مظہر جان جاناں از عبدالرزاق قریشی ونیز آب حیات از محمد حسین آزاد و مکتوبات میرزا مظہر

مقامات مرحمت فرمائے تاکہ وہ ہدایت پر مامور رہیں۔ دنیا اور اہل دنیا سے الگ رکھا اور میرے قلب میں غیر اللہ کی جگہ نہ چھوڑی۔ کوئی آرزو باقی نہ رہی مگر ایک شہادت ظاہری کی جس سے قرب الٰہی کے مراتب عالیہ ملتے ہیں۔ اس فقیر کے اکثر بزرگون نے جام شہادت پیا ہے مگر یہہ فقیر تو ناتوان ہے۔ اور کمزوری اتنی ہوگئی ہے کہ جہاد کی قوت باقی نہ رہی۔ اس مرتبہ کا حصول تو بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا تعجب ہے اس پر جو مرنے کو اچھا نہیں سمجھتا جو اللہ تعالیٰ کے دیدار کا سبب ہے اور رسالت پناہ کی زیارت کا موجب ہے موت سے تو اولیاء سے ملاقات بھی ہوتی ہے۔ اور عزیزوں سے ملاقات سے بھی دل مسرور ہوتا ہے۔ اس فقیر کو دین کے بڑی بڑی ارواحوں سے ملنے کی بڑی تمنا ہے۔ سخت آرزو ہے کہ دیدار مصطفٰے و خلیل خدا سے مشرف ہوں۔ اور زیارت امیر المومنین صدیق اکبر و امام حسن مجتبیٰ و سید الطائفہ جنید اور حضرت خواجہ نقشبند و حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مشرف ہوں۔ فقیر کے دل میں ان سے خصوصی محبت ہے۔" اللہ تعالیٰ نے حضرت کی اس آخری تمنا کو بھی معرض ظہور میں لے آیا اور شہادت ظاہری کے درجہ پر فائز گردانا۔ تاکہ شہادت باطنی جو صوفیہ کی اصطلاح میں فنا فی اللہ سے مراد ہے اوسکے ساتھ اکٹھی ہو جائے تاکہ مراتب عالیہ پر بلند ہو سکیں۔

(۵) چہارشنبہ کی رات کو جبکہ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ تھی۔ رات کا ایک پہر گذر چکا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ خادم نے حضرت سے عرض کیا کہ کچھ لوگ حضرت سے ملاقات کو آئے ہیں فرمایا آنے دو تین آدمی اندر داخل ہوئے اون میں سے ایک تو آمدہ ایرانی تھا۔ حضرت اپنی خواب گاہ سے نکل کر اونکے برابر کھڑے ہو گئے۔ مغل نے پوچھا کیا تم ہی میرزا مظہر جان جاناں ہو؟ فرمایا ہاں۔ دوسرے دو آدمیوں نے کہا ہاں میرزا مظہر جان جاناں یہی ہیں۔ پھر اوس بدبخت نے حضرت پر تفنچہ چلایا۔ گولی بائیں جانب دل کے قریب لگی۔ حضرت بڑھاپے اور ناتوانی سے کمزور تو تھے ہی زمین پر گر پڑے۔ لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ جراح بلایا گیا جس نے مرہم پٹی کی۔ دوسرے روز صبح نواب نجف خان نے انگریز سرجن کو بھیجا اور یہہ بھی کہلوایا کہ جن لوگوں نے یہہ گناہ عظیم کا ارتکاب کیا ہے اونکے نام معلوم نہوئے۔ تحقیق ہوتے ہی اونکو قصاص کی سزا دی جائیگی۔ فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کو شفا دینا مقصود ہے تو زخم اچھا ہو جائے گا دوسرے جراح کی ضرورت نہیں ہے اور جس شخص نے اس کا ارتکاب کیا ہے اگر اوس کا پتہ بھی لگ جائے تو میں نے اوس کو اپنا خون بخشا۔ آپ بھی معاف فرما دیں۔" اوسکے بعد تین روز زندہ رہے۔ ہر روز ضعف بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ تیسرا روز جمعہ کا تھا۔ صبح کی نماز کے بعد جب میں حاضر ہوا تو فرمایا گیارہ نمازیں میری قضا ہوئیں۔ تمام بدن خون آلودہ ہے۔ سر اٹھانے کی طاقت نہیں ہے

نی مسئلہ یہہ ہے کہ اگر بیمار کو سر اٹھانے کی طاقت نہو تو نماز موقوف رکھنا چاہیئے۔ اور ابرو کے اشارے سے
زنیت۔ تم کو اس مسئلہ کے متعلق کیا معلوم ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مسئلہ ایسا ہی ہے۔ دوپہر کے بعد دونوں
ں کو اٹھاکر دیر تک فاتحہ پڑھتے رہے۔ جیسا کہ خواجہ نقشبند نے اس حالت میں فاتحہ پڑھی تھی۔ عصر کے وقت
ودی حاضر تھا۔ پوچھا دن کتنا باقی ہے۔ میں نے عرض کیا چار گھڑی۔ فرمایا ابھی مغرب دور ہے۔ مغرب کے وقت
ب شنبہ کر دسوین محرم تھی دو تین بار سانس تیز لی اور چل بسے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

(۹) مردان خدا کی موت ایسی ہوتی ہے۔ زندگی بھی پاک صاف ستھری۔ موت بھی خوف وہراس سے
اری۔ تمام عمر خدمت خلق کرتے رہے۔ نفع زیادہ پہنچایا۔ فائدہ کم اٹھایا۔ لقائے الٰہی کے ذوق نے مرگ کی
خیوں کو بھلا دیا تھا۔ بزرگان سلف سے ملنے کی آرزو نے دنیوی صحبتوں کو بے کیف کر دیا تھا۔ بروں کو بھی
چھا سمجھا۔ اون سے بدلہ نہ لیا اور معاف کر دیا ؎

مسکراتے ہیں پھول کانٹوں میں ؛ ہائے کیا شان دلربائی ہے۔

اری محی الدین شاہ عبداللطیف قادری ذوقی | ف ۸۰۲ تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۶۴، (ج) میں درج ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔

اری امین الدین بن سیف الدین ویلوری | ف ۸۰۳ تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۴۱، میں درج ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔

اری شیخ احمد مجددی | ف ۸۰۴ آپ قاری قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے فرزند قاری و عالم تھے حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے مرید تھے۔ والد کے حین حیات انتقال کر گئے
خ وفات ۱۱۹۸ھ ہے۔ پانی پت میں دفن ہیں۔

اری شیخ رکن الدین احمد ثانی گجراتی | ف ۸۰۵ مولد احمد آباد۔ ولادت ۱۱۴۱ھ۔ سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا۔ تجوید و قرات سے واقف تھے
س و تدریس میں ساری عمر صرف کر دی۔ ۱۱۹۸ھ میں وفات ہوئی۔ احمد آباد میں دفن ہیں۔

اری قاضی محمد بن ابو محمد انصاری تلمسانی المغربی ثم مدراسی | ف ۸۰۶ تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۶۲، میں درج ہیں
اں ملاحظہ ہوں۔

اری سید عبدالرزاق حسینی زبیدی قادری | ف ۸۰۷ والد کا نام سید مرتضیٰ حسینی وطن بلگرام۔ ولادت ۱۱۴۵ھ۔ حنفی المذہب۔ محدث۔ قاری۔ فقیہہ۔

صاحب لغات،۔ ادیب۔ جامع علوم عقلیہ و نقلیہ۔ زیارت و تحصیل علم کی غرض سے اوائل عمر ہی میں ہندستان سے نکلے۔ علمائے زبید۔ مصر و حجاز سے علوم حاصل کئے۔ شیخ احمد علوی۔ عبدالخالق زبیدی۔ ابوالعباس احمد بن علی دمشقی۔ جمال محمد بن احمد حنبلی یہہ سب آپ کے اساتذہ تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے اساتذہ سے استفادہ کیا۔ پھر زبید ہی میں قیام کیا۔ مرض طاعون سے ۱۲۰۵ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کی تصانیف کی تعداد (٦٦) ہے۔ [1]

قاری حافظ نور محمد بجبیل مہاروی

ف ۸۰۸ آپ بجبیل مہار علاقہ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ پہلے قرآن حفظ کیا۔ دہلی آکر تجوید و قرارت و دیگر علوم حاصل کئے۔ سنہ ۱۱۵۰ھ میں مولانا فخر کے مرید ہوئے۔ ریاست بھاولپور میں کام کیا۔ سنہ ۱۲۰۵ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کے ممتاز شاگرد قاضی مولانا محمد عاقل تھے [2]

قاری عبدالمجید دہلوی

ف ۸۰۹ وطن دہلی سنہ ولادت تقریباً سنہ ۱۱۴۰ھ تجوید کی بڑی خدمت لی وفات تقریباً سنہ ۱۲۱۰ھ میں ہوئی۔ شاگرد قاری کرم اللہ تھے۔

قاری حافظ معزالدین لاہوری

ف ۸۱۰ قاری حافظ محمد اسمٰعیل مدرس لاہوری سے جو بابرکت سلسلہ لاہور میں جاری تھا اوس کی ایک کڑی قاری حافظ معزالدین لاہوری تھے۔ قاری حافظ محمود کے انتقال کے بعد آپ نے اس مدرسے کی ۲۴ سال تک خدمت کی۔ بہت سے قاری و حافظ بنائے۔ سنہ ۱۲۱۲ھ میں انتقال ہوا۔

مقری قاضی ثناء اللہ پانی پتی

ف ۸۱۱ وطن پانی پت۔ بچپن سے علوم سے دلچسپی تھی۔ زبردست عالم و فقیہہ و مفتی گذرے ہیں۔ ایک عرصہ تک قضاوت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ قرآن شریف سے خاص شغف تھا۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے ارشد تلامذہ میں سے تھے حضرت کی طرف انتساب کرکے تفسیر مظہری بڑی مقبول تفسیر لکھی جو طبع ہو چکی ہے۔ اس تفسیر میں فقہ اور تصوف کے مسائل بڑی خوبی سے حل کئے گئے ہیں۔ حال ہی میں اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے سنہ ۱۲۱۶ھ میں وفات ہوئی۔ پانی پت میں کبیرالاولیاء کے مزار سے قریب ایک احاطے میں دفن ہے۔ مجھے بھی مزار پر فاتحہ خوانی کا موقعہ ملا ہے۔

---

[1] تذکرۂ علمائے ہند۔ از رحمٰن علی

[2] تذکرۂ اولیائے ہند از محمد اختر دہلوی

(ب) آپ نے اپنی تصنیف ارشاد الطالبین میں قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنے پر زور دیا ہے مگر گلے بازی کو ناپسند فرماتے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "قرآن بہ تصحیح و تجوید و حسن صوت بے تغنی بخوانند۔"

مقری معین الدین کوکنی

ف ۸۱۲ وطن بمبئی۔ آپ کا خاندان بمبئی میں ممتاز تھا۔ لڑکپن ہی میں علوم حاصل کئے۔ تجوید و قرات قاری دلدار علی شاہ سے سیکھی جو قاری میر عبداللہ دہلوی کے شاگرد تھے۔ اس طرح یہہ بابرکت خاندان بمبئی میں مقیم رہا۔ یوسف شاعر آپ کے قرابت میں تھے جن کا پروفیسر نجیف اشرف ندوی نے اپنے مقالے میں ذکر کیا۔ کوکنی صاحب کی وفات سنہ ۱۲۱۵ھ کے بعد ہوئی۔

قاری مفتی امیر حیدر بلگرامی

ف ۸۱۳ مولد بلگرام۔ والد کا نام نور الحسنین۔ ولادت سنہ ۱۱۶۵ھ۔ محمد بن عبد الجلیل بلگرامی سے علوم سیکھے۔ پھر اورنگ آباد آکر مقری نور الھدیٰ سے تجوید و قرارت و دیگر علوم سیکھے۔ پھر کلکتہ میں قیام کیا۔ وہاں سے بلگرام آئے۔ پھر مرشد آباد میں امامت اختیار کرلی۔ وفات سنہ ۱۲۱۷ھ میں ہوئی۔

قاری مفتی محمد عوض

ف ۸۱۴ وطن بدایون۔ لڑکپن میں علوم کی تکمیل کی۔ حدیث و فقہ میں کمال حاصل کیا۔ علم قرآن و تجوید و ضبط قرارت سبعہ کے ماہر کامل تھے۔ قرارت میں چند رسائل سنہ ۱۱۸۸ھ میں لکھے جس کے قلمی نسخے مولوی صدیق حسن خان کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ بدایون سے آپ بانس بریلی جاکر وہیں مقیم ہوگئے۔ مفتی اسلام ہوئے۔ آپ کے تقدس اور علمی مہارت کی بڑی شہرت ہوئی۔ آصف الدولہ ایک بار بریلی آئے تو آپ سے ملاقات کی۔ اضافہ ٹیکس پر عوام حکومت کے خلاف ہوگئے مگر حضرت اوسکے موافق تھے اس لئے عوام حضرت سے بھی بدظن ہوگئے۔ آپ بریلی سے رامپور اور وہاں سے ٹونک گئے۔ وہیں سنہ ۱۲۲۰ھ میں انتقال کیا۔ مفتی صاحب کی بیٹی سے دو فرزند ہوئے دوسرے فرزند نواب صدیق حسن خان تھے (مآثر صدیقی از سید محمد علی حسن جلد اول)

قاری حافظ عبدالرحیم

ف ۸۱۵ شاہ عالم کے عہد حکومت میں لال قلعہ کے شاہی حفاظ میں سے تھے۔ متقی و پرہیزگار تھے۔ تجوید سے بخوبی واقف تھے۔ اونکے فرزند قاری حافظ احمد یار شاہ اکبر ثانی کے عہد حکومت میں ممتاز قاری و حافظ شمار ہوتے تھے۔ شاہی حفاظ میں شریک ہوئے۔ شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ انشاء کے خاص احباب میں شمار تھا۔ بڑے شگفتہ مزاج خوش طبع اور سخن فہم تھے۔ کن رسیدہ ہونے کے باوجود ذوق سے دوستوں کی طرح ملتے تھے۔

مقری حافظ مصلح الدین عباسی پانی پتی

ف ۸۱۶ وطن پانی پت۔ بارھویں صدی میں آپ

کی شخصیت ایک مرکزی حیثیت رکھتی تھی۔ لڑکپن ہی میں تقریباً جملہ علوم نیز تجوید و قراءت حاصل کئے۔ جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئے تو حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ وہاں اساتذہ وقت سے قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ حجازی لحن کو ہندوستان میں رائج کیا۔ واپسی کے بعد ایک عرصہ تک تجوید و قراءت کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کے فرزند قاری حافظ عبیدہ اللہ عرف قاری لالا تو اپنے وقت کے سرتاج مجودین تھے اور آپ کے شاگرد قاری حافظ قادر بخش نے اس فن کی بڑی خدمت انجام دی۔

نظام علی خان۔ آصف جاہ ثانی
۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۷ھ

ف ۸۱۷ شاہ عالم بادشاہ کے ہم عصر دکن میں نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی تھے۔ اس لئے دکن کے قراء کے تذکرہ کو ہم نے آصف جاہ ثانی کے تحت جمع کر دیا ہے۔ یہہ زمانہ پر آشوب تھا۔ نظام علی خان کو جنگ و جدال سے زیادہ سابقہ رہا۔ کیونکہ اونکے عہد میں مرہٹوں۔ انگریزوں۔ فرانسیسیوں پنڈھاری اور ٹھگ سب ہی کا زور تھا۔ تاہم علماء و قراء اپنا کام انجام دیتے رہے۔

قاری حافظ شاہ غلام حسین اورنگ آبادی

ف ۸۱۸ والد کا نام سید اسحاق۔ وطن جنیر۔ حفظ و تجوید و قراءت و علوم درسیہ سے فارغ ہوکر درس و تدریس میں لگ گئے شاہ علی رضا گجراتی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ اچھے قاری و حافظ تھے۔ ناصر جنگ شہید آپ کے مرید و معتقد تھے آپ نے تجوید و قراءت کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا۔ خاندان عنایت اللّٰہی کے اکثر بزرگ خصوصاً قاری قمر الدین وغیرہ آپ سے ملتے رہتے تھے۔ ۱۱۷۶ھ میں وفات ہوئی۔ جیلی پورہ اورنگ آباد میں دفن ہیں۔ بڑا گنبد اور خانقاہ اور مسجد اطراف میں ہیں[1] مصنف نور العنایت لکھتے ہیں کہ آپ کے والد کا نام سید شاہ شہاب الدین قادری تھا۔ والد کی زندگی تک جنیر میں رہے۔ اونکی وفات کے بعد اورنگ آباد میں سکونت اختیار کرلی۔ رمضان میں ہر شب ایک قرآن ختم کیا کرتے۔ سن بلوغ سے کبھی نماز باجماعت فوت نہیں ہوئی۔ عوض خان حاکم اورنگ آباد آپ کا مرید تھا۔ سید منیب اللہ سے آپ کو بیحد محبت تھی۔ آپ کے ہم عصر دوسرے بزرگ شاہ محمود صاحب پنچکی والے۔ شاہ محمد فخر الدین ترمذی سجادہ نشین شاہ نور حموی اور غلام علی آزاد بلگرامی تھے۔"

قاری نظام الدین احمد ثانی فرزند امام المدرسین

ف ۸۱۹ والد کا نام امام المدرسین مولانا محمد حسین حافظ و مقری۔ صدر مدرسہ بیدر۔ مولد بیدر۔ ۱۱۰۳ھ سنہ ولادت ہے۔ اپنے والد سے گو تحصیل علم کا موقعہ نہ ملا۔ مگر خاندانی روایات کو باقی رکھا۔ فن تجوید و قراءت

---

[1] تذکرہ اولیائے دکن از عبد الجبار آصفی

اصل کئے اں اچھی دستگاہ پیدا کی۔ اچھے خطاط تھے۔ والد نے جو رسالہ رسم الخط قرآن فارسی میں لکھا تھا اوس کی نقل
یا۔ وہاں اا اصل نسخہ کتب خانہ سعیدیہ واقع حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ آپ کی اولاد میں بھی تجوید و قراءت کا شوق جاری
عرصہ تک آپ کے فرزند ناصر الدین بھی اچھے قاری تھے۔ قاری نظام احمد ثانی (یا صغیر) کا انتقال ۱۱۸۹ھ میں ہوا
تو اپنے وقت

ی الدین ابو البقا ابن سید مجد الدین عرف خواجہ معصوم | **ف ۸۲۰** مولد۔ بالاپور۔ والد کا نام سید مجد الدین عرف سید شاہ محمد معصوم

انجام دی
ں نواب نظام۔ فرزند اکبر سنہ ولادت ۱۱۵۰ھ حصول علوم میں اپنے والد اور چچا سے استفادہ کیا۔ تجوید و قراءت سے
کے تذکرہ کو شغف تھے۔ قاری قمر الدین کی لڑکی سیدۃ النساء سے عقد ہوا۔ درس و تدریس و اصلاح کے کام میں لگے رہے
زمانہ پر آشوب ربیع الاول ۱۱۹۲ھ کو ہوئی جبکہ والد زندہ تھے۔ بالاپور میں مزار ہے۔

دوں۔ قرانی

فظ قمر الدین بن منیب اللہ | **ف ۸۲۱** آپ قاری حافظ عنایت اللہ کے پوتے اور قاری منیب اللہ کے فرزند دوم تھے۔ بہ مقام ایلچپور پیدا ہوئے۔ ولادت ۱۱۲۳ھ میں

جنیر۔ حفظ کے تفصیلی حالات فقرہ (۲۳۶) جلد اول میں درج ہیں۔

و تدریس میں
کے مرید و خلیفہ

سید شرف الدین ابو الوفا ابن سید مجد الدین عرف خواجہ معصوم | **ف ۸۲۲** مولد بالاپور۔ سید شاہ مجد الدین عرف سید معصوم

وضا قاری قمر فرزند دوم۔ ولادت ۱۱۵۴ھ میں ہوئی۔ ابتدائی کتب درسیہ والد ماجد سے پھر دیگر علمائے خاندان
ں۔ بڑا گنبد او۔ حافظ و قاری ہوئے۔ خوش الحان تھے قرآن مجید بہت کیفیت سے پڑھتے تھے۔ بالاپور سے اورنگ آباد
الدین قادری ابن عم زاد حاجی سید نور الہدیٰ و نور العلیٰ سے دیگر علوم حاصل کرکے سید قمر الدین کے ہاتھ پر بیعت کی۔ متقی
ں۔ رمضان الرام الطبع سلیم الوضع تھے۔ درس و تدریس میں عمر صرف کی۔ ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۹۲ھ کو بہ عمر ۳۸ سال
اکم اورنگ اوس وقت والد زندہ تھے۔ بالاپور میں دفن ہیں۔ لے

بزرگ شاہ م
رامی تھے۔"

جد الدین عرف خواجہ معصوم بالاپوری | **ف ۸۲۳** مولد بالاپور۔ والد کا نام سید شاہ محب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ بالاپوری۔ سنہ ولادت ۱۱۱۶ھ

ت مولانا محمد حسن اللہ نے کان میں اذان کہی۔ مولانا ظہیر الدین برادر بزرگ سے کتب درسیہ پڑھیں۔ تجوید و قراءت
لد بیدر۔ ۳۰ اپنے بڑے بھائی اور چچا ولی سے کی۔ مولانا ظہیر الدین ہی کے مرید و خلیفہ ہوئے ۱۱۶۹ھ میں حج
رکھا۔ فن تجوید شرف ہوئے۔ بیمار والدہ ساتھ تھیں اونکو پشت پر سوار کرکے ارکان حج ادا کئے۔ ناز کرتے تھے کہ

ایت المعروف بہ تذکرۂ پاک قلمی مرتبہ سید نور المستندی ابن حافظ سید نور المستندی

ہر حاجی صرف ایک حج ادا کرتا ہے اور میں دو حج ادا کرتا ہوں ایک کعبہ کو سر پر اٹھاکر دوسرے کعبے کا طواف کرتا ہوں"۔ حج سے واپسی پر بالاپور میں قیام کیا۔ درس و تدریس مشغلہ تھا۔ چند روز کیلئے بالاپور سے چچازاد بھائی قاری قمرالدین کی ملاقات کے لئے اورنگ آباد آئے۔ پھر واپس بالاپور چلے گئے۔ بالاپور میں لقوے کا مرض لاحق ہوا تو پھر اورنگ آباد جاکر علاج کرایا۔ صحت یاب ہوئے۔ ۲۶ رجب ۱۱۹۸ھ میں ۸۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔ بالاپور میں سید امام الدین کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ ؎۱

ف ۸۲۴ شیخ القراء دانا نورالھدیٰ اورنگ آبادی | تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۳۸ و ۲۳۹ میں درج ہیں۔

ف ۸۲۵ قاری شاہ غلام احمد کمبل پوش حیدرآبادی | والد کا نام شاہ غلام الحق۔ عالم و فاضل و قاری تھے حافظ بہت قوی تھا۔ فصوص الحکم ازبر تھی۔ جید حافظ تھے۔ تہجد میں قرآن شریف کثرت سے پڑھتے۔ تراویح میں قرآن شریف بہت زیادہ سنایا کرتے اور دنوں میں امامت نہ کرتے۔ ایک مرتبہ شاہ موسیٰ قادری نے وجہ پوچھی تو کہا عشاء میں وجہ بتاؤں گا۔ عشاء کی نماز میں امامت کے لئے خود بڑھ گئے۔ ایک رکعت میں پندرہ پارے پڑھے۔ سارے مقتدی بے چین ہو گئے۔ نماز کے بعد کہا "بس اسی لئے میں نماز نہیں پڑھاتا"۔ سید شاہ محمد قادری نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔ ۱۲۰۴ھ میں اونکی وفات ہوئی۔ حیدرآباد کی شرقی جانب دفن ہوئے۔ ؎۲

ف ۸۲۶ قاری حافظ سید غلام سرور خطیب | قاری حافظ غلام سرور ابن سید محمد مراد ابن سید عبدالرسول گجراتی الاصل بہت ذہین تھے۔ ۸ سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کرلی اپنے والد سید محمد مراد کے ہمراہ حیدرآباد آئے۔ یہاں کتب درسیہ خطیب حافظ محمد طاہر سے پڑھتے رہے جو ایک اچھے قاری بھی تھے۔ خطیب صاحب ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو یہ اونکی عیادت کو گئے۔ گفتگو میں خطیب صاحب نے اونکی ذہانت کا اندازہ لگایا اور اوسکے بعد توجہ زیادہ مبذول کردی۔ تجوید و قراءت کے متداول نصاب کی تکمیل کی۔ انتیس سال کی عمر میں اپنی لڑکی سے عقد کردیا۔ محمد طاہر کے انتقال کے بعد آپ مکہ مسجد کے خطیب مقرر ہوئے اور وہیں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ ۱۲۰۷ھ میں وفات ہوئی۔ روضہ شاہ ابوالحسن میں دفن ہوئے۔ ؎۳

؎۱ نورالعنایت المعروف بہ تذکرہ پاک قلمی مرتبہ سید نورالمقتدیٰ ابن حافظ سید نورالمہتدیٰ۔
؎۲ ۔ تذکرہ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔

قاری سید زین العابدین عرف کلیم اللہ بالاپوری

ف ۸۲۷ مولد بالاپور۔ والد کا نام قاری سید مجد الدین المعروف بہ خواجہ معصوم جن کے یہہ فرزند چہارم تھے ولادت ۱۱۶۱ھ میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا۔ تجوید و قراءت اپنے والد اور چچا سے سیکھی۔ ۱۱۸۱ھ میں بمقام اورنگ آباد قاری مولانا قمر الدین کی دختر دوم حور النساء بیگم سے عقد ہوا۔ اوسکے بعد درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔ ۲۶ شوال ۱۲۲۲ھ کو وفات ہوئی۔ ظہیر الدین کے حصار میں دفن ہوئے [۱]

قاری سید نور العلیٰ اورنگ آبادی

ف ۸۲۸ والد کا نام قاری قمر الدین جن کے یہہ فرزند دوم تھے۔ قاری نور الھدیٰ کے چھوٹے بھائی۔ مولد اورنگ آباد۔ ولادت ۱۱۶۰ھ۔ ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ نور الھدیٰ سے حاصل کی۔ تجوید و قراءت بھی ان ہی سے سیکھی۔ مدت العمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۲۲۳ھ کو حیدر آباد میں اونکی وفات ہوئی۔ عیدگاہ قدیم کے قریب دفن ہیں۔ مزار پر گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ تین لڑکے چھوڑے یہہ تینوں قاری تھے۔ (۱) سید نور الانبیاء (۲) سید نور الاولیاء (۳) سید نور الاصفیا۔ ایک لڑکی پوتی بیگم نام کی تھیں۔

قاری سید میران ابن سید شمس الدین

ف ۸۲۹ مولد اورنگ آباد۔ والد کا نام سید شاہ شمس الدین بن منیب اللہ ولادت ۱۱۵۷ھ۔ تجوید و قراءت والد سے سیکھی۔ بھڑکل کی مسجد میں امامت بھی کرتے تھے بعد ازاں ان میں مجذوبانہ کیفیت پیدا ہوگئی۔ لاولد رہے۔ سنہ وفات ۵ رجب ۱۲۲۴ھ ہے۔ مزار اورنگ آباد میں والد کے بازو ہے۔

مقری ابو العیاش محمد العلی بحر العلوم

ف ۸۳۰ فرنگی محلی۔ ولادت ۱۱۴۲ھ وفات ۱۲۲۵ھ۔ تفصیلی حالات نقرہ جات ۷۰۳ میں درج ہیں۔

اکبر ثانی ۱۲۲۱ھ تا ۱۲۵۳ھ

ف ۸۳۱ یہہ بادشاہ خود حافظ و قاری تھا۔ متقی و پرہیزگار تہجد گذار۔ خانگی زندگی بڑی بے لوث تھی۔ شب کو دو بجے بلاناغہ اٹھکر صبح تک عبادت میں مصروف رہتے۔ قاری عبد الرحمن خان احسان سے تجوید سیکھی تھی مگر انگریزوں نے جو اقتدار حاصل کر لیا تھا اوس کی وجہ سے اونکی حکومت صرف لال قلعہ کی حد تک محدود ہوکر رہ گئی تھی۔ تاہم لال قلعہ میں قراء و حفاظ کی کثرت تھی۔ شہزادے اور شہزادیاں و سلاطین زادیاں۔ یہہ سب تجوید و قراءت سے واقف تھیں۔ قاری قادر بخش پانی پتی بھی لال قلعہ کے قراء و حفاظ میں سے تھے۔ انھوں نے ایک رسالہ تجوید و قراءت ' اور

---

[۱] نور العنایت المعروف بہ تذکرۂ پاک قلمی مرتبہ سید نور المقتدیٰ فرزند حافظ نور المہتدیٰ

دوسری کتاب مختصر التجوید دونوں اردو میں ۱۲۴۲ھ میں لکھیں۔ اونکے قلمی نسخے حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہیں

(ب) کنز المعانی شرح شاطبی تصنیف جعبری جس کو کاتب حسین بن داؤد بن محمد بن احمد ساکن چتول نے نقل کیا تھا۔ اس کی کتابت ۱۲۴۷ھ سے قبل کی ہے۔ یہہ قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے سے دلی مرکزی لائبریری میں منتقل ہوا۔

(ج) نسعہ کے فروش کا ایک قرآن شریف جو یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خان کے حکم سے کاتب عبد الغفار خان نے ۱۲۸۱ھ میں لکھا تھا رامپور سے دلی مرکزی لائبریری میں منتقل ہوا (اس نسخے کا ذکر ٹونک کے نوابوں کے تذکرے میں آچکا ہے)

قاری نور الاولیاء ابن نور العلیٰ | **ف ۸۳۲** مولد اورنگ آباد۔ والد کا نام قاری سید نور العلیٰ ابن قاری قمر الدین ابن منیب اللہ ابن عنایت اللہ۔ والد سے تجوید و قراءت و دیگر علوم سیکھے۔ کشتی کا بہت شوق تھا۔ حج سے فراغت پانے کے بعد حیدرآباد آکر بڑے بھائی کے ساتھ کام کرتے رہے اون سے پہلے وفات پائی۔ الماس کی مسجد میں دفن ہوئے تاریخ وفات ۱۲۲۹ھ ہے۔[1]

قاری قاضی مولانا عاقل چشتی | **ف ۸۳۳** کوٹ مٹھن علاقہ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آٹھ برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ پھر علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ نور محمد بھیل نہاروی سے تجوید و قراءت سیکھی اور ان ہی کے مرید بھی ہوئے۔ دن بھر طلباء کو درس دیتے رہتے اور رات کو طالبان حق کی تعلیم فرماتے۔ اوقات منضبط تھے۔ زندگی میں توازن اور استقامت تھی۔ ۸ رجب ۱۲۲۹ھ کو وفات پائی۔ کوٹ مٹھن علاقہ پنجاب میں مزار ہے۔[2]

قاری نور المصطفےٰ اورنگ آبادی | **ف ۸۳۴** مولد اورنگ آباد۔ والد کا نام قاری حاجی قمر الدین ابن شاہ منیب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ۔ آپ تیسرے فرزند تھے۔ کتب درسیہ و تجوید و قراءت برادر کلاں حاجی نور الہدیٰ اور سید نور العلیٰ سے سیکھی۔ قاری نور الہدیٰ کے مرید تھے متدین متقی۔ پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ ۱۰ رمضان ۱۲۳۰ھ یوم پنجشنبہ کو انتقال ہوا۔ اورنگ آباد میں بڑے بھائی کے پاس دفن ہیں۔ نور المقتدیٰ انکے فرزند تھے۔[1]

قاری حافظ سید ضیاء الدین المعروف بہ اللہ دے صاحب | **ف ۸۳۵** وطن برہان پور۔ والد کا نام

---

[1] گلزار آصفیہ۔ تذکرہ اولیائے دکن نور العنایت

[2] تذکرہ اولیائے ہند از محمد اختر دہلوی

سیدشاہ نقی۔ حافظ قرآن و عالم باعمل تھے۔ تفسیر و حدیث و اصول و فروع۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم کے اچھے جاننے والے تھے۔ حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد دہلی پہنچے۔ وہاں مولانا شاہ لطیف کی خدمت میں رہے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ دہلی ہی میں ۱۲۳۵ھ میں انتقال ہوا۔ شاہ عبدالعزیز کے اونکے گھر انتقال کی خبر بھیجتے ہوئے تعزیت نامہ برہان پور روانہ کیا۔ شاہ ولی اللہ کے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے [۱]

قاری حافظ سید مجاہد الدین ابن سید معصوم بالاپوری

ف ۸۳۶ مولد بالاپور۔ والد کا نام شاہ مجد الدین سید محمد معصوم ابن شاہ محب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ۔ والد کے تیسرے فرزند تھے سنہ ولادت ۱۱۵۸ھ ہے۔ اورنگ آباد میں سید شمس الدین سے استفادہ کیا۔ اونکے انتقال کے بعد مولانا نور الہدیٰ سے درس لیتے رہے۔ حفظ و قراءت کی بھی تکمیل کی۔ جب مولانا قمر الدین سے بیعت کی درخواست کی تو مولانا نے فرمایا کہ "آپ کے والد میں کیا کمی ہے جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو۔ آپ اورنگ آباد سے بالاپور جاکر والد سے بیعت ہوئے اور یہیں درس و تدریس میں مصروف ہوگئے۔ بھونسلا کی جنگ میں شریک تھے۔ ۱۲۳۳ھ میں مولانا نور العلیٰ سے ملاقات کے لئے حیدرآباد گئے۔ واپس آکر ۲۰ رجب ۱۲۳۵ھ کو وفات ہوئی۔ بالاپور میں مزار ہے لاولد تھے۔ [۲]

قاری حافظ نور الانبیاء

ف ۸۳۷ مولد اورنگ آباد۔ والد کا نام سید نور العلیٰ۔ ابن حاجی شاہ محمد قمر الدین بن شاہ منیب اللہ ابن شاہ عنایت اللہ بالاپوری حافظ۔ قاری متوکل۔ ذاکر و شاغل۔ گوشہ نشین۔ اورنگ آباد سے اپنے والد کے ساتھ حیدرآباد آئے۔ الماس کی مسجد کو جو یاقوت پورہ میں ہے اور جو اوس وقت ویران ہوچکی تھی۔ آباد کیا۔ اوسی مسجد میں تراویح میں قرآن سناتے تھے آپ کی وجہ سے مسجد کی رونق بڑھ گئی۔ وہیں درس بھی دینے لگے۔ رمضان ۱۲۳۵ھ میں وفات ہوئی مسجد الماس ہی کے روبرو دفن ہوئے۔ [۳]

قاری محمد غوث خان شرف الدولہ شرف الملک

ف ۸۳۸ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۴۵ تا ۲۴۸ میں درج ہیں وہاں ملاحظہ ہوں

---

[۱] تذکرۂ اولیائے ہند از محمد اختر دہلوی
[۲] تذکرۂ اولیائے دکن از عبدالجبار آصفی۔ نور العنایت
[۳] گلزار آصفیہ۔ نور العنایت

قاری قاضی امام الدین خان کاکوروی | ف ۸۳۹ وطن کاکوری۔ والد کا نام ملا حمید الدین محدث بن غازی الدین کاکوروی۔ ولادت ۹ شوال ۱۱۶۶ھ تیسرے فرزند تھے۔ والد سے تجوید و قراءت و دیگر علوم حاصل کئے۔ قاضی نجم الدین سے بھی استفادہ کیا۔ پھر عبدالعلی فرنگی محلی کے شاگرد ہوئے۔ قراءت کی تکمیل لکھنؤ میں کی۔ بنارس کے قاضی مقرر ہوئے۔ ایک رسالہ تجوید میں لکھا جو غیر مطبوعہ ہے۔ حسن صورت۔ حسن سیرت و حسن صوت کے حامل تھے۔ وفات ۸ رجمادی الاولیٰ ۱۲۳۹ھ کو ہوئی۔ کاکوری میں دفن ہوئے۔ [۱]

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی راوی ہفت قرات | ف ۸۴۰ آپ اپنے والد شاہ ولی اللہ کے مرید خلیفہ و شاگرد تھے۔ وقت کے بے مثل محدث و مفسر و فقیہہ تسلیم کئے گئے۔ مقری سبعہ قرات تھے۔ اکثر قاریوں نے آپ سے سبعہ قرات سیکھی ہیں۔ آپ کا مسلک ورپاضت۔ زہد و تقویٰ، تلقین وہدایت تھا۔ علم و فضل میں کوئی ہمسر نہ تھا۔ آپ دن کے وقت مدرسہ میں دینی علوم کا درس دیتے تھے۔ اور رات کے وقت طالبان حق کی تعلیم و تلقین و توجہ میں مصروف رہتے تھے۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے فیض ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ بہت سے انگریز بھی استفادہ کیلئے حاضر ہوتے تھے جن میں الگزنڈر۔ فریزر اور سیٹن کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ تفسیر عزیزی میں ضاد کے مخرج پر بحث کی ہے۔ فن موسیقی کے بھی جاننے والے تھے۔ قرآن شریف خوش الحانی سے پڑھتے تھے وفات ۱۲۳۹ھ میں ہوئی۔ ولی اللٰہی قبرستان میں مہندیوں میں مزار مبارک والد کے مزار کے برابر واقع ہے۔

قاری شاہ عبدالقادر دہلوی | ف ۸۴۱ آپ شاہ ولی اللہ کے فرزند دوم تھے۔ آپ کو ارادت و خلافت اپنے پدر بزرگوار سے حاصل تھی۔ علوم دینی بھی والد ہی سے حاصل کئے آپ بڑے عالم و فاضل محدث و مفسر ہوئے۔ تارک الدنیا اور گوشہ نشین تھے۔ تمام عمر مسجد اکبری کے حجرے میں عبادت و ریاضت میں بسر کی۔ بے حد صابر۔ قانع و متوکل مزاج تھے۔ قرآن کا با محاورہ اردو ترجمہ آپکی یادگار ہے جو ابتک مشہور و مقبول ہے۔ تفسیر موضح القرآن بھی بڑی مقبول تفسیر ہے۔ آپکی وفات ۱۲۳۰ھ میں ہوئی۔ شاہ ولی اللہ کے پہلو میں دفن ہیں۔

قاری مولانا شاہ رفیع الدین | ف ۸۴۲ آپ شاہ ولی اللہ کے فرزند سوم تھے۔ علوم دینی کی تکمیل

---

[۱] مشاہیر کاکوری و نزھت الخواطر

بزرگوار اور انکے خلیفہ شاہ محمد عاشق سے کی تھی۔ اپنے زمانے کے عالم و فاضل۔ مشہور محدث و مفسر تھے۔ حضرت شیخ عبد العزیز بہت ضعیف ہوگئے تو آپ نے اونکی جگہ درس و تدریس۔ تلقین و ہدایت کا انجام دیا۔ قرآن مجید کا لفظی ترجمہ اردو میں اونکی یادگار ہے۔ ۱۲۳۰ھ میں وفات ہوئی۔ والد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

مولانا شاہ عبد الغنی

ف ۸۴۳ آپ شاہ ولی اللہ کے فرزند چہارم تھے۔ علوم دینی اپنے بڑے بھائی شاہ عبد العزیز اور شاہ رفیع الدین سے حاصل کئے۔ بڑے عالم و فاضل و پابند شریعت تھے۔ تمام عمر یاد الٰہی میں بسر کی۔ وفات ۱۲۲۷ھ میں ہوئی۔ والد کی مزار کے قریب دفن ہوئے۔

منشی محمد مسعود لکھنوی

ف ۸۴۴ آپ لکھنو کے متوطن تھے۔ قرآن مجید سے آپکو بیحد شغف تھا۔ تجوید و قراءت و عربی کی درسیہ کتب لڑکپن میں پڑھ لی تھیں۔ قرآنی رسم الخط سے واقفیت حاصل تھی۔ خوشنویس بھی تھے۔ قرآن مجید کے پانچ نسخوں کی کتابت کی تھی۔

(ب) اپنے فرزند منشی محمد ظہیر الدین خان کی تعلیم کی تکمیل خود اپنی نگرانی میں کرائی۔ ختم تعلیم کے بعد آپ کالج لکھنو میں فارسی کے پروفیسر ہوگئے۔ ابتداءً آپ کو قراءت و قرآن سے زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ مگر جب والد کا ۱۲۳۹ھ میں ہوا تو شب وفات ہی سے آپ نے تجوید پڑھنی شروع کی۔ رفتہ رفتہ قرآن سے لگاؤ پیدا ہوا۔ اوسکے بعد ۱۲۸۴ھ تک قرآن کا مطالعہ جاری رہا۔ آپ نے ۱۲۸۷ھ میں ترغیب القرآن کے نام سے ایک نولکشور پریس سے طبع کرایا۔ جس میں تلاوت و قراءت کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ میں نے خواجہ غلام محی الدین ملکاپوری کے کتب خانے میں دیکھا ہے۔

حافظ احمد یار فرزند حافظ عبد الرحیم

ف ۸۴۵ قاری حافظ احمد یار لال قلعہ کے شاہی حفاظ و قراء میں سے تھے۔ والد کا نام قاری عبد الرحیم تھا۔ لال قلعہ کے شاہی حفاظ تھے حافظ احمد یار انشاء کے خاص دوستوں میں تھے۔ یہ شگفتہ مزاج۔ خوش طبع آہم تھے۔ ذوق سے باوجود سن رسیدہ ہونے کے ہم عمر دوستوں کی طرح ملتے تھے۔ [1]

حافظ غلام رسول ویران

ف ۸۴۶ لال قلعہ کے شاہی حفاظ میں تھے۔ نابینا تھے۔ اکبر شاہ ثانی و بہادر شاہ کے زمانے میں قراءت و حفظ کی تعلیم دیتے رہے شاعری کا ذوق

---

[1] آب حیات، از محمد حسین آزاد

تھا۔ ویران تخلص کرتے تھے۔ استاد ذوق سے تلمذ حاصل تھا۔ محمد حسین آزاد کے ملنے والوں میں تھے۔ ؎۱

قاری حافظ غلام رسول شوق | ف ۸۴۷ پیدائش سنہ ۱۱۷۰ھ میں ہوئی۔ اچھے حافظ و قاری تھے۔ لال قلعہ کے شاہی حفاظ میں جگہ پائی دہلی میں کابلی دروازے کے پاس رہتے تھے محلہ کی مسجد میں بچوں کو درس دیا کرتے تھے۔ شیخ ابراہیم ذوق بھی ان ہی کے پاس پڑھنے لگے۔ غلام رسول صاحب شاعر بھی تھے۔ شوق تخلص کرتے تھے۔ ذوق کی شاعری کی ابتداء یہیں سے ہوئی۔

قاری حافظ شاہ غلام علی مجددی | ف ۸۴۸ آپ کے والد شاہ عبد اللطیف امرتسر کے رہنے والے تھے۔ آپکی ولادت سنہ ۱۱۵۸ھ کی ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے والد نے حضرت علیؓ کو خواب میں یہہ فرماتے دیکھا کہ اس بچے کا نام میرے نام پر رکھنا۔ آپکی والدہ کو بشارت ہوئی کہ اس بچے کا نام عبد القادر رکھنا۔ چچانے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم فرماتے ہیں کہ اس بچے کا نام عبد اللہ رکھنا چنانچہ والد نے علی۔ والدہ نے عبد القادر اور چچانے عبد اللہ کے نام سے پکارا۔ جب آپ سن رشد کو پہنچے تو غلام علی کے نام سے مشہور ہوئے۔

(ب) حافظہ قوی تھا۔ لڑکپن میں حفظ و قرات کی تکمیل کر لی۔ علوم متداولہ استادان وقت سے حاصل کئے۔ حضرت میرزا مظہر جانجاناں سے بیعت تھے اون ہی سے خلافت لی۔ اجل خلفاء میں آپ کا شمار ہے۔ سخت عبادت و ریاضت و مجاہدات کیا کرتے تھے۔ آپ کا تمام وقت ارشاد و تلقین، درس و تدریس میں گذرتا تھا جب لوگوں کا مرجوعہ بڑھا تو آپ نے ایک وسیع خانقاہ ترکمان دروازے کے قریب بنوائی جو آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی خانقاہ میں قرأت سبعہ کا درس پابندی سے ہوتا تھا۔ بعض پٹھانوں نے وہیں بیٹھ کر سبعہ قرأت کی کتابیں نقل کی ہیں۔

(ج) حضرت کی وفات سنہ ۱۲۴۰ھ میں ہوئی۔ خانقاہ ہی کے احاطے میں دفن ہوئے۔ مرشد کے مزار کے پہلو میں آپکی مزار ہے۔

(د) آپکے خلیفہ مجاز امام الدین مجددی تھے جو قاری سبعہ تھے اور آپکے بعد انھوں نے اس خانقاہ میں سبعہ کا درس جاری رکھا۔

قاری سبعہ محمد بیگ دہلوی | ف ۸۴۹ وطن دہلی۔ ولادت تقریباً سنہ ۱۱۷۰ھ۔ وفات تقریباً سنہ ۱۲۴۰ھ آپ شیخ القراء عبد الخالق متوفی کے سلسلے کی کڑی ہیں۔ قرات سبعہ کے

؎۱ آب حیات از محمد حسین آزاد

جاننے والے تھے دہلی میں آپ کی بڑی شہرت رہی۔ آپ نے قاری کریم اللہ سے قراءت سبعہ سیکھیں۔

شیخ القرا، حافظ محمد نسیم رامپوری

ف ۸۵۰ افغانی النسل۔ قاری حافظ عبید اللہ کے شاگرد جو مولانا مغربی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ قاری سبعہ ہوئے۔ خوش الحانی میں مشہور تھے۔ ادائی میں لاثانی۔ بہت تحقیق سے پڑھتے تھے۔ آپ نے رامپور میں ترویج تجوید و قراءت کے لئے ساز گار احول پیدا کیا۔ علوم متداولہ میں بھی دستگاہ حاصل تھی۔ آپکے داماد قاری حافظ فخر اللہ ابن شیخ اسلم تھے۔ آپ ہی سے تجوید و قراءت سیکھکر درس دیتے رہے۔ دوسرے نامور شاگرد (۱) حافظ شاہ ابو سعید مجددی (۲) قاری حافظ سید علی حسین (۳) قاری حافظ نجیب علی احقر (۴) قاری مولانا احمد علی چڑیا کوٹی وغیرہ تھے وفات تقریباً ۱۲۰۲ھ میں ہوئی۔ رامپور میں دفن ہیں[1]

قاری محمود عرب مدراسی

ف ۸۵۱ وطن حضرموت۔ ۱۱۸۵ھ میں مدراس آئے۔ تجوید و قراءت کے اچھے جاننے والے تھے۔ گھوڑوں کی سوداگری کرتے تھے۔ مدراس میں تجوید و قراءت کا کام بھی کیا۔ آپکے تین فرزند تھے۔ تینوں حافظ و قاری ہوئے (۱) قاری حافظ محمد عرب (۲) قاری حافظ عبد الرحیم (۳) قاری حافظ عبد الغفور۔ شاگردوں میں قاری محمد صاحب (۲) قاری مولوی احمد علی۔ یہہ دو مشہور ہوئے قاری محمود عرب کا انتقال تقریباً ۱۲۴۰ھ میں ہوا۔

قاری مولانا سید جمال الدین رامپوری

ف ۸۵۲ وطن لاہور۔ والد کا نام سید کفایت علی تھا۔ ایک درویش کی دعا سے سید کفایت علی کو ۱۱۳۸ھ میں اولاد ہوئی لڑکا ہونہار و ذہین تھا۔ دہلی بھیجکر شاہ ولی اللہ کے درس میں شریک کیا۔ جملہ علوم عقلی و نقلی حدیث و تفسیر و تجوید و قراءت سیکھی شاہ عبد العزیز آپ کے ہم سبق تھے۔ مولانا فخر الدین دہلوی سے بیعت کی۔ رامپور میں قیام کیا۔

(ب) آپ نہایت خوش خلق۔ منکسر المزاج تھے۔ ہر شخص کو تعظیم دیتے۔ درس و تدریس آپکا شغلہ رہا۔

(ج) مولوی عبد الماجد اپنے فرزند عبد الرحیم کو صغر سنی میں آپکی خدمت میں لے گئے۔ دیکھکر فرمایا۔ "آو حافظ عبد الرحیم"۔ والد نے عرض کیا اس نے تو ابھی ناظرہ بھی نہیں پڑھا ہے۔ فرمایا انشاء اللہ حافظ ہو جائے گا۔ یہہ اونکی دعا کی برکت تھی کہ قاری حافظ عبد الرحیم کی قراءت و حفظ کا چرچا خاص و عام میں ہر جگہ ہونے لگا۔

(د) مولانا سید جمال الدین نے طویل عمر پائی۔ ایک سو تین سال کی عمر میں ۱۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

---

[1] تذکرہ کاملان رامپور از حافظ احمد علی خان شوق

رامپور میں مدفون ہیں۔ ایک بڑا گنبد ہے۔ دوسرے قرا بھی صحن میں مدفون ہیں۔ [۱]

شاہ رفیع الدین قندھاری قاری ہفت قرات
ف ۸۵۳ آپکے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ ۳۶۱ میں درج ہیں۔

قاری محمد یوسف مکی ثم مدراسی
ف ۸۵۴ مدراس میں قاری منصر مصری کے ہم عصر ایک جید قاری محمد یوسف مکی تھے جو مکہ معظمہ سے آکر مدراس میں اقامت پذیر ہوئے ایک عرصہ تک تجوید و قراءت کی خدمت انجام دی۔ انتقال تقریباً ۱۲۴۱ھ میں ہوا۔

(ب) آپ کے شاگردوں میں قاری قادر خان ابن احمد خان تھے جنھوں نے مفید القاری کے نام سے ایک رسالہ لکھا جو ۱۲۶۷ھ میں بہ مقام مدراس طبع ہوا۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ اسلام مدراس میں محفوظ ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔

شاہ ابوالحسن ثانی نحوی ویلوری
ف ۸۵۵ آپ کے تفصیلی حالات فقرہ (۷۶۴) ج میں درج کئے گئے ہیں۔

قاری حافظ عبدالرحمٰن سورتی
ف ۸۵۶ وطن سورت۔ ولادت ۱۱۸۰ھ وفات ۱۲۴۵ھ۔ تجوید و قراءت کے اچھے جاننے والے۔ حافظ بھی تھے۔ ایک عرصے تک درس و تدریس کا کام کیا۔ آپکے شاگردوں میں ممتاز ہستی قاری شیخ اسمٰعیل سورتی کی تھی۔

قاری حافظ محمد اسمٰعیل شہید
ف ۸۵۷ آپ شاہ عبدالغنی کے فرزند تھے۔ ولادت ۱۱۹۶ھ میں ہوئی علوم شاہ عبدالعزیز سے سیکھے۔ حافظ و قاری ہوئے۔ اسلامی درد رکھتے تھے۔ سکھوں کی زیادتیاں دیکھ کر مسلمانوں کو منظم کرکے اونکے خلاف جہاد کیا۔ کئی جگہ فتح پائی۔ انگریزوں کو یہ بات بہت شاق تھی۔ انھوں نے سکھوں سے بھی سازش کی اور مولانا کو کہکر عقد بیوگان پر زور دیا جو پٹھانوں کو ناپسند ہوا۔ غرض سازش در سازش سے اور بعض ساتھیوں کی غداری سے ۱۲۴۶ھ میں شہادت پائی۔

قاری شیخ بن عبداللہ الحموی مدراسی
ف ۸۵۸ باہر سے آکر مدراس میں قیام کیا۔ خوش الحان ہونے کی وجہ سے بہ حیثیت قاری مشہور ہوئے۔ ولادت تقریباً ۱۱۸۲ھ وفات ۱۲۴۷ھ میں ہوئی۔ قاری عبدالوہاب مدارالامراء آپ کے شاگرد تھے۔

قاضی مفتی ولی اللہ فرخ آبادی
ف ۸۵۹ ساکن خیرآباد میں ۱۱۶۵ھ میں پیدا ہوئے۔ والدکے

---

[۱] تذکرہ کاملان رامپور از حافظ احمد علی خان شوق

ساتھ فرخ آباد گئے۔ وہاں علوم حاصل کئے۔ پھر قنوج جاکر باقی علوم کی تکمیل کی۔ شیخ عبدالباسط بن رستم علی کے درس میں شریک ہوئے ۱۱۸۹ھ میں حج کے لئے گئے۔ تجوید و قراءت و حدیث پہلے شیخ احمد بن سعید سے پھر شیخ عبد الملک۔ پھر شیخ ابراہیم شافعی سے سیکھی۔ سات سال وہاں رہکر ۱۱۹۶ھ میں ہندوستان واپس آئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ فرخ آباد میں ایک بڑا مدرسہ ۱۲۲۴ھ میں قائم کیا۔ عوام نے کثرت سے فائدہ حاصل کیا۔ ۵ رجب بروز دوشنبہ ۱۲۲۶ھ کو انتقال ہوا۔ [۱]

قاری حافظ شاہ ابوسعید مجددی

ف ۸۶۰ شاہ ابوسعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ معصوم مجددی۔ ولادت بمقام رامپور ۱۱۹۶ھ میں ہوئی۔ گیارہ برس کی عمر میں حفظ کیا۔ قاری محمد نسیم سے تجوید و قراءت سیکھی۔ علوم عقلی و نقلی مفتی شرف الدین رامپوری سے سیکھے۔ نیز مولانا شاہ رفیع الدین سے استفادہ کیا۔ شاہ عبدالعزیز سے حدیث کی سند لی۔ ۱۲۲۵ھ میں شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوکر نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک طے کیا اور خلافت حاصل کی۔ ۱۲۴۹ھ میں فریضہ حج سے فارغ ہوئے۔ حج کو جاتے وقت شاہ احمد سعید کو اپنی جگہ خانقاہ میں چھوڑا۔ اور بڑے صاحبزادے عبد الغنی کو اپنے ساتھ رکھا۔ حج سے واپسی کے بعد دہلی میں قیام کیا ۱۲۵۰ھ میں وفات ہوئی۔ شاہ غلام علی کے پہلو میں اونکی خانقاہ میں دفن ہوئے۔ [۲]

قاری حافظ منصر مصری ثم مدراسی

ف ۸۶۱ تقریباً ۱۲۰۵ھ میں ایک جید قاری و حافظ مصر سے مدراس میں وارد ہوئے۔ جنھوں نے اپنے کمالات کی وجہ سے بہت جلد شہرت و مقبولیت حاصل کرلی۔ مدراس میں تجوید و قراءت کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا وفات تقریباً ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ والاجاہی قبرستان میں دفن ہیں۔ ابتک اونکی قبر پر فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔ اونکے شاگردوں میں قاری محمد صاحب و مولوی احمد علی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ جنھوں نے ایک عرصے تک تجوید کی خدمت انجام دی۔

قاری مولانا عابد عرف شاہ نور بھاگلپوری

ف ۸۶۲ مولانا شہباز محمد دیوریہ کے سجادہ نشین وطن بھاگل پور۔ عالم و قاری تھے۔ درس و تدریس میں مصروف رہاکرتے تھے۔ آپکے فرزند محمد اشرف بھی عالم و قاری تھے۔ جنھوں نے قراءت کے رسالے شائع کئے۔ مولانا عابد کی وفات سنہ ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔

---

[۱] نزہت الخواطر جلد ہفتم از مولانا عبد الحی

[۲] تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق

قاری غلام نبی ابن شاہ غلام سرور خطیب مکہ مسجد

ف ۸۶۳ والد کا نام قاری حافظ شاہ غلام سرور جو کہ مسجد کے خطیب تھے اون کا ذکر نقرہ نمبر ۸۲۶ میں آچکا ہے۔ غلام نبی نے اپنے والد سے تجوید و قرارت اور حفظ کی تکمیل کی۔ والد کے انتقال کے بعد خود مکہ مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ صاحب زہد و تقویٰ تھے۔ خوش الحانی کے لئے مشہور تھے۔ سنہ ۱۲۵۲ھ میں انتقال ہوا۔ بود علی شاہ کی کھڑکی کے پاس مدفون ہیں۔ ے[۱]

قاری شیخ امین الدین محدث کاکوروی

ف ۸۶۴ وطن کاکوری۔ ابن حمید الدین بن غازی الدین بن محمد غوث کاکوروی۔ علامہ روزگار تھے۔ ولادت سنہ ۱۱۶۴ھ میں ہوئی۔ علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد سے کی۔ اوسکے بعد شاہجہان پور جاکر قاضی نجم الدین سے عبد العلی لکھنوی سے اور امام بخش سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں شیخ العلم سند بھیلوی حیدر علی بن حمد اللہ۔ محمد ضیاء الشریف الحسینی بریلوی سے شرف تلمذ رہا۔ پھر حرمین شریفین جاکر سنہ ۱۱۸۷ھ میں حج کیا۔ شیخ ابو سعید کے مرید ہوئے مدینہ میں چھ ماہ قیام کیا۔ ابو الحسن بن محمد صادق السندھی سے حدیث و قرارت کی سند لی۔ میر داد مکی کو الجزریہ سنایا۔ ہندوستان واپس آکر شیخ ابو سعید کے ساتھ مدراس میں قیام کیا۔ پھر کاکوری واپس ہوئے۔ درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ وفات سنہ ۱۲۵۳ھ میں ہوئی۔ کاکوری میں دفن ہیں۔ ے[۲]

قاری حافظ محمد یار خان

ف ۸۶۵ تفصیلی حالات فقرہ نمبر (۷۹۳) میں درج ہیں۔

نواب ناصر الدولہ آصف جاہ چہارم سنہ ۱۲۴۴ھ تا سنہ ۱۲۷۳ھ

ف ۸۶۶ ہندوستان کے دیگر مقامات کے مقابلہ میں دکن میں امن و سکون کا دور دورہ تھا۔ اسلئے یہہ زمانہ تجوید و قرارت و اشاعت علوم کے لئے سازگار رہا۔ بہت سے جید قاری خاص بلدہ حیدرآباد میں و ریاست کے دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے تھے جنھوں نے بڑی اہم خدمات انجام دیں۔

(ب) آصف جاہ چہارم نے علماء کی بڑی قدر و منزلت کی۔ اونکے نام مناصب و تنخواہیں منظور کیں اس لئے دور دور سے علماء و قراء یہاں آکر بس گئے۔ یہہ سرپرستی کا سلسلہ ایک سو سال تک جاری رہا مشاہیر قراء کے نام یہاں درج ہیں۔

ے[۱] گلزار آصفیہ

ے[۲]۔ نزھت الخواطر جلد ہفتم از مولانا عبد الحی

قاری مولوی محمد حیدر لکھنوی | ف ۸۶۷ خاندان فرنگی محلی کے چشم و چراغ۔ والد کا نام محمد مبین نسباً سلسلہ عبد العلی بحر العلوم سے ملتا تھا۔ آپ قاری بھی تھے۔ لکھنو سے حیدر آباد تشریف لائے۔ اچھے واعظ تھے۔ مکہ مسجد میں وعظ کیا کرتے تو بیٹھنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ آپ کو منیر الملک اور مہاراجہ چندو لال نے بڑی بڑی منصبین دے رکھی تھیں۔ سنہ ۱۲۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ ان کے فرزند مولوی محمد ظہور بھی اچھے قاری و واعظ تھے۔ والد کے انتقال کے بعد حیدر آباد آ کر رہ گئے تھے ؎۱

قاری حافظ محمد علی دہلوی | ف ۸۶۸ دہلی سے آکر حیدر آباد میں آپ نے اردو محلہ میں گاڑی خانے کی مسجد میں اقامت اختیار کی۔ متقی و پرہیز گار حافظ و قاری تھے قرآن شریف خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ مصنف گلزار آصفیہ نے آپ کو "عابد شب زندہ دار و زاہد بیدار" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ محی الدولہ احمد یار خان و دیگر عمائد آپ کے مرید تھے۔ سنہ ۱۲۵۹ھ میں انتقال ہوا۔ ؎۲

شیخ القراء حافظ قاری میر شجاع الدین قاری ہفت قرات | ف ۸۶۹ آپکے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۶۲ تا ۲۶۶ میں درج ہیں

قاری محبوب علی شاہ مجذوب | ف ۸۷۰ ولادت سنہ ۱۲۰۰ھ میں ہوئی۔ وطن حیدر آباد دکن۔ ابتدائی عمر میں تجوید و قراءت و علوم سیکھے بعد میں جذب طاری ہو گیا۔ کبھی کبھی مجذوبانہ انداز میں قراءت سناتے تھے تو لوگ بیحد متاثر ہوتے تھے۔ ستر سال کی عمر میں سنہ ۱۲۷۰ھ میں انتقال ہوا۔ چنچلگوڑہ پورہ بیرون شہر دفن ہوئے۔ ؎۲

مقری حافظ شاہ سعد اللہ صاحب مجددی | ف ۸۷۱ شاہ صاحب دہلی کے رہنے والے بڑے عالم و فاضل تھے۔ لڑکپن میں تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل کی حضرت میرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ تھے۔ دہلی سے حیدر آباد سنہ ۱۲۴۷ھ میں آئے۔ علم و فضل میں ان کی ٹکر کا کوئی تھا تو وہ قاری حافظ میر شجاع الدین صاحب تھے۔ آپ کی وجہ سے حیدر آباد میں سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ کی بڑی ترویج ہوئی۔ محمد نعیم المعروف بہ مسکین شاہ آپ کے اجل خلفاء میں سے تھے بہ سنہ ۱۲۷۱ھ مطابق سنہ ۱۸۵۴ء میں وفات پائی۔ اردو محلہ میں بڑا گنبد و مسجد و خانقاہ ہے۔ ؎۳

قاری حافظ سید اشرف ایلچپوری | ف ۸۷۲ علاقہ برار کے شہر ایلچپور میں سید اشرف صاحب

؎۱ مراۃ الکونین۔ گلزار آصفیہ ؎۲ گلزار آصفیہ ؎۲ گلزار آصفیہ

؎۳ مراۃ الکونین و گلزار آصفیہ۔

فرزند محمد فقیہہ نواب نامدار خان کے ہم عصر تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب سید شمس الدین استاد شاہ عبدالرحمٰن بخاری وشہید ایلچپوری تک ملتا ہے۔ لڑکپن میں خاندان عنایت اللٰہی سے حصول علوم کے علاوہ قرات بھی سیکھی اور حفظ کی بھی تکمیل کی۔ حافظہ کا یہہ حال تھا کہ کبھی لقمہ نہیں لیتے تھے۔ ایلچپور کے خطیب رہے وفات سنہ ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ ایلچپور میں دفن ہیں۔

بوظفر بہادر شاہ سنہ ۱۲۵۳ھ تا سنہ ۱۲۷۳ھ

و ۸۷۳ بوظفر بہادر شاہ متقی و پرہیزگار۔ قاری وحافظ ہونے کے علاوہ عابد شب زندہ دار بھی تھے۔ لڑکپن ہی میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ مستند قاریوں سے قرادت سیکھی تھی جن کا ذکر لال قلعہ کے قراء وحفاظ کے ضمن میں آئے گا۔ قرآن روزانہ پابندی سے پڑھا کرتے تھے۔ رسم الخط قرآنی سے بھی بخوبی واقف تھے۔ اچھے خوشنویس تھے خاندانی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے بوظفر بہادر شاہ بھی قرآن مجید کی کتابت کرتے تھے۔ نسخ میں ترکیتا مانے گئے ہیں۔ خوشنویس تمنا کرتے تھے کہ کسی طرح اون سے تلمذ حاصل ہو جائے۔ چنانچہ منشی ممتاز علی کئی سال تک اس فکر میں رہے کہ کس طرح تلمذ کا موقعہ حاصل ہو جائے۔ بڑے سوچ بچار کے بعد نسخ میں قطعات لکھ کر جامع مسجد کے اوس مقام پر جہاں بادشاہ سلامت تشریف فرما ہوتے تھے آویزاں کر دیئے۔ جمعہ کی نماز کے لئے جب بادشاہ سلامت آئے تو اون قطعات پر نظر پڑی۔ جب کاتب کے بارے میں دریافت فرمایا تو فوراً منشی ممتاز علی سامنے آکر آداب بجالائے۔ بادشاہ نے پوچھا کس سے تلمذ حاصل ہے۔ عرض کیا کسی سے نہیں عرصے سے جہاں پناہ کے سلسلۂ تلمذ میں داخل ہونے کا شوق ہے۔ فرمایا "اچھا آیا کرو" اوسوقت سے ممتاز علی اصلاح لینے لگے اور اپنے زمانے کے ماہر خطاط بن گئے۔ اونکو نزھت رقم کا لقب ملا تھا۔ منشی صاحب نے میرٹھ میں چھاپہ خانہ قائم کیا۔ سنہ ۱۲۸۵ھ میں منشی صاحب ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔ اونکے دو فرزند منشی مشتاق علی اور منشی عبدالغنی بھی خطاطی کے فن کے کمال میں غیر معمولی شہرت رکھتے تھے۔ خصوصاً نسخ (اعرابی) میں منشی مشتاق علی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی کتابت کے لئے سب سے پہلے ارباب مطابع کی نظر ان ہی پر پڑتی تھی۔ منشی ممتاز علی کو خطاطی کا کمال اونکے لڑکوں ہی تک محدود نہ رہا: بلکہ باپ بیٹوں نے کثیر تعداد میں لوگوں کو اس فن کی تعلیم دی۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے طول وعرض میں جتنے کاتب پھیلے ہوئے ہیں اونکی بڑی تعداد کو بالواسطہ یا بلاواسطہ ان ہی دو صاحبوں سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ منشی ممتاز علی کے ایک اور شاگرد منشی محبوب علی میرٹھی تھے۔ جن سے مولانا اشتیاق احمد صدر شعبۂ کتابت دارالعلوم دیوبند نے خطاطی کا فن سیکھا۔ یہہ بھی ممتاز و یگانۂ روزگار خطاط مانے گئے۔ مجتبائی پریس میں قرآن مجید کا ایک نسخہ خاص اہتمام سے سنہ ۱۲۸۰ھ میں طبع کیا گیا تھا جس کی کتابت منشی ممتاز علی اور تصحیح مولانا محمد قاسم نانوتوی

نے کی تھی۔ ؎۱

ف ۸۷۴ قاری حافظ کریم اللہ دہلوی نے فن تجوید میں ایک رسالہ موسوم بہ وسیلہ القاری علی کلام الباری بزبان اردو ۱۲۵۴ھ میں مرتب کیا۔ اس کی ایک ایک کاپی حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری۔ اور سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک میں موجود ہے۔

(ب) قاری حافظ کریم اللہ نے ایک اور رسالہ "منبع عرفان فی سبعہ قرأت و رسم القرآن" کے نام سے ۱۲۷۹ھ میں لکھا جس کا ایک نسخہ سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک میں محفوظ ہے۔

ف ۸۷۵ سید محمد دہلوی نے ایک رسالہ "نہایت البیان فی مقاصد القرآن" ۱۲۵۵ھ بزبان فارسی لکھا۔ جس کا ایک نسخہ فی الوقت حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۷۶ قاری غلام مرتضیٰ نے منظوم رسالہ قرأت ۱۲۵۷ھ میں لکھا جس کا قلمی نسخہ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔

ف ۸۷۷ قاری محمد فخر اللہ نے جو قاری محمد نسیم رامپوری کے داماد تھے قرأت کا ایک اردو رسالہ موسوم بہ "فخر المتعلمین" ۱۲۵۸ھ میں لکھا۔ جس کی ایک نقل دار العلوم دیوبند کے کتب خانے میں موجود ہے

ف ۸۷۸ ایران میں قرأت کا ایک رسالہ شاہ عباس ثانی کے زمانے میں عبد الرضا ابن جلال نے ترتیب دیا تھا جو سید ابو القاسم کی کتاب منظومہ کی شرح ہے اس کی نقل ناظم الدولہ کی فرمائش پر ۱۲۵۹ھ میں کی گئی تھی۔ دوسری نقل ۱۲۷۸ھ میں محمد باقر نے کربلا میں کی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ ڈاکٹر عبد الحق مرحوم کے کتب خانے واقع مدراس میں میں نے دیکھا تھا۔

ف ۸۷۹ احمد عفیف بن اسعد اللہ خان نے المواھب الملیہ فی تعریب تجوید الادبیہ ۱۲۶۰ھ میں بزبان عربی لکھی۔ جس کا قلمی نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۰ قاری عنایت حسین نے "نور ہدیٰ" کے نام سے اردو میں تجوید کا رسالہ لکھ کر ۱۲۶۱ھ میں طبع کرایا۔ جس کا نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۱ قاری سید حسن نے "کتاب تجوید" بزبان فارسی ۱۲۶۴ھ میں لکھی جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۲ زینت القاری دوسری بار ۱۲۶۴ھ میں طبع ہوئی۔

؎۱ حیات قاسمی از مولانا مناظر حسن گیلانی صفحہ ۵۳۴ - ۵۳۲ نوٹ

ف ۸۸۳ قاری محمد بن علی بن محمد الحسینی نے "تجوید القرآن" بزبان فارسی ۱۲۶۵ھ میں لکھی۔ اس کا قلمی نسخہ سعیدیہ ڈسٹرکٹ لائبریری ٹونک میں موجود ہے۔

ف ۸۸۴ قاری حافظ محمد علی خان جلال آبادی ثم الدہلوی نے ۱۲۶۶ھ میں قرات سبعہ کے موضوع پر اردو میں "حرز الاصول والفروع" تصنیف کی۔ عبدالرحیم خان نے ۱۲۷۰ھ میں اوسکی کتابت کی تھی۔ قاری حافظ محمد علی خان کے ایک شاگرد قادر محی الدین عرف محمد غوث نے حسب فرمائش عبدالرشید خان دہلوی قطعہ تاریخ لکھا جس کا آخری مصرع ہے۔ ع "مجمع تجوید کتاب کریم" ۱۲۶۶ھ اس کا ایک قلمی نسخہ فی الوقت عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۵ مفتی محمد سعد اللہ رامپوری نے جو علامہ روزگار اور تجوید کے ماہر تھے قرات میں تین کتابیں لکھیں (۱) رسالہ خلاصۃ النوادر یہ اختلافات سبعہ پر فارسی کی کتاب ہے، جو مظاہر العلوم واقع سہارن پور کے کتب خانے میں موجود ہے (۲) رسالہ قرات منظومہ (۳) قرات سبعہ بنائل التجوید والقرات۔ یہ دار العلوم دیوبند کے کتب خانے میں موجود ہے۔

ف ۸۸۶ قاری یوسف حسین مکی القدرری نے فوائد قرات القرآن بمقام بلدہ مدراس ۱۲۵۰ھ میں لکھی جو ۱۲۶۶ھ میں طبع ہوئی۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ اسلام مدراس میں محفوظ ہے۔

ف ۸۸۷ ایک اور تجوید کی کتاب اختصار معروفیہ ہے یہ شرح شاطبیہ منظوم ہے جس کو بزبان فارسی قاری فاضل خان نے مکہ معظمہ میں مرتب کیا تھا۔ اس کا ایک نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۸ "نور الازہر فی شرح المجمع الاکبر" قرات سبعہ پر النہروانی قاری عبداللطیف کی عربی کتاب ہے جو ۳۸۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بین السورتین بسم اللہ کے ساتھ ملانے کی صورت میں ضربی عدد کی تفصیل بتلائی ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۸۹ قاری محمد حسن علی ہاتفی شاہجہان پوری نے رموز القرآن کے نام سے تجوید کا ایک رسالہ ۱۲۷۰ھ میں لکھ کر شائع کیا۔ جس کا ایک نسخہ حیدر آباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۹۰ قاری حافظ محمد رضا علی بنارسی نے رغائب الالباب بزبان فارسی ۱۲۷۱ھ میں لکھا جس کا قلمی نسخہ حیدر آباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۹۱ المنتخب التجوید قلمی مدراس کے قلمی کتب خانے میں موجود ہے۔

ف ۸۹۲ حاجی مقری محمد میاں اورنگ آبادی نے "تجوید محمدی" بزبان عربی ۱۲۷۳ھ میں لکھی جس کا ایک نسخہ حیدر آباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

ف ۸۹۳ ایک ہی عہد میں قلمی و مطبوعہ کتب تجوید کی طبع و اشاعت فن تجوید کی مقبولیت کا ثبوت ہے اس زمانے میں شائقین فن بڑی محنت سے کمیاب کتابوں کی نقل کر کے اونکی اشاعت کا سامان بہم پہنچایا کرتے تھے۔ غرض پانی پت اور دہلی تجوید و قراءت کے مرکز بنے ہوئے تھے۔ قاری حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث قاری کبیر الدین۔ قاری نجیب اللہ۔ قاری عبدالرحمٰن بن چودھری۔ عبدالصمد یہ سب پانی پت میں اشاعت تجوید و قراءت میں مصروف تھے۔

(ب) ہم عصر قراء کے حالات بیان کرنے سے پہلے لال قلعہ کے قراء و حفاظ کا اجمالی ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

لال قلعہ کے قراء و حفاظ

ف ۸۹۴ شاہان مغلیہ کے خاندانی روایات کے مطابق قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم کے بعد ہر بچے سے حفظ و قراءت کی تکمیل کرائی جاتی تھی اوسکے بعد دوسرے علوم کی طرف توجہ کی جاتی تھی۔ چنانچہ شاہ عالم قاری و حافظ تھے۔ غلام قادر روہیلے نے دولت نہ پاکر جب شاہ عالم کی آنکھیں نکلوادیں تو شاہ عالم نے کہا کہ میری اصلی دولت تو میرے سینے میں ہے جس کو کوئی نہیں چھین سکتا۔ اس دولت سے مراد دولت حفظ قرآن تھی۔

(ب) شاہ عالم کے بعد اکبر ثانی حافظ و قاری و خوشنویس تھے۔ اونکے بعد ابوظفر بہادر شاہ بھی حافظ وقاری و خوشنویس ہوئے۔ ہر شہزادہ اور ہر شہزادی کی باضابطہ تعلیم کے لئے حافظ و قاری و خوشنویس و عالم الگ الگ مقرر ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ لال قلعہ میں حفاظ و قراء و خوشنویسوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اون میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:۔

ف ۸۹۵ طبقہ امراء میں قراءت و حفظ کا ایک نامور سلسلہ نواب محب الدولہ قاری حافظ غلام رسول خان کا خاندانی سلسلہ تھا۔ یہہ خان پور۔ اوکھلا۔ سن کھیڑا اور کنبیڈے کے جاگیردار تھے۔ غلام رسول خان محمد شاہ کے زمانے میں بارسوخ و با اثر امراء میں سے تھے اونکے تین لڑکے تھے اون کا خاندانی شجرہ ذیل میں درج ہے:۔

(شجرہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

ف ٨٩٦ قاری حافظ نواب غلام رسول خان کے حالات فقرہ نمبر ٧٩٦ میں درج ہیں اونکے خلف اکبر قاری حافظ نواب عبدالرحمن خان عرف موسیٰ خان المتخلص بہ احسان المخاطب بہ صمصام الدولہ شہامت جنگ عالم۔ حافظ قاری اور شاعر تھے۔ اولاً شاہ عالم کے استاد رہے بعد ازاں اکبر ثانی کے۔ من بعد بہادر شاہ کے طویل عمر پائی تھی۔ ایک سو پچیس سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ جگت استاد کے نام سے مشہور تھے۔ بہادر شاہ اونکو استاد جیو کہکر پکارتے تھے۔ محمد حسین آزاد نے اپنے مشہور تذکرہ آب حیات میں اون کا شمار قدیم استادوں میں کیا ہے۔ لال قلعہ میں آپ کی بڑی توقیر تھی۔

(ب) ولادت سنہ ١١٤٠ھ۔ وفات سنہ ١٢٦٥ھ میں ہوئی۔ اکثر و بیشتر شہزادوں و شہزادیوں کو قرأت و حفظ میں آپ سے تلمذ رہا۔ سیاہ فام تھے۔

(ج) شاعر ہونے کی حیثیت سے مشاعروں میں شرکت فرماتے تھے۔ کبھی دوسرے شعرا سے نوک جھوک بھی ہو جاتی تھی۔ مگر سب عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شاعر ناراض ہو گیا تو مشاعرے میں انکی ہجو میں ایک شعر کہہ دیا۔ جو ادبی اعتبار سے بلند پایہ ہے۔ آپ کی کالی رنگت کی طرف چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

اے خال رخ یار تجھے ٹھیک بناتا ❊ جا چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھ کر

اس سے شاعر کی جودت طبع۔ سلیقہ مندی۔ انداز بیان کی خوبیاں کھل کر آتی ہیں۔ چہرے کو مصحف اور خال کو نظر نہ لگنے کا سامان سمجھ کر چھوڑ دینا نئی بات نہیں ہے۔ مگر جب ہم تلمیح و کنایے پر نظر ڈالتے ہیں تو اوس زمانے کے خوش اسلوبی بیان کی داد دینی پڑتی ہے۔

ف ۸۹۷ قاری حافظ غلام رسول خان کے دوسرے صاحبزادے نواب دلیر الدولہ دلاور الملک فیروز جنگ قاری حافظ محمد علی خان تھے۔ اونکی شادی خجستہ بیگم بنت عالمگیر ثانی سے ہوئی جو خود حافظ وقاریہ تھیں۔ اونکے بیٹے نواب احتشام الدولہ نصیر الملک رفعت جنگ قاری و حافظ علی محمد خان تھے آپ بڑے خوش الحان تھے۔ بارہ سال کی عمر میں حفظ و قراوت سے فراغت پائی۔

(ب) سعادت یار خان رنگین نے مجالس رنگین میں یہہ واقعہ لکھا ہے کہ علی محمد خان ایک مرتبہ اپنے کمرے کے اندر قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف تھے۔ جب نظر اٹھائی تو دیکھا کہ دس بارہ آدمی قوی الجثہ سفید بڑا عمامہ باندھے۔ بڑی شکل و داڑھی والے منڈیر پر ہاتھ رکھے قرآن سن رہے ہیں۔ یہہ دیکھکر آپ بے ہوش ہوگئے۔

(ج) علی محمد خان کی شادی فاطمہ بیگم بنت شاکرہ بیگم بنت زینت النساء بیگم (دختر اورنگ زیب) سے ہوئی تھی۔ فاطمہ بیگم خود قاریہ و حافظہ تھیں۔ فاطمہ بیگم کے بطن سے ایک لڑکی ہوئی جس کا نام حیدری بیگم رکھا۔ یہہ لڑکی بھی حافظہ و قاریہ و شاعرہ تھی۔ تھوڑے تغیر سے یہہ شعر کہا تھا۔

حیدری ام کنیز فاطمہ ام ✦ از مکافات حشر ما را چہ غم

غرض زینت النساء سے لیکر چار پشت تک سب لڑکیاں قاریہ و حافظہ ہوئیں۔

ف ۸۹۸ قاری حافظ غلام رسول خان کے تیسرے فرزند قاری حافظ محمد خلیل خان تھے۔ اونکے بیٹے ندیم الدولہ خلیفۃ الملک مستقیم جنگ قاری و حافظ محمد داؤد خان تھے۔ اونکے بیٹے بھی حافظ و قاری تھے اور پوتے قاری حافظ محمد اسمٰعیل ذہین جو قاری حافظ غلام دستگیر مبین کے شاگرد تھے۔

ف ۸۹۹ قاری حافظ عبد الرحمٰن خان کے دو فرزند تھے۔ بڑے نواب سیف الرحمٰن خان المعروف بہ موسیٰ خان۔ دوسرے قاری حافظ عبد الحکیم خان المعروف بہ عیسیٰ خان جن کے بیٹے قاری حافظ غلام دستگیر مبین تھے۔ جو محمد اسمٰعیل ذہین کے استاد تھے۔ غرض اس خاندان میں قاری و حافظ کثیر تعداد میں پیدا ہوئے

ف ۹۰۰ بہادر شاہ کے زمانے میں لال قلعہ کے دوسرے گرامی قاری سرفراز حسین عزمی تھے۔ اکثر شہزادوں و شہزادیوں نے تجوید و قراوت ان ہی سے سیکھی تھی۔ اونکے بیٹے عباس حسین خان بھی اچھے قاری تھے۔

ف ۹۰۱ بہادر شاہ کی دو لڑکیاں کلثوم زمانی بیگم اور کالی بیگم حافظہ و قاریہ تھیں۔ ایک اور شہزادی محمدی بیگم نامی بھی حافظہ و قاریہ تھیں۔

ف ۹۰۲ بہادر شاہ کے بیٹے مرزا غلام فخر الدین خان المخاطب بہ فخر الملک قاری و حافظ تھے۔ دوسرے بیٹے قاری حافظ مرزا بخت آور شاہ کا بھی اچھے قرا میں شمار ہوتا تھا۔

ف ۹۰۳ قاری حافظ قادر بخش بھی لال قلعہ کے حفاظ میں سے تھے جن کا ذکر جلد اول فقرہ نمبر ۲۸۹ میں آچکا ہے۔ آپ قاری حافظ عبد الرحمٰن پانی پتی کے چچا تھے۔ آپ کو شاہ عبد العزیز سے بھی تلمذ حاصل تھا۔

ف ۹۰۴ قاری حافظ عبد الرحیم کا ذکر فقرہ نمبر ۸۱۵ میں اونکے فرزند حافظ یار کا ذکر فقرہ نمبر ۸۶۵ میں آچکا ہے قاری حافظ ویران کا ذکر فقرہ نمبر ۸۴۶ میں آگیا ہے۔ اور حافظ غلام رسول شوق کا ذکر فقرہ نمبر ۸۴۷ میں آچکا ہے۔ یہہ سب قاری لال قلعہ سے تعلق رکھتے تھے اور بہادر شاہ کے زمانے تک کام کرتے رہے۔

قاری حافظ محمد عبد اللہ خان رامپوری

ف ۹۰۵ قاری حافظ محمد عبد اللہ خان عرف حافظ کلاں، عالم متبحر تھے۔ جید حافظ و عمدہ قاری تھے ریاضت و مجاہدے میں اکابر زمانہ تھے۔ سات حج کئے۔ درس و تدریس کے سلسلے میں ٹونک و جاورہ گئے تھے دونوں جگہ سے منصب ملتی تھی۔ تقریباً ۱۲۵۶ھ میں انتقال ہوگیا۔ قاری حافظ عبد الرزاق خان آپکے فرزند تھے[۱]

مقری شیخ امام الدین امروہی نقشبندی

ف ۹۰۶ وطن امروہہ۔ ابن علی احمد بن زین الدین ولادت ۱۱۹۳ھ۔ پہلے شیعہ تھے بعدہٗ سنی عقیدہ اختیار کیا۔ شاہ غلام علی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ سبعہ قرات مولانا کرم اللہ سے سیکھیں۔ حافظ قاری عبد الرحمٰن پانی پتی کو آپ سے تلمذ تھا۔ بہ عمر ۶۳ سال ۱۲۵۶ھ میں انتقال کیا۔

قاری مولوی کرم اللہ محدث دہلوی

ف ۹۰۷ پہلے آپ کایستھ ہندو تھے۔ حصول علم کے بعد مذہبی تحقیق کا ولولہ پیدا ہوا۔ بالآخر شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے ہاتھ پر توبہ کی اور شاہ صاحب ہی سے قرات و تفسیر و حدیث باقاعدہ سیکھی۔ اوسکے بعد قرارت سبعہ کی تکمیل قاری عبد الحی سے کی۔ جن کو قاری غلام مصطفٰے سے۔ ان کو قاری عبد الغفور سے۔ اور راونکو شیخ القراء عبد الخالق منوفی سے تلمذ حاصل تھا۔ شاہ غلام علی صاحب کے مرید ہوکر طریقہ مجددیہ میں خلافت حاصل کی۔ صاحب خزینۃ الاصفیاء ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ "در تفسیر و قرات یگانۂ وقت بود۔ اکثر اہل دہلی در فن قرارت قرآن شاگردوے بودند

---

[۱] کاملان رامپور از حافظ احمد علی خان شوق۔

اونہیں سے خاص نام قاری شیخ امام الدین امروہی اور قاری محمد بیگ کا لیا جاتا ہے۔ قاری امام الدین سے قاری عبدالرحمٰن نے سیکھا تھا۔ ایک بار حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ واپسی پر شرمندہ تھے کہ میں کیوں واپس آگیا۔ دوبارہ ارادہ کیا لیکن راستے ہی میں انتقال ہوگیا۔ وفات سنہ ۱۲۵۸ھ میں ہوئی۔ تاریخ وفات۔
بگو قطب اشرف مکرم کرم۔
۱۲۵۸ھ

قاری حافظ نصیر الحق قادری ف ۹۰۸ وطن دہلی۔ والد کا نام ظہور الحق جن سے جملہ علوم و قراءت وحفظ کی تکمیل کی۔ سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ ایک عرصے تک خدمت خلق انجام دیکر سنہ ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی۔ [1]

شاہ محمد اسحاق مہاجر ف ۹۰۹ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے نواسے۔ والد کا نام محمد افضل وطن دہلی۔ ولادت سنہ ۱۱۹۲ھ میں ہوئی۔ بیحد ذکی اور ذہین تھے۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین سے شرف تلمذ تھا۔ نانا کی زندگی ہی میں درس و تدریس کا کام شروع کردیا۔ تجوید و قراءت کے اچھے ماہر تھے۔ عمر کا بڑا حصہ علوم کی اشاعت میں گذارا۔ آپکے شاگردوں میں شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی۔ قاری حافظ کرم اللہ۔ قاری حافظ منظر علی کاکوروی اور سرسید احمد خان تھے۔ سنہ ۱۲۵۸ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ شاہ محمد یعقوب برادر خورد ساتھ تھے۔ حج کے بعد وہیں قیام کیا۔ سنہ ۱۲۶۲ھ میں وفات ہوئی۔ شاہ محمد یعقوب بھی اچھے قاری تھے۔ آپکے داماد امیر بیگ بھی تجوید و قراءت کے ماہر تھے۔

قاری سید حسن ف ۹۱۰ آپ اچھے قاری و عالم تھے۔ علم تجوید کے پھیلانے میں بڑی کوشش کی۔ طلباء کی سہولت کے لئے ایک رسالہ موسوم بہ "کتاب تجوید" بزبان فارسی سنہ ۱۲۶۴ھ میں لکھا جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

قاری حافظ جعفر علی اکبرآبادی ف ۹۱۱ ولادت تقریباً سنہ ۱۲۰۰ھ میں ہوئی۔ لڑکپن ہی میں تجوید و قراءت کی تکمیل کرلی تھی۔ بیحد خوش الحان تھے۔ صاحب تقویٰ۔ نہایت نیک و بابرکت بزرگ تھے۔ محلہ نوری دروازے میں آپ کا مکان تھا جہاں ابتک آپ کی اولاد آباد ہے۔ آپ کو تجوید و قراءت و قرآن خوانی میں کمال حاصل تھا۔ اذان اس خوش الحانی سے دیتے تھے کہ تیرھویں صدی کے بلال کہلاتے تھے۔ جمعہ کے دن جامع مسجد میں اذان دیا کرتے۔ بہت سے لوگ

---

[1] مراۃ الکونین

آپ کی اذان سننے کے لئے وقت سے قبل آکر منتظر بیٹھ جاتے تھے جس وقت آپ اذان دیتے تو سامعین پر ایک وجد کا عالم طاری ہو جاتا۔ عمر بھر درس و تدریس میں لگے رہے۔ تقریباً ۱۲۷۰ھ میں انتقال ہوا۔[۱]

قاری حافظ علی محمد عرف جی صاحب رامپوری

ف ۹۱۲ ولادت ۱۲۹۲ھ۔ لڑکپن میں قرآن مجید تجوید و قراءت و علوم درسیہ سے فارغ ہو کر پچاس سال سیاحت میں گذارے۔ ہر جگہ علم حاصل کیا اور بزرگوں کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے۔ پھر رامپور آکر ایک مسجد میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ صرف تجوید و قراءت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ قاری بے مثل تھے۔ سب کو حبۃً للہ پڑھاتے۔ جو طالب علم قرآن مجید تجوید سے ختم کرتا اس کے سرپرست سے اس کے لئے نئے کپڑوں کے ایک جوڑے اور پھول کے ہار کا انتظام کراتے۔ جلسہ کر کے دو روپئے خود نذر کرتے۔ اگر اپنے پاس نہ ہوتا تو قرض لیتے مگر نذر ضرور دیتے۔

(ب) قاری علی حسین صاحب جو تجوید و قراءت میں بے مثل استاد تھے۔ آپکی خدمت میں استفادے کے لئے آتے تھے۔

(ج) مفتی قاری سعد اللہ صاحب بھی آپ سے ملتے رہتے تھے۔ اسی سال کی عمر میں ۱۲۷۲ھ میں انتقال ہوا۔ مسجد گھیر قلندر خان کے شرق میں زیر دیوار دفن ہیں۔[۲]

قاری حافظ عبد الغنی ساکن پھلواری شریف

ف ۹۱۳ وطن پھلواری شریف۔ مضافات پٹنہ ولادت ۱۱۹۰ھ میں ہوئی۔ لڑکپن میں علوم درسیہ سے فارغ ہوئے۔ پھر مفتی برکت اللہ عظیم آبادی۔ ملا جمال دہری۔ ملا برکت اللہ الہ آبادی۔ ملا نظام الدین فرنگی محلی سے حصول علم میں استفادہ کیا۔ قراءت سیکھی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ تراویح میں خوش الحانی سے سنایا کرتے۔ دن بھر درس و تدریس میں گذار دیتے ۱۲۷۲ھ میں وفات ہوئی۔[۳]

قاری مولوی احمد علی چڑیا کوٹی

ف ۹۱۴ والد کا نام غلام حسین بن سعد اللہ عباسی عالم و فاضل ولادت ۱۲۰۰ھ۔ تجوید و قراءت قاری محمد نسیم رامپوری سے سیکھی غلام علی عباسی چڑیا کوٹی سے علوم حاصل کئے (چڑیا کوٹ اعظم گڑھ کا ایک قصبہ ہے) وفات ۱۲۷۲ھ میں ہوئی

---

[۱] بوستان اخیار از سعید احمد
[۲] تذکرہ کاملان رامپور از حافظ احمد علی خان شوق
[۳] آثار پھلواری شریف از حکیم سید شاہ شعیب نیر

درس وتدریس میں عمر صرف کی۔ انوار احمدیہ آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ ؎۱

ف ۹۱۵ قاری حافظ محمد اسمٰعیل مدرس لاہوری کے مدرسے

قاری حافظ شرف الدین لاہوری میں سلسل حفظ وقراءت کی تعلیم ہوتی چلی آرہی تھی اس کا سلسلہ قاری حافظ محمد محمود کے بعد قاری حافظ معزالدین نے جاری رکھا۔ ۱۲۱۲ھ میں اونکی وفات ہوئی۔ قاری حافظ شرف الدین نے ۱۲۱۲ھ سے ساٹھ سال تک درس گاہ کی خدمت کی جس سے کثیر تعداد میں عوام کو فائدہ پہنچا۔ ۱۲۷۲ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ اونکے بعد اونکے فرزند حافظ احمد الدین نے مدرسہ سنبھالا۔

ف ۹۱۶ وطن برہان پور۔ خلف اکبر مولوی سید نقی شاہ

قاری سید جلال الدین اللہ والے برہان پوری برہان پوری۔ ولادت ۱۱۸۱ھ میں ہوئی شاہ علی اکبر نانا تھے۔ ابتداً والد ماجد وہمشیرہ سے تلمذ رہا۔ اونکی ہمشیرہ عالمہ فاضلہ اور قاریہ تھیں۔ عورتوں میں وعظ کیا کرتی تھیں۔ اون کے زہد وعبادت کا بھی شہرہ تھا۔ ان بزرگون سے استفادے کے بعد آپ حرمین شریفین چلے گئے جہان حدیث وقراءت کی سند حاصل کی۔ واپسی پر سلسلہ قادریہ میں والد سے خلافت حاصل کی۔ اوسکے بعد درس وتدریس میں لگے رہے۔ صدہا طالب علموں کو پڑھایا۔ وعظ بھی فرمایا کرتے تھے۔ چند سال حیدرآباد آکر قیام فرمایا۔

(ب) آپ کی تصانیف کثیر التعداد ہیں۔ آپ کا ایک نایاب کتب خانہ تھا جس میں قلمی کتابین بہت تھین۔ فالج کے اثر سے بروز جمعہ ۱۲۷۳ھ میں وفات ہوئی۔ شاہ علی اکبر کی خانقاہ کی مسجد کے صحن واقع برہان پور میں دفن ہوئے۔

(ج) آپکے شاگردون کی تعداد بہت ہے۔ جن کے منجملہ مشہور یہہ ہیں:۔ (۱) مولوی قاری عبید اللہ فرزند (۲) مولوی سید مطیع اللہ (۳) قاری حافظ محمد مظہر (۴) قاری حافظ سید رحیم الدین (۵) قاری حافظ سید نجم الدین (۶) قاری حافظ عبد الغنی (۷) قاری حافظ عبد الغفار (۸) قاری حافظ انور خان وغیرہ ؎۲

ف ۹۱۷ وطن رامپور۔ لکھنو میں متداولہ علوم کی تحصیل کی۔ پھر لکھنو ہی میں

قاری احمد علی خان لکھنوی درس تجوید وقراءت کا مشغلہ اختیار کیا۔ بڑے متقی وپرہیزگار ودیندار بزرگ تھے۔ آپکے شاگردوں میں اچھے قاری وحافظ محمد حسن خان نیر تھے۔ جو بعد ازان رامپور چلے گئے سنہ ۱۲۷۳ھ میں بزمانہ غدر شہید ہوئے۔ ؎۳

؎۱ تذکرہ علمائے ہند از رحمن علی کاملان رامپور از حافظ احمد علی خان۔ نزہت الخواطر از مولانا عبد الحی
؎۲ تاریخ برہان پور ؎۳ تذکرہ کاملان رامپور از حافظ احمد خان شوق وغیرہ

شیخ القرا، حافظ مخصوص اللہ ابن رفیع الدین دہلوی | ف ۹۱۸ وطن دہلی۔ والد کا نام شاہ رفیع الدین ابن شاہ ولی اللہ۔ آپ حافظ و مقدس بزرگ تھے زاہد و عابد شب زندہ دار۔ راوی ہفت قرات بیس پچیس سال تک مسلسل تجوید و قراءت کا درس دیتے رہے۔ یہ درس روشن الدولہ کی مسجد میں ہوا کرتا تھا۔ حضرت کے اوقات بہت منضبط تھے۔ ساری ہمت عبادت الٰہی اور تقویٰ شعاری میں صرف کی۔ آخری عمر میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔

(ب) آپ کی ایک صاحب زادی امۃ الغفار تھیں جو قاریہ زاہدہ ہونے کے علاوہ صحاح ستہ پڑھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے عورتوں میں قراءت کی تعلیم و حدیث کا درس جاری کیا۔

(ج) شاہ مخصوص اللہ کا انتقال ۱۲۷۳ھ میں ہوا۔ سر سید احمد خاں نے آپ سے تجوید و قراءت سیکھی تھی[1]

حاجی مقری محمد میاں اورنگ آبادی | ف ۹۱۹ وطن اورنگ آباد۔ علوم و قراءت کی تکمیل اورنگ آباد ہی میں کی۔ حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے علماء سے بھی تجوید و قراءت کا استفادہ کیا۔ واپسی کے بعد فن قراءت پر بزبان عربی "تجوید محمدی" ۱۲۷۳ھ میں لکھی۔ آپ کے شاگردوں میں قابل ذکر قاری مفتی نور الضیاء المعروف بہ ضیا و یار جنگ تھے۔

قاری شاہ محمد عبد الحق کلکتوی | ف ۹۲۰ کلکتے کے متوطن۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم کی اوسی مقام پر تحصیل کی۔ کلکتے سے کانپور آکر کچھ عرصہ قیام کیا۔ محمد عبد اللہ امام جامع مسجد کانپور نے جو مدرسہ جامع العلوم کانپور کے مہتمم بھی تھے آپ سے تجوید و قراءت سیکھی۔ آپ واعظ بھی اچھے تھے۔ شبینہ کے بہت خلاف تھے۔ حج و ہجرت کے ارادے سے مکہ معظمہ چلے گئے۔

(ب) انکے بعد قاری محمد عبد اللہ نے تیس سال کانپور میں تجوید و قراءت کی خدمت انجام دی۔ فن تجوید پر ایک رسالہ "قاری بنانے والی کتاب" اردو میں مرتب کیا جو کانپور سے طبع ہو چکی ہے اور اب بھی دستیاب ہو سکتی ہے۔

(ج) قاری محمد عبد اللہ کے فرزند قاری حافظ محمد ولی اللہ ہیں۔ والد کے انتقال کے بعد مدرسہ جامع العلوم کانپور میں درس دیتے رہے۔ اب مسجد میر محمود لاری پارک میں درس دیتے ہیں۔ میں ان سے مل چکا ہوں ان کا تفصیلی ذکر متعاقب آئے گا۔

قاری حافظ عبد الصمد یوسفی | ف ۹۲۱ وطن رامپور۔ والد کا نام منشی رسول بخش ابن منشی فیض بخش

---

[1] حیات جاوید از الطاف حسین حالی۔

عالم و فاضل قاری و حافظ تھے۔ ذہین و طباع واقع ہوئے تھے۔ مولانا شاہ نقی علی قلندر کے شاگرد تھے ان ہی سے تجوید و قرارت سیکھی۔ خوش گلو واقع ہوئے تھے۔ کلام اللہ خوب پڑھتے تھے۔ ملازمت کے سلسلے میں لکھنؤ گئے۔ ۱۲۷۳ھ میں غدر کے بعد اونکو اور اونکے والد کو سزائے موت ہوئی [1]

قاری محمد علی جونپوری — ف ۹۲۲ مولد جونپور۔ والد کا نام مولوی سخاوت علی جونپوری۔ تحصیل علوم میں اپنے والد سے تلمذ رہا۔ تجوید و قرارت سے واقف تھے والد کے حین حیات بحالت شباب ۱۲۷۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ [1]

---

[1] تذکرۂ علمائے ہند از رحمٰن علی و تجلی طور وغیرہ

دورِ حکومت برطانیہ

بابِ سیزدھم (۱۲۷۳ھ تا ۱۳۰۰ھ) حصہ اوّل

ف ۹۲۳ غدر میں بہت سے خاندان تباہ ہوگئے۔ بے شمار افراد ہجرت کرکے بیرون ہند روانہ ہوگئے مسلمانوں کا علمی ذوق متاثر ہوا۔ وہ سکون واطمینان جو درسگاہوں کی نشو ونما کے لئے ضروری ہے تاراج ہوگیا۔ تاہم قراء وعلماء کی تعداد اتنی باقی رہ گئی تھی کہ تجوید وقراءت کا کام چلتا رہا۔ بعض علماء وفضلا ریاست ہائے حیدرآباد۔ رامپور۔ ٹونک اور بھوپال وغیرہ میں پناہ گزین ہوئے جہاں ان کی خاطرخواہ سرپرستی کی گئی۔

(ب) ۱۲۷۳ھ سے لیکر تیرھوین صدی کے ختم تک کے قراء کا ذکر پہلے حصہ میں کیا جائے گا چودھوین صدی کے قراء کا ذکر اوس دور کی خصوصیات کے ساتھ متعاقب کیا جائے گا۔

ف ۹۲۴ اس دور کے ابتدائی ستائیس سال میں تجوید پر جو کتابین لکھی گئین اور قرآن مجید پر جو حاشیے لکھے گئے وہ درج ذیل ہیں:۔

(الف) قاری محمد عبداللہ نے مرغوب القاری (منظوم) فارسی میں مطبع ہاشمی سے ۱۲۷۷ھ میں شائع کی جس کے کاتب ممتاز علی تھے۔ کتب خانہ مظاہر العلوم سہارن پور میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔

(ب) قاری یوسف علی خان ابن مظہر علی خان شاگرد قاری قادر بخش پانی پتی نے ایک رسالہ حرف ضاد کی تحقیق میں ۱۲۷۸ھ میں لکھا جو کتب خانہ مظاہر العلوم سہارن پور میں قلمی موجود ہے۔

(ج) قاری حافظ کریم اللہ دہلوی استاد نواب وزیر الدولہ والی ٹونک نے قراءت سبعہ پر دو سہری کتاب "منبع القرآن فی سبعہ قرأت ورسم القرآن" ۱۲۷۹ھ میں لکھی جس کا ایک نسخہ سعیدیہ کتب خانہ ٹونک میں موجود ہے۔

(د) فتح المنان فی تجوید القرآن ۱۲۸۰ھ میں حیدرآباد دکن میں لکھی گئی جس کا قلمی نسخہ اسٹیٹ

لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔

(ہ) مولانا غلام قادر مدراسی نے ضوابط القرآن لکھ کر ۱۲۸۰ھ میں مظہر العجائب پریس مدراس سے شائع کرایا۔

(و) عبدالغفار خان نے قرآن مجید کا ایک نسخہ فرش سبعہ کے ساتھ حسب الحکم یمین الدولہ وزیر الملک نواب محمد علی خان نواب ٹونک کے لئے ۱۲۸۱ھ میں لکھا جو رامپور پہونچ گیا۔ وہاں سے مرکزی لائبریری دہلی میں منتقل ہوا۔

(ز) قاری مولانا عثمان بن حافظ محمود نے "راحت القاری شرح زینت القاری" نام کی کتاب مرتب کر کے محمدی پریس بمبئی سے ۱۲۸۲ھ میں طبع کرائی۔

(ح) محمد عبدالرحمٰن محدث پانی پتی نے ایک رسالہ "تحفہ نذریہ" ۱۲۸۳ھ میں لکھ کر طبع کرایا۔ اس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(ط) قرآن شریف کا ایک نسخہ لکھنؤ سے ۱۲۸۶ھ میں طبع کرایا گیا جس کے حاشیے پر اختلافات سبعہ مندرج ہیں۔ یہ بڑی تقطیع کا نسخہ جس کی کتابت حشمت علی کاتب نے کی۔ منشی امیر اللہ تسلیم نے طباعت کی تاریخ نکالی ہے۔

زحسن کوشش حشمت علی باز ❊ چو مصحف طبع شد بے مثل دوران
نوشتم از پے تاریخ تسلیم ❊ شد از سید دو چنداں شان فرقان

مانگ زیادہ ہونے سے یہ نسخہ دوبارہ طبع کیا گیا۔ اوسکے بعد وہ نسخے بھی ناکافی ہونے سے تیسری بار ۱۳۰۶ھ میں لکھنؤ سے طبع ہوا۔ طبع سوم کا ایک نسخہ سید قادر محی الدین صاحب اسسٹنٹ کمشنر آبکاری وظیفہ یاب مدراس کے پاس موجود ہے۔ سبعہ کے حواشی کے علاوہ اس میں جا بجا بحر العلوم و درۃ الفرید و اتحاف کے حوالے بھی مندرج ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں سبعہ قرأت کے طلباء کثیر تعداد میں پائے جاتے تھے۔

(ی) قاری محمد حسن علی ہاتفی شاہجہان پوری نے "رموز القرآن" کے نسخے اردو میں دوسری مرتبہ ۱۲۸۸ھ میں طبع کرائے۔ ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(ک) قاری عبدالرحمٰن کلکتوی نے تیسویں پارے کے متن کے ساتھ سبعہ قرأت کے اختلافات واضح کر کے ۱۲۸۹ھ میں بمبئی سے طبع کرایا۔

(ل) قاری محمد صادق مدراسی کے پاس التیسیر کا قلمی نسخہ ۱۲۸۹ھ میں پہونچا۔

(م) قاری مسیح الزمان حیدرآبادی نے ایک کتاب "ضوابط القرآن" امام عاصم کی قرأت میں یعنے

اونکے دونون راویون کے اختلافات بتلاتے ہوئے لکھی۔ جو حیدرآباد سے ۱۲۹۳ھ میں طبع ہوئی۔
(ن) وقوف سجاوندی کی ایک خوشخط نقل عزیز الرحمٰن نے ۱۲۹۵ھ میں کی جو حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔
(س) حافظ محمد علی خان جلال آبادی ثم الدہلوی نے "حرز الاصول والفروع" قرات سبعہ میں بزبان اردو لکھی جو بے نظیر کتاب ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

قاری مولوی عبدالکریم صوفی ابن برکت علی | ف ۹۲۵ مولد ظفر آباد۔ والد کا نام سید برکت علی سنہ ولادت ۱۲۴۶ھ۔ نشو و نما اعظم گڑھ میں ہوئی۔ متداول علوم نیز تجوید و قراءت اپنے والد ہی سے سیکھی۔ پھر قاری نور سے اوس کی تکمیل کی۔ خوشنویسی میں بھی کمال حاصل کیا۔ خوش الحان تھے۔ آواز میں سوز پایا جاتا تھا۔ عمر کا بڑا حصہ درس و تدریس میں صرف کیا۔
(ب) سید نورالدین نے اپنی تصنیف "تجلی نور" کے حصہ دوم میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "طبعش سلیم و ذہنش مستقیم۔ جوان صالح جامع محامدہ و اوصاف حسنہ بود۔ مشق قراءت از قاری نور نمود کلام مجید بہ الحان خوش و بہ دردی خواندے۔ خامہ اش اصل الاصول کلک خطاطانِ زمین و در خوشخطی دستگاہ احسن داشت۔ ہموارہ در درس و تدریس اشتغال می ورزید۔ صوفی تخلص کردے۔"
(ج) ۸ر محرم ۱۲۷۴ھ میں انتقال ہوا۔ قبر خام اعظم گڑھ میں عیدگاہ کے باغ کے اندر ہے۔

قاری حافظ محمد جمیل المعروف بہ بسم اللہ صاحب برہان پوری | ف ۹۲۶ مولد برہان پور۔ خلف رشید مولوی عبدالغفار۔ ولادت ۱۲۱۱ھ میں ہوئی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ صرف و نحو۔ فقہ وغیرہ میں مولوی سید قدرت اللہ و مولانا ضیاء الدین اللہ والے صاحب سے استفادہ کیا۔ پھر حیدرآباد دکن آکر مولوی محمد حفیظ صاحب والد مسکین شاہ صاحب سے علوم حاصل کئے بعد ازان دہلی جاکر شاہ محمد اسحاق و مفتی صدرالدین خان و مولوی اخوند شیر محمد خان سے علوم حدیث و تفسیر و تجوید و قراءت و اصول و منطق و طبیعات و الہیات وغیرہ کی تحصیل کی۔ سلسلہ نقشبندیہ و قادریہ میں شاہ ابوسعید سے بیعت ہوکر خلافت حاصل کی۔ پھر لکھنؤ جاکر مرزا حسن علی تلمیذ شاہ عبدالعزیز سے علم کلام و حدیث و تفسیر کی سند لی۔ بعد ازان حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ واپسی کے بعد برہان پور میں قیام کیا۔ ۱۲۴۹ھ میں قاضی مقرر ہوئے۔ وہان سے حیدرآباد آکر درس و تدریس میں لگ گئے۔ بوقت افتتاح مدرسہ دارالعلوم ۱۲۷۲ھ میں مدرس اول مقرر ہوئے۔ پنچشنبہ ۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۲۷۴ھ میں انتقال ہوا۔ محلہ شاہ گنج میں نواب صفدر یار جنگ کے صحن میں دفن ہوئے۔ مشہور و معروف شاگردوں کے نام درج ذیل ہیں:۔

(۱) مولوی احمد علی رکن عدالت العالیہ (۲) مولوی حسن زمان (۳) علاء الدین حیدر (۴) آصف نواز جنگ (۵) رفعت یار جنگ وغیرہ ۔ ۱ہ

قاری حافظ حاجی محمد سخاوت علی عمری | ف ۹۲۷ مولد جونپور۔ سنہ ولادت ۱۲۲۶ھ مولوی قدرت علی ردولوی اور مولوی عبد الحی دہلوی سے علوم حاصل کئے۔ قراءت وحفظ کی تکمیل کی۔ جامع مسجد جونپور کو شیعون کے قبضے سے واپس لیکر اوس میں مدرسہ قرآنیہ ربانیہ قائم کیا۔ اس مدرسہ میں حفظ۔ تجوید و قراءت کی تعلیم ہوتی تھی۔ صدہا کسانوں کو حافظ و قاری بنا دیا۔ اونکے بعد اون کے فرزندون نے اور اونکے شاگرد کرامت علی جونپوری نے مدرسہ جاری رکھا۔ کچھ عرصے تک سخاوت علی صاحب ریاست باندا میں بھی رہے۔

(ب) ۱۲۶۴ھ میں آپ نے پہلا حج کیا۔ دوسری بار ۱۲۷۲ھ میں حج کو گئے اور حجاز مقدس میں مستقل اقامت اختیار کرلی۔ ۱۲۷۴ھ میں مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔ جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔

(ج) سخاوت علی صاحب کے فرزند (۱) مولوی محمد (۲) مولوی محمد شبلی (۳) مولوی حافظ حاجی [illegible] مکی تھے۔ شاگردوں میں مشہور ہستی کرامت علی جونپوری کی تھی۔ ۲ہ

حافظ مجیب علی احقر رامپوری | ف ۹۲۸ مولد نگینہ ضلع بجنور۔ سنہ ولادت ۱۱۹۰ھ۔ لحیم شحیم کھلا رنگ۔ پانچ سال کی عمر میں رامپور آئے۔ علوم درسیہ [illegible] سید علی سے حاصل کئے۔ قاری محمد نسیم سے حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ مولانا رفیع الدین دہلوی کے [illegible] ہوئے۔ تہجد کے وقت سے صبح تک تلاوت میں مصروف رہتے۔ شاعر بھی تھے احقر تخلص کرتے تھے [illegible] وقت درس و تدریس میں گذارتے تھے۔ کثرت سے شاگرد ہوئے۔ بچاسی سال کی عمر میں ۱۴ ربیع الاخر ۱۲[illegible]ھ میں انتقال ہوا۔ چرخ والی مسجد کے حجرے میں رہتے تھے۔ مولانا جمال الدین کے احاطے میں دفن ہیں ۳ہ

حاجی ابو سعد اسمٰعیل بن حسین ویلوری | ف ۹۲۹ وطن ویلور (ارکاٹ) ابن حسین بن امام الدین بن نور الدین۔ ولادت ۱۲۴۱ھ میں ہوئی۔ آپ کا خاندان قادری خاندان تھا جو ویلور میں بس گیا تھا۔ آپ نے تجوید و قراءت اپنے والد سے سیکھی۔ پھر مدراس جاکر

---

(۱) گلزار آصفیہ۔ تذکرہ علمائے ہند۔ تاریخ برہان پور

(۲) تذکرہ علمائے ہند از رحمٰن علی۔ وتجلی نور تذکرہ مشاہیر جونپور از نور الدین

(۳) تذکرہ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق۔

اپنے چچا عبدالحمید سے دیگر علوم کی تحصیل کی۔ وعظ کیا کرتے تھے۔ حج بھی کیا۔ تمام عمر درس و تدریس میں لگے رہے۔ وفات بہ مقام ویلور ۱۲۷۶ھ میں ہوئی۔ [۱]

قاری محمد عبداللہ ف ۹۳۰ یو۔ پی کے رہنے والے۔ تجوید و قراءت کا درس دیتے رہے۔ آپ نے ایک منظوم رسالہ قراءت پر "مرغوب القاری" کے نام سے فارسی میں لکھا جو مطبع ہاشمی سے ۱۲۷۷ھ میں طبع ہوا۔ کاتب ممتاز علی تھے۔ مظاہر العلوم کے کتب خانے میں اس کا ایک نسخہ ہے۔

قاری حافظ شاہ احمد سعید مجددی ف ۹۳۱ مولد مصطفےٰ آباد۔ رامپور۔ سنہ ولادت ۱۲۱۷ھ۔ حفظ و قراءت کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ شاہ غلام علی کے خلیفہ تھے۔ مفتی شرف الدین تلمیذ شاہ عبدالعزیز سے تفسیر و حدیث کی سند لی۔ جب ۱۲۳۹ھ میں آپکے والد حج و زیارت کیلئے گئے تو آپ کو اپنی جگہ خانقاہ میں چھوڑا۔ خراسان۔ بلخ و بدخشان کے لوگ کثرت سے آپکے مرید تھے۔ اسی بنار پر غدر میں آپ کو خارج البلد کیا گیا۔ آپ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کے فرزند شاہ محمد عمر اور پوتے شاہ ابوالخیر ساتھ تھے۔ دونوں نے تجوید و قراءت کی تکمیل وہیں کی [۲]

قاری یوسف علی خان ف ۹۳۲ والد کا نام منظہر علی خان۔ تجوید و قراءت قاری قادر بخش پانی پتی سے سیکھی۔ اور بعد درس و تدریس میں لگے رہے۔ ایک رسالہ ضاد کی تحقیق میں ۱۲۷۸ھ میں لکھا جو کتب خانہ مظاہر العلوم میں قلمی حیثیت سے موجود ہے۔

قاری شیخ احمد بن نعیم کشمیری ف ۹۳۳ والد کا نام شیخ نعیم بن شیخ مقیم۔ مولد سری نگر (کشمیر) قاضی جمال الدین کشمیری سے علوم کی تحصیل کی۔ تجوید و قراءت قاری عبادالله سے حاصل کی۔ طریقت میں شاہ محمد اکبر سے بیعت ہوئے۔ درس و تدریس میں لگے رہے وفات ۱۲۷۸ھ میں ہوئی [۳]

مولانا فضل حق خیرآبادی ف ۹۳۴ وطن خیرآباد۔ والد کا نام فضل امام بن محمد ارشد سنہ ولادت ۱۲۱۲ھ۔ اپنے والد ہی سے علوم حاصل کئے۔ تجوید و قراءت کی بھی ان ہی سے تکمیل کی۔ قوی الحافظہ تھے۔ چودہ مہینے میں قرآن مجید حفظ کیا۔ تمام عمر درس و تدریس و خدمت خلق میں گذاری وفات ۱۲۷۸ھ میں ہوئی [۳]

---

[۱] نزھت الخواطر جلد ہفتم از مولانا عبدالحی

[۲] روض الازھار فی ذکر الاخیار از زید ابوالحسن دہلوی مطبوعہ

[۳] نزہت الخواطر جلد ہفتم از مولانا عبدالحی۔

قاری حافظ جلال الدین احمد بنارسی

و ۹۳۵ وطن بنارس۔ والد کا نام مولانا شاہ عبدالاعلیٰ سنہ ولادت ۱۲۲۱ھ۔ علوم متعارفہ اولاً اپنے والد سے پڑھے پھر مولوی احمداللہ محدث بنارسی سے تلمذ رہا۔ بعد ازان کانپور اور دہلی تشریف لے گئے۔ تجوید و قراءت و حدیث کی تکمیل میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سے بھی تلمذ رہا۔ حدیث کی کتابین مولانا عبدالحق بنارسی سے پڑھین۔ عمل بالحدیث اور اتباع سنت کا جذبہ بھی ان ہی بزرگوں کے فیض صحبت کا نتیجہ تھا۔ آپ بیحد ذہین تھے۔ حفظ قرآن کا شوق ہوا تو رمضان کی پہلی سے روزانہ ایک پارہ یاد کرکے رات کو تراویح میں سنا دیتے۔ ایک عرصے تک کوئینس کالج بنارس میں مدرس رہے۔ وفات ۱۲۷۹ھ میں ہوئی۔

(ب) آپکے صاحب زادوں میں مولانا سید سعیدالدین احمد اچھے قاری اور تلاوت کی مزاولت کرنے والے تھے۔ وفات ۱۲۹۳ھ میں ہوئی [۱]

قاری محمد صبغۃ اللہ بدرالدولہ بدرالملک

و ۹۳۶ مولد مدراس۔ والد کا نام قاری محمد غوث شرف الدولہ شرف الملک۔ آپ اپنے والد کے دوسرے فرزند تھے۔ ۵ محرم ۱۲۱۱ھ کو پیدا ہوئے۔ ۲۵ محرم ۱۲۸۰ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ تجوید و قراءت میں ماہر تھے۔ مدرسہ محمدیہ میں درس دیتے رہے۔ بہت سی کتابین تصنیف کین۔ "فوائد بدریہ" سیرۃ النبیؐ پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ علامہ شمس الدین الجزری نے بہ دست خود قرآن شریف کا ایک نسخہ پر عشرہ قرات کا حاشیہ لکھا تھا۔ الجزری کے انتقال کے بعد اونکے فرزند ابوبکر احمد نے الحافظ الاصبہانی سے اس نسخے کی نقل کرائی۔ جس پر ذیل کی عبارت درج ہے۔ "بخط العالم الربانی طاہر بن عرب بن ابراہیم الحافظ الاصبہانی تلمیذ شیخ الامجد والامام السند محمد بن محمد بن محمد الجزری رحمہم اللہ۔" قرآن شریف کے اس نسخے کو جس کا متن بروایت امام بصریؒ لکھا گیا تھا تحفتہً احمد شاہ بہمنی کی خدمت میں بھیجا گیا۔ متن میں مدود کی لمبائیان وغیرہ کو سرخی اور لاجوردی روشنائی سے واضح کیا گیا تھا۔ قرآن شریف کا یہ نسخہ شاہی کتب خانے میں رہا۔ وہان سے ٹیپو سلطان کے کتب خانے میں بعد ازان والاجاہی کتب خانے میں منتقل ہوا مولوی محمد غوث صاحب نے اوسکی ایک نقل اپنی قلم سے ۱۷ ربیع الاول ۱۲۲۶ھ کو مکمل کی۔ اصل اور نقل دونوں اسی خاندان میں محفوظ ہیں۔ اصل نسخہ تو محمد غوث صاحب ایم اے لائبریرین عثمانیہ یونیورسٹی کے پاس محفوظ ہے۔ محمد غوث کے ہاتھ کی لکھی ہوی نقل مولوی صبغۃ اللہ صاحب کے پاس موجود تھی۔ حضرت نے اوس پر

---

[۱] تذکرہ علمائے ہند از رحمٰن علی۔ واز تذکرہ مشائخ بنارس مرتبہ عبدالسلام۔

ایک حاشیہ رسم الخط کا اضافہ کر کے ۱۲۷۶ھ میں مدراس میں طبع کرایا۔ طبع شدہ نسخہ میں نے شیخ القراء حضرت روشن علی صاحب کے کتب خانے میں دیکھا تھا۔ اوسکے بعد کتب خانہ محمدیہ میں کئی نسخے ملے۔ اون میں سے ایک نسخہ صبغۃ اللہ صاحب کے فرزند مفتی محمد محمود اپنے ساتھ مکہ معظمہ لے گئے اور استاد الشیخ محمد شربینی الدمیاطی مصری سے اوسی نسخہ پر قرات سبعہ کی تعلیم پائی۔ اور یادداشت کے طور پر صفحہ اول پر لکھا ہے۔ "ابتدائے قرات سبعہ ماہ صفر ۱۳۰۱ھ۔ پیش شیخنا الشیخ محمد شربینی الدمیاطی المصری۔ ۸ر صفر ۱۳۰۸ھ روز سہ شنبہ وقت صبح ختم کردم" ذیل کی دوسری یادداشت سید محمد التونسی سے سبق حاصل کرنے سے متعلق ہے۔ "بتاریخ ۳۰ ربیع الثانی دوشنبہ ۱۳۰۹ھ پیش شیخنا السید محمد تونسی آغاز کردم"

(ب) حضرت کی کوشش اور دلچسپی لینے کی وجہ سے قرارت کی اور کتابیں بھی مدراس سے طبع ہوئیں اس لئے ہر طباعت پر ۱۲۶۷ھ درج ہے۔

ف ۹۳۷ قاری مولانا محمد ہاشم دہلوی وطن دہلی۔ ولادت تقریباً ۱۲۱۰ھ کی ہے۔ فن تجوید و قرارت و دیگر علوم دہلی کے علماء سے حاصل کئے۔ قرات عشرہ کے جید قاری تھے۔ تجوید و قرارت میں آپ کے استاد قاری محمد بیگ تھے اونکے استاد قاری کرم اللہ اونکے استاد قاری عبد المجید اونکے استاد قاری غلام مصطفٰے۔ اونکے استاد قاری حافظ عبد الغفور۔ اور اونکے استاد شیخ القراء عبد الخالق منوفی تھے۔ اس طرح یہہ بابرکت سلسلہ حضرت عبد الخالق منوفی تک پہونچتا ہے۔ مولانا محمد ہاشم صاحب کا مشغلہ تجوید و قرارت کے درس کے سوا، کچھ نہ تھا۔ اونکے ایک شاگرد قاری عبد الرحمٰن بن پیر بخش بن امیر شاہ تھے جنہوں نے تجوید کی تکمیل ۱۲۷۳ھ میں کی۔ جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ مولانا محمد ہاشم کا انتقال تقریباً ۱۲۸۰ھ میں ہوا۔

ف ۹۳۸ قاری حافظ شاہ مظہر علی کاکوروی وطن کاکوری۔ والد کا نام شیخ غالب علی ابن شیخ غلام صفی ابن شیخ محمد نواز ابن حافظ خلیل الرحمٰن شہید۔ یہہ سلسلہ حضرت مخدوم نظام الدین کاکوروی سے ملتا ہے۔ شاہ محمد کاظم قلندر کے نواسے تھے۔ ولادت ۱۲۱۲ھ میں ہوئی۔ عالم و فاضل قاری و حافظ تھے۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ سنہ وفات ۱۲۸۱ھ ہے۔ مہدی علی خوشنویس آپ کے فرزند تھے جن کا انتقال ۱۳۰۶ھ میں ہوا۔

ف ۹۳۹ قاری حافظ سید کرم اللہ برہان پوری مولد برہان پور۔ قاری و حافظ و عالم ہوئے۔ ریاضتیں بہت کیں۔ متواضع واقع ہوئے تھے۔ متقی و عابد و زاہد و اہل اللہ تھے۔ طبع موزون رکھتے تھے۔ حافظ تخلص کرتے تھے۔ وفات ۱۲۸۱ھ میں ہوئی۔ صحن جامع مسجد میں دفن ہوئے اونکے فرزند حافظ اکرام اللہ واعظ تھے وہ بھی صحن مسجد میں دفن ہوئے۔

۹۴۰ **قاری حافظ محمد عبیداللہ عرف قاری لالا** | وطن پانی پت۔ والد کا نام قاری حافظ مصلح الدین عباسی پانی پتی۔ قاری لالا نے اپنے والد سے تجوید و قرات و دیگر علوم حاصل کئے۔ تجوید میں آپ کی تحقیق کے ساتھ ادائی لاجواب تھی۔ مخارج و صفات کی ادائی پر کامل قدرت رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے زمانے میں بہترین قاری تھے جن کی مثال ہندوستان بھر میں کہیں نہ مل سکی۔ پانی پت، دہلی، بھوپال میں قیام رہا۔ ہر جگہ بڑی تعداد میں لوگ رجوع ہوئے۔ سفر کرتے ہوئے دکن بھی آئے تھے۔ آخری زمانہ بھوپال میں گذرا۔ تقریباً ۱۲۸۲ھ میں انتقال ہوا قبر بھوپال میں قلندر شاہ کے تکیہ میں ہے۔

(ب) آپ کے شاگردوں میں قاری غوث علی شاہ پانی پتی بھی تھے۔ چند روز قرات سبعہ کا درس حاصل کرنے کے بعد حضرت نے غوث علی شاہ کو ایک ہی روایت پر اکتفا کرنے کا مشورہ دیا۔ غوث علی شاہ نے اس کی تعمیل کی۔

(ج) ایک روز قاری غوث علی شاہ صاحب نے قاری لالا سے پوچھا کہ کیا آپ کو اپنے سے بہتر بھی ملا ہے؟ آپ نے جواب میں ذیل کا قصہ سنایا۔ ایک دفعہ میں دکن کی جانب سفر کر رہا تھا۔ ایک گاؤں میں قیام کیا۔ میری عادت تھی کہ جب کسی مقام پر ٹھہرتا تو وہاں کے قاریوں کے متعلق استفسار کر لیتا۔ چنانچہ جب بات اس گاؤں میں بھی دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا قاری کسے کہتے ہیں ہم نہیں جانتے البتہ ایک اندھے حافظ مسجد میں رہتے ہیں جو لڑکے پڑھایا کرتے ہیں۔ آپ چاہیں تو اون سے مل سکتے ہیں۔ چنانچہ میں اون سے ملنے گیا کہ لڑکے باہر بیٹھے ہیں اور ایک حجرہ میں حافظ جی موجود ہیں۔ ایک ایک لڑکا اندر جاتا ہے اور سبق پڑھ کر واپس آجاتا ہے۔ میرے مسجد میں داخل ہونے کے بعد جو لڑکا اندر جانے کو تھا اوس کے ذریعہ میں نے اپنی اطلاع دی۔ حافظ جی نے اندر بلا لیا۔ مزاج پرسی کے بعد میں نے کلام مجید سننے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ میرے ذوق کا اندازہ کر کے انھوں نے خواہش کی کہ پہلے میں کچھ سناؤں۔ امتثالاً میں نے تلاوت آغاز کی تو اندھے نے کان کھڑے کئے جب میں رکوع ختم کر چکا تو پوچھا "کیا تم قاری لالا ہو" میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اور ساتھ ہی استفسار کیا کہ کیسے پہچانا۔ کہا کہ سارے ہندوستان میں اس خوبی و ادائی کے ساتھ پڑھنے والا اس زمانے میں قاری لالا کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد حافظ جی نے پڑھنا شروع کیا۔ ابھی اعوذ ہی پڑھی تھی کہ پاس کے برتن کے سرپوش کو حرکت ہوئی اور رکوع شروع کرتے ہی وہ تقریباً ایک گز اونچا اڑ کر معلق ٹھہر گیا۔ جب حافظ جی پڑھ چکے سرپوش اپنی جگہ واپس آگیا۔ میں عالم حیرت میں مبہوت ہو گیا۔ حافظ جی نے میری خاموشی کی وجہ پوچھی میں نے یہ ماجرا بیان کیا تو انھوں نے فرمایا تمہیں قال میں ید طولیٰ حاصل ہے اور مجھے حال میں۔ میں پورے

قرآن مجید کا عامل ہوں۔ آج دوپہر میں اور بھی تماشے دکھاؤں گا۔" غرض ظہر کے وقت مجھے جنگل کی طرف لے گئے ایک کنوئیں پر پہونچکر مجھے کہا آؤ وضو کرکے نماز پڑھ لیں۔ میں نے کہا اچھا میں رہٹ کھینچتا ہوں آپ وضو کر لیں فرمایا اس کی ضرورت نہیں کنوئیں کے کنارے کھڑے ہوکر سورۂ یٰسین پڑھو۔ میں نے پڑھنا شروع کیا تو پانی جوش مارکر اوپر چڑھنے لگا۔ بالآخر کنارے پر آگیا۔ ہم نے وضو کرکے نماز پڑھی۔ گھومتے ہوئے ہم دوسرے کنوئیں پر پہونچے حافظ جی کو پیاس محسوس ہوئی۔ انھوں نے فرمایا میں سورۂ رحمٰن پڑھ کر انگلی پر دم کروں اور تین بار رہٹ کی طرف اشارہ کرکے چکر دوں جب میں نے اوس پر عمل کیا تو رہٹ خود بخود چلنے لگا۔ پانی پی کر ہم آگے بڑھے تو کھیت والا ہمارے پیچھے دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ حضرت یہہ کیا ہوا کہ رہٹ تھمتا ہی نہیں میرا کھیت غرق ہو رہا ہے۔ حافظ جی نے مجھ سے کہا کہ جاؤ اور پہلے کی طرح پڑھ کر انگلی پر دم کرکے الٹے تین چکر دیدو۔ میں نے کوشش کی کہ رہٹ کو اپنی طاقت سے روک دوں مگر اس زور سے چکر کھا رہا تھا کہ شاید ہاتھی کی طاقت بھی اوس کو نہ روک سکتی۔ آخر وہی عمل کیا۔ رہٹ کا زور فوراً تھم گیا۔ واپسی پر میں نے شاگردی کی استدعا کی تو والضحیٰ سے والناس تک سورتوں پر عمل کی مجھے اجازت دی اور ہر سورت کے اثرات سے واقف کرایا۔ میں نے آزمائش کی تو وہی اثر پایا۔ یہہ قصہ بیان کرکے قاری لالا نے غوث علی شاہ کو بھی اس عمل کے اثرات کا مشاہدہ کرایا۔ یہہ سنکر غوث علی شاہ کو بھی اندھے حافظ جی سے ملنے کا شوق ہوا۔ خیال تھا کہ حج سے واپسی کے بعد اونکے پاس جاکر قیام کریں گے مگر جب حج سے واپسی ہوئی تو معلوم ہوا کہ اون حافظ صاحب کا انتقال ہوگیا۔

(ج) عجیب بات ہے کہ اتنا بڑا قاری دکن کی سرزمین پر رہتا تھا مگر اس گمنامی کی حالت میں کہ نابینا حافظ سے بڑھ کر لوگ اونکے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ کوئی واقف نہ تھا کہ قوت بصارت کا یہہ معذور بصیرت و روحانیت کے کیسے محیر العقول کمالات کا حامل ہے۔ عجیب تر امر یہہ ہے کہ قاری لالا اور غوث علی شاہ دونوں کے بیان میں حافظ صاحب کا نام کبھی نہیں ملتا۔ نہ معلوم کتنے جواہر پارے اس طرح گمنامی کی حالت میں بسر کرتے رہے۔ اولیائی تحت قبائی۔ **لا یعرفهم غیری**۔

قاری حافظ شمس الدین فیض | **ف ۹۴۱** مولد حیدرآباد دکن۔ ولادت ۱۱۹۵ھ۔ بافیض بزرگ تھے حضرت شاہ شجاع الدین صاحب کے شاگرد خاص۔ حفظ و قرأت کی تکمیل بھی حضرت ہی سے کی۔ اچھے شاعر بھی تھے۔ فیض تخلص تھا۔ وفات ۱۲۸۳ھ میں ہوئی۔ حیدرآباد ہی میں دفن ہیں۔

مدرسۂ دار العلوم دیوبند و مدرسۂ مظاہر العلوم سہارنپور | **ف ۹۴۲** ۱۲۸۳ھ فیض و برکت کا سال تھا۔ یو۔ پی میں ان دو مدرسوں کی بنیاد رکھی گئی۔ دونوں

مدرسے اُس وقت سے یکر اب تک علوم دینی کی خدمت کررہے ہیں۔ جو قرا، وقتاً فوقتاً ان اداروں سے فارغ ہوکر نکلے اون کا ذکر برمحل کیا جائے گا۔

قاری حافظ محمد جلال خان ٹونکی | ف ۹۴۳ وطن ریاست ٹونک۔ والد کا نام امیر خان۔ ولادت سنہ ۱۲۳۰ھ۔ وفات سنہ ۱۲۸۴ھ۔ تفصیل کے لئے ریاست ٹونک کے حالات ملاحظہ ہون جو فقرہ جات ۲۵، تا ۷۰، میں درج ہیں۔

قاری عبدالوہاب مدارالامراء مدراسی | ف ۹۴۴ وطن مدراس۔ والد کا نام محمد غوث شرف الدولہ شرف الملک۔ ولادت سنہ ۱۲۰۸ھ۔ عبد العلی بحر العلوم سے تلمذ رہا مولانا عبدالقادر صاحب اور جعفر حسین صاحب سے بھی استفادہ کیا۔ نیز والد سے قرارت و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ بعد ازان شیخ علی بن عبداللہ الحموی سے تجوید و قرارت میں کمال حاصل کیا۔ سنہ ۱۲۶۴ھ میں پہلا حج اور سنہ ۱۲۶۸ھ میں دوسرا حج کیا۔ درس و تدریس کا کام کرتے رہے۔ والد نے اپنی زندگی ہی میں وزارت فرائض اونکو سپرد کردیئے تھے۔ سنہ ۱۲۸۵ھ میں وفات ہوئی۔ آپکے سات فرزند تھے۔ سب کے سب عالم و فاضل وقاری تھے۔ ان سب میں مشہور حافظ محمد غوث المخاطب بہ انتظام خان تھے۔ نیز ملاحظہ ہون فقرہ جات ۲۴۸ و ۲۴۹۔ [1]

قاری مولوی حاجی حافظ ہادی علی کاکوروی | ف ۹۴۵ مولد بنارس۔ آبا واجداد کا وطن کاکوری تھا۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۱۴ھ۔ والد کا نام مولوی محمد عظیم تھی۔ علمائے فرنگی محلی کی خدمت میں رہکر علوم کی تکمیل کی۔ قرارت بھی وہین سیکھی۔ حافظ محمد ابراھیم سے خوش نویسی کا فن حاصل کیا۔ جن میں اونکی بڑی شہرت ہوئی۔ خوش نویس ہفت قلم کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کی کتابت کردہ قرآن مجید کے نسخے اب بھی ہندوستان میں موجود ہیں۔ بڑے بڑے نامی گرامی کاتب آپ کے شاگرد تھے۔ سنہ ۱۲۳۴ھ میں بنارس سے قطع تعلق کرکے لکھنؤ میں مکان خرید کر وہاں سکونت اختیار کرلی۔ وہین سنہ ۱۲۸۶ھ میں انتقال کیا۔ [2]

---

[1] نزھت الخواطر از مولانا عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء

[2] تذکار الابرار صفحہ ۱۴۴۔ و تذکرۂ مشائخ بنارس از عبدالسلام۔

قاری حافظ سید بادشاہ حسینی حیدرآبادی ف ۹۴۶ وطن حیدرآباد۔ ولادت ۱۲۱۹ھ۔ حضرت شاہ شجاع الدین کے ممتاز شاگردوں میں تھے۔ قرأت و دیگر علوم حضرت ہی سے تحصیل کئے۔ شاہ صاحب کے فرزند حاجی عبداللہ کی لڑکی سے شادی ہوئی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک عرصے تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ وفات ۱۲۸۶ھ میں ہوئی۔ آپکے چار فرزند تھے (۱) قاری سید محمد صدیق (۲) قاری سید احمد علی شاگرد سید محمد صاحب تونسی (۳) قاری سید محمود مکی (۴) قاری حافظ سید عمر راوی ہفت قرأت۔ وفات ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو فقرہ (۱۰۳۷)

قاری نواب مصطفےٰ خان شیفتہ ف ۹۴۷ والد کا نام نواب اعظم الدولہ سرفراز الملک مرتضیٰ خان مظفر جنگ جاگیردار جہانگیرآباد۔ سنہ ولادت ۱۲۱۸ھ و بروایت دیگر ۱۲۲۰ھ لڑکپن میں علوم و فنون حاصل کئے۔ تجوید کے اچھے جاننے والے تھے۔ استادان وقت سے قرأت سیکھی تھی حضرت شاہ غلام علی کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت شاہ ابوسعید و شاہ احمد سعید سے استفادہ کیا تھا۔ اچھے شاعر تھے۔ شیفتہ تخلص تھا۔ مومن کے شاگرد تھے۔ ۱۲۵۵ھ میں حج کیا۔ ۱۲۸۶ھ میں انتقال ہوا [۱]

قاری شیخ اسمٰعیل سورتی ف ۹۴۸ وطن سورت (گجرات) ولادت ۱۲۱۷ھ۔ قاری حافظ عبدالرحمٰن سورتی سے تجوید و قرأت کی تکمیل کی اور دوسرے علوم حاصل کئے۔ بعد ازاں درس و تدریس کا سلسلہ آغاز کیا۔ وفات ۱۲۸۷ھ میں ہوئی۔ [۲]

قاری حافظ مولانا عبدالرشید مجددی ف ۹۴۹ فرزند شاہ احمد سعید مجددی ۱۲۳۷ھ بمقام لکھنو پیدا ہوئے دس سال کی عمر میں حافظ ہوئے۔ والد سے بیعت کی۔ قاری حبیب اللہ

---

[۱] شیفتہ کے چند شعر نمونتہً پیش ہیں:۔

(۱) آشفتہ خاطری وہ بلا ہے کہ شیفتہ	٭	طاعت میں کچھ مزہ ہے نہ لذت گناہ میں
(۲) جس لب کے بوسے غیر لیں اس لب کے شیفتہ	٭	کم بخت گالیاں بھی نہیں تیرے واسطے
(۳) وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی	٭	میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر لے
(۴) شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ	٭	اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی
(۵) پھر کہتے ہو کہ چھیڑنے کی اپنی خو نہیں	٭	عطر سہاگ ملتے ہو وہ جس میں بو نہیں

[۲] نزہت الخواطر جلد ہفتم۔ از مولانا عبدالحی۔

ملتانی و قاری فیض احمد دہلوی سے قراءت و دیگر علوم سیکھے۔ ۱۲۵۶ھ میں حج کیا۔ ۱۲۸۷ھ میں وفات ہوئی۔ ۱ھ

قاری حافظ شاہ امیر حسن عظیم آبادی | ف ۹۵۰ وطن عظیم آباد پٹنہ۔ والد کا نام محب حسن۔ شاہ یحییٰ کے مرید و خلیفہ۔ حفظ و قراءت کی تکمیل لڑکپن ہی میں کر لی۔ پٹنہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ دوبار حج کیا۔ پھر تارک الدنیا ہو گئے۔ تجوید و قراءت کے ماہر تھے۔ اس خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے کہ سننے والوں پر محویت طاری ہو جاتی۔ زاہد۔ عابد۔ کثیر البکا مشہور تھے۔ ۱۲۸۸ھ میں وفات ہوئی۔ ۲ھ

قاری امیر احمد ٹونکی | ف ۹۵۱ والد کا نام مولوی نصیر احمد ابن ولی محمد۔ سید احمد شہید کے خلفاء میں سے تھے۔ وزیر الدولہ نواب وزیر خان نے ۱۲۵۲ھ میں خط لکھ کر آپ کو طلب کیا تھا۔ مولوی امیر احمد صاحب مدرسہ خلیلیہ ٹونک میں بعد ازاں مدرس ہوئے۔ آپ مولانا برکات احمد صاحب کے بہنوئی تھے۔ ۳ھ

شیخ القراء مولانا کرامت علی جونپوری | ف ۹۵۲ آپکے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۶۸ تا ۲۸۰ میں درج ہیں۔ عظیم المرتبت شخصیت تھی۔

قاری حافظ منیر علی رامپوری | ف ۹۵۳ مولد رامپور۔ والد کا نام مولوی رستم علی بن مولوی محمد اسمٰعیل ولادت ۱۲۰۹ھ میں ہوئی۔ علوم اپنے والد اور علمائے رامپور سے حاصل کئے۔ حفظ و قراءت کی بھی تکمیل کی۔ قرآن مجید ایسا پڑھتے کہ سننے والوں پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۱۲۹۰ھ میں انتقال ہوا۔ ۴ھ

قاری حافظ عبد الرحیم رامپوری | ف ۹۵۴ مولد رامپور۔ والد کا نام عبد الماجد۔ سنہ ولادت ۱۲۳۰ھ صغر سنی میں آپکے والد آپ کو مولانا جمال الدین صاحب کے پاس لے گئے آپ نے فرمایا "آؤ حافظ عبد الرحیم" والد نے عرض کیا کہ اس نے تو ابھی ناظرہ بھی نہیں پڑھا ہے۔ فرمایا انشاء اللہ حافظ ہو جائے گا۔ یہ حضرت کے دعا کی برکت تھی کہ عبد الرحیم نے بہت جلد حفظ کر لیا اور قراء وقت سے تجوید و قراءت بھی سیکھی۔ پھر تو عبد الرحیم کی قراءت و حفظ کی داستانیں ہر زبان پر تھیں۔ رفتہ رفتہ قبول عام کی سند حاصل ہو گئی۔ بہ مقام رامپور تقریباً ۱۲۹۰ھ میں انتقال ہوا۔ ۴ھ

۱ھ تذکرۂ کاملان رامپور از حافظ احمد علی شوق

۲ھ مراۃ الکونین و نزہت الخواطر از مولانا عبد الحی

۳ھ آثار مالوہ از وکیل مرتضیٰ احمد خان۔

۴ھ تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق

ف ۹۵۵

قاری مولوی زمان خان شہید | مولد شاہ جہان پور۔ والد کا نام عمر خان۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۴۲ھ۔ لڑکپن میں قرآن مجید ختم کیا۔ تجوید بھی سیکھی۔ تلاوت سے خاص شغف تھا۔ سنہ ۱۲۶۵ھ میں بزمانۂ افضل الدولہ حیدرآباد آئے۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ سنہ ۱۲۸۲ھ میں حج کیا۔ دو سال حجاز میں قیام کرکے واپس آئے۔ تجوید و قرأت کی تکمیل بھی وہیں کی۔ واپسی پر محلہ شاہ علی بنڈہ حیدرآباد میں سکونت اختیار کی۔ مدرسہ و مسجد تعمیر کرائی۔ نواب عثمان علی خان کے اتالیق مقرر ہوئے۔ تلاوت قرآن بہ کثرت کرتے تھے۔ عصر سے عشاء تک ہمیشہ تلاوت میں گذارتے۔ سنہ ۱۲۹۲ھ میں تلاوت ہی کی حالت میں شہادت ہوئی۔ اونکے بھائی مسیح الزمان خان بھی قاری تھے جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

ف ۹۵۶

قاری حافظ سیّد نصیر الدّین عبید اللہ برہان پوری | مولد برہان پور۔ والد کا نام مولوی سید جلال الدین اللہ والے صاحب خلف اکبر تھے سنہ ولادت سنہ ۱۲۲۳ھ۔ حفظ و قرأت کی تکمیل برہان پور و حیدرآباد دکن میں کی۔ دوسرے علوم میں بھی کمال حاصل کیا۔ ادیب و شاعر تھے۔ نثر مقفیٰ و مسجع ہوا کرتی تھی۔ آپ کی تصانیف بہت ہیں جن میں علوم قرآنی پر تیسیر فی مہمات التفسیر (۲) برہان الھدیٰ فی تفسیر الرحمن علی العرش استویٰ (۳) رسالہ سجدات و تعداد آیات و حروف و سور تہائے قرآن وغیرہ ہیں۔ بیگم صاحبہ بھوپال کی دعوت پر بھوپال میں بھی چندے قیام کیا۔ فن سپہ گری میں ماہر تھے۔ حج و زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ پہونچے ۱۵ محرم بروز جمعہ انتقال ہوا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ [1]

ف ۹۵۷

قاری سعید الدین احمد بنارسی | مولد بنارس۔ والد کا نام قاری سید جلال الدین بنارسی ولادت سنہ ۱۲۵۲ھ۔ والد سے علوم سیکھے۔ مولانا عبد الحق بنارسی سے تجوید و قرأت کی تکمیل کی۔ شعر و شاعری کا بھی شوق تھا۔ طبیب بھی تھے اور عربی کے ادیب بھی۔ کوئنس کالج بنارس میں کام کیا۔ ہر وقت تلاوت قرآن کا شغلہ رہتا تھا۔ آپ کی لغات القرآن مشہور ہے۔ کئی بار چھپ چکی ہے سنہ ۱۲۹۳ھ میں انتقال ہوا۔ باغ فاطمان میں دفن ہیں۔ [2]

ف ۹۵۸

مقری حافظ سید علی حسین رامپوری | مولد و منشار رامپور۔ والد کا نام سید قمر علی۔ حفظ قرآن کی تکمیل خیر محمد پنجابی کی نگرانی میں ہوئی۔ تجوید و قرأت

---

[1] تاریخ برہان پور وغیرہ

[2] تذکرہ مشائخ بنارس از عبد السلام۔

قاری محمد نسیم رامپوری سے اور حدیث حضرت نعیم شاہ سے سیکھی۔ بعد ازاں حضرت نعیم شاہ کے مرید ہو گئے۔ زاہد۔ عابد۔ متقی اور پرہیزگار تھے۔ جامع مسجد رامپور کے پیش امام مقرر ہوئے۔ عرصے تک امامت کے ساتھ درس و تدریس کا کام بھی انجام دیا۔ جہری نمازوں میں قرآن شریف ایسا پڑھتے کہ مقتدیوں پر رقت طاری ہو جاتی۔ آواز میں عجیب درد تھا۔ لہجہ میں بڑا اثر پایا جاتا تھا۔ بہت منکسر المزاج تھے۔ حافظ قاری علی محمد عرف جی صاحب سے اور مفتی سعد اللہ سے ملتے رہتے تھے۔ وفات ۱۲۹۳ھ میں بمقام رامپور ہوئی۔ نعیم شاہ کی مزار کے پاس دفن ہوئے۔ ؎[1]

مقری مفتی محمد سعد اللہ رامپوری | **۹۵۹** مولد مراد آباد۔ مولسری والی مسجد کے عقب میں مکان تھا والد کا نام نظام الدین۔ ۱۷ ررجب ۱۲۱۹ھ کو ولادت ہوئی۔ والد کا انتقال صغر سنی میں ہوا۔ بڑے بھائی نے پرورش کی۔ اور ابتدائی علوم سکھلائے۔ بھاوج سے لڑکر نکل گئے تحصیل علم کی خاطر مختلف مقامات کا سفر اختیار کیا۔ ۱۲۲۹ھ میں دہلی پہونچے۔ شاہ عبدالعزیز۔ مولانا شاہ محمد اسحٰق اور بہت سے علماء سے درس لیا۔ ظہور اللہ لکھنوی و مرزا حسن علی لکھنوی سے حدیث سیکھی۔ فارغ التحصیل ہو کر ۱۲۴۳ھ میں لکھنو پہونچے تو اعزہ کو پتہ چلا۔ ۱۲۵۰ھ میں مراد آباد لائے گئے۔ جہاں آپ کی شادی ہوئی۔ ۲۹ سال لکھنو میں ملازمت کی۔ ۱۲۷۰ھ میں حج کیا۔ واپسی پر نواب یوسف علی خان نے رامپور بلا کر عہدہ قضارت دیا۔ اور آپ کی شاگردی بھی کی۔ آپ جملہ علوم میں کمال رکھتے تھے۔ تجوید و قراءت۔ فارسی نظم و نثر۔ عربی ادب اور دیگر فنون میں بے مثل تھے۔ ایک سو تصانیف ہیں جن میں تجوید پر مندرجہ ذیل چار کتابیں بہت مشہور ہیں: (۱) رسالہ فی وجود الغنۃ (قراءت میں بزبان فارسی مطبوعہ) (۲) رسالہ تجوید مطبوعہ بزبان فارسی (۳) خلاصۃ النوادر تجوید میں جس کا ترجمہ سراج القاری کے نام سے طبع ہوا ہے (۴) نوادر البیان فی علوم القرآن۔

(ب) آپ کو کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک بڑا کتب خانہ جمع کیا جو پہلے اونکے فرزند کے قبضہ میں تھا اب اونکے پوتے مولوی فضل اللہ کے پاس ہے جس میں آٹھ سو کتابیں اب بھی موجود ہیں۔

(ج) آپ قاری علی محمد عرف جی صاحب و قاری علی حسین صاحب و قاری محمد نسیم صاحب سے ملتے رہتے تھے۔

(د) مفتی محمد سعد اللہ کا انتقال ۱۲۹۴ھ میں ہوا۔ شاہ بغدادی صاحب کے مزار کے پاس دفن ہوئے آپکے دو فرزند لطف اللہ و بشارت اللہ تھے۔ ؎[1]

؎[1] تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق

ف ۹۶۰ **قاری مولوی حاجی احمد علی احراری رامپوری** مولد رامپور۔ والد کا نام مرزا جان رامپوری علوم و تجوید و قراءت رامپور ہی میں سیکھی۔ بے مثل قاری ہوئے قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ ریاست باندا میں آٹھ سال مقیم رہے۔ ۱۲۷۷ھ میں حج سے فارغ ہوئے ۱۲۷۰ھ میں حیدر آباد دکن میں ایک سوتیس روپئے ماہوار پر مدرس مقرر ہوئے۔ کسی ناگواری کی بنا پر ۱۲۸۰ھ میں رامپور واپس ہوگئے۔ بعد ازاں صفائی ہوجانے پر واپس حیدر آباد آئے اور پانچسو روپئے پر ناظم عدالت مقرر ہوئے۔ ۱۲۹۴ھ میں حیدر آباد میں انتقال ہوا۔ دو لڑکے قاری عبد الولی اور مولوی عبد العلی تھے۔ [۱]

ف ۹۶۱ **قاری حافظ نواب محمد عباد اللہ خان ابن امیر خان ٹونکی** تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۷۶۵ (ب) میں درج ہیں ۱۲۹۴ھ میں وفات ہوئی۔

ف ۹۶۲ **قاری حافظ نواب محمد جمال خان ابن امیر خان ٹونکی** تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۷۶۵ (ب) میں درج ہیں۔

ف ۹۶۳ **قاری حافظ شاہ محمد اسمٰعیل بنارسی** مولد بنارس۔ حفظ و قرارت کی تکمیل لڑکپن میں کی قاری شاہ رضا علی بنارسی کے شاگرد تھے وفات ۱۲۹۴ھ میں ہوئی۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ بڑے فرزند الحاج قاری حافظ خلیل الرحمٰن خاص خوبیوں اور صفات کے حامل تھے۔

ف ۹۶۴ **قاری حافظ مولوی حکیم عالم علی رامپوری** مولد نگینہ ضلع بجنور۔ سنہ ولادت ۱۲۲۸ھ والد کا نام کفایت علی ابن سید فتح علی۔ مراد آباد میں مقیم ہوئے عالم متبحر۔ حافظ۔ قاری محدث و طبیب تھے۔ حافظ شبراتی رامپوری۔ مولوی مملوک علی نانوتوی کی شاگردی کی۔ رامپور میں بھی قیام رہا۔ نہایت متورع و زاہد تھے۔ پابندی سنت کا بطور خاص لحاظ رکھتے تھے۔ رمضان ۱۲۹۵ھ میں انتقال ہوا۔ مراد آباد میں دفن ہیں۔ [۱]

ف ۹۶۵ **قاری مولوی غلام رسول خان رامپوری** مولد رامپور۔ ابتدائی علوم و تجوید رامپور میں حاصل کئے۔ خوشنویسی میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ رسم الخط قرآنی سے واقف ہونے کے علاوہ خط نسخ و نستعلیق و شکستہ کے بھی ماہر تھے۔ پہلے لکھنؤ گئے۔ پھر بھوپال آکر ملازم ہوگئے۔ وفات ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ [۱]

---

[۱] تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق۔

مفتی قاری ریاض الدین کاکوروی
ف ۹۶۶ وطن کاکوری۔ والد کا نام قاضی علیم الدین ابن قاضی نجم الدین ولادت ۱۲۲۹ھ میں ہوئی۔ حفظ و قرارت کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ پھر شیخ فضل اللہ و شیخ حسین سے استفادہ کیا۔ قوی الحافظہ تھے۔ نواب کلب علی خان کے زمانے میں رامپور کے مفتی ہوئے۔ پھر حیدرآباد دکن آئے اور یہین انتقال کیا۔ تاریخ وفات ۱۲۹۵ھ ہے۔ سلہ

مولانا غلام قادر قاری ہفت قراءت مدراسی
ف ۹۶۷ وطن مدراس۔ ولادت ۱۲۳۰ھ جید عالم وقاری سبعہ تھے۔ آپ نے مدراس میں بہت فیض پہونچایا آپ نے ایک رسالہ ضوابط الفرقان کے نام سے ۱۲۸۰ھ میں لکھا جو مطبع مظہر العجائب مدراس سے شائع ہوا۔ آپ کے بہت سے شاگردوں میں سے ایک ممتاز شاگرد سید علی ہادشاہ افضل کڑپوی بھی قاری ہفت قرارت تھے۔ کڑپہ اور جنوبی ہند کے کئی شہروں میں رہکر تجوید کی تعلیم دی۔ ان کا ذکر جلد اول فقرہ ۳۲۴ میں درج ہے۔
(ب) مولانا غلام قادر کا انتقال ۱۲۹۵ھ میں ہوا۔

قاری محمود علی پسر کرامت علی جونپوری
ف ۹۶۸ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ ۲۷۸ میں درج ہیں۔

قاری حافظ عبدالعزیز عرف اخوندجی
ف ۹۶۹ وطن دہلی۔ فن تجوید و قرارت و دیگر علوم شاہ عبدالعزیز مولانا محمد کریم۔ مولانا شاہ محمد اسحٰق اور مولانا عبدالقادر سے حاصل کئے۔ قرآن مجید کو مکرر شاہ عبدالقادر سے پڑھا۔ عبادت۔ ریاضت و مجاہدات میں سختی سے عادی تھے قرآن شریف سے خاص لگاؤ تھا۔ تلاوت بہت کرتے تھے۔ درس و تدریس میں عمر بسر کی۔ ۱۲۹۶ھ میں وفات ہوئی۔ آستانہ باقی باللہ میں مزار ہے۔

قاری حافظ عبدالعلی خان رامپوری
ف ۹۷۰ وطن رامپور۔ والد کا نام ملا محمد عمران خان ابن ملا محمد غفران خان۔ باپ اور دادا دونوں عالم تھے۔ قاری عبدالعلی خان نے دادا سے علوم سیکھے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل کی۔ اچھے قاری تھے بڑی شہرت پائی۔ ۱۲۹۷ھ میں وفات ہوئی۔ سلہ

قاری حافظ نور المقتدیٰ اورنگ آبادی
ف ۹۷۱ وطن اورنگ آباد۔ والد کا نام نور المصطفےٰ ابن

سلہ نزہت الخواطر جلد ہفتم از مولانا عبدالحی۔
سلہ تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق

قاری محمد قمر الدین ابن منیب اللہ ابن عنایت اللہ۔ سنہ ولادت ۱۲۰۰ھ ہے۔ والد سے قرآن پڑھا۔ علوم دینی کی تعلیم والد و عم بزرگ شاہ مجیب اللہ سے حاصل کی۔ حافظ قرآن ہوئے۔ تجوید و قراءت بھی سیکھی۔ خطاطی کا فن بھی حاصل کیا۔ قاری نور المہتدیٰ فرزند تھے۔ سات لڑکیاں ہوئیں۔ سب کو تجوید و قراءت و مذہبی تعلیم سے آراستہ کیا۔ حافظ نور المقتدیٰ کی وفات ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔ [1]

قاری سید غوث علی شاہ قادری نقشبندی پانی پتی

ف ۹۷۲ نواح دہلی کے رہنے والے تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت لڑکپن میں سیکھی۔ بعد ازاں قاری عبید اللہ عرف قاری لالا سے تجوید کی تکمیل کی۔ کچھ روز قرات سبعہ کی مشق کر کے سلسلہ ترک کر دیا۔ سیاح تھے۔ نقشبندیہ مجددیہ طریقہ میں شاہ غلام علی سے خلافت پائی تھی۔ زیادہ قیام پانی پت میں رہا۔ شاہ بو علی قلندر کے مزار کے احاطے میں مشرق رویہ جو حجرے ہیں اونمیں سے کونے والے حجرے میں آپ کا قیام تھا۔ قاری عبد الرحمن پانی پتی سے ملتے رہتے تھے۔ آپکے شاگرد گل حسن نے آپکے ملفوظات کو جمع کر کے "تذکرۂ غوثیہ" کے نام سے شائع کیا ہے جو بہت مشہور و مقبول ہے۔ مختلف سلسلوں سے اجازت یافتہ تھے ۱۲۹۸ھ میں وفات پائی۔ مزار پانی پت میں ہے۔ [2]

قاری حافظ شاہ محمد عمر مجددی

ف ۹۷۳ وطن دہلی۔ والد کا نام شاہ احمد سعید مجددی ولادت ۱۲۴۴ھ آپ کے والد کو ۱۲۷۳ھ میں غدر کے بعد جلا وطن کیا گیا تو آپ بھی انکے ہمراہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ آپ کے فرزند شاہ ابو الخیر بھی ساتھ تھے۔

(ب) شاہ محمد عمر نے لڑکپن میں علوم متداولہ و تجوید و قراءت کو تکمیل فرمائی تھی۔ مکہ معظمہ میں آپ کو اور آپکے فرزند دونوں کو بزرگوں سے استفادے کا موقع ملا۔ ۱۲۹۰ھ میں اپنے لڑکے کے ساتھ دہلی واپس آئے۔ کچھ روز رہکر رامپور چلے گئے وہیں ۱۲۹۸ھ میں انتقال کیا۔ حافظ جمال اللہ شاہ کے احاطے میں دفن ہیں۔ [3]

قاری محمد صادق مدراسی

ف ۹۷۴ وطن مدراس۔ ولادت تقریباً ۱۲۴۰ھ میں ہوئی۔ تجوید و قراءت سے واقف تھے۔ التیسیر کا قلمی نسخہ ۱۲۸۹ھ میں انکے پاس پہنچا جو اب ڈاکٹر عبد الحق مرحوم کے کتب خانے واقع مدراس میں موجود ہے۔ وفات تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔

---

[1] نور العنایت از سید نور المقتدیٰ اورنگ آبادی۔
[2] تذکرۂ اولیائے ہند از محمد اختر دہلوی۔ و تذکرۂ غوثیہ از گل حسن
[3] روض الازھار فی ذکر الاخیار از زید ابو الحسن دہلوی۔

دورِ حکومت برطانیہ (بہ سلسلہ سابقہ)

بابِ چہاردھم (۱۳۰۰ھ تا ۱۳۶۵ھ)

ف ۹۷۶ تیرھویں صدی ہجری کے حالات ختم ہوئے۔ پچھلے صفحات میں اوس جدوجہد کا ایک اجمالی نقشہ پیش کیا گیا جو مسلسلہ، متصلہ، مشہورہ، ومتواترہ قرات کی اشاعت کے سلسلے میں ہندوستان میں گذشتہ آٹھ سو سال میں کی گئی تھی۔ اس سے قبل عربی بولنے والے ممالک میں جو عملی و تصنیفی کام انجام پایا اوس کا اجمالی نقشہ بھی پیش کر دیا گیا جس سے علمائے اسلام کی اوس خدمت کا اندازہ ہوا جو فن تجوید و قراءت کی ترویج و اشاعت میں انجام دی گئی تھی اور اس کا بھی علم حاصل ہوا کہ اس فن کی اشاعت میں تسلسل برقرار رکھنے کی غرض سے ہندوستان نے اپنا کیا حصہ ادا کیا۔ اس کے بعد اب اوس دور انحطاط کا بھی نقشہ پیش کیا جاتا ہے جو تقریباً نصف صدی پر پھیلا ہوا ہے۔ جس میں یہہ بتایا جائے گا کہ اس عرصہ مدت میں فن تجوید کے ساتھ کیسی بے اعتنائی برتی گئی اور اوسکے اسباب و علل کیا تھے۔

اسبابِ بے اعتنائی

ف ۹۷۷ ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۳ھ کے بعد روز بروز انگریزوں کا اقتدار مستحکم ہوتا گیا۔ مغلیہ شہنشاہیت کا واسطہ جو برائے نام تھی وہ بھی باقی نہ رہا۔ تاہم یہہ نام نہاد شہنشاہیت قدیم طرز تعلیم کی برقراری۔ دفتری زبان کی حیثیت سے زبان فارسی کی بقاء۔ شائقین کے لئے تحصیل علم کے مواقع اور سہولت کی فراہمی اور اسلامی تمدن و ثقافت کی ترویج میں بڑی حد تک ممد و معاون ثابت ہوئی۔ انگریزی پالیسی یہہ تھی کہ زبان انگریزی کو دفتری زبان کا درجہ دیا جائے اور اس غرض کی تکمیل کے لئے انگریزی تعلیم عام کر دی جائے۔ اس حکمت عملی کو روبہ عمل لانے کے لئے انگریزی اسکول کھولے گئے۔ تقریباً پچاس سال تک تو مسلمانوں نے اس کی بالکل پرواہ نہ کی۔ مگر پرانی روش آخر کب تک نبھ سکتی۔ نئے خیال کے لوگ نئی تعلیم کے حامی و مددگار ہو گئے۔ سرسید احمد خان کا خیال تھا کہ طالب علموں پر دو بڑی غیر زبانوں یعنے عربی اور انگریزی سیکھنے کا بار بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا ایک ہی غیر ملکی زبان کو اختیار کیا گیا۔ انگریزی کے ساتھ ریاضی۔ جغرافیہ تاریخ وغیرہ جیسے فنون شامل ہو گئے۔ مگر عربی کو اختیاری زبان سے زیادہ اہمیت نہ ملی۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ نصف صدی تک علم تجوید و قراءت غیر اہم ہو کر رہ گیا۔

(۲) دوسری وجہ تجوید سے بے اعتنائی کی یہہ تھی کہ جو خوش الحان نہ ہوتے ان کو عوام کم سنتے اس لئے ایسے لوگوں میں تجوید کا شوق باقی نہ رہا۔

(۳) تیسری وجہ یہہ تھی کہ متصل۔ متواترہ۔ مسلسل و مشہورہ قرات کے جاننے والے قاریان کرام جو بلاد اسلامیہ سے لگاتار آتے رہتے تھے اونکی درآمد کا سلسلہ اس لئے مسدود ہو گیا کہ ہندوستان کے جدید ماحول میں اون کی قدر و منزلت باقی نہ رہی۔

(۴) اس فن کے حصول میں محنت زیادہ درکار تھی۔ لیکن رفتار زمانہ کے اعتبار سے اس کی قدر و قیمت کی کوئی توقع نہ تھی۔

(۵) یہہ خالص عملی کام تھا۔ اس لئے کتابوں کے مطالعہ کرنے والوں کو مشق کا موقعہ نہ ملا۔ اور نہ اس فن سے اون کو لگاؤ پیدا ہوا۔

(۶) مدرسہ و کالج کے نصاب تعلیم میں تجوید و قراءت کو کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ اس لئے جدید تعلیم سے آراستہ ہونے والے نوجوانوں کو اس سے دور کی نسبت بھی باقی نہ رہی۔ اس لئے وہ اس کے حسن و قبح کو پرکھ نہیں سکتے تھے۔ عربی مدارس میں بھی اس کا کوئی خاص لحاظ نہیں رکھا گیا۔

ان تمام وجوہ کی بناء پر چودھویں صدی کے آغاز میں رفتہ رفتہ اس فن سے توجہ ہٹتی گئی۔ تا آنکہ تجوید و قراءت کی عام مقبولیت متاثر ہو گئی۔ اور وہ خاص خاص افراد کے حلقوں میں محدود ہو کر رہ گیا۔

۹۷۸ اس صدی میں حصول فن تجوید کے جو ذرائع و وسائل تھے وہ درج ذیل ہیں:۔

(۱) زمانہ سابق کے باکمال مقریوں نے جو سلسلہ قائم کر دیا تھا اوس کی بدولت کم از کم متعلقہ خاندانوں کے افراد میں جدید قاری پیدا ہوتے رہے چنانچہ پانی پت۔ امروہہ۔ مراد آباد۔ لکھنو۔ الہ آباد۔ کانپور۔ احمد آباد۔ برہان پور۔ حیدر آباد۔ دکن۔ مدراس۔ ویلور میں قراء ہمیشہ موجود رہے۔

(۲) جس کسی کو تجوید و قراءت کا شوق ہوتا اگر اسکو سفر حج کی سعادت نصیب ہوتی تو وہ فریضۂ حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کسی مستند قاری سے قراءت سیکھتا اور واپس آکر سلسلہ درس جاری کرتا۔ چنانچہ حرمین میں تین مستند قراء عبیدی۔ سمنودی۔ کاظمی صاحب سلسلہ تھے جن سے استفادہ کرکے ہندوستان آنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ ہمارے استاد محترم مولانا روشن علی صاحب کے سلسلے میں یہہ تینوں بزرگ آجاتے ہیں۔

(ب) بہر حال حصول علم کے امکانات کم ہوں۔ معلمین کی تعداد بھی زیادہ نہ ہو اور رفتار زمانہ کے اعتبار سے فن کی جانب عام رجحان بھی کم ہو تو آثار انحطاط کا پیدا ہو جانا لازمی امر تھا۔ مولانا کرامت علی صاحب نے

کم توجہی کا جو شکوہ کیا وہ فقرہ ۲۷۱ جلد اول میں آپ کے ملاحظہ سے گذر چکا ہے۔ پچاس برس قبل مولانا اشرف علی صاحب نے عربی مدارس کے نصاب کے متعلق ایک تقریر فرمائی تھی جس میں مولانا نے یہہ شکایت کی تھی کہ عربی مدارس میں تجوید و قرات نہیں سکھلائی جاتی جس کی وجہ سے جو عالم بھی نکلتے ہیں تجوید سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ مولانا عبد الباری صاحب نے تجدید نصاب عربی پر ایک مضمون معارف بابتہ مئی ۱۹۴۸ء میں لکھا تھا جس میں انھوں نے مولانا اشرف علی صاحب کے اسی خیال کو دہرایا تھا۔ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا تھا" اکثر مدارس عربیہ میں تجوید کا علم و عمل داخل نصاب نہیں۔ اس کمی کا نتیجہ یہہ ہے کہ اکثر طلبا، بلکہ علماء بھی افسوس ہے کہ قرآن مجید صحت سے نہیں پڑھ سکتے۔ جس پر عوام تک ہنستے ہیں۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ امام عالم ہو اور اوس کی نماز فقہ کی رو سے درست نہو۔ لہٰذا طلبا، پر لازم کیا جائے کہ تجوید علماً و عملاً حاصل کریں۔ مولانا اشرف علی صاحب کے اس بیان سے اوس زمانے کی حالت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عوام میں اس کی دلچسپی ضرور کم ہوگئی تھی مگر خواص میں ذوق کا فقدان نہ تھا۔ جیساکہ متذکرۂ ذیل کے قرا، کی کارگذاریوں سے واضح ہوگا۔

۹۷۹ مولانا اشرف علی صاحب اور اونکے ہم عصر قرا، کی چیخ و پکار کا یہہ نتیجہ ہوا کہ ہندوستان کی بڑی بڑی درس گاہوں و مدارس عربیہ نے اس جانب توجہ کی۔ چنانچہ پچیس سال پہلے میں نے جو مختلف عربی مدارس دیکھے تھے ان میں اور حالیہ مدارس میں جن کا ۱۹۵۸ء کی ابتدا، میں بہ دوران سفر مدارس کا معائنہ کیا۔ بین فرق محسوس ہوا۔ دار العلوم دیوبند میں پہلے صرف ایک قاری تھے جن کے پاس طلبا، کی تعداد پانچ' سات سے زیادہ نہ تھی۔ مگر اب اس درس گاہ میں پانچ شیوخ التجوید کام کررہے ہیں اور ان سب کی جماعتیں بھرپور ہوا کرتی ہیں۔

(ب) مولانا حسین احمد صاحب مدنی نے تجوید کی جانب خاص توجہ کی۔ دار العلوم مظاہر العلوم سہارن پور میں دو شیخ التجوید کام کررہے ہیں اور مدرسہ تجوید القرآن سہارن پور میں تین شیوخ درس دے رہے ہیں۔ مراد آباد کے مدرسہ شاہی و مدرسہ امدادیہ میں سبعہ قرات کے جاننے والے دو استاد مامور ہیں۔ رامپور کے مدرسہ عالیہ میں دو شیوخ۔ مدرسہ فرقانیہ اور جامع مسجد میں ایک ایک معلم کام کررہے ہیں۔ لکھنو۔ الہ آباد۔ کانپور۔ بنارس۔ گیا اور کلکتے میں تجوید و قرات کا ذوق عام ہے۔ علی گڑھ میں مقری عصام الدین خلف قاری حافظ ضیا، الدین صاحب کام کررہے ہیں۔ بمبئی کی ہر بڑی مسجد میں ایک اچھا قاری و حافظ موجود ہے۔ چنانچہ قرا کی سب سے زیادہ تعداد اس وقت بمبئی میں موجود ہے اس اہتمام کی بنا، پر ڈھارس بندھتی ہے کہ گذشتہ دور کی کم توجہی کی تلافی ہوسکے گی۔

ف۹۸۰ اب یہاں اون تصانیف و تالیفات کا ذکر کیا جاتا ہے جو تجوید قراءت کے تعلق سے چودھوین صدی ہجری میں ہندوستان میں مرتب ہوئیں۔ ساتھ ہی قرآن پاک کے اون نسخون کا ذکر کیا جائیگا جن کے حاشیوں پر سبعہ و عشرہ قرأت کے اختلافات درج ہیں۔ ایسے نسخوں کی کتابت یا طباعت اس امر کی بین دلیل ہے کہ تجوید و قراءت کے سیکھنے و سکھلانے کا ذوق و شوق اس زمانے میں پایا جاتا تھا۔ حیرت کا مقام ہے کہ کم توجہی کے باوجود اس فن میں تالیفات کی معتد بہ تعداد معرض وجود میں آئی۔ یہہ وہ کتابیں ہیں جن کا پتہ مجھے لگا۔ بہت سی ایسی تالیفات بھی ہوں گی جو میرے علم میں نہیں آئی ہیں

(۱) قاری محمد اشرف عالم ابن مولانا عابد نے مجموعہ آداب اور پھر آداب القرآن کے نام سے فن تجوید پر رسالے ۱۳۰۱ھ میں شائع کئے۔

(۲) قاری محمد ابراھیم حیدر آبادی نے "ولی القاری" لکھ کر ۱۳۰۳ھ میں شائع کرائی۔ اونکی دوسری تالیف "مختصر المفید فی علم التجوید" ہے جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔

(۳) قاری حافظ محمد علی خان جلال آبادی ثم الدہلوی نے "حرز الاصول والفروع" سبعہ میں بزبان اردو بڑی بے نظیر کتاب لکھی ہے۔ قلمی نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۴) مطبوعہ قرآن شریف جس کی تقطیع ۲ × ۱/۲ ۱ فٹ اور ۱۵۱ اصفحات پر مشتمل ہے اس کا وزن ۲۵ پونڈ ہے۔ یہہ قرآن شریف میور پریس دہلی میں ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوا۔ اس میں اختلافات سبعہ کا ایک حاشیہ ہے۔ دوسرا حاشیہ رسم الخط کا۔ تیسرا اور چوتھا حاشیہ تفسیر حسینی و تفسیر عزیزی کا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سید محمود علی سجادہ نشین شاہ عبد الحلیم بھنڈاری انکلے سر علاقہ بھڑونچ کے پاس ہے۔ یہہ نسخہ دوسری بار ۱۳۰۸ھ میں دہلی میور پریس سے شائع ہوا۔ اس کی طباعت کپڑے پر بھی ہوئی ہے جس کا ایک نسخہ مسٹر سید مجید اللہ ڈپٹی کمشنر پولیس حیدر آباد (حال منتقل شدہ بہ بمبئی) کے پاس موجود ہے۔

ندا یہہ غیب سے آئی کہ تاریخ ٭ شتاب لکھ جزاک اللہ خیرا
۱۳۰۸ھ

(۵) قرآن شریف کا ایک نسخہ جس کی ہر سطر واؤ سے شروع ہوتی ہے۔ کلکتہ میں مطبع غوثیہ سے ۱۳۰۶ھ میں طبع ہوا۔ جو حکیم ظہیر احمد صاحب ٹونکی شاہی طبیب کے پاس موجود ہے۔

(۶) قاری پیر محمد لکھنوی نے سبعہ قرأت میں سراج القراءت اردو میں ۱۳۰۶ھ میں لکھنو سے طبع کرائی حیدر آباد اسٹیٹ لائبریری میں ایک نسخہ موجود ہے۔

(۷) قاری سید علی مراد شاہ کڑپوی نے ۱۳۰۸ھ میں "روح التجوید" لکھا جو بعد ازاں ۱۳۱۹ھ میں مطبع نامی مدراس سے شائع ہوا۔

(٨) قاری حافظ عبدالہادی خان قاری سبعہ قرأت نے ہدایت القراء سبعہ قرأت میں اردو میں لکھ کر بھوپال سے ۱۳۱۲ھ میں طبع کرائی۔

(۹) قرآن مجید کا ایک نسخہ اعجاز محمدی پریس آگرے سے ۱۳۱۲ھ میں طبع ہوا۔ جس کے حاشیہ پر تفسیر حسینی درج ہے۔ اس کی تقطیع ۱۲/۷ ۱ × ۱ فٹ ہے۔ یہہ خط گلزار میں لکھا ہوا ہے۔ بین السطور شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ ہے۔ اس کا ایک نسخہ حکیم ظہیر احمد صاحب ٹونکی طبیب شاہی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۱۰) قرآن شریف کا ایک نسخہ ۱۳۱۳ھ میں قاری عبدالعلیم فرزند قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے مطبع فیض عام مظفر آباد سے طبع کرایا۔ جس پر سبعہ قرأت کا حاشیہ درج ہے۔ قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے اس کی نظر ثانی کی تھی اس کا ایک نسخہ قاری جمیل احمد صاحب ناظم جامع العلوم کانپور کے پاس موجود ہے۔

(۱۱) قاری محمد نعیم المعروف بہ مسکین شاہ مجددی خلیفہ شاہ سعد اللہ شاہ نے اپنی کتاب لذات مسکینی میں قرأت کا باب باندھا تھا۔

(۱۲) قاری محمود حسین تلمیذ شیخ القراء حافظ سید محمد تونسی نے قواعد تجوید پر ایک کتاب موسوم بہ ضیاء الفرقانی مرتب کی ہے۔ ۱۳۱۴ھ میں مطبع عزیز دکن سے شائع کرایا۔

(۱۳) عثمان دانی کی مرتبہ قرأت سبعہ کی مشہور و معروف کتاب "التیسیر" کو عربی متن میں حیدر آباد سے ۱۳۱۶ھ میں طبع کیا گیا۔ قاری مولانا محمد عمر نے اس کی طباعت میں حصّہ لیا۔

(۱۴) قاری سید سلیمان بھوپالی نے المختصر المفید فی مباحث التجوید۔ المعروف بہ تحفۃ الطلاب کی دو جلدیں بزبان اردو ۱۳۱۶ھ میں شائع کرائیں۔

(۱۵) قاری محمد عبداللہ امام جامع مسجد کانپور و مہتمم مدرسہ جامع العلوم نے "قاری بنانے والی کتاب" اردو زبان میں مرتب کی جو ابتک کئی بار چھپ چکی ہے۔

(۱۶) قاری محمد یوسف نے محمد صدیق افغانی کی زبدۃ الترتیل کا اردو ترجمہ کیا اور "تجوید کی حقیقت" کے نام سے اوس کو کریمی پریس الہ آباد سے شائع کیا۔

(۱۷) اختلافات قرأت و رسم الخط قرآنی پر جو کتاب موسوم بہ "المعجز" مع رسالہ فتحہ الطرق والابواب" ۱۱۷ھ میں لکھی گئی تھی اوس کو محمود بن محمد نے ۱۳۱۷ھ میں اس کی قلمی کتابت کی۔ اس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۱۸) تجوید القرآن مع رسالہ تعلیم الوقف یادگار حق القرآن منظوم از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوئی۔

(۱۹) حافظ محمد احمد خلف قاری حافظ عبداللہ نے ایک رسالہ خلاصۃ التجوید احمدیہ ۱۳۲۰ھ میں بہ مقام

حیدرآباد دکن لکھا۔ اس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(۲۰) خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن جو عربی زبان میں شیخ القراء ضیاء الدین احمد کی تالیف ہے۔ ۱۳۲۰ھ میں طبع ہوئی۔

(۲۱) مقری رشید احمد گنگوہی نے "رد الطغیان فی اوقاف القرآن" لکھی۔

(۲۲) "ضیاء القرات" شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد نے ۱۳۲۵ھ میں لکھ کر طبع کرایا۔

(۲۳) قاری ضیاء الدین کی مجموعہ "ضیاء القرات" کی دوسری طباعت ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔

(۲۴) مفتی محمد محمود مدراسی نے اپنا رسالہ موسومہ "ریاض القراء" لکھ کر ۱۳۲۷ھ میں طبع کرایا۔

(۲۵) قاری مسیح الزماں کی ضوابط القرآن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

(۲۶) قاری حسن الزماں نے ایک رسالہ موسومہ "رسم الخط امام" مرتب کیا جس کا قلمی نسخہ اونکے کتب خانے میں موجود ہے۔ دوسری تالیف "قرات القرآن عن اہل بیت" ہے جو ۸۰۸ صفحات پر مشتمل ہے جس کا سنہ تالیف ۱۳۲۸ھ ہے۔ اس میں فاضل مصنف نے اہل بیت کی احادیث سے یہہ ثابت کیا ہے کہ اہل بیت کی قراءت بھی وہی تھی جو دوسرے قراء کی تھی۔ اسکے علاوہ کچھ نہ تھی۔

(۲۷) التیسیر کا عربی نسخہ دوسری مرتبہ مجتبائی پریس دہلی سے ۱۳۲۸ھ میں طبع ہوا۔ جس کا ایک نسخہ شیخ القراء حافظ محمد سابق صاحب لکھنوی کے پاس موجود ہے۔

(۲۸) تنشیط الطبع فی اجراء السبع از مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مطبوعہ ۱۳۳۳ھ۔

(۲۹) قاری محمد عثمان ابن حافظ عبد الرحمٰن شاگرد صوفی ناصر الدین بخاری نے "خلاصۃ الرسوم" کے نام سے ایک رسالہ فن قراءت پر لکھا جس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

(۳۰) قرآن شریف کا ایک نسخہ ۱۳۳۵ھ میں سادھوڑے سے شائع ہوا جس پر قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کی تقریظ۔ حاشیہ پر اختلافات سبعہ بالوضاحت درج ہیں۔ اس کا ایک نسخہ قاری جمیل احمد صاحب ناظم جامع العلوم کانپور کے پاس محفوظ ہے۔

(۳۱) الاقتصاد فی الضاد از قاری مولانا رحیم اللہ بجنوری تلمیذ محمد قاسم نانوتوی مطبوعہ ۱۳۳۶ھ۔

(۳۲) قاری حافظ محمد عبداللہ مرادآبادی نے "طیبۃ النشر" کا ترجمہ "توضیح العشر" مرادآباد سے ۱۳۳۶ھ میں شائع کیا۔

(۳۳) شیخ القراء میر روشن علی حیدرآبادی نے جواہر الصبیان و حرز الصبیان دو رسالے ۱۳۳۶ھ میں حیدرآباد سے شائع کرائے۔

(۳۴) قاری منیر علی حیدرآبادی نے ایک رسالہ خلاصۃ التجوید ۱۳۴۱ھ میں شائع کیا نیز "رسالہ تشریح

نقشہ جات تجوید" بھی شائع کیا۔

(۳۵) معرفۃ التجوید و تحفۃ المبتدی کو قاری محب الدین احمد الہ آبادی نے ۱۳۴۳ھ میں شائع کیا۔

(۳۶) رفع التضاد عن احکام الضاد از محمد شفیع دیوبندی و اشرف علی تھانوی مطبوعہ ۱۳۴۳ھ۔

(۳۷) "خلاصۃ التجوید" از قاری ریاست علی مطبوعہ ۱۳۴۳ھ۔

(۳۸) جمال القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی جو کئی بار چھپ چکی ہے۔

(۳۹) فیض العزیز معروف بہ مفتاح التجوید از مفتی قاری سعید احمد سہارن پوری مطبوعہ ۱۳۴۳ھ۔

(۴۰) "رسالہ تجوید" از قاری عبد الغفور خلف حاجی محمد ابراھیم حیدر آبادی مطبوعہ ۱۳۴۴ھ۔

(۴۱) افضل الدرر المعروف بہ درر العقیلہ فی شرح متن العقیلہ للشاطبی۔ از قاری عبد الرحمن مکی جو ۱۳۴۶ھ میں بزبان عربی شائع ہوئی۔

(۴۲) "تحفۃ الاخوان فی بیان احکام تجوید القرآن" مترجمہ الحاج القاری الحافظ محمد زکریا شیخ الحدیث سہارن پوری جو ۱۳۴۷ھ میں طبع ہوئی۔ یہ شیخ حسن مصری بن ابراھیم السیوطی الشہیر بہ شاعر تنزیل مدینہ کی کتاب تجوید کا ترجمہ ہے۔

(۴۳) تسہیل الترتیل از پروفیسر الیاس برنی۔ اعظم اسٹیم پریس حیدر آباد سے ۱۳۴۷ھ میں طبع ہوئی۔

(۴۴) "اتالیق تجوید القرآن" تالیف قاری شاہ تاج الدین حیدر آبادی ۱۳۴۷ھ میں حیدر آباد سے طبع ہوئی

(۴۵) اعظم التجرید فی وجوب علم التجوید از ابوذکا سراج الدین سلامت اللہ حیدر آبادی اختر دکن پریس گنج سے طبع ہوئی۔

(۴۶) قراءت کا پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا رسالہ از قاری محمود حسین حیدر آبادی۔ شمس الاسلام پریس حیدر آباد سے شائع ہوا۔

(۴۷) سراج الترتیل از پروفیسر کلیم اللہ حسینی۔ شمس الاسلام پریس حیدر آباد سے طبع ہوا۔

(۴۸) قاری ابو محمد محی الاسلام نے شرح سبعہ قراءت مطبع علمی دہلی سے ۱۳۴۸ھ میں شائع کیا۔

(۴۹) "رہنمائے تجوید" از قاری سردار علی شاہ ساکن سکھر (سندھ) کریمی پریس لاہور سے ۱۳۴۸ھ میں شائع ہوا۔

(۵۰) مفید الاقوال فی شرح تحفۃ الاطفال از قاری محمد حسین ناسکی ۱۳۴۸ھ میں طبع ہوا۔

(۵۱) ملا علی قاری علی متن الشاطبیہ۔ دار العلوم دیوبند سے عربی میں بہ اہتمام قاری محمود حسن ۱۳۴۸ھ میں شائع ہوئی۔

(۵۲) ضیاء الفرقانی از قاری محمود حسین حیدر آبادی دو بار طبع ہوئی۔

(۵۳) ہدایۃ الترتیل از خلیل احمد انبیٹھوی۔ حیدرآباد سے طبع ہوئی۔

(۵۴) تکمیل ضیاء التجوید از مقری محمد سلیمان دیوبندی (استاد مظاہر العلوم) مطبوعہ ۱۳۵۳ھ۔

(۵۵) فوائد مرضیہ شرح اردو مقدمۃ الجزریہ از قاری سلیمان دیوبندی ثم سہارنپوری مطبوعہ ۱۳۵۵ھ

(۵۶) کاشف الابہام فی الوقف علی الھمزہ لحمزہ وھشام۔ از محب الدین احمد مطبوعہ ۱۳۵۵ھ۔

(۵۷) ہدیۃ الوحید فی علم التجوید از قاری عبد الوحید الہ آبادی ثم دیوبندی مطبوعہ ۱۳۵۵ھ۔

(۵۸) الکتاب الوحید ترجمہ مفتاح التجوید (تالیف شیخ عبد اللہ بن ابراہیم مکی) مترجم قاری حافظ محمد سمٰعیل پدودی رامپوری مطبوعہ ۱۳۵۶ھ۔

(۵۹) عذار القرآن از قاری محمد اسمٰعیل پانی پتی مطبوعہ ۱۳۵۶ھ۔

(۶۰) اقتباس التجوید از کرنل قاری مرزا بسم اللہ بیگ حیدرآبادی مطبوعہ ۱۳۵۹ھ۔

(۶۱) قواعد تجوید از علامہ سید اشرف شمسی جس کا قلمی نسخہ اب بھی پایا جاتا ہے۔

(۶۲) قاعدہ مفتاح القرآن از حکیم قاری عبد اللہ رشید مکی مطبوعہ ۱۳۶۴ھ۔

(۶۳) خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن از قاری حفظ الرحمٰن دیوبندی مطبوعہ ۱۳۶۵ھ۔

(۶۴) قرآن شریف کا ایک نسخہ سبعہ کے حاشیے کے ساتھ شیخ القراء، حافظ عنایت اللہ نے مہارن پور سے شائع کیا تھا۔ نیز قراءت پر ایک رسالہ لکھا جو قرآن شریف کے اوسی نسخہ کے ابتداء میں درج ہے۔

(۶۵) تکمیل تیسیر التجوید جو قاری عبد الخالق سہارن پوری کی تالیف ہے۔ محبوب المطابع دہلی سے شائع ہوئی

(۶۶) مصباح التجوید از محمد عثمان مبارک پوری۔ مطبع معارف اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔

(۶۷) ہدایت التجوید از مولوی عبد الحی حیدرآباد سے شائع ہوئی۔

قاری حافظ حاجی محمد خان جاگیردار علاقہ اجمیر ساکن ٹونک

ف ۱۹۸۱ افغانی النسل اور عمر خیل میں اشنزائی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے

محمد گڑھ علاقہ اجمیر میں انگریزوں نے جاگیر دے رکھی تھی۔ یہہ بڑے باخدا بزرگ تھے۔ ولادت تقریباً ۱۲۰۲ھ کی ہے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل لڑکپن ہی میں کرلی تھی۔ بعد ازاں حج و زیارت سے بھی مشرف ہوئے۔ تجوید و قراءت سے بڑی دلچسپی تھی۔ سبعہ قراءت سیکھنے کا شوق ہوا تو کاتب تفضل حسین دہلوی نے ۱۲۵۷ھ میں قرآن شریف کا ایک نسخہ نقل کیا جس پر سبعہ قراءت کا حاشیہ بھی درج ہے۔ خاتمہ پر یہہ الفاظ مندرج ہیں۔ "سمیٔ المکان محمد خان کے لئے لکھا گیا"۔ خان صاحب نے اپنے فرزند واحد نور خان کو بھی تجوید و قراءت سکھلائی تھی۔ چنانچہ ۱۲۶۰ھ میں قرآن شریف کا یہہ نسخہ انھیں کے حوالے کردیا جو قرآن شریف اس وقت خان صاحب کی

نواسی فصیح جہان بیگم صاحبہ کے پاس ٹونک میں محفوظ ہے۔ محمد خان کا انتقال سو سال کی عمر میں تقریباً ۱۳۰۲ھ میں ہوا۔

حکیم حافظ قاری مولوی محمد حسن خان نیّر

ف ۹۸۲ مولد لکھنو۔ والد کا نام حکیم مولوی علی حسین۔ سنہ ولادت ۱۲۵۲ھ ہے۔ گیارہ سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کی۔ قاری حافظ احمد علی خان لکھنوی سے جن کی قرآن خوانی کی شہرت تھی تجوید سیکھی۔ والد مشہور طبیب تھے۔ آپ نے بھی طبابت سیکھی۔ پھر رامپور آکر مطب کرتے رہے۔ اچھے قاری ہونے کی حیثیت سے مشہور تھے۔ شاعر بھی تھے۔ نیّر تخلص تھا ۱۳۰۲ھ میں انتقال ہوا۔ نماز جنازہ جامع مسجد رامپور میں ہوئی۔ شاہ جمال اللہ کی مزار کے پاس دفن ہوئے۔

(ب) آپکے فرزند احمد حسن بھی حافظ و قاری تھے۔ طبیب بھی اچھے تھے۔ [۱]

شیخ القراء حافظ عبد الولی رامپوری ثم اورنگ آبادی

ف ۹۸۳ والد کا نام حاجی قاری احمد علی احراری جن کا ذکر فقرہ نمبر ۹۶۰ میں گذر چکا ہے۔ مولد رامپور وہیں علوم و فنون سیکھے۔ جیّد حافظ و خوش الحان قاری تھے۔ وجیہہ اور قوی تھے۔ فن قرارت کے معلومات کا جہان تک تعلق ہے رامپور میں اون کا ثانی نہ تھا۔ جب آپکے والد حیدرآباد دکن آکر لازم ہوئے تو آپ بھی حیدرآباد آگئے اکبر جنگ کوتوال کے زمانے میں بلدہ پولیس میں ملازم ہوئے۔ کسی معاملہ میں اختلاف کی وجہ سے کوتوالی بلدہ سے کوتوالی اضلاع میں تبادلہ ہو گیا۔

(ب) اورنگ آباد میں اگرچہ سب انسپکٹر ہی کی خدمت پر مامور تھے مگر بڑے با اقتدار تھے۔ چھوٹے بڑے سب اون کی عزت کرتے تھے۔ ڈیوٹی بڑی سختی سے ادا کرتے۔ راتوں کو خود راونڈ لگاتے۔ کسی بدمعاش کو چوری کی ہمت نہ ہوتی۔ اگر کسی شریف بچے کو راتوں کو گھومتا دیکھتے تو ایک مرتبہ نرمی سے سمجھا دیتے۔ دوسری مرتبہ سختی سے ڈانٹتے کبھی تھانے میں بٹھا دیتے جس کے اثر سے شریف بچوں میں آوارگی کا انسداد ہو گیا۔

(ج) ۱۲۹۰ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو ایک سال وہاں رہکر شیخ حسن بدیری مصری سے قرات سیکھی شیخ حسن بدیری نے شیخ ابراہیم سے اور انھوں نے سید محمد متولی سے اور انھوں نے عبیدی سے قرارت سیکھی تھی۔ حج سے واپسی پر تجوید و قراءت کی تعلیم میں بڑی دلچسپی لی۔ بھر ذکل کی مسجد کے پاس کی مسجد میں درس دیا کرتے۔ اس فن کی تعلیم میں اس قدر شغف تھا کہ اگر کوئی شاگرد نہ آتا تو خود اوس کے گھر جاکر اوسکو لاتے۔ خود بھی اتنے خوش الحان تھے کہ جب تراوت کرتے تو راہرو خاموش کھڑے سنا کرتے۔

---

[۱] تذکرہ کاملان رامپور۔ و روایات شاگردان خاص

(۵) اورنگ آباد میں سکھوں کا بڑا زور تھا۔ مگر قاری صاحب اپنے فرائض کی ادائی میں اونکی پروا نہ کرتے۔ سازش کر کے ایک سکھ نے جب آپ پیشاب کیلئے بیٹھے تھے تو پیچھے سے حملہ کر کے شہید کر دیا سنہ ۱۳۰۳ھ میں شہادت ہوئی۔ چوک کی مسجد کے پاس دفن ہوئے

(۶) عربی میں عمدۃ القصائد کے نام سے تجوید کے قواعد نظم کئے جو سنہ ۱۲۹۵ھ میں طبع ہوئے۔

(۷) اورنگ آباد میں آپکے بہت سے شاگرد تھے۔ اون سب میں مشہور محمد ابراھیم التمیمی القادری تھے جو بڑے خوش الحان تھے۔ استاد کے نام سے منسوب کرکے اردو میں ولی القاری کے نام سے ایک کتاب تالیف کی جو سنہ ۱۳۰۳ھ میں دار الطبع پتھر گٹی سے شائع ہوئی (۲) دوسرے شاگرد فیض محمد اورنگ آبادی تھے (۳) قاری شرف الدین (۴) قاری شیخ احمد (۵) حاجی حافظ قاری ابو محمد ابن حافظ جان محمد (۶) حاجی حافظ قاری محمد حسن ابن حاجی ابو محمد (۷) قاری سید اصغر مہتمم پولیس وظیفہ یاب (۸) قاری نظام الدین اورنگ آبادی (۹) قاری نظام الدین دوم اورنگ آبادی۔ [1]

قاری حافظ مولانا عبد الحی فرنگی محلی

ف ۹۸۴ والد کا نام مولانا عبد الحلیم بن مولانا امین اللہ الانصاری سنہ ولادت سنہ ۱۲۶۴ھ۔ لڑکپن میں قرارت و دیگر علوم سے فراغت پائی۔ والد جب جونپور کے مدرسے کے صدر مدرس ہوکر گئے تو آپ بھی ساتھ گئے۔ حفظ کی تکمیل جونپور ہی میں اپنے والد کی نگرانی میں کی۔ بیحد ذہین و طبّاع تھے۔ گو عمر زیادہ نہیں پائی۔ تس پر بھی کثیر التصانیف ہوئے آپکے فتاوی بھی مشہور ہیں۔ طبع ہو چکے ہیں۔ ضاد کی ادائی کے متعلق آپ کا فتویٰ قابل دید ہے۔ آپ حیدرآباد بھی آئے تھے یہاں چار سال قیام کرکے درس دیتے رہے۔ انتقال سے چار پانچ سال پہلے واپس ہوگئے۔ شاگردوں میں (۱) وحید الزمان (۲) قاری مولوی انوار اللہ (۳) قاری مولوی معین القضاۃ قابل ذکر ہیں وفات سنہ ۱۳۰۴ھ میں ہوئی

قاری شیخ رحمٰن علی ناروی

ف ۹۸۵ مولد نارہ۔ والد کا نام حکیم شبیر علی۔ ولادت ۲ ذی الحجہ سنہ ۱۲۴۴ھ علوم متداولہ حکیم احسان علی سے نارہ میں سیکھے۔ بعد ازاں قاری عبد الرحمٰن انصاری پانی پتی سے تجوید و قرات سیکھی۔ پھر درس و تدریس میں لگے رہے۔ آپ کا اصلی نام محمد عبد الشکور تھا مگر جب آپ کمپنی بہادر کی ملازمت کے لئے گئے تو وہاں کے کلرک کو آپ کا نام لکھنے میں مشکل در پیش ہوئی تو اوس نے رحمٰن علی رجسٹر میں لکھ لیا۔ اوس وقت سے آپ اوسی نام سے مشہور ہوئے۔ آپکے اساتذہ میں مولانا محمد شکور مچھلی شہری مولانا ثابت علی لکھنوی۔ مولوی سید حسین فتح پوری۔ مولانا عبد اللہ زید پوری۔ شاہ محمد سلامت اللہ بدایونی وغیرہ شامل ہیں۔ سنہ ۱۲۶۷ھ میں ریاست ریوان میں ملازم ہوئے۔

---

[1] تذکرۂ کاملان رامپور۔ و روایات شاگردان خاص۔

(حب) آپ نے تذکرۂ علمائے ہند مرتب کیا جو بہت مقبول ہوا۔ وفات تقریباً ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔

قاری امیر اللہ بن فقیر اللہ | ف ۹۸۶ وطن مبارک پور۔ ضلع پرتاب گڑھ۔ لڑکپن میں کتب درسیہ کی تکمیل کی غدر میں حصہ لیا تھا۔ اوسکے بعد جب حج کے لئے مکہ معظمہ گئے تو وہاں قاری امیر بیگ صاحب داماد شاہ محمد یعقوب سے تجوید و قراءت سیکھی۔ واپسی پر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے آپکے فرزند احمد اللہ بھی عالم و فاضل ہوئے۔ جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ وفات تقریباً ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔

شیخ القراء عبدالرحمٰن بن پیر بخش کلکتوی | ف ۹۸۷ مولد کلکتہ۔ والد کا نام پیر بخش بن امیر شاہ کلکتے میں قرآن شریف ناظرہ پڑھکر حفظ کی تکمیل کی۔ پھر تحصیل علم کے لئے فرخ آباد گئے وہاں سے شاہجہان پور پھر دہلی پہونچے۔ مولانا قاری محمد ہاشم قاری عشرہ سے پہلے ایک روایت کی تکمیل کی۔ پھر الجزری اور شاطبی پڑھی اور سبعہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں رامپور جاکر مفتی محمد سعد اللہ سے طیبۃ النشر پڑھی۔ ۱۲۸۹ھ میں ایک پارہ (تیسواں) کو سبعہ قراءت متن میں لکھ کر مطبع حیدری بمبئی سے شائع کیا۔ قاری محمد ہاشم کا ذکر فقرہ نمبر ۹۲۷ میں آچکا ہے۔ عبدالرحمٰن صاحب نے درس و تدریس میں بہت وقت گذارا۔ وفات تقریباً ۱۳۰۵ھ میں واقع ہوئی۔

قاری مولوی وجیہہ الدین خان | ف ۹۸۸ مولد کاکوری۔ والد کا نام مفتی علیم خان ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین خان۔ ولادت ۱۲۳۲ھ۔ لڑکپن میں قراءت و دیگر علوم والد سے سیکھے۔ پھر لکھنو جاکر دیگر علوم کی تکمیل کی۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ سنہ وفات ۱۳۰۵ھ ہے[۱]

قاری پیر محمد لکھنوی | ف ۹۸۹ لکھنو میں اپنے زمانے میں آپ سبعہ کے اچھے جاننے والے تھے آپ کو درس و تدریس کا بڑا شوق تھا۔ آپ نے سبعہ قراءت میں سراج القراءت لکھنو سے طبع کرائی اس کا ایک نسخہ حیدرآباد اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہے۔

قاری سید حمید الدین | ف ۹۹۰ والد کا نام سید جلال الدین۔ تجوید و قراءت کے اچھے جاننے والے تھے درس و تدریس آپ کا مشغلہ رہا۔ سنہ وفات ۱۳۰۷ھ ہے۔

قاری مولوی صدیق حسن خان | ف ۹۹۱ مفتی قاری محمد عوض بدایونی آپ کے نانا تھے۔ ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء میں بانس بریلی میں پیدا ہوئے۔ علوم و قراءت لڑکپن میں سیکھیں۔ خوشنویسی میں بھی مہارت حاصل کی۔ شاہ مخصوص اللہ سے استفادہ کیا جو سبعہ قراءت کے بہت

---

[۱] تذکرۂ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر۔

اچھے جاننے والے تھے۔ ۱۲۸۰ھ میں مولوی محمد یعقوب مہاجر سے حدیث و قرآن کی سند حاصل کی۔ صدرالدین صاحب دہلوی سے بھی علوم حاصل کئے۔ ۲۱ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت پائی۔ ۱۲۷۰ھ میں پہلی مرتبہ بھوپال گئے جہاں ملازمت اختیار کی۔ مگر ۱۲۷۳ھ میں ترک کر دی۔ غدر میں قنوج چلے گئے۔ وہاں سے ٹونک آکر سلسلہ ملازمت میں منسلک ہو گئے۔ ۱۲۷۶ھ میں دوبارہ بھوپال گئے۔ ۱۲۷۷ھ میں مدار المہام جمال الدین کی بیوہ لڑکی سے نکاح کیا۔ ۱۲۸۵ھ میں حج کیا۔ ۱۲۸۸ھ میں شاہ جہان بیگم بھوپال نے نکاح کیا۔ ۱۳۰۷ھ میں انتقال ہوا۔

(حب) آپ کی تمام عمر تصنیف و تالیف میں گذری۔ جید عالم تھے۔ بڑا کتب خانہ جمع کیا۔ ؎۱

قاری حافظ نواب اکرم خان ابن امیر خان

ف ۹۹۲ مولد ٹونک۔ والد کا نام امیر خان امیر الدولہ والی ٹونک۔ ولادت ۱۲۳۹ھ۔ ٹونک میں حفظ و قراءت کا بڑا اچھا احول تھا۔ چنانچہ محمد اکرم خان و دیگر شہزادگان نے حفظ و قراءت کی تکمیل کی۔ وفات ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔

قاری سید علی مراد شاہ بخاری المتخلص بہ افضل

ف ۹۹۳ والد کا نام سید جلال الدین الحمل ابن شاہ کمال جاہی۔ وطن کڑپہ جنوبی ہند ولادت ۱۲۴۹ھ وفات ۱۳۱۰ھ عمر ۶۱ سال۔ ابتدائی تعلیم والد سے پائی۔ پھر دیگر علوم مشرقیہ کے مدارس میں تکمیل کی۔ مولانا غلام قادر اور منشی غلام محمد سے تلمذ رہا۔ عمر کا بڑا حصہ درس و تدریس میں گذارا۔ گنٹور۔ مدن پلی۔ مدراس گڑیاتم۔ بنگلور۔ چنتامنی ان مقامات میں بھی رہکر درس دیا ہے۔ شاگردوں کی سہولت کے لئے تجوید کے قواعد مختصراً لکھے۔ اس کتاب کا نام روح التجوید رکھا۔ قلمی نسخے اب بھی مل سکتے ہیں۔ حضرت قادر شہ بیری اب بھی اس کتاب کو اپنے شاگردوں کو پڑھاتے ہیں۔ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۱۰ھ کو مدراس میں انتقال ہوا۔ کڑپہ میں شاہ نوراللہ کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

قاری حافظ مولانا رضا علی بنارسی

ف ۹۹۴ مولد بنارس۔ والد کا نام سخاوت علی ابن مولانا محمد ابراہیم ابن ملا محمد عمر۔ ولادت ۱۶ صفر بروز یکشنبہ ۱۲۴۶ھ لڑکپن میں علوم سیکھے۔ لکھنؤ جاکر ۱۲۶۲ھ میں علوم و فنون کی تکمیل فرمائی۔ ۱۲۶۶ھ میں کلام پاک حفظ کیا۔ تجوید و قراءت میں بھی کمال حاصل کیا۔ ۱۲۷۰ھ میں حج و زیارت سے فارغ ہوئے۔

(حب) بنارس میں آپ کا حلقہ فیض و ارشاد بہت وسیع تھا۔ مسجد شاہی دھرہرہ میں ہر جمعہ کو خطابت

؎۱ مآثر صدیقی از سید محمد علی حسن۔

کی امامت کے فرائض انجام دیتے اور جمعہ کے بعد مسلمانوں کے کثیر اجتماع میں وعظ فرماتے تھے۔ عیدگاہ میں عیدین کی امامت کرتے۔

(ج) آپ کا مجموعہ فتاوی فیوض الرضا کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے علمی معاصرت تھی۔ آپ کی قرات و خوش الحانی کا یہ عالم تھا کہ سننے والے بیخود و محو ہو جاتے تھے۔ شب بیدار و عبادت گذار تھے ۱۲۷۶ھ میں مولانا شاہ احمد سعید دہلوی سے نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت کی۔ ۱۲ر شعبان ۱۳۱۲ھ بروز یکشنبہ وفات ہوئی۔ عیدگاہ کے مشرقی جانب قبر ہے جس پر کتبہ لگا ہوا ہے۔

(د) آپ کے دو فرزند تھے۔ دونوں اچھے قاری تھے (۱) قاری مولانا محمد شریف جن کی وفات ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ کو ہوئی (۲) قاری مولانا محمد ظریف جن کی تاریخ وفات ۸ر ذی الحجہ ۱۳۱۷ھ ہے۔ دونوں کے قبور اسی چبوترے پر والد کے بازو ہیں۔ ۱ھ

قاری نواب محمد علی خان والی ٹونک

۹۹۵ مولد ٹونک۔ والد کا نام نواب محمد وزیر خان وزیر الدولہ ابن نواب امیر خان امیر الدولہ۔ ولادت ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء لڑکپن میں قرات و دیگر علوم سیکھے۔ مولوی عالم کا امتحان پاس کیا۔ ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں تخت نشین ہوئے شہر ٹھاکروں کے قتل کے واقعہ میں انگریزوں نے انکو معزول کرکے بنارس بھیجدیا۔ جانے سے پہلے ۱۲۸۴ھ میں اپنے فرزند کے حق میں تخت سے دستبردار ہوئے۔ بنارس جانے کے بعد وہاں ایک مسجد اور ایک مدرسہ بنایا۔ جن کے اخراجات کے کفیل خود ہوتے تھے۔ بڑا کتب خانہ جمع کیا جو انکے منجھلے صاحب زادے قاری حافظ عبدالرحیم خان کے پاس رہا۔ وفات ۱۳۱۳ھ میں ہوئی۔ ۲ھ

قاری شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی

۹۹۶ وطن مرادآباد (اترپردیش) سنہ ولادت باختلاف روایت ۱۲۰۹ھ یا ۱۲۱۳ھ۔ والد کا نام شیخ اہل اللہ ابن محمد برکت اللہ۔ ۱۲ سال کی عمر تھی جب کہ والد کا انتقال ہوا۔ والدہ نے بڑی عسرت سے پالا۔ قحط کے زمانے میں پتے ابال کر کھائے اور بڑی تکلیفیں برداشت کرکے بچے کی پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم وطن میں ہوئی۔ بچپن ہی سے لہو و لعب سے نفرت تھی۔ دہلی جاکر شاہ عبدالعزیز سے علوم حاصل کئے۔ فارغ التحصیل ہوکر شادی کرلی۔ دو لڑکے عبدالرحمن اور عبدالرحیم ہوئے اوسکے بعد بیوی کا انتقال ہوگیا۔ عقد ثانی کے بعد دو لڑکے

۱ھ تذکرۂ مشائخ بنارس از عبدالسلام

۲ھ تاریخ ٹونک اصغر علی آبرو۔ تذکرۂ ٹونک عبدالتواب خان۔ آثار مالوہ وکیل مرتضی خان۔

اور ایک لڑکی ہوئی۔

(ب) سلسلہ نقشبندیہ میں شاہ غلام علی صاحب کے مرید تھے۔ ۱۲۸۴ھ میں رجوع خلق شروع ہوا۔ دوسری بیوی کے انتقال پر عقد ثالث کیا۔

(ج) درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ لباس سادہ پہنتے تھے۔ ہمیشہ عبادت الٰہی اور ذکر میں مصروف رہتے۔ قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں عجیب نکات بیان کرتے۔ بارہ بجے رات سے بیدار ہوکر تہجد اور پھر مراقبات وغیرہ میں مصروف رہا کرتے۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے آرام فرماتے۔ خلق و محبت۔ سخاوت و مروت کی زندہ تصویر تھے مریدین پر ماں باپ سے زیادہ شفقت فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی ذات مرجع خلائق بنی ہوئی تھی۔

(د) وفات سے دس سال قبل استغراق کی حالت پیدا ہو گئی تھی۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو انتقال ہوا۔ آپ کے خلفاء کثیر تعداد میں ہیں۔ اونمیں سے ایک قاری عبدالرحمٰن بھی تھے جو ایک عرصے تک بھوپال میں رہکر حیدرآباد دکن آگئے تھے۔ نیز قاری محمد ادریس نگرامی نے آپ سے حدیث و تجوید سیکھی تھی [۱]

(ھ) قرآن مجید سے آپ کو خاص شغف تھا۔ بڑے شوق سے پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کی محبت میں جو مزہ ہے وہ جنت کی چیزوں میں نہیں ہے۔ حور و قصور و ماکولات میں بھی وہ مزہ نہیں جو ہمیں قرآن مجید کی تلاوت میں محسوس ہوتا ہے۔ جنت میں ہمارے پاس حورین آئینگی تو اون سے کہیں گے کہ آؤ ذرا قرآن مجید تو سن لو۔

(و) حضرت کی خدمت میں ایک خوش الحان قاری شیخ احمد مکی رہتے تھے جو اکثر حضرت کو قرآن سنایا کرتے ارشاد رحمانی میں ذکر ہے کہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ کو انھوں نے قرآن سنایا۔ آگے لکھا ہے کہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ کو جلسہ قرآن ہوا جس میں قاری شیخ احمد مکی نے شیرینی تقسیم کی۔ [۲]

قاری مولانا محمد نعیم شاہ المعروف بہ مسکین شاہ

ف ۹۹۷ وطن حیدرآباد دکن۔ والد کا نام مولوی عبدالحفیظ آپ شاہ سعداللہ صاحب مجددی دہلوی کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ تجوید و قراءت کے اچھے جاننے والے تھے اپنے مریدوں کو تجوید سیکھنے کی تاکید کرتے تھے" لذات مسکینی" جو اونکی تصنیف ہے اوس میں تجوید کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ سنہ وفات ۱۳۱۴ھ ہے۔ حیدرآباد میں لال دروازے (علی آباد کا دروازہ) کے متصل خانقاہ میں دفن ہوئے۔

شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی

ف ۹۹۸ وطن پانی پت۔ والد کا نام قاری شاہ محمد۔ سنہ ولادت ۱۲۲۷ھ ہے۔ تلمیذ

---

[۱] مرآۃ الکونین۔ تذکرۂ علمائے ہند وغیرہ۔ [۲] ارشاد رحمانی۔

قاری امام الدین مجددی دہلوی۔ وفات ۱۳۱۴ھ ہے۔ پانی پت میں خاندانی قبرستان میں دفن ہیں تفصیلی حالات فقرہ جات ۲۸۸ تا ۳۰۵ میں درج ہیں۔

ف ۹۹۹ **قاری مولوی راغب علی پانی پتی** ولادت ۱۲۱۹ھ۔ مولوی حافظ احمد حسن صاحب مدرس مدرسہ فیض عام کانپور سے علوم حاصل کیے۔ قاری عبدالرحمن پانی پتی سے تجوید و قرات سیکھی۔ مدرسہ عربیہ پانی پت میں مدرس اول رہے۔ تجوید و قرأت کی بڑی خدمت انجام دی۔ وفات ۱۳۱۴ھ میں ہوئی۔ ؎۱

ف ۱۰۰۰ **قاری عبدالرحیم مدراسی** وطن مدراس۔ والد کا نام قاری محمود عرب۔ سنہ ولادت ۱۲۲۵ھ اور سنہ وفات ۱۳۱۵ھ ہے۔ مدراس میں تجوید و قراءت کی بڑی اچھی فضاء پیدا کی۔ قاری صاحب کے فرزند محمود عرب دوم بھی اونکے شاگردوں میں شامل ہیں جو والاجاہی مسجد کے امام ہیں۔

ف ۱۰۰۱ **قاری منشی حافظ سراج الدین کاکوروی** مولد کاکوری۔ ولادت ۱۲۶۹ھ میں ہوئی۔ قاری حافظ محمد علی نابینا سے حفظ و قراءت سیکھی۔ قرآن مجید خوب یاد تھا۔ کاکوری سے فرخ آباد اور پھر قنوج جاکر وکالت کرتے رہے۔ پھر حیدرآباد۔ دکن آئے جہاں ۱۳۱۵ھ میں وفات ہوئی۔ ؎۲

ف ۱۰۰۲ **قاری غلام محمد علوی رامپوری** وطن رامپور۔ لڑکپن ہی میں تجوید و قرارت و علوم سیکھے۔ پابند اوقات تھے۔ نواب صاحب نے ان کو اپنے بچوں کا اتالیق مقرر کیا چنانچہ نواب کلب علی خان کے اتالیق رہے اور نواب کاظم علی خان نے اون سے پڑھا تھا۔ اونکے فرزند بھی حافظ و قاری تھے۔ وفات تقریباً ۱۳۱۵ھ میں ہوئی ؎۳

ف ۱۰۰۳ **قاری مولانا سراج الاسلام اکبرآبادی** وطن رسول آباد۔ ضلع فرخ آباد۔ لڑکپن ہی میں تجوید و قرارت و علوم سیکھے۔ قادریہ و نقشبندیہ سلسلوں میں سبحان شاہ بیلی بھیتی کے مرید و خلیفہ تھے اپنے بھائی قمرالاسلام کے ساتھ آگرہ آئے۔ جامع مسجد آگرہ (جو جہاں آرا بیگم کی بنائی ہوئی تھی) کے خطیب و امام مقرر ہوئے) آواز بہت بلند تھی۔ قرآن شریف خوش الحانی سے پڑھتے

؎۱ تذکرۂ علمائے حال از محمد ادریس نگرامی
؎۲ تذکرۂ مشاہیر کاکوری
؎۳ تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق۔

تھے۔ ۲۷ رجب ۱۳۱۶ھ کو انتقال ہوا۔ نیچ کینوں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ اونکے فرزند ضیاء الاسلام بھی قاری تھے جو والد کے بعد اس مسجد کے خطیب و امام مقرر ہوئے۔ [1]

قاری حافظ احمد علی جونپوری | ف ۱۰۰۴ فرزند کرامت علی جونپوری۔ ولادت ۱۲۵۰ھ میں ہوی۔ سنہ وفات ۱۳۱۶ھ ہے۔ تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۷۵ اور ۲۷۷ میں درج ہیں۔

قاری سر سید احمد خان | ف ۱۰۰۵ سر سید احمد خان۔ ابن سید محمد متقی خان نبیرہ جواد الدولہ جواد علی خان۔ نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد۔ سر سید احمد ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ بسم اللہ بڑی دھوم سے ہوئی۔ حضرت غلام علی شاہ نے بسم اللہ پڑھائی۔ پھر قرآن مجید ختم کیا۔ اوسکے بعد کچھ عربی و فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ مگر بعد میں تکمیل علوم کا شوق ہوا تو ۲۹ سال کی عمر میں میر نوازش علی سے درسی کتابیں پڑھیں۔ شاہ رفیع الدین کے فرزند شاہ مخصوص اللہ سے جو سبعہ کے قاری تھے قرأت قرآن کی سند لی۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید کی تصانیف سے اونکو بڑی رغبت تھی۔ اونکے مطالعہ سے اپنے خیالات کی تصیح کی۔ غدر میں مسلمانوں کی بڑی خدمت انجام دی۔ اوسکے بعد انگلستان گئے جہاں سی آئی ای کا خطاب پایا۔ ۱۸۷۵ء میں علیگڈھ محمڈن اسکول جاری کیا۔ ۱۸۷۸ء میں محمڈن کالج کھولا۔ قرآن مجید کی تعلیم اور نماز علی گڑھ میں لازمی تھی۔ اوس وقت سے لیکر اب تک یہ معمول ہے کہ ایک اچھا قاری علیگڈھ کالج میں ضرور رکھا جاتا ہے۔ آجکل اعتصام الدین فرزند قاری حافظ ضیاء الدین وہاں کارگذار ہیں۔

(ب) سر سید احمد خان میں دیانت۔ وفاداری۔ شریفانہ اطاعت۔ طبیعت ثانیہ تھی۔ شاہ غلام علی شاہ کی خانقاہ کا رنگ جو ابتدائے عمر سے چڑھا تھا۔ تادم واپسین بدستور باقی رہا۔ قرآن مجید سے خاص شغف تھا اونکا ایک شعر ہے ؎

ز جبریل امین قرآن بہ پیغامے نمی خواہم ⁂ ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

قرآن مجید کے متعلق ایک مرتبہ فرمایا کہ فصاحت و بلاغت کے علاوہ ایک اور معجزہ قرآن شریف کا یہ ہے کہ جو ہدایتیں اوس میں ہیں کوئی اور ہدایت اونکے مثل نہیں ہوسکتی۔ اور میں اس کو قرآن کا اصلی معجزہ سمجھتا ہوں نیز فرمایا کہ "وہ ایسا کلام ہے جس سے مختلف درجوں بلکہ متضاد حیثیتوں کے لوگوں کو یکساں ہدایت ہوتی ہے۔ ایک جاہل بدو۔ ایک مقدس مولوی۔ ایک فلاسفر یکساں ہدایت پاتے ہیں۔"

---

[1] بوستان اخیار از سید احمد مارہروی

(ج) جب بعض مولویوں نے اون پر کفر کا فتویٰ لگایا تو جل کر یہہ شعر کہا تھا۔ ؎
خدا دارم دلے بریان ز عشق مصطفےٰ دارم ٭ ندارد ہیچ کافر ساز و سامانے کہ من دارم [۱]
(د) سرسید احمد خان کا انتقال ۲۷ مارچ ۱۸۹۸ء مطابق ۱۳۱۶ھ کو ہوا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کی
مسجد کے صحن میں دفن ہیں۔ [۲]

ری واحد نور خان ٹونکی | ف ۱۰۰۶ وطن ٹونک۔ والد کا نام قاری حافظ محمد خان جاگیر دار علاقہ اجمیر
ولادت تقریباً ۱۲۴۵ھ میں ہوئی۔ چونکہ والد کو تجوید و قراءت کا شوق تھا
نے فرزند کو بھی تجوید کی تعلیم دلائی اور سبعہ کے حاشیہ والا قرآن شریف کا نسخہ اونکو ۱۲۶۰ھ میں دے دیا
ری واحد نور خان نے ٹونک میں خدمت انجام دی۔ تقریباً ۱۳۲۰ھ میں انتقال ہوا۔ اب اونکی بہن کی لڑکی
صبح النساء بیگم کے پاس یہہ نسخہ موجود ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔

ری مولوی محمد شبلی جونپوری | ف ۱۰۰۷ مولد جونپور۔ والد کا نام مولوی سخاوت علی جونپوری۔ ولادت
۱۲۶۰ھ میں ہوئی۔ ۱۴ سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوا۔ علوم قاضی
یا اللہ خان صدر الصدور سے سیکھے۔ حافظ نعمت اللہ و حافظ الٰہی بخش سے حفظ و قراءت کی تکمیل کی ۱۲۸۶ھ
ج کیا۔ واپسی کے بعد درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ وفات تقریباً ۱۳۲۰ھ میں ہوئی [۳]

ری محمد عبد اللہ کانپوری | ف ۱۰۰۸ قاری محمد عبد اللہ صاحب جامع کانپور کے خطیب و امام اور
مدرسہ جامع العلوم کانپور کے مہتمم تھے۔ آپ نے استاد حافظ قاری شاہ عبد الحق
ے جو کلکتے کے رہنے والے تھے اور کانپور آئے تھے تجوید و قراءت سیکھی۔ اوسکے بعد تیس سال تک تجوید کی
ت کی۔ ایک رسالہ موسومہ "قاری بنانے والی کتاب" لکھ کر شائع کیا۔ قاری محمد عبد اللہ کے انتقال کے
اون کے فرزند قاری حافظ ولی اللہ یہہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ پہلے جامع العلوم میں تجوید کا درس
یتے تھے۔ اب مسجد میر محمود لاری پارک میں درس دیتے ہیں۔ آپ کا ذکر بعد میں آئے گا۔ قاری محمد عبد اللہ
وفات ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔

---

[۱] جب حکیم بو علی سینا پر کفر کا الزام لگایا گیا تو اوسنے بھی جل کر ایک رباعی کہی تھی ؎
کفرے چو منے گزاف و آسان نبود ٭ محکم تر از ایمانِ من ایمان نبود
در دہر چو من یکے و او ہم کافر ٭ پس در ہمہ دہر یک مسلمان نبود
[۲] حیات جاوید از الطاف حسین حالی [۳] تجلی نور از نور الدین۔

قاریہ قمر النساء بیگم بنت امیر میاں

ف ۱۰۰۹ امیر میاں انکلے سر (علاقہ بھڑونچ) اور گودھرے کے زمیندار اور محتسب تھے۔ والد کا نام سید غلام جواد۔ سنہ ولادت تقریباً ۱۲۰۰ھ عالم و فاضل تھے۔ آپ نے اپنی اولاد کو بھی علم و فضل سے آراستہ کیا۔ شجرہ ذیل میں درج ہے۔

سید غلام جواد۔ محتسب و زمیندار
|
امیر میاں محتسب و زمیندار پیدائش سنہ ۱۲۰۰ھ
|
- لطف اللہ میاں محتسب و زمیندار ولادت سنہ ۱۲۳۰ھ
- فخرو بیگم ولادت سنہ ۱۲۳۵ھ
- قمر النساء بیگم ولادت سنہ ۱۲۴۰ھ
- عیدرو کی بیگم ولادت سنہ ۱۲۴۸ھ
- غلام حسین ولادت سنہ ۱۲۶۵ھ
  - منشی محمد حسین ولادت سنہ ۱۲۹۵ھ وفات سنہ ۱۳۷۵ھ
    - قاری امیر الدین ولادت سنہ ۱۳۲۶ھ

(ب) امیر میاں نے اپنی اولاد کو علم و تجوید سکھلائی۔ چنانچہ فرزند اکبر لطف اللہ میاں نے گودھرے میں تعلیم پائی۔ تینوں لڑکیوں نے گودھرا اور انکلے سر میں اور غلام حسین صاحب نے برودہ اور ڈھبوئی میں تعلیم حاصل کی۔

(ج) قمر النساء بیگم کی ولادت سنہ ۱۲۴۰ھ کی ہے۔ تجوید لڑکپن ہی میں سیکھی۔ ۲۰ سال کی عمر میں شادی ہوئی چالیس سال کی عمر میں سنہ ۱۲۸۰ھ میں بیوہ ہوئیں۔ اوسکے بعد قرآن شریف کا درس شروع کیا۔ انکلے سر اور ڈھبوئی میں چالیس سال تک درس قرآن دیتی رہیں۔ لڑکیاں اور دس بارہ سال کے لڑکوں کو بھی درس میں شریک کر لیتی تھیں۔ چنانچہ اونکے ایک شاگرد اسحاق حسن ہیں جن کی عمر اس وقت ۷۹ سال کی ہے۔ سنہ ۱۳۰۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اسحاق حسن سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے اون کی قراءت بھی سنی ہے اپنی استانی کی بڑی تعریف کرتے تھے کہ وہ بڑی باخدا بی بی تھیں۔ روز و شب کا بڑا حصہ قرآن شریف کے پڑھنے اور پڑھانے میں صرف کیا کرتیں۔ تہجد گذار تھیں۔ اونکی بہن فخرو بیگم نے بھی انکلے سر میں بچوں کو پڑھایا ہے اس خاندان کے ایک فرد قاری امیر الدین صاحب پہلے ڈھبوئی میں اسکول ماسٹر تھے۔ اب وظیفہ یاب ہیں۔ تجوید و قراءت سے واقف ہیں۔ خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے ہیں۔

قاری حافظ شیخ محبوب حیدرآبادی

ف ۱۰۱۰ قاری عبد الولی صاحب کے ہم عصر عشرہ قراءت کے ایک اور جید قاری حافظ شیخ محبوب حیدرآبادی تھے۔ حج کیلئے

گئے تو کئی سال حرمین میں رہکر تجوید و قرات سیکھی۔ واپسی پر پنچی کی براق کی مسجد۔ محلہ حسینی علم حیدرآباد میں رہنے لگے۔ جہاں تجوید و قرات وحفظ کا درس دیتے تھے۔ جب قاری محمد تونسی صاحب حیدرآباد آئے تو پوچھا کہ یہاں کوئی قاری بھی ہے تو لوگوں نے حافظ شیخ محبوب کا نام بتا دیا کہ وہ اچھے قاری ہیں مگر چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔ قاری سید محمد صاحب تونسی خود شیخ محبوب صاحب سے ملنے گئے اور اون سے ایک رکوع قرآن شریف سنکر خوش ہوئے۔ گلے سے لگاکر کہا کہ بے شک آپ قاری ہیں۔ پھر دریافت کیا کہ تجوید و قرارت کہاں سیکھی تھی۔ شیخ محبوب صاحب نے اپنا سلسلہ بتایا۔ جو لوگ حضرت سید محمد صاحب تونسی سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ قاری صاحب بہت کم کسی کی تعریف کرتے تھے۔ حافظ شیخ محبوب صاحب کی تجوید کی قدردانی اس امر کا ثبوت ہے کہ شیخ محبوب صاحب اپنے فن میں کمال رکھتے تھے۔ مقام حیرت ہے کہ ایک شخص مدینہ منورہ سے آتا ہے اور حیدرآباد کے ایک قاری کی صحت ادائی کی داد دیتا ہے۔ ورنہ ایک شہر سے دوسرے شہر چلے جائیے تو لہجہ اور ادائی میں فرق محسوس ہونے لگتا ہے۔ صوبوں اور ملکوں کی صورت میں تو بعد مکانی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے مگر قرآن پاک کی صحت ادائی کا وہ اہتمام کیا گیا کہ دو مختلف الممالک قاری ایک دوسرے کی صحت ادائی کا اعتراف کرتے ہیں۔

(ب) حافظ شیخ محبوب کا انتقال تقریباً ۱۳۲۰ھ میں ہوا۔ اونکے شاگرد حافظ شیخ معصوم بھی اچھے قاری تھے۔ استاد کے بعد اوسی مسجد میں عرصے تک قرآن مجید تراویح میں سناتے رہے۔ رمضان میں ان سے قرآن سننے کے لئے دور، دور سے لوگ آتے تھے۔ حافظ شیخ معصوم صاحب۔ اوسی مسجد میں تجوید و قرارت وحفظ کا درس بھی دیتے رہے۔

ف ۱۰۱۱ مولانا محمد حسن جونپوری

مولد جونپور۔ والد کا نام رجب علی۔ وفات ۱۳۲۱ھ میں ہوئی۔ تفصیلی حالات کیلئے فقرہ جات ۲۸۳۔ و ۲۸۶ ملاحظہ ہوں۔

ف ۱۰۱۲ قاری حافظ حاجی مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی

ولادت ۱۲۶۹ھ۔ تیرہ سال کی عمر میں حافظ ہوئے۔ مولانا عبد الحی فرنگی محلی کے شاگرد تھے۔ تجوید و قرارت کا شوق ہوا تو پانی پت جاکر قاری حافظ عبد الرحمٰن محدث پانی پتی سے تجوید و قرارت کے ساتھ حدیث کی بھی سند حاصل کی۔ الہ آباد کی جامع مسجد میں حافظ رحمت اللہ کے انتقال کے بعد قرآن مجید تراویح میں سنایا۔ ہر جمعہ کو جامع مسجد میں وعظ فرماتے۔ چار حج کئے۔ ۱۳۱۰ھ میں ندوۃ العلماء کے قیام کے دوران میں وہاں کی تحریک میں حصہ لیا۔ ۱۳۱۲ھ میں علیحدہ ہوگئے۔ لکھنؤ سے طب کی سند بھی حاصل کی تھی۔ مطب کیا کرتے تھے۔

(ب) مجاہدات بہت کئے۔ طریقہ شطاریہ میں بیعت کی تھی۔ رات میں مشکل سے گھنٹہ دو گھنٹے استراحت کرتے۔ تہجد کے بعد سے صبح تک ذکر و شغل میں مصروف رہتے۔ رمضان میں تقلیل غذا کے قائل تھے۔ فرماتے کہ شیخ عربی نے فرمایا ہے کہ روزہ رکھنے سے مقصود قوت بہیمیہ کا استیصال ہے اور گوشت قوت بہیمیہ کو بڑھاتا ہے لہٰذا اس کو ترک کر دینا چاہیئے۔ رمضان میں یہہ قرآن شریف کے (۳۱) دور ختم کرتے۔ تہجد میں دس پارے پڑھا کرتے سلسلہ نقشبندیہ کے اذکار بھی کئے تھے۔ پہلے حج کو گئے تو حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت کی۔ جنھوں نے چشتیہ طریقہ کے اذکار و اشغال بتائے۔ دوسرے حج میں حاجی صاحب نے تحریری خلافت نامہ دیا۔

(ج) سماع کا بہت شوق تھا۔ ۷ رجب دوشنبہ سنہ ۱۳۲۲ھ کو اجمیر شریف میں دو گھنٹے حضور اکرم کی ولادت پر وعظ فرمایا۔ ۸ رجب کو قوالی میں انتقال ہوا۔ اجمیر ہی میں جنوب مغربی گوشے میں دفن ہیں۔

ف ۱۰۱۳ حضرت کو قرآن مجید بہت اچھا یاد تھا۔ با تجوید خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ کئی سال تک شبینے سنائے جن میں مولانا عبد الحی بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ آخری عمر میں شبینہ سنانا چھوڑ دیا تھا۔ جو لوگ پہلے شبینہ سن چکے تھے انھوں نے حضرت سے شکایت کی کہ کیا بات ہے اب آپ شبینہ نہیں سناتے تو حضرت نے فرمایا کہ قرآن مجید سنانے کا لطف اوسی وقت تک ہے کہ سننے والے پر بار نہ ہو۔ چونکہ اب ایسے سننے والے نہ رہے اس لئے میں نے سنانا موقوف کر دیا۔ پھر آپ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں شبینہ سنا رہا تھا ۲۹ پارے پہلی رکعت میں پڑھکر رکوع کیا اور تیسواں پارہ دوسری رکعت میں پورا کیا تو سلام پھیرنے کے بعد مولانا عبد الحی جو مقتدی اور سامع تھے فرمانے لگے "مزا کرکرا کر دیا۔ ۲۹ پاروں کے بجائے ۳۰ پورے کر کے دوسری رکعت میں کچھ اور ابتدا سے پڑھ دیتے تو کیا بگڑتا۔" مولانا نے فرمایا کہ جب تک ایسے سامع تھے اوس وقت تک سنانے کا لطف تھا۔ اب جو بیزار گی مقتدیوں میں دیکھتا ہوں تو شبینہ سنانے کی ہمت نہیں ہوتی۔"

(ب) کلام اللہ میں استغراق کی یہہ ایک ایسی مثال ہے جس سے موجودہ دور کے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن سے ایسی وابستگی مسلسل تربیت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے ایک پارے کو اٹک اٹک کر پڑھنے والا متقدمین کی قرات و سماعت کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا۔

(ج) آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت ہے اونمیں سر برآوردہ اصحاب چوبیس تھے۔ ان میں زیادہ مشہور یہہ ہیں (۱) نذیر احمد لکھنوی (۲) مولانا حکیم عبد الحی ناظم ندوۃ العلماء (۳) مولانا عین القضاۃ (۴) مولانا محمد ابراہیم وغیرہم[۱]

قاری حافظ حاجی مولانا رشید احمد گنگوہی | **ف ۱۰۱۴** ولادت سنہ ۱۲۴۵ھ میں ہوئی۔ جید عالم و حافظ تھے

---

[۱] سوانح حیات شاہ محمد حسین الہ آبادی از حافظ محمد الفاروقی۔

…ری مقبولیت نصیب ہوئی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے گہرے دوست تھے۔ "رد الطغیان فی اوقاف …شق قرآن" لکھی جس کا ایک نسخہ مظاہر العلوم سہارنپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔ سنہ وفات ۱۳۲۲ھ ہے۔[1]

قاری حافظ حاجی وارث علی شاہ

ف ۱۰۱۵ مورث اعلیٰ نیشاپور سے ہندستان آئے۔ والد کا نام مولانا حافظ سید قربان علی تھا۔ یہ حافظ صاحب بھی بڑی خوبیوں کے انسان تھے قرآن مجید خوب یاد تھا۔ ہر وقت تلاوت فرماتے رہتے۔ یہانتک کہ اخیر عمر میں سل کی بیماری ہوگئی۔ ایک مرتبہ سینے سے خون زیادہ آتے دیکھکر اپنے اقربا کو جمع کیا اور کہا کہ اب میرا وقت آخر ہوا تم گواہ رہو کہ میں مسلمان ہوں اگر مرو میرے حافظ ہونے کے بھی گواہ رہو۔ یہہ کہکر الحمد سے لیکر والناس تک قرآن مجید سنا دیا۔ اوسی کے ساتھ سانس ٹوٹی اور جان بحق تسلیم ہوگئے۔ انتقال ۱۱۵۲ھ میں ہوا۔

(ب) وارث علی شاہ کی ولادت بروز جمعہ ۱۲۳۲ھ کو ہوئی۔ سات سال کی عمر میں قرآن تجوید کے …لوگ ساتھ حفظ کیا۔ ۱۲۵۲ھ میں والد کا انتقال ہوگیا۔ والدہ پہلے ہی تقضا کر گئی تھیں۔ ۱۲۵۲ھ میں سفر آغاز …فرمایا۔ دوران سفر میں جوتے کا استعمال ترک کردیا۔ اجمیر پہنچے۔ پھر بمبئی سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ۱۲۵۳ھ …سنہ میں حج ادا کیا۔ پھر مدینہ منورہ گئے۔ بیت المقدس۔ شام۔ دمشق۔ بیروت۔ بغداد۔ کاظمین۔ نجف۔ کربلا …قسطنطنیہ۔ ترکی اور روس کی سیاحت کرتے ہوئے حج کے موسم میں پھر مکہ معظمہ پہونچ گئے۔ پھر افریقہ گئے …جنوبی سفر کرنے کے بعد دیوہ جو بارہ بنکی کے قریب ہے تشریف لائے۔ زیادہ سیاحت پا پیادہ کی۔ چودہ حج کئے …اندر کے علاوہ پا پیادہ چلنے کا دستور تھا۔

(ب) بحد حسین تھے۔ گورا رنگ۔ گفتگو آہستہ آہستہ کرتے۔ زبان میں شیرینی تھی۔ قرآن مجید بڑی …خوش الحانی سے پڑھتے۔ سیاحت میں اچھے اچھے قاریوں کو سنا اور ان سے استفادہ کیا۔ آپ کا دستور تھا کہ …روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ شادی نہ کی۔ مدت العمر مجرد رہے۔ یو۔ پی اور بہار کے لوگ …بکثرت آپ کے مرید تھے

(ج) وفات ۳۰ محرم بروز جمعہ ۱۳۲۳ھ ۹۱ سال کی عمر میں مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۰۵ء کو ہوئی …دیوہ (بارہ بنکی کے قریب) دفن ہیں۔ تاریخ وفات "سرِ سیمت مئے الست حاجی"۔[2]

رئیس القراء حافظ سید محمد تونسی

ف ۱۰۱۶ تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۳۲۶ تا ۳۲۸ میں درج ہیں۔ تاریخ وفات ۱۳۲۴ھ میں ہوئی۔

---

[1] تذکرۃ الرشید از عاشق الٰہی [2] مراۃ الکونین۔ و مراۃ الاسرار از عبدالرحمٰن چشتی (دو جلدوں میں)

ف ۱۰۱۷ شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی

مقری حافظ عبدالرحمٰن ضریر کھوکھر کے شاگردوں میں قاری حافظ عبدالرحمٰن نابینا بہت ذہین فہیم اور قوی الحافظ تھے۔ استاد کا بڑا ادب کرتے تھے۔ حد درجہ منکسر المزاج اور خوش خلق تھے۔ پہلے قاری کبیر الدین سے تجوید و قرات سیکھی۔ بعد ازاں محدث صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ استاد سے جتنا سنتے وہ سب یاد ہو جاتا۔ بعض شاگرد جو استاد کی تقریر پوری طرح نہ سمجھ سکتے یا جن کو یاد نہ رہتا وہ بعد میں عبدالرحمٰن نابینا سے اپنی مشکلات حل کر لیتے۔ چند روز میں عادت سی ہو گئی کہ استاد کے درس کے بعد طلبا نابینا صاحب کے پاس جمع ہو کر سبق دہرا لیتے۔ حضرت کے دو سرے عزیزوں کو جن میں عبدالسلام عباسی اور غالباً عبدالاسلام انصاری بھی شریک تھے۔ نابینا صاحب کا یہہ امتیاز ناگوار گذرا۔ اور یہہ برداشت نہو سکا کہ ایک کھوکھر اون سے سبقت لے جائے۔ چنانچہ وقتاً فوقتاً نابینا صاحب کی شکایت استاد سے کر دیا کرتے۔ جب عبدالرحمٰن ضریر سلسلہ نقشبندیہ میں مرید ہوئے تو حاسدوں نے حضرت سے یہہ شکایت کی کہ ضریر بدعتی ہو گیا ہے۔ گیروی لباس پہننے لگا ہے اور مرید بھی ہو گیا ہے۔ چونکہ محدث صاحب کو خلاف سنت کوئی فعل سخت ناگوار ہوتا تھا اس لئے جب ضریر صاحب آئے تو محدث صاحب نے غصہ سے پوچھا کہ سنا تو بدعتی ہو گیا ہے اور مرید بھی ہو گیا ہے۔ ضریر صاحب سوال کو صحیح طور سے نہ سمجھ سکے سمجھا کہ حضرت مرید ہونے کو بدعت سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے خاموش ہو گئے۔ جب دوبارہ پوچھا تو کہا "جی ہاں۔ محدث صاحب نے کہا "چلے جاؤ ہمارے پاس نہ آیا کرو۔" اوس روز سے درس کی حاضری سے محروم ہو گئے۔ ضریر صاحب سے جو طلباء سبق کے بعد ان سے استفادہ کیا کرتے تھے اونکی پڑھائی میں بھی ہرج ہونے لگا۔ تو انھوں نے ایک ترکیب سوچی کہ حضرت کے آنے سے پہلے جس پلنگ پر وہ بیٹھتے ہیں اوس کے نیچے ضریر صاحب کو لٹا دیا جائے اور چادر ایسی ڈالی جائے کہ دونوں طرف زمین سے کنارے لٹکتے رہیں۔ حضرت جب تشریف لائیں گے تو پلنگ پر بیٹھ جائیں گے اور ضریر صاحب درس سن سکینگے چنانچہ کئی روز تک یہی تدبیر چلتی رہی۔ ایک روز ضریر صاحب نے زور سے سانس لی تو حضرت کو یہہ محسوس ہوا کہ پلنگ کے نیچے کوئی چھپا ہوا ہے۔ پوچھا کہ کسی کے سانس لینے کی آواز آ رہی ہے۔ پلنگ کے نیچے کون ہے؟ شاگردوں نے بہت ٹالنا چاہا مگر حضرت نے کہا۔ نہیں ضرور اس کے نیچے کوئی ہے۔ غرض جھانک کر جو دیکھا تو ضریر صاحب دکھائی دیئے۔ اونکو کھینچ کر نکالا گیا۔ پوچھا کہ یہہ کیا حرکت تھی۔ سب ہی نے معذرت چاہی غرض اوس روز سے درس میں شریک ہونے کی اجازت مل گئی اور ضریر صاحب نے سبعہ قرأت کی تکمیل حضرت سے کرلی۔

ف ۱۰۱۸ ضریر صاحب کی سمجھ اور ذہانت کا اندازہ لگا کر حضرت نے تکمیل نصاب کے بعد درس دینے کی اجازت دیدی۔ ضریر صاحب کی کچھ تو ذہانت تھی اور کچھ منکسر المزاجی تھی کہ لوگ بڑے شوق سے اونکے

پاس جایا کرتے۔ جس مسجد میں ضریر صاحب نماز پڑھاتے اوس کی تیسری منزل میں ایک کمرہ تھا جس میں وہ معہ زنانہ رہا کرتے۔ ایک کھڑکی مسجد کی جانب تھی طلبا، وقت بے وقت پوچھنے آتے تو حضرت اوس کھڑکی میں بیٹھکر طلبا، کو بتا دیا کرتے۔ ایک روز کھڑکی میں بیٹھے سمجھا رہے تھے کہ بے خیالی میں نیچے گر گئے۔ تیسری منزل سے گرنے سے صدمہ پہنچا۔ بے ہوش ہو گئے۔ اسپتال پہونچائے گئے۔ عصر کی نماز کے بعد جب حضرت محدث صاحب درس دینے بیٹھے تھے کہ کسی نے محدث صاحب سے کہا کہ ضریر صاحب تیسری منزل سے مسجد کی صحن میں گر کر بے ہوش ہیں۔ محدث صاحب دو زانو بیٹھے تھے دونوں ہاتھ زانو پر مار کر کہا" ہائے ہائے ایک شاگرد تو بینا تھا کیا وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اللہ میاں کیا قرات کو ختم کرنا منظور ہے" غرض بڑی تشویش کا اظہار کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدث صاحب کو ضریر صاحب سے کتنی محبت تھی۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ضریر صاحب کو ہوش آگیا اور چند روز میں صحت یاب ہو گئے۔ ضریر صاحب سے بہت سے طلبا، نے تجوید و قرات سیکھی۔ ان میں ممتاز قاری محی الاسلام پانی پتی تھے۔ دوسرے قاری حافظ محمد قیام الدین پانی پتی تھے۔

ف ۱۰۱۹ شیخ القرا، حافظ عبد الرحمٰن محدث کے دوسرے فرزند قاری حافظ علیم الدین تھے جن کو حضرت نے خود پڑھانا چاہا۔ مگر عدم دلچسپی کی وجہ سے ترقی نہ کی۔ تو بیزار ہو کر ضریر سے کہا کہ اس بچے کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ چنانچہ ضریر صاحب نے اوس بچے کی تعلیم و تربیت میں بڑی محنت کی۔ قاری و حافظ بنا دیا۔ یہی نہیں بلکہ حافظ علیم الدین اپنے بڑے بھائی عبد السلام انصاری سے بھی زیادہ عالم و محقق ہو گئے۔ بعدازاں ہجرت کر کے حجاز چلے گئے۔ راقم کے قریب ۱۳۳۷ھ میں انتقال ہوا۔

ف ۱۰۲۰ ضریر صاحب ایک عرصے تک پانی پت میں درس دینے کے بعد انبالہ چلے گئے۔ وہاں ۱۳۲۴ھ میں وفات پائی۔ [۱]

قاری غلام محمد کرنالی

ف ۱۰۲۱ مولد ہوشیار پور۔ (پنجاب) والد کا نام حافظ محمد رمضان عرف حافظ قاضی صاحب۔ سنہ ولادت ۱۲۶۵ھ ہے۔ لڑکپن میں علوم حاصل کئے۔ پانی پت آکر شیخ القرا، حافظ عبد الرحمٰن انصاری محدث پانی پتی کی خدمت میں تیرہ سال رہے۔ تجوید و قرات و دیگر علوم کی تکمیل کی۔ اوسکے بعد درس و تدریس میں لگے رہے۔ پھر کرنال چلے گئے۔ چودہ سال وہاں درس دیا۔

---

[۱] واقعات بالا میں نے قاری حافظ عبد اللطیف صاحب پانی پتی کی زبانی سنے جب کہ میں اون کے مکان پر دہلی میں ۶ر جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ کو ملاقات کی غرض سے گیا تھا۔ حافظ صاحب قاری محی الاسلام کے شاگردوں میں سے ہیں۔

تجوید وقراءت کا اچھا ماحول بنادیا۔ وفات تقریباً ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ ۵۱

قاری حافظ محمد یوسف ڈھاکوی

ف ۱۰۲۲ مولد ڈھاکہ۔ مشرقی بنگال۔ ولادت تقریباً ۱۲۶۵ھ میں ہوئی۔ لڑکپن میں تجوید وقراءت سیکھی۔ حفظ پورا کیا۔ خوش الحان واقع ہوئے تھے۔ ڈھاکہ میں آپ کی بڑی شہرت ہوئی۔ درس وتدریس میں عمر گذاردی۔ وفات ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ قبر ڈھاکہ میں شاہراہ عام سے اتر جانب واقع ہے۔ ۵۲

قاری مسیح الزمان حیدرآبادی

ف ۱۰۲۳ مولد شاہجہان پور۔ والد کا نام محمد عمر خان۔ برادر محمد زمان خان شہید ۱۲۹۲ھ میں محمد زمان خان کی شہادت کے بعد نواب عثمان علی خان کے اتالیق مقرر ہوئے۔ ۱۲۹۳ھ میں ضوابط القرآن کے نام سے قراءت امام عاصم کے دونوں راویوں کے اختلافات بتلائے ہوئے تجوید کی ایک کتاب تالیف کی جو حیدرآباد سے شائع ہوئی۔ ۱۳۲۰ھ میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ نواب عبدالوہاب خان ٹونکی

ف ۱۰۲۴ مولد ٹونک۔ والد کا نام نواب محمد علی خان والی ٹونک نواب عبدالوہاب خان کا خطاب احتشام الملک صفدر جنگ تھا۔ آپ کو تجوید وقراءت سے خاص لگاؤ تھا۔ ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ سنہ وفات ۱۳۲۹ھ ہے۔ نواب ابراہیم علی خان نے آپ کو قاری کا خطاب دیا تھا۔ ۵۳ (ملاحظہ ہو فقرہ ۷۴۸)

قاری حافظ مولوی عبدالحق رامپوری

ف ۱۰۲۵ مولد رامپور۔ محلہ پنجابیان۔ ولادت ۱۲۴۹ھ میں ہوئی علم تجوید کے ماہر تھے اور عالم وحافظ ہونے کے علاوہ نہایت پرہیزگار وخداپرست تھے۔ درس وتدریس ان کا خاص مشغلہ تھا۔ دو فرزند مولانا فضل حق رامپوری اور حکیم محمد نبی رامپوری تھے وفات ۱۳۲۹ھ میں ہوئی ۵۴

قاری مولانا محمد حسن الزمان دہلوی ثم حیدرآبادی

ف ۱۰۲۶ دہلی کے علماء میں قاری محمد حسن الزمان بڑے باکمال بزرگ تھے۔ آپ کی پیدائش ہنگول نواح دہلی میں ۱۲۱۹ھ میں ہوئی۔ آپکے والد کا نام حاجی ذوالفقار علی اور دادا کا نام مولانا محمد قاسم تھا۔ ابتدائی تعلیم والد ہی سے حاصل کی ۱۸ سال کی عمر میں آپ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں آٹھ سال رہکر علوم متداولہ کی تکمیل کی۔ ۱۲۴۵ھ میں واپس آئے۔ مگر چند سال کے بعد پھر چلے گئے۔ حجاز۔ مصر اور ترکی کے علماء سے آپ کے تعلقات گہرے تھے۔ وہیں مستند قراء سے قراءت کی

---

۵۱ تذکرہ علمائے حال از محمد ادریس نگرامی
۵۲ آسودگان ڈھاکہ از حکیم حبیب الرحمن
۵۳ سفرنامہ سعادت از نواب سعادت علی خان
۵۴ تذکرہ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق

تکمیل کی۔ساٹھ سال کی عمر تک ان اسلامی ممالک میں آمد و رفت کا سلسلہ جاری رکھا۔حضرت سید محمد تونسی صاحب سے بھی تعارف حاصل تھا۔

ف ۱۰۲۷ ۱۲۷۹ھ میں آپ نے حیدرآباد دکن آکر اقامت اختیار کرلی۔ ابتداءً اردو محلہ میں رہنے لگے۔ آپ کو تصنیف و تالیف سے خاص شغف تھا۔ نواب افضل الدولہ نے آپ کی سرپرستی کی۔ تصانیف کا سلسلہ زور و شور سے شروع ہوا۔ آپ نے اپنی تصانیف میں یہہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بہ لحاظ اصول۔ فقہ۔ حدیث۔ قرأت و تفسیر میں اہل بیت اور دیگر اماموں کے مابین کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ ان دونوں مکاتیب خیال میں پوری پوری مماثلت تھی اس موضوع پر آپ نے اپنی تصانیف کا سلسلہ آغاز کیا۔ جو کتابیں شائع ہوئیں اور جو شائع نہو سکیں اونکے دیکھنے سے حضرت کے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ اردو محلہ میں قیام کیا لیکن وہاں عدم گنجائش کے باعث پرانی عیدگاہ کے قریب بیرون دبیرپورہ ایک وسیع قطعہ اپنے کام کے لئے منتخب کیا۔ دہان دیوبند کے کئی سو علماء سے کام لیتے رہے۔ وہیں تصنیف و تالیف کا کام بھی انجام پاتا رہا۔ آپ کے تعلقات مصر و عرب و دیگر بلاد اسلامیہ سے بہت زیادہ رہے چنانچہ جب قاری سید محمد صاحب تونسی حیدرآباد تشریف لائے تو اولاً انھوں نے آپ ہی کے پاس قیام کیا۔ وہاں سے سرور نگر منتقل ہو گئے۔

ف ۱۰۲۸ حضرت حسن الزمان کی تصانیف میں رسم الخط امام کے نام سے ایک قلمی کتاب ہے جس میں حضرت علی کے نسخہ قرآن کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اس نسخہ قرآن شریف میں وہی رسم الخط اختیار کیا تھا جو مصحف عثمانی کا ہے۔ حوالوں کے ساتھ یہہ سلسلہ امام نافع اور راوی اونکے راوی سیدنا قالون تک پہونچایا ہے۔

(ب) دوسری تصنیف قرأت القرآن عن اہل بیت ہے۔ اس میں اہل بیت کے سلسلے کے حضرت عبدالرحمن سلمی سے مربوط کر دیا ہے۔ اس میں قرأت سبعہ کے اختلافات کی بھی صراحت کی گئی ہے۔ یہہ تصنیف ۱۳۲۸ھ میں ختم ہوئی۔ جو فلسکیپ سائز کے ۸۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(ج) حضرت کے پاس ایک بڑا کتب خانہ تھا جس میں آپ نے عمدہ عمدہ کتابیں قلمی و مطبوعہ مصر ترکی اور حجاز سے لاکر جمع کی تھیں۔ چنانچہ فن تجوید و قرأت کے بعض اہم قلمی نسخے اس میں موجود ہیں۔ چونکہ اس زمانے میں محمد فصباغ نے مصر میں قرأت کی قدیم کتابوں کی طباعت شروع نہیں کی تھی۔ اس لئے حضرت نے الجزری کا النشر۔ و تقریب النشر طیبۃ النشر۔ شرح شاطبیہ الحافظ ابو شامہ۔ منار الھدیٰ۔ فی الوقف والابتدار جیسی معیاری کتابوں کے قلمی نسخے اپنے کتب خانہ میں رکھ چھوڑے تھے۔

(د) ۱۳۲۹ھ میں حضرت کا انتقال ہوا۔ مکان کے سامنے ایک بڑے چبوترے پر مزار واقع ہے۔

قاری عبدالقادر جونپوری | ف ۱۰۲۹ وطن جونپور۔ والد کا نام مولانا رجب علی۔ قاری کرامت علی جونپوری

کے بھتیجے اور داماد تھے جن کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۲۶۸ تا ۲۸۶ میں درج ہیں۔ عبد القادر کی ولادت سنہ ۱۲۵۵ھ میں ہوئی۔ اچھے عالم و قاری تھے۔ تجوید و قراءت اپنے چچا قاری کرامت علی سے سیکھی۔ وفات سنہ ۱۳۳۱ھ میں ہوئی۔ آپکے دو لڑکے ہوئے (۱) قاری عبد المتین (۲) قاری ابو الفرح۔

قاری حافظ قمر الدین حیدر آبادی ف ۱۰۳۰ مولد۔ حیدر آباد۔ شیخ القراء شاہ شجاع الدین صاحب سے تجوید و قراءت و دیگر علوم کی تحصیل کی۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۰۰ھ ہے۔ طویل عمر پائی۔ درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ وفات سنہ ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ مولانا سید عمر حیدر آبادی ف ۱۰۳۱ مولد حیدر آباد۔ دکن۔ والد کا نام سید محمد بادشاہ حسینی حیدر آباد کے مشہور عالم و پیر طریقت تھے۔ سبعہ قرات قاری سید محمد تونسی سے سیکھیں۔ حفظ بھی کیا تھا۔ تمام عمر درس و تدریس وعظ و نصیحت میں بسر کی۔ تفسیر القرآن عربی میں لکھی جو تفسیر القادری کے نام سے شائع ہوئی۔ عربی میں اوسی بے تکلفی سے تقریر فرماتے تھے جس طرح کہ اردو میں "حالات پیر طریقت" مولفہ حکیم فضل اللہ صاحب کے مطالعہ سے آپ کی فاضلانہ و درویشانہ زندگی کے تفصیلات معلوم ہو سکتے ہیں۔ ۱۹ صفر سنہ ۱۳۳۰ھ کو انتقال ہوا۔

قاری حافظ عبد السمیع ف ۱۰۳۲ وطن بنارس۔ قاری رضا علی کے خاص شاگردوں میں تھے۔ بیحد ذہین اور اچھے مقرر تھے۔ مزاج میں انکسار تھا۔ لباس سادہ پہنتے تھے۔ حج کے لئے تشریف لے گئے وہاں سے مدینہ منورہ پہونچے اور وہیں سنہ ۱۳۳۰ھ میں وفات پائی۔

قاری نظام الدین حیدر آبادی ف ۱۰۳۳ وطن حیدر آباد۔ دکن۔ ولادت سنہ ۱۲۸۰ھ میں ہوئی۔ شیخ القراء سید محمد تونسی کے شاگرد تھے۔ سنہ وفات سنہ ۱۳۳۰ھ ہے۔

قاری جلال الدین ابن شریعت اللہ کانپوری ف ۱۰۳۴ مولد کانپور۔ والد کا نام شریعت اللہ ولادت سنہ ۱۲۸۵ھ ہے۔ ڈھائی سال کی عمر میں والد کا انتقال ہوگیا بڑے بھائی کے ساتھ حج کو گئے تو وہیں قیام کا اتفاق ہوا۔ مدرسہ صولتیہ میں شریک ہوگئے۔ شیخ القراء محمد عبد اللہ صاحب سے قرات سبعہ سیکھیں۔ دیگر علوم کی بھی تحصیل کی۔ اٹھائیس سال کی عمر میں سنہ ۱۳۱۳ھ میں ہندستان واپس آکر کانپور میں قیام کیا۔ اردو سے نابلد تھے۔ مولانا احمد حسن کانپوری سے علوم درسیہ کی تکمیل کرکے عالم ہوگئے اسی دوران میں تجوید و قراءت کا درس دیتے رہے۔ سنہ ۱۳۱۵ھ میں قاری ولی اللہ اونکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سنہ ۱۳۱۹ھ میں فراغت پائی۔ آپکے شاگردوں میں (۱) قاری عباد اللہ (۲) قاری کمال الدین اونکے فرزند (۳) قاری ولی اللہ قاری سبعہ بہت مشہور ہیں۔ وفات تقریباً سنہ ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ سید غلام غوث شطاری حیدر آبادی ف ۱۰۳۵ مولد حیدر آباد دکن۔ حیدر آباد کے طبقہ علماء ومشائخ میں خاص شہرت ومقام کے حامل تھے قوی الحافظہ تھے۔ چھ ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ شیخ القراء حافظ سید محمد تونسی سے سبعہ قرات سیکھیں۔ علامہ عباس علی خان محدث سے حدیث کی سند لی۔ دو مرتبہ حج وزیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپکی فصیح البیانی سے عرب بے تکلف آپ کو دکنی نادر کرتے تھے۔ آپ کی تمام عمر علوم دینیہ کی خدمت میں بسر ہوئی۔ فتویٰ نویسی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کا حلقۂ درس ہمیشہ جاری رہا۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ ادب وتجوید کے اچھے عالم تھے۔ شیخ القراء سید محمد صاحب تونسی جب حیدر آباد سے تشریف لے گئے تو اسٹیشن پر اپنے تلامذہ سے فرمایا کہ جس کو تجوید وقرات میں کچھ ضرورت یا اشکال پیش آئے تو وہ غلام غوث صاحب سے رجوع کرے۔ ۲۷ محرم ۱۳۳۱ھ کو انتقال ہوا۔

قاری عبدالرزاق خان رامپوری ف ۱۰۳۶ مولد رامپور۔ والد کا نام قاری حافظ مولوی عبداللہ خان عرف حافظ کلان۔ تجوید وقرات و دیگر علوم والد سے سیکھے۔ ۱۸۵۷ء سے قبل تجارت کرتے تھے۔ غدر کے بعد ہرات اور قندھار چلے گئے۔ امیر داد خان فرمانروائے قلات نے اون کو فوج میں شریک کرلیا۔ جب اوس کو معلوم ہوا کہ یہہ اچھے قاری بھی ہیں تو اپنے بچوں کو اون سے تجوید وقرات سکھلائی تیس سال وہاں رہکر واپس رامپور آگئے اور تجارت کا قدیم پیشہ جاری کیا۔ نیز درس وتدریس بھی کرتے رہے ایک طویل عرصے تک درس دینے کے بعد ۱۳۳۱ھ میں چندوسی میں انتقال ہوا۔ عبدالجبار آصفی اونکے فرزند تھے[۱]

قاری حبیب الرحمٰن مکی ثم کلکتوی ف ۱۰۳۷ مولد مکہ معظمہ۔ ولادت ۱۲۶۲ھ۔ خوش الحان قاری تھے جب آپ کلکتہ تشریف لائے تو آپ کو مسافر خانے کی مسجد کا جو زکریا مسجد کے قریب ہے امام مقرر کیا گیا۔ اوسی مسجد میں درس وتدریس کا کام شروع ہوا۔ وفات ۱۳۳۲ھ میں ہوئی قاری محمد عثمان بھوپالی ان ہی کے شاگردوں میں ہیں۔

قاری حافظ اخوند ولایتی ثم بھوپالی ف ۱۰۳۸ افغانی النسل تھے۔ ولادت ۱۲۶۷ھ میں ہوئی خوش الحان قاری اور باخدا بزرگ تھے۔ بھوپال آکر بس گئے۔ اون سے وہاں کے لوگوں کو بڑا فیض پہنچا۔ ۷۵ سال کی عمر میں ۱۳۳۲ھ میں وفات ہوئی۔

قاری حافظ شاہ محمد علی شطاری ف ۱۰۳۹ مولانا سید غلام غوث شطاری کے جن کا ذکر فقرہ ۱۰۳۵ میں گذر چکا ہے چھوٹے بھائی تھے۔ حیدر آباد کے اجل علماء میں آپکا شمار تھا۔

---

[۱] تذکرۂ کاملان رامپور۔ از حافظ احمد علی خان شوق۔

شیخ القراء سید محمد تونسی سے سبعہ قرات سیکھیں۔ جید حافظ تھے۔ علامہ عباس علی خان سے حدیث کی سند لی۔ جب انجمن قرضہ حسنہ معین المسلمین قائم ہوئی تو آپ اوس کے معتمد مقرر کئے گئے۔ برسوں بلا معاوضہ مسلمانوں کو بلا سودی قرضہ دلایا ۱۲ رجب ۱۳۳۴ھ میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ مفتی محمد رمضان بیگ اکبر آبادی | ف ۱۰۴۰ وطن قصبہ لیدری خطیب ضلع فتح پور ہسوہ والد کا نام مولوی بیر علی بیگ۔ سنہ ولادت ۱۲۶۸ھ

ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کے شاگرد۔ مولانا سلامت اللہ صاحب کے مرید تھے۔ عالم بے بدل۔ قاری بے مثل۔ اور جید حافظ تھے۔ جامع مسجد آگرے کے مفتی مقرر ہوئے۔ خوش اخلاق مرنجان و مرنج بزرگ تھے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے اخلاق کے ساتھ پیش آتے تھے۔ قرآن مجید سے شغف تھا۔ بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے ۶ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ کو انتقال ہوا۔ نج کیون کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ ۵ـلـ

قاری حافظ خواجہ الطاف حسین حالی | ف ۱۰۴۱ وطن پانی پت۔ والد کا نام خواجہ ایزد بخش۔ والدہ کا نام امۃ الرسول۔ سنہ ولادت ۱۲۵۳ھ (مطابق ۱۸۳۶ء) ہے

نو برس کی عمر تھی کہ والدہ کا انتقال ہو گیا۔ قاری حافظ ممتاز علی انصاری سے حفظ و قرارت کی تکمیل کی۔ خوش الحان تھے عام طور سے لوگ ان کے مداح تھے۔ قاری لالا نے اونکی قرارت سنکر داد دی تھی کہ بچہ ہونہار ہے۔ حضرت حالی نے فارسی کتابیں سید جعفر علی سے اور عربی مولوی حاجی ابراہیم حسن سے پڑھی تھیں۔ سترہ برس کی عمر میں شادی اسلام النساء بنت باقر علی سے ہوئی۔ دہلی میں مولوی نوازش علی۔ فیض الحسن۔ میاں نذیر حسین اور غالب سے ملتے رہے۔ اچھے شاعر تھے۔ حالی تخلص کرتے تھے۔ اون کا دیوان اور مسدس بہت مشہور ہیں۔ انداز بیان جدید ہے اصلاحی جذبہ رکھتے تھے۔ سرسید کی تحریک کو انھوں نے بڑی تقویت دی۔ جس کی وجہ سے بہت سے لوگ دشمن ہو گئے تھے۔ نظم و نثر میں اعتراضات ہوئے۔ ایک مخالف نے کہا تھا۔ ~~ھ

ابتر ہمارے حملوں سے حالی کا حال ہے ⁂ میدان پانی پت کی طرح پائمال ہے

۱۸۶۳ء میں مصطفےٰ خان شیفتہ کے بچوں کے اتالیق مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۹ء میں آسمان جاہ نے ۷۵ روپیہ کا وظیفہ منصب جاری کیا۔ بعد میں اس کی مقدار ایک سو کر دی گئی۔ سن ۱۹۰۱ء میں اونکی اہلیہ ہیضے سے انتقال کر گئیں۔ ۱۹۰۴ء میں حالی کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۱۹۰۵ء میں حیدر آباد کا دوسرا سفر کیا۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۴ء مطابق ۱۳۳۳ھ کو انتقال ہوا۔ پانی پت میں شاہ بو علی قلندر کے احاطے میں ایک کٹہرے کے اندر ان کا مزار ہے۔ مجھے بھی فاتحہ خوانی کا موقعہ ملا ہے۔

قاری محمد حسن گیاوی | ف ۱۰۴۲ مولد پانی پت۔ والد کا نام شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن انصاری

محدث پانی پتی سنہ ولادت ۱۲۶۴ھ ہے۔ تجوید و قرات و دیگر علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔ اوسکے بعد تقریبا ۱۲۹۵ھ میں گیا چلے گئے۔ جہاں تجوید و قرات سے کوئی واقف نہ تھا۔ آپ نے اس جگہ تجوید کے لئے فضاء تیار کی اور مسلسل چالیس سال تک تجوید، قرات کے درس و تدریس میں گذار دیئے۔ آپ ہی کی ترغیب پر مولوی رفیع الدین زمیندار نے مدرسہ تجوید القرآن جاری کیا جس میں صرف فن تجوید و قرات کی تعلیم دیجاتی تھی۔ اس کے مدرس اول قاری محمد حسن صاحب مقرر ہوئے جو دو گھنٹے صبح اور دو گھنٹے شام اس مدرسے میں پڑھایا کرتے رہتے۔ مدرسے سے آپ کو بیس روپیے ملتے۔ پھر د کلار و امراء کے گھر جاکر پڑھایا کرتے جس کا معاوضہ ل جاتا تھا۔ آپ نے بڑی جانفشانی سے تجوید کے پھیلانے میں دلچسپی لی۔ تاریخ فن تجوید میں آپ کی شخصیت اوس ضلع کے لئے انقلابی حیثیت رکھتی ہے۔

(ب) قاری محمد حسن نے تین شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے جو اولاد ہوئی وہ لڑکپن میں قضا کر گئی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی۔ اوس سے تین لڑکے ہوئے اون میں سے ایک حافظ عبد المجید تھے۔ دو لڑکوں کا انتقال ہوگیا۔ دوسری بیوی کے انتقال کے بعد آپ نے تیسری شادی کی۔ تیسری بیوی سے تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔ بڑی لڑکی کی شادی حافظ حیدر علی سے ہوئی جن کا انتقال ہوگیا۔ بیوہ لڑکی ۱۳۷۰ھ تک زندہ تھیں۔ دوسری لڑکی کی شادی قاری عبد الرشید سے ہوئی جو اب ڈھاکے میں ہیں۔ تیسری لڑکی سے دو فرزند قاری حافظ علیم الدین و قاری حافظ قدرت اللہ ہوئے۔ یہہ دونوں نواسے قاری عبد القدوس کے شاگرد ہیں یں ان سے ملا ہوں۔

(ج) قاری محمد حسن صاحب کی چالیس سالہ خدمات نے بہت سے قاری پیدا کئے۔ ان میں سے ممتاز نام یہہ ہیں:۔ قاری حافظ خدا بخش نابینا (۲) قاری حافظ عبد الرحمن صاحب بسمل (۳) قاری حافظ محمد رشید نابینا (۴) قاری حافظ لطافت کریم نابینا (۵) قاری حافظ ارادت الحق (۶) قاری حافظ بشارت الحق، ارادت الحق کے بڑے بھائی (۷) قاری حافظ عبد القدوس (۸) قاری حافظ محمد یوسف (۹) قاری حافظ حاجی مولا بخش (۱۰) قاری حافظ مولانا منظور احمد (۱۱) قاری حافظ امیر الدین (۱۲) قاری حافظ حیدر علی مرحوم بڑے داماد۔

(د) قاری محمد حسن صاحب کا انتقال ۱۳۳۴ھ میں ہوا۔ [۱]

مولوی حکیم حافظ قاری مسعود احمد کاکوروی | ف ۱۰۴۳ | مولد کاکوری۔ والد کا نام منشی محمد احمد ابن منشی محمد بخش

---

[۱] واقعات بالا قاری محمد حسن کے دو ممتاز شاگردوں کی زبانی سنکر قلمبند کئے گئے ہیں (۱) قاری حافظ عبد الرحمن بسمل (۲) قاری حافظ عبد القدوس۔

سنہ ولادت ۱۲۵۸ھ ہے۔ تجوید و قراءت و دیگر علوم اپنے والد سے سیکھے۔ بعد ازاں دیگر علماء سے استفادہ کیا مطب کیا کرتے تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ وفات ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔ کاکوری میں دفن ہوئے۔ لہ

ف ۱۰۴۴ قاری شیر محمد خان پانی پتی وطن پانی پت۔ سنہ ولادت ۱۲۵۵ھ۔ قاری محی الاسلام سے سبعہ قراءت کی تکمیل کی۔ چالیس سال تک قرآن کا درس دیا۔ شاندار مدرسہ تھا۔ مدرسہ اشرفیہ میں پڑھاتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت کی۔ وفات ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔

ف ۱۰۴۵ قاری محمد ادریس نگرامی وطن نگرام ضلع لکھنو۔ والد کا نام حافظ عبدالعلی۔ ولادت شوال ۱۲۷۵ھ میں ہوئی۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے علوم حاصل کئے۔ حدیث و تجوید و قراءت کی سند مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے لی۔ نیز عبدالرحمٰن محدث انصاری پانی پتی سے فن کی تکمیل کی۔ درس و تدریس کا کام بھی انجام دیا۔ تذکرۂ علمائے حال کے نام سے ایک کتاب ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۷ء میں شائع کی۔ وفات تقریباً ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔

ف ۱۰۴۶ شیخ القراء محمد ابراہیم التمیمی القادری حیدرآبادی مولد اورنگ آباد۔ قاری عبدالولی سے تجوید بروایت حفص سیکھی۔ بڑے خوش الحان تھے۔ تحقیق بھی اچھی تھی۔ حیدرآباد آکر میز خانہ مبارک میں ملازمت اختیار کرلی۔ تجوید و قراءت کا بڑا شوق تھا۔ جب شیخ القراء سید محمد تونسی صاحب حیدرآباد تشریف لائے تو آپ اونکی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ رات رات بھر جاگ کر عشرہ کی تکمیل کی۔ اوسکے بعد درس جاری کیا۔ مدت العمر تجوید و قراءت سکھاتے رہے۔ آپ نے ایک رسالہ "المختصر المفید فی علم التجوید" لکھ کر ۱۳۰۰ھ میں شائع کیا۔ دوسری تجوید کی کتاب "ولی القاری" ۱۳۰۳ھ میں شائع ہوئی۔ اوس کے بعد پورے قرآن شریف کی جلد سبعہ تیار کی جس کی طباعت کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ ابتدائی دو پارے طبع ہوئے مگر بعض موانعات کی وجہ سے کام آگے نہ بڑھ سکا۔

(ب) شیخ القراء محمد ابراہیم صاحب کے شاگردوں میں ممتاز حیثیت شیخ القراء میر روشن علی صاحب کی ہے (۲) دوسرے ممتاز شاگرد علامہ سید اشرف شمسی تھے جنھوں نے پہلے ایک روایت سے اور پھر سبعہ قرات سنا ئیں۔ شمسی صاحب اپنے وقت کے بڑے عالم۔ قاری۔ مفسر۔ محدث۔ فارسی کے شاعر۔ ماہر طب و علم نجوم تھے۔ اس کے علاوہ چھڑی پٹا۔ تلوار و بنوٹ کے فن سے بھی واقف تھے۔ دارالعلوم میں پروفیسر تھے آخر زمانے میں تارک الدنیا ہوگئے تھے۔

(ج) شیخ القراء محمد ابراہیم کا انتقال ۷ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ کو حیدرآباد میں ہوا۔

لہ تذکرۂ مشاہیر کاکوری از محمد علی حیدر۔

آپ نے بھی کئی کتابیں تصنیف کیں جو اشاعت العلوم سے شائع ہوئیں۔

قاری مولانا عبد المتین جونپوری

ف ۱۰۴۹ مولد جونپور۔ والد کا نام قاری عبد القادر۔ ولادت ۱۲۷۶ھ تجوید و علوم کی تحصیل اپنے والد سے کی۔ ساٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ وفات ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔ خاندانی حالات کے لئے جلد اول فقرہ جات ۲۶۸ تا ۲۸۶ ملاحظہ ہوں۔

قاری حافظ حکیم شاہ ظہیر الدین احمد سہسوانی بدایونی

ف ۱۰۵۰ مولد سہسوان۔ سنہ ولادت ۱۲۷۷ھ سہسوان سے بدایوں آئے۔ تحصیل علوم کے سلسلہ میں قاضی علی احمد سے استفادہ کیا۔ حفظ و تجوید و قرأت کی بھی تکمیل کی۔ فن طب حاصل کیا مطب کرتے تھے۔ اسکے بعد درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں ایک رسالہ قرأت بھی ہے۔ وفات تقریباً ۱۳۳۶ھ میں ہوئی [۱]

قاری سید حسن کانپوری

ف ۱۰۵۱ مولد کانپور۔ والد کا نام حافظ الدین ولادت ۱۲۷۶ھ میں ہوئی۔ والد کے ساتھ لڑکپن میں مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں مولانا رحمت اللہ صاحب جو مدرسہ صولتیہ کے ناظم تھے اون سے علوم سیکھے۔ مصری قاریوں سے تجوید و قرأت سیکھی۔ سبعہ قرأت کے قاری ہوئے۔ آٹھ سال وہاں گذار کر ۳۲ سال کی عمر میں ۱۳۰۸ھ میں کانپور آئے۔ تین سال دار العلوم میں درس دیا۔ پھر ریاست دجانہ ضلع رہتک چلے گئے۔ آپ کے شاگردوں میں قاری مولانا مشتاق احمد ابن مولانا احمد حسن اچھے قاری ہوئے۔ مومن جماعت کے بہت سے حضرات مبارک پور آکر آپ سے تجوید و قرأت سیکھا کرتے۔ دوسرے شاگرد نواب حافظ محمد ابراہیم اور قاری مولوی عبد الستار ہوئے۔ (ملاحظہ ہو فقرہ ۱۱۰۰)

قاری مولانا عبد العلیم پانی پتی

ف ۱۰۵۲ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ (۳۰۰ ی) میں درج ہیں۔

قاری ریاض الدین ابن ضیاء الدین نارڈی

ف ۱۰۵۳ وطن نارہ۔ والد کا نام قاری حافظ ضیاء الدین خلف اکبر تھے۔ اپنے والد ہی سے علوم سیکھے۔ تجوید و قرأت میں مہارت حاصل کی۔ سبعہ قرأت کی تکمیل کی۔ الہ آباد اور لکھنؤ میں قرأت کا درس دیتے رہے۔ والد کی زندگی ہی میں بہ عمر چالیس سال ۷ محرم ۱۳۳۷ھ میں انتقال ہوگیا۔

قاری عطاء اللہ بہاری

ف ۱۰۵۴ وطن بہار شریف۔ ولادت ۱۲۷۵ھ۔ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین

---

[۱] تذکرہ علمائے حال از محمد ادریس نگرامی

کے شاگرد۔ قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ مدرسہ عزیزیہ بہار میں مدرس تجوید ہوئے۔ وفات ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔
کے شاگرد قاری السمیع اللہ ہیں جو مدرسہ عزیزیہ میں اونکے انتقال کے بعد تجوید کے مدرس ہوئے۔

قاری حافظ محمد عبداللہ مہاجر مکی | ف ۱۰۵۵ مولد قائم گنج یو۔ پی۔ والد کا نام محمد بشیر خان ولادت ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ سنہ وفات ۱۳۳۷ھ ہے۔ تفصیلی حالات جلد اول نقرہ جات ۳۱۱ تا ۳۱۳ میں درج ہیں۔

تاج قاری غلام محی الدین چیدہ۔ ویلوری | ف ۱۰۵۶ جنوبی ہند کے زبردست عالم۔ عربی کے بے نظیر ادیب و شاعر۔ دارالعلوم لطیفیہ ویلور کے صدر مدرس تھے تجوید کے اچھے جاننے والے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں قاری حافظ سید محمد قاسم مشہور ہوئے۔ چیدہ صاحب کی وفات تقریباً ۱۳۳۸ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ عبدالحمید ڈھاکوی | ف ۱۰۵۷ مولد ڈھاکہ۔ محلہ بنزاری باغ میں رہتے تھے والد کا نام محمد قابل ولادت ۱۲۶۸ھ میں ہوئی۔ مرشد کا نام محمد عارف۔ جید حافظ اور اچھے قاری تھے۔ ستر سال کی عمر میں ۲۲ رذی قعدہ ۱۳۳۸ھ میں انتقال ہوا۔ ڈھاکے میں دفن ہیں۔ ملہ

قاری حافظ عبدالاوّل جونپوری | ف ۱۰۵۸ تفصیلی حالات جلد اول نقرہ جات ۲۷۹ تا ۲۸۲ میں درج ہیں۔

القراء حافظ عبدالحق مہاجر مکّی | ف ۱۰۵۹ تفصیلی واقعات جلد اول فقرہ جات ۳۲۹ تا ۳۳۱ میں درج ہیں۔

شیخ الہند قاری مولانا محمود الحسن دیوبندی | ف ۱۰۶۰ وطن دیوبند۔ سہارن پور۔ والد کا نام مولوی ذوالفقار علی۔ دیوبند میں ابتدائی تعلیم ہوئی۔ مولانا محمد قاسم حافظ ضیا اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے علوم حاصل کئے۔ ایک مدت تک اونکی صحبت سے فیض یاب رہے۔ تجوید شیخ القراء عبدالرحمن انصاری محدث پانی پتی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ دیوبند میں مدرس ہوئے ہے۔ حدیث کا درس ۴۵ سال تک دیتے رہے۔ تہجد کے وقت بھی سالہا سال درس دیا کرتے تھے۔ اردو شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔ ۱۲۹۵ھ میں حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے بیعت ہوئے۔ چالیس القراء حافظ برابر ذکر و فکر کرتے رہے۔

ملہ بزرگان ڈھاکہ: از حبیب الرحمن

(ب) حافظ قوی تھا۔ فطرتاً ذکی۔ ذہین اور وسیع القلب واقع ہوئے تھے۔ مولانا کو قرآن سے خاص شغف تھا۔ گو حافظ نہ تھے لیکن قرآن پاک کی اتنی آیتیں ازبر تھیں کہ آپ پر حافظ ہونے کا شبہ ہوتا تھا۔ ١٣٢٧ھ میں ترجمۃ القرآن کی ابتدا کی۔ ١٣٣٣ھ میں حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حج کے بعد آپ کو مالٹا میں قید رکھا گیا۔ ١٣٣٥ھ سے لیکر ١٣٣٨ھ تک مالٹا میں رہے۔ مولانا حسین احمد مدنی کا بیان ہے کہ زمانہ اسیری میں روزانہ قرآن شریف کا ایک دور پورا کرتے تھے۔ ١٣٣٨ھ میں قرآن شریف کا ترجمہ پورا ہوا۔ حواشی لکھ رہے تھے کہ آپ کو رہا کر کے ہندستان بھیجدیا گیا۔ ٢٠ رمضان ١٣٣٨ھ کو بمبئی پہونچے۔ ١٨ ربیع الاول ١٣٣٩ھ کو وفات پائی۔

قاری مولانا عبد العزیز صدیقی حیدرآبادی

ف ١٠٦١ مولد حیدرآباد۔ والد کا نام علامہ عبد القدیر صدیقی حسرت۔ ولادت ١٣٠٣ھ۔ سولہ سال کی عمر میں مولوی فاضل ومنشی فاضل کی سند حاصل کی۔ تجوید وقرات کی ابتدائی تعلیم حضرت سید عمر صاحب سے پائی۔ سبعہ قرات کی تکمیل شیخ القراء عبد الخالق صاحب مکی سے کی۔ خداداد ذہانت تھی۔ شعر وسخن سے دلچسپی تھی۔ علم موسیقی میں بھی کافی دخل تھا۔ خوش آواز تھے۔ قرآن مجید بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے تھے اور اسی اشتیاق کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ ٢٢ صفر ١٣٣٩ھ میں وفات پائی۔

قاری محمد یحییٰ مدنی ثم کلکتوی

ف ١٠٦٢ عربی النسل تھے۔ مدینے سے آئے۔ سنہ ولادت ١٢٨٠ھ ہے۔ ١٣٢٥ھ میں زکریا مسجد کلکتہ کے امام مقرر ہوئے۔ خوش الحان قاری تھے اوسی مسجد میں تجوید وقراءت کا درس دینے لگے۔ بہت سے شاگرد پیدا کئے جن میں قاری عبد العظیم بھی تھے۔ وفات ١٣٤٠ھ میں ہوئی۔ مانک تلے کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

قاری حافظ حاجی مولوی ابو الخیر مکی ثم جونپوری

ف ١٠٦٣ والد کا نام مولوی سخاوت علی جونپوری جب وہ حج کے لئے گئے تو مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ وہاں ابو الخیر ١٢٧٤ھ میں پیدا ہوئے۔ والد کا اوسی سال انتقال ہوگیا۔ والدہ کے ساتھ واپس جونپور آئے۔ حافظ نعمت اللہ حافظ احمد۔ اور حافظ مدا سے حفظ وقراءت کی تکمیل کی۔ پھر عبد الحی فرنگی محلی سے علوم کی تحصیل کی۔ متقی وزاہد تھے۔ والد کے مدرسہ کی جو جامع مسجد جونپور میں تھا نگرانی کرتے رہے۔ تقریباً ١٣٤٠ھ میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ اکرام الدین سہارنپوری

ف ١٠٦٤ مولد سہارنپور۔ سنہ ولادت ١٢٧٨ھ ہے۔ شیخ [illegible] حافظ عبد الرحمن محدث کے شاگرد تھے۔ درس وتدریس میں لگے رہے ان کے ایک شاگرد قاری حافظ اللہ دیا تھے جو اچھے قاری تھے۔ جن کا ذکر متعاقب کیا جائے گا۔ اکرام الدین

کی وفات سنہ ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔

قاری حکیم مولانا رحیم اللہ بجنوری ف ۱۰۶۵ وطن بجنور۔ تلمیذ مولانا محمد قاسم نانوتوی مدرسہ دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ تجوید و قراءت بھی وہیں سیکھی۔ مطب کرتے تھے۔ ضاد کی ادائی پر ایک رسالہ الاقتصاد فی الضاد لکھ کر سنہ ۱۳۳۶ھ میں شائع کیا۔ بڑی وضاحت سے لکھا ہے۔ وفات تقریباً سنہ ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ نیاز احمد قاری سبعہ دہلوی ف ۱۰۶۶ وطن دہلی۔ والد کا نام شیخ عبد الرحمن ولادت سنہ ۱۳۰۲ھ تجوید و قراءت سبعہ شیخ القراء محی الدین عبد اللہ المعروف بہ ابو الخیر مجددی سے سیکھیں۔ بڑے خوش الحان اور قراءت سبعہ کے عالم تھے۔ اپنے استاد ہی کے لب و لہجے میں پڑھتے تھے۔ شاعر بھی تھے۔ انفلوئنزا کے وبائی دور میں بتاریخ ۱۰ر محرم سنہ ۱۳۴۰ھ میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ عبد الحی خطیب مکہ مسجد حیدرآبادی ف ۱۰۶۷ وطن بھوپال۔ خوش الحان قاری تھے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل قاری سید سلیمان بھوپالی سے کی۔ حیدرآباد آکر مکہ مسجد کے خطیب و مدرسہ حفاظ کے صدر ہوئے۔ وفات سنہ ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔ اجالے شاہ کی درگاہ میں دفن ہوئے۔

قاری عبد القادر خان حیدرآبادی ف ۱۰۶۸ مولد حیدرآباد۔ قاری خوش الحان۔ شیخ القراء سید محمد تونسی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ مدرسہ نظامیہ میں مدرس تھے۔ وفات سنہ ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔

مقری حافظ ارادت الحق گیاوی ف ۱۰۶۹ وطن گیا۔ سنہ ولادت سنہ ۱۲۹۰ھ ہے۔ آپ اور آپکے بڑے بھائی بشارت الحق دونوں بڑی خوبیوں کے حامل تھے قاری احمد حسن سے جو فرزند شیخ القراء حافظ عبد الرحمن انصاری پانی پتی تھے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۰۴۲ میں کیا گیا۔ تجوید و قراءت وحفظ کی تکمیل کی۔ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔ قاری احمد حسن کے حقیقی جانشین آپ ہی ہوئے۔ تجوید کے ماہر تھے اور اس کی اشاعت کا آپ کو بڑا شوق تھا۔ تلامذہ کے ساتھ بڑی شفقت و مہربانی سے پیش آتے تھے۔ شہر کا کوئی حافظ ایسا نہ تھا جس نے آپ سے استفادہ نہ کیا ہو۔

(ب) طہارت کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ کثرت مجاہدات کی وجہ سے نحیف ہو گئے تھے۔ "پتلے حافظ جی" کے نام سے مشہور تھے۔ استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی۔ نماز اتنی خضوع و خشوع سے پڑھتے تھے کہ اوس کی مثال کم ملتی ہے۔ چوبیس گھنٹے میں صرف ایک وقت کھاتے تھے۔ عادت یہہ تھی کہ جب کھانا سامنے آتا تو اوکی

نصف مقدار نکال کر الگ کر دیتے یا کسی محتاج طالب علم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاتے۔

(ج) اگھیار ٹولے میں مدرسہ قائم کیا تھا۔ وہیں پڑھایا کرتے تھے۔ فیض بہت تھا۔ طلباء سے محنت بھی خوب لیتے تھے۔ قرآن شریف خوب یاد تھا اوس کے پڑھنے یا پڑھانے کا معاوضہ نہ لیتے تھے۔ جب کسی کو قرآن ختم کراتے تو رقت طاری ہو جاتی۔ روتے ہوئے کلمات نصیحت تلقین فرمایا کرتے۔ اس میں التزاما اس کا ذکر ہوتا کہ "بیٹا قرآن کو پہچانا مت"۔ منکسر المزاج ایسے تھے کہ بڑے ائمہ اور اساتذہ سے لیکر کمسن حفاظ کے گھر جا کر قرآن سنا کرتے یہہ اون کی بڑی بے لوث خدمت ہوا کرتی۔

(د) رمضان المبارک میں تراویح میں جب قرآن ختم ہوتا تو کسی حیلے سے بھی نذر قبول نہ فرماتے۔ جاننے والے عادت سے واقف تھے۔ خود ہی احتراز کرتے۔ لیکن اگر کوئی انجان شخص ختم کے بعد کچھ پیش کرتا تو سخت خفگی کا شکار ہوتا۔ شہر کی جس مسجد میں عدم ادائی معاوضہ کے باعث کوئی حافظ تراویح میں قرآن سنانے پر آمادہ نہ ہوتا تو خود وہاں جا کر تراویح پڑھایا کرتے۔ رات بھر تمام غیر آباد مسجدوں میں نوافل میں قرآن کا سلسلہ جاری رکھتے تھے قرآن کی صحت کے معاملہ میں اتنے محتاط تھے کہ اگر کہیں پڑھتے پڑھتے شبہ بھی ہو جاتا تو رکوع کے رکوع پیچھے سے لوٹایا کرتے۔

(ہ) مولانا خیر الدین صدر مدرس مدرسہ قاسمیہ گیا سے بڑی عقیدت تھی۔ اون سے علوم سیکھے بھی تھے۔ مرض الموت میں جب وقت آخر آن پہونچا تو ایک صبح اٹھ کر تیمار داروں سے فرمانے لگے کہ "قرآن کے اوراق کس نے میرے نیچے بچھا دیئے ہیں ان کو نکالو بے ادبی ہو رہی ہے"۔ تیمار دار حیران تھے کہ کیا جواب دیں۔ مولانا خیر الدین کو طلب کیا۔ مولانا تشریف لے گئے تو فرمایا "مولانا میرا خاتمہ خراب ہو رہا ہے مجھ کو بچائیے۔ یہہ کیا ہے کہ قرآن مجید کے اوراق بستر پر بچھا دیئے گئے ہیں اور میں ان پر لیٹا ہوا ہوں۔ ان اوراق کو میرے نیچے سے نکالئے۔ تیمار دار میری بات نہیں مانتے۔ آپ ہمارے شفیق استاد ہیں۔ آپ میری عاقبت سنوارنے کا انتظام فرمائیے"۔ مولانا سمجھ گئے کہ اس وقت یہہ مجسم قرآن بنے ہوئے ہیں فرمایا "فکر نہ کیجئے انشاءاللہ خاتمہ بخیر ہو گا"۔ کہنے لگے "براہ کرم صرف تسلی نہ دیجئے۔ قرآن کے اوراق تو ہٹائیے"۔ مولانا نے فرمایا "مبارک ہو آپ نے زندگی بھر قرآن کی خدمت کی ہے اس کی برکت سے آپ سراپا قرآن ہو گئے ہیں"؟ حافظ صاحب نے فرمایا میرے نیچے قرآن کے اوراق ہیں اس کا کیا علاج ہے"۔ مولانا نے کہا "اگر قرآن کو قرآن پر رکھ دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ آپ سراپا قرآن ہیں اس لئے کوئی ہرج نہیں۔ اس کی فکر نہ کیجئے"۔ عرض کیا خدا کے ہاں آپ مجھے بچانے کی ذمہ داری لیتے ہیں"۔ فرمایا "ہاں میں ذمہ داری لیتا ہوں"۔ یہہ سنکر مطمئن ہوئے۔ بشاشت کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ سنہ وفات سنہ ۱۳۲۰ھ ہے سنہ (فٹ نوٹ صفحہ ۳۲۱ پر ملاحظہ)

(۹) یہہ زندگی اور یہہ موت دونون قابل رشک ہیں۔ قرآن مجید سے وابستگی پیدا کرنے سے جو اثرات مترتب ہوتے ہیں وہ مولانا کے حال و قال سے علامہ اقبال کے اس شعر کا عملی ثبوت بہم پہونچاتے ہیں [۹]

یہہ راز کسی کو نہین معلوم کہ مسلم ❊ قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(س) آپ کے شاگردوں میں قاری سید جلیل اشرف مونگھیری وغیرہ شامل ہین۔

قاری حافظ حکیم محمد عنایت اللہ خان | **ف ۱۰۷۰** وطن حیدرآباد۔ دکن۔ مقری سید سلیمان داؤد سے قرات سبعہ سیکھین۔ اور اونکی تالیف "تحفۃ الطلاب" کی اشاعت میں مدد دی۔ وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔

خان بہادر قاری عبدالعزیز فرخ آبادی | **ف ۱۰۷۱** وطن فرخ آباد۔ والد کا نام سید منظور احمد کم سنی ہی میں جملہ علوم کی تکمیل کرلی۔ حدیث کی سند میان صاحب سے حاصل کی۔ شیخ حسین عرب یمنی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ وعظ اچھا کہتے تھے۔ تحصیلدار اور خان بہادر ہوئے۔ طب جانتے تھے۔ درس و تدریس کا مشغلہ بھی رہا۔ وفات ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ تین فرزند تھے (۱) سید عبدالغفار (۲) سید عبدالجلیل (۳) سید عبدالحفیظ [۱]

قاری مولانا عبدالحی ناظم ندوۃ العلماء لکھنوی | **ف ۱۰۷۲** مولد رائے بریلی۔ والد کا نام سید فخرالدین بن عبدالعلی۔ سادات حسنی و حسینی۔ اجداد میں ایک بزرگ قاضی احمد بھی تھے۔ سنہ ولادت ۱۸ رمضان ۱۲۸۶ھ ہے۔ فارسی منشی محمد علی سے، عربی شاہ عبدالسلام سے پڑھی۔ مڈل تک انگریزی تعلیم حاصل کی تھی۔ تجوید و قراءت میں قاری عبدالرحمن مکی الہ آبادی کے شاگرد و اجازت یافتہ تھے۔ طب کی تکمیل کی۔ الہ آباد جاکر شاہ محمد حسین صاحب سے استفادہ کیا۔ تصانیف میں گل رعنا۔ نزھت الخواطر وغیرہ مشہور ہیں۔ وفات ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ شاہ محی الدین عبداللہ المعروف بہ ابوالخیر مجددی قاری سبعہ | **ف ۱۰۷۳** مولد دہلی والد کا نام قاری شاہ محمد عمر

(فٹ نوٹ صفحہ نمبر ۳۲۰)

---

[۱] مولانا قاری حافظ فخرالدین قاری سبعہ ابن مولانا خیرالدین نے یہہ واقعہ میرے روبرو جس طرح بیان کیا بالکل انہین کے الفاظ میں میں نے یہان دہرایا ہے۔ مولانا حافظ فخرالدین کی ہستی مغتنمات سے ہے اون کے تفصیلی واقعات جلد سوم میں درج کئے جائین گے

[۱] تراجم علمائے حدیث ہند از ابو یحییٰ امام خان نوشہروی۔

ابن قاری شاہ احمد سعید مجددی۔ سنہ ولادت ۱۲۷۲ھ ہے۔ غدر کے بعد ۱۲۷۳ھ میں جب شاہ احمد سعید صاحب مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو آپ کے فرزند شاہ محمد عمر اور پوتے شاہ ابوالخیر ساتھ تھے۔ شاہ ابوالخیر نے مدرسہ صولتیہ میں تعلیم پائی۔ نو سال کی عمر میں حافظ ہو گئے تھے۔ کتب درسیہ اکابر وقت مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر۔ سید حبیب الرحمٰن مہاجر اور سید احمد علی مکی سے پڑھیں۔ تجوید و قرارت و تصوف میں اپنے والد اور شاہ مظہر سے اور حدیث میں شاہ عبد الغنی محدث دہلوی ثم المدنی سے استفادہ کیا۔ پھر قاری سبعہ ہوئے۔ ۱۲۹۰ھ میں اپنے والد کے ہمراہ مصطفےٰ آباد (رامپور) واپس ہوئے۔ آخر زمانے میں خلوت گزین ہو گئے تھے۔ مجاہدہ و ریاضت دن رات کا مشغلہ تھا۔ رامپور سے سرہند گئے۔ یہاں حکم ملا کہ مدینہ جاؤ۔ چنانچہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اکابر مدینہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ کچھ مدت قیام کرنے کے بعد حضور اکرمؐ نے ہندستان واپس جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ۱۳۰۷ھ میں واپس آکر دہلی کی خانقاہ مجددی مظہری میں قیام فرمایا۔ سرحدی پٹھان بلوچی وغیرہ حضرت کی خدمت میں آنے لگے تھے اس لئے آپ چھ مہینے دہلی میں رہتے اور گرمی کے چھ مہینے کوئٹہ میں گذارتے۔ کوئٹہ میں بھی قرارت کا اچھا ماحول بنا دیا۔

(ب) چونکہ آپ سبعہ قرأت کے عالم تھے بہت سے شاگردوں کو سبعہ قرات سکھلائیں۔ ۳۹ سال درس قرآن دیتے رہے اون میں سے ممتاز شاگرد حافظ قاری نیاز احمد قاری ہفت قرات تھے۔ تراویح میں آپ بروایت حفص قرآن سنایا کرتے تھے۔ مخصوص لوگوں کو جو سبعہ قرات سے واقف تھے نوافل یا تہجد میں قرات سبعہ میں سے کسی روایت سے سناتے۔ اس وقت غیر قراء کو شامل نماز ہونے کی اجازت نہ تھی۔ ایک حافظ صاحب کو سننے کا شوق ہوا تو مسجد کے باہر ہی رکعت باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ کسی اختلاف قرارت کے موقعہ پر لقمہ دیا۔ نماز کے بعد حضرت نے دریافت کیا کہ کس نے لقمہ دیکر ہماری توجہ ہٹائی۔ تو وہ حافظ صاحب وہاں سے بھاگ گئے۔ آئندہ جمعہ کو بعد نماز جمعہ جب درس قرات ہو رہا تھا تو لقمہ دینے والے حافظ جی بھی حاضر ہوئے۔ حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا کہ تم ہی ہو جس نے فلان روز لقمہ دیا تھا۔ اون حافظ صاحب نے اعتراف کیا اور معذرت چاہی۔

(ج) تجوید کے درس میں آپ اوقاف رموز قرآنی پر بہت زور دیتے تھے اور قرآن شریف کے کئی نسخوں پر خود رموز لگائے تھے۔ آپ خوشنویس بھی اچھے تھے۔

(د) وفات سے پہلے اپنے دوسرے فرزند شاہ ابوالحسن زید سے فرمایا کہ مجدد صاحب سے لیکر ابتک ہمارے خاندان میں حفظ و تجوید چلی آرہی ہے تم تجوید سے تو واقف ہو مگر حفظ کی کمی رہ گئی پوری کر لینا۔

(ھ) وفات ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ شاہ ابوسعید کے پہلو میں دفن ہوئے۔ تین فرزند چھوڑے (۱) شاہ بلال جو اب کوئٹہ میں ہیں (۲) شاہ ابوالحسن جو اب دہلی میں والد کی جگہ کام کر رہے ہیں۔ یہ بھی قاری سبعہ ہیں۔

(۳) شاہ عالم جواب شاہ بلال کے ساتھ کوئٹہ میں ہیں۔ [1]

قاری حافظ سید ابراھیم سعد حیدر آبادی | **ف ۱۰۷۴** عربی النسل۔ جید حافظ و قاری کہ مسجد حیدر آباد کے مدرسہ حفاظ کے صدر مدرس رہے۔ شیخ القرا، سید محمد تونسی کے شاگرد تھے۔ مدت العمر مدرسہ حفاظ میں کام کیا اور کئی حفاظ و قرا، بنائے۔ وفات ۱۳۴۲ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ حبیب الرحمن مکی | **ف ۱۰۷۵** محمد بشیر خان کے تیسرے فرزند شیخ القرا، عبدالرحمن مکی ثم الہ آبادی کے چھوٹے بھائی۔ مکہ میں پیدا ہوئے۔ شیخ القرا، محمد عبداللہ مہاجر مکی سے قراءت عشرہ سیکھیں اور حفظ کی تکمیل کی۔ ہندوستان واپس آنے کے بعد مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں تشنگان علم تجوید و قراءت کو سیراب فرماتے رہے۔ آخر عمر میں دمہ کا عارضہ ہوگیا تھا۔ علاج کے لئے منجھلے بھائی عبدالرحمن مکی کے پاس الہ آباد گئے وہیں ۱۳۴۲ھ میں انتقال ہوگیا۔

قاری حافظ محمود خان بھوپالی | **ف ۱۰۷۶** مولد دہلی۔ والد کا نام نور محمد۔ قاری حافظ عبد الهادی خان کے بڑے بھائی تھے۔ یہہ خاندان دہلی سے بھوپال منتقل ہوا۔ دونوں بھائی دہلی میں پیدا ہوئے۔ حافظ محمود خان کی ولادت ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ ۱۲۹۵ھ میں اونکے والد نور محمد صاحب بھوپال آئے۔ اوس وقت اونکے دونوں لڑکے حافظ ہو چکے تھے۔ اتنی کمسنی میں بچوں کا حافظ ہونا بیگمات شاہی کے لئے باعث حیرت ہوا۔ اون سے قراءت سنی اور خوش ہوکر اون کو انعام و اکرام دیا۔ اوس وقت سے شاہی محلات میں آمد و رفت رہی۔ یہہ شاہ جہاں بیگم کا دور حکومت تھا۔ انھوں نے حافظ محمود خان کو محلات شاہی میں ملازم رکھ لیا یہہ خوش نویس بھی اچھے تھے۔ سلطان جہاں بیگم نے آپ سے پڑھا بھی تھا اور سلطان جہاں کے شوہر احمد علی خان المعروف بہ سلطان دلہانے بھی آپ سے تعلیم پائی تھی۔ بعد ازاں جنرل عبید اللہ خان بھی آپ سے استفادہ کرتے رہے احمد علی خان ایک معمولی بات پر محمود خان سے ناراض ہوگئے تو اپنے اثر کو کام میں لاکر خارج البلد کرادیا تو آپ مکہ معظمہ چلے گئے۔ جب سلطان جہاں تخت نشین ہوئیں تو انھوں نے خان صاحب کو واپس بلالیا۔ مگر خان صاحب نہ آئے۔ جب سلطان جہاں حج کو گئیں تو بڑی خوشامد کرکے محمود خان صاحب کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ واپسی کے بعد اون کو منتظم مساجد کے عہدہ پر مامور کیا۔

(ب) محمود خان صاحب چونکہ لاولد تھے اپنا ترکہ اپنے بھائی عبد الهادی خان کو دیدیا۔ وفات تقریباً ۱۳۴۲ھ میں ہوئی۔

---

[1] روضۃ الاخیار فی ذکر الاخیار مرتبہ شاہ ابوالحسن زید۔ میں شاہ ابوالحسن زید سے اونکی خانقاہ میں ۱۳۸۰ھ میں ملا اور مندرجہ بالا واقعات اکثر اونکی زبانی سنکر قلمبند کئے ہیں۔

مولانا عین القضاۃ صاحب حیدرآبادی ثم لکھنوی | ف ۱۰۷۷ تفصیلی حالات فقرہ جات ۳۰۶ تا ۳۰۹ میں درج ہیں۔

قاری حاجی ابو محمد خلد آبادی | ف ۱۰۷۸ مولد خلد آباد نزدیک اورنگ آباد۔ سنہ ولادت ۱۲۷۳ھ ہے۔ والد کا نام حافظ جان محمد۔ قاری عبد الولی کے شاگرد تھے تجوید بروایت حفص سیکھی تھی۔ شاہ گنج کی مسجد اورنگ آباد کے امام تھے۔ تیس سال سے زیادہ یہہ خدمت انجام دی بہ عمر ۷۰ سال ۱۳۴۳ھ میں انتقال ہوا۔ اورنگ آباد میں دفن ہیں۔

قاری حافظ مولانا عبد الباری فرنگی محلی | ف ۱۰۷۹ مولد لکھنو۔ مولانا عبد الوہاب کے فرزند ۱۲۹۰ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کو تجوید و قراءت کے ساتھ حفظ کیا تحصیل علوم میں اپنے بہنوی مولانا عبد الباقی سے استفادہ کیا۔ پھر مطولات مولانا عین القضاۃ سے پڑھیں تین مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ مصر، شام، فلسطین و عراق کا سفر کیا۔ جدید طرز کا مدرسہ عربیہ ۱۳۲۳ھ میں قائم کیا۔ سیاسیات میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا کرتے تھے۔ ۱۳۴۴ھ میں وفات ہوئی۔ مولانا کی تالیفات ایک سو سے متجاوز ہیں۔ بڑے عملی بزرگ تھے۔ آپ کی ان خوبیوں سے متاثر ہو کر اکبر الہ آبادی نے فرمایا تھا۔ ؎ اے چرخ ہوائے شوق چلے، اے شاخ عمل گلباری کر ٭ کچھ کام کریں کچھ سعی کریں ہر شیخ کو عبد الباری کر

قاری مولوی عبد الجبار آصفی | ف ۱۰۸۰ مولد رامپور۔ والد کا نام قاری عبد الرزاق خان ابن مولوی حافظ قاری محمد عبد اللہ خان۔ آبائی وطن رامپور تھا۔ ننھیالی وطن ملکاپور (برار) ولادت ۱۲۷۰ھ۔ تجوید و دیگر علوم والد سے سیکھے۔ والد کے ساتھ حیدرآباد آئے اور یہیں ملازمت اختیار کر لی۔ دو شادیاں کیں۔ صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ تذکرہ اولیائے دکن اور تذکرۂ سلاطین دکن آپ کی مشہور تالیفات ہیں۔ وفات ۱۳۴۴ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ خواجہ اخلاق حسین پانی پتی | ف ۱۰۸۱ مولد پانی پت۔ والد کا نام خواجہ الطاف حسین حالی ولادت ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء حفظ و قراءت کی تکمیل پانی پت میں کی دہلی میں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ وفات ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۴ء۔

قاری حافظ محمد احسن نابینا جونپوری | ف ۱۰۸۲ وطن جونپور۔ والد کا نام قاری رجب علی شیخ القراء کرامت علی کے بھتیجے تھے۔ ولادت ۱۲۶۴ھ چچا سے تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل کی۔ بڑے اچھے قاری و حافظ و عالم تھے۔ شبینہ میں قرآن سناتے تم تہجد میں الگ قرآن ختم کرتے تھے۔ ۸۰ سال کی عمر میں ۱۳۴۴ھ میں وفات ہوئی۔

قاری حافظ وحید بخش پانی پتی

ف ۱۰۸۳ وطن پانی پت۔ لڑکپن ہی میں حفظ و تجوید و قرأت کی تحصیل کر لی حافظ قاری عبدالرحمٰن ضریر کے شاگرد تھے۔ ایک عرصے تک درس و تدریس میں لگے رہے۔ قاری محی الاسلام۔ قاری حافظ شیر محمد خان اونکے ہم عصر اور اچھے دوست تھے۔ آپ کی وفات ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ کو ہوئی۔

قاری عبدالرحمٰن مرادآبادی

ف ۱۰۸۴ وطن مرادآباد۔ ولادت ۱۲۷۵ھ۔ مرادآباد میں تجوید و علوم سے فارغ ہوئے شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ مرادآباد سے بھوپال آکر رہے وہاں سے حیدرآباد آئے۔ اخیر عمر میں مجذوب ہو گئے۔ لوگ اہل خدمت بزرگوں میں آپ کا شمار کرتے تھے جو فرما دیتے وہ ہو کر رہتا۔ وفات ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔ بہ مقام حیدرآباد دفن ہوئے۔

مقری حافظ مولانا سید محمد علی ساکن نواکھالی

ف ۱۰۸۵ آپ کا آبائی وطن نواکھالی بنگال تھا۔ بچپن ہی میں والدین کے ہمراہ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں مدرسہ صولتیہ میں حفظ کی تکمیل کی۔ قاری محمد عبداللہ صاحب سے تجوید و قرأت سیکھی۔ بنگال اور پھر رنگون کی مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ساتھ ہی تجوید کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے فرزند قاری سید عثمان سے ملنے کے لئے لکھنو گئے۔ جہیر الصوت نہایت خوش الحان۔ وجد آفرین عربی لب و لہجہ میں پڑھتے تھے۔ وفات تقریباً ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ حاجی مولانا خلیل احمد انبیٹھوی

ف ۱۰۸۶ وطن انبیٹھ۔ سنہ ولادت ۱۲۶۹ھ ہے لڑکپن ہی میں تجوید و قرأت و دیگر علوم کی تکمیل کر لی تھی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے مرید تھے۔ اونکی والدہ مبارک النساء مولانا محمد یعقوب کی بہن اور مولوی مملوک علی صاحب کی بیٹی تھیں۔ جس زمانے میں حدیث پڑھتے تھے اوس وقت شبینہ سننے کا شوق ہوا۔ ایک مرتبہ حافظ رحیم بخش کو قرآن سنانے کے لئے کہا تو انھوں نے انکار کیا۔ اور ساتھ ہی طنز کیا کہ "ایسا ہی شوق ہے تو خود حفظ کیوں نہیں کر لیتے۔ حدیث تو پڑھتے ہو قرآن یاد نہیں ہوتا۔" آپ اس طنز سے بہت متاثر ہوئے۔ ساتھ ہی خیال ہوا کہ بات تو صحیح ہے کیوں نہ قرآن شریف حفظ کر لیا جائے۔ پس اوسی روز سے حفظ کی ابتداء کر دی۔ ایک سال میں حافظ ہو کر دوسرے رمضان میں قرآن سنایا۔ آپکو قرآن شریف سے ہمیشہ شغف رہا۔ روزانہ تہجد میں اوابین میں الگ الگ قرآن شریف پڑھتے۔ ۱۳۲۹ھ میں حج کیا۔ پھر مدینہ منورہ گئے وہاں قیام کر کے درس حدیث شروع کیا۔ اس کے بعد پانچ حج کئے۔ پانچواں حج ۱۳۳۳ھ میں کیا۔ وفات ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ الخلیل۔ از محمد عاشق علی)

ف ۱۰۸۷ **قاری حافظ عنایت اللہ خان رامپوری** مولد رامپور۔ والد کا نام حبیب اللہ خان ابن شیخ رحمت خان ابن قاضی معظم خان۔ ولادت ۱۲۵۸ھ۔ لڑکپن میں حفظ پورا کیا۔ بڑے ہوکر مولانا ارشاد حسین صاحب سے تفسیر۔ حدیث۔ قراءت و تجوید کی تکمیل کی۔ اوس کے بعد درس و تدریس میں لگے رہے۔ آپکے فرزند اکبر امداد خان بھی حافظ و قاری تھے۔ مولوی قاری عبدالحکیم بنگالی آپکے شاگرد تھے۔ وفات ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ کو ہوئی۔

ف ۱۰۸۸ **قاری حافظ مفتی محمد محمود مدراسی** وطن مدراس۔ والد کا نام محمد صبغۃ اللہ فرزند محمد غوث والد اور دادا جس پایے کے قاری تھے اور جو ماحول اس خاندان میں پیدا ہوگیا تھا اس لحاظ سے محمد محمود صاحب کا تجوید و قراءت سے واقف ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ والد سے تجوید و قراءت سیکھکر حیدرآباد آئے۔ پھر حج کے لئے ۱۳۰۶ھ میں مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں سید محمد شربینی مصری سے جو مکہ معظمہ میں قرات عشرہ کا درس دیتے تھے۔ ایک سال تک استفادہ کیا۔ ۸ صفر ۱۳۰۸ھ میں فراغت پائی۔ اوس کے بعد شیخ یٰسین جنار کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ بعد ازاں مدینہ منورہ جاکر سید محمد تونسی سے عشرہ قرات کی سند لی۔

(ب) مفتی محمد محمود تقریباً آٹھ سال عرب میں رہے۔ واپس آکر مدراس میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ "ریاض القراء" کے نام سے ایک رسالہ فن تجوید میں مرتب کیا جو ۱۳۲۷ھ میں شائع ہوا جو اب کمیاب ہے۔

(ج) مفتی صاحب علم ہیئت سے بھی واقف تھے جب مکہ مسجد کی دھوپ گھڑی (دائرہ ہندسہ) خراب ہوگئی تو اوس کو درست کرنے کے لئے ۱۳۳۷ھ میں آپ کو طلب کیا گیا تھا۔ چند روز حیدرآباد میں قیام کرکے آپ نے گھڑی درست کردی۔ اوس وقت قاری میر روشن علی صاحب اونکی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

(د) مفتی صاحب کا انتقال ۱۳۴۵ھ میں بہ مقام مدراس ہوا۔ والاجاہی مسجد میں اپنے والد محمد صبغۃ اللہ کے پائنتی اپنی ہرواڑ میں دفن ہوئے۔ سرہانے کتبہ لگا ہوا ہے مجھے بھی فاتحہ خوانی کا موقعہ ملا ہے۔ والاجاہی مسجد میں کئی بڑے عالم و مقری و مصنفین یعنے حضرت بحرالعلوم۔ اونکے داماد۔ و فرزند۔ محمد غوث صاحب ارکاٹی۔ اون کے دونوں بیٹے مدار الامراء و بدرالدولہ۔ مفتی محمد محمود (نیز قاری منصر صاحب) یہ سب ایک ہی قبرستان میں دفن ہیں

ف ۱۰۸۹ **قاریہ حافظہ بی بی صفیہ** مولانا مظفر حسین۔ مولانا محمود بخش کے فرزند تھے مظفر حسین صاحب کی دختر نور اختر بی بی امۃ الرحمان اپنے باپ کا نمونہ تھیں بڑی زاہدہ و عابدہ تھیں۔ اکابر تک اون کے پاس دعا کے لئے آتے تھے۔ ان بزرگ خاتون کی صاحبزادی بی بی صفیہ مولانا محمد الیاس کی والدہ تھیں۔ یہہ بھی عبادت گذار ذاکرہ۔ شاغلہ، قاری حافظہ خاتون

تھین۔ روزانہ ایک منزل قرآن تلاوت کرتی تھین۔

قاری حافظ زین العابدین یمنی ثم بھوپالی

ف ۱۰۹۰ مولد یمن بھوپال آکر بس گئے تھے۔ اچھے قاری و حافظ تھے۔ موتی مسجد کے امام مقرر ہوئے۔ ایک عرصے تک یہہ خدمت انجام دیکر ۱۳۴۵ھ میں انتقال ہوا۔ اونکے فرزند حافظ لطیف الرحمن اب بھوپال میں کام کر رہے ہیں۔

قاری حافظ محمد مرتضی مدراسی

ف ۱۰۹۱ وطن مدراس۔ والد کا نام حافظ عبد الحکیم مدراسی مفتی محمد محمود کے شاگرد تھے۔ سنہ ولادت ۱۲۵۷ھ ہے۔ بہ عمر نود سال وفات ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ فضل حق مچھلی شہری

ف ۱۰۹۲ وطن مچھلی شہر ضلع جونپور۔ والد کا نام عبد الحق مچھلی شہری سنہ ولادت ۱۲۸۰ھ ہے۔ باخدا بزرگ تھے۔ حفظ و قراءت شیخ القراء عبد الرحمن مکی سے کانپور میں سیکھی۔ عرصے تک حضرت کے ساتھ رہے۔ اپنے فرزند سراج الحق کو بھی حضرت کی خدمت میں رکھا جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ فضل حق صاحب نے بہ عمر ۶۵ سال ۱۳۴۵ھ میں انتقال کیا۔

قاری مولانا سید محمد علی مونگھیری

ف ۱۰۹۳ وطن مونگھیر۔ والد کا نام عبد العلی۔ ولادت ۱۲۶۴ھ فیض عام کانپور میں ابتدائی علوم سیکھے۔ قاری حافظ محمد علی کانپوری سے تجوید و قراءت سیکھی۔ حضرت فضل الرحمن گنج مرادآبادی کے خلیفہ تھے۔ تجوید و قراءت سے اس قدر شغف تھا کہ ہر طالب علم کو تجوید سیکھنے کی تاکید کرتے۔ جو طالب علم فارغ التحصیل ہو کر حضرت سے ملنے آتا اوس کے آگے قرآن رکھ دیتے کہ کچھ سناؤ اگر وہ تجوید سے پڑھتا تو خوش ہوتے۔ ورنہ تاکید کرتے کہ تجوید صاف کر لو۔ پھر معنی اور تفسیر کا امتحان ہو جاتا۔ اچھے قاریوں سے قرآن مجید سننے کا شوق تھا۔ شیخ القراء عبد الرحمن مکی سے آپ کو خلوص تھا۔ جب کبھی وہ مونگھیر آتے تو آپ کی خانقاہ میں قیام کرتے اور اون سے قرآن مجید سنکر بہت محظوظ ہوتے۔

(ب) ایک واقعہ آپ کے فرزند مولانا منت اللہ صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ شیخ القراء عبد الرحمن مکی بغرض ملاقات مونگھیر آئے۔ حضرت نے اونکو خانقاہ ہی میں ٹھہرا لیا۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد شیخ القراء سے کہا کہ میرے کمرے میں تشریف لائیے چاء وہیں پیئں گے۔ مولانا محمد علی کا دستور تھا کہ صبح کی نماز کے بعد چاء نوش فرماتے۔ شیخ القراء جب کمرے میں داخل ہوئے تو حضرت نے کہا "قاری صاحب پہلے ایک رکوع سنا دیجئے" شیخ القراء نے ایک رکوع سنایا۔ سنکر حضرت پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ کہا اور سنائیے۔ قاری صاحب نے ایک اور رکوع سنایا۔ اب کی بار قاری صاحب بھی رو پڑے۔ پھر فرمایا ایک اور۔ اس طرح سماں بندھ گیا۔ کہ تلاوت کے ساتھ دونوں روتے جاتے تھے۔ ساڑھے بارہ بجے تک یہہ سلسلہ جاری رہا جو لوگ کمرے سے باہر تھے

وہ بھی رو رہے تھے۔ غرض اوس روز چا پینے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

(ج) ایک دوسرا واقعہ قاری مولانا فضل اللہ صاحب جو حضرت کے قریبی رشتہ دار ہیں انھوں نے سنایا کہ ابتدائی عمر میں حضرت کو تجوید و قرات سے قرآن پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ ایک خوش الحان قاری ایک دور کی مسجد میں امامت کرتے تھے۔ خیال آیا کہ اون سے لحن سیکھنا چاہیئے۔ لہٰذا اون سے جاکر ملے اور شاگردی کی درخواست کی انھوں نے ٹال دیا کہ فرصت نہیں ہے۔ چونکہ حضرت کو شوق تھا عشاء، اور صبح کی نماز اونکی مسجد میں پڑھتے اور اونکی نقل کرنے کی کوشش کرتے۔ چند روز میں اس پر حاوی ہو گئے۔ ایک روز اون امام صاحب کی دعوت حضرت کے محلے میں تھی۔ انھون نے دعوت میں شریک ہونے کے بعد چاہا کہ قریب ہی کی مسجد میں نماز ادا کرلین۔ مسجد میں داخل ہو کر دیکھا تو نماز شروع ہو گئی تھی اور مولانا محمد علی بالکل اونکی طرز میں قرات فرما رہے تھے۔ سخت تعجب ہوا کہ یہہ کون شخص ہے کہ میری نقل ہو بہو کر رہا ہے۔ نماز کے بعد پوچھا کہ "صاحب زادے یہہ لحن آپ نے کہاں سے سیکھا۔" فرمایا "جی آپ سے" تعجب سے کہا کہ میں نے تو تمھیں کبھی نہیں سکھلایا تو جواب میں نمازوں میں شرکت کا واقعہ بیان کیا۔ قاری صاحب بجائے خوش ہونے کے خفا ہو گئے اور برا بھلا کہا۔ مولانا محمد علی خاموش ہو گئے۔ تعجب ہے کہ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن کا تخیل یہہ ہوتا ہے کہ اگر ہم دوسروں کو سکھا دینگے تو پھر ہماری قدر کم ہو جائے گی۔ مگر ایسی مثالین شاذ ہیں۔ قراء میں زیادہ کر ایسے لوگ ملین گے جو اشاعت کو ثواب عظیم سمجھ کر سکھاتے ہیں۔

(د) مولانا محمد علی مونگھیری نے ایک بڑا مدرسہ اور کتب خانہ قائم کیا تھا جو اب تک ہیں۔

(ہ) مولانا محمد علی کی وفات بروز سہ شنبہ ۹ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ کو ہوئی۔ خانقاہ ہی میں دفن ہوئے۔ مادۂ تاریخ یہہ ہے۔ ع شمع بزم قادری و نقشبندی بجھ گئی۔

ف ۱۰۹۴ قاری حافظ محمد مدنی پانی پتی مولد پانی پت۔ والد کا نام قاری حافظ محی الاسلام پانی پتی۔ سنہ ولادت ۱۳۲۸ھ ہے۔ نو سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کی۔ بیحد ذہین و ذکی تھے۔ پہلے بروایت حفص تجوید سیکھی اوس کے بعد والد ہی سے سبعہ قرات کی کتابین پڑھین ابھی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ ٹائیفائڈ سے علیل ہو کر ۱۸ سال کی عمر میں ۱۳۴۶ھ میں انتقال ہو گیا۔ والد کو اپنے ہونہار فرزند کا بے حد رنج ہوا۔ ع این ماتم سخت است کہ گویند جوانمرد۔

ف ۱۰۹۵ حکیم قاری سید برکات احمد بہاری ثم ٹونکی وطن بہار شریف۔ والد کا نام حکیم دائم علی طبیب خاص دربار ٹونک۔ سنہ ولادت ۱۲۸۰ھ ہے۔ پٹنہ کے سادات سے تھے علوم کی تکمیل پٹنہ اور لکھنؤ میں کی۔ طب کی سند بھی لکھنؤ سے لی۔ تجوید بروایت حفص سیکھی تھی حافظ تو نہیں تھے

کرآن شریف اتنا اچھا یاد تھا کہ اگر حافظ غلطی کرتے تو ٹوک دیتے۔ ابراہیم علی خان کے عہد میں ٹونک آئے۔
اپنے والد کی جگہ طبیب خاص مقرر ہوئے۔

(ب) درس و تدریس سے گہرا شغف تھا۔ نواب ابراہیم علی خان کے تخلص خلیل کی مناسبت سے مدرسہ خلیلیہ قائم کیا۔ اوسی میں درس دیا کرتے۔ چارسو روپیے ماہوار مقرر تھی۔ ایک گاؤں جاگیر میں ملا تھا۔ مگر یہہ جملہ آمدنی طالب علموں پر خرچ کردی جاتی تھی۔ تیس چالیس طالب علم ہمیشہ کھانا کھاتے رہتے تھے۔ بیگم خود پکایا کرتیں سنا ہے کہ سب کو گرم کھانا مل جاتا تھا۔ اگر کوئی طالب علم وقت پر نہ آتا تو اوس کے لئے کھانا رکھدیا جاتا۔ یہہ بھی سنا ہے کہ ایک مرتبہ غلہ ختم ہوگیا تو بیگم صاحبہ نے اپنا زیور گروی رکھ کر غلہ منگوایا تھا۔

(ج) مولانا برکات احمد صاحب نے حج بھی کیا تھا۔ بعد فراغ حج حیدرآباد آئے۔ مولانا مناظر احسن جو اونکے شاگرد اور عثمانیہ یونیورسٹی میں پروفیسر تھے اونکے مہمان رہے اور اونکے ساتھ حضرت کمال اللہ عرف مچھلی والے شاہ صاحب سے ملے۔ ایک منطقی اور ایک صوفی کی مڈبھیڑ تھی۔ گفتگو دلچسپ ہوئی تو برابر ایک مہینے تک مباحثہ چلتا رہا۔ بعدازاں مرید ہوکر چلے گئے۔

(د) شاگردوں میں حضرت مناظر احسن گیلانی۔ معین الدین اجمیری۔ عبدالرحمن چشتی حیدرآبادی اور مولوی عبدالقدیر بدایونی تھے۔

(ھ) مولانا برکات احمد کا انتقال ١٣٢٦ھ میں ہوا۔ ٹونک میں دفن ہیں۔

شیخ القراء حافظ عبدالهادی خان بھوپالی

ف ١٠٩٦ مولد دہلی۔ والد کا نام نور محمد۔ سنہ ولادت ١٢٨٧ھ ہے۔ آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ والد اور بڑے بھائی کے ساتھ بھوپال آئے۔ بیگم صاحبہ بھوپال کی خدمت میں دونوں بھائی پیش ہوئے۔ بڑے بھائی کی عمر دس سال کی تھی اور چھوٹے کی آٹھ سال۔ اتنے کمسن حافظ اعجوبہ معلوم ہونے لگے اوس وقت سے محلات شاہی میں آنا جانا شروع ہوا۔ شاہ جہان بیگم اور پھر سلطان جہان بیگم دونوں بھی عبدالهادی خان اور اون کے بڑے بھائی محمود خان کی بڑی عزت کرتی تھیں۔ قاضی زین العابدین سے علوم سیکھے۔ عبدالهادی خان صاحب کو تجوید و قرارت سے اس قدر شغف تھا کہ اگرچہ قراءت سبعہ کی تکمیل کی تھی اور شاطبیہ بھی پڑھی تھی مگر مطمئن نہ تھے۔ اس لئے پانی پت گئے اور شیخ القراء عبدالرحمن انصاری محدث پانی پتی کو قرآن مجید سنایا اور شاطبیہ کا دورہ بھی کیا۔ پھر شاطبیہ کی شرح لکھی۔ نیز ہدایت القراء کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جو ١٣١٢ھ میں بھوپال سے شائع ہوئی مگر اب نایاب ہے۔

(ب) عبدالهادی خان صاحب نائب قاضی و مفتی رہے ہیں۔ مگر قاری ہی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ بڑے خوش الحان تھے۔ اونکے دونوں فرزند قاری حافظ الیاس خان و قاری حافظ ادریس خان خوش الحان قاری

اور جید حافظ تھے۔ عبدالہادی خان صاحب کو قرآن بہت اچھا یاد تھا۔ سوتے میں اکثر قرآن شریف پڑھا کرتے اور لوگ یہہ سمجھتے کہ جاگ رہے ہیں مگر تجوید کی غلطی ہوتی نہ متشابہ لگتا۔ معمولاً روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے ۵۵ سال تک جامع مسجد میں تراویح میں قرآن مجید سناتے رہے۔ جمعہ کا خطبہ اور نماز بھی آپ پڑھاتے تھے۔ تہجد میں قرآن بہت پڑھتے تھے۔ طالب علموں کو آٹھ اور دس بجے صبح کے وقت پڑھایا کرتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو جو اعزاز و اکرام و فارغ البالی نصیب ہوئی وہ سب قرآن کی بدولت ہے۔ قاری صاحب اپنے اور پرایوں کو تجوید کی تاکید فرماتے تھے

(ج) قاری صاحب کو چار لڑکیاں تھیں (۱) بدرالدجیٰ (۲) مصباح الظلم (۳) قرۃ العیون (۴) ام الخیار حضرت نے بڑی کوشش سے سب لڑکیوں کو تجوید و قراءت سکھلائی۔ حفظ بھی کرایا۔ چنانچہ مصباح الظلم اچھی قاریہ و حافظہ تھیں۔ بڑے سوز سے قرآن شریف پڑھتی تھیں۔ اونکے دو لڑکے ہوئے دونوں حافظ و قاری تھے۔ باقاعدہ تجوید کا مدرسہ چلاتی تھیں۔ بہت سے لڑکے اور لڑکیوں کو قاری بنا دیا۔ اونکے پڑھائے ہوئے بچے اور بچیاں اب بھی موجود ہیں۔ لڑکوں میں قدوس صہبائی اور عبدالجلیل خان خوش الحان قاری و حافظ ہوئے۔

(د) ام الخیار بھی تجوید کا مدرسہ چلانے میں مدد کرتی رہیں۔ یہہ اب بھی زندہ ہیں اور قرآن شریف سے اونکو غیر معمولی وابستگی ہے۔

(ھ) عبدالھادی خان کے دونوں لڑکوں نے بعد میں بڑی شہرت و نیک نامی حاصل کی۔ اونکے پوتے اور پوتیاں بھی حفظ و قراءت میں مشہور ہوئیں۔ لڑکیوں کا مدرسہ اوس وقت سے ابتک برابر چل رہا ہے۔ حافظ مولانا عمران خان صاحب جو قاری الیاس خان صاحب کے فرزند ہیں۔ نیز ناظم مدرسہ ندوۃ العلماء رہ چکے ہیں۔ وہ اور اونکی بیگم ایک مدرسہ "بنات" بھوپال میں چلاتی ہیں۔ جس میں وہ خود اور اونکی پھوپھی زاد بہنیں اور دو حقیقی بہنیں عربی زبان۔ قرآن اور تجوید کا درس دیتی ہیں۔

(و) بعض عزیزوں کا بیان ہے کہ حضرت قاری عبدالھادی خان کے پیچھے انھوں نے اجنبی لوگوں کو بھی نماز پڑھتے دیکھا جو سفید پوش اور دراز قد تھے۔ جب اونکے متعلق حضرت سے پوچھا گیا تو حضرت نے کہا یہہ نہ پوچھا کرو۔ ان عزیزوں کا خیال ہے کہ یہہ جنات ہوا کرتے تھے۔

(ز) شیخ القراء حافظ عبدالھادی خان صاحب ۱۳۴۶ھ کو حج کو گئے۔ حج سے دو روز قبل اون کا مکہ معظمہ میں انتقال ہوا۔ وہیں دفن ہوئے۔

(ح) شاگردوں میں مشہور یہہ تھے (۱) حافظ قاری محمد یونس خان مرحوم (۲) حافظ قاری انوارالحق (۳) حافظ قاری محمد جان (۴) حافظ قاری محمد ہادی خان جو فی الوقت مفتی ہیں (۵) قاری عبدالسلام (۶) جنرل عبیداللہ خان (۷) شیخ القراء محمد بختیار خان۔ ۵ (فٹ نوٹ صفحہ ۳۳۱ پر ملاحظہ فرما

قاری حافظ محمد ایوب نابینا ف ۱۰۹۷ راولپنڈی۔ پنجاب کے رہنے والے سنہ ولادت ۱۲۷۶ھ۔ نابینا ہونے کے باوجود اچھے حافظ وقاری تھے۔ فن موسیقی کے بڑے ماہر تھے۔ راگ ورا گنی سے بخوبی واقف تھے۔ جب قاری حافظ سید محمد تونسی صاحب حیدرآباد آئے تو آپ کے کسی دوست نے آپ سے ذکر کیا۔ یہ قصہ حضرت تونسی صاحب کے تحت حصہ اول فقرہ نمبر ۳۲۶ میں لکھا جا چکا ہے۔ آپ نے سبعہ کی تکمیل کی۔ بہت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ سنہ ۱۳۴۶ھ میں اونکی وفات ہوئی۔ اونکے شاگردوں میں مولوی ابوالوفا جو نظامیہ کے فارغ التحصیل افغانی النسل ہیں۔ اب بھی حیدرآباد میں زندہ ہیں۔

قاری حافظ شیخ احمد اورنگ آبادی ف ۱۰۹۸ وطن اورنگ آباد۔ والد کا نام محمد صاحب۔ ولادت ۱۲۷۹ھ میں ہوئی۔ قاری عبدالولی سے بروایت حفص قرآن شریف پڑھا بہت خوش الحان تھے۔ حفظ کی تکمیل بھی کی۔ چوک کی مسجد میں امام تھے۔ مدرسہ اسلامیہ چوک میں تجوید وقراءت کا درس دیتے تھے۔ بیس سال تک اس مدرسہ میں انھوں نے تعلیم دی۔ اب مدرسہ بند ہوگیا ہے۔ وفات ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ محمد خان بھوپالی ف ۱۰۹۹ ساکن محلہ یاترا بھوپال۔ شیخ القراء عبدالهادی خان کے شاگرد تھے ولادت ۱۲۸۲ھ۔ وفات ۱۳۴۷ھ۔ جید حافظ تھے۔ آواز پر کیف تھی جامع مسجد بھوپال کے امام رہے۔ جب آپ جہری نمازیں پڑھتے تو ہندو مسلمان راہرو سب ہی رک جاتے اور آپ کی قراءت سنا کرتے۔ ۶۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ شیر محمد خان پانی پتی ف ۱۱۰۰ وطن پانی پت۔ ولادت ۱۲۶۷ھ۔ قاری محی الاسلام پانی پتی کے شاگرد تھے۔ سبعہ قراءت خوب یاد تھیں۔ مدرسہ اشرفیہ میں پڑھاتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت کی تھی۔ بڑے متشرع وعابد تھے۔ قرآن مجید کی بڑی خدمت کی۔ چالیس سال سے زیادہ درس وتدریس کا کام انجام دیا۔ بڑا شاندار مدرسہ تھا۔ ۸۰ سال کی عمر میں ۱۷ رجب ۱۳۴۷ھ میں انتقال ہوا۔

قاری چھوٹے میاں فرزند قاری بختیار خان بھوپالی ف ۱۱۰۱ وطن بھوپال۔ والد کا نام شیخ القراء قاری حافظ بختیار خان۔ ولادت ۱۳۲۷ھ کی ہے۔ خوش الحانی میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ حفظ وقراءت سبعہ کی تکمیل میں آپ کے والد نے بڑی محنت کی۔

(ف نوٹ بر صفحہ ۲۳۰) ۵ واقعات بالا شیخ القراء حافظ عبدالهادی خان صاحب کے پوتے حافظ مولانا عمران خان صاحب سے سنکر نوٹ کئے گئے۔ نیز دیگر قرائے بھوپال نے ان کی تصدیق کی۔

قرآن مجید ایسا پڑھتے تھے کہ سننے والے مسحور ہو جاتے تھے۔ مشہور تھا کہ اجنہ آپ کو لیجا کر آپ سے قرآن مجید سنا کرتے تھے۔ چنانچہ آپکے والد سے خواہش بھی کی تھی کہ اس بچے کو ہمیں دیدو مگر والد نے انکار کیا۔ کئی کئی روز غائب رہکر واپس آتے۔ لوگ پوچھتے کہ کہاں تھے تو پریشان ہوکر کہا کرتے کہ یہہ نہ پوچھا کرو۔ مجھے بتانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے بعد صحت گرنے لگی۔ رنگ زرد پڑگیا۔ بیس سال کی عمر میں ۱۳۴۷ھ میں انتقال ہوا۔ بھوپال میں دفن ہوئے۔ ۱

قاری حافظ نواب ابراھیم علی خان والی ٹونک

ف ۱۱۰۲ ولادت ۱۲۶۵ھ وفات ۱۳۴۹ھ تفصیلی حالات کے لئے فقرہ جات ۸۳، و ۸۴، میں درج ہیں۔

شیخ القراء حافظ عبدالرحمن مکی ثم الہ آبادی

ف ۱۱۰۳ آپ کے تفصیلی حالات جلد اول فقرہ جات ۳۱۱ و ۳۱۴ تا ۳۲۱ میں درج ہیں۔

شیخ القراء حافظ محمد صدیق مکی۔ میمن سنگھی

ف ۱۱۰۴ آپکے والدین ضلع میمن سنگھ۔ بنگال کے باشندے تھے۔ ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے گئے۔ محمد صدیق کی پیدائش اور تربیت مکہ معظمہ میں ہوئی۔ مدرسہ صولتیہ میں شیخ القراء محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی کے زیر نگرانی قرآن پاک حفظ کیا۔ روایت حفص کے ساتھ تجوید کی تکمیل کی۔ بیحد خوش الحان تھے۔ بے شمار عربی لہجوں کے ماہر تھے۔ ایسا خوش الحان قاری جو بے شمار لہجوں کا جاننے والا ہو ہندوستان میں نہ ہوگا۔ سات آٹھ قسم کے مصری لہجے۔ چار پانچ قسم کے حجازی لہجے، تین چار طرح کے رکبی و مدنی و حسینی لہجے۔ دقیق فرق کے ساتھ دوگا۔ سبکا۔ مایہ۔ جمعاً خصوصاً عشاق لہجہ سے تلاوت میں آپ کا نظیر نہ تھا۔ صدر تراویح میں پڑھنے کے متعدد ایسے لہجے کہ اونکے اقسام کا یاد رکھنا بھی مشکل ہے آپ کو ازبر تھے۔ جب ہندوستان آئے تو کچھ عرصے تک کلکتہ میں قیام کرکے انگریزی فارسی و بنگالی زبان سیکھی۔ پھر طب سیکھنے کے لئے لکھنو آئے۔ مسجد داروغہ حیدر بخش واقع چوک میں قیام کرکے مدرسہ تکمیل الطب میں طب پڑھتے رہے۔ ایک مرتبہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے چند طلباء اوس مسجد میں گئے اور آپ کو قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو محو حیرت ہو گئے۔ مدرسہ جاکر مولانا ضیاء الدین شیخ القراء سے ذکر کیا۔ حضرت نے بلاکر آپ سے قرات سنی۔ اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آنسوؤں کا تار بندھ گیا۔ حضرت نے ترغیباً سبعہ وعشرہ کی تکمیل کا مشورہ دیا تو آپ نے مدرسہ میں شریک ہوکر تھوڑے ہی عرصے میں تکمیل فرمالی اور مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں مدرس ہو گئے۔ آخر عمر تک تجوید و قرات کی خدمت انجام دی۔ آپ حسن صوت کے ساتھ حسن صورت اور حسن سیرت کے بھی

---

۱ یہہ واقعہ مجھے قاری حافظ محمد صدیق حسین۔ قاری محمد یونس خان نیز دیگر قراء بھوپال نے بیان کیا۔

حامل تھے۔ ہر شخص کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ حسن اخلاق۔ تہذیب و شائستگی کے پیکر مجسم تھے۔

(ب) آپ نے اور آپ کے ساتھ مقری عبدالمعبود اور مقری محمد نذر ائمی نے عشرہ کی تکمیل بطریق درہ و طیبہ شیخ القراء عبدالرحمن مکی سے کی۔ شاگردوں کی کثیر تعداد ہے۔ اون میں سے ممتاز یہہ ہیں: (۱) شیخ القراء ریاست علی (۲) قاری محمد قاسم لکھنوی (۳) قاری تاج الدین لکھنوی (۴) قاری محمد حسن صدیقی (۵) قاری محمد عمر بہاری (۶) قاری محمد انوار الحق لکھنوی (۷) قاری نور الحق لکھنوی (۸) قاری کریم بخش پیلی بھیتی (۹) قاری مظفر علی لکھنوی (۱۰) قاری محمد ادریس مظفر پوری (۱۱) قاری گوہر علی (۱۲) قاری سلامت اللہ (۱۳) قاری عزیز الرحمن (۱۴) قاری عبدالرزاق (۱۵) قاری سید محمد عثمان (۱۶) قاری خلیل احمد لکھنوی (۱۷) قاری حافظ اظہر حسن اردی شم کرنالی

(ج) ۱۳۴۹ھ میں وفات ہوئی۔

قاری حافظ حاجی سیّد محمد رشید بغدادی ثم حیدرآبادی | **ف ۱۱۰۵** مولد بغداد۔ سنہ ولادت ۱۲۲۹ھ جید حافظ اور اچھے قاری تھے۔ گیارہ حج کئے جن میں سے ۵ کا سفر پیدل کیا۔ قادریہ سلسلہ میں مرید تھے۔ حیدرآباد آکر چوک کی مسجد کے خطیب و امام مقرر ہوئے۔ لوگ آپ کی قراءت سننے کے لئے دور دور سے آتے تھے۔ وفات ۱۳۴۹ھ میں ہوئی۔ خطہ صالحین حیدرآباد میں دفن ہوئے اونکے فرزند حسن میاں بھی اچھے قاری ہیں۔

علامہ قاری سیّد اشرف صاحب شمسی قاری سبعہ حیدرآبادی | **ف ۱۱۰۶** وطن حیدرآباد۔ مفسر۔ محدث۔ ادیب فارسی کے شاعر۔ سنہ ولادت ۱۲۸۰ھ علوم بڑی کوشش و کاوش سے حاصل کئے۔ نہایت ذہین و طباع۔ حافظہ بہت قوی تھا۔ دار العلوم میں پروفیسر تھے۔ قاری محمد ابراہیم صاحب حدیث کے درس کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اونکو حدیث کا درس دیا اور خود اون سے تجوید بروایت حفص سیکھی۔ بعد ازاں قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ علوم مختلفہ کے ماہر تھے۔ طب۔ نجوم۔ جھڑی پٹا۔ تلوار کے فن میں مشاق تھے۔ آپ نے عربی میں ایک تفسیر لکھی جو بالاقساط طبع ہو رہی ہے۔ بہت اچھے خوشنویس تھے۔ آخر زمانے میں تارک الدنیا ہو گئے تھے۔

(ب) مزاج میں بہت سادگی تھی۔ زہد و تقوی بہت بڑھا ہوا تھا۔ حقوق کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ خویش و اقرباء کے ساتھ سلوک فرماتے رہتے۔ بیگم کے ہاتھ سے کبھی پانی منگوا کر نہیں پیا۔ پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہہ اوس کے فرائض میں داخل نہیں ہے۔ پھر میں کیون احسان لون۔

(ج) ۲۶ محرم ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۳۰ء کو انتقال ہوا۔

قاری حافظ محمد قیام الدین پانی پتی | **ف ۱۱۰۷** وطن پانی پت۔ قاری عبدالرحمن ضریر پانی پتی کے

شاگرد حفظ و قرات کی تکمیل پانی پت میں کی۔ درس بھی دیا کرتے تھے۔

قاری حافظ مولوی حکیم نعمت اللہ | ف ۱۱۰۸ وطن شاہ پور ضلع فتح پور۔ والد کا نام قاری حافظ سید رحمت اللہ ولادت ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ کتب درسیہ۔ قرات وحفظ وغیرہ کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ پھر دیوبند جاکر علوم کی تحصیل کی۔ بعد ازاں لکھنو جاکر عین القضاۃ۔ و مولوی افہام اللہ سے استفادہ کیا۔ وفات ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔ [۱]

قاری حافظ شرافت حسین سنبھلی | ف ۱۱۰۹ وطن سنبھل متصل مراد آباد۔ ولادت ۱۲۸۵ھ میں ہوئی جید حافظ و بے مثل قاری تھے۔ کٹرہ موسیٰ کے پاس والی مسجد میں تجوید کا درس دیتے تھے بے شمار لوگوں کو تجوید سکھلائی۔ چالیس سال اس فن کی خدمت کر کے ۱۳۵۰ھ میں وفات ہوئی۔

قاری حافظ احمد اللہ مبارک پوری | ف ۱۱۱۰ وطن مبارک پور۔ ضلع پرتاب گڑھ۔ والد کا نام امیر اللہ بن فقیر اللہ اون ہی سے علوم متداولہ وفن تجوید و قرات سیکھی پھر حفظ و قرات کی تکمیل قاری حافظ سید محمد امین نصیر آبادی سے کی حدیث کی سند دیوبند سے حاصل کی۔ شیخ الحدیث رہے۔ وفات ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔ [۲]

قاری حافظ خواجہ سجاد حسین پانی پتی | ف ۱۱۱۱ وطن پانی پت۔ والد کا نام خواجہ الطاف حسین حالی۔ سنہ ولادت ۱۲۷۸ھ ہے۔ حفظ و قرات کی تکمیل لڑکپن ہی میں کرلی تھی۔ پھر علی گڑھ سے بی اے پاس کیا۔ سرکاری ملازمت میں رہے۔ وفات ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔

قاری مولانا ابوالحسین جونپوری | ف ۱۱۱۲ وطن جونپور۔ والد کا نام قاری مولانا محمد حسن ابن رجب علی (تفصیلی حالات جلد اول فقرہ ۲۶۸ سے لیکر ۲۸۶ میں درج ہیں) سنہ ولادت ۱۳۰۲ھ ہے۔ تجوید و قرات اپنے والد سے سیکھی۔ مولوی اشرف علی تھانوی کے مرید ہوئے۔ درس و تدریس اور تبلیغ میں لگے رہے۔ ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ کو وفات ہوئی۔

قاری حافظ عبدالغفور مدراسی | ف ۱۱۱۳ وطن مدراس۔ ولادت ۱۲۹۰ھ۔ مدراس سے بی اے پاس کیا۔ آرسنل میں ملازم ہوئے۔ حفظ و قرات میں عبدالرحیم فرزند محمود عرب کے شاگرد تھے وظیفہ کے بعد ایک عرصہ تک مدراس میں تجوید کی خدمت انجام دی۔ انکے شاگردوں میں قاری غلام رسول امین تاجر پارچہ

---

[۱] تذکرۂ علمائے حال از محمد ادریس نگرامی

[۲] تراجم علمائے حدیث ہند از ابو یحییٰ امام خان نوشہروی۔

(۲) قاری حافظ عبدالقادر امام میمن مسجد۔ اینڈرسن اسٹریٹ (۳) قاری عبدالخالق (۴) قاری عبدالواحد (۵) قاری عبدالرحمن فرزند ہیں۔ عبدالغفور صاحب کی وفات سنہ ۱۳۵۰ھ میں ہوئی۔

قاری محمد علی مکی ف ۱۱۱۴ والد کا نام حاجی محمد نذیر مہاجر مکی۔ ولادت بہ مقام مکہ معظمہ سنہ ۱۲۸۴ھ۔ مدرسہ صولتیہ میں تعلیم پائی۔ تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل قاری شیخ معطی کی نگرانی میں ہوئی بعد ازاں کلکتہ میں زکریا مسجد کے امام مقرر ہوئے۔ بیس سال تک امامت کی۔ درس تجوید بھی دیا کرتے تھے۔ اونکے فرزند قاری محمد عثمان بھی اچھے قاری ہیں جو فی الوقت بھوپال میں ہیں۔ قاری محمد علی کی وفات سنہ ۱۳۵۲ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ فیض محمد اورنگ آبادی ف ۱۱۱۵ وطن اورنگ آباد۔ قاری عبدالولی سے حفظ و تجوید کی تکمیل کی۔ جید حافظ تھے۔ عابد و زاہد تھے۔ لوگوں سے طمع نہیں رکھتے تھے۔ بڑے شاکر بزرگ تھے۔ اخیر زمانے میں موتیابین آنکھوں میں آگیا تھا۔ اوسکے علاج کے لئے عثمانیہ دواخانہ حیدرآباد آئے۔ آنکھوں کا آپریشن ہوا اور پٹی باندھ دی گئی۔ یہہ اپنے پلنگ پر لیٹے یا بیٹھے تلاوت قرآن میں مصروف رہتے تھے۔ اوسی زمانے میں ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت عثمان علی خان نے عثمانیہ دواخانے کا معائنہ کیا۔ مریضوں میں بھی گئے۔ دور سے دیکھا کہ ایک شخص اپنے معمولات میں مصروف ہے نزدیک جاکر سلام کیا۔ قاری صاحب کو اون کا مخل ہونا ناگوار گذرا۔ سلام کا جواب دیکر پوچھا آپ کون ہیں کہا عثمان علی خان۔ پوچھا "فرمانروائے دکن کہاں؟" فرمایا کہ آپ فرمانروائے دکن ہیں تو آپ کو دوسروں کے معمولات میں مخل ہونے کا حق کیسے پیدا ہوا اعلیٰ حضرت کے اطراف جو امراء و ڈاکٹر تھے وہ سب سناٹے میں آگئے۔ مگر اعلیٰ حضرت وہاں سے خاموشی کے ساتھ چلے گئے اسپتال کا معائنہ ختم کرنے کے بعد پھر قاری صاحب کے پاس آئے۔ اور پوچھا کہ " قاری صاحب اب تو آپ اپنے معمولات سے فارغ ہو گئے۔ مجھے اوس وقت مخل ہونے کا افسوس ہے۔ اب آپ کا کیا حال ہے۔" کہا الحمد للہ اچھا ہوں۔ دو چار روز میں پٹی کھل جائے گی۔ اعلیٰ حضرت نے کہا کہ " میرے لئے دعا کیجئے" تو حضرت نے ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔ وہاں سے آگے بڑھ کر بڑے تعجب سے اپنے مصاحبین سے کہا کہ ایسے مستغنی اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے تاحیات بیس روپیے کی منصب آپکے نام جاری کر دی۔

(ب) حافظ فیض محمد صاحب کی تین بیویاں تھیں۔ اون سے پانچ لڑکے ہوئے۔ پانچوں حافظ و عالم و قاری ہوئے۔ پہلی بیوی سے قاری حافظ فیض احمد۔ تیسری بیوی سے (۲) حافظ قاری فیض مصطفےٰ (۳) حافظ قاری فیض محمود (۴) فیض حامد (۵) فیض جلیل۔

(ج) قاری صاحب کا انتقال شب چہارشنبہ ۹ رمضان سنہ ۱۳۵۲ھ کو ہوا۔ اورنگ آباد میں محلہ جنسی پورہ کے کالی مسجد کے صحن میں دفن ہیں۔ اونکے مزار پر کتبہ نصب ہے۔

قاری حافظ حبیب طاہر سمکری مکی ثم حیدرآبادی

ف ۱۱۱۶ مولد مکہ معظمہ۔ ولادت ۱۲۷۸ھ میں ہوئی۔ تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل مکہ معظمہ میں کی خوش الحان قاری تھے۔ حیدرآباد۔ دکن آنے کے بعد چوک کی مسجد کے خطیب و امام مقرر ہوئے۔ بعد ازاں مدرسہ حفاظ کے معلم مقرر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت اونکی قراءت بہت پسند کرتے تھے۔ اکثر بلاکر قراءت سنا کرتے اور سوا سو روپیے نذرانہ دیا کرتے۔

(حب) آپ کو چار فرزند تھے ان میں سے دو حیدرآباد میں رہ گئے تھے (۱) قاری حافظ حبیب عبداللہ متوفی بہ ۱۳۶۰ھ (۲) قاری حافظ حبیب حسین متوفی ۱۳۷۵ھ۔

قاری حاجی خلیل الرحمن ابن محمد اسمٰعیل

ف ۱۱۱۷ مولد بنارس۔ والد کا نام حافظ قاری محمد اسمٰعیل ولادت پنجشنبہ ۱۶ر صفر ۱۲۸۴ھ کو ہوئی۔ مولانا عبدالصمد و مولانا رضا علی سے علوم کے علاوہ تجوید بھی سیکھی۔ قرآن پاک کی تلاوت سے خاص شغف تھا معمولاً بیس پاسے روزانہ پڑھا کرتے۔ نماز جماعت میں تکبیر اولیٰ کے پابند تھے۔ مولوی رضا علی کے بعد عیدگاہ کی امامت کیلئے آپ کا انتخاب ہوا۔ مدرسہ مظہر العلوم کے ناظم بھی تھے۔ ۲۶ر ذی الحجہ ۱۳۵۳ھ کو وفات ہوئی۔

قاضی حافظ قاری غوث علی ابن حافظ معز اللہ

ف ۱۱۱۸ اپنے والد سے تلمذ رہا۔ حفظ و تجوید کی تکمیل بھی اونھیں سے کی۔ صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ فن تجوید و حفظ کی بڑی خدمت کی۔ ۱۳۵۴ھ میں وفات ہوئی۔

قاری حافظ جنرل عبید اللہ خان بھوپالی

ف ۱۱۱۹ وطن بھوپال سلطان جہان بیگم کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ والد کا نام احمد علی خان المعروف بہ سلطان دلہا۔ ولادت ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ اساتذہ میں قاری سید سلیمان بھوپالی۔ قاری حافظ عبدالہادی خان قاری حافظ مرزا محمود بیگ تھے۔ جن سے حفظ و تجوید و قراءت کی تکمیل کی۔ بعد ازاں قاری حافظ عبدالہادی خان سے قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ قاری سید سلیمان صاحب کی ایسی نقل کرتے تھے کہ سننے والے کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ قاری سید سلیمان پڑھ رہے ہیں۔ جید حافظ و قاری تھے ہر سال محراب سناتے تھے۔ ۲۱ر رمضان کو ختم کیا کرتے تھے۔ پہلا محراب مکہ معظمہ میں سنایا تھا۔ اچھے قاریوں کو سننے کے مشتاق رہا کرتے تھے جہاں کہیں خوش الحان قاری ملتا اوس کو بھوپال کی کسی مسجد میں مامور کرا دیتے۔ اس طرح بھوپال میں اچھے قاری جمع ہو گئے تھے۔ حافظ قاری مرزا محمود بیگ کو جو قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی کے داماد تھے اور جن سے مکہ معظمہ میں ملاقات ہوئی تھی اوسی وقت بھوپال آنے کی دعوت دی تھی۔ پہلے تو مرزا صاحب نے انکار کیا مگر جب بڑی

لگئے قرآن کو محلات شاہی کے قاریوں میں رکھا گیا۔

(ب) مرض الموت میں مرزا صاحب کو پاس ٹھہرنے کے لئے کہا اور ان سے کہا کہ آپ قرآن سناتے رہیئے سنتے سنتے بیہوش ہو جاتے۔ جب ہوش آتا تو کہتے مرزا میں نے فلاں جگہ تک سنا تھا وہاں سے آگے سناؤ۔ غرض اس طرح قرآن سنتے ہوئے انتقال کیا۔ تاریخ وفات ۱۳۵۵ھ ہے۔ [۱]

(ج) قرآن کے ساتھ وابستگی کی ایسی موثر مثالیں شہزادوں اور بادشاہوں کی زندگیوں میں کمیاب نہیں ہیں

قاری سید غلام محمد شاہ قادری قندھاری حیدرآبادی | ف ۱۱۲۰ وطن قندھار ضلع ناندیڑ۔ دکن۔ سنہ ولادت ۱۲۹۵ھ تجوید و قراءت سے بخوبی واقف تھے۔ وفات ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔

قاری محمد اسحاق بیگ دہلوی | ف ۱۱۲۱ وطن دہلی۔ والد کا نام قاری محمد رحیم بیگ دہلوی۔ تجوید و قراءت کی تکمیل قاری قادر بخش کی نگرانی میں کی۔ عرصے تک دہلی میں تجوید کی خدمت انجام دی۔ وفات ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔

قاری محمد لطیف الزمان حیدرآبادی | ف ۱۱۲۲ وطن حیدرآباد۔ دکن۔ والد کا نام قاری حسن الزمان دہلوی اپنے والد سے تجوید و دیگر علوم حاصل کئے۔ مولوی انوار اللہ خان صاحب کے ہم سبق تھے۔ والد کے انتقال کے بعد لطیف الزمان کی تمنا یہہ تھی کہ ان کو والد کی جگہ کام کرنے کا موقعہ ملے اور سرکاری امداد جو ملتی تھی وہ جاری رہے۔ مولوی انوار اللہ خان یہہ چاہتے تھے کہ انکو استاد کی تصانیف شائع کرنے کا موقعہ ملے۔ اس کشمکش میں دونوں میں بدمزگی بڑھ گئی۔ لطیف الزمان جملہ تصانیف اپنے قبضہ میں رکھکر حیدرآباد سے اجمیر چلے گئے۔ اس باہمی نزاع کی وجہ سے مولوی حسن الزمان کی قیمتی تصانیف طبع نہ ہو سکیں لطیف الزمان کا انتقال ۱۳۵۵ھ میں ہوا۔ انکے صاحبزادے احسن الزمان زندہ ہیں (سنہ ۱۳۷۷ھ میں)

قاری محمود حسین حیدرآبادی | ف ۱۱۲۳ وطن حیدرآباد۔ قاری سید محمد تونسی صاحب کے شاگردوں میں تھے تجوید و قراءت کی بڑی خدمت کی۔ وفات ۱۳۵۶ھ میں ہوئی۔

قاری ڈاکٹر سر محمد اقبال | ف ۱۱۲۴ مولد سیالکوٹ۔ ولادت ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۵ء۔ آبا و اجداد کشمیر سے آئے تھے۔ ابتدائی تعلیم ایک قدیم مکتب سے شروع ہوئی۔ ذکاوت و ذہانت خداداد تھی۔ مڈل و میٹرک پاس کرنے کے بعد انٹرمیڈیٹ کے لئے اسکاچ مشن کالج میں شریک ہوئے

---

[۱] یہہ واقعات خود مرزا محمود بیگ صاحب نے مجھ سے بیان کئے جب میں ان سے ۳ شوال ۱۳۷۷ھ کو انکے مکان پر جاکر ملا۔

وہاں سید میر حسن ادبیات مشرقی کے پروفیسر تھے۔ اون سے استفادے کا موقع ملا۔ بی اے کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور آئے۔ بی اے میں طلائی تمغہ حاصل کیا۔ اورنٹیل کالج میں کچھ عرصہ پروفیسری کی۔ ۱۹۰۶ء میں انگلستان گئے۔ کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ وہاں سے جرمنی گئے۔ میونچ یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری لی۔ بعدازاں بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ پھر لندن یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ برِّ اعظم یورپ کے متعدد ملکوں کی سیاحت کی۔ ڈھائی سال ہندستان سے باہر رہ کر ۱۹۰۸ء میں واپس آئے۔ لاہور میں بیرسٹری شروع کی۔

(ب) اقبال فطرتاً شاعر تھے۔ انھوں نے شاعری کو اپنے پیام کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔ اصناف شاعری میں اپنے مقصد کے لئے نظم کو منتخب کیا۔ ابتدائی زمانہ کی نظمیں شکوہ۔ جواب شکوہ۔ ہمارا ہندستان۔ نیا شوالہ فریاد امت بہت مشہور ہوئیں۔ رفتار زمانے نے اقبال کے تصورات میں زیادہ پختگی پیدا کر دی۔ چنانچہ اونکے آخری زمانے کی نظموں نے افکار اسلامی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔

(ج) اقبال کا انتقال ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۸ را پریل ۱۹۳۸ء کو ہوا۔ لاہور میں دفن ہوئے۔

ف ۱۱۲۵ اقبال کو بچپن سے والد کے زیر اثر مذہب سے لگاؤ رہا۔ قرآن مجید سے خاص تعلق تھا۔ سحر خیزی اور تلاوت تو اقبال نے اپنی عمر کے کسی حصے میں نہیں چھوڑی۔ حتیٰ کہ انگلستان کے قیام کے دوران میں بھی جہاں سحر خیزی مفقود ہے۔ اقبال نے صبح سویرے کی تلاوت کا معمول جاری رکھا۔ ~

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی ✣ نہ چھوٹے مجھسے لندن میں بھی آداب سحر خیزی

اقبال بڑے خوش الحان تھے۔ والہانہ انداز میں قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ آخری عمر میں جب آپ کا گلا خراب ہو گیا تو آپ کو سب سے زیادہ افسوس اسی بات کا تھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کی حلاوت و انہماک سے محرومی ہو گئی۔ والد کی تربیت کی بدولت قرآن فہمی کے بارے میں اقبال کا ایک خاص نقطۂ نگاہ تھا جس کی انھوں نے ذیل کے شعر میں ترجمانی کی ہے۔ ~

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب ✣ گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

(ب) جب راس مسعود کی بیگم حاملہ ہوئیں تو اقبال نے راس مسعود کو یہ مشورہ دیا تھا کہ کسی خوش الحان قاری سے روزانہ انکو قراءت سنائی جائے تاکہ پیدا ہونے والے بچہ پر قرآنی اثر پڑے۔ [1]

---

[1] اقبال کو بزرگوں کی مزارات سے بڑی عقیدت تھی۔ انگلستان جانے سے پہلے جب حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کی مزار پر حاضر ہوئے تو یہ شعر کہا۔ ~ ہجو اظہار تمنائے دل ناکام ہوں ✣ لاج رکھ لینا کہ میں اقبال کا ہمنام ہوں۔ آپکو یاد ہوگا کہ اقبال نامی ایک صاحب محبوب الٰہی کے خاص خادم و معتمد الیہ تھے۔ اوسی کا حوالہ اس شعر میں ہے۔

قاری مولانا ابوالفرح جونپوری | ف ۱۱۲۶ وطن جونپور۔ والد کا نام قاری عبدالقادر ابن رجب علی ولادت ۱۲۸۷ھ میں ہوئی۔ والد ہی سے تجوید و قراءت اور دوسرے علوم سیکھے۔ ایک عرصے تک اس فن کی خدمت کی۔ ۷۰ سال کی عمر میں ۱۳۵۷ھ میں وفات ہوئی (خاندانی حالات کے لئے ۲۶۸ سے لیکر ۲۸۶ تک فقرہ جات ملاحظہ ہوں)

قاری سید اصغر اورنگ آبادی | ف ۱۱۲۷ وطن اورنگ آباد۔ ولادت ۱۲۷۲ھ۔ مہتمم پولیس وظیفہ یاب تھے۔ شیخ القراء عبدالولی سے تجوید سیکھی۔ ۸۵ سال کی عمر میں ۱۳۵۷ھ میں وفات پائی۔ تلاوت کا اچھا ذوق تھا۔ تجوید سکھلانے میں بھی کوشاں رہے۔

قاری غوث محی الدین مدراسی | ف ۱۱۲۸ وطن مدراس۔ والد کا نام عبدالکریم۔ بڑے بھائی قاری حافظ محمد مرتضیٰ تھے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۰۹۱ میں کیا گیا ہے۔ ولادت ۱۲۶۷ھ میں ہوئی۔ غوث محی الدین صاحب نے علوم مشرقیہ و تجوید و قراءت مدراس ہی میں سیکھی تھی۔ بعدازاں حیدرآباد آکر ملازمت کے سلسلے میں منسلک ہو گئے۔ ۶۴ سال تک ملازمت کی۔ اسی دوران میں تجوید کا درس بھی دیتے رہے ۹۰ سال کی عمر میں ۱۳۵۷ھ میں وفات پائی۔

قاری عبدالعلیم ابن عبدالحلیم ٹونکی | ف ۱۱۲۹ وطن ٹونک۔ والد کا نام عبدالحلیم۔ ولادت ۱۲۹۲ھ علوم و تجوید و قراءت ٹونک ہی میں حاصل کیے۔ اچھے خطاط تھے ان کے والد عبدالحلیم صاحب بھی اچھے خطاط تھے۔ عبدالعلیم صاحب ٹونک کے قاضی مقرر ہوئے۔ وفات ۱۳۵۷ھ میں ہوئی۔ انکے فرزند قاضی الاسلام عالم و فاضل ہیں۔ مدرسہ خلیلیہ ٹونک میں مدرس ہیں بڑی خوبی۔ کوشش و جانفشانی سے مدرسہ چلا رہے ہیں۔

قاری حافظ محمد موسیٰ مصری | ف ۱۱۳۰ ولادت ۱۲۷۷ھ مصر میں تجوید و قراءت و علوم و حفظ کی تکمیل کرکے ۱۳۲۷ھ میں ہندوستان آئے۔ کلکتے میں زکریا مسجد کے امام مقرر ہوئے۔ تیس سال یہاں امامت کرکے ۸۰ سال کی عمر میں ۱۳۵۷ھ میں انتقال ہوا۔ اونکے بھتیجے حافظ محمد صالح اب کلکتے میں ہیں۔ کبھی کبھی زکریا مسجد میں امامت کرتے ہیں۔ اونکی عمر ۶۲ سال ہے۔

قاری حافظ مولانا علاء الدین بھوپالی | ف ۱۱۳۱ وطن بھوپال۔ والد کا نام سراج الدین۔ ولادت ۱۲۸۷ھ میں ہوئی۔ پہلے قاری حافظ عبدالہادی خان سے تجوید و قراءت سیکھی۔ حج کے لئے گئے تو وہاں استادان وقت سے تجوید قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ پہلے مدرسہ عبیدیہ اور پھر مدرسہ احمدیہ میں مدرس تجوید مقرر ہوئے۔ فارسی کے بھی اچھے جاننے والے تھے

ستر سال کی عمر میں ۱۳۵۷ھ میں وفات ہوئی۔

ف ۱۱۳۲ قاری ضیاء الاسلام اکبرآبادی مولد آگرہ۔ والد کا نام قاضی سراج الاسلام۔ تجوید و قرات اپنے والد سے سیکھی۔ اوسکے بعد قاری عبدالرحمن ضریر پانی پتی۔ و قاری فتح محمد نابینا سے استفادہ کیا۔ والد کے انتقال کے بعد خطیب و امام و ناظم جامع مسجد آگرہ مقرر ہوئے۔ درس و تدریس میں حصہ لیا۔ آپکے شاگردوں میں قاری فیض محمد نابینا جامع مسجد آگرے میں اب بھی تجوید و قرات کا درس دیتے ہیں۔ قاری ضیاء الاسلام کی وفات ۱۳۵۷ھ میں ہوی۔ (بوستان اخیار از سعید احمد و بزبانی فیض محمد نابینا حالات معلوم ہوئے)

ف ۱۱۳۳ قاری محمد حماد جونپوری وطن جونپور۔ والد کا نام قاری حافظ عبدالاول۔ ولادت ۱۳۱۴ھ والد سے علوم و تجوید حاصل کی۔ ایک عرصے تک خدمت کر کے ۱۳۵۰ھ میں وفات پائی۔ (خاندانی حالات کے لئے ملاحظہ ہو جلد اول فقرہ جات ۲۶۸ تا ۲۸۶)

ف ۱۱۳۴ قاری عبدالعظیم کلکتوی وطن کلکتہ۔ سنہ ولادت ۱۲۸۹ھ۔ قاری حافظ محمد یحیٰی مدنی سے جوزکریا مسجد کے امام تھے۔ تجوید و قراءت سیکھی۔ مختلف مدارس میں تجوید و قراوت کا درس دیا وفات ۱۳۵۹ھ میں ہوئی۔ اونکے دو فرزند قاری عبدالحمید اور قاری حافظ عبدالمجید کلکتے میں تجوید و قرارت کا درس دیتے ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں۔

ف ۱۱۳۵ قاری محمد شفیع بنارسی مولد بنارس۔ ولادت ۱۲۹۸ھ۔ علوم و تجوید و قراءت بنارس ہی میں سیکھی۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ وفات ۱۳۶۰ھ میں ہوئی۔

ف ۱۱۳۶ الحاج مولانا قاری حافظ سید محمد قاسم ویلوری وطن ویلور۔ بچپن سے ذہین و قوی الحافظہ تھے مدرسہ لطیفیہ میں علوم سیکھے۔ حفظ و تجوید کی تکمیل کی۔ الحاج محی الدین جیدہ کے شاگرد تھے (جن کا ذکر نقرہ ۱۰۵۶ میں درج ہے) خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ ۱۳۳۸ھ میں حج سے فارغ ہوئے۔ اوس کے بعد بیس سال تک درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۱۳۶۰ھ میں انتقال ہوا۔

ف ۱۱۳۷ قاری حافظ الیاس نبهان بھوپالی وطن بھوپال۔ والد کا نام قاری حافظ عبدالهادی خان ابن نور محمد۔ (خاندانی تفصیلی حالات فقرہ (۹۶۷-۱۰۰۱) میں ملاحظہ ہوں) علوم و قراءت سبعہ کی تحصیل اپنے والد سے کی۔ بڑے خوش الحان قاری اور جید حافظ تھے۔ قرآن شریف خوب یاد تھا۔ حالت خواب میں بھی تلاوت جاری رہتی تھی۔ لوگ سمجھتے تھے کہ جاگتے میں پڑھ رہے ہیں۔ خواب میں

رآن شریف پڑھنے کی عادت اونکے والد کو بھی تھی اور ان کے صاحبزادے حافظ عمران خان میں بھی ہے۔
(ب) حافظ محمود خان کے انتقال کے بعد شہر کی مساجد کا انتظام آپ کے سپرد رہا۔ وفات ۱۳۶۱ھ
یں ہوئی۔ آپ کے فرزند ارجمند مولانا حافظ عمران خان صاحب بھی حافظ و مصر کے فارغ التحصیل ہیں ندوۃ
علماء لکھنو کے پرنسپل ہیں جن میں دین کی بڑی تڑپ پائی جاتی ہے۔ خدمت خلق میں مصروف رہتے ہیں۔

ف ۱۱۳۸ | **قاری حافظ محمد عبداللہ المعروف بہ محمد عالم دہلوی**

وطن گجرات۔ علاقہ پنجاب ولادت ۱۲۹۰ھ میں ہوی۔ پانی پت آکر
لوم حاصل کئے۔ شیخ القراء حافظ عبدالرحمن محدث انصاری سے و مقری عبدالرحمن ضریر سے استفادہ کیا
حفظ کی تکمیل کی۔ قرات سبعہ بھی سیکھیں۔ پھر دہلی آکر درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ تقریباً پچاس سال
ک دارالحکومت دہلی میں پڑھاتے رہے۔ قاری محی الاسلام جب کبھی دہلی آتے تو آپ سے بڑے ادب سے ملتے
عابد و زاہد۔ مستغنی المزاج۔ قدرے سخت گیر تھے۔ تجوید و قراءت پڑھانے کا کوئی معاوضہ نہیں لیا۔
وفات ۱۳۶۴ھ میں ہوئی۔

ف ۱۱۳۹ | **قاری حافظ غلام نبی گیاوی**

وطن گیا۔ ولادت ۱۳۲۷ھ۔ حفظ و تجوید و قرارت کی تکمیل
گیا کے مشہور قاری حافظ عبدالقدوس سے کی۔ اوسکے بعد لکھنو جاکر شیخ القراء
عبدالمالک صاحب سے سبعہ قرات کی تکمیل کی۔ بڑے خوش الحان قاری تھے ۳۵ سال کی عمر میں ۱۳۶۲ھ میں
انتقال ہو گیا۔

ف ۱۱۴۰ | **قاری مشتاق احمد کانپوری**

وطن کانپور۔ والد کا نام مولانا احمد حسن جن کی شرح مثنوی مولانا روم
بہت مشہور ہے۔ ولادت ۱۲۹۷ھ میں ہوئی۔ قاری سید حسن صاحب سے
ن کا ذکر فقرہ نمبر (۱۰۱۱) میں ہو چکا ہے تجوید و قرارت کی تکمیل کی۔ کانپور میں آپ سے بہت فیض پہونچا
وفات ۱۳۶۲ھ میں ہوی۔ اونکے فرزند حافظ قاری امداد احمد صاحب فی الوقت کانپور میں فیض رساں ہیں۔
ن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

ف ۱۱۴۱ | **قاری حافظ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی**

مولد تھانہ بھون۔ یوپی۔ جامع العلوم کثیر المنفعت
بافیض۔ متبع سنت۔ بڑے اچھے واعظ۔ اصلاح امت کا
کام بہت کیا۔ دیوبند کے فارغ التحصیل۔ حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید و خلیفہ۔ تجوید و قرارت میں آپ شیخ القراء
محمد عبداللہ مہاجر مکی کے شاگرد تھے۔ ان ہی کا لب و لہجہ اختیار کیا تھا۔ ایسا پڑھتے کہ لوگ سمجھتے کہ قاری
محمد عبداللہ صاحب پڑھ رہے ہیں۔ اچھے حافظ تھے روزانہ تلاوت کا معمول تھا۔

(ب) فرمایا کرتے کہ عالم کو مجود ہونا لازمی ہے۔ اس پر بہت زور دیتے تھے اور اشاعت تجوید کیلئے بڑی کوشش کی۔ مذہبی اداروں کو اس طرف متوجہ کیا۔ اکثر مواعظ میں اس کا ذکر کرتے۔

(ج) آپ کی تصانیف بکثرت ہیں۔ مواعظ کا ذخیرہ بھی تھانہ بھون سے شائع ہو چکا ہے۔ تجوید و قراءت پر درج ذیل کتابیں تصنیف کیں (۱) جمال القرآن رسالہ تجوید اردو میں (۲) وجوہ المثانی عربی قرات سبعہ میں (۳) تنشیط الطبع فی اجراء السبع اردو میں (۴) تسہیل القرآن (۵) تجوید القرآن۔

(د) وفات ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۳ء کو ہوئی۔

قاری مولانا خیر الدین گیاوی

وفات ۱۱۴۳ وطن حضر ضلع اٹک (مغربی پاکستان) والد کا نام مولوی الف الدین۔ حضروی کامل پوری۔ ولادت ۱۲۷۵ھ میں ہوی۔ فقہ کی تکمیل وطن ہی میں کی۔ حافظہ قوی تھا۔ درسی کتابیں حفظ تھیں۔ فقہ میں مناظرے کیا کرتے تھے۔ مستند کتابوں کے متن زبانی یاد ہونے کی وجہ سے کوئی حریف مقابلہ میں کامیاب نہو سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک نحوی مقابلہ کے لئے آئے اور اس راز کو سمجھ گئے۔ انھوں نے کہا مناظرہ زبانی نہ ہوگا۔ کتاب کھولو۔ عبارت پڑھو۔ کتاب زبانی یاد تھی۔ فر فر پڑھ دی انھوں نے وجوہ و اعراب دریافت کئے۔ چونکہ نحو پر حاوی نہ تھے اس لئے جواب نہ دیسکے۔ اون نحوی نے حصول علم کی ترغیب دلائی۔ خیر الدین صاحب نے بھی ٹھان لی کہ دار العلوم سے سند لینی چاہیئے۔ ادھر اون کے والد بزرگوار مصر تھے کہ ملازمت اختیار کی جائے اس لئے بغیر رضائے والدین گھر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک ساتھی رفیق سفر تھا۔ بچپن سے توکل علی اللہ کا جذبہ غالب تھا۔ راستے میں کوئی تنگی پیش نہ آئی۔ جنگلوں میں بھی رزق کا سامان مہیا ہوتا رہا۔ اس طرح پیدل چلتے ہوئے کرنال پہونچے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ نماز ظہر ادا کرنے کی فکر ہوئی۔ جو مسجد بھی قریب نظر آئی اس میں چلے گئے۔ نماز سے فارغ ہوکر مسجد سے فوراً نکلنا چاہتے تھے کہ ایک نابینا حافظ نے آواز دی۔ نام لیکر پکارا۔ لیکن اس بندۂ خدا نے سرسری سا جواب دیتے ہوئے اپنی راہ لی۔ جب شہر پناہ کی دیوار کے پاس پہونچے تو آگے قدم نہ اٹھا۔ اونکے رفیق سفر جو آگے بڑھ گیا تھا مڑ کر جو دیکھا تو مولانا خیر الدین کو کھڑا پایا۔ اولاً آواز دی۔ پھر لوٹ کر اونکے پاس آگئے تو خیر الدین صاحب نے کہا کھینچو۔ جب کھینچا گیا تو دونوں شہر کی طرف گر پڑے۔ رفیق نے کمر میں رومال باندھ کر کھینچا۔ لیکن اونکو اوس جگہ سے نہ ہلا سکے۔ تب آبدیدہ ہوکر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے والد نے میرے لئے کسی عامل سے عمل کرایا ہے۔ اس لئے اب آگے بڑھا نہیں جاتا۔ اب تم جاؤ۔ میں واپس جاتا ہوں۔ واپس ہوتے ہوئے خیال گذرا کہ وہ نابینا حافظ جنھوں نے نام لے کر پکارا تھا اون سے مل لیں۔ پاس گئے اور دریافت کیا کہ آپ نابینا ہیں صرف میری آہٹ سن کر

میرے نام سے کیسے واقف ہو گئے۔ حافظ صاحب نے کہا میں تمہاری تاریخ سے واقف ہوں کیا تم سمجھتے ہو کہ جس طرح شہر کی ایک طرف رو کے گئے ویسا ہی کیا دوسری طرف نہ رو کے جاؤ گے۔ تمہارے لئے اس شہر میں علم کا ایک مخصوص حصّہ ہے۔ جب تک اوسکو حاصل نہ کر لو گے یہاں سے جا نہیں سکتے۔ یہہ سنکر اطمینان ہوا۔ کہا میں یہاں اجنبی ہون یہان کیا انتظام کر سکتا ہون۔ کہا میں تمہارا سب انتظام کر دون گا۔ نابینا صاحب اونکو کرنال کے ایک مشہور عالم کے پاس لے گئے۔ انھون نے اونکو دیکھکر ننگے پاؤن ننگے سر دور سے استقبال کیا۔ اور فرمایا کہ میں رخصت پر مکان گیا ہوا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ تمہارا ہاتھ پکڑے ہوئے تمکو میرے حوالے کر رہے ہیں۔ اور یہہ فرما رہے ہیں" اس کو تمہارے سپرد کرتا ہون"۔ رخصت کے دن پورے نہوے تھے کہ میں مدرسہ واپس آگیا اور بڑے شوق سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ اس دن سے خیر الدین صاحب نے اوس عالم سے استفادہ شروع کیا اور علوم متداول کے معتدبہ حصّہ کی تحصیل ان ہی سے کی۔ نابینا صاحب نے امامت کے لئے ایک مسجد میں مقرر کر دیا۔ اس طرح گذر اوقات ہونے لگی۔ کرنال میں حصول علم کے بعد خیر الدین صاحب پانی پت گئے۔ وہاں مختلف علوم و فنون کی تکمیل کی۔ تجوید و قراءت کی تکمیل شیخ القرا و حافظ عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی سے کی۔ فارسی کی بلند پایہ کتب کے مطالعہ کے سلسلے میں مولانا الطاف حسین حالی سے استفادہ کیا سب اساتذہ بیٹون کی طرح شفقت فرماتے تھے۔ حالی صاحب نے مشورہ دیا کہ لاہور یونیورسٹی سے فاضل کی ڈگری حاصل کرو تو پھر میں اعلیٰ قسم کی ملازمت دلا سکون گا۔ لاہور میں اپنے رسوخ کی بناء پر تعارفی خط اور ملازمت ملنے تک تیس روپیے ماہوار ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ خط میں یہہ بھی لکھا تھا کہ "خیر الدین کو حالی سمجھنا"۔ غرض یہہ لاہور کی طرف چلے تو راستے میں ایک مقام پر فرشتہ خصلت اور مقدس افراد کا گروہ ملا۔ یہہ معلوم کر کے کہ یہہ حصول علم حدیث کے لئے دیوبند جا رہے ہیں جہان حدیث کی اچھی تعلیم ہوتی ہے تو خیر الدین صاحب کو خیال ہوا کہ وہ بھی اونکے ساتھ جائیں اور حدیث کی تکمیل کے بعد جامعہ لاہور سے مجوزہ ڈگری حاصل کرین۔ اس طرح دیوبند پہنچے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے حدیث کی تکمیل کی۔ مولانا صدیق احمد مولانا حسین احمد مدنی درس میں ساتھ تھے۔ دیوبند پہنچنے کے بعد ڈگری کا خیال دل سے نکل گیا۔ حدیث و فقہ کی تکمیل کے بعد کانپور آئے۔ یہاں احمد حسن کانپوری سے معقولات کا درس لیا۔ مدرسہ فیض عام میں مدرس ہوئے اور کثیر التعداد طلباء کو فیض پہنچایا۔ شاگردوں میں مولانا سحول صاحب پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ عظیم آباد۔ مولانا مبارک کریم صاحب ڈائرکٹر تعلیمات۔ مولانا نثار احمد کانپوری۔ مولانا مشتاق احمد کانپوری مولانا محمد سجاد صاحب بہاری۔ نائب شریعت بہار۔ مولانا بشارت کریم صاحب وغیرہ اکابر علمائے دین نے اون سے استفادہ کیا۔ گیا میں مدرسہ اسلامیہ کے نام سے جو مدرسہ حضرت مولانا عبدالغفار خلیفہ ارشد

حاجی امداد اللہ صاحب نے قائم کیا تھا وہ آج بھی مدرسہ قاسمیہ کے نام سے موجود ہے۔ اس مدرسہ میں مولانا خیر الدین نے ایک عرصے تک تعلیم دی۔

(ب) وفات ۱۳۶۳ھ میں ہوئی۔ دو صاحب زادے قاری حافظ محمد فخر الدین اور (۲) قاری حافظ شرف الدین قرار سبعہ ہیں اور گیا میں اچھا کام کر رہے ہیں۔ جن کے حالات آئندہ صفحات میں درج کئے جائینگے[1]

شیخ القراء حافظ محمد عبد اللہ قاری عشرہ ف ۱۱۴۴ موضع لوہاری ضلع مرادآباد کے باشندے تھے والد کا نام جیون علی۔ تھانہ بھون اور پھر مرادآباد میں سکونت اختیار کرلی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں حاصل کی۔ آپ بہت ذہین، ذکی اور قوی الحافظہ تھے۔ قاری حضرت ضیاء الدین الہ آبادی کی نگرانی میں تجوید و قرات سبعہ و عشرہ کی تکمیل۔ نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ سمجھنے کے بعد مدرسہ رحمانیہ محلہ پیر غیب مرادآباد میں مدرس ہوئے۔ امامت و خطابت بھی فرماتے رہے اوس کے بعد مدرسہ امدادیہ مرادآباد میں منتقل ہوئے۔ پھر مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد کے صدر مدرس مقرر کئے گئے اوسی مسجد میں امامت و خطابت کی خدمت بھی انجام دی۔

(ب) آپ سے بے شمار طلبا فیض یاب ہوئے۔ جملہ امام و راویان سبعہ و عشرہ کے وجوہ و اختلافات و طرق نوک زبان تھے اور ان پر عبور کامل تھا۔ قرات سبعہ و عشرہ بطریق درہ و طیبہ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین سے پڑھیں۔ حضرت شیخ القراء مولانا عبد الرحمٰن مکی الہ آبادی نے بھی اپنی طرف سے اجازت مرحمت فرمادی۔

(ج) محمد عبد اللہ صاحب نے مرادآباد میں غیر معمولی ہر دلعزیزی حاصل کرلی تھی۔ سیاسی اور دینی امور میں ہندو مسلمان سب آپ کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ علوم تجوید و قراءت اور رسم الخط عثمانی میں آپ کی تالیفات کی فہرست ذیل میں درج ہے۔

(۱) تحفۃ الاطفال (۲) مقدمہ جزریہ کی اردو شرحین یہ دونوں غیر مطبوعہ ہیں (۳) سراج القراءت ضمیمہ ضیاء القراءت اردو مطبوعہ (۴) المعالی الجلیلہ شرح عقیلہ (۵) شرح طیبۃ النشر یہ بہت مقبول ہوئی کتب خانہ فخریہ مرادآباد سے ملتی ہے۔

(د) محمد عبد اللہ صاحب کا انتقال ۱۳۶۳ھ میں مرادآباد میں ہوا۔ وہیں دفن ہوئے۔ دس سال کے بعد ۱۳۷۲ھ میں مرادآباد میں کثرت سے بارش ہوئی۔ قبرستان میں پانی آگیا۔ کئی قبریں بہہ گئیں اور بعض قبریں

---

[1] قاری خیر الدین کے متعلق واقعات بالا اونکے فرزند قاری مولانا فخر الدین کی زبانی سنکر لفظاً لفظاً ان ہی کے الفاظ میں قلمبند کئے گئے۔

کھل گئیں۔ قاری عبداللہ صاحب کی قبر بھی سرہانے کی جانب سے کھل گئی تو اکثر لوگوں نے بہ چشم خود مشاہدہ کیا کہ چہرہ بالکل تر و تازہ تھا۔ [1]

قاری حافظ محمد اسحاق مکی

ف ١١٤٥ وطن مکہ۔ شیخ القراء حافظ عبدالحق مکی کے داماد تھے ولادت ١٢٩٥ھ ہے۔ عبدالحق صاحب ہی سے تجوید و قراءت کی تکمیل کی۔ عبدالحق صاحب کے انتقال کے بعد مدرسہ فخریہ سنبھالا۔ دو مرتبہ حیدرآباد آئے تھے وفات تقریباً ١٣٦٣ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ فضل الرحمٰن

ف ١١٤٦ وطن موضع تتّی۔ والد کا نام ضمیر الدین ولادت ١٣٢٨ھ میں ہوئی۔ وفات ١٣٦٣ھ میں ہوئی۔ حافظ محمد اسمٰعیل کے ساتھی۔ حافظ احمد جان مہرامی کی نگرانی میں حفظ کر رہے تھے کہ بخار آکر نمونیا ہوگیا اوسی مرض میں انتقال ہوگیا۔ مرنے کے بعد آپکے ساتھی حافظ محمد اسمٰعیل نے ایک مہینے کے بعد خواب میں دیکھا کہ بہت خوش و خرم ہیں اور کہتے ہیں کہ بھائی مجھے اجازت مل گئی ہے کہ میں قرآن شریف کے حفظ کی تکمیل کرلوں چنانچہ میرا انیتسواں پارہ ہے۔ پوچھا کہ اتنے جلدی اتنا کیسے یاد ہوگیا تو کہا کہ یہاں کام تیزی سے چلتا ہے۔

مقری محمد امین الدین

ف ١١٤٧ مولد موضع اننارم تعلقہ بھونگیر ضلع نلگنڈہ۔ علاقہ حیدرآباد دکن ولادت ١٢٩٢ھ۔ ابتدائی تعلیم والد و ماموں سے حاصل کی۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ تلنگی پر عبور حاصل تھا۔ ہائیکورٹ میں ملازمت کرنے کے بعد وکالت کا امتحان پاس کرکے وکالت شروع کردی نستعلیق کے اچھے خطاط تھے۔ تجوید پہلے دوسرے اساتذہ سے سیکھتے رہے۔ جب قاری عبدالحق صاحب مکی حیدرآباد تشریف لائے تو آپ اونکی خدمت میں حاضر ہوکر قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ ١٣٣٦ھ میں سند لی۔ قدیم

---

[1] یہہ واقعہ مجھے شیخ القراء حافظ حفظ الرحمٰن صاحب پرتاب گڑھی شیخ التجوید دیوبند نے کلکتے میں بیان کیا ساتھ ہی یہہ بھی کہا کہ انھوں نے یہہ بات ثقہ راویوں سے سنی ہے۔ خود اون کا چشم دید واقعہ نہیں ہے ان کا خیال تھا کہ مولانا محمد میاں صاحب نے دیکھا ہے۔ میں نجب محمد میاں صاحب سے ملکر اس واقعہ کی تصدیق چاہی تو مولانا نے کہا کہ انھوں نے بھی بہ کثرت سنا ہے۔ مزید کہا کہ میرا اور عبداللہ صاحب کا بارہ سال ساتھ رہا ہے۔ وہ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے۔ پھر میں مقری حافظ امیر علی صاحب مراد آبادی قاری سبعہ سے ملا تو انھوں نے اوسکی تصدیق کی کہ انھوں نے بہ چشم خود یہہ واقعہ دیکھا ہے۔ اوس وقت اونکے دوست محمد کامل کانپوری قاری سبعہ شاہی مسجد مراد آباد بھی انکے ساتھ تھے۔ آخر الذکر شہادت پر یہہ واقعہ یہاں درج کیا گیا ہے۔

نارائن گوڑہ کی مسجد کے نگران و متولی تھے۔آپ نے اوسی مسجد کے عقب میں ایک مدرسہ تجوید القرآن کھولا تھا اور یہاں خود درس قرآن دیا کرتے۔ حبیب العیدروس حسین بن احمد صاحب آپکے متعلق فرماتے تھے کہ باوجود ہندی ہونے کے آپ کی ادائی حجازی ہے۔ اس وجہ سے حبیب صاحب نے اپنے فرزندوں کو آپ سے تجوید سکھلائی اور قرآن شریف پورا پڑھایا۔

(ب) آپکے فرزند معین الدین نے بھی آپ سے تجوید سیکھی تھی۔

(ج) امین الدین صاحب کی وفات ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ کو ہوئی تکیہ گجراتی شاہ رام کوٹ میں دفن کئے گئے

قاری مولانا حیدر حسن ٹونکی

ف ۱۱۴۱ وطن ٹونک۔ والد کا نام احمد حسن ملقب بہ دلیر بخت۔ ولادت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ ابتدائی علوم ٹونک میں سیکھے۔ پھر لکھنو جاکر اونکی تکمیل کی قاری عبدالرحمن مکی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ مدرسہ ندوۃ العلماء میں شیخ الحدیث ہوئے۔ ۱۳۵۵ھ میں واپس ٹونک آئے تو شیخ القراء عبدالمالک صاحب کو ساتھ لائے اونکی وجہ سے ٹونک میں بہت سے سبعہ وعشرہ کے قاری ہوئے۔ وفات ۱۳۶۴ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ حاجی عبدالرحیم بنارسی

ف ۱۱۴۹ وطن بنارس۔امان اللہ پورے میں رہتے تھے۔ والد کا نام حافظ کریم اللہ جو ایک باخدا بزرگ تھے۔ کریم اللہ صاحب نے تجوید و علوم والد سے سیکھے تھے اور حفظ کی بھی تکمیل کی تھی۔ تلاوت سے غیر معمولی شغف تھا۔ تراویح کی ایک رکعت میں پورا قرآن شریف بھی ختم کیا ہے۔ اونکے شاگردوں کی تعداد بنارس اور اوسکے اطراف میں بہ کثرت ہے۔

(ب) حافظ کریم اللہ کے فرزند عبدالرحیم ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر عسرت میں گذری۔ دن کو بنتے تھے اور رات کو علم حاصل کرتے تھے۔ پہلے اردو میاںجی حکیم سے سیکھی۔ فارسی کی تکمیل مدرسہ مظہر العلوم بنارس میں کی۔ عربی کی کتابیں مولانا عبدالمجید و مولانا امان اللہ کے پاس پڑھیں۔ رات کا اکثر حصہ پڑھنے میں گذرتا ہوا محمد شریف مصطفےآبادی سے منطق و فلسفہ کا درس لیتے تھے۔ تفسیر مولانا ظفر الدین سے پڑھی۔ تجوید و قراءت بھی مظہر العلوم میں سیکھی۔ اچھے حافظ تھے۔ والد کی طرح کئی بار ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھا ہے۔

(ج) آپ صفات حمیدہ کے حامل تھے۔ بردبار۔ تنگدستی میں شکر گذار اور مقبول خلائق واعظ تھے آپنے بنارس و اضلاع میں دین کی بہت تبلیغ و اشاعت کی ہے۔ ان مقامات کے باشندے بڑے اخلاص کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ کو انتقال ہوا۔ بجی باغ کی قبرستان موسومہ تکیہ عبداللہ شاہ میں مدفون ہیں۔ پس ماندگان میں تین فرزند اور ایک لڑکی ہے۔

قاری حافظ عبدالغفور بھوپالی

ف ۱۱۵۰ وطن بھوپال۔ سنہ ولادت ۱۲۹۹ھ ہے جامع مسجد بھوپال

رہے۔ اچھے حافظ و قاری تھے ۶۵ سال کی عمر میں ۱۳۶۴ھ میں وفات پائی۔

ف ۱۱۵۱ حافظ محمد ابراھیم سہارن پوری وطن سہارن پور۔ شیخ القراء عبد الخالق خان کے شاگرد۔ ایک عرصہ تک شیخ القراء کے ساتھ رہے۔ اونکے ...اسحاق بھی شیخ القراء سے تلمذ رکھتے ہیں۔ قاری محمد ابراھیم کی وفات ۱۳۶۵ھ میں ہوئی۔

ف ۱۱۵۲ حافظ مولانا شیخ محمد عرب مولد و منشاء۔ مکہ معظمہ۔ ولادت ۱۲۷۵ھ جید حافظ و قاری تھے۔ سلطان جہان بیگم جب حج کو گئیں تو اونکی قراءت سنکر ...ند فرمایا۔ اونکو اپنے ساتھ لائیں اور جامع مسجد کا امام مقرر کیا۔ درس و تدریس میں لگے رہے ...ے شاگرد ہوئے۔ انتقال ۱۳۶۵ھ میں ہوا

ف ۱۱۵۳ حافظ حکیم مولوی عنایت اللہ اعظم گڑھی وطن قصبۂ مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ والد کا نام حافظ محمد اسحاق۔ ولادت ۱۳۰۲ھ

...مع العلوم سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ قاری ضیاء الدین احمد سے کانپور میں بروایت حفص ...یف پڑھا۔ سبعہ کی تکمیل انھیں سے لکھنو جاکر کی۔ طب کی تکمیل لکھنو سے ۱۳۲۶ھ میں کی۔ مدرسہ ...علوم سہارن پور جاکر دو سال تک تجوید کے مدرس رہے۔ وہان قرآن مجید کے حاشیے اختلافات ...یر فرمائے۔ اصولی اختلافات کے متعلق ایک رسالہ لکھا جو قرآن شریف کے اوسی نسخے میں منسلک ہے ...یف کا یہہ نسخہ مظاہر العلوم سہارن پور سے ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں بہ اہتمام قاری محمود حسن طبع ہوا ...اری عبد الرحمن مکی کی تقریظ بھی درج ہے۔ بین السطور مولوی اشرف علی صاحب کا ترجمہ ہے یہ نسخہ ...قاری حافظ جمیل احمد صاحب کانپوری کے پاس موجود ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔

...ب) ۱۳۳۷ھ میں قاری ضیاء الدین احمد نے آپکو کانپور بلاکر قراءت القرآن (تاج گھر کھنا) ...مدرس مقرر کرایا۔ ۱۳۶۴ھ تک آپ اس مدرسہ میں درس دیتے رہے۔

...ج) آپ متبحر عالم ہونے کے علاوہ طبیب حاذق بھی تھے۔ قیام کانپور کے زمانے میں تجوید و قراءت ...ایک کتاب تالیف کر رہے تھے جو بہت مبسوط و ضخیم ہوگئی تھی مگر طبع نہو سکی۔

...) بے شمار طلباء آپ سے حفظ قرآن و تجوید و قراءت سیکھکر مختلف مقامات پر درس دیرہے ہیں ...ے بعض نام یہہ ہیں :۔ (۱) حافظ قاری محمود علی کانپوری جنھون نے ایک روایت سے مقری حکیم ...یم خان امروہی سے پڑھا تھا۔ سبعہ کی تکمیل مقری محمد عنایت اللہ صاحب سے کی۔ پھر اوسی ... مدرس ہوگئے۔ بعد ازان ترک ملازمت کرکے مطب شروع کر دیا تھا۔ نہایت خوش گلو۔ خوش

اخلاق۔ پابند وضع وجید قاری ہیں۔ آجکل کراچی میں مطب کرتے ہیں (۲) دوسرے شاگرد قاری حافظ ضمیر الدین احمد اعظم گڑھی ہیں (۳)، قاری حافظ محمد ہاشم (قاری عنایت اللہ کے چھوٹے بھائی) (۴)، قاری حافظ خلیل الرحمٰن چچازاد بھائی (۵) فرزند حافظ ظہیر الدین احمد (۶)، قاری محمد یامین سہارن پوری (۷)، قاری حافظ ضیاء الدین اعظم گڑھی (۸)، قاری حافظ ظہور احمد (۹) قاری محمد عبداللہ (۱۰) قاری حافظ جمیل الرحمٰن لکھنوی (۱۱) قاری حافظ مظفر الدین شاہ آبادی ہردوئی وغیرہ۔

(ﮦ) قاری عنایت اللہ صاحب بیمار ہوکر مئو چلے گئے۔ ۱۳۶۵ھ میں وفات ہوئی۔ [1]

قاری حافظ عبدالوحید الہ آبادی ف ۱۱۵۴ وطن الہ آباد۔ ولادت ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔ ۱۳۱۳ھ میں حفظ کی تکمیل کی۔ فارسی کتب کے مطالعہ سے فارغ ہوئے ۱۳۱۴ھ میں درس نظامی شروع کیا۔ ۱۳۲۰ھ میں درس نظامیہ کے ساتھ فن تجوید و قراءت کی درسی کتب بھی شیخ القراء عبدالرحمٰن مکی سے پورے شوق سے پڑھتے رہے۔ ۱۳۱۹ھ میں حضرت حفص کی روایت سے تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۰ھ میں قراءت سبعہ متواترہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۱ھ میں دیوبند مدرسہ عالیہ میں تجوید و قراءت کے صدر مدرس ہوکر گئے۔ ۱۳۲۹ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی کی شاگردی بھی نصیب ہوئی۔ قراءت سبعہ و عشرہ کی سند مل گئی۔ تقریباً پینتالیس سال دارالعلوم ہی میں خدمت کرکے ۱۳۶۵ھ میں انتقال ہوا۔

(ب) آپ کی تصنیف ہدیۃ الوحید نہایت عمدہ و جامع کتاب ہے۔ حضرت حفص کی ایک روایت کے قواعد بیان کرتے ہیں۔ آپکے تلامذہ میں مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور آپ کے چھوٹے بھائی قاری محمد طاہر وغیرہ ہیں۔

قاری عبدالرحیم پانی پتی ف ۱۱۵۵ وطن پانی پت۔ تجوید و قراءت عبدالسلام پانی پتی سے سیکھی۔ مدرسہ عربیہ گنبدان میں صدر المدرسین رہے۔ ایک عرصے تک تجوید و قراءت کا درس دیکر ۱۳۶۵ھ میں وفات پائی۔

قاری احمد سعید الہ آبادی ف ۱۱۵۶ وطن الہ آباد۔ ولادت ۱۳۰۹ھ میں ہوئی۔ کتب درسیہ مولوی عبدالکبیر بہاری سے پڑھیں تجوید و قراءت شیخ القراء عبدالرحمٰن مکی سے حاصل کیں۔ انگریزی بھی پڑھی۔ کلکتہ اور بمبئی کے مدارس میں پڑھانے کے بعد بنارس میں مدن پورے میں مقیم ہوگئے جہاں تجوید و قراءت و دیگر علوم کا درس دیتے رہے۔ وفات ۱۳۶۵ھ میں ہوئی۔ [2]

---

[1] واقعات بالا قاری عنایت اللہ کے دو شاگرد قاری جمیل احمد صاحب کانپوری و قاری خلیل الرحمٰن مئوی سے سنکر درج کئے گئے نیز شیخ القراء حافظ اظہر حسن کی تالیف سے واقعات بالا کی تصدیق ہوتی ہے [2] تراجم علمائے ہند از ابو یحیٰ امام خان نوشہروی

دوازدہ سالہ دورِ آزادی

از ۱۳۶۵ھ تا ۱۳۷۷ھ

باب پانزدھم

ف ۱۱۶۱ میں یہہ چاہتا تھا کہ جلد دوم کو ۱۳۷۷ھ تک جو قرا، انتقال کر چکے ہیں اون کے حالات لکھ کر جلد سوم میں قرائے حال کا ذکر کروں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب زندہ اور برسرکار ہیں اس لئے اس باب میں دورِ آزادی کے صرف بارہ سال کا ذکر آئے گا۔

ف ۱۱۶۲ اس قلیل مدت میں تجوید و قراءت کی جو کتابیں تصنیف ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں :۔

(۱) "رہنمائے تجوید المعروف بہ میزان التجوید" جس کو مقری محمد سلیمان دیوبندی ثم سہارن پوری نے ۱۳۶۶ھ میں طبع کرایا۔

(۲) قاری محمد ابراھیم ساکن نواکھالی نے نزھت القاری کو ۱۳۶۷ھ میں طبع کرایا۔

(۳) قاری حافظ شفیق الحسن بھوپالی نے ایک رسالہ تجوید "مصباح القرآن" کے نام سے ۱۳۶۷ھ میں طبع کرایا۔

(۴) قاری عبد الصبور حیدرآبادی نے "مفتاح التجوید" لکھکر ۱۳۷۱ھ میں طبع کرایا۔

(۵) قاری حافظ محب الدین احمد الہ آبادی نے "تمنیاء البرھان فی جواب علیٰ خط القرآن" لکھ کر ۱۳۷۱ھ میں طبع کرایا۔

(۶) قاری حافظ محب الدین احمد الہ آبادی نے دوسری تالیف "جامع الوقف و معرفۃ الوقوف" ۱۳۷۱ھ میں شائع کی۔

(۷) قاری حافظ عبد الخالق سہارن پوری نے ایک رسالہ تجوید مکمل تیسیر کے نام سے ۱۳۷۱ھ میں شائع کیا

(۸) قاری حافظ فتح محمد نابینا نے شرح قصیدہ لامیہ شاطبی کو کراچی سے ۱۳۷۲ھ میں طبع کرایا۔

(۹) نیز ترجمہ التیسیر اردو میں ۱۳۷۲ھ میں طبع کرایا

(۱۰) نیز وجوہ المفسرہ کا اردو ترجمہ ۱۳۷۲ھ میں طبع کرایا۔

(۱۱) حافظ مقری محمد ابراھیم سہارن پوری نے مکمل مظاہر التجوید اردو میں لکھ کر ۱۳۷۳ھ میں طبع کرایا۔

(۱۲) قاری مظفر حسین حیدر آبادی نے "التجوید" اردو میں لکھ کر ۱۳۷۵ھ میں طبع کرایا۔

(۱۳) قاری عبدالحی اعظمی مبارک پوری نے حمایت الوقف لکھ کر ۱۳۷۵ھ میں شائع کیا۔ نیز ایک رسالہ زیر طبع ہے جس کا مسودہ میں نے اون کے پاس کلکتے میں دیکھا تھا۔

(۱۴) آغا محمد علی المعروف بہ محمد عبدالمنان نے مفید القاری کے نام سے ایک رسالہ تالیف کر کے ۱۳۷۵ھ میں طبع کیا

قاری منیر علی حیدر آبادی ف ۱۱۶۳ وطن حیدر آباد۔ دکن ولادت ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔ فارسی و عربی کے ماہر تھے۔ تجوید و قراءت پہلے قاری تونسی صاحب سے سیکھی۔ من بعد شیخ القراء عبدالحق مکی سے سبعہ کی سند لی۔ مدرسہ تعلیم المدرسین میں برسوں قرآن مجید کا درس دیتے رہے۔ آپ کے شاگرد بھی کثرت سے ہیں۔ قراءت پر ایک اچھا رسالہ "خلاصۃ التجوید" کے نام سے مرتب کر کے ۱۳۴۱ھ میں شائع کرایا جو بہت مقبول ہوا۔ دس سال کے بعد دوسری مرتبہ طبع ہوا۔ نیز آپ نے "رسالہ تشریح نقشہ جات تجوید" بھی شائع کیا۔ وفات ۱۳۶۶ھ میں ہوئی۔

قاری عبدالرشید خان بھوپالی ف ۱۱۶۴ وطن بھوپال۔ والد کا نام امام خان۔ قاری محمد بختیار خان سے تجوید و قراءت سیکھی۔ ایک عرصے تک موتی مسجد کے امام رہے۔ بہت سے شاگرد بنائے۔ قاری عبدالشکور اون کے شاگردوں میں ہیں۔ قاری عبدالرشید خان کا انتقال ۱۳۶۶ھ میں ہوا۔

قاری حافظ عبدالقیوم عباسی ف ۱۱۶۵ وطن پانی پت۔ والد کا نام قاری عبدالسلام عباسی اونکی والدہ جمیل النساء، قاری محمد عبداللہ کی لڑکی تھیں جو شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن پانی پتی کے بڑے بھائی تھے۔ حفظ و تجوید و قراءت کی تکمیل لڑکپن ہی میں اپنے والد سے کی۔ قاری عبدالسلام انصاری سے یہہ فن حاصل کیا۔ ایک عرصے تک پانی پت میں تجوید کی خدمت کرتے رہے۔ وفات ۱۳۶۶ھ میں ہوئی

قاری حافظ حاجی محمد محی الدین سجادہ نشین پھلواری شریف ف ۱۱۶۶ والد کا نام بدرالدین۔ وطن پھلواری شریف (پٹنہ) ولادت ۲۹ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ چار سال کی عمر میں ۱۳۰۰ھ میں اپنے ماموں شاہ عبدالحق صاحب سے مکتب کی پڑھائی شروع کی۔ والد کی نگرانی میں حفظ قرآن با تجوید کی تکمیل کی۔ یعنے حفظ کے ساتھ تجوید کے قواعد بھی سیکھ لئے۔ ۱۳۱۸ھ میں دستار بندی کی رسم ہوئی مولانا عبدالرحمٰن ناصری سے علوم کی سند لی۔ فن طب بھی سیکھا۔ فن تجوید میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ سننے والے کمال فن کے معترف ہیں۔ صاحبزادے امان اللہ خان کو جب وہ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں زیر تعلیم تھے تجوید کی اہمیت جتلاتے ہوئے اور اوس کی جانب مائل کرتے ہوئے حضرت نے لکھا "ہمارے خاندان میں فن تجوید کے ماہرین ہوتے آئے ہیں لیکن خوش الحانی مفقود رہی۔ لیکن اہل دل اور صاحب حال تھے۔ اونکی قراءت کا اثر سننے والوں پر پڑتا تھا۔"

(ب) ۱۳۱۴ھ میں حج کیا۔ اوس کے بعد درس و تدریس میں عمر بسر کی۔ وفات سہ شنبہ ۲۹ رجمادی الاول ۱۳۶۶ھ کو ہوئی۔ ۱؎ آپکے خاندان میں قرآن شریف کا ایک نسخہ موجود ہے۔ جو ملّا وجیہ الحق محدث (تلمیذ ارشد ملا عتیق محدث بہاری المتوفی ۱۱۳۵ھ) کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے جس کی کتابت دو ماہ ۲۶ یوم کے اندر ۱۱۴۵ھ میں پایہ تکمیل کو پہونچی۔ قرات سبعہ کے اختلافات حاشیئے پر مندرج ہیں۔

قاری حافظ احمد جان خان سہسرامی | **ف ۱۱۶۷** وطن سہسرام۔ ولادت ۱۳۰۱ھ میں ہوئی۔ جید حافظ و قاری تھے۔ چترا میں آکر رہ گئے۔ درس و تدریس میں وقت صرف کیا قرآن مجید سے بڑا شغف تھا۔ روزانہ دس پارے پڑھنے کا معمول تھا۔ رمضان شریف میں پندرہ پاروں کی تلاوت ہوتی تھی۔ چترا والے آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔

(ب) تین چار روز کی علالت میں انتقال ہو گیا۔ ہمیشہ سے ریح کا عارضہ تھا۔ اوسی کی شدت کا گمان ہوا مگر طبیب کو بلایا تو معلوم ہوا کہ جگر شق ہو گیا ہے۔ زیست کی توقع نہیں۔ اوسکے بعد آپ نے چترا کے لوگوں کو بلا کر بیوی۔ بیٹی اور سب کا حصہ اونکو دیدیا۔ سات سو روپیے حج کے لئے علٰحدہ رکھے تھے اپنی ہر چیز تقسیم کر دی مرنے سے پہلے مولانا رحمت اللہ کو بلایا۔ حضرت نے بطور تسلی کہا کہ حافظ صاحب کیا موت سے ڈرتے ہو۔ کہا نہیں۔ آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آپ نائب رسول اللہ ہیں ہم آپکے سامنے اپنے مسلمان ہونے اور اللہ کو ایک ماننے اور اوسکے رسول کو برحق جاننے کا اقرار کرتے ہیں آپ گواہ رہیں۔" کلمہ پڑھا اور کہا۔ بس اب آپ جائیے اور صبح کی نماز پڑھیے میں بھی تیمم سے نماز پڑھتا ہوں۔" اس کے بعد کلّی سے فارغ ہوئے تھے کہ روح پرواز ہو گئی۔

(ج) دیہات کے گوشہ نشین حافظوں کی اس سادہ موت میں ہمیں بڑا سبق ملتا ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرنے والے کس اطمینان و سکون کے ساتھ اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتے ہیں۔

(د) وفات ۱۳۶۶ھ میں ہوئی۔ اونکے شاگرد مولانا محمد اسمٰعیل و فضل الرحمٰن تھے۔ مولانا محمد اسمٰعیل بہت اچھے حافظ و قاری ہیں۔ جن کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ فضل الرحمٰن کا اوس وقت انتقال ہو گیا جب کہ وہ ۲۲ پارے حفظ کر چکے تھے۔ ۲؎ ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۱۶۹۔

قاری حافظ سعادت علی خان | **ف ۱۱۶۸** وطن ٹونک۔ والد کا نام نواب ابراھیم علی خان والی ٹونک ولادت ۱۲۹۶ھ کی ہے۔ ۱۳۵۰ھ ۱۹۳۲ء میں تخت نشین ہوئے۔ عمر کا بڑا حصہ

۱؎ حالات زندگی از عون احمد قادری ۲؎ واقعات بالا حافظ قاری محمد اسمٰعیل صاحب نے خود مجھ سے بیان کئے جو اوسی طرح نوٹ کر لئے گئے۔ اون سے ملاقات ۱۳۷۷ھ میں گیا میں ہوئی تھی۔

نواب محمد علی خان کے ساتھ بنارس میں گذرا جو آپکے دادا تھے۔ اون ہی کے زیر پرورش رہکر تعلیم و تربیت پائی۔ حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ تراویح میں قرآن مجید سناتے تھے۔ آپ نے قراء و علماء و حفاظ کی بڑی خدمت کی۔ وفات ۱۳۶۷ھ میں ہوئی۔ آپکے بعد آپکے بھائی اسمٰعیل علی خان والی ٹونک ہوئے جو اب وظیفہ پارہے ہیں۔

قاری حافظ محمد سلیمان بن داؤد بھوپالی | **ف ۱۱۶۹** محمد سلیمان ابن حافظ اسمٰعیل ابن حافظ محمود ابن محمد داؤد خان، دہلی کے ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۸۵۵ جس میں حافظ نواب غلام رسول خان کا شجرہ درج ہے۔ قاری حافظ محمد خلیل خان کے فرزند قاری حافظ داؤد خان (مستقیم جنگ) تھے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۸۵۸ میں کیا گیا ہے۔ قاری محمد سلیمان کے والد حافظ محمد اسمٰعیل شاعر بھی تھے۔ ذہین تخلص کرتے تھے۔ مشیر الدولہ کا خطاب پایا تھا۔ ہر ہائینس نواب شاہجہان بیگم نے اپنے برادر میاں نظیر محمد خان کی لڑکی سے اون کا عقد کردیا۔ آپ کا قیام دہلی میں رہا۔ غدر کے بعد جب دہلی کے خاندان تباہ و تاراج ہوئے تو قاری سلیمان صاحب کے نانا نواب مرزا خلف نواب مغل بیگ جو حافظ بھی تھے مکہ معظمہ ۱۲۸۲ھ میں چلے گئے اونکے ساتھ قاری محمد سلیمان کی والدہ اور قاری سلیمان جن کی عمر اس وقت ۶ ماہ کی تھی۔ مکہ معظمہ پہونچگئے۔ وہاں مولوی رحمت اللہ صاحب کی نگرانی میں تربیت ہوی نواب مرزا کا انتقال مکہ معظمہ میں ۲۶ رجادی الاول ۱۲۹۹ھ میں ہوا۔ مولوی رحمت اللہ صاحب کا انتقال ۱۳۰۸ھ میں ہوا

(ب) قاری محمد سلیمان صاحب نے مدرسہ صولتیہ میں تعلیم پائی۔ اساتذہ ذیل سے استفادہ کیا (۱) مولوی احمد حسن (۲) مولوی حضرت نور (۳) قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی۔

(ج) بعد فراغت قرات سبعہ مدرسہ صولتیہ میں چھ سال تجوید کے مدرس رہے۔ ۱۳۰۵ھ میں حیدرآباد کے نواب صدیق یار جنگ حج کے لئے گئے تو اپنے نبیرہ میر ولایت علی کو بغرض تعلیم فن تجوید قاری محمد سلیمان کے سپرد کیا۔ نیز اون سے حیدرآباد آنے کی خواہش کی۔

(د) قاری محمد سلیمان ۱۳۱۰ھ میں حیدرآباد آئے۔ اوسی سال اونکے والد کا انتقال بھوپال میں ہوا۔ دارالعلوم میں شیخ التجوید مقرر ہوئے۔ ۱۳۱۸ھ میں تحفۃ الطلاب کے نام سے ایک تجوید کا رسالہ لکھا جو قاری حکیم حافظ محمد عنایت اللہ خان شاگرد قاری سلیمان کی کوشش سے طبع ہوا۔

(ہ) دس سال کے بعد جب بیگم صاحبہ بھوپال نے شاہجہانی مسجد بنائی تو قاری صاحب کو بھوپال طلب کرلیا وہاں جاکر قاری صاحب ۱۳۵۰ھ تک رہے۔ جب آپ کو وظیفہ ہوگیا تو آپ پھر حیدرآباد آگئے۔ تقریباً ۱۳۶۰ھ میں وفات ہوئی۔ شاہ خاموش صاحب کی درگاہ میں دفن ہوئے۔

(و) قاری صاحب خوبرو۔ خوش سلیقہ۔ نفاست پسند۔ نازک مزاج۔ سلیقہ شعار۔ مستغنی المزاج وائم الملف

کا اچھا نمونہ تھے۔ شاگردوں سے سوغات تک لینا پسند نہیں کرتے تھے۔ بڑے خوش الحان اور جید حافظ تھے امراء کی دربارداری اور خوشامد کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ بھوپال میں بھی بڑے وقار سے رہے اور حیدرآباد میں بھی خاموش زندگی گذار دی۔ متانت پسندی و وقار کی یہہ کیفیت تھی کہ کسی کام میں عجلت کرنا پسند نہ فرماتے۔ ریل پر بھی جانا ہوتو وقت سے پہلے جاتے۔ وقت کم ہوتا تو کہتے آج نہیں کل جائیں گے۔

(س) آپ کے پاس ایک حمائل تھی جس کو آپ بہت عزیز رکھتے تھے اوسی پر حفظ کیا تھا اوسی پر سبعہ کا حاشیہ لکھکر اپنے استاد کو سنایا تھا۔ تمنا تھی کہ کوئی شخص اوس حاشیے کے ساتھ اوس کو طبع کرادے چونکہ دس ہزار سے کم کا صرفہ نہ تھا اس لئے خود طبع نہ کراسکے۔ ایک امیر کبیر نے وعدہ کیا کہ وہ طباعت کے اخراجات اٹھالیں گے تو آپ نے وہ حمائل اونکو دیدی۔ پھر نہ تو اوس کی طباعت ہوئی اور نہ حمائل ہی واپس ملی جس کا افسوس کرتے تھے۔ [1]

(ح) آپ کو تین لڑکیاں اور دو لڑکے تھے۔ بڑی لڑکی نے ایک روایت سے تجوید سیکھی تھی۔ تلمذ حضرت حافظ فضل علی سے تھا۔ قاری صاحب کے شاگردوں میں ممتاز نام یہہ ہیں:۔ (۱) قاری حافظ فضل علی (۲) حکیم قاری حافظ محمد عنایت اللہ خان قاری سبعہ (۳) قاری حافظ عبد الحی بھوپالی (۴) قاری نظیر حسن شریف (۵) قاری محی الدین شریف وغیرہ

مقری حافظ محمد نذر نابینا امروہی ف ۱۱۷۰ وطن امروہہ۔ ولادت ۱۳۰۷ھ۔ شیخ القراء ضیاءالدین احمد سے امروہہ میں حفظ کیا۔ بعد ازاں تجوید و قراءت سبعہ و عشرہ کے درسیات کی تکمیل کی۔ علوم متداولہ بھی سیکھے۔ آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ تیسیر و شاطبیہ۔ درہ۔ طیبہ قصیدۂ رائیہ جملہ کتابیں از برتھیں۔ بے تکلف ان سب کتابوں کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ قرات سبعہ و عشرہ کی اجرائی میں اس قدر ملکہ تھا۔ نیز تمام طرق و اختلافی وجوہ اس قدر مستحضر تھے کہ سبعہ و عشرہ میں کوئی وجہ نہ چھوٹتی تھی اور نہ خلط طرق ہوتا تھا۔ بہت خوش الحان اور جہیر الصوت تھے۔ عربی لب و لہجہ کے ساتھ بڑی خوبی سے تلاوت کرتے۔ تحصیل و تکمیل کے بعد گجرات۔ سورت وغیرہ پر مدرس رہے مگر ہمیشہ استاد کی معیت مقصود رہی۔ جب حضرت جونپور گئے تو حضرت ہی کی خدمت میں رہنے کی خواہش کی چنانچہ حضرت نے آپ کو وہیں طلب کر کے مدرسہ فارو قیہ میں مدرسی کی خدمت پر مامور کرلیا۔ جب شیخ القراء معین القضاۃ کی طلبی پر لکھنو گئے تو آپ بھی چند روز کے بعد لکھنو بلائے گئے۔ آخر عمر تک۔ اوسی مدرسہ میں

---

[1] واقعات بالا قاری صاحب کے داماد کرنل مرزا جیلانی بیگ۔ اور بڑی لڑکی سے سنکر درج کئے گئے۔

درس و تدریس میں مصروف رہے۔ بالآخر بمقام لکھنؤ ۱۳۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادی کی قبر سے بائیں جانب دفن کیا گیا۔ آپ نے تجوید میں ایک مختصر رسالہ اردو میں ارقام فرمایا۔ جو مبتدیوں کے لئے مفید اور اون کی استعداد کے مطابق ہے۔

قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی | **ف ۱۱۷۱** وطن بھوپال۔ محلہ چھاؤنی۔ والد کا نام مولوی عبدالقادر خان ولادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔ قاری حافظ عبدالهادی خان صاحب سے تجوید و قراءت سیکھی۔ سرکاری دفتر میں ملازم ہوئے۔ موتی مسجد میں تراویح پڑھایا کرتے تھے وفات ۱۳۶۹ھ میں ہوئی۔

قاری حاجی حبیب الرحمٰن خان شروانی المخاطب بہ نواب صدر یار جنگ | **ف ۱۱۷۲** مولد بھیکم پور۔ ضلع علیگڈھ۔ تاریخ ولادت ۲۸ شعبان ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء۔ ابتدائی تعلیم قرآن مجید سے شروع ہوئی۔ علوم متداولہ کے ساتھ تجوید و قراءت قاری عبدالرحمٰن مکی سے (جو اس وقت مدرس احیاء العلوم تھے) سیکھی۔ قصیدہ جزریہ ان ہی سے پڑھا۔ پھر قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے استفادہ کیا۔ مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے بیعت تھے معیاری ادیب و مصنف ہونے کے علاوہ علیگڈھ اور ندوے کے تعلیمی و انتظامی معاملات میں عملی حصّہ لیتے تھے۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ کی مجلس انتظامی کے رکن رہ چکے تھے۔

(حب) ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ریاست حیدرآباد میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہوئے حضور نظام سے صدر یار جنگ کا خطاب پایا۔ ۱۹۲۶ء میں حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ مکہ معظمہ میں قاری عبدالرحیم کو پورا کلام پاک سنایا اور مدینہ منورہ میں قاری حسن شاعر سے رسالۂ قراءت پڑھا۔ آخری سبق مسجد نبوی میں لے کر قراءت کی سند حاصل کی۔

(ج) ۱۹۳۰ء میں وظیفہ حسن خدمت پر علیحدہ ہوئے۔ ۸۶ سال کی عمر میں ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۵۰ء کو وفات ہوئی۔ کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ حبیب گنج میں ایک بڑا کتب خانہ ہے جو اب بھی اچھی حالت میں ہے۔ بہت سی قلمی نایاب کتابیں اوس میں موجود ہیں۔ [۱]

قاری عبدالرحمٰن رامپوری | **ف ۱۱۷۳** مولد رامپور۔ والد کا نام قاری علی حسین رامپوری جو شیخ القراء عبدالرحمٰن انصاری محدث کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ والد سے تجوید و قراءت

---

[۱] معارف ڈسمبر ۱۹۵۰ء

سبعہ سیکھیں۔ پھر مدرسہ عالیہ رامپور میں مدرس ہوئے۔ ایک عرصے تک تجوید کی خدمت کرنے کے بعد ۱۳۷۱ھ میں وفات ہوئی۔

ف ۱۱۷۴ **قاری حافظ ادریس خان بھوپالی**

مولد بھوپال۔ والد کا نام شیخ القراء حافظ عبدالھادی خان بھوپالی (خاندانی حالات کے لئے ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۰۹۶) الیاس خان کے چھوٹے بھائی تھے۔ جید حافظ اور خوش الحان قاری تھے۔ اپنے والد سے سبعہ قرات کی تکمیل کی۔ محلات شاہی میں اچھا رسوخ تھا۔ وفات ۱۳۷۱ھ میں ہوئی۔

ف ۱۱۷۵ **قاری حافظ عبدالوہاب گونڈوی**

گونڈے میں ایک مدرسہ "مدرسہ فرقانیہ" کے نام سے قائم ہے جس کے مہتمم محمد افضال الحق صاحب قاسمی اور سرپرست مولانا حمید الدین صاحب کلکتوی ہیں۔ اس مدرسہ میں قاری عبدالوہاب صاحب نے بیس سال تک درس دیا ہے۔ بہت سے طالب علموں کو تجوید و قراءت سکھائی ہے۔ نیز حفظ کی تکمیل کی ہے۔ آپ شیخ القراء عبدالمالک صاحب کے شاگرد تھے۔ وفات ۱۳۷۱ھ میں ہوئی۔ اونکے دو ممتاز شاگرد قاری عبدالرزاق صاحب و قاری حافظ زمان خان صاحب ہیں۔ دونوں حفظ قرآن کے مدرس ہیں۔

ف ۱۱۷۶ **شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد الہ آبادی**

وطن نارہ ضلع الہ آباد۔ والد کا نام منشی شیخ عبدالرزاق۔ ولادت بروز جمعہ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۰ھ (مطابق ۲۵ جولائی ۱۸۷۳ء) اپنے چچا منیر الدین احمد سے مروجہ درسی کتابیں پڑھیں۔ شیخ القراء عبدالرحمن مکی سے تجوید و قرات سبعہ و عشرہ کی تکمیل کی۔ تجوید کے مدرس ہوکر مدرسہ اسلامیہ عربیہ واقع جامع مسجد امروہہ تشریف لے گئے۔ امروہے کے مدرسہ میں مولانا احمد حسن صاحب محدث و مولانا عبدالرحمٰن صاحب مفسر و محدث سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی۔ چونکہ اس مدرسے میں ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے تلامذہ دور دور سے آتے تھے اس لئے بے شمار طلباء تجوید و قراءت سے بھی مستفید ہوئے۔ یہیں سے آپ کی شہرت بڑھی۔ پھر آپ ہندوستان کے مشہور و معروف مدارس مثلاً مدرسہ تجوید القرآن سہارن پور۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو۔ مدرسہ قرات القرآن کانپور۔ مدرسہ فاروقیہ جامع مسجد جونپور۔ مدرسہ سبحانیہ جامع مسجد الہ آباد۔ مدرسہ عربیہ سرائے میر۔ اعظم گڑھ۔ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں کافی عرصے تک قیام فرماکر قرآن پاک اور علم تجوید و قراءت کی خدمت انجام دیتے رہے۔

(ب) متقی و پرہیزگار۔ منکسر المزاج واقع ہوئے تھے۔ چونکہ مختلف مدارس میں رہ کر تعلیم دی ہے اس لئے آپ کے شاگرد ہندوستان اور پاکستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

درس و تدریس میں مصروف رہے۔ بالآخر بمقام لکھنؤ ۱۳۶۷ھ میں انتقال ہوا۔ شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی کی قبر سے بائیں جانب دفن کیا گیا۔ آپ نے تجوید میں ایک مختصر رسالہ اردو میں ارقام فرمایا۔ جو مبتدیوں کے لئے مفید اور اون کی استعداد کے مطابق ہے۔

قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی

ف ۱۱۷۱ وطن بھوپال۔ محلہ چھاؤنی۔ والد کا نام مولوی عبدالقادر خان ولادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔ قاری حافظ عبدالهادی خان صاحب سے تجوید و قراءت سیکھی۔ سرکاری دفتر میں ملازم ہوئے۔ موتی مسجد میں تراویح پڑھایا کرتے تھے وفات ۱۳۶۹ھ میں ہوئی۔

قاری حاجی حبیب الرحمٰن خان شروانی المخاطب بہ نواب صدر یار جنگ

ف ۱۱۷۲ مولد بھیکم پور۔ ضلع علیگڈھ۔ تاریخ ولادت ۲۸ر شعبان ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء۔ ابتدائی تعلیم قرآن مجید سے شروع ہوئی۔ علوم متداولہ کے ساتھ تجوید و قراءت قاری عبدالرحمٰن مکی سے (جو اس وقت مدرس احیاء العلوم تھے) سیکھی۔ قصیدہ جزریہ ان ہی سے پڑھا۔ پھر قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے استفادہ کیا۔ مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی سے بیعت تھے معیاری ادیب و مصنف ہونے کے علاوہ علیگڈھ اور ندوے کے تعلیمی و انتظامی معاملات میں عملی حصہ لیتے تھے۔ دار المصنفین اعظم گڑھ کی مجلس انتظامی کے رکن رہ چکے تھے۔

(ب) ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ریاست حیدر آباد میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہوئے حضور نظام سے صدر یار جنگ کا خطاب پایا۔ ۱۹۲۶ء میں حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ مکہ معظمہ میں قاری عبدالرحیم کو پورا کلام پاک سنایا اور مدینہ منورہ میں قاری حسن شاعر سے رسالہ قراءت پڑھا۔ آخری سبق مسجد نبوی میں لے کر قراءت کی سند حاصل کی۔

(ج) ۱۹۳۰ء میں وظیفہ حسن خدمت پر علیحدہ ہوئے۔ ۸۶ سال کی عمر میں ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۵۰ء کو وفات ہوئی۔ کتابیں جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ حبیب گنج میں ایک بڑا کتب خانہ ہے جو اب بھی اچھی حالت میں ہے۔ بہت سی قلمی نایاب کتابیں اوس میں موجود ہیں۔ ؎۱

قاری عبدالرحمٰن رامپوری

ف ۱۱۷۳ مولد رامپور۔ والد کا نام قاری علی حسین رامپوری جو شیخ القراء عبدالرحمٰن انصاری محدث کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ والد سے تجوید و قراءت

؎۱ معارف ڈسمبر ۱۹۵۰ء

(ج) بروز شنبہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ کو الہ آباد میں انتقال ہوا۔ آپ کی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں (۱) ضیاء القراءت اردو میں مختصر و مفید۔ طرز بیان اور عبارت بہت آسان ہے۔ یہہ رسالہ ۱۳۲۵ھ (مطابق ۱۹۰۷ء) کی تالیف ہے۔ اکثر عربی مدارس میں داخل نصاب و مقبول ہے (۲) خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن عربی میں اختصار و جامعیت کے ساتھ مسائل تجوید کی تحقیق و تدقیق میں یہہ رسالہ بے نظیر ہے۔ اختصار کے باعث بہت ادق ہو گیا ہے۔ ۱۳۲۰ھ کی تالیف ہے تین بار طبع ہوا۔ (۳) حضرت نے خود اوس کی تشریح میں ضیاء القرآن فی شرح خلاصۃ البیان عربی زبان میں مرتب کرنی شروع کی تھی مگر تکمیل نہ کر سکے (۴) قصیدہ رائیہ شاطبیہ کی شرح اردو جو نامکمل ہے۔

ف ۱۱۷۷ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان نے (جو ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی جو آپ کے تلامذہ میں سے تھے) علمی نقوش میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:۔ "آپ قاری عبدالرحمٰن مکی کے شاگرد رشید تھے حافظ۔ عالم۔ قرات عشرہ کے ماہر تھے۔ بعض لوگوں کو شاید یقین نہ آئے مگر یہہ حقیقت ہے کہ اجنہ میں سے کئی ایک آپکے شاگرد تھے۔ اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود سادگی اور عجز کا مجسمہ تھے۔ صحیح معنی میں متقی تھے غیبت سے سخت نفرت تھی۔ اپنی خامیوں پر نظر رکھتے ہوئے خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے ہر کس و ناکس سے دعا کراتے تھے (راقم الحروف کو علیگڈھ میں اون سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے۔ لکھنؤ میں مولانا عین القضاۃ نے اپنے مدرسہ کا نام ان ہی کی تجویز پر مدرسہ فرقانیہ رکھا۔ یہہ وہاں کے پہلے مدرس تھے۔ شبیر احمد عثمانی کی دستار بندی انکے ہاتھوں عمل میں آئی"۔

(ب) آپ کے تلامذہ میں مشہور نام یہہ ہیں:۔ (۱) قاری حافظ عبدالمعبود برادر خورد۔ (۲) قاری حافظ محمد نذر نابینا (۳) قاری حافظ محمد صدیق میمن سنگھی (۴) حکیم قاری عبدالرحیم خان (۵) قاری حافظ محمد عبداللہ تھانوی مرادآبادی (۶) قاری حافظ عبدالمالک (۷) قاری حافظ حکیم محمد عنایت اللہ (۸) قاری وصی الرحمٰن اسلام آبادی (۹) قاری محمد صالح لکھنوی (۱۰) قاری جمیل الرحمٰن لکھنوی (۱۱) قاری ریاض الدین احمد المتوفی ۱۳۳۷ھ فرزند اکبر۔ (۱۲) قاری حافظ عصام الدین صدیقی فرزند دوم (۱۳) قاری حافظ مستجاب الدین فرزند سوم (۱۴) قاری حافظ محب الدین فرزند چہارم (۱۵) قاری حافظ ریاست علی (۱۶) قاری خلیل احمد لکھنوی (۱۷) قاری حافظ اظہر حسن عرف ابرار احمد امروہی ثم کرتولی (۱۸) قاری سید محمد زکریا ملیح آبادی (۱۹) قاری محمد سلیمان دیوبندی ثم سہارنپوری (۲۰) قاری عبدالقوی لکھنوی (۲۱) پروفیسر غلام مصطفےٰ خان علیگڈھی۔ [۱]

قاری شیخ محمد ناظم دارالعلوم مئو | ف ۱۱۷۸ عالم و فاضل متقی و پرہیزگار۔ ناظم دارالعلوم مئو۔ ۱۳۵۲ھ

---

[۱] رسالہ سلسلہ رحمانیہ ضیائیہ مرتبہ مولانا اظہر حسن صاحب عرف ابرار احمد امروہی۔

سے لیکر ۱۳۷۲ھ تک یعنے بیس سال سے زیادہ اس ادارے کی خدمت انجام دی۔ شیخ القراء عبدالرحمن مکی کے صحبت یافتہ تھے۔ تجوید و قراءت بھی اوس سے سیکھی تھی۔ قراءت سبعہ کی تکمیل بعد ازاں قاری حافظ ریاست علی صاحب سے کی۔ تجوید کے بڑے شائق تھے۔ ہر طالب علم کو تجوید سیکھنے کی ترغیب دیا کرتے تھے روزانہ کھانے سے پہلے پندرہ بیس منٹ قرآن شریف کی تلاوت لازمی تھی۔ جس کی ہر طالب علم پابندی کیا کرتا تھا وفات ۱۳۷۲ھ میں ہوئی۔[۱]

شیخ القراء حافظ بختیار خان قاری سبعہ بھوپالی

ف ۱۱۷۹ افغانی النسل۔ والد بھوپال میں آکر بس گئے تھے۔ والد کا نام گل دراز خان۔ ولادت ۱۲۹۱ھ میں ہوئی۔ قاری شیخ محمد افغانی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ سبعہ قرات کی تکمیل شیخ القراء عبدالهادی خاں صاحب سے کی۔ بافیض بزرگ تھے۔ مسجد مدرسہ آصفیہ میں امام تھے۔ بیحد خوش الحان اور جید حافظ تھے۔ مدرسہ عبیدیہ میں شیخ التجوید ہوئے جہاں بیس سال تک درس دیا۔

(ج) ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۷۲ھ کو انتقال ہوا۔ جب قبر میں رکھا گیا تو ایسی روشنی دکھائی دی کہ لوگ بے تاب ہو گئے۔ سب کو یقین ہوا کہ یہہ کلام اللہ کا نور تھا۔[۲] بھوپال اور اس کے اطراف میں آپکے بےشمار شاگرد پائے جاتے ہیں اون میں سے ممتاز شاگردوں کے نام یہہ ہیں:۔ قاری حافظ بشیر اللہ خان بھوپالی (۲) قاری حاجی لطیف الرحمن بھوپالی (۳) قاری حافظ پیر محمد صدیق حسین بھوپالی (۴) قاری ابراھیم بیگ بھوپالی (۵) قاری حافظ منشی عبدالرؤف (۶) قاری حافظ محمد اسحاق قاری سبعہ (۷) قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی (۸) قاری حافظ عبدالشکور (۹) قاری حافظ عبدالرشید (۱۰) قاری حافظ فضل الرحمن بھوپالی (۱۱) قاری حافظ محمد سلیمان دوم وغیرہ۔

ف ۱۱۸۰ قاری چھوٹے میاں آپکے فرزند تھے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۱۰۱ میں گذر چکا ہے۔ یہہ بیحد خوش الحان تھے۔ والد نے بڑی محنت سے حفظ و تجوید کی تکمیل کرائی تھی وفات بیس سال کی عمر میں ۱۳۱۴ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ محمد عمر بھوپالی

ف ۱۱۸۱ وطن بھوپال۔ ولادت ۱۲۹۳ھ میں ہوئی۔ خوش الحان قاری اور جید حافظ تھے۔ جامع مسجد بھوپال کے امام مقرر ہوئے۔ ۱۳۰۲ھ میں وطن میں ڈوب جانے کی وجہ سے وفات واقع ہوئی۔

---

[۱] واقعات بالا حافظ قاری ریاست علی شیخ التجوید دارالعلوم مئو نے مجھ سے بیان کئے جب میں نے ۱۷ ارزونا ۱۱ ۱۳۷۷ھ کو اون سے ملاقات کی تھی۔ [۲] مجھ سے یہہ واقعہ اونکے دو شاگردوں نے یعنے حافظ پیر محمد صدیق حسین بھوپالی اور قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی نے بیان کیا۔ جو دفن کے وقت موقعہ پر موجود تھے۔

قاری حافظ ضیاء الدین دوم قاری سبعہ اعظم گڑھی | ف ۱۱۸۲ وطن قصبہ فتح پوری ضلع اعظم گڑھ۔ ولادت ۱۳۱۵ھ میں ہوئی۔ قاری حکیم عنایت اللہ صاحب سے تجوید و قرأت سبعہ و حفظ کی تکمیل کی۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ ۵۷ سال کی عمر میں ۱۳۷۲ھ میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ جمیل الرحمٰن لکھنوی | ف ۱۱۸۳ وطن لکھنو۔ والد کا نام حافظ عبد الصمد۔ ولادت ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔ آپ قاری حافظ محمد صالح کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کا خاندان لکھنو میں حفظ و قراءت کے لئے مشہور ہے۔ تراب خان کٹرا میں رہتے تھے۔ لکھنو و کانپور میں شیخ القراء حافظ ضیاء الدین سے تجوید و قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں لکھنو اور کانپور کے عربی مدارس میں مدرس تجوید رہ چکے تھے۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں چار سال رہے وفات ۱۳۷۲ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ حاجی پیر سید جماعت علی شاہ | ف ۱۱۸۴ وطن علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ۔ والد کا نام کریم شاہ۔ ولادت ۱۲۵۲ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم علی پور میں ہوئی۔ وہاں سے سیالکوٹ آکر حفظ کی تکمیل کی۔ پانی پت جاکر شیخ القراء عبد الرحمٰن انصاری محدث پانی پتی سے تجوید سیکھی۔ کانپور جاکر متداول علوم کی تکمیل کی۔ نقشبندیہ سلسلے کے بزرگ تھے۔ ہندستان میں بہت لوگ آپ سے بیعت ہوئے۔ وعظ میں بڑی کثرت سے لوگ آتے تھے۔ مواعظ کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ طویل عمر پائی تھی۔ ایک سو بیس سال کی عمر میں ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۷۲ھ میں انتقال ہوا۔

قاری قاضی بشیر الدین احمد پیارم پیٹی علاقہ ارکاٹ | ف ۱۱۸۵ وطن پیارم پیٹ علاقہ ارکاٹ۔ مدرسہ لطیفیہ ویلور میں تجوید و قراءت کی تعلیم حاصل کی۔ اوس کے بعد مدت العمر پیارم پیٹ میں تجوید کا درس دیتے رہے۔ بہت سے شاگرد پیدا کئے اون میں اونکے فرزند جمیل احمد بھی ہیں جو والد سے تجوید سیکھکر بڑی میٹ کی مسجد واقع مدراس میں امامت کرتے ہیں۔ قاضی بشیر الدین کا انتقال ۱۳۷۳ھ میں ہوا۔

قاضی حافظ شیخ محمد بیرم مدنی | ف ۱۱۸۶ وطن مدینہ۔ ترکی الاصل تھے۔ ولادت ۱۳۰۸ھ میں ہوئی۔ مدینہ میں تجوید سیکھی اور حفظ کی تکمیل کی۔ ۱۳۵۳ھ میں حیدرآباد دکن آئے۔ اوس وقت اونکی عمر ۴۵ سال کی تھی۔ چوک کی مسجد کے امام اور خطیب مقرر ہوئے۔ ۱۳ سال تک یہ خدمت انجام دینے کے بعد ۱۳۶۶ھ میں واپس مدینہ چلے گئے۔ اردو سے نابلد رہے۔ ۱۳۷۳ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا۔

قاری حافظ محی الاسلام پانی پتی | ف ۱۱۸۷ وطن پانی پت۔ ولادت تقریباً ۱۳۰۰ھ میں ہوئی

علوم درسیہ سیکھنے کے بعد شیخ القراء عبدالرحمٰن ضریر پانی پتی سے تجوید و قرارت سبعہ کی سند لی۔ خوش حال گھرانے سے تعلق تھا۔ قاری عبدالسلام انصاری و دیگر قراء وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اپنے استاد کی بڑی خدمت و عزت کرتے تھے۔ قرآن مجید کی بڑی خدمت کی۔

(ب) آپ نے طبقۃ القراء ہند لکھنی شروع کی تھی۔ مختلف مقامات کے قراء کے حالات جمع کر رہے تھے مگر اس کام کی تکمیل نہ ہو سکی۔ مسودات بھی سنا ہے کہ دہلی کے فسادات حالیہ میں تلف ہو گئے۔ آپ نے شرح سبعہ قرات کے نام سے ایک جلد شائع کی تھی۔ دوسری کی نوبت نہ آئی۔

(ج) تقریباً ۱۲۵۲ھ میں حیدرآباد بھی آئے تھے۔ اس وقت شیخ القراء میر روشن علی صاحب نے اپنے شاگردان عشرہ سے قراءت سنوائی تھیں۔ صاحب موصوف عشرہ کے قراء کو سنکر بہت خوش اور متاثر ہوئے

(د) آپ کے شاگردوں میں ممتاز قراء یہ ہیں :- (۱) مقری حافظ شیر محمد خان قاری سبعہ متوفی ۱۳۲۵ھ (۲) مقری حافظ فتح محمد نابینا قاری سبعہ جو فی الوقت پاکستان میں مقیم ہیں اور تجوید کی بڑی خدمت کر رہے ہیں (۳) مقری حاجی عبداللطیف قاری سبعہ جو دہلی میں باڑہ ہندو راؤ میں کام کرتے ہیں (۴) مقری محمد سلیمان خان صاحب قاری سبعہ جو مدرسہ تجوید القرآن واقع تکیہ والی مسجد بنگال پریس کے قریب محلہ آزاد مارکٹ دہلی میں درس دیتے ہیں (۵) قاری حافظ محمد عمر قاری سبعہ جو پانی پت میں مدرسہ تجوید القرآن واقع درگاہ کبیر الاولیاء میں کام کر رہے ہیں۔

(ھ) قاری حافظ محی الاسلام کی وفات ۱۳۷۳ھ میں ہوئی

قاری مولوی نورالرحمٰن فرنگی محلی

ف ۱۱۸۸ وطن لکھنو۔ والد کا نام نورالرزاق ابن نورالحسنین فرنگی محلی۔ پیدائش ۱۳۱۲ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم فرنگی محلی کے علماء سے ہوئی۔ جید عالم و مفتی ہوکر حیدرآباد دکن تشریف لائے۔ اعلیحضرت حضور نظام نے غیر معمولی اعزاز و اکرام کیا مغل پورے میں ایک بڑی کوٹھی رہائش کیلئے دی جواب تک قابل دید ہے۔ وہاں بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے۔ منصب و جاگیر بھی ملی۔ پورے حافظ تو نہیں تھے مگر بڑا حصہ قرآن کا زبانی یاد تھا۔ تجوید و قراءت لکھنو میں سیکھی تھی۔ حیدرآباد آنے کے بعد شیخ القراء میر روشن علی صاحب کو بھی سنایا۔ اون سے قراءت سبعہ بھی سیکھیں۔ قرآن مجید سے بڑا شغف تھا۔ ہر وقت تلاوت میں معروف رہتے تھے۔ سخاوت میں ہاتھ بہت کھلا ہوا تھا۔ ہزاروں سے روپیہ آتا اور سب دے ڈالتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر مولوی عبدالرحیم صاحب اول تعلقدار و ناظم عدالت وظیفہ یاب اس طرح کرتے ہیں کہ ایک جگہ مولوی صاحب کی موٹر ٹھہری اور فقیروں نے آگھیرا۔ آپ نے سب کو دیکر رخصت کیا۔ عبدالرحیم صاحب کہتے ہیں کہ میں ساتھ تھا

میں نے اون سے کہا" مولوی صاحب! ایسے ہٹے کٹوں کو دیکر کیا فائدہ یہہ تو کما کر بھی کھا سکتے ہیں۔ یہہ مستحق خیرات نہیں ہیں۔" تو مولوی صاحب آبدیدہ ہو گئے فرمایا کہ استحقاق کی بناء پر تو مجھے بھی نہیں ملتا۔ مجھے شرم آتی ہے کہ استحقاق کا سوال درمیان میں لاؤں۔ اس لئے میں اس پر عمل کرتا ہوں کہ چیزے بدہ درویش را چیزے مگو درویش را۔"

(ب) مولوی صاحب کبھی شکوہ و شکایت نہ کرتے۔ اور شکایت کو برا جانتے۔ علالت و تکلیف میں بھی حرف شکایت زبان پر نہ آتا۔ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو دو تین روز نزع کی تکلیف رہی مگر قرآن شریف کا پڑھنا جاری رہا۔ مولوی عبدالرحیم صاحب ناظم عدالت وظیفہ یاب کا بیان ہے کہ مرنے سے تھوڑی دیر پہلے میں عیادت کے لئے گیا تھا۔ تکلیف سے کراہ رہے تھے۔ میں سلام کر کے قریب جاکر بیٹھ گیا۔ فرمانے لگے کہ" مولوی صاحب لوگ جو سکرات سے گھبراتے ہیں اوس کی وجہ یہہ ہے کہ مرنے کے وقت تکلیف ہوتی ہے اور انسان کو تکلیف کے وقت اللہ تعالیٰ سے شکایت ہو جاتی ہے کہ یہہ تکلیف کیوں دی اس کیفیت میں بندہ راضی برضا نہیں رہتا۔ جس کی وجہ سے ایمان کمزور پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ مگر مولوی صاحب! الحمد للہ! میرے قلب میں بالکل شکایت نہیں۔ میں بہت خوش ہوں یہہ بھی اوس کا فضل ہے۔" یہہ کہکر خاموش ہو گئے۔ پانچ منٹ نہیں ہوئے تھے کہ انتقال ہو گیا۔

(ج) ساٹھ سال کی عمر میں ۱۳۷۳ھ میں وفات پائی۔ حیدرآباد میں دفن ہوئے۔

قاری حافظ اشتاق احمد پانی پتی

ف ۱۱۸۹ وطن پانی پت۔ تجوید و قراءت قاری عبدالسلام پانی پتی سے سیکھی۔ مدرسہ فرقانیہ متعلقہ مدرسہ رحمانیہ میں ایک عرصے تک مدرس رہے۔ وفات ۱۳۷۳ھ میں ہوئی۔

قاری حفیظ الدین احمد پانی پتی

ف ۱۱۹۰ وطن پانی پت۔ مدرسہ حفظ القرآن پانی پت کے مدرس تھے۔ حالیہ فسادات میں پاکستان چلے گئے۔

قاری حافظ حکیم اللہ

ف ۱۱۹۱ وطن پانی پت۔ مدرسہ تعلیم القرآن متصل چوک قلندر پانی پت میں مدرس تھے۔ حالیہ فسادات میں پاکستان چلے گئے۔

قاری مولوی نظیر حسن شریف حیدرآبادی

ف ۱۱۹۲ وطن حیدرآباد۔ والد مدراس سے آکر یہاں مقیم ہو گئے تھے۔ ولادت ۱۲۹۱ھ میں ہوئی۔ عربی۔ فارسی و انگریزی سے واقف تھے۔ تجوید و قراءت کی تکمیل قاری سید سلیمان سے کی۔ سررشتہ تعلیمات میں ناظم المدارس رہے۔ وظیفہ پہ علٰحدگی کے بعد درس و تدریس کا شوق رہا۔ مساجد میں صبح و شام حسبۃ للہ درس

دیا کرتے تھے۔ زندگی بڑی باضابطہ اور منظم تھی۔ بے غرض معلموں کا نمونہ تھے۔ وفات ۱۳۷۳ھ میں ہوئی۔ آپ نے اپنی لڑکیوں کو بھی تجوید سکھائی تھی۔

قاری نور الضیاء المخاطب بہ ضیاء یار جنگ اورنگ آبادی | **ف ۱۱۹۳** خاندان عنایت الٰہی سے آپ کا سلسلہ ملتا ہے۔ والد کا نام سید نور الاتقیاء المتوفی ۱۳۰۸ھ ابن سید نور المقتدی المتوفی ۱۲۹۸ھ ابن سید نور المصطفٰی المتوفی ۱۲۳۰ھ ابن سید شاہ محمد قمر الدین المتوفی ۱۱۹۳ھ۔

(ب) قاری نور الضیاء کی ولادت ۱۲۸۸ھ میں بہ مقام اورنگ آباد ہوی۔ ابتدائی تعلیم وہیں پائی۔ عربی۔ فارسی۔ حدیث و فقہ کے جید عالم تھے۔ تجوید قاری محمد میاں اورنگ آبادی سے سیکھی۔ فارسی کے اچھے شاعر تھے۔ فن تاریخ سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اس پر بڑا عبور حاصل کیا۔ عدالت العالیہ حیدر آباد کے عہدہ افتاء پر فائز ہوئے۔ امیرانہ زندگی گذاری۔ مولانا سید اشرف شمسی جلال الدین توفیق وغیرہ سے صحبتیں رہتی تھیں۔

(ج) ۱۳۷۳ھ میں بہ مقام حیدر آباد انتقال ہوا۔ نعش اورنگ آباد لے جائی گئی۔ بھڑکل کے پاس خاندانی قبرستان میں قاری قمر الدین و قاری نور الھدیٰ کے بازو دفن ہیں۔

قاری حافظ فضل علی حیدر آبادی | **ف ۱۱۹۴** مولد امرسر علاقہ جے پور۔ والد کا نام حافظ شجاع الدین ولادت ۱۳۰۰ھ۔ بچپن میں والد کے ہمراہ حیدر آباد آئے۔

قاری سید سلیمان بھوپالی کے شاگرد تھے۔ تجوید کے ساتھ حفظ کی بھی تکمیل کی۔ قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا۔ مکہ مسجد میں رمضان کے پہلے دہے میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔ دوسرے دہے میں حسینی علم کی مسجد میں سناتے۔ اس طرح ہر رمضان میں دو دفعہ باون سال تک قرآن شریف سناتے رہے دار العلوم میں مدرس تھے۔ میں نے اور کرنل تاج احمد خان صاحب نے ایک عرصے تک آپ سے استفادہ کیا۔

(ب) آپ نے ۱۳۷۲ھ میں فریضۂ حج ادا کیا۔ ۱۳۷۵ھ میں انتقال ہوا۔ حضرت کا ایک لڑکا قاری حافظ عبد العزیز نامی حافظ و قاری تھا۔ بالکل والد کے لب و لہجہ میں پڑھتا۔ دھوبن کی مسجد متصل دار السلام میں تراویح میں قرآن شریف سنایا کرتا۔ مگر حضرت کی زندگی ہی میں ۱۸ سال کی عمر میں ٹائیفائڈ کے مرض سے اوس کا انتقال ہو گیا۔

قاری حافظ عبد السلام پانی پتی | **ف ۱۱۹۵** وطن پانی پت۔ یہہ عبد السلام اور قاری عبد السلام انصاری فرزند شیخ القراء عبد الرحمٰن پانی پتی دو الگ الگ افراد ہیں

آپ نے قاری عبدالرحمٰن ضریر سے تجوید و قراءت سیکھی۔ تقسیم ملک کے بعد فسادات کے دوران میں پاکستان چلے گئے، جہاں ۱۳۷۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

قاری حافظ اللہ دیا رائے پوری

۱۱۹۶ موضع قصبہ سگھ واڑ ضلع رائے پور۔ ولادت ۱۳۱۲ھ میں ہوئی۔ رائے پور میں تعلیم پائی۔ حافظ اکرام الدین کے شاگرد تھے عبدالرحمٰن ضریر سے تجوید و قراءت سیکھی۔ حفظ کی بھی تکمیل کی۔ وفات ۱۳۷۵ھ میں ہوئی ان کی اہلیہ بھی قاریہ و حافظہ ہیں جو ۱۳۷۷ھ تک زندہ تھیں۔

قاری حافظ عبدالسلام بھوپالی

۱۱۹۷ وطن بھوپال۔ والد کا نام حافظ عبدالرحمٰن بھوپالی۔ شیخ القراء عبدالهادی خان و قاری سید سلیمان سے تجوید و قراءت اور حفظ کی تکمیل کی۔ قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا۔ لقمہ کبھی نہیں لیا۔ جہیر الصوت و خوش الحان تھے بمبئی میں کھانڈا محلے کی مسجد میں تراویح سنایا کرتے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور پارسی بھی سننے آیا کرتے قاری محمد بختیار خان سے دوستانہ مراسم تھے۔ مورس (افریقہ) مقیم ہو گئے۔ وہاں بھی تجوید کا درس دیا کرتے تھے۔ درمیان میں ایک مرتبہ ۱۳۷۵ھ میں بھوپال آئے تھے، واپسی کے بعد ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔

قاری حافظ انوار الحق بھوپالی

۱۱۹۸ وطن بھوپال۔ والد کا نام عبدالحق۔ ولادت ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ تجوید و قراءت و حفظ کی تکمیل قاری عبدالهادی خان صاحب سے کی اور اس کے بعد سبعہ کی بھی تکمیل کی۔ شاطبی پر حواشی لکھے مگر طبع نہ ہو سکے۔ ۸۰ سال کی عمر میں ۱۳۷۵ھ میں انتقال ہوا۔

قاری عبدالسلام جونپوری

۱۱۹۹ وطن جونپور۔ قاری حافظ عبدالاول صاحب جونپوری کے چھوٹے فرزند۔ ولادت ۱۳۲۰ھ میں ہوئی۔ تجوید و قراءت کے ماہر تھے۔ وفات ۱۳۷۶ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ عبدالستار کانپوری

۱۲۰۰ وطن کانپور۔ والد کا نام عبدالکریم۔ ولادت ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ مولانا سید حسن صاحب سے علوم حاصل کئے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل شیخ القراء حافظ عبدالرحمٰن مکی سے کی۔ قرآن شریف بہت اچھا یاد تھا۔ مدرسہ ضیاء العلوم کانپور میں تجوید و قراءت کا تیس سال تک درس دیتے رہے ۷۳ سال کی عمر میں ۱۳۷۶ھ میں انتقال ہوا۔

قاری سید شاہ محی الدین نبیرہ قادری حیدرآبادی

۱۲۰۱ آپ حضرت سید عبدالقادر گیلانی کی اولاد میں تھے۔ ولادت ۱۳۱۱ھ میں ہوئی

مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں علم کی تحصیل کی۔ شیخ القراء میر روشن علی صاحب سے قرات سبعہ کی اور جامعہ نظامیہ سے مولوی کامل کی سند حاصل کی۔ استاد محترم نے آپ کو افصح القراء کے ساتھ خلافت و نیابت عطاء فرمائی ۲۹ رجب ۱۳۷۶ھ کو انتقال ہوا۔

شیخ القراء عبدالخالق سہارن پوری ف ۱۲۰۲ وطن علیگڈھ۔ والد کا نام شیخ جیون علی ولادت ۱۲۹۸ھ میں ہوئی۔ والد کا انتقال ۱۳۰۲ھ میں ہوا ابتدائی تعلیم صدیق حسین سے حاصل کی۔ حفظ کی تکمیل بھی اون ہی کی نگرانی میں ہوئی۔ ۱۳۱۳ھ میں والدہ اور چھوٹے بھائی عبدالمالک کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے۔ بعد فراغ حج مدرسہ صولتیہ میں شیخ القراء محمد عبداللہ مہاجر مکی کے پاس تجوید و قراءت و علوم حاصل کئے۔ چار سال مکہ معظمہ میں قیام کرکے ۱۳۱۷ھ میں مدینہ منورہ گئے چھ ماہ وہاں قیام کرنے کے بعد مکہ معظمہ واپس آئے جہاں مزید تین سال قیام کیا۔ اس عرصے میں قراءت کی درسی کتابیں اور پورا قرآن مجید شیخ القراء محمد عبداللہ صاحب کو سنایا۔ ۱۳۲۲ھ میں نواں حج کرکے ہندستان واپس ہوئے۔

(ب) ۱۳۲۳ھ میں مدرسہ تجوید القرآن سہارن پور میں آپ کا تقرر ہوا۔ اس وقت سے لے کر ۱۳۷۶ھ تک یعنے ۵۳ سال تجوید و قراءت کی خدمت انجام دی۔ آپ حجازی لہجہ میں بے تکلف قرآن مجید پڑھتے تھے۔ بناوٹ کو پسند نہ کرتے۔ خوش گلو تھے اور عربی لہجوں کے بہت ماہر تھے۔ ترتیل میں عام طور پر حسینی لہجہ اختیار کرتے تھے۔ آواز نہایت صاف بلند اور باریک تھی۔ سانس بہت لمبی تھی۔ ترتیلاً و تحقیقاً بڑی بڑی آیتیں جنکو متوسط سانس والا کم از کم تین چار سانس میں پڑھ سکتا ہے ان کو ایک ہی سانس میں بے تکلفی سے پڑھنا اون کے لئے معمولی بات تھی۔

(ج) آپ بڑے متقی۔ عابد و زاہد تھے۔ جامع مسجد سہارن پور کے امام و خطیب بھی رہے۔ تجوید کے قواعد میں تیسیر التجوید ایک کتاب تالیف کی جو طبع ہو چکی ہے۔

(د) آپ کے فرزند قاری حافظ عبدالباری صاحب عشرہ کے قاری ہیں۔ علیگڈھ میں درس دیتے ہیں دوسرے شاگردوں میں حافظ قاری محمد ابراہیم صاحب سہارن پوری اور اونکے فرزند قاری حافظ اسحاق سہارن پوری ہیں (۴) قاری حافظ محمد صدیق (۵) قاری حافظ اللہ بندہ وغیرہ ہیں۔

(ھ) شیخ القراء عبدالخالق صاحب نے ایک ہزار قاری بنائے۔ رمضان ۱۳۷۶ھ میں انتقال ہوا۔

قاری نظام الدین اورنگ آبادی ف ۱۲۰۳ وطن اورنگ آباد۔ والد کا نام فیض محمد۔ ولادت ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ شیخ القراء عبدالولی اورنگ آبادی سے

بروایت حفص تجوید سیکھی۔ درس و تدریس میں لگے رہے۔ (۸۲) سال کی عمر میں ۱۳۷۷ھ میں وفات پائی۔

ف ۱۲۰۴ قاری حافظ مفتی سعید احمد قاری سبعہ سہارن پوری

وطن سہارن پور۔ والد کا نام نور محمد۔ ولادت ۱۳۲۱ھ میں ہوئی قاری عبدالعزیز صاحب سے جو مقری حسن شاعر مدنی کے شاگرد تھے۔ قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں ۱۳۴۳ھ سے ۱۳۵۳ھ تک مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کے شیخ التجوید رہے۔ پھر مدرس اول اور مفتی شہر ہوئے ۵۵ سال کی عمر میں ماہ صفر ۱۳۷۷ھ میں انتقال ہوا۔

(حب) اونکے فرزند قاری حافظ مظفر حسین امام و خطیب مدرسہ مظاہر العلوم کے مدرس ہیں۔ خوش الحان۔ جوان صالح و عابد ہیں۔ اس وقت انکی عمر تیس سال کی ہے قاری محمد سلیمان کے شاگرد ہیں۔

ف ۱۲۰۵ قاری حافظ حسین احمد مدنی شیخ الحدیث دیوبند

ولادت ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔ دیوبند سے فارغ ہوئے ۱۳۱۶ھ میں مدینہ منورہ میں درس حدیث شروع کیا۔ جہاں اٹھارہ سال تک یہہ سلسلہ قائم رہا۔ حضرت محمود الحسن کے ساتھ مالٹا میں نظر بند رہے۔ رہائی کے بعد جمعیت العلماء میں کام کیا۔ نیز دیوبند میں شیخ الحدیث رہے۔ تنظیم مدرسہ دیوبند میں خاص حصہ لیا۔ تجوید و قراءت ہر طالب علم کے لئے لازمی قرار دی۔ خود حافظ و قاری تھے جس طالب علم کی ادائی درست نہوتی اوس پر سخت ناراض ہوتے۔ آپ ہی کی توجہ کا نتیجہ تھا کہ دارالعلوم دیوبند میں آجکل پانچ شیوخ تجوید کام کر رہے ہیں۔ اور سب جماعتیں بھرپور رہتی ہیں۔ آپ کا حلقہ اثر بہار۔ یو۔ پی بہار اور بنگال تک رہا۔ ۸۱ سال کی عمر میں ۱۳۷۷ھ میں انتقال ہوا۔

ف ۱۲۰۶ قاری ابوالکلام آزاد

نام احمد۔ والد کا نام خیرالدین قادری نقشبندی۔ مولد مکہ معظمہ ولادت ۱۳۰۵ھ۔ عربی تقریباً مادری زبان تھی۔ مکہ معظمہ ہی میں تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ طبقہ علماء میں آپ کو بڑا امتیاز حاصل تھا ہندستان آکر کلکتے میں مقیم ہوئے۔ اور عمر کا بڑا حصہ وہیں گذرا۔ بلند پایہ ادیب و خطیب تھے۔ تحریر میں الفاظ و معانی کا شکوہ پایا جاتا ہے۔ تقریر میں دریا کی سی روانی تھی۔ ابتداً مخزن وغیرہ میں مضامین لکھتے رہے ۱۷ سال کی عمر میں الندوہ کے ایڈیٹر ہوئے۔ ۱۹ سال کی عمر میں انجمن وکیل کی ادارت کا کام انجام دیا۔ ۱۹۱۲ء میں الہلال جاری کیا۔ پھر "البلاغ" کے ایڈیٹر رہے۔

(حب) ہندستان کی تحریک آزادی میں نمایاں حصہ لیا۔ کانگریس۔ مسلم لیگ اور جمعیت العلماء کے پلیٹ فارم سے مسائل حاضرہ پر معلومات آفرین تقریریں کیں۔ حصول آزادی کے بعد مرکزی حکومت میں

وزیر تعلیم رہے۔

(ج) وفات بروز شنبہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۵۸ء کو واقع ہوئی دہلی میں دفن ہیں

شیخ القراء حافظ قطب الدین سنبھلی

ف ۱۲۰۷ والد کا نام مولوی منیر الدین۔ وطن سنبھل ضلع مراد آباد ولادت ۱۲۸۷ھ میں ہوئی قاری عبد الرحمن مکی سے اولاً ایک روایت سے قراءت سیکھی۔ پھر سبعہ قرات کی تکمیل کی۔ سنبھل بلند شہر اور دان پور میں آپ سے کثیر التعداد افراد کو فیض پہونچا۔ قصبۂ دان پور ضلع بلند شہر کے مدرسہ وزیر العلوم میں ساٹھ سال تک درس دیتے رہے کہتے ہیں کہ جن طلباء نے آپ سے تجوید سیکھی اونکی تعداد اسکول کے رجسٹر کے لحاظ سے ایک ہزار تک پہونچتی ہے۔ ان میں جو زیادہ مشہور ہیں اونکے نام یہہ ہیں :...

(۱) قاری عبد الغفور دان پوری (۲) قاری عبد اللطیف ساکن ڈبائی (۳) قاری عبد الغفور ثانی۔ (۴) قاری حافظ حمید اللہ (۵) قاری حافظ محمد سلطان (۶) قاری حافظ عباد اللہ (۷) قاری حافظ علی محمد (۸) قاری حافظ حسین احمد (۹) قاری حافظ محمد سلیم (۱۰) قاری حافظ عبد الواحد میرٹھی (۱۱) قاری حافظ محمد سلطان نابینا (۱۲) قاری حافظ عبد الوحید نابینا (۱۳) قاری حافظ مشتاق احمد نابینا (۱۴) قاری حافظ فقیر اللہ (۱۵) قاری حافظ ہدایت اللہ (۱۶) قاری عبد الوحید دان پوری ثانی (۱۷) قاری حافظ احمد خان دان پوری (۱۸) قاری حافظ حبیب اللہ دان پوری۔

(ب) قطب الدین صاحب کی تاریخ وفات ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ ہے ۹۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔

(ج) ایسے ہی بزرگوں کی مساعی جمیلہ کا اثر ہے کہ اب تک ہندستان کے ہر گوشے میں تجوید و قراءت کے جاننے والوں کی تعداد بہ کثرت ہے اون کی خاموش کارگذاریاں اس خطہ ارض کو سرسبز و شاداب کیے ہوئے ہیں اور ہر دور میں مرداز غیب اس کام کو انجام دیتا رہے گا۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا

حصّہ سوم

تذکرہ قاریانِ ہند

تالیف

عماد القرا، جناب مرزا بسم اللہ بیگ صاحب بی۔ اے

مقری قرات عشرہ

الناشر

میر محمد کتب خانہ آرام باغ، کراچی

باب اوّل

حیدرآباد دکن

باب دوم

(۱۱) سید عطا حسین (۱۲) حاجی سید محی الدین قادری (۱۳) حاجی کرنل مرزا بسم اللہ بیگ بی اے
(۱۴) خواجہ محمد احمد ایم اے۔ ایل ایل بی (۱۵) حبیب محمد خان ڈلہ زائی (۱۶) قاریہ سعید جہاں بنت
حافظ محمد ابراہیم ایڈووکیٹ (۱۷) حافظ محمد سلیمان (۱۸) حافظ محمد احمد (۱۹) حافظ خیر اللہ
(۲۰) حافظ خواجہ معین الدین (۲۱) سید عبدالشکور۔

(۴) مقری شاہ تاج الدین ولادت ۱۳۲۱ھ ۔ قاری عشرہ ف ۱۲۶۹
شاگردان عشرہ قرات ! قاری شیخ سالم عمودی (۲) قاری اشرف علی مرحوم (۳) قاری
حمید احمد عرف منذر (۴) محمد لیاقت حسین (۵) ہاشم علی (۶) سید شاہ عبداللہ المحص القادری

(۵) مقری حافظ عبدالرحمن بن محفوظ۔ ولادت ۱۳۳۰ھ قاری عشرہ۔ ف ۱۲۷۰
شاگردان عشرہ قرات (۱) سید حمید اللہ حسینی (۲) عبدالستار خان (۳) شیخ سالح یافعی
(۴) ڈاکٹر وحید الزمان (۵) سید انور حسین (۶) حافظ سید محمود (۷) محمد ولی اللہ (۸) حامد علی

(۶) مقری مولوی حافظ اکبر علی بیگ .... ف ۱۲۷۱
(۷) مولوی قاری سید شاہ محی الدین نبیرہ قادری .... ف ۱۲۷۲
(۸) مقری مولوی حافظ عبدالرحیم .... ف ۱۲۷۳
(۹) مقری حافظ مولوی سید حسن شاہ .... ف ۱۲۷۴
(۱۰) مقری مولوی حکیم ریاض الدین احمد .... ف ۱۲۷۵
(۱۱) مقری مولوی میر کاظم علی فرزند میر روشن علی ..... ف ۱۲۷۶
(۱۲) حافظ مقری حافظ سید محی الدین الحسینی القادری ..... ف ۱۲۷۷
(۱۳) حاجی حافظ مقری سید ابراہیم الحسینی القادری ..... ف ۱۲۷۸
(۱۴) مقری مولوی عبدالکریم .... ف ۱۲۷۹
(۱۵) مولوی قاری میر اسد علی رفاعی .... ف ۱۲۸۰
(۱۶) مولوی میر عثمان علی حسینی فرزند سوم میر روشن علی ..... ف ۱۲۸۱
(۱۷) مقری مولوی شیخ سالم عمودی .... ف ۱۲۸۲
(۱۸) الحاج کرنل مرزا بسم اللہ بیگ .... ف ۱۲۸۳
(۱۹) مولوی خواجہ محمد احمد مولوی فاضل ایم اے، ایل ایل بی ..... ف ۱۲۸۴
(۲۰) الحاج مولوی حبیب محمد خان ڈلہ زائی نقشبندی ..... ف ۱۲۸۵

باب سوّم

بنگال بہار و مشرقی اتر پردیش

کلکتہ

(۴) قاری حافظ عبدالحمید ولادت ۱۳۲۷ھ ف ۱۳۰۶

(۵) قاری حافظ حمید اللہ خان امام مسجد بیگ بگان پارک سرکس ولادت ۱۳۲۷ھ ف ۱۳۰۷

(۶) قاری حافظ عزیز الرحمن امام و متولی مسجد بہمن چودھری ولادت ۱۳۰۷ھ ف ۱۳۰۸

(۷) قاری حافظ محمد ادریس ابن عباد اللہ منظفر پوری ولادت ۱۳۲۷ھ ف ۱۲۴۵ ف ۱۳۰۹

(۸) قاری حافظ مستجاب الدین قاری سبعہ ولادت ۱۳۲۳ھ شیخ التجوید مدرسہ عظمتیہ ف ۱۲۳۰ ف ۱۳۱۰
شاگردان: حافظ قاری مقیم الدین فرزند (۲) قاری حافظ احمد حسین بنارسی (۳) قاری حافظ عبدالرحیم بنارسی (۴) قاری حافظ عبداللہ مرحوم بنارسی (۵) قاری حافظ شفیق احمد کلکتوی (۶) قاری حافظ محمد مسلم عظیم آبادی (۷) قاری حافظ محمد حنیف گیاوی (۸) قاری حافظ مبین خان غازی پوری (۹) قاری حافظ محمد عباس دربھنگوی (۱۰) قاری حافظ محمد اسمٰعیل کلکتوی (۱۱) قاری حافظ سراج الحق مدنا پوری (بنگال)

(۹) قاری عبدالقوی۔ ولادت ۱۳۳۲ھ۔ ایک روایت سے قاری ضیاء الدین سے سیکھا۔ سبعہ کی تکمیل قاری حفظ الرحمٰن سے کی۔ ۲۰ سال سے مدرسہ عظمتیہ چلا رہے ہیں۔ ۱۳۶۰ھ میں کپڑے کی دکان کی ۱۳۶۶ھ سے کلیتہً مدرسے کے ہو رہے۔ ف ۱۳۱۱

(۱۰) قاری عبدالحی قاری عشرہ اعظمی مبارک پوری۔ مدرسہ حمایت الاسلام کلکتہ۔ ولادت ۱۳۴۷ھ۔ آپ کے استاد ظہیر الدین تھے جو قاری محب الدین کے شاگرد تھے۔ ف ۱۳۱۲

(۱۱) قاری محی الدین ابن طٰہٰ شاگرد عبدالحق مکی (مدرسہ فخریہ) ولادت ۱۳۱۲ھ۔ امام مسجد دھرم تلہ (مسجد ٹیپو سلطان) ف ۱۳۱۳

(۱۲) قاری اہل اللہ۔ قاری مدرسہ ندائے اسلام۔ ولادت ۱۳۴۶ھ۔ ف ۱۳۱۴

(۱۳) قاری حافظ محمود الحسن۔ شیخ التجوید ندائے اسلام ولادت ۱۳۵۱ھ تلمیذ قاری حفظ الرحمٰن ف ۱۳۱۵

مونگھیر

(۱) قاری حافظ حاجی مولانا سعد اللہ بخاری قاری سبعہ ولادت ۱۳۲۲ھ تلمیذ عبدالمالک ناظم مدرسہ تجوید القرآن مونگھیر (آپکے پاس ایک حمائل ہے جس پر سبعہ کا حاشیہ ۱۰۹۴ھ میں بزمانہ اورنگ زیب لکھا گیا) ف ۱۳۱۶

(۲) قاری حافظ مہدی حسن بخاری قاری عشرہ۔ ولادت ۱۳۳۶ھ تلمیذ عبدالمالک

شیخ التجوید والحفظ مدرسہ تجوید القرآن مونگھیر ف ۱۳۱۷

(۳) قاری حافظ سلیم الدین مدرس مدرسہ خانقاہ رحمانی مونگھیر۔ ولادت ۱۳۴۸ھ ف ۱۳۱۸

(۴) قاری مولانا منت اللہ ابن مولانا محمد علی ولادت ۱۳۲۲ھ ف ۱۳۱۹

(۵) قاری حافظ محمد صدیق مونگھیری ولادت ۱۳۳۴ھ۔ قراءت کی سند تجوید القرآن جامع المسجد مونگھیر سے لی۔ تلمیذ قاری ارادت الحق گیاوی و قاری عبد المالک ۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں درس دیتے رہے۔ ۱۳۷۴ھ میں ڈھاکہ چلے گئے۔ ف ۱۳۲۰

(۶) قاری حافظ مطیع الرحمٰن مونگھیری ولادت ۱۳۳۷ھ۔ جامع ساکچی جمشید پور ٹاٹانگر میں خطیب و امام ہیں۔ مدرسہ بھی جاری کیا ہے۔ ف ۱۳۲۱

(۷) قاری حافظ جلیل اشرف مونگھیری ولادت ۱۳۳۰ھ تلمیذ ارادت الحق و عبد القدوس و اطیع اللہ۔ قرات سبعہ کی تکمیل عبد المالک سے کی۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس رہے تقسیم ہند کے بعد ڈھاکہ چلے گئے۔ ف ۱۳۲۲

دربھنگہ

(۱) قاری حافظ محمد یٰسین وطن جلوہ آرا۔ ولادت ۱۳۱۶ھ تلمیذ قاری عبد المعبود مدرس دھنواد متصل آسن سول ف ۱۳۲۳

(۲) قاری حافظ محمد داؤد وطن جلوہ آرا (دربھنگہ) ولادت ۱۳۳۷ھ شاگرد برادر کلاں محمد یٰسین ماہر مصری لہجہ۔ حسینی لہجہ۔ مدنی۔ عراقی۔ حجازی لحون وغیرہ ف ۱۳۲۴

(۳) قاری حافظ محمد زبیر دربھنگوی۔ ولادت ۱۳۵۲ھ قصبہ سبرحد ضلع جونپور کے مدرسہ فرقانیہ میں شیخ التجوید ہیں تلمیذ قاری محمد مصطفےٰ (ساکن مئو) ف ۱۳۲۵

بھاگل پور

(۱) مولانا قاری سید احمد ابن مولانا فضل احمد تلمیذ عبد الخالق سہارن پوری۔ ناظم تعلیمات و مدرس درجات عربی و فارسی و قراءت مدرسہ اسلامیہ بھاگلپور ولادت ۱۳۳۷ھ۔ ف ۱۳۲۶

بہار شریف

(۱) حکیم حافظ قاری تصدق حسین بہاری۔ ولادت ۱۳۱۷ھ ف ۱۳۲۷

(۲) حکیم حافظ قاری یوسف حسن خان بہاری ولادت ۱۳۱۲ھ تلمیذ عبدالرحمٰن کی الہ آبادی ۱۳۲۸

(۳) قاری حافظ عبدالحسن ولادت ۱۳۳۹ھ تلمیذ قاری اطیع اللہ (جو پٹنہ میں شیخ التجوید ہیں) ۱۳۲۹

(۴) قاری عطاء اللہ مدرسہ عزیزیہ کے شیخ التجوید تھے۔ قاری سبعہ وفات ۱۳۳۷ھ ۱۳۳۰

(۵) قاری اطیع اللہ تلمیذ عطاء اللہ۔ ۱۳۳۱

گیا

(۱) قاری محمد حسن قاری سبعہ ولادت ۱۲۶۴ھ ابن قاری عبدالرحمٰن پانی پتی (ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۲۹۷ ۱۰۴۲ھ)۔ آپ ۱۳۰۰ھ میں گیا آئے یہاں چونتیس سال خدمت کرکے ۱۳۳۴ھ میں وفات پائی۔ شاگردوں میں ممتاز یہ ہیں (۱) قاری خدابخش نابینا (۲) قاری حافظ عبدالرحمٰن بسمل (۳) قاری حافظ محمد رشید نابینا (۴) قاری حافظ لطافت کریم نابینا (۵) قاری حافظ ارادت الحق (۶) قاری حافظ بشارت الحق (بڑے بھائی) (۷) قاری حافظ عبدالقدوس (۸) قاری حافظ محمد یوسف (۹) قاری حافظ امیر الدین (۱۰) قاری حافظ حیدر علی مرحوم (داماد) (۱۱) دو نواسے قاری عبدالقدوس کے شاگرد ہیں۔

(۲) قاری حافظ محمد فخرالدین قاری عشرہ قرات۔ ولادت ۱۳۱۷ھ۔ ناظم مدرسہ قاسمیہ گیا۔ ۱۳۳۲

(۳) قاری حافظ عبدالقدوس۔ ولادت ۱۳۱۷ھ۔ شیخ التجوید و حفظ مدرسہ قدوسیہ گیا۔ ۱۳۳۳

ممتاز شاگرد یہ ہیں (۱) قاری حافظ عبدالباری (۲) قاری حافظ عبدالحی مرحوم (۳) قاری حافظ محمد عبداللہ (۴) قاری حافظ محمد اشرف۔ (۵) قاری حافظ بشیر الدین (۶) قاری حافظ جلیل اشرف (۷) قاری حافظ محمد نواب (۸) قاری حافظ محمد اسمٰعیل (۹) قاری حافظ عبدالکریم (۱۰) قاری حافظ عبدالستار (۱۱) قاری حافظ محمد اعزاز (۱۲) قاری حافظ محمد اکرام (۱۳) قاری حافظ محمد حنیف (۱۴) قاری حافظ نور محمد مرحوم (۱۵) قاری حافظ محمد حفیظ (۱۶) قاری حافظ محمد ابراہیم برادر خورد (عرف ابن حسن) (۱۷) قاری حافظ محمد حنیف دوم (۱۸) قاری حافظ محمد فخرالدین قاری عشرہ (۱۹) قاری حافظ محمد شرف الدین (۲۰) قاری حافظ غلام نبی (جنہوں نے بعد ازاں لکھنؤ جاکر قاری عبدالمالک سے بھی سیکھا) بڑے خوش الحان قاری تھے۔ وفات ۱۳۶۲ھ (۲۱) قاری حافظ غلام رسول (۲۲) قاری حافظ عبدالرشید مرحوم۔

(۴) قاری حافظ محمد عبدالرحمٰن بسمل۔ ولادت ۱۲۹۹ھ۔ تلمیذ قاری محمد حسن۔ ۱۳۳۴

(۵) قاری حافظ محمد اسمٰعیل۔ ولادت ۱۳۲۹ھ۔ مدرسہ قاسمیہ سے حفظ و قراءت کی تکمیل کی۔ ف ۱۳۳۵

(۶) قاری حافظ شرف الدین قاری سبعہ ولادت ۱۳۴۴ھ تلمیذ عبد المالک (قاری فخر الدین کے چھوٹے بھائی) اب شیر گھاٹی کی ایک غیر آباد مسجد میں مدرسہ عربیہ محمودیہ جاری کرکے اسمیں درس دیتے ہیں۔ ف ۱۳۳۶

(۷) مولانا قاری حکیم شیدا۔ ولادت ۱۲۹۲ھ۔ شیر گھاٹی کے مدرسہ میں ہیں۔ ف ۱۳۳۷

عظیم آباد (پٹنہ)

(۱) قاری حافظ نسیم الدین ولادت ۱۳۲۷ھ مدرسہ فرقانیہ لکھنو سے ۱۳۴۸ھ میں فارغ ہوئے۔ تلمیذ عبد المالک۔

ف ۱۳۳۸

(۲) خدا بخش خان کی لائبریری

ف ۱۳۴۰

مئو بھنجن ناتھ ف ۱۳۴۱

مدرسہ دار العلوم مئو (۱) قاری حافظ ریاست علی قاری سبعہ ولادت ۱۳۱۷ھ۔ تلمیذ محمد صدیق میمن سنگھی۔ آپ نے ایک رسالہ خلاصۃ التجوید لکھا جو ۱۳۴۵ھ میں مئو سے شائع ہوا ف ۱۳۴۲

آپ کے شاگرد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) قاری حافظ محمد مصطفیٰ شیخ التجوید دار العلوم مئو (۲) قاری حافظ لیاقت حسین شیخ التجوید و امام مسجد رانچی (۳) قاری حافظ ظہیر الدین مدرس احیاء العلوم مبارک پور (۴) قاری معین الدین جو گورکھپور میں امامت کرتے ہیں (۵) قاری عبد المنان مدرس مفتاح العلوم مئو (۶) قاری حافظ عبد السلام مدرس و خطیب مرغا گرین بمبئی (۷) قاری حافظ ابصار اللہ خطیب مسجد کمانی پورہ بمبئی (۸) قاری حافظ عبد الحمید امام کھوکھا مسجد بمبئی (۹) مولانا شیخ محمد مرحوم ناظم دار العلوم مئو (۱۳۵۳ھ تا ۱۳۷۲ھ) تلمیذ عبد الرحمن مکی۔ بعد ازاں قاری ریاست علی سے تکمیل کی۔

(۲) قاری حافظ محمد مصطفیٰ قاری سبعہ۔ پہلے ریاست علی سے ایک روایت سے سیکھا۔ پھر سبعہ کی تکمیل کی ولادت ۱۳۲۷ھ۔ خوش الحان۔ ادائی پر قادر۔

ف ۱۳۴۳

شاگردان:۔

(۱) قاری ولی اللہ (۲) قاری ابصار اللہ نے تکمیل آپ سے کی (۳) قاری حافظ ذکر الرحمن

(۴) قاری حافظ مولوی محفوظ الرحمٰن (۵) قاری حافظ عین الحق (۶) قاری حافظ خلیل احمد نابینا (۷) قاری جمیل احمد (۸) قاری حافظ عبدالمعبود (فرزند) ف ۱۳۴۴ (۹) قاری حافظ محمد زبیر ف ۱۳۴۵ -

مدرسہ فیض عام مئو : (۳) قاری خلیل الرحمٰن ف ۱۳۴۶ خوش الحان۔ ادائی پر قادر ولادت ۱۳۱۹ھ - سہارنپور اور کانپور میں تعلیم ہوئی۔ اپنے بھائی قاری عنایت اللہ سے قراءت سیکھی۔ شاگردان: قاری حافظ عبدالسبحان (۲) قاری عبدالجبار (۳) قاری حافظ عبدالستار۔

مدرسہ محمدیہ مئو : قاری حافظ ظہیرالدین اول ف ۱۳۴۷

مبارک پور

مدرسہ احیاء العلوم : قاری حافظ ظہیرالدین دوم شیخ التجوید۔ ولادت ۱۳۳۲ھ۔ تلمیذ قاری ریاست علی ف ۱۳۴۸

دارالعلوم اشرفیہ ف ۱۳۴۸ (۲) قاری محمد یحییٰ ف ۱۳۴۹ (۳) قاری حافظ عصمت اللہ ف ۱۳۴۹ (۴) قاری حافظ عبدالمجید ف ۱۳۴۹ (۵) قاری محمد شفیع مبارک پوری ف ۱۳۴۹ -

بنارس

مدرسہ مظہر العلوم (۱) قاری حافظ عبدالحمید۔ ولادت ۱۳۲۷ھ - بیس سال سے یہاں بروایت حفص درس دیتے ہیں۔ ف ۱۳۵۰

(۲) قاری حمیدالدین سنبھلی۔ ولادت ۱۳۰۷ھ قاری عشرہ۔ بنارس میں درس دیتے رہے اب مرادآباد میں ہیں ف ۱۳۵۱

(۳) قاری حافظ محمد اسحاق نابینا۔ ولادت ۱۳۲۷ھ۔ تلمیذ قاری ضیاءالدین ف ۱۳۵۲

(۴) قاری ضیاء البشیر ف ۱۳۵۳

(۵) قاری محمد شفیع بنارسی ولادت ۱۲۹۸ھ وفات ۱۳۶۰ھ ف ۱۳۵۴ آپ کے شاگرد:۔
(۱) قاری عبدالرشید (۲) قاری محمد عثمان ف ۱۳۵۵ -

(۶) قاری عبدالرشید بنارسی۔ ولادت ۱۳۳۵ھ۔ تلمیذ قاری محمد شفیع۔ بروایت حفص ۱۳۵۲ھ میں ختم کیا۔ بُننے کا کام کرتے ہیں ساتھ ہی تجوید کا درس دیتے ہیں بڑے مستعد وجفاکش انسان ہیں ف ۱۳۵۴

آپ کے شاگردان :-
(۱) قاری ضیاء البشیر ف ۱۳۵۳ (۲) قاری محمد الیاس مدن پورہ (۳) قاری محمد سعید الرحمٰن ضلع ندیہ (۴) قاری مولوی رمضان علی ضلع مالدہ وغیرہ۔
مدرسہ حمیدیہ بنارس: (۷) قاری محمد عثمان ف ۱۳۵۵ (۸) قاری محمد ابراھیم کتب فروش خوش الحان۔ ولادت ۱۳۲۵ھ۔ کئی لہجے سیکھے ہیں۔ حسینی۔ بڑی مصری۔ منجھلی مصری۔ حجازی مایا (عموماً قاری محمد یوسف دہلوی کی طرز میں پڑھتے ہیں) ف ۱۳۵۶ (۹) قاری ضیاء البشیر ولادت ۱۳۵۵ھ۔ قاری عبد الرشید کے شاگرد۔ تاگا بٹنے کا کارخانہ ہے۔ دن بھر یہہ مصروفیت رہتی ہے۔ ف ۱۳۵۳۔
مدرسہ رحمانیہ: (۱۰) قاری احمد سعید ولادت ۱۳۳۲ھ تلمیذ قاری ضیاء الدین ف ۱۳۵۷۔

جونپور

(۱) قاری حافظ محمد محمود ابن قاری حافظ عبد الرب ابن قاری محمد محمود ابن مولانا کرامت علی ولادت ۱۳۳۵ھ ف ۱۳۵۹
(۲) قاری عبد الرحیم تلمیذ قاری عبد القادر جونپوری۔ ولادت ۱۳۸۷ھ۔ پورینہ میں درس دیتے ہیں۔ ف ۱۳۶۰
(۳) قاری فخر الاسلام ابن عبد السلام جونپوری۔ ولادت ۱۳۵۰ھ۔ تلمیذ قاری بشیر احمد جو قاری محمد نذر کے شاگرد تھے۔ ف ۱۳۶۱

الہ آباد ف ۱۳۶۲

(۱) قاری حافظ محمد رجب علی ابن مولوی عبد الغفور۔ ولادت ۱۳۱۵ھ۔ تلمیذ قاری عبد الرحمٰن مکیؒ و قاری ضیاء الدین۔ آپ نے قرات سبعہ بھی پڑھی ہیں۔ مدرسہ مصباح العلوم میں مدرس ہیں۔ حفظ و تجوید سکھلاتے ہیں۔ ۴۵ سال سے یہہ کام کرتے ہیں۔ رمضان شریف میں ایک عرصے سے گیارہ قرآن شریف ختم کرتے ہیں۔ ف ۱۳۶۳
(۲) قاری شاہ محمد عمر تھانوی ابن احمد اللہ۔ ولادت ۱۳۲۱ھ۔ تلمیذ قاری حمزہ یمنی و قاری عبد اللہ صاحب و قاری ضیاء الدین صاحب و قاری محب الدین صاحب راندھیر میں سات سال

شیخ التجوید رہے - اب خان جہان پور میں اتالیق ہیں۔ ف ۱۳۶۴

(۳) شیخ القراء حافظ محب الدین صدیقی ابن شیخ القراء حافظ ضیاء الدین ولادت ۱۳۲۲ھ۔ (ملاحظہ ہو فقرہ ۱۲۳۱) تعلیم مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں ہوئی۔ قاری عبد الرحمٰن مکی سے قرات عشرہ سیکھیں۔ بروایت حفص ۱۳۴۱ھ میں سند لی۔ ۱۳۴۲ھ میں سبعہ کی اور ۱۳۴۵ھ میں عشرہ قرات کی سند لی۔ ف ۱۳۶۵۔

آپ کے شاگرد حسب ذیل ہیں:۔

(۱) محمد حسین قاری سبعہ۔ شیخ التجوید مالیگاؤں (۲) قاری محمد عثمان امام جامع مسجد گونڈیا جنکی تصنیف مصباح التجوید ہے (۳) فرزند خود قاری عشرہ احمد ضیاء، جواب لکھنؤ میں شیخ التجوید ہیں (۴) قاری ظہیر الدین مدرس مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور (۵) قاری محمد یحییٰ شیخ التجوید مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور (۶) قاری عبد المسجود جبل پوری (۷) قاری عبد الخالق جبل پوری (۸) قاری محمد شفیع مبارک پوری (۹) قاری عبد الکریم قریشی امبالوی۔ فاضل امینیہ دہلی ناظم مدرسہ تجوید القرآن گجرانوالہ (۱۰) قاری ول محمد سیالکوٹی (۱۱) قاری محمد اسلام سیالکوٹی (جو پاکستان چلے گئے) (۱۲) قاری عبد الحفیظ پیلی بھیتی۔ (۱۳) قاری نوشاہ علی پیلی بھیتی (۱۴) قاری علی حسن مدرس انجمن معین الاسلام دار العلوم شہر بستی مدھیہ پردیش (۱۵) قاری عبد الحی مدرسہ حمایت الاسلام کلکتہ جو شاگرد ہیں قاری ظہیر الدین کے۔ (۱۶) قاری حامد فقیہ قاری عشرہ۔

(۴) قاری محبوب علی متبنّٰی قاری عبد الرحمٰن مکی۔ تلمیذ قاری عبد المعبود و قاری ضیاء الدین و قاری محب الدین ولادت ۱۳۲۲ھ پاکستان چلے گئے۔ ف ۱۳۶۶

(۵) قاری حافظ عبد اللطیف ابن حاجی خدا بخش۔ ولادت ۱۳۰۶ھ۔ قاری عشرہ قاری عبد المالک و قاری محمد نذر کے ہم درس رہے۔ جنرل مرچنٹ کی دوکان میونسپل مارکٹ میں ہے۔ ف ۱۳۶۷۔

(۶) قاری پروفیسر محمد سراج الحق ابن حافظ فضل حق۔ ولادت ۱۳۱۱ھ تلمیذ قاری عبد الرحمٰن مکی بروایت حفص ۱۳۴۴ھ میں سیکھا۔ گورنمنٹ کالج الہ آباد میں عربی کے پروفیسر رہے۔ ۱۳۷۲ھ میں وظیفہ پر علٰحدہ ہوئے۔ قاری عبد الرحمن مکی کے صحبت یافتہ ہیں۔ ف ۱۳۶۸۔

(۷) قاری محمد سلیمان سورتی۔ تلمیذ عبد الرحمن مکی۔ ف ۱۳۶۹

(۸) حافظ قاری محمد حسین عرف محمد میاں الہ آبادی۔ تلمیذ عبد الرحمٰن مکی۔ ف ۱۳۷۰

لکھنو

مدرسہ فرقانیہ (مدرسہ عین القضاۃ) شیخ التجوید حافظ محمد سابق قاری عشر۔ ملاحظہ ہو فقرہ ۱۲۵۳۔
ولادت ۱۳۲۵ھ۔ تلمیذ عبدالمالک۔ ف ۱۳۷۱
حسب ذیل شاگردان ہیں:۔
(۱) مولوی قاری محمد مصطفےٰ صاحب الہ آبادی (۲) قاری رکن الدین قاری عشرہ (افریقہ چلے گئے)
(۳) قاری حبیب الرحمٰن سیتامڑھی ضلع مظفر پور (۴) قاری حافظ عبدالرحیم گڑگانوی
میواتی قاری سبعہ ف ۱۳۷۲

(۲) قاری حافظ محمد الطاف نابینا لکھنوی ولادت ۱۳۴۲ھ تلمیذ قاری عبدالمعبود۔ سبعہ کی مشق
کی ہے۔ خوش الحان ہیں۔ موٹی آواز سے عمدہ ادائی کرتے ہیں۔ ف ۱۳۷۳
آپ کے شاگرد:۔
(۱) قاری محمد سلیمان احمد برمی (۲) قاری نورالدین لکھنوی (۳) قاری محمد خالد لکھنوی۔

(۳) قاری حافظ عبدالرحیم اعمیٰ گڑگانوی میواتی۔ ولادت ۱۳۵۲ھ تلمیذ محمد سابق سبعہ قاری۔
سلیمان دہلوی کو سنایا۔ ایک سال سے مدرسہ فرقانیہ میں ہیں۔ ف ۱۳۷۴

(۴) قاری محمد اسلم لکھنوی۔ ولادت ۱۳۳۱ھ۔ تلمیذ قاری محمد نذر و قاری عبدالمالک و قاری عبدالرحمٰن
مکی۔ مدرسہ فرقانیہ میں ۲۵ سال سے ہیں۔ ف ۱۳۷۵

(۵) قاری حافظ عبدالمعبود ناروی برادر قاری ضیاءالدین۔ تلمیذ قاری عبدالرحمٰن مکی۔ ولادت
۱۳۰۷ھ مدرسہ فرقانیہ میں چالیس سال کام کیا۔ اب مدرسہ تجوید الفرقان محلہ دریائی ٹولہ
میں شیخ التجوید ہیں۔ ف ۱۳۷۶۔
شاگردان: (۱) حافظ قاری احتشام علی (۲) قاری اظہر حسن امروہی (۳) قاری نورالحق
(۴) قاری حبیب الرحمٰن (۵) قاری محمد الطاف خان نابینا (۶) قاری حافظ عبدالمنان
ایک روایت سے ختم کرنے والوں کی تعداد ڈیڑھ سو۔ سبعہ و عشرہ کے ختم کرنے والے ستر۔

(۶) قاری ودود الحی تاجر پارچہ۔ خوش الحان قاری ہیں۔ ولادت ۱۳۳۰ھ۔ ف ۱۳۷۷

(۷) قاری عبدالھادی لکھنوی ف ۱۳۷۸

کانپور ف ۱۳۷۹

مدرسہ جامع العلوم: شیخ القراء جمیل احمد ف ۱۳۸۰ ولادت ۱۳۲۰ھ قاری سبعہ۔ تلمیذ قاری عنایت اللہ اعظمی ملاحظہ ہو فقرہ ۱۱۵۲۔ آپ نوسال سے جامع العلوم میں درس تجوید و قراءت دے رہے ہیں۔ شاگردان حسب ذیل ہیں:۔
(۱) قاری شفقت علی (۲) قاری عبدالخالق (۳) قاری عبدالحی (۴) قاری حافظ محمد احمد (۵) قاری عبدالقادر سلہٹی (۶) قاری محمد عثمان (۷) قاری حافظ عبدالعزیز (۸) قاری مولانا ظفرالدین احمد۔ دو قرآن شریف سبعہ کے حاشیے والے آپ کے پاس ہیں ایک ۱۳۱۳ھ میں دوسرا ۱۳۳۵ھ میں طبع ہوا تھا۔

(۶) شیخ القراء حافظ عنایت اللہ اعظمی۔ ف ۱۳۸۱

(۷) قاری مولوی خلیل الرحمٰن۔ حافظ قاری عنایت اللہ اعظمی کے چچا زاد بھائی سبعہ کی تکمیل کی۔ ولادت ۱۳۲۰ھ ف ۱۳۸۲

(۸) قاری حافظ ضمیر الدین۔ ولادت ۱۳۲۷ھ۔ ف ۱۳۸۳

(۹) حکیم قاری سبعہ محمود علی کانپوری ولادت ۱۳۳۰ھ ف ۱۳۸۴

(۱۰) قاری حافظ ضیاءالدین ساکن فتح پوری اعظم گڑھ قاری سبعہ۔ ولادت ۱۳۲۰ھ ف ۱۳۸۵

(۱۱) قاری حافظ ظہور احمد کانپوری قاری سبعہ۔ ولادت ۱۳۲۵ھ۔ ف ۱۳۸۶۔

(۱۲) قاری محمد عبداللہ کانپوری۔ ولادت ۱۳۲۰ھ ف ۱۳۸۷

(۱۳) قاری حافظ مظفرالدین شاہ آبادی ضلع ہردوئی قاری سبعہ ولادت ۱۳۱۷ھ ف ۱۳۸۸

(۱۴) قاری محمد نصیر بیگ لکھنوی ف ۱۳۸۹

(۱۵) ڈاکٹر قاری عطاءالرحمٰن عرف قاری عبدالودود۔ ف ۱۳۹۰

(۱۶) قاری حافظ سلطان احمد نابینا شیخ التجوید مدرسہ ضیاءالعلوم کانپور۔ خوش الحان۔ تحقیق سے ادائی کرتے ہیں۔ ۱۳۵۲ھ میں جامع العلوم کانپور سے حفظ و تجوید کی سند لی۔ قاری عصام الدین احمد سے بھی سیکھا۔ ولادت ۱۳۲۷ھ۔ ف ۱۳۹۱۔

(۱۷) قاری حافظ عرفان احمد ابن سلطان احمد۔ ولادت ۱۳۶۱ھ۔ والد سے حفظ و تجوید کی سند لی۔ ف ۱۳۹۲۔

(۱۸) قاری حافظ حاجی ولی اللہ ابن حافظ قاری محمد عبداللہ سابق امام جامع مسجد کانپور۔
ولادت ۱۳۰۱ھ۔ حفظ کی تکمیل والد سے کی۔ ۱۳۲۲ھ سے تجوید کا درس دیتے ہیں
ان کے شاگرد عبدالستار ہیں۔ ف ۱۳۹۳
(۱۹) قاری حافظ عبدالستار نابینا۔ ولادت ۱۳۳۵ھ۔ ف ۱۳۹۴
(۲۰) قاری حافظ محمد صدیق کانپوری۔ ولادت ۱۲۹۵ھ۔ سبعہ کی تکمیل ۱۳۱۳ھ میں کی۔
۳۵ سال تعلیم و تعلم میں صرف کئے۔ چار سال سے علیل ہیں۔ ف ۱۳۹۵
(۲۱) قاری حافظ محمد عتیق کانپوری۔ ولادت ۱۳۲۷ھ ف ۱۳۹۶
(۲۲) قاری شفقت علی ملیح آبادی۔ ولادت ۱۳۴۱ھ ف ۱۳۹۷
(۲۳) قاری حافظ امداد احمد ابن مولانا مشتاق احمد ابن مولانا احمد حسن شارح مثنوی مولانا روم
ولادت ۱۳۲۲ھ۔ دس حج کئے۔ قاری محمد عبداللہ سے مشق کی۔ قاری عبداللطیف
کے شاگرد۔ ف ۱۳۹۸
(۲۴) قاری حافظ احتشام علی لکھنوی۔ ولادت ۱۳۳۳ھ۔ شاگرد قاری عبدالمعبود سردار میمن
کی مسجد میں امامت کرتے ہیں۔ ف ۱۳۹۹
(۲۵) قاری حافظ عبدالستار کانپوری ف ۱۴۰۰
(۲۶) قاری محمد یوسف ف ۱۴۰۱
(۲۷) قاری محمد یونس ف ۱۴۰۲

مارھرہ ف ۱۴۰۳

(۱) قاری حافظ عبدالقاسم سید اسمٰعیل حسن ف ۱۴۰۴
(۲) قاری حافظ فقیر عالم مارھروی ف ۱۴۰۵
(۳) قاری حافظ سید شاہ علی احسن لقب شاہ میاں ف ۱۴۰۶
(۴) قاری حافظ عبدالکریم اترولی ف ۱۴۰۷
(۵) قاری حافظ سید مصطفےٰ حیدر حسن ولادت ۱۳۴۵ھ ف ۱۴۰۸
(۶) قاریہ امت الحی عائشہ ولادت ۱۳۳۷ھ ف ۱۴۰۹
(۷) قاریہ فاطمہ صغرا طاہرہ ولادت ۱۳۴۱ھ ف ۱۴۱۰

رامپور ف ۱۴۱۱

(۱) قاری حافظ حاجی محمد اسمٰعیل مجددی رامپوری - قاری سبعہ - ولادت ۱۳۲۰ھ ۳۵ سال حجاز میں رہکر آئے - ۲۱ سال سے مدرسہ عالیہ رامپور میں شیخ التجوید ہیں واعظ بھی ہیں ف ۱۴۱۲

(۲) قاری حافظ ابوالقاسم مجددی رامپوری - ولادت ۱۳۳۵ھ ف ۱۴۱۳

(۳) قاری عبدالحمید مجددی - قاری محمد اسمٰعیل کے بھتیجے - ولادت ۱۳۴۱ھ - حجازی کونسیلٹ بمبئی میں ملازم ہیں ف ۱۴۱۴ -

(۴) قاری ضیاء الدین افروز سہارن پوری ولادت ۱۳۳۷ھ تلمیذ عبدالخالق سہارنپوری ۶ سال سے مدرسہ عالیہ رامپور میں پڑھاتے ہیں۔ شاگرد قاری نورالحسن ہیں ف ۱۴۱۵

(۵) قاری نورالحسن امام جامع مسجد رامپور ولادت ۱۳۳۲ھ - ف ۱۴۱۶ -

(۶) قاری عبدالرحمٰن خان ابن قاری علی حسین قاری سبعہ مدرس مدرسہ عالیہ وفات ۱۳۷۱ھ ف ۱۴۱۷

(۷) قاری محمد حسین تلمیذ عبدالرحمن پانی پتی -

(۸) حکیم قاری علی محمد قاری سبعہ سنبھلی پانی پتی -

(۹) قاری حافظ عبدالحق ولادت ۱۳۴۱ھ امام جامع مسجد رامپور تلمیذ قاری محمد یوسف جو دہلی ریڈیو پر پڑھتے تھے - ف ۱۴۱۸ -

(۱۰) قاری حافظ محمد صابر اعمٰی ولادت ۱۳۵۴ھ - ف ۱۴۱۹

(۱۱) شیخ القراء حافظ واحد بیگ چار اساتذہ سے سیکھا - ولادت ۱۳۳۲ھ - ادائی پر قادر تحقیق اور شغف اچھا ہے - ف ۱۴۲۰ شاگرد حسب ذیل ہیں :-

(۱) قاری حافظ عالم احمد الزمان ولادت ۱۳۴۴ھ ف ۱۴۲۱

(۲) قاری عبدالرحمٰن ولادت ۱۳۴۵ھ ف ۱۴۲۲ -

(۳) قاری حافظ عبدالحی خان ابن رفیع الدین خان ولادت ۱۳۲۷ھ ف ۱۴۲۳

(۴) قاری حافظ ریاض الدین ولادت ۱۳۵۷ھ ف ۱۴۲۴

(۵) قاری مولوی نظام الدین منی پوری - ولادت ۱۳۵۵ھ ف ۱۴۲۵

(۶) قاری ضیاء الدین کچھاری (آسام) ولادت ۱۳۵۴ھ - ف ۱۴۲۶ -

(۷) قاری مولوی نظام الدین دوم کچھاری (آسام) ولادت ۱۳۵۴ھ ف ۱۴۲۷ -

(۸) قاری عبدالرحمٰن امّی جے پوری، ولادت ۱۳۴۲ھ ف ۱۴۲۸

(۹) قاری خوشنود حسین۔ ولادت ۱۳۵۸ھ ف ۱۴۲۹

امروھہ

(۱) قاری حافظ محمد حسن امروھی۔ ولادت ۱۳۱۶ھ ف ۱۴۳۰

سنبھل

(۱) قاری قطب الدین سنبھلی نابینا۔ ولادت ۱۲۹۱ھ ف ۱۴۳۱۔

(۲) قاری عبدالستار نابینا سنبھلی۔ ولادت ۱۳۰۱ھ۔ ف ۱۴۳۲۔

(۳) قاری حافظ احمد حسن سنبھلی ولادت ۱۳۴۸ھ (۴) قاری حافظ حبیب احمد سنبھلی ولادت ۱۳۵۰ھ

(۵) قاری حمیدالدین سنبھلی قاری عشرہ ولادت ۱۳۰۷ھ ف ۱۴۳۳ ف ۱۴۳۸
بنارس میں درس دیا۔ تلمیذ قاری محمد عبداللہ تھانوی وفات ۱۳۷۴ھ۔

کانٹھ ضلع مرادآباد

(۱) مقری حافظ خدابخش ابن اللہ بخش ولادت ۱۳۱۵ھ تلمیذ قاری محمد صدیق ف ۱۴۳۴
شاگردان:

(۱) قاری محمد شریف لاہوری (۲) قاری کریم بخش (۳) قاری محمد اسمٰعیل (۴) قاری فضل کریم۔

مرادآباد ف ۱۴۳۵

شاہی مدرسہ مرادآباد :۔ (۱) شیخ القراء حافظ محمد کامل افضل گڑھی۔ ولادت ۱۳۲۶ھ۔ تلمیذ مقری محمد عبداللہ وتکمیل عشرہ از محمد عبدالرحمٰن مکی۔ ف ۱۴۳۶

شاگردان: (۱) قاری عبدالسلام نجیب آبادی قاری عشرہ (۲) قاری عبدالحق رامپوری قاری سبعہ۔ فی الوقت کراچی میں ہیں (۳) قاری حامد حسین قاری سبعہ خلیفہ مولانا اشرف علی تھانوی (۴) قاری عاشق علی قاری سبعہ (۵) قاری ابوبکر مرادآبادی (۶) قاری عشرہ محمد ایوب ھزاری باغ والے۔

مدرسہ امدادیہ مراد آباد :- (۱) شیخ القراء حافظ امیر علی - وطن نگینہ - ولادت ۱۳۳۷ھ - تلمیذ قاری محمد عبد اللہ ف ۱۴۳۷ -

شاگردان : (۱) قاری حافظ محمد شفیع قاری سبعہ - پاکستان چلے گئے (۲) قاری حافظ عبد الاحد - قاری سبعہ - ڈھاکے میں ہیں (۳) قاری عبد الکریم قاری سبعہ - مرشد آباد میں ہیں - (۴) قاری حافظ محمد عمر قاری عشرہ - پورنیہ میں ہیں - (۵) قاری ثناء اللہ قاری سبعہ چاند پور پاکستان میں ہیں - (۶) قاری حمید الدین سنبھلی ف ۱۴۳۸ -

(۷) قاری حافظ خدا بخش نابینا ف ۱۴۳۹

سہارن پور ف ۱۴۴۰

مدرسہ مظاہر العلوم : (۱) مولانا حافظ قاری محمد زکریا شیخ الحدیث شاگرد مقری حسن شاعر مدنی - تحفۃ الاخوان فی بیان تجوید القرآن کا ترجمہ ۱۳۴۵ھ میں کیا ۱۳۴۷ھ میں طبع ہوا ف ۱۴۴۱

(۲) قاری حافظ محمد سلیمان دیوبندی ف ۱۴۴۲

(۳) قاری حافظ محمد ابراہیم سہارن پوری - وفات ۱۳۶۵ھ ف ۱۴۴۳ -

(۴) قاری حافظ مظفر حسین ابن مفتی قاری سعید احمد (ملاحظہ ہو فقرہ ۱۲۰۴) ولادت ۱۳۴۹ھ ف ۱۴۴۴

مدرسہ تجوید القرآن - شیخ القراء حافظ عبد الخالق علی گڑھی نے یہاں ۵۰ سال درس دیا ہے۔ وفات ۱۳۷۶ھ ف ۱۴۴۵

(۲) قاری حافظ محمد اسحٰق تلمیذ قاری عبد الخالق ولادت ۱۳۴۹ھ ف ۱۴۴۶

(۳) قاری حافظ عبد الباری ابن قاری عبد الخالق قاری عشرہ - ولادت ۱۳۳۲ھ ف ۱۴۴۷

(۴) قاری حافظ محمد صدیق تلمیذ عبد الخالق ولادت ۱۳۳۲ھ - ف ۱۴۴۸

(۵) قاری حافظ اللہ بندہ سہارن پوری تلمیذ عبد الخالق ولادت ۱۳۴۷ھ خوش الحان قاری ہیں ف ۱۴۴۹

(۶) قاری، حافظ اللہ دیا - ولادت ۱۳۱۲ھ ف ۱۴۵۰

(۷) اہلیہ قاری حافظ اللہ دیا قاریہ و حافظ ف ۱۴۵۱

امرتسر

(۱) قاری حافظ خدا بخش ف ۱۴۳۹ ف ۱۴۵۱

(۲) قاری عشرہ حافظ محمد شریف نابینا ف ۱۴۵۲
(۳) قاری عشرہ کریم بخش ف ۱۴۵۳
(۴) قاری محمد اسمٰعیل ف ۱۴۵۴
(۵) قاری امیرالدین بجنوری ف ۱۴۵۵
(۶) قاری عبدالشکور ف ۱۴۵۶
(۷) قاری فضل کریم ف ۱۴۵۷

دیوبند ف ۱۴۵۸

دارالعلوم دیوبند : شیخ القراء حافظ حفظ الرحمٰن ملاحظہ ہو فقرہ (۱۲۲۵)
ابن مولانا حکیم عبدالشکور قاری عشرہ ولادت ۱۳۱۷ھ۔
وفات ۱۳۸۸ھ۔ تلمیذ قاری عبدالرحمٰن مکی۔ ف ۱۴۵۹

شاگردان : (۱) قاری عشرہ فتح محمد نابینا (۲) قاری عشرہ عبدالشکور پانی پتی (۳) قاری عشرہ محمد حسن ملاباری (۴) قاری سبعہ محمد میاں (۵) قاری سبعہ عبدالجلیل (۶) قاری عشرہ محمد عبداللہ دیوبندی (۷) قاری محمد طیب ناظم دارالعلوم (۸) قاری عشرہ فیض الحسن حمودی (۹) قاری عشرہ گل محمد قندھاری (۱۰) قاری محمد عثمان سورتی۔ ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۲۲۵۔ و فقرہ نمبر ۱۴۵۹۔

(۲) قاری حافظ عتیق احمد دیوبندی۔ قاری سبعہ ولادت ۱۳۲۵ھ ف ۱۴۶۰
(۳) قاری جلیل الرحمٰن ولادت ۱۳۲۱ھ ف ۱۴۶۱
(۴) قاری محمد نعمان بلیاوی ولادت ۱۳۳۲ھ ف ۱۴۶۲
(۵) قاری سبعہ عبدالوحید۔ ولادت ۱۳۵۲ھ ف ۱۴۶۳
(۶) قاری حافظ محمد یامین قاری سبعہ ولادت ۱۳۱۲ھ ف ۱۴۶۴
(۷) قاری احمد میاں ابن اعزاز علی۔ ولادت ۱۳۲۷ھ ف ۱۴۶۵
(۸) قاری شبیر احمد دیوبندی تلمیذ مقری عبدالوحید ف ۱۴۶۶

بلند شہر

قاری حافظ حبیب اللہ نابینا ساکن قصبہ ڈبائی ولادت ۱۳۳۴ھ ف ۱۴۶۷

علیگڈھ

(۱) قاری حافظ عصام الدین فرزند اکبر قاری ضیاء الدین ولادت ۱۳۱۲ھ ف ۱۴۶۸
قاری سبعہ۔ مسلم یونیورسٹی میں درس دیتے ہیں۔
(۲) قاری عبد الباری فرزند قاری عبد الخالق۔

میرٹھ

(۱) قاری حمید اللہ ولادت ۱۳۱۷ھ۔ تلمیذ قاری عبد اللہ صاحب۔
(۲) قاری حافظ محمد امین مدرس مدرسہ اسلامیہ (قصبہ کٹھور) ولادت ۱۳۲۷ھ ف ۱۴۶۹
(۳) قاری ۱ا خلیق احمد مہتمم مدرسہ اسلامیہ (قصبہ کٹھور) ولادت ۱۳۲۴ھ ف ۱۴۷۰
(۴) قاری سعید الٰہی تلمیذ قاری حافظ ولی محمد۔ پاکستان چلے گئے۔
(۵) قاری حکیم قسیم الدین۔
(۶) قاری شجاع الدین۔
(۷) قاری نظام الدین برادر خورد۔ وفات ۱۳۶۵ھ
(۸) قاری حافظ محمد طاہر ولادت ۱۳۱۴ھ وفات ۱۳۶۰ھ۔ صدر مدرس امداد الاسلام میرٹھ۔

پانی پت

(۱) قاری حافظ محمد عمر قاری سبعہ شاگرد محی الاسلام پانی پتی ولادت ۱۳۳۲ھ ف ۱۴۷۳
(۲) قاری حافظ مشتاق احمد خان قاری سبعہ تلمیذ عبد السلام عباسی۔ ف ۱۴۷۴
(۳) قاری عبد السلام عباسی تلمیذ قاری عبد الرحمٰن پانی پتی ف ۱۴۷۴
شاگردان: (۱) قاری حفیظ الرحمٰن (۲) مولوی عبد المجید (۳) قاری عبد القیوم ابن عبد السلام عباسی (۴) قاری شمشیر محمد خان۔

(۴) قاریہ حافظہ جمالہ اندرون احاطہ والدین شاہ بو علی قلندر۔
(۵) حافظ حکیم اللہ مدرس مدرسہ تعلیم القرآن۔ پاکستان چلے گئے۔
(۶) قاری شیخ محمد اسمٰعیل نے عذار القرآن ۱۳۵۶ھ میں لکھی۔
(۷) قاری عبدالرحیم صدر مدرس مدرسہ عربیہ گنبدان۔ وفات ۱۳۶۵ھ۔
(۸) قاری حفیظ الدین احمد مدرس مدرسہ حفظ القرآن۔ پاکستان چلے گئے۔

دھلی

(۱) قاری زید ابوالحسن ابن ابوالخیر دہلوی۔ ولادت ۱۳۲۴ھ ف ۱۴۷۷
(۲) قاری سبعہ بلال ابوالفیض ابن قاری ابوالخیر دہلوی ولادت ۱۳۱۸ھ فی الوقت کوئٹہ میں ہیں ف ۱۴۷۸!
(۳) قاری سالم ابوسعد ابن ابوالخیر دہلوی ولادت ۱۳۲۶ھ فی الوقت کوئٹہ میں ہیں۔ ف ۱۴۷۹
(۴) قاری سید محمد میاں بلند شہری تلمیذ قاری حفظ الرحمٰن ولادت ۱۳۴۳ھ۔ مسجد فتح پوری میں شیخ التجوید ہیں۔ ف ۱۴۸۰

آپ کے شاگرد محمد رمضان قاری سبعہ فی الوقت سورت میں ہیں۔

(۵) قاری حافظ محمد سلیمان ابن ملک محمد ساکن رہتک ولادت ۱۳۳۹ھ (یکم نومبر ۱۹۲۰ء) تلمیذ محمد عبداللہ مرادآبادی۔ شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ فتح پوری ہیں۔ ف ۱۴۸۱
(۶) قاری مفتی حفیظ الدین امام مسجد رنگریزان۔ باڑہ ہندوراؤ قاری سبعہ ولادت ۱۳۱۷ھ ف ۱۴۸۲
(۷) قاری عبدالغفور افغانی ولادت ۱۳۳۷ھ۔ دہلی میں مدرس و شیخ التجوید رہے۔ ف ۱۴۸۳
(۸) قاری سبعہ حافظ محمد سلیمان خان تلمیذ شیر محمد خان و محی الاسلام۔ ولادت ۱۳۳۵ھ تکیہ والی مسجد میں تجوید کا درس دیتے ہیں۔ ف ۱۴۸۴۔
(۹) قاری سبعہ حافظ عبداللطیف مجددی پانی پتی تلمیذ محی الاسلام۔ ولادت ۱۳۱۵ھ ف ۱۴۸۵!
(۱۰) قاری حافظ نعمت اللہ مظفر نگری۔ تلمیذ قاری حفظ الرحمٰن۔ ولادت ۱۳۲۰ھ مدرسہ تعلیم القرآن گلی قاسم خان میں درس دیتے ہیں۔ ف ۱۴۸۶
(۱۱) قاری حافظ نجم الدین تلمیذ فتح محمد نابینا ولادت ۱۳۲۷ھ ف ۱۴۸۷
(۱۲) قاری حافظ عبدالرزاق بخاری ابن مولانا عبدالعزیز۔ ولادت ۱۳۳۲ھ۔ ف ۱۴۸۸

(۱۳) قاری محمد یوسف ابن قاری محمد اسحٰق ولادت ۱۳۱۷ھ ۔ پاکستان چلے گئے ف ۱۴۸۹

(۱۴) قاری محمد ادریس ابن قاری محمد یوسف ولادت ۱۳۳۷ھ ۔ ف ۱۴۹۰

(۱۵) قاری حافظ فیاض احمد ف ۱۴۹۱

(۱۶) قاری حافظ نبی احمد ف ۱۴۹۲

(۱۷) قاری حافظ حامد حسین ۔ خوش الحان قاری ولادت ۱۳۱۲ھ ۔ ف ۱۴۹۳

آگرہ (اکبر آباد) ف ۱۴۹۴ ۔

(۱) قاری حافظ فیض محمد تلمیذ ضیاء الاسلام وفتح محمد ولادت ۱۳۳۵ھ ف ۱۴۹۵

(۲) قاری اخلاق حسین کرت پوری ولادت ۱۳۳۰ھ ف ۱۴۹۶

(۳) قاری محمد عارف بلند شہری ۔ ولادت ۱۳۴۶ھ ف ۱۴۹۷

(۴) قاری محمد حسین نگینوی ۔ ولادت ۱۳۲۲ھ ف ۱۴۹۸

(۵) قاری حافظ عبدالعزیز اکبر آبادی ولادت ۱۳۳۰ھ تلمیذ عبدالمالک ملاحظہ ہو فقرہ ۱۲۵۱ ف ۱۴۹۹

(۶) قاری سبعہ محمد علی ہیکش ۔ ولادت ۱۳۲۱ھ ۔ تلمیذ عبدالمالک ف ۱۵۰۰

جے پور

(۱) قاری مولوی حکیم احمد حسن خان ٹونکی ف ۱۵۰۱

ٹونک ف ۱۵۰۲

مدرسہ فرقانیہ : (۱) قاری مولا بخش ۔ ولادت ۱۳۰۵ھ ف ۱۵۰۳

(۲) شیخ القراء عبدالمالک قاری عشرہ ملاحظہ ہو فقرہ (۱۲۲۴) و ف ۱۵۰۴

(۳) مقری حبیب اللہ خان قاری عشرہ ملاحظہ ہو فقرہ (۱۲۵۴) و ف ۱۵۰۵

(۴) مقری صبغۃ اللہ خان قاری سبعہ ۔ ملاحظہ ہو فقرہ (۱۲۵۵) و ف ۱۵۰۶

(۵) شیخ القراء محمد سابق لکھنوی ۔ ملاحظہ ہو فقرہ (۱۲۵۳) و ف ۱۵۰۷

(۶) قاری حافظ غلام محمد ۔ ف ۱۵۰۸

(۷) قاری حافظ محمد امین۔ ف ۱۵۰۹
(۸) قاری کریم حسین ف ۱۵۱۰
(۹) قاری معین الدین ف ۱۵۱۱
(۱۰) قاری اسد حسن خان ف ۱۵۱۲
(۱۱) قاری ناز خان ف ۱۵۱۳
(۱۲) قاری حافظ عبد الحق ف ۱۵۱۴
(۱۳) قاری محمد عبد اللہ نابینا ف ۱۵۱۵
(۱۴) قاری حافظ ظفر اللہ خان ف ۱۵۱۶
(۱۵) قاری حافظ سید سعید احمد برکاتی ف ۱۵۱۷
(۱۶) حافظ قاری سید فرید احمد برکاتی ف ۱۵۱۸
مدرسہ خلیلیہ سے جو تجوید کی سند لے کر نکلے۔ ف ۱۵۱۹

بابِ چہارم

بھوپال ف ۱۵۲۰

(۱) الحاج شیخ القراء حافظ مرزا محمود بیگ مکی۔ ولادت ۱۳۱۲ھ۔
ملاحظہ ہو فقرہ (۳۱۳)۔ ف ۱۵۲۱
(۲) قاری حافظ بشیر اللہ خان۔ ولادت ۱۳۲۲ھ ف ۱۵۲۲ -
شاگردان:-
۱۔ قاری عبد الماجد ابن صدر الدین۔
۲۔ قاری انعام اللہ۔

(۳) قاری حاجی لطیف الرحمٰن نسلاً عرب ولادت ۱۳۱۷ھ ف ۱۵۲۳

(۴) قاری حافظ حاجی محمد عثمان ابن قاری محمد علی خطیب زکریا مسجد کلکتہ۔
وطن فرید پور بنگال ولادت ۱۳۲۰ھ ف ۱۲۵۰ ف ۱۵۲۴

شاگردان :-

(۱) قاری عبد الحنان سانگی۔

(۲) قاری عبد العزیز مرحوم۔

(۳) قاری حافظ محمد افضل

(۵) قاری حافظ عبد الحمید ابن قاری حافظ عبد الرحیم۔ ولادت ۱۳۰۷ھ ف ۱۵۲۵

(۶) قاری حافظ پیر محمد صدیق حسین ولادت ۱۳۲۷ھ۔ ف ۱۵۲۶

(۷) قاری حافظ شفیق الحسن ولادت ۱۳۴۲ھ۔ رسالہ مصباح القرآن لکھ کر ۱۳۶۸ھ
میں طبع کیا۔ خوشنویس بھی ہیں۔ ف ۱۵۲۷

(۸) قاری ابراھیم بیگ۔ ولادت ۱۳۲۲ھ۔ افریقہ چلے گئے ف ۱۵۲۸

(۹) قاری حافظ منشی عبد الرؤف ولادت ۱۳۳۷ھ
مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں مدرس ہیں۔ ف ۱۵۲۹ ۔

(۱۰) قاری حافظ مفتی محمد عبد الہادی خان ابن علامہ عبد الاحد ولادت ۱۳۰۲ھ وفات ۱۳۸۸ھ ف ۱۵۳۰

(۱۱) قاری سبعہ حافظ محمد اسحٰق ولادت ۱۳۱۷ھ ف ۱۵۳۱

(۱۲) قاری حافظ محمد یونس خان۔ ولادت ۱۳۳۵ھ ف ۱۵۳۲

(۱۳) قاری حافظ عبد الشکور ولادت ۱۳۵۹ھ ف ۱۵۳۳

(۱۴) قاری حافظ عبد الرشید ولادت ۱۳۴۶ھ ف ۱۵۳۴

(۱۵) قاری حافظ عبد العزیز ابن قاری حافظ عبد الحمید ولادت ۱۳۵۱ھ۔ ف ۱۵۳۵

(۱۶) قاری حافظ فضل الرحمٰن ولادت ۱۳۲۱ھ ف ۱۵۳۶۔

(۱۷) قاری محمد حسن۔ ولادت ۱۳۳۲ھ ف ۱۵۳۷

(۱۸) قاری حافظ محمد سلیمان۔ ولادت ۱۳۳۷ھ ف ۱۵۳۸

(۱۹) قاری حافظ حاجی بھیا فضل الرحمٰن فاروقی۔ ولادت ۱۲۹۳ھ ف ۱۵۳۹

(۲۰) قاری بنّے میاں ابن رمضان خان ولادت ۱۳۳۲ھ ف ۱۵۴۰

(۲۱) قاریہ طیبہ بی۔ مفسرہ محدث ۔ مدرسہ حیات العلوم کی نگران ف ۱۵۴۱ (الف)
(۲۲) مدرسہ البنات میں بیگم عمران خان درس دیتی ہیں ف ۱۵۴۱ (ب)

مالے گاؤں ف ۱۵۴۲

(۱) شیخ القراء حافظ محمد حسین ابن منشی مدار اللہ وطن الہ آباد ۔ ولادت ۱۳۲۲ھ قاری بھو ف ۱۵۴۳

شاگردان :۔

(۱) مولوی قاری جمال الدین صدر مدرس اسلامیہ بڑا قبرستان۔
(۲) مولوی قاری محمد عثمان مدرس مدرسہ ملت
(۳) قاری حافظ مولوی محمد حسن مدرس مدرسہ اسلامیہ۔
(۴) مولوی حافظ قاری محمد ثوبان۔ امام نورانی مسجد۔
(۵) قاری حافظ عثمان غنی ۔ امام مسجد جھومر ٹپی ۔
(۶) قاری حافظ محمد صابر۔ امام مسجد قلعہ۔
(۷) قاری محمد ہارون ۔ مدرس مدرسہ بیت العلوم ۔
(۸) قاری حافظ مدار بخش ۔ مدرس مدرسہ اظہار العلوم برہان پور ۔
(۹) میانجی قاری عبد السبحان۔
(۱۰) قاری حافظ محمد حنیف ابن حافظ عبد المجید۔
(۱۱) قاری حافظ محمد سعید۔
(۱۲) قاری حافظ مرتضیٰ حسن ۔
(۱۳) قاری حافظ محمد یوسف ۔
(۱۴) قاری حافظ خادم رسول ۔ ساکن بارہ بنکی۔
(۱۵) قاری حافظ عبد الواحد بن محمد اسحاق ۔
(۱۶) قاری حافظ عبد الاحد ۔
(۱۷) قاری حافظ عبد الشکور
(۱۸) قاری حافظ ولی محمد
(۱۹) قاری حافظ محمد الیاس۔

(۲۰) قاریہ زبیدہ بیگم زوجہ حاجی محمد نیین۔
تصنیف: (۱) مفید الاقوال فی شرح تحفۃ الاطفال۔
(۲) سبعہ قرات کی اجرائی کیلئے اردو میں ایک مسودہ تیار کیا ہے جو دو ہزار صفحہ پر مشتمل ہوگا جس میں اختلافات بطور اجرائی بتلائے گئے ہیں۔

(۲) قاری محمد قاسم بخاری ف ۱۵۴۴
(۳) قاری جنید علی اورنگ آبادی ف ۱۵۴۵
(۴) قاری غلام رسول ف ۱۵۴۶
(۵) مالے گاؤں کے دیگر قراء۔ ف ۱۵۴۷

بمبئی

بمبئی کے قراء ف ۱۵۴۸

(۱) قاری حافظ مولوی نور الحق فاروقی ولادت ۱۳۲۴ھ م (۱۹۰۶ء) خوش الحان صاحب تحقیق عشرہ کے اچھے جاننے والے۔ ف ۱۵۴۹
(۲) قاری حافظ حکیم مولوی سید ودود الحی ندوی لکھنوی ولادت ۱۳۳۳ھ۔ (م ۱۹۱۳ء) خوش الحان ف ۱۵۵۰
(۳) قاری حافظ حاجی مولوی محمد ریاست علی لکھنوی۔ ولادت ۱۳۳۶ھ۔ ف ۱۵۵۱
(۴) قاری مولوی عبد المعید افتخار احمد سنبھلی۔ ولادت ۱۳۳۵ھ۔ تصنیف زیر طبع اغاثۃ اللطهان بہ سبعہ احرف القرآن الملقب بہ ضیاء البدور فی اصول قرات شفاء الصدور۔ ف ۱۵۵۲
(۵) قاری حافظ مولانا مولوی عبد الحمید ٹونکی۔ ولادت ۱۳۳۰ھ۔ ف ۱۵۵۳
(۶) قاری حافظ عبد الغنی بخاری۔ ولادت ۱۳۲۰ھ۔ ف ۱۵۵۴
(۷) قاری مولانا اشرف علی۔ ولادت ۱۳۱۶ھ ف ۱۵۵۵
(۸) قاری مولانا سید جمال الدین مونگھیری۔ ولادت ۱۳۲۱ھ ف ۱۵۵۶
(۹) قاری حافظ حکیم عبد الولی لکھنوی۔ ولادت ۱۳۲۴ھ ف ۱۵۵۷
(۱۰) قاری حافظ حاجی عبد الحی لکھنوی۔ ولادت ۱۳۲۶ھ ف ۱۵۵۸
(۱۱) قاری حافظ محمد ادریس بخاری۔ ولادت ۱۳۳۱ھ ف ۱۵۵۹
(۱۲) قاری حافظ خطیب افتخار احمد اعظم گڑھی۔ ولادت ۱۳۳۱ھ ف ۱۵۶۰

(۱۳) قاری حافظ احمد حسن سنیا پوری - ولادت ۱۳۳۱ھ ف ۱۵۶۱

(۱۴) قاری حسن مکی - ولادت ۱۳۰۰ھ ف ۱۵۶۲

(۱۵) قاری حافظ عبد الخالق لکھنوی - ولادت ۱۳۵۶ھ ف ۱۵۶۳

(۱۶) پیرزادہ سید محمد زین الدین علوی الحسینی قادری احمد آبادی - ولادت ۱۳۳۱ھ ف ۱۵۶۴

(۱۷) قاری حافظ محمد عثمان مکی - ولادت ۱۳۰۹ھ ف ۱۵۶۵

(۱۸) قاری حافظ سید ابو الحسنین آل مصطفےٰ سید میاں قادری مارہروی ولادت ۲۵ رجب ۱۳۳۳ھ ف ۱۵۶۶

(۱۹) قاری حافظ مولوی سید مصطفےٰ حیدر حسن برادر خورد سید ابو الحسنین ولادت ۲۵ شعبان ۱۳۴۵ھ ف ۱۵۶۷

(۲۰) قاری زبیر احمد عثمانی سہارن پوری - ولادت ۱۳۴۷ھ - ف ۱۵۶۸

(۲۱) قاری حافظ مطیع اللہ پشاوری - ولادت ۱۳۴۱ھ ف ۱۵۶۹

(۲۲) قاری حافظ عبد السلام اعظم گڑھی - ولادت ۱۳۴۰ھ ف ۱۵۷۰

(۲۲) قاری حافظ اسرار اللہ " " " ۱۳۴۲ھ ف ۱۵۷۱

(۲۴) قاری ولی اللہ " " " ۱۳۴۴ھ ف ۱۵۷۲

(۲۵) خطیب قاری غلام محمد کوکنی ایم اے - ولادت ۱۳۲۲ھ ف ۱۵۷۳

(۲۶) قاری یار محمد فیض آبادی - ولادت ۱۳۲۶ھ ف ۱۵۷۴

(۲۷) قاری عبد الواحد مدرس مدرسہ تجوید القرآن - ف ۱۵۷۵

(۲۸) قاری محمد شفیع مبارک پوری - بھمڑی مسجد کے امام ف ۱۵۷۶

پونہ

(۱) مولوی قاری حافظ عبد الحق صاحب ٹونکی ف ۱۵۷۷

سورت

(۱) قاری حافظ مولوی انوار الحق فاروقی ف ۱۵۷۸

مدھیہ پردیش

مفتی مولانا قاری محمود احمد صاحب - مئو ماوہ میں ف ۱۵۸۰ مولانا قاری حماد احمد مئو ماوہ میں ف ۱۵۸۱

اجین

اندور

اڑیسہ

(۷) قاری حافظ عبد الشکور ف ۱۶۰۴

کٹک ف ۱۶۰۵

(۱) قاری محمد عبد الغفار ف ۱۶۰۶
(۲) قاری حافظ عبد الرشید ف ۱۶۰۷
(۳) قاری سید برکت اللہ ف ۱۶۰۸
(۴) قاری حافظ محسن علی ف ۱۶۰۹
(۵) قاری عبد الرب تر کی قاری سبعہ ف ۱۶۱۰
(۶) قاری سید نعمت اللہ ف ۱۶۱۱
(۷) قاری ابرار الحق ف ۱۶۱۲
(۸) قاری سید معین الدین ف ۱۶۱۳
(۹) قاری محمد معین الدین ف ۱۶۱۴
(۱۰) قاری حافظ ابرار الحسن ف ۱۶۱۵
(۱۱) قاری حافظ سید قمر الدین ف ۱۶۱۶
(۱۲) قاری حبیب اللہ ف ۱۶۱۷
(۱۳) قاری حافظ عبد السلام ف ۱۶۱۸

اورنگ آباد

(۱) مقری سید کلیم اللہ قادری ف ۱۶۲۰
(۲) مولانا قاری حکیم محمد صابر صاحب ف ۱۶۲۱
(۳) حافظ فیض محمد صاحب کے فرزندان ف ۱۶۲۲
(۴) الحاج قاری محمد حسن ف ۱۶۲۳
(۵) قاری حافظ عبد الستار ف ۱۶۲۴
(۶) قاری حافظ فیض محمود ف ۱۶۲۵
(۷) قاری امجد علی خان ف ۱۶۲۶

(۸) قاری جنید علی — ف ۱۶۲۷

(۹) قاری حافظ فیض احمد — ف ۱۶۲۸

(۱۰) قاری حافظ غلام محمد — ف ۱۶۲۹

(۱۱) قاری حافظ جان محمد — ف ۱۶۳۰

(۱۲) سید نظام الدین اورنگ آبادی — ف ۱۶۳۱

(۱۳) قاری مولانا ریاست علی شاہ جہان آبادی۔ — ف ۱۶۳۲

بروده

(۱) الحاج مولانا محمد شاکر صاحب — ف ۱۶۳۳

(۲) قاری حافظ محمد صدیق — ف ۱۶۳۴

(۳) قاری مولوی نجم الدین — ف ۱۶۳۵

ڈھبوی

(۱) قاری مولانا شہاب الدین — ف ۱۶۳۶

(۲) قاری مولانا اچھے میاں — ایضاً

(۳) قاری مولوی سید علی المعروف بہ روشن میاں — ایضاً

(۴) قاری مولوی سید علی المعروف بہ بڑے میاں — ایضاً

(۵) قاری میاں محمد خوبن بھائی۔ — ایضاً

(۶) قاری میاں محمد لعل محمد — ایضاً

(۷) قاری امیر الدین ماسٹر — ایضاً

(۸) قاری حسن بھائی — ایضاً

(۹) قاری پیر بھائی — ایضاً

بابِ پنجم۔ مدراس

مدراس

(۱) قاری غلام رسول۔ تاجر پارچہ — ف ۱۶۳۷
(۲) حافظ قاری عبدالقادر — ایضاً
(۳) قاری عبدالخالق — ایضاً
(۴) قاری سید محی الدین پیران — ایضاً
(۵) قاری عبدالرحمٰن فرزند قاری عبدالغفور — ایضاً
(۶) قاری حمیس احمد — ف ۱۶۳۸
(۷) قاری قاضی بشیرالدین پیارم پیٹی مدرسہ لطیفیہ ویلور — ایضاً
(۸) قاری محمد محمود۔ باقیات الصالحات ویلور — ف ۱۶۳۹
(۹) قاری عبیداللہ امرآباد — ف ۱۶۴۰
(۱۰) قاری عبدالباری — ف ۱۶۴۱

بجواڑہ

(۱) قاری جعفر حسین — ف ۱۶۴۲
(۲) قاری شوکت حسین — ف ۱۶۴۳
(۳) قاری محمد عبدالعظیم — ف ۱۶۴۴
(۴) قاری ڈاکٹر عبدالغفور — ف ۱۶۴۵
(۵) قاری حافظ الحاج حبیب الرحمٰن — ف ۱۶۴۶
(۶) قاری الحاج ملا حسن — ف ۱۶۴۷
(۷) قاری علاء الدین — ف ۱۶۴۸
(۸) قاری محمد ادریس — ف ۱۶۴۹

(۹) قاری حسین خان ۱۶۵۰ ف

(۱۰) قاری عمر شریف ۱۶۵۱ ف

(۱۱) قاری رحمت اللہ شریف ۱۶۵۲ ف

بیجاپور

(۱) قاری محمد صمصام الدین فاروقی ۱۶۵۳ ف

(۲) قاری محمد حبیب الدین فاروقی ۱۶۵۴ ف

ورنگل

(۱) قاری عبدالجبار قریشی ۱۶۵۵ ف الف

(۲) حافظ قاری شمیم احمد ۱۶۵۵ ف ب

(۳) حافظ قاری احمد حسن ۱۶۵۶ ف الف

(۴) قاری محمد سرور سلطان بی' اے' ایل' ایل بی ۱۶۵۶ ف ب

(۵) الحاج قاری کرنل تاج احمد خان ۱۶۵۷ ف

(۶) شیخ القراء حضرت سید نوراللہ قادری کے شاگرد ۱۶۵۸ ف

حصّہ سوم۔ قرائے حال

بَابِ اوّل

ف ۱۲۲۱ تیسرے حصہ میں ہم نے قرائے حال کا ذکر کیا ہے مگر دورِ رحمانیہ کے بعض ایسے قراء بھی ہیں جن کا ذکر پہلے نہ آسکا کیونکہ اون کی تاریخ وفات صحت کے ساتھ معلوم نہ ہو سکی۔ یا جن کے متعلق یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں۔ پہلے اون کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ [۱]

حافظ مقری محی الدین صاحب مکّی

ف ۱۲۲۲ آپ کے والد بزرگوار کا اصلی وطن بنگال تھا۔ لیکن بچپن ہی سے اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہیں مستقل اقامت اختیار کی۔ شادی بھی وہیں ہوئی۔ پھر شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ہمراہ مالٹا بھیجدیئے گئے

(ب) محی الدین صاحب مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ صولتیہ میں حضرت شیخ القراء محمد عبداللہ صاحب کی زیرنگرانی حفظ و تجوید کی تکمیل کی۔ بعدازاں کلکتہ آکر تجارت کرنے لگے کسی خاص وجہ کی بناء پر لکھنو تشریف لائے تو مقری محمد صدیق صاحب میمن سنگھی سے سبعہ قرات کی تکمیل کر کے سند حاصل کی اور مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں مدرس ہو گئے۔

(ج) نہایت خوش الحان۔ ستودہ صفات۔ وسیع النظر۔ حسن صورت و حسن سیرت مکارم اخلاق اور بہت سی خوبیوں کے حامل ہیں۔ قرآن پاک عربی لب ولہجہ سے بے تکلف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔

مولانا قاری حکیم مفتی محمد نصیر الدین نعمانی

ف ۱۲۲۳ وطن اعظم گڑھ۔ کانپور میں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ مولانا منیر الدین احمد صدیقی

---

[۱] دور رحمانیہ کے اکثر قراء جن کا ذکر اس حصّے میں کیا گیا ہے۔ یا اس سے قبل دوسرے حصّے میں آیا ہے اونکے حالات کے متعلق مواد کی فراہمی کے سلسلے میں میں شیخ القراء مولانا حافظ اظہر حسن صاحب عرف ابرار احمد امروہی استاذ عربک اسلامیہ کالج کرنول کا شکرگذار ہوں جن کے رسالہ رحمانیہ ضیائیہ سے حالات لئے کر اون کی اجازت سے یہاں درج کئے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولانا محمود الحسن صاحب سے بھی پڑھا۔ تجوید و قرات سبعہ شیخ القراء عبدالرحمن مکی سے حاصل کرکے اپنے وطن اعظم گڑھ میں مطب و درس و تدریس میں مشغول رہے۔ تقریباً ۱۳۲۳ھ میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کے شعبہ دارالافتاء میں تقرر ہوا۔ دارالافتاء کی مصروفیت کے باوجود فقہ۔ اصول فقہ۔ منطق و فلسفہ و صرف و نحو کے اسباق بھی اپنے ذمہ لے لئے تھے۔ سات آٹھ سال تک یہہ خدمت انجام دیتے رہے تہجد کے نوافل ماہ رمضان میں باجماعت ادا کرنے کے متعلق کلکتے سے استفتاء وصول ہوا تھا۔ آپ نے فقہ حنفی کے معتبر و متداول کتب فتاویٰ کے مطابق فتویٰ جماعت کے خلاف ارقام فرمایا جس پر بحث و مباحثہ ہوا۔ آپ اپنی خدمت سے مستعفی ہوکر واپس اعظم گڑھ چلے گئے۔

(حب) قیام لکھنؤ کے زمانے میں آپ نے مقدریہ جزریہ پر حاشیہ مسمیٰ بہ العین النکریہ فی درس المقدمہ الجزریہ اور تحفتہ الاطفال پر بھی ایک حاشیہ ارقام فرمایا ہے۔ یہہ دونوں حاشیے فارسی میں مختصر و مفید اور نہایت محققانہ ہیں۔ حکیم حافظ احمد صاحب مرحوم سابق مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ نے ہردو حواشی حامل المتن بجانب مدرسہ طبع کرائے ہیں۔

شیخ القراء حافظ عبدالمالک علی گڑھی

ف ۱۳۲۴ آپ شیخ القراء حافظ عبدالخالق علی گڑھی کے چھوٹے بھائی۔ والد کا نام شیخ جیون علی۔ ولادت بہ مقام علیگڑھ ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ ۱۳۱۳ھ میں والدہ کے ساتھ حج کو گئے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں ایک عرصہ تک تعلیم پاتے رہے۔ بروایت سیدنا حفص قرآن شریف ختم کیا۔ ۱۳۲۰ھ میں بڑے بھائی سے ایک سال قبل واپس ہندستان آگئے۔ ۱۳۲۱ھ میں عبدالخالق بھی واپس ہو گئے۔ سہارن پور کے ایک جلسے میں دونوں بھائیوں نے قرات سنائی۔ تحسین و آفرین کے نعرے بلند ہوئے۔ ۱۳۲۳ھ میں دونوں بھائی سہارنپور میں مدرسہ تجوید القرآن میں مامور ہوگئے۔ تین سال تعلیم دینے کے بعد ۱۳۲۶ھ میں عبدالمالک ترک ملازمت کرکے تھانہ بھون چلے گئے۔ ۱۳۲۸ھ میں آگرہ آئے۔ قرات سبعہ کی تکمیل حضرت ضیاء الدین احمد سے کی۔ پھر بریلی۔ ٹونک اور لکھنؤ جاکر مدارس میں طلباء کو فیض پہونچاتے رہے۔ ۱۳۳۷ھ و ۱۳۳۸ھ میں الہ آباد جاکر شیخ القراء عبدالرحمن مکی سے عشرہ کی تکمیل کی۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں بہت عرصے تک خدمت انجام دی۔ مولانا حیدر حسن خان صاحب شیخ الحدیث ندوہ آپ کو اپنے ساتھ ۱۳۵۵ھ میں ٹونک لے گئے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ پاکستان چلے گئے۔ لاہور میں شیخ التجوید تھے۔ ۱۳۷۰ھ میں بھائی کے انتقال کی خبر سنکر سہارن پور آئے تھے۔ واپسی کے بعد انتقال ہو گیا۔

(حب) شیخ القراء عبدالمالک صاحب نہایت خوش الحان اور بے شمار عربی لہجوں کے ماہر اور جامع تھے

یمنی لہجہ۔ مصری لہجہ۔ عشاق لہجہ اور خصوصیت سے ماہیہ لہجہ زیادہ پڑھتے تھے۔ آپ نے فوائد مکیہ پر نہایت عمدہ حاشیہ ارقام فرمایا ہے جس کا نام تعلیقات مالکیہ ہے۔ ہندستان اور پاکستان میں آپ کے شاگرد بکثرت ہیں انہیں سے ممتاز چند نام جن سے میں نے ملاقات کی ہے یہہ ہیں :- (۱) قاری حافظ عبد العزیز اکبر آبادی (۲) قاری حافظ حبیب اللہ قاری عشرہ جو اب ٹونک سے پاکستان چلے گئے (۳) قاری صبغتہ اللہ ٹونکی (۴) قاری مولا بخش ٹونکی۔ (۵) قاری امیر احمد صوفی ٹونکی (۶) قاری محمد سابق قاری عشرہ شیخ التجوید مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ۔

شیخ القرا، حافظ حفظ الرحمٰن پرتاب گڑھی

ف ۱۲۲۵ وطن پرتاب گڑھ۔ والد کا نام مولانا عبد الشکور ولادت ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ دار العلوم دیوبند میں شیخ التجوید ہیں۔ ابتداءً آگرے میں مقری عبد المالک سے پڑھتے رہے۔ ایک روایت میں خوب مہارت حاصل کرنے کے بعد آپ عبد المالک کے ہمراہ الہ آباد گئے اور شیخ القرا، عبد الرحمٰن صاحب مکی سے سبعہ و عشرہ کی تکمیل کی۔ تقریباً پچیس سال سے دار العلوم دیوبند میں آپ کا فیض جاری ہے۔

(ب) مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے رسالہ جمال القرآن پر حاشیہ بنام تسہیل الفرقان بہت سہل عبارت میں ارقام فرمایا ہے۔

(ج) آپ کے تلامذہ میں چند نام یہہ ہیں :- (۱) قاری محمد میاں جو دہلی میں فتح پوری مسجد کے مدرسہ عالیہ کے شیخ التجوید ہیں (۲) قاری محمد نعمان صاحب مقری دیوبند۔ وغیرہ۔

حافظ مقری حکیم محمد عبد الرحیم خان امروہی

ف ۱۲۲۶ آپ نے مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں حافظ عبد الوحید صاحب و شیخ القرا، حافظ ضیاء الدین سے قرآن پاک حفظ کیا اور تجوید و قراءت کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اسی اثنا میں سخت بیمار ہو گئے۔ علالت اس قدر شدید ہو گئی کہ تندرست ہونے اور تعلیم پانے کی توقع نہ رہی۔ کئی سال تک تعلیمی سلسلہ مسدود رہا۔ آپ کے والدین نے بڑی توجہ سے علاج کرایا۔ کئی سال میں صحت یاب ہوئے۔ آپکے والد اور بڑے بھائی ریاست گوالیار کے محکمۂ جنگلات میں ٹھیکیداری (لکتہ داری) اور تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ صحت یابی کے بعد آپکے والد آپ کو اپنے ساتھ گوالیار لے گئے اور کاروبار میں لگا دیا۔ لیکن آپ کے دل میں تحصیل علم کی سچی تڑپ تھی۔ جب بالکل صحت ہو گئی اور قوائے جسمانی علمی محنت برداشت کرنے کے قابل ہو گئے تو آپ نے تمام کاروبار بغیر کسی اطلاع کے اپنے بڑے بھائی کے نام رجسٹر کرا دیا۔ تمام حسابات کی ایک فہرست تیار کی اور ایک چٹھی لکھ کر اور اسکے ساتھ جمع شدہ رقوم اپنے بڑے بھائی کے پاس رکھ کر بلا اطلاع گوالیار سے لکھنؤ پہونچ گئے جہاں شیخ القرا، مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت کو قرآن شریف کا دور سنا کر پھر یاد کر لیا۔ تجوید و قرأت سبعہ کی تکمیل کر کے مدرسہ اسلامیہ عربیہ

جامع مسجد امروہہ میں تجوید و قراءت کے مدرس ہو کر تشریف لائے، جہاں ایک ہی سال قیام کیا۔ کیونکہ کانپور میں مدرسہ قراۃ القرآن قائم ہوا تو استاد کے ارشاد کے بموجب آپ وہاں مولوی اظہر حسن صاحب امروہی کے ساتھ تشریف لے گئے۔ چنانچہ یہی اظہر حسن مدرسہ کے پہلے طالب علم تھے جو فارغ ہوئے۔ امروہہ اور کانپور میں آپ کا بہت فیض جاری ہوا۔ بہت سے طلباء فیض یاب ہوئے۔ کانپور کے دوسرے عربی مدارس سے بھی بعض مدرسین اور طلباء آکر آپ سے فیض حاصل کرتے رہے۔

(ج) بعد ازاں آپ کانپور سے سیوہارہ ضلع بجنور کے مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں مدرس ہو کر تشریف لے گئے وہاں بھی آپ کا فیض ایک عرصہ تک جاری رہا۔ پھر مدرسہ جامع العلوم جامع مسجد کانپور میں مدرس ہو کر تشریف لے گئے اور مدت دراز تک وہاں رہے۔ اوسی زمانے میں تجارت بھی شروع کر دی۔ کانپور سے کلکتہ اور رنگون تشریف لے گئے۔ ان مقامات پر علمی مصروفیات کے ساتھ تجارتی کاروبار و مطب بھی جاری رہا جس زمانہ میں مدرسہ قراۃ الفرقان کانپور میں مدرس تھے اوسی زمانے میں جامع العلوم واقع جامع مسجد کانپور میں نصاب متداولہ کی تکمیل فرمائی۔ بہت ہی مستعد۔ محنتی۔ جفاکش۔ طلباء کے خیر خواہ۔ عامۃ المسلمین کے ہمدرد۔ مرد مجاہد ہیں۔ آجکل کراچی میں مقیم ہیں۔

آپ کے تلامذہ میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی تھے۔

حافظ قاری وصی الرحمٰن اسلام آبادی | **ف ۱۲۲۷** وطن اسلام آباد۔ حفظ و قراءت کی تکمیل امروہے میں شیخ القراء حافظ ضیاء الدین سے کی۔ مختلف مقامات پر درس دیتے رہے۔

حافظ قاری محمد صالح لکھنوی | **ف ۱۲۲۸** وطن لکھنو۔ قاری محمد سابق کے بڑے بھائی۔ کتب درسیہ سے فارغ ہو کر شیخ القراء حافظ ضیاء الدین سے مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں روایت حفص کی تکمیل فرمائی۔ لکھنو ہی میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

حافظ مقری عصام الدین احمد صدیقی الٰہ آبادی | **ف ۱۲۲۹** وطن نارہ۔ ولادت ۱۳۱۲ھ۔ آپ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد صاحب کے فرزند دوم ہیں آپ نے قرآن پاک حضرت ہی کی نگرانی میں حفظ کیا۔ امروہہ۔ لکھنو۔ جونپور۔ کانپور۔ الٰہ آباد۔ ان مقامات پر حضرت ہی سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ قرات سبعہ کی تکمیل الٰہ آباد میں فرمائی۔ اردو میں تجوید کا ایک رسالہ بھی تالیف کیا۔ آجکل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں درس قراءت دیتے ہیں۔

حافظ مقری مستجاب الدین احمد صدیقی الہ آبادی ف ۱۲۳۰ وطن نارہ۔ ولادت ۱۳۱۸ھ آپ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے قرآن پاک حضرت والد صاحب سے حفظ کیا۔ بعد ازاں قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ پھر متعدد مقامات پر تجوید کے مدرس رہے۔ آجکل کلکتہ میں مدرسہ عظمتیہ میں شیخ التجوید ہیں۔ میں اون سے ملا ہوں۔ بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۲۹۰۔

حافظ مقری محب الدین احمد صدیقی الہ آبادی ف ۱۲۳۱ وطن نارہ۔ ولادت ۱۴ شعبان ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء۔ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین کے چوتھے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے بھی قرآن پاک والد ہی کی نگرانی میں حفظ کیا۔ متداولہ علوم کی تحصیل کیلئے امروہہ تشریف لے گئے۔ واپسی پر شیخ القراء محمد عبدالرحمن مکی الہ آبادی سے تجوید و قرات سبعہ بطریق تیسیر وشاطبیہ و قرات عشرہ بطریق درّہ وطیبہ کی تکمیل فرمائی۔ مگر حضرت کے ارشاد کی بنا پر اپنے والد بزرگوار سے سبعہ و عشرہ کی سند حاصل فرمائی۔ والد کے زمانۂ حیات ہی میں مدرسہ سبحانیہ جامع مسجد الہ آباد میں حضرت کی جگہ مدرس ہوئے اور اب تک وہیں رونق افروز ہیں۔ جامع کی امامت و خطابت کے فرایض بھی آپ ہی انجام دیتے ہیں۔ دور دور سے طلباء آکر آپ سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ مدرسہ بیت العلوم ملے گاؤں۔ ضلع ناسک میں آپ کے تلمیذ خاص مقری دین محمد صاحب اور حافظ مقری محمد حسین صاحب کے ذریعہ بہت عرصہ سے فیض جاری ہے۔

(ب) تجوید و قراءت فن رسم الخط اور فن وقف و ابتداء میں بارہ تیرہ کتابوں کے مؤلف ہیں۔ یہ جملہ کتابیں سلیس اور عام فہم اردو میں محققانہ مباحث پر مشتمل اور نہایت مفید و مقبول ہیں۔ اون میں سے بہت سی کتابیں داخل نصاب ہیں۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے سچے جانشین ہیں۔ بنگال و اتر پردیش میں آپ کی شہرت ہے۔ میں آپ سے دو مرتبہ ملا ہوں۔ ایک مرتبہ جب میں الہ آباد گیا تھا۔ دوسری مرتبہ جب آپ بمبئی تشریف لائے تھے

مولوی حافظ قاری ریاست علی صاحب بحری آبادی ف ۱۲۳۲ والد کا نام عبدالرؤف۔ ولادت ۱۳۱۷ھ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں قرآن پاک حفظ کیا۔ فارسی کے بعد عربی زبان میں درسی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ مقری محمد صدیق صاحب میمن سنگھی سے بروایت حفص تجوید صاف کرکے مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں شیخ القراء حافظ ضیاء الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ بہت ذہین و ذکی ہیں۔ الہ آباد سے فارغ ہو کر اشاعت العلوم بانس بریلی میں تجوید و قرائت کے مدرس ہوئے۔ مدرسہ عربیہ ضلع غازی پور میں مدرس رہے۔ آجکل دارالعلوم مئو بھنجن ناتھ

ہیں شیخ التجوید ہیں۔

(ب) آپ نے ایک رسالہ خلاصۃ التجوید لکھا جو ۱۳۴۵ھ میں مئو سے شائع ہوا۔ آپ کے شاگردوں میں قاری حافظ غلام مصطفیٰ شیخ التجوید دارالعلوم مئو (۲) قاری حافظ لیاقت حسین شیخ التجوید و امام مسجد انجی (۳) قاری حافظ ظہیر الدین مدرس احیاء العلوم مبارک پور (۴) قاری معین الدین جو گورکھپور میں امامت کرتے ہیں (۵) قاری عبد المنان مدرس مفتاح العلوم مئو (۶) قاری حافظ عبد السلام مدرس و خطیب مرغا گرین بمبئی (۷) قاری حافظ ابصار اللہ خطیب مسجد کماٹی پورہ بمبئی (۸) قاری حافظ عبد المعبد کھوکھا مسجد بمبئی (۹) مولانا شیخ محمد مرحوم ناظم دار العلوم مئو (جو ۱۳۵۲ھ سے ۱۳۷۲ھ تک ناظم رہے) جو قاری عبد الرحمن مکی کے تلمیذ تھے مگر بعد ازاں تکمیل آپ سے کی تھی۔ ہیں قاری صاحب سے اور ان کے اکثر تلامیذ سے مئو بھجن ناتھ میں ملا ہوں ان سب نے اپنی عنایت سے ایک ایک رکوع بھی سنایا۔

مولوی قاری خلیل احمد صاحب لکھنوی جامعی

ف ۱۲۳۳ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں اور پھر الہ آباد میں مقری اظہر حسن صاحب کے ہمدرس رہ چکے ہیں۔ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین صاحب کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں۔ الہ آباد سے فارغ ہو کر میرٹھ کے کسی مدرسہ عربیہ میں مدرس ہوئے اور وہیں درسیات کی تکمیل فرمائی۔ جامعہ ملیہ دہلی میں بھی رہے ہیں۔ رنگون میں۔ پھر جمالیہ عربک کالج مدراس میں۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ وغیرہ میں مدرس رہے۔ اردو میں تجوید کا ایک بہت ہی آسان اور عام فہم رسالہ تالیف فرمایا ہے۔ بہت عرصے سے بمبئی میں مقیم ہیں۔ علمی ادبی اور اصلاحی کاموں میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔ بڑے مستعد اور محنتی ہیں۔ متعدد اخبارات و رسائل کی ادارت کا کام بھی انجام دے چکے ہیں۔

مقری حافظ اظہر حسن عرف ابرار احمد صدیقی امروہی

ف ۱۲۳۴ ولادت ۱۳۱۷ھ وطن امروہہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں حافظ عبد الوحید صاحب کی نگرانی میں قرآن پاک کا حفظ کر کے فارسی کے درجے میں شریک ہوئے۔ اسی سال حافظ مقری حکیم عبد الرحیم خان صاحب امروہی (تلمیذ خاص شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد صاحب صدیقی جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۲۰۶ میں آ چکا ہے) لکھنؤ سے تجوید و قرأت سبعہ کی تکمیل فرما کر تشریف لائے اور امروہہ کے مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد میں مدرس ہوئے جن سے اظہر حسن صاحب نے تجوید سیکھنی شروع کی۔ ان ہی کے ہمراہ قرأۃ الفرقان کانپور اور وہاں سے سیوہارہ گئے مگر علالت کی وجہ سے واپس امروہہ آ گئے صحت یابی کے بعد لکھنؤ جا کر شیخ القراء محمد صدیق میمن سنگھی سے تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ روایت حفص کی

تکمیل کے بعد مدرسہ کی بدنظمیوں کے باعث اوس سے قطع تعلق کرکے الہ آباد چلے گئے اور وہاں مدرسہ سبحانیہ میں شیخ القراء حافظ ضیاء الدین کی خدمت میں دو سال رہکر قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ پھر الہ آباد سے بریلی ڈونگر گڑھ ضلع رائے پور (سی پی) رنگون۔ کانپور۔ دہلی اور حیدرآباد کے عربی مدارس میں درس و تدریس کا کام کرتے رہے۔

(ب) آپ نے قرات عشرہ کی تکمیل شیخ القراء عبدالمعبود صاحب سے جاکر کرلی ہے۔

(ج) شیخ القراء محمد اظہر حسن صدیقی جنوبی ہند کے لئے شمع روشن کا کام کرتے رہے۔ ۱۸ سال آپ کرنول کے عربی کالج میں پڑھاتے رہے۔ گو کالج کے طلباء نے تجوید و قراءت سے دلچسپی کا اظہار نہ کیا مگر آپ اپنا کام کرتے رہے۔ کچھ طالب علموں نے عربی ہی سیکھ لی۔ کچھ طالب علموں نے اردو کا استفادہ کیا۔ بہرحال بہت سے طلباء کو ایک روایت سے تجوید سکھلا دیا۔ ۱۹۶۸ء میں آپ دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور چلے گئے وہاں تجوید و قرات عشرہ کا اچھا ماحول بنا دیا ہے۔ آپ کی دن بھر کی محنت سے چند طلباء تجوید و قرات عشرہ پڑھنے لگے ہیں اونمیں سے مندرجہ ذیل اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں:۔

(۱) مولانا حافظ قاری الحاج ابوالسعود احمد بلنچپوری باقوی۔ باقیات الصالحات ویلور سے فاضل کی سند لی۔ مولانا حافظ قاری سید محمد مدنی سے باقیات الصالحات میں تجوید کی سند لی۔ اظہر حسن صاحب سے استفادہ کررہے ہیں۔ آپ دارالعلوم کے بانی و مہتمم ہیں۔ دینی تڑپ رکھتے ہیں۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے یہہ مدرسہ خوب چل رہا ہے۔

(۲) مولوی قاری حافظ امداد اللہ صاحب ابن حافظ ابوالسعود صاحب نے ۱۳۸۰ھ میں ایک روایت کی سند لی۔ اور ۱۳۸۱ھ میں سبعہ کی تکمیل کرلی۔ اب عشرہ قرات پڑھ رہے ہیں۔

(۳) مولوی اشرف علی صاحب (۴) حافظ صغیر احمد خان (۵) حافظ محمود الحسن نے ایک روایت سے تکمیل کرکے سبعہ شروع کی ہے۔

(نوٹ) قاری حافظ سید محمد مدنی جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ باقیات الصالحات میں شیخ القراء رہے ہیں آپ نے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں حضرت مولانا مقری شیخ عبداللہ صاحب سے حفظ۔ تجوید و قراءت کی سند لی تھی۔ آپ ایک مدت تک باقیات الصالحات میں کام کرتے رہے اور تجوید و قراءت کا اچھا ماحول بنایا۔

حافظ مقری محمد زکریا خان ملیح آبادی | ف ۱۲۳۵ الملقب بہ ابوالبیان ملیح آبادی۔ وطن مرادآباد بچپن میں آپ اپنی بڑی ہمشیرہ کے ساتھ موضع نو پور مضافات ملیح آباد میں رہے۔ اس وجہ سے ملیح آبادی مشہور ہوئے۔ آپ نے ابتدائی عمر میں شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد

صدیقی سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں زیر تعلیم رہ کر روایت حفص کی تکمیل کی۔ بعد ازاں ضلع سورت میں مدرس وخطیب ہو کر چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد قرات سبعہ کی تکمیل کی غرض سے الہ آباد آئے۔ تحفۃ الاطفال۔ مقدمہ جزریہ۔ خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن بہ روایت حفص کی مکرر تکمیل کی۔ تیسیر وشاطبیہ میں مقری اظہر حسن امروہی کے ہمدرس رہے۔ اجرائی سبعہ پورا نہیں ہوا تھا کہ والد کے انتقال کی خبر سنکر وطن چلے گئے اور واپس نہ آسکے۔

(ب) وطن جانے کے بعد سیاسی معاملات میں حصہ لینے لگے۔ بہت زمانے تک خلافت کمیٹی میں کام کرتے رہے خلافت کے جلسوں میں بڑی دھواں دھار تقریریں کرتے تھے۔ سلسلہ تقریر گھنٹوں جاری رہتا تھا۔ تقریر میں آمد اور برجستگی ہوتی تھی اس لئے آپ کو اکابر علماء نے ابوالبیان کا خطاب دیا۔ پھر آپ مکہ معظمہ چلے گئے، حرمین شریفین میں پانچ چھ سال تک قیام کر کے قرات سبعہ و درسیات کی تکمیل کر لی۔ جب ہندستان واپس آئے تو اپنے وطن گنج مراد آباد میں عربی کا مدرسہ قائم فرمایا وہیں درس و تدریس میں مصروف ہیں۔

شیخ القراء حافظ محمد سلیمان صاحب دیوبندی

ف ۱۲۳۶ وطن دیوبند۔ والد کا نام منشی فضل حق صاحب ولادت ۱۳۱۷ھ میں ہوی۔ الہ آباد جاکر شیخ القراء حافظ ضیاء الدین صاحب صدیقی سے تجوید و قرات سبعہ کی تکمیل ۱۳۴۱ھ میں کی۔ مختلف مدارس میں مدرس رہے ۱۳۵۱ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور کے شیخ التجوید مقرر ہوئے جہاں ۳۲ سال سے برابر کام انجام دے رہے ہیں۔ جید قاری۔ جہیر الصوت۔ لہجہ حجازی ہے۔

(ب) مقدمہ جزریہ کی مختصر اردو شرح لکھی جو شائع ہو گئی ہے۔ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین کے رسالہ خلاصۃ البیان فی تجوید القرآن پر (جو عربی میں ہے) عربی میں حاشیہ تحریر فرمایا۔ یہہ حاشیہ ہنوز طبع نہیں ہوا ہے۔ نہایت مفید اور صحیح حاشیہ ہے۔ جس کو شیخ القراء حافظ ضیاء الدین صاحب نے از اول تا آخر لاحظہ فرماکر اس قدر پسند فرمایا کہ اپنی قلم سے اس کی نقل کر کے اپنے پاس رکھ لی تھی جو آجکل مقری اظہر حسن صاحب کے پاس ہے۔ ۱۳۸۶ھ میں انتقال ہو گیا۔

(ج) آپ کے دو تالیف کردہ رسالے رہنمائے تجوید و ضیاء التجوید طبع ہو چکے ہیں۔

حافظ مقری محمد قاسم صاحب لکھنوی

ف ۱۲۳۷ وطن لکھنؤ۔ آپ نے مقری عبد المعبود صاحب، جو شیخ القراء حافظ ضیاء الدین کے چھوٹے بھائی ہیں تجوید سیکھی بعد ازاں مقری عبد المالک اور مقری محمد صدیق صاحب مکی میمن سنگھی سے فیض حاصل کیا۔ سبعہ کی سند مقری عبد المعبود صاحب سے لی۔ نہایت خوش الحان اور عربی لب ولہجہ میں بے تکلف نہایت ہی عمدہ

طریقے سے تلاوت کرتے تھے۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں مدرس ہوگئے تھے۔ ۱۳۵۰ھ میں وفات پائی۔

حافظ قاری تاج الدین صاحب لکھنوی | ف ۱۲۳۸ وطن لکھنو۔ شیخ القراء محمد صدیق صاحب مکی میمن سنگھی سے قرات سبعہ وعشرہ کی تکمیل کر کے مدرسہ عالیہ فرقانیہ ہی میں درجہ عربی میں مدرس ہوگئے تھے۔ آجکل لکھنو میں تجارت کرتے ہیں۔

حافظ قاری محمد عمر صاحب بہاری | ف ۱۲۳۹ آپ قرات سبعہ وعشرہ کی تکمیل محمد صدیق صاحب سے کر کے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو کے درجہ عربی میں مدرس ہوگئے۔ آپ تجوید کے علاوہ ادب ونحو کا بھی درس دیا کرتے تھے۔

حافظ مقری محمد انوار الحق صاحب فاروقی لکھنوی | ف ۱۲۴۰ وطن لکھنو۔ والد کا نام شیخ معشوق علی ابن شیخ حسین علی (سلسلہ نسب حضرت عمرؓ سے ملتا ہے) ولادت ۱۳۲۲ھ م ۱۹۰۲ء۔ حفظ حافظ عبد الصمد صاحب سے دس سال کی عمر میں کر لیا۔ حافظ عبد الصمد صاحب حفظ کرانے کی خاص صلاحیت رکھتے تھے۔ انوار الحق کا حافظہ قوی تھا۔ ذہین وذکی تھے۔ قرآن خوب یاد کر لیا[۱]

---

[۱] اونکے حافظے کے متعلق ایک لطیفہ اونکے چھوٹے بھائی قاری نور الحق صاحب نے مجھے سنایا جو دلچسپی سے خالی نہیں۔ لکھنو میں قاری حافظ ابراہیم رشید مکی اپنے خسر کے اصرار پر مکان ہی پر رمضان میں تراویح میں قرآن شریف سنایا کرتے تھے۔ محلے کے اور چند لوگ جماعت میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ تراویح ہو رہی تھی کہ انوار الحق اسی کم عمری میں راستے سے گذر رہے تھے۔ کسی مکان سے قرآن شریف کی آواز آئی تو دروازے میں داخل ہو کر جھانکا تو دیکھا تراویح پڑھی جا رہی ہے۔ خود بھی جا کر شریک ہوگئے اور جوں ہی حافظ صاحب نے غلطی کی تو فوراً لقمہ دیا۔ اوسکے بعد دوسرا اور تیسرا لقمہ دیا۔ حافظ صاحب ایک بچے سے لقمے لیتے ہوئے پریشان ہوگئے۔ نماز کے بعد اونکے خسر نے بچے کو سامنے بلایا۔ نام پوچھا شاباشی دی اور کہا روز آیا کرو۔ پانچ روپیے انعام بھی دیئے۔ انوار الحق خوش ہو کر باہر نکلے تھوڑی دور گئے تھے کہ پیچھے سے ابراہیم رشید صاحب پہونچ گئے۔ کہا میاں کیوں آتے ہو مت آیا کرو۔ انوار الحق نے کہا "واہ صاحب خانہ نے پانچ روپیے دیئے ہیں" کہا "میں دس دیتا ہوں۔ نہ مت آیا کر۔ غرض دس روپیے لیکر جانا موقوف کیا۔
قرآن شریف کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے۔ ایک صاحب علم وفضل جس کو اپنی قراءت اور حافظے پر اعتماد بھی ہو وہ جب غلطی کرتا ہے تو ایک بچے سے لقمہ کھا جاتا ہے اور خفت اٹھانی پڑتی ہے۔

اوس کے بعد ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ بعدازاں شیخ القراء محمد صدیق صاحب مکی میمن سنگھی سے سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی۔ آپ نہایت خوش الحان اور بے شمار عربی لہجوں کے ماہر ہیں۔ لکھنو۔ مرادآباد۔ رنگون۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل۔ علیگڈھ وغیرہ متعدد مقامات پر قرآن پاک کی خدمت انجام دیتے رہے۔ ۱۹۶۸ء میں انتقال ہوگیا۔

(ب) طالب علمی کے زمانے میں آواز اور سانس پر اتنا قابو تھا اور مشق کی پختگی کا یہہ عالم تھا کہ ایک ہی نشست میں پوری طٰہٰ (جو نصف پارہ ہے) ترتیل سے پڑھ کر سنا دی۔ شروع سے اخیر تک آواز یکساں اور ترتیل بدرجہ تحقیق رہی۔

حافظ مقری محمد نور الحق صاحب فاروقی لکھنوی

ف ۱۲۴۱ مولد لکھنو۔ والد کا نام شیخ معشوق علی۔ ابن شیخ حسین علی (سلسلہ نسب حضرت عمر سے ملتا ہے) ولادت ۱۳۲۶ھ م ۱۹۰۶ء۔ حفظ حافظ عبدالصمد صاحب کی نگرانی میں کیا۔ جو حفظ کرانے میں غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔ محمد صدیق میمن سنگھی سے تجوید و قراءت سیکھی۔ ایک روایت کی سند ۱۳۳۸ھ میں لی۔ مدرسہ میں چھوٹی سی عمر میں معین المدرس مقرر ہوئے۔ سبعہ پڑھنے کے دوران میں بڑے بھائی کے اصرار پر رنگون چلے گئے وہاں کئی مقامات پر رہے۔ رنگون۔ مانڈلے۔ ناٹڈو میں رہنے کے بعد برما کی پہلی شورش میں جو ۱۹۳۷ء میں ہوئی برما چھوڑ دیا۔ ۱۳۷۴ھ میں قاری عبدالمعبود صاحب سے عشرہ کی تکمیل کرکے سند لی۔ کچھ عرصہ کاٹھیاواڑ اور ویراول میں خطیب رہے۔ پھر نوساری ضلع سورت میں خطیب رہے۔ پھر جنوبی آفریقہ چلے گئے ۵ سال رہکر واپس آئے۔ کوچین۔ وانمباڑی میں بھی رہے۔ اکثر جگہ بدعات نہ کرنے پر اختلاف کی صورت پیدا ہوکر علیحدگی عمل میں آئی۔ ۱۳۸۰ھ سے منارہ مسجد بمبئی میں خطیب و امام تھے

(ب) قاری صاحب خوبرو۔ خوش الحان۔ خوش خلق و عربی لہجوں کے ماہر ہیں۔ آواز پر قدرت مخارج میں تحقیق اور طنطنین سے پاک ادائی فرماتے ہیں۔ سمجھ اچھی پائی ہے۔ سبعہ وعشرہ کے اختلافات پر کافی عبور ہے۔

(ج) آپ کے ایک شاگرد محمد انوار الحق آپ سے تجوید سیکھنے آتے ہیں۔ یہہ عرب مسجد۔ آگری پاڑہ متصل مدن پورہ میں امامت کرتے ہیں۔

(د) مجھ سے اور قاری صاحب سے دو ملاقاتیں بڑی طویل رہیں۔ بہت دلچسپ معلومات حاصل ہوئیں

حافظ قاری محمد حسن صاحب صدیقی امروہی

ف ۱۲۴۲ وطن امروہہ۔ قرآن پاک امروہے کے مدرسہ حفاظ میں حفظ کیا۔ حکیم مقری عبدالرحیم خان صاحب امروہی سے تجوید پڑھتے رہے۔ پھر استاد کے ہمراہ کانپور پہونچ گئے۔ پھر لکھنو پہونچے۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ

میں حضرت مولانا محمد صدیق صاحب مکی میمن سنگھی سے تجوید و قراءت کی تکمیل کرکے اوسی مدرسہ میں مدرس ہو گئے تھے۔ پھر مدرسہ فلاح دارین مراد آباد میں تجوید و قراءت کے مدرس مقرر ہوئے۔ شاہی مسجد مراد آباد میں امامت و خطابت کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ مراد آباد سے رنگون اور رنگون سے مولمین (جو برما کا ایک مشہور تجارتی شہر ہے) گئے۔ وہاں سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور ڈابھیل سے قلات روانہ ہو گئے۔ آجکل شاہی مسجد جامع قلات میں خطیب ہیں۔

(ب) بہت ہی خوش الحان اور پختہ مشق قاری ہیں۔ ایسی رسیلی آواز ہزاروں میں ایک آدھ ہی کو عطا ہوتی ہو گی۔ شیخ القراء حافظ محمد صدیق صاحب مکی میمن سنگھی سے جس قدر لہجے سنے اور سیکھے۔ اون سب کی ادائی پر قدرت رکھتے تھے۔ اپنے استاد کا مکمل نمونہ ہیں۔ لہجہ نقل کرنے میں ایسا ملکہ حاصل ہے کہ ایک بار سنکر بالکل اوسی طرح دہرا دینا اون کے لئے معمولی سی بات ہے۔ خوبی یہہ کہ تمیز نہیں ہو سکتی کہ اصل شخص پڑھ رہا ہے یا اوس کی نقل کی جارہی ہے۔

حافظ مقری کریم بخش پیلی بھیتی

ف ۱۲۴۳ وطن ضلع پیلی بھیت۔ اپنے وطن میں قرآن پاک حفظ کیا پھر لکھنو پہونچے۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں فارسی و عربی درسیات کی تکمیل کی۔ شیخ القراء محمد صدیق مکی سے تجوید و قرات سبعہ و عشرہ حاصل کیں۔ ہندستان کے متعدد عربی مدارس میں درس و تدریس کے بعد امر تسر پہونچے۔ وہاں ایک مدرسہ میں بہت زمانے تک قرآن پاک کی خدمت انجام دیتے رہے۔ بے شمار محاسن کے جامع منکسر المزاج۔ متقی اور صوفی منش ہیں آجکل لاہور میں مقیم ہیں۔

حافظ مقری محمد مظفر علی لکھنوی

ف ۱۲۴۴ وطن لکھنو۔ آپ قاری انوار الحق و نور الحق کے ماموں ہیں تحصیل علم کے بعد بہار وغیرہ متعدد مقامات پر عربی مدارس میں مدرس رہے۔ خوش گلو قاری ہیں۔ آجکل مدرسہ تجوید الفرقان لکھنو میں مدرس ہیں۔ شعبہ حفظ آپ کے تفویض ہے نہایت خوش اخلاق۔ پابند وضع۔ منکسر المزاج بزرگ ہیں۔ اپنے رفقاء درس سے بیحد محبت رکھنے والے مخلص ہیں۔

حافظ مقری محمد ادریس صاحب مظفر پوری

ف ۱۲۴۵ وطن مظفر پور۔ والد کا نام عباد اللہ۔ ولادت ۱۳۲۷ھ۔ شاہ عبد المجید مظفر پوری جو شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد صدیقی کے تلمیذ خاص تھے جو مظفر پور میں درس تجوید و قراءت دیا کرتے تھے۔ محمد ادریس صاحب نے اون سے استفادہ کیا۔ ۱۴ سال کی عمر میں استاد ہی کے ساتھ لکھنو جاکر مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں شعبہ حفاظ میں شریک ہوئے۔ تجوید و قراءت شیخ القراء حافظ محمد صدیق مکی سے حاصل کی۔ دستار بندی اوسی مدرسے

سے ہوئی۔ پہلے سبعہ اور پھر عشرہ کی تکمیل کی۔ پھر مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں مدرس ہوگئے ۱۹ سال مولانا امین القفات کے ساتھ لکھنو میں رہے۔ قاری محمد صدیق کے انتقال کے بعد اونکی جگہ آپ شیخ التجوید ہوئے۔ مدرسہ کے انحطاط کے زمانے تک قرآن پاک کی خدمت انجام دیتے رہے۔ بہت خوش گلو۔ جہیر الصوت محنتی اور جفاکش ہیں دن بھر طلباء کو مشق کرانے میں گذر جاتا ہے۔ طلباء تھک جاتے ہیں مگر آپ نہیں تھکتے۔ بہت زمانے تک لکھنو میں رہے پھر اپنے وطن مظفر پور چلے گئے۔ پھر کلکتہ ۱۹۵۴ء میں آئے۔ تال بگان کی مسجد میں درس تجوید و حفظ بڑے انہماک سے دیتے ہیں۔ بچے بھی آپ سے بہت مانوس ہیں۔ تیس سال سے زیادہ تجوید کی خدمت کرتے ہوگئے میں کلکتے میں تال بگاں کی مسجد جاکر آپ سے ملا۔ بہت دلچسپ واقعات سنائے۔

مولوی قاری گوہر علی بھاگل پوری ف ۱۲۴۶ وطن بھاگل پور۔ پہلے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو میں پڑھتے تھے۔ شیخ القراء حافظ محمد صدیق مکی سے بروایت حفص تکمیل کرلی تھی۔ جب چند لڑکے ہڑتال کرکے الٰہ آباد چلے گئے تو آپ بھی الٰہ آباد جاکر شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد صدیقی سے تجوید و قراءت کی تکمیل کرکے اپنے وطن چلے گئے جہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ایک عرصہ کام کرنے کے بعد وفات ۱۳۶۵ھ میں ہوئی۔

قاری صوفی سلامت اللہ بھاگل پوری ف ۱۲۴۷ وطن بھاگل پور۔ پہلے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو میں زیر تعلیم رہے۔ شیخ القراء حافظ محمد صدیق صاحب مکی میمن سنگھی سے روایت حفص کی تکمیل کی۔ جب چند لڑکے ہڑتال کرکے الٰہ آباد چلے گئے تو آپ بھی الٰہ آباد جاکر شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد صدیقی سے تجوید و قراءت سیکھ کر اپنے وطن واپس ہوگئے۔

مولوی قاری صوفی عزیز الرحمٰن ف ۱۲۴۸ وطن نواکھالی (بنگال) اپنے وطن اور دیگر مقامات پر عربی مدارس میں فارسی درسیات نیز علوم عربیہ کی تحصیل و تکمیل کرکے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو پہونچے۔ شیخ القراء حافظ محمد صدیق میمن سنگھی سے تجوید و قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ بہت خوش الحان ہونے کے علاوہ خندہ جبین۔ خوش اخلاق اور اہل دل بزرگوں میں سے ہیں لیکن نہایت نازک طبیعت واقع ہوئے ہیں۔ ہڑتال کے موقعہ پر لکھنو سے الٰہ آباد گئے اور وہاں سے وطن چلے گئے۔

مولوی حافظ قاری محمد عبدالرزاق ف ۱۲۴۹ وطن نواکھالی (بنگال) جب آپ کے والدین ہجرت کرکے مکہ معظمہ چلے گئے تو اوس وقت آپ بہت چھوٹے تھے۔ آپ کو بدوی لوگ پکڑ کرلے گئے۔ بدوؤں میں تربیت ہوئی۔ سن شعور کو پہونچنے کے بعد مکہ معظمہ پہونچ کر مدرسہ صولتیہ میں شیخ القراء محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی کی نگرانی میں قرآن پاک حفظ کیا اور تجوید بھی سیکھنے لگے

پھر ہندوستان آئے تو مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو میں شیخ القراء حافظ محمد صدیق میمن سنگھی سے تجوید و قراءت کی تکمیل کرکے اپنے وطن واپس ہو گئے۔

حافظ مقری سید محمد عثمان بنگالی | **ف ۱۲۵۰** وطن فرید پور (بنگال) ولادت ۱۳۲۰ھ۔ والد کا نام حافظ مقری سید محمد علی بنگالی جو شیخ القراء محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی کے شاگرد تھے اور جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۰۷۳ میں ہے۔ محمد عثمان صاحب نے رنگون میں اپنے والد سے قرآن پاک حفظ کیا۔ تجوید و قراءت بھی والد سے سیکھی۔ والد نے بچپن ہی سے عربی زبان سکھائی۔ دن رات عربی میں گفتگو ہوتی۔ لکھنو آکر مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں فارسی اور عربی کی کتابیں پڑھتے رہتے۔ حضرت میمن سنگھی سے تجوید و سبعہ قراءت کی تکمیل کی۔ لکھنو سے فارغ التحصیل ہوکر بھوپال تشریف لے گئے۔ شادی کرکے وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اب بھوپال کی جامع مسجد کے امام ہیں۔ بھوپال میں میں ان سے ملا ہوں اور ان کی قراءت بھی سنی ہے۔

(ب) بھوپال میں آپ نے شاہی بیگمات و شہزادیوں کو اتالیق کی حیثیت سے تعلیم دی ہے شاگردوں میں ممتاز نام یہہ ہیں:۔ (۱) قاری عبدالحنان سالنگی (۲) قاری عبدالعزیز مرحوم (۳) قاری حافظ محمد فضل۔

(ج) قاری محمد عثمان صاحب علاوہ مفوضہ فرائض کے ایک مدرسہ میں جو بر جیسیہ مسجد سے متصلہ ہے حفظ و تجوید کا درس دیتے ہیں۔ چھ سال سے یہہ مدرسہ اور کام جاری ہے۔

قاری حافظ عبدالعزیز اکبرآبادی | **ف ۱۲۵۱** وطن آگرہ۔ والد کا نام نور محمد۔ ولادت ۱۳۳۰ھ میں ہوئی شیخ القراء عبدالمالک صاحب جب آگرے میں تھے اوس وقت اون سے روایت حفص تجوید سیکھی ہے۔ عربی درسیات کی تکمیل بھی کی ہے۔ آجکل آگرے میں تجارت کرتے ہیں بہت نیکدل ملنسار المزاج۔ خوش اخلاق ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں اور ان کی قراءت بھی سنی ہے۔ پتہ نہیں چلتا کہ کن کن گوشوں میں خدا ان کلام اللہ پوشیدہ ہیں۔

مقری حافظ مولا بخش ٹونکی | **ف ۱۲۵۲** وطن ٹونک۔ ولادت ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ شیخ القراء عبدالمالک صاحب سے تجوید سیکھی۔ مدرسہ فرقانیہ ٹونک کے دیرینہ اساتذہ میں سے ہیں فی الوقت ٹونک میں رہتے ہیں۔ بہت ضعیف ہو گئے ہیں مگر تجوید کی تعلیم میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ میں ان سے ٹونک میں ملا ہوں ان کی قراءت بھی سنی ہے۔

قاری حافظ محمد سابق لکھنوی | **ف ۱۲۵۳** مولد لکھنو۔ والد کا نام حافظ محمد صادق ابن حافظ محمد عبدالصمد ولادت ۱۳۲۵ھ۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں تعلیم پائی۔ یک روایتی تجوید

سنہ ۱۳۴۳ھ میں سیکھی۔ پھر حفظ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں سنہ ۱۳۵۲ھ میں قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ اور قرات عشرہ کی تکمیل سنہ ۱۳۶۲ھ میں کی۔

(ب) سنہ ۱۳۴۳ھ میں قاری عبدالمالک کے ساتھ ٹونک گئے۔ سات سال تک مدرسہ فرقانیہ ٹونک میں کام کیا اوس کے بعد جئے پور میں ایک سال تجوید کا درس دیا۔ ہدایت علی صاحب کے ایماء سے سنہ ۱۳۶۹ھ میں لکھنؤ آگئے۔ ابتک یہیں کارگذار ہیں۔

(ج) خوش الحان۔ ادائی پر قدرت کامل ہے۔ عربی لحن سے خوب پڑھتے ہیں۔ آپ کی وجہ سے شاگردوں میں بھی اچھا ذوق پیدا ہوگیا ہے۔ میں آپ سے لکھنؤ میں ملا ہوں اور انکی قرات بھی سنی ہے۔

(د) شاگردوں میں ممتاز یہہ ہیں:۔ (۱) قاری مولوی محمد مصطفےٰ صاحب الہ آبادی (۲) قاری رکن الدین۔ افریقہ کے رہنے والے۔ عشرہ کی تکمیل کرنے کے بعد مصر میں زیر تعلیم ہیں۔ (۳) قاری حبیب الرحمٰن سیتاپڑی ضلع مظفر پور میں ہیں۔ (۴) قاری حافظ عبدالرحیم اعمٰی۔

(ہ) قاری صاحب کے کتب خانے میں زبدۃ العرفان قرات سبعہ کی کتاب جو حامد ابن الفتاح بابوی لکر کی تصنیف ہے مصر کی مطبوعہ موجود ہے۔ یہہ کتاب ہندوستان میں نہیں ملتی۔ ایتلاف ومرشد حاشیے پر ہیں دوسری نایاب کتاب ابوشامہ کی شرح شاطبی بھی آپ کے پاس موجود ہے۔ تیسری کتاب علامہ دانی کی التیسیر کا وہ نسخہ ہے جو مجتبائی پریس دہلی سے سنہ ۱۳۲۰ھ میں طبع ہوا تھا۔

حافظ مقری حبیب اللہ قاری عشرہ قرات

وفات ۱۳۵۴ وطن ٹونک۔ ولادت ۱۳۱۷ھ۔ آپ شیخ القراء عبدالمالک صاحب کے تلمیذ خاص ہیں۔ پہلے ایک روایت سے پڑھنے کے بعد قرات سبعہ وعشرہ کی تکمیل ۱۳۴۹ھ میں کی۔ مدرسہ فرقانیہ ٹونک کے شیخ التجوید مقرر ہوئے ایک عرصے تک ٹونک میں خدمت انجام دینے کے بعد اب پاکستان چلے گئے ہیں۔

(ب) انکے شاگردوں میں قابل ذکر یہہ ہیں:۔ (۱) قاری محمد امین صاحب پیش امام جامع مسجد ٹونک (۲) قاری کریم حسین ساکن بہیر۔ مدرس ہیں (۳) قاری معین الدین جو فی الوقت احمد آباد میں ہیں (۴) قاری صبغۃ اللہ جنھوں نے عشرہ قرات کی تکمیل کی (۵) حافظ مقری غلام محمد شیخ التجوید خلیلیہ (۶) مولوی حافظ قاری محمد یونس ٹونکی (۷) حافظ قاری زبیر علی ٹونکی (۸) حافظ قاری اصغر علی ٹونکی۔ کھلوڑ ضلع سورت میں شیخ التجوید ہیں (۹) حافظ قاری عبدالشکور ٹونکی جو پاکستان چلے گئے (۱۰) حافظ قاری الہام الدین (۱) ٹونکی جو پاکستان چلے گئے (۱۱) قاری الہام الدین دوم ابن محی الدین خان ٹونکی (۱۲) حافظ قاری غلام رسول شاد۔ بیکانیر کے ایک مدرسے میں پڑھاتے ہیں (۱۳) حافظ قاری مولوی حکیم نذیر الحق ساکن بوندی فارغ التحصیل

خلیلیہ۔ وفات پاگئے (۱۴) حافظ قاری مولوی عبدالحق پونا میں گنج پیٹ کی مکہ مسجد کے پیش امام ہیں۔ (۱۵) حافظ قاری عبدالرحیم راجستھان میں صدر مدرس ہیں۔ (۱۶) حافظ قاری محمد عبداللہ نابینا رامپوری کہلاتے ہیں قاری سبعہ تھے (۱۷) حافظ قاری ظفراللہ خان قاری عشرہ ٹونکی پاکستان چلے گئے (۱۸) حاجی حافظ قاری منظور شاہ ایک روایت کے قاری۔ پاکستان چلے گئے (۱۹) حافظ قاری اصغر علی ولد برکت علی پاکستان میں انتقال ہوگیا (۲۰) مفتی مقری احمد حسن خان قاری عشرہ۔

حافظ مقری صبغۃ اللہ خان ٹونکی

ف ۱۲۵۵ وطن ٹونک۔ والد کا نام محمد اسداللہ خان پیدائش ۱۳۳۴ھ ہے۔ گیارہ سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کرکے تجوید و قرات شروع کی ہے۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ کو مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو سے شیخ القراء عبدالمالک سے روایت حفص پڑھنے کے بعد شاطبی و مقدمہ الجزری پڑھی۔ آپ کے ساتھ اسد خاں اور نیاز خان کانپوری۔ فیض محمد خان ان سب نے ایک ساتھ بروایت حفص ختم کیا (اسد خان فرزند ہیں قاری حیدر حسن خان شیخ الحدیث ندوہ کے)

(ب) قاری صبغۃ اللہ صاحب نے سبعہ کی اجرائی کی تکمیل شیخ القراء عبدالمالک سے کی۔ اوس کے بعد سے ابتک برابر درس و تدریس میں لگے ہیں۔ پہلے مدرسہ فرقانیہ ٹونک میں شیخ التجوید تھے۔ کچھ روز مدرسہ ناصریہ ٹونک میں رہے۔ اب ایک جدید مدرسہ تجوید الفرقان کے نام سے قائم کیا ہے۔

(ج) قاری صبغۃ اللہ صاحب خوش الحان، خوش رو، وجیہہ آدمی ہیں۔ طلباء کو بڑی محنت سے تیار کرتے ہیں۔ حافظہ بہت قوی ہے۔ سمجھدار اور خوش گفتار ہیں۔ نواب سعادت علی خاں کا زمانہ دیکھے ہوئے ہیں باسلیقہ ہیں۔ میں اون سے ملا ہوں اور اونکی قرارت بھی سنی ہے۔ ادائی بہت صاف ہے۔ مخارج و صفات واضح ہیں۔ تحقیق و تدقیق میں کمال رکھتے ہیں۔

(د) شاگردوں میں ممتاز نام یہہ ہیں:۔ (۱) مقری حافظ محمد علی خان عرف ننھے میاں صدر المدرسین مدرسہ ناصریہ (۲) حافظ قاری محمد رفیع ٹونکی (۳) حافظ قاری سمیع اللہ ٹونکی (۴) حافظ قاری سلیم اللہ ٹونکی (۵) حافظ قاری عباداللہ ٹونکی (۶) حکیم حافظ قاری بشیر محمود ٹونکی (۷) حافظ قاری احمدالدین خان ٹونکی۔ (۸) حافظ قاری محمد حفیظ خان ٹونکی (۹) حافظ قاری محمد سمیع خان ٹونکی (۱۰) حافظ قاری محمد عبداللہ (۱۱) حافظ قاری عبدالسلام (۱۲) حافظ قاری محمد ایوب (۱۳) حافظ قاری نصیر محمد (۱۴) حافظ قاری سعید احمد خان (۱۵) حافظ قاری احمد خان (۱۶) حافظ قاری محمد اسمٰعیل (۱۷) حافظ قاری محمد شاہ خان (۱۸) حافظ قاری مولوی محمد معظم شاہ مدرس مدرسہ فرقانیہ ٹونک (۱۹) حافظ قاری سمیع اللہ ولد حافظ قاری انعام اللہ (۲۰) حافظ قاری

مجید اللہ خان (۲۱) حافظ قاری حفیظ خان (۲۲) حافظ قاری ظہور الحق خان (۲۳) حافظ قاری صفدر حسین خان (۲۴) حافظ قاری منور حسین (۲۵) حافظ قاری سید شوکت علی (۲۶) حافظ قاری اسحاق خان (۲۷) حافظ قاری محمد عبد العلیم خان (۲۸) قاری استاد محمد صدیق صاحبؒ (۲۹) حافظ قاری رفیع الدین پیش امام مسجد چھاؤنی ٹونک (۳۰) حافظ قاری حکیم عبد الحق ٹونکی وغیرہ۔

ف ۱۲۵۶ آفتاب تجوید و قراءت صدر المجودین شیخ القراء حافظ محمد عبد الرحمٰن مکی ثم الہ آبادی کی ضیا پاشی نے پورے ہندوستان کو عموماً اور ممالک متحدہ۔ بہار اور بنگال کو خصوصاً اپنے نور سے منور کر دیا ہے۔ جن قراء نے آپ سے استفادہ کیا اون میں سے بہت تھوڑے نام آپ کے سامنے گنوائے گئے۔ حضرت کے ممتاز شاگرد قاری ضیاء الدین احمد۔ محمد صدیق میمن سنگھی۔ عبد المالک' ان قراء نے جو قرأت سبعہ و عشرہ پھیلانے میں سعی کی ہے وہ بیحد قابل ستائش ہے۔ عبد الرحمٰن مکی کو کبھی چالیس روپیئے ماہانہ سے زیادہ تنخواہ نہیں ملی (یہہ بات میں نے اون کے اچھے جاننے والے شاگردوں سے سنی ہے) مگر کام وہ کیا ہے جو ہزاروں روپیئے ماہوار پانے والوں کو کرنا نصیب نہیں ہوتا۔ دنیا سے کم سے کم نفع اندوز ہونا اور زیادہ سے زیادہ نفع رسانی کرنا جو پیغمبروں کی شان ہوتی ہے وہی اونکے سچے متبعین میں پائی جاتی ہے اور وہی قاری صاحب نے کر دکھایا۔ حضور اکرم کا یہہ ارشاد کہ "عبد الرحمٰن تم ہندوستان ہی میں رہو۔ تم سے بہت کام لینا ہے" حرف بہ حرف پورا ہوا۔ اس واقعے اوس تعلق خاطر کا اظہار ہوتا ہے جو آقائے نامدار کو قرآن پاک کی ادائی اور رہتی دنیا تک اوس کی ترویج واشاعت سے ہے اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ حضور اکرم ایسے امور میں وقتاً فوقتاً اپنے خاص بندوں کی رہنمائی فرماتے رہتے ہیں۔

(ب) غدر کے بعد سے جس تیزی سے انگریزی اسکولیں کھلی ہیں اون کا رواج اور اون کو فروغ ملا ہے اور اون سے پاس ہونے والوں کی جو قدر افزائی ہوئی ہے اوس کے مد نظر یہہ توقع کرنا کہ عربی مدارس بھی اوسی شان سے چلتے رہیں گے کس کو توقع ہو سکتی تھی اور تجوید و قراءت کے پھیلانے والے اس قدر شاندار کارنامے دکھلائیں گے کس کے حاشیے خیال میں آ سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کو منظور تھا تو وہی ہوا۔ بقول کسے

ع پھونکوں سے یہہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

باب دوم

قرائے دکن
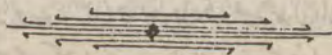
ف ۱۲۶۱ تسلسل کے ساتھ قرائے دکن کا ذکر حصہ اوّل و دوم میں کیا جا چکا ہے جس سے واضح ہو گیا ہو گا کہ مرکزی شخصیتوں نے پورے ہندستان میں تجوید و قراءت کی اشاعت کا کام بڑی خوبی سے انجام دیا ہے۔ دور تونسیہ اور اون کے قراء کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ لیکن جو قرا، حصہ اول و دوم میں مذکور نہیں ہیں اون کا ذکر یہاں کیا جائے گا جن میں سے اکثر دکن میں اس نور کو پھیلانے میں مصروف ہیں

(ب) دکن کی سرزمین خصوصاً ریاست حیدرآباد گذشتہ سو سال سے علوم و فنون کا مرکز رہی ہے یہاں کے والیان ریاست کی فیاضی کی بدولت بہت سے ہندستانی عربی مدارس اور بہت سے علماء و فضلاء منصب و تنخواہ پاتے رہے۔ علم کی قدر دانی کے پیش نظر ہندستان بھر کے مشہور عالم و فاضل کھچکر دکن آئے اور ریاست کو علم کا اچھا مرکز بنا دیا۔ اسی طرح قرا، بھی ہندستان کے مختلف حصوں سے آتے رہے۔ دوسری خصوصیت دکن کو یہہ ملی کہ خاص مکہ معظمہ میں درس دینے والے قرا، اور مسجد نبوی میں پڑھانے والے عشرہ کے جید قاری دکن میں آکر رہے اور انھوں نے قرات سبعہ و عشرہ کی اشاعت کی۔ تیسری خصوصیت دکن کو یہہ ملی کہ نہ صرف عربی مدارس میں بلکہ دیگر مکتب و اسکولوں میں بھی تجوید و علوم قرآنی کو خاص اہمیت ملتی رہی جس کی وجہ سے بے شمار قرا، پیدا ہوئے۔ چوتھی خصوصیت یہہ تھی کہ عربوں کی ایک پلٹن عرصہ دراز تک نظام کی فوج میں رہی جس میں عربی نژاد اور عربی بولنے والے نئے اور پرانے عرب بھرتی ہوتے رہے۔ ایک بڑا محلہ اسی ماحول اور فضاء کا حامل تھا۔ ان وجوہات کی بناء پر حیدرآباد میں قرا، کی تعداد معتد بہ رہی۔

شیخ القراء پروفیسر مولانا عبد القدیر صدیقی المتخلص بہ حسرت

ف ۱۲۶۲ وطن حیدرآباد والد کا نام عبد القادر صدیقی ولادت ۱۲۸۸ھ۔ مدرسہ نظامیہ کے فارغ التحصیل شاعر بھی ہیں حسرت تخلص فرماتے ہیں۔ شیخ القراء

سید محمد تونسی سے تجوید سیکھی۔ حیدرآباد سے اونکی واپسی کے بعد مولانا سید عمر صاحب سے تجوید کی سند لی
قرات سبعہ بھی سیکھیں۔ سلسلہ قادریہ چشتیہ کے بزرگ ہیں۔ حیدرآباد میں آپ کی ہستی مغتنمات سے تھی۔ شاگرد
و مریدین کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ پچاس سال تک برابر تجوید کا درس دیتے رہے۔ اپنے شاگردوں اور مریدین
کو تجوید ضرور سکھلاتے رہے۔ ہر سال ماہ رمضان میں دورہ ہوتا تھا۔ یہہ دورہ تادم آخر برابر جاری رہا۔ ۹۲ سال
کی عمر میں ۱۷ شوال ۱۳۸۱ھ میں انتقال ہوا۔

(ب) ایک رسالہ مفتاح التجوید کے نام سے شائع کیا۔ جس کو طلباء میں تقسیم فرماتے رہتے تھے
شاگردوں میں مشہور نام یہہ ہیں:۔ (۱) حبیب محمد صوبیدار وظیفہ یاب (۲) کرنل حبیب علی (۳) مولوی محمد مظہر
(۴) مولوی محمد وقار۔

۱۲۶۳ ف الحاج رئیس القراء پروفیسر ڈاکٹر سید کلیم اللہ حسینی ایم اے پی ایچ ڈی وطن حیدرآباد۔ دکن والد کا نام قاری سید اسداللہ حسینی
قاری سبعہ تلمیذ شیخ القراء سید محمد تونسی۔ المتوفی ۱۳۵۵ھ۔ سید کلیم اللہ حسینی کی ولادت ۱۳۲۲ھ ہے۔ آپ کی
ابتدائی تعلیم مدرسہ دار العلوم میں ہوی۔ بعد ازاں جامعہ عثمانیہ سے ایم اے پاس کیا۔ پھر لندن سے
پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

(ب) سبعہ قرات کی تکمیل شیخ القراء عبدالحق صاحب مکی سے کی ہے۔ ۱۳۴۷ھ میں عثمانیہ یونیورسٹی
میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اوس وقت سے ۱۳۸۴ھ تک برابر یونیورسٹی میں کام کرتے رہے۔ ساتھ
ہی خدمت قرآن کے جذبہ کے تحت مسجد بازار نور الامراء میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے جس کے اخراجات
کے خود کفیل ہو گئے ہیں۔ روزانہ بالالتزام خود بھی صبح کے وقت درس دیتے ہیں۔ آپ سے فیض یافتہ قراء
بلدہ حیدرآباد میں مصروف درس و تدریس ہیں۔ بہت سی لڑکیاں بھی سبعہ قرات سیکھ چکی ہیں۔

(ج) پروفیسر صاحب کو چونکہ حیدرآباد کے ایک علمی گھرانے سے تعلق تھا اور والد ایک اونچی خدمت پر تھے
اس لئے آپ کو ایم اے پاس کرنے کے بعد انگلستان جانے کا موقع ملا۔ واپسی کے بعد آپ عثمانیہ یونیورسٹی میں پروفیسر
اور صدر شعبہ فارسی رہے۔ چونکہ آپ عبدالحق صاحب مکی کے شاگردوں میں تھے اور عشرہ قرات سے سند پائی
تھی۔ آپ نے محرم ۱۳۶۸ھ میں ایک تجوید و حفظ و دینیات کا مدرسہ قائم کیا جو دار القرات والدینیات الکلیمیہ
کے نام سے موسوم ہے۔ ابتداء اس میں تین متبرک شاگرد تھے: متبرک اس لئے کہا کہ ان تینوں نے اوس وقت
سے دلچسپی لے کر اب تک اوس کو قائم رکھا ہے اور پڑھنے کے بعد پڑھانے کا سلسلہ جاری ہے ان تینوں شاگردوں
نے پہلے ایک روایت سے اور پھر سبعہ قرات کی تکمیل کی اونکے نام یہہ ہیں:۔ قاری میر احمد علی ابن میر قربان علی

اڈیٹر میونسپل کارپوریشن (۲) قاری سید محمد اسمٰعیل ابن سید محمد عمر ۲۴ سال (۳) قاری سید غلام دستگیر ابن سید محبوب علی عمر ۳۴ سال۔ رفتہ رفتہ اس مدرسہ نے بڑی شہرت حاصل کرلی۔ پروفیسر صاحب کی خوش اسلوبی اور خوش سلیقگی سے طلباء کے رہائش کا انتظام بھی مسجد ہی کے احاطے میں ہوگیا۔ گذشتہ بائیس سال میں اس مدرسے سے ساٹھ۔ ستر سبعہ وعشرہ کے کامیاب طلباء وطالبات نکلے اور سیدنا حفص کی روایت اور قراءت امام عاصم سے کامیاب ہونے والے طلباء وطالبات کی تعداد دو ہزار تک پہونچتی ہے۔

(۵) اس ادارے میں پہلے ڈاکٹر کلیم اللہ حسینی صاحب تنہا درس دیا کرتے تھے مگر بعد ازاں چار مددگار بھی ساتھ لے لئے۔ پروفیسر صاحب اس شوق سے پڑھاتے تھے کہ عیدین وتعطیلات میں بھی سبق ناغہ نہ ہوتا تھا۔ وقت کی قید نہ تھی۔ مسجد۔ مدرسہ۔ مکان میں دن ہو یا رات جس کو جس وقت فرصت ملتی آکر حضرت سے سبق لے لیتا۔ اس طرح تجوید وقراءت کا عجیب ماحول بن گیا۔

(۵) فارغ التحصیل شاگرد جنھوں نے سبعہ وعشرہ کی سند لی اون کی تعداد ستر بتلائی جاتی ہے جن میں زیادہ مشہور نام یہہ ہیں:۔ قاری ابو الحامد صاحب ابن محمد عبد اللہ صاحب (۲) قاری عبد الستار صاحب (۳) قاری محمد ابراھیم صاحب (۴) قاری محمد علی صاحب قاری عشرہ (۵) قاری محمد حامد الدین صاحب قاری عشرہ (۶) قاریہ انور جہاں صاحبہ قاریہ عشرہ (۷) قاریہ غوثیہ بیگم صاحبہ قاریہ عشرہ (۸) قاری میر محمد علی صاحب ہاشمی (۹) قاری اکرام الدین صاحب (۱۰) قاریہ صالحہ بیگم صاحبہ قاریہ سبعہ (جو پاکستان چلی گئیں) (۱۱) قاری غلام رسول صاحب مالے گانوی (۱۲) حافظ عبد الرحمٰن بن محفوظ قاری سبعہ (۱۳) قاری سید عبد الکریم حسینی صاحب بغدادی قاری سبعہ (۱۴) قاری شیخ حسن عمودی قاری سبعہ (۱۵) قاری سید محمد اسمٰعیل قاری سبعہ (۱۶) قاری احمد علی قاری سبعہ (۱۷) قاری سید محمد یوسف قاری سبعہ (۱۸) قاری رحیم الدین صاحب قاری سبعہ (۱۹) قاریہ صابرہ بیگم صاحبہ قاریہ سبعہ (۲۰) قاریہ ثریا منیر صدیقی صاحبہ قاریہ سبعہ (۲۱) قاریہ لطیف النساء صاحبہ قاریہ سبعہ (۲۲) قاریہ شوکت بیگم صاحبہ قاریہ سبعہ (۲۳) قاری عبد الرحیم صاحب قاری سبعہ (۲۴) قاری عبد القیوم صاحب قاری سبعہ (۲۵) قاری عبد الملک قاری سبعہ (۲۶) قاریہ حفیظہ سلطانہ صاحبہ قاریہ سبعہ (۲۷) قاریہ کوثر فاطمہ عباسی قاریہ سبعہ (۲۸) قاریہ کشور فاطمہ عباسی صاحبہ قاریہ سبعہ (۲۹) حافظ محمد غوث صاحب طلائی تمغہ یافتہ ملیشیا قاری سبعہ (۳۰) قاری نور الباقی صاحب انجنیر قاری سبعہ (۳۱) قاریہ تنویر سلطانہ صاحبہ قاریہ سبعہ (۳۲) قاریہ رضیہ خاتون صاحبہ قاریہ سبعہ (۳۳) حافظ سعد اللہ پاشاہ صاحب قاری سبعہ (۳۴) قاریہ ریحانہ بیگم صاحبہ قاریہ سبعہ (۳۵) قاری محمد شفیع الدین صاحب منصف قاری سبعہ (۳۶) قاری عبد المقتدر صاحب قاری سبعہ (۳۷) قاری منیر احمد خان صاحب ایم اے لکچرار قاری عشرہ (۳۸) مولوی حسن محی الدین صاحب صدیقی ایم اے لکچرار عربی قاری عشرہ

(۳۹) قاری قادر حسین خان صاحب انجنیر (امریکہ) قاری عشرہ (۴۰) ڈاکٹر قمر الدین صاحب (لندن) قاری عشرہ (۴۱) قاری سید حامد الدین احمد صاحب (امریکہ) قاری عشرہ (۴۲) قاریہ امۃ سلمہ صالحہ صاحبہ قاریہ عشرہ (۴۳) قاری عبد الباری صاحب بی ٹیک قاری عشرہ (۴۴) قاری سید محمد ابراھیم صاحب ہلیتھ انسپکٹر قاری عشرہ (۴۵) قاری اکرام حسن صاحب مرادآبادی قاری عشرہ (۴۶) قاری جنید علی صاحب معلم مدرسہ جنیدیہ مالیگاؤں قاری عشرہ

(و) جن قاریان کرام نے امام عاصم کی قرات یا حضرت حفص کی روایت سے تکمیل کی اونکی تعداد دو ہزار رجسٹر سے بتائی جاتی ہیں اون میں خاص نام یہہ ہیں:- (۱) قاری الحاج محمد عبد الحمید خان صاحب سابق وزیر عدالت و کوتوالی (۲) قاری محمد یوسف صاحب سیٹھ (۳) قاری محمد قاسم صاحب تاجر پارچہ (۴) مولانا محمد علی مرحوم پروفیسر و خطیب جامع مسجد سکندرآباد (۵) عبد الرحیم صاحب مرحوم (۶) حافظ محمد اعظم خطیب جامع مسجد میسور (۷) حافظ محمد غوث صاحب ندوی (۸) قاری شیخ ابراھیم صاحب (۹) قاری ندیم اللہ حسینی صاحب (۱۰) قاری رحیم الدین صاحب انجنیر (۱۱) حافظ قاری تقی الدین صاحب (۱۲) قاری محمد منظر الدین خان ابن مولوی محمد ظہیر الدین خان صاحب (۱۳) قاری محمد ضمیر الدین خان ابن محمد ظہیر الدین خان صاحب (۱۴) قاری عبد الکریم صاحب (۱۵) قاری عبد القدیر صاحب ابن محمد جابر صاحب (۱۶) قاری منیر احمد صدیقی صاحب اخبار صحیفہ (۱۷) قاری محمد اسمٰعیل صاحب (۱۸) قاری حبیب الدین صاحب برادر معز الدین صاحب مالک زندہ طلسمات (۱۹) قاری سید علی صاحب (۲۰) قاری مرزا احمد بیگ صاحب (۲۱) قاری عبد المجید صاحب قریشی (۲۲) قاری سید ابراہیم صاحب نہری بی یس سی (۲۳) قاری محمد عبد الستار صاحب (۲۴) قاری میر عثمان علی خان صاحب محمدیہ گودام والے (۲۵) قاری صدیق علی خان صاحب (۲۶) قاری اکبر علی خان صاحب (۲۷) قاری امجد علی خان صاحب (۲۸) قاری شاہ علی نوری صاحب (۲۹) قاری شاہ علی نہری صاحب ایڈوکیٹ (۳۰) قاری خواجہ حمید احمد صاحب (۳۱) قاری قبول پاشاہ قادری صاحب زرین کلاہ (۳۲) قاری محمد عباس صاحب (۳۳) قاری محمد عبد الباری صاحب (۳۴) قاری محمد الیاس صاحب (۳۵) قاری محمد مصطفٰے شریف صاحب پیش امام چیونٹی شاہ کی مسجد (۳۶) قاری ذکی الدین صاحب (۳۷) قاری سعید الدین صاحب (۳۸) قاری پیر پاشاہ صاحب (۳۹) قاری فخر الدین صاحب (۴۰) قاری عظمت اللہ بیگ صاحب شولینڈ والے (۴۱) قاری رحمت اللہ صاحب مرحوم وغیرہ۔

(ز) رئیس القراء صاحب نے سہل تجوید کے نام سے ایک رسالہ اپنے طالب علموں کی سہولت کے لئے لکھا جو پہلی بار ۱۳۶۸ھ میں شائع ہوا۔ بار دوم ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا۔ بار سوم ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔ بار چہارم ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔ بار پنجم ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔ بار ششم ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا۔ اور بار ہفتم ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا۔ اس طباعت سے اس رسالے کی مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔

(ح) رئیس القراء نے اپنی بڑی جائیداد جس کی مالیت ایک لاکھ روپیئے کی ہے۔ اس مدرسہ کے تعلیمی اخراجات کے لئے وقف کردی ہے اور خود بلا معاوضہ پڑھاتے ہیں۔ ادارے سے متعلق ایک انتظامی کمیٹی بھی قائم کردی ہے اور ادارے میں ایک کتب خانہ بھی قائم کردیا ہے جس میں قراءت و تجوید سے متعلق تین سو سے زاید کتابیں فراہم کی ہیں۔

قاری عشرہ میر احمد علی صاحب

ف ۱۲۶۳ والد کا نام میر قربان علی۔ ولادت ۱۴ر جولائی ۱۹۳۵ء دار الشفا، ہائی اسکول سے میٹرک پاس کرکے آڈیٹری کے امتحان پاس کیا اور میونسپل کارپوریشن میں آڈیٹری کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ آپ رئیس القراء کے قدیم ترین شاگردوں میں ہیں۔ پہلے ایک روایت سے اور پھر سبعہ قرات کی تکمیل کی۔ ۲۲ سال سے آپ کی یہی دھن ہے کہ تجوید کے کام میں لگے رہیں۔ چنانچہ ادارۂ قرات و الدینیات میں آپ اول مدرس کی حیثیت سے تجوید کا درس صبح میں دیتے ہیں۔ دن بھر دفتر میں کام کرتے ہیں اور شام کے وقت مغرب و عشاء کے درمیان جینجل گوڑے میں مسجد عباد اللہ شاہ میں تجوید و قراءت کا درس دیتے ہیں۔ ایک روایت سے کئی سو قاری آپ سے پڑھکر فارغ ہوچکے ہیں۔ ایسے مستعد و کارگذار اساتذہ کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اون کے درجات بلند کرے

صدر المجودین ابوالکاظم سید علی الحسینی المعروف بہ میر روشن علی حسینی

ف ۱۲۶۴ وطن حیدرآباد۔ دکن والد کا نام میر دلاور علی صاحب

ولادت بروز دوشنبہ ۲۴ر رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۰ھ مطابق سنہ ۱۸۸۳ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم دار العلوم میں ہوئی۔ حافظ سید یوسف صاحب سے ابتدائی درسی کتابیں و فارسی پڑھی۔ خوشنویسی بھی سیکھی سنہ ۱۳۲۲ھ میں مولانا رضا علی شاہ صاحب چشتی سے اولاً سلسلہ چشتیہ میں من بعد سنہ ۱۳۳۸ھ میں مولانا سید مخدوم حسینی صاحب قادری مفتی مدرسہ نظامیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے ان ہی سے حدیث و تصوف کی تعلیم پائی بعد ازاں سید اشرف صاحب شمسی سے فارسی میں اور شعر گوئی میں تلمذ رہا۔ تخلص سنا فرماتے تھے۔

(ب) سنہ ۱۳۲۷ھ میں مہر کنی کا کام شروع کیا۔ گیارہ سال تک شاہی مہر کن کی حیثیت سے کام کرتے رہے اوس کے بعد سنہ ۱۳۳۰ھ میں ارباب جامعہ نظامیہ نے شیخ التجوید والقراءت کے عہدہ پر آپ کا انتخاب کیا۔ سنہ ۱۳۴۳ھ میں شہزادگان حضور نظام کی تعلیم کے لئے مقرر کیا گیا۔ سنہ ۱۳۵۴ھ میں مدرسہ نظامیہ سے محکمہ تعلیمات سرکار عالی میں آپ کا تبادلہ ہوا۔ شیخ التجوید کی حیثیت سے ناظر القراء کی خدمت پر جملہ مدارس بلدہ کی قرآن مجید۔ فارسی عربی۔ اردو۔ دینیات اور اخلاقیات کی تعلیم کی تنقیح کا کام حضرت موصوف کے سپرد ہوا۔ سولہ سال تک یہہ خدمت انجام دینے کے بعد جمادی الثانی سنہ ۱۳۶۹ھ میں بہ سبب تخفیف جائیداد آپ وظیفہ پر سبکدوش ہوئے

(ج) آپ نے شیخ القراء محمد ابراہیم صاحب سے ۱۳۲۲ھ میں علم تجوید و قراءت کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی جس کی تکمیل ۱۳۳۶ھ میں ہوئی۔ پہلے بروایت حفص قرآن مجید سنایا۔ بعد ازاں سبعہ سے ختم کیا۔ عشرہ قرات میں بھی شیخ القراء سے استفادہ کیا۔ آپ کے استاد محمد ابراہیم نے سبعہ قرات کی ایک مکمل جدار (جدول) سات جلدوں میں تیار کی تھی۔ جس کا قلمی مسودہ شیخ صاحب کے صاحبزادے کے پاس محفوظ ہے۔ ۱۳۳۴ھ میں جدار کی طباعت کا کام بھی زیر نگرانی حضرت مقری میر روشن علی صاحب شروع ہوا۔ تقریباً دو پاروں کی جدار چھپ چکی تھی کہ بعض اختلافات کی بناء پر کام روک دیا گیا۔ طبع شدہ نسخے مقری صاحب کے پاس ہی رہ گئے۔

ف ۱۲۶۵ ۱۳۳۵ھ میں جب شیخ القراء عبد الحق صاحب مکی حیدرآباد تشریف لائے تو میر روشن علی صاحب کو اون سے قراءت سیکھنے کا شوق ہوا۔ مگر مالی مشکلات اور تنگی روزگار کی وجہ سے چند روز تک حاضر خدمت نہو سکے اوس کے کچھ عرصے کے بعد حاضر ہو کر چھ مہینے کے اندر قرات سبعہ اور چار مہینے کی مدت میں قرات عشرہ کی تکمیل کی۔

(ب) شیخ القراء عبد الحق صاحب کے واپس چلے جانے کے بعد ۱۳۳۷ھ میں مفتی محمد محمود صاحب مدراسی جو شیخ القراء سید محمد تونسی کے شاگرد تھے حیدرآباد تشریف لائے تو میر روشن علی صاحب اون کی خدمت میں حاضر ہو کر چند ماہ اون سے تلمذ رہا۔ اس طرح قاری میر روشن علی صاحب نے شیخ القراء سید محمد تونسی کے دو بڑے شاگردوں سے یعنے مقری محمد ابراہیم اور مقری محمد محمود صاحب سے قراءت عشرہ کی سند لی۔ مجھے قاری میر روشن علی صاحب کی یہہ بات جو آپ نے بڑے وثوق سے فرمائی تھی ہمیشہ یاد رہے گی کہ انھیں اپنے استادوں کی ادائی و تعلیم میں کوئی فرق یا اختلاف محسوس نہوا۔ مخارج و صفات۔ مد و ادغام کے باب میں سب کی رائے متفق تھی۔ اس سے یہہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ علمائے محقق کے مابین کبھی اختلاف رائے نہیں ہوا کرتا۔

(ج) شیخ القراء میر روشن علی صاحب نے جس شوق و محنت سے علم تجوید و قراءت حاصل کیا تھا اوس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ چونکہ ذہانت خداداد تھی۔ سمجھ اچھی پائی تھی۔ حافظہ قوی تھا اس لئے جو کچھ حاصل کیا تھا اپنے شاگردوں کو اوس کی تعلیم دیتے رہے اون کے پاس بیٹھکر ایک اچھا قاری بھی کچھ نہ کچھ لے کر اٹھتا تھا۔

فاش کر دیتی ہے اسرار حیات ✽ سود بستان اک نگاہِ ہوشمند

(د) آپ کی ہستی نہ صرف حیدرآباد کیلئے بلکہ ہندستان کے لئے مغتنمات سے تھی جیسا کہ قاری محی الاسلام صاحب پانی پتی نے بیس سال قبل حیدرآباد میں اون سے ملاقات کے بعد فرمایا تھا۔ اوسی زمانے میں تعلیم و تدریس کی غرض سے بیرونی مختلف قراء مثلاً قاری مصطفےٰ بن حسن مصری۔ قاری سالم بن محمد مصری عفیفی۔ قاری محمد صدیق خراسانی سے علامہ نواب ضیاء یار جنگ مرحوم کی زیر صدارت تجوید و قراءت پر مباحث ہوتے رہے۔ بیرونی قراء نے فن کے ہر مسئلہ پر قاری صاحب کے استدلال کو تسلیم کیا۔ چنانچہ علامہ ضیاء یار جنگ نے آپ کے تبحر علمی سے متاثر ہو کر فی البدیہہ

ایک قطعہ لکھ کر جلسہ میں پڑھا تھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

قدر روشن علی کہ میداند ٭ نیست واقف ضیاء کس از حالش

قاری این چنین بہ ہند کجاست ٭ در عرب کمتر اند امثالش

ف ۱۲۶۶ صدر المجودین قاری میر روشن علی صاحب نے اپنے شیخ حضرت محمد ابراھیم کی اجازت سے فن تجوید کی باقاعدہ تعلیم و تربیت کی خاطر ۱۳۲۴ھ میں ایک ادارہ "مجلس حمایت القراء" کی بناء ڈالی اور اس فن کی اشاعت میں آپ نے بڑے جوش و انہماک کا مظاہرہ فرمایا۔ بلا امتیاز اوقات صبح و شام اس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ گویا آپ نے اس علم کی ایک سبیل قائم کردی تھی جس سے ہر تشنہ کام سیراب ہوتا تھا۔ ابتداء میں تو درس و تدریس کا شوق جنون کی حد تک پہونچ گیا تھا حصول علم کے لئے آنے والوں کی ہمت افزائی ہی نہیں بلکہ انھیں یہہ بات بھی گوارا نہ تھی کہ کوئی طالب علم تعلیم مکمل کرنے سے قبل ادارہ چھوڑ دے۔ چنانچہ آپ کے اکثر شاگردوں کا بیان ہے کہ اگر وہ حاضری سے قاصر رہتے تو استاد محترم خود کئی بار ان کے مکان پر تشریف لے جاتے اور طرح طرح سے ترغیب دیکر اونکو تکمیل قراءت پر مجبور کر دیتے۔

(ب) ادارہ کے معینہ اوقات کے علاوہ جہاں کہیں آپ کچھ دیر کیلئے تشریف فرما ہوتے وہاں تجوید و قراءت کی ایک درس گاہ بن جاتی۔ ہر وقت شائقین و طلباء آپ کے اطراف جمع رہتے اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے فن کے نکات و مسائل گھنٹوں سنتے رہتے۔ پیشہ کی مصروفیات سے فارغ ہونے کے بعد جتنا وقت بھی بچ جاتا وہ تجوید کی ترویج کے لئے وقف ہو جاتا۔

(ج) اپنے فن میں تبحر کا یہہ عالم تھا کہ تجوید و قراءت کی تدریس کے وقت کوئی کتاب نہ کھلتی۔ پورا نصاب نوک زبان پر تھا۔ اگر کوئی طالب علم اپنی کوئی مشکل پیش کرتا یا کسی پیچیدہ مسئلہ کا حل پیش نظر ہوتا تو اس عام فہم اور سہل انداز میں اس گتھی کو سلجھائے کہ ایک عامی پر بھی اس مسئلہ کے مالہٗ و ماعلیہ بخوبی واضح ہو جائے روایت کا سلسلہ بیان کرتے تو اوسکو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا دیتے اور تشریح کی خاطر بیچ بیچ میں فن کے متعلق ایسے دلچسپ لطائف بیان فرماتے کہ سامع ہمہ تن گوش ہو جاتا۔ آپ کا بیان صرف تجوید ہی تک محدود نہ ہوتا بلکہ اس میں تفسیر۔ حدیث اور فقہ کے بھی پہلو آجاتے۔ جن پر حضرت سیر حاصل بحث فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے فیض یافتہ آج اپنے وقت کے استاد شمار کئے جاتے ہیں۔ بلکہ یہہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ آپ کے خوشہ چین بھی آج بڑے بڑے خرمن کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔

(د) آخر عمر میں اگرچہ بصارت کمزور اور عام صحت بڑی حد تک متاثر ہو چکی تھی لیکن علم و فن کی خدمت میں سر مو فرق نہ آیا بلکہ عمر کے ساتھ یہہ نشہ بھی بڑھتا گیا۔ صبح و شام گھر کی متصل مسجد میں بیٹھ جاتے اور مبتدیوں سے

لے کر منتہیوں تک ہر درجہ کے طالب علم کو اپنے فیض سے سیراب کرتے۔ اگر آپ کو کسی اور جگہ مدعو کیا جاتا تو صحت کی کمزوری راستے میں حائل نہ ہوتی۔ اور وہاں جاکر بھی آپ حلقہ درس قائم فرما دیتے۔ کبھی کسی غیر متعلق یا نامعقول استفسار پر چین بہ جبین نہ ہوتے بلکہ بڑی فنکارانہ مہارت اور خوش اخلاقی کے ساتھ مستفسر کی تفہیم و تشفی فرما دیتے کہ وہ آپ کے علمی تبحر کا قائل ہو جاتا۔

(ھ) قاری صاحب کی یہی وہ صفات عالیہ تھیں جس کی وجہ سے حیدرآباد میں تجوید کی ایسی ترویج و اشاعت ہوئی کہ یہ شہر قراء باکمال کا مرکز بن گیا۔ ہر محلہ میں قراءت کی درس گاہ قائم ہوئی اور ہر گھر میں ایک آدھ قاری ضرور پیدا ہوتا رہا۔ ایک ایسے زمانے میں جبکہ دینی علوم کی طرف سے عام بے رخی پائی جاتی ہو یہ حضرت میر روشن علی صاحب ہی کی جانکاہ محنت اور اخلاص کا نتیجہ تھا کہ فن قراءت حیدرآباد میں عام ہو گیا۔ دنیا میں بہت کم ایسے خوش نصیب ہوں گے جن کو قرآن پاک کی ایک طویل عرصے تک اتنی کامیاب خدمت گذاری کی سعادت نصیب ہوئی ہو۔

(و) مبتدیوں کی مدد کیلئے آپ نے دو تجوید کی کتابیں حرز الصبیان و جواہر الصبیان ۱۳۳۶ھ میں طبع کرائیں جن کو لازمی طور سے سبقاً سبقاً طالب علموں کو پڑھا دیا کرتے تھے۔ حمایت القرات کے ابتدائی دور میں قاری صاحب کی یہ کتابیں نہ صرف مفید ثابت ہوئیں بلکہ مدرسہ نظامیہ کے امتحان قراءت کے نصاب میں شامل ہوئیں۔

ف ۱۲۶۷ حمایت القرات کی درس گاہ سے جو طلباء فارغ ہو کر نکلے ان کی تعداد ہزاروں تک پہونچ گئی ہے ان سب کے نام گنوانے مشکل ہیں اون میں سے ممتاز فارغین کی تعداد بھی چار سو کے لگ بھگ ہے۔ قائد ملت نواب بہادر یار جنگ کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

(ب) حضرت کے دو صاحبزادے میر کاظم علی حسینی اور میر عثمان علی حسینی اور ایک داماد میر اسد علی تینوں نے عشرہ کی اور تیسرے صاحبزادے میر ہاشم علی حسینی نے بروایت امام عاصم قراءت کی تکمیل کی۔ آخر الذکر نے عشرہ کی تعلیم بھی آغاز کر دی تھی مگر حضرت کی شدید علالت کے باعث پورا قرآن شریف عشرہ سے نہ سنا سکے۔

(ج) ۱۳۷۴ھ میں مجلس حمایت القرات کی چہل سالہ جوبلی منائی گئی۔ جس کی روئیداد علٰحدہ شائع ہو چکی ہے۔ جوبلی کے سلسلے میں دو عام اجلاس ہوئے جس کو اکابر علماء نے مخاطب کیا۔ اور حضرت قاری صاحب کی بیش بہا خدمات کا خراج تحسین ادا کیا جس کے وہ ہر طرح مستحق تھے۔

(د) چند سال قبل جب حضرت کی صحت زیادہ خراب ہوئی تو ایک جلسہ عام میں ممتاز تلامذہ کو مدعو کر کے آپ نے خطابات سے سرفراز فرمائے اون میں سے بعض کو خلافت و نیابت کا منصب سپرد فرما کر ہمیشہ فن تجوید میں مصروف رہنے کی تاکید فرمائی۔ اوسکے بعد بھی چند ماہ تک آپ کا فیض صحبت جاری رہا۔ لیکن ماہ ذیقعدہ ۱۳۷۸ھ

سے صحت نے بالکل جواب دیدیا۔ ذیابطیس کے مرض میں تو آپ عرصے سے مبتلا تھے لیکن رفتہ رفتہ معدہ بھی خراب ہوگیا۔ دواخانہ عثمانیہ میں شریک کرائے گئے۔ لیکن وہاں تشفی بخش علاج نہ ہوسکا۔ گھر ہی پر آپ حاذق اطباء کے زیر علاج رہے۔ لیکن معدہ کی حالت ابتر ہوتی گئی۔ بالآخر اس مرض نے کہا جاتا ہے کہ سرطان کی صورت اختیار کرلی۔ تین ماہ تک صاحب فراش رہ کر بروز دوشنبہ ۲۰ محرم ۱۳۷۹ھ کو دن کے چار بجے علم و عمل کے اس پیکر نے تقریباً (۸۰) سال کی عمر میں اپنی جان جہان آفرین کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ بوقت ظہر چوک کی مسجد میں کثیر جماعت کے ساتھ ادا کی گئی اور شہر کے مشہور و معروف قبرستان خطہ صالحین میں تدفین عمل میں آئی۔ جو زبان تقریباً نصف صدی سے کتاب اللہ کی خدمت پیہم میں کھلتی رہی وہ بالآخر خاموش ہوگئی آپ کی وفات کی صورت میں دراصل حیدرآباد کے مسلمان فن تجوید و قراءت کے ایک جلیل القدر امام سے محروم ہوگئے۔ خدا اون کو درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

ف ۱۲۶۸ قاری صاحب کے فیض یافتہ قراء عشرہ کا جو اشاعت فن تجوید میں اس وقت مصروف ہیں مختصر سا تذکرہ آئندہ صفحات میں کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین اون سے اور اونکے کام سے متعارف ہو جائیں۔

مقری مولوی شاہ محمد تاج الدین

ف ۱۲۶۹ وطن حیدرآباد۔ دکن۔ والد کا نام شاہ محمد سعید الدین ولادت ۱۳۲۱ھ۔ دادھیال سے حضرت شاہ محمد رفیع الدین کے پڑپوتے اور ننھیال سے حافظ میر شجاع الدین کے پڑنواسے ہیں۔ علوم متداولہ۔ صرف و نحو۔ تفسیر و حدیث و فقہ کی تعلیم کے بعد قراءت امام عاصم سے ۱۳۴۰ھ میں استاد محترم کو قرآن پاک سنایا۔ سبعہ قرات کی تکمیل ۱۳۴۱ھ میں اور عشرہ کی تکمیل ۱۳۴۲ھ میں کی۔ اوس وقت سے ابتک برابر تجوید کا درس دے رہے ہیں۔ آپکو استاد محترم نے موید القراء کا خطاب نیز خلافت و نیابت دی ہے۔ اوسی نام سے آپ نے قراءت کا مدرسہ بھی قائم کیا جس سے گذشتہ تیس سال کے عرصے میں بہت سے طلباء فارغ ہوکر نکلے ہیں۔

(ب) شیخ القراء کے شاگردوں میں سب سے زیادہ قابل قدر ہستی آپ ہی کی ہے۔ منکسر المزاج محنتی۔ جفاکش ہونے کے علاوہ تجوید سکھلانے کی ایک دھن ہے۔ گذشتہ کئی سال کے عرصے میں بہت سے طلباء فارغ ہوکر نکلے ہیں اون سب میں ممتاز ہستی شیخ سالم صاحب عمودی کی ہے جو عشرہ کے قاری ہیں جن سے اکثر افراد نے استفادہ کیا ہے۔ عشرہ کے دوسرے فارغ التحصیل قاری اشرف علی صاحب بانی مدرسہ اشرف المدارس تھے۔ تیسرے مولوی حمید احمد منذر ہیں۔ سبعہ کے فارغین میں (۱) محمد لیاقت حسین (۲) ہاشم علی (۳) سید شاہ عبداللہ المحض القادری وغیرہ۔

ایک روایت سے سیکھنے والے شاگردوں کی تعداد دو سو سے کم نہ ہوگی۔

مقری مولوی حافظ عبدالرحمٰن حموی | ف ۱۲۷۰ وطن حیدرآباد۔ دکن۔ والد کا نام محفوظ بن عبداللہ جد حسن حموی یمنی۔ ولادت ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۱ء حفظ کی سند ۱۳۴۲ھ میں حاصل کی۔ ۱۳۴۱ھ میں قرات سبعہ سے قرآن مجید استاد محترم کو سنایا۔ ۱۳۴۲ھ میں عشرہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۴۳ھ میں باغ عامہ کی مسجد کے خطیب مقرر ہوئے۔ ۱۳۵۱ھ میں مولوی کامل کی سند جامعہ نظامیہ سے حاصل کی۔ ۱۳۵۲ھ میں جامعہ نظامیہ میں شیخ التجوید مقرر ہوئے۔ ۲۲ سال خدمت انجام دیکر ۱۳۷۳ھ میں تخفیف جائیداد کی وجہ وظیفہ پر سبکدوش ہوئے۔ گذشتہ تیس سال سے برابر تجوید کی تعلیم دے رہے ہیں۔

(ب) شیخ القراء کے شاگردوں میں آپ نے تجوید کی بہت خدمت کی ہے۔ خوش اخلاق مستعد جفاکش واقع ہوئے ہیں۔ عربی لحن میں پڑھتے ہیں۔ مخارج وصفات پر بہت حاوی ہیں۔ تحقیق بہت عمدہ ہے۔ تراویح میں حدر سے سناتے ہیں۔ دور، دور سے لوگ آپ سے قرآن پاک سننے آتے ہیں۔

(ج) قرات عشرہ سے جو سات فارغ ہوکر نکلے ہیں وہ یہہ ہیں: (۱) سید حمیداللہ حسینی (۲) عبدالستار خان (۳) شیخ صالح یافعی مولوی فاضل (۴) ڈاکٹر وحیدالزمان (۵) سید انور حسین (۶) حافظ سید محمود (۷) مولوی کامل محمد ولی اللہ (۸) حامد علی نے آپ سے سبعہ کی تکمیل کی۔ امام عاصم کی قرارت سے تکمیل کرنے والوں کی تعداد پچاس سے کم نہیں۔ استاد محترم نے آپ کو نصیر القراء کا خطاب نیز خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے

مقری مولوی حافظ اکبر علی بیگ | ف ۱۲۷۱ وطن حیدرآباد۔ دکن۔ ولادت ۱۳۱۶ھ مدرسہ نظامیہ سے تحصیل علوم کے بعد حفظ کی سند ۱۳۳۰ھ میں حاصل کی۔ ۱۳۴۱ھ میں سبعہ قرآت کی تکمیل استاد محترم سے کی۔ ۱۳۴۲ھ میں عشرہ کی سند حاصل کی۔ اوس وقت سے برابر درس و تدریس میں مشغول ہیں۔ نظام آباد کی جامع مسجد میں ایک عرصے سے امام و خطیب ہیں۔ وہیں تجوید و قراءت کا درس دیتے ہیں۔ استاد محترم نے آپ کو ضیاء القراء کا خطاب نیز خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے۔

مولوی سید شاہ محی الدین نبیرہ قادری | ف ۱۲۷۲ آپ حضرت عبدالقادر گیلانیؒ کی اولاد سے ہیں۔ استاد محترم سے سبعہ قرات کی تکمیل ۱۳۴۳ھ میں کی جامعہ نظامیہ سے مولوی کامل کی سند حاصل کی ہے۔ استاد محترم نے آپ کو افصح القراء کا خطاب نیز خلافت و نیابت عطا فرمائی۔ ۲۹ رجب ۱۳۷۶ھ کو انتقال ہوگیا۔

مقری حافظ مولوی عبدالرحیم | ف ۱۲۷۳ وطن۔ حیدرآباد۔ پیدائش ۱۳۱۴ھ کی ہے حفظ کی تکمیل ۱۳۲۹ھ میں کی۔ سبعہ کی سند ۱۳۴۲ھ میں حاصل کی

قرات عشرہ کی تکمیل ۱۳۶۲ھ میں کی۔ مکہ مسجد کے امام ہیں۔ تجوید و حفظ میں آپ کا فیض جاری ہے استاد محترم نے آپ کو افضل القراء کا خطاب نیز خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے۔

مقری حافظ مولوی سید حسن شاہ | ف ۱۲۷۴ وطن حیدرآباد۔ والد کا نام سید امیر شاہ۔ ولادت ۱۳۲۴ھ کی ہے۔ ابتدائی تعلیم و حفظ کا آغاز مدرسہ محبوبیہ میں ہوا۔ پھر مدرسہ نظامیہ میں داخل ہوئے۔ حفظ کی سند ۱۳۴۰ھ میں لی۔ ایک روایت سے قرآن شریف ۱۳۴۱ھ میں سنایا۔ ۱۳۴۵ھ میں سبعہ قرات کی اور ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ نظامیہ سے مولوی کامل کی سند حاصل کی۔ ۱۳۶۲ھ میں عشرہ کی تکمیل کی۔ چوک کی مسجد کے امام ہیں۔ وہیں تجوید کا درس جاری رکھا ہے۔ استاد محترم نے آپ کو ممتاز القراء کا خطاب نیز خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے ۱۳۸۲ھ میں انتقال ہوگیا

مولوی حکیم ریاض الدین احمد | ف ۱۲۷۵ وطن حیدرآباد۔ دکن۔ والد کا نام حکیم شاہ محمد صدیقی پیدائش ۱۳۱۷ھ کی ہے۔ مدرسہ نظامیہ سے مولوی عالم کی سند ۱۳۳۰ھ میں لی۔ پھر میٹرک کی تعلیم پائی۔ ۱۳۳۹ھ میں مدرسہ نظامیہ میں ریاضی کے استاد مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ میں قرات سبعہ کی اور ۱۳۶۲ھ میں قرات عشرہ کی تکمیل کی۔ سولہ سال تک مدرسہ نظامیہ میں امتحانات تجوید و قراءت کے ممتحن رہے۔ بہت سے اشخاص آپ سے فیض یاب ہوئے۔ استاد محترم نے آپ کو افتخار القراء کا خطاب نیز خلافت و نیابت عطا فرمائی۔ آپ کا انتقال ہوگیا۔

(ب) آپ کے شاگردوں میں محمد رحیم الدین نے امام عاصم کی قراءت کی تکمیل کر کے پاکستان میں سلسلہ تعلیم جاری رکھا ہے۔ (۲) سید خواجہ نے امام عاصم کی قراءت سے تکمیل کر کے مدرسہ دینیات پیٹلہ برج حیدرآباد میں تجوید کا درس دیتے ہیں۔

مقری مولوی میر کاظم علی حسینی | ف ۱۲۷۶ وطن حیدرآباد۔ دکن۔ شیخ القراء کے بڑے فرزند۔ ولادت ۱۳۲۴ھ ابتدائی تعلیم و تجوید والد ہی سے حاصل کی۔ پھر مدرسہ نظامیہ میں تحصیل علم کیا۔ ۱۳۴۸ھ میں بہ قرات امام عاصم والد کو قرآن مجید سنایا۔ ۱۳۵۲ھ میں قراءت سبعہ کی ۱۳۶۲ھ میں قرات عشرہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۶۶ھ میں اعلیٰ حضرت کے نبیرہ زادگان کے استاد مقرر ہوئے۔ استاد و والد محترم نے آپ کو انیس القراء کا خطاب نیز خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے۔ عطائے خطابات کے جلسے میں حضرت نے آپ کی رسم دستار بندی کی اور جانشینی کا اعلان فرمایا۔

حافظ مقری سید محی الدین الحسینی القادری | ف ۱۲۷۷ وطن حیدرآباد۔ دکن۔ سید یحییٰ پاشا صاحب الحسینی القادری کے فرزند اکبر و خلیفہ ہیں۔

ولادت ۱۳۲۴ھ ابتدائی تعلیم اپنے والد ہی سے حاصل کی۔ مدرسہ حفاظ سے ۱۳۴۲ھ میں حفظ کی تکمیل کی مدرسہ نظامیہ میں مولوی عالم کی تعلیم پائی۔ مولوی کا امتحان سررشتہ تعلیمات سرکار عالی سے پاس کیا۔ مولنا عبدالقدیر صاحب صدیقی۔ مولانا قطب الدین صاحب محمودی سے تفسیر و حدیث کی تکمیل کی۔ صرفخاص میں معتمدی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۳۵۳ھ میں قرات سبعہ کی سند لی۔ ۱۳۶۲ھ میں قرات عشرہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۷۲ھ میں سجادہ نشین ہوئے۔ استاد محترم نے آپ کو معین القراء کا خطاب نیز خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے۔

(ب) آپ کے دو صاحبزادے سید محمد صدیق و سید ابو عبداللہ الحسین ہیں۔ دونوں نے ایک روایت سے قرآن سنایا ہے۔

الحاج حافظ مقری سید ابراہیم الحسینی القادری | ف ۱۲۷۸ وطن حیدرآباد۔ دکن۔ حضرت سید یحییٰ باشا الحسینی القادری کے دوسرے صاحبزادے ولادت ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ حفظ کی سند ۱۳۴۱ھ میں اور ۱۳۵۰ھ میں مدرسہ نظامیہ سے مولوی فاضل کی سند حاصل کی۔ تجوید کی ابتدائی تعلیم قاری عبدالعزیز صدیقی سے پائی۔ ۱۳۵۲ھ میں شیخ القراء میر روشن علی صاحب سے سبعہ کی سند لی اور عشرہ کی تکمیل ۱۳۶۲ھ میں کی۔ ۱۳۷۳ھ میں حج کا فریضہ ادا کیا۔ استاد محترم نے آپ کو امین القراء کا خطاب اور خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے۔

مولوی مقری عبدالکریم | ف ۱۲۷۹ وطن حیدرآباد۔ ولادت ۱۳۲۶ھ مدرسہ نظامیہ سے مولوی کی سند لی۔ مولوی عالم تک تعلیم پائی۔ ۱۳۵۸ھ میں امام عاصم کی قراءت سے قرآن پاک سنایا۔ ۱۳۶۰ھ میں قرات سبعہ کی سند لی۔ ایک عرصہ تک مدرسہ دینیات واقع جرچلہ کے معتمد رہے۔ درمیان میں چند روز کے لئے محبوب نگر چلے گئے تھے۔ مدراس۔ وانمباڑی بھی رہکر آئے ہیں استاد محترم نے آپ کو بدر القراء کا خطاب و نیز خلافت و نیابت عطا کی ہے۔

مولوی میر اسد علی رفاعی | ف ۱۲۸۰ وطن حیدرآباد۔ حضرت شیخ القراء کے چھوٹے داماد۔ اور حضرت سید احمد کبیر رفاعی کی اولاد سے ہیں۔ ولادت ۱۳۲۸ھ۔ عثمانیہ یونیورسٹی سے ایم ایس سی کی ڈگری لینے کے بعد انگلستان سے پی، ایچ ڈی کیا۔ امریکہ سے صنعتی ڈگری حاصل کی اس وقت پاکستان میں ناظم ترقیات کے عہدہ پر فائز ہیں۔ ۱۳۶۰ھ میں امام عاصم کی قرارت سے قرآن پاک سنایا۔ ۱۳۶۱ھ میں قرارت کی سند لی۔ ۱۳۶۲ھ میں عشرہ کی تکمیل کی۔ استاد محترم نے آپ کو یمین القراء کا خطاب

نیز خلافت و نیابت عطا کی ہے۔

مولوی میر عثمان علی حسینی — **ف ۱۲۸۱** وطن حیدرآباد۔ شیخ القراء کے چھوٹے صاحبزادے۔ ولادت ۱۳۳۵ھ۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی ۱۳۵۷ھ میں دار العلوم سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۳۵۸ھ میں مدرس ہوئے۔ آپ نے قرآن شریف امام عاصم کی روایت سے ۱۳۶۰ھ میں سنایا۔ قرات سبعہ کی سند ۱۳۶۱ھ میں لی۔ قرات عشرہ کی تکمیل ۱۳۶۲ھ میں کی آپ طبعاً ذہین ہیں۔ قرآن شریف بڑی تحقیق و خوبی سے پڑھتے ہیں۔ والد محترم کے اکثر شاگردوں کو سبعہ و عشرہ قرات کی تکمیل میں مدد فرماتے ہیں۔ استاد و والد محترم نے آپ کو عمدۃ القراء کا خطاب نیز خلافت و نیابت عطا فرمائی ہے۔

مقری شیخ سالم عمودی — **ف ۱۲۸۲** وطن حیدرآباد۔ دکن ولادت ۱۳۳۰ھ۔ آپ نے قاری تاج الدین صاحب کو ایک روایت سے قرآن مجید سنایا۔ اوسکے بعد سبعہ و عشرہ کی تکمیل کی۔ آپ نے اپنی عمر کا بڑا حصہ تجوید کے سکھلانے میں صرف کیا۔ صدہا طالب علموں کو ایک روایت سے ختم کرایا۔ بہت مستعدی سے دن بھر اسی فن کی اشاعت میں لگے رہتے ہیں۔ خوش الحان قاری ہیں۔ بہت خاموشی سے اپنا کام کرتے ہیں۔

الحاج کرنل مرزا بسم اللہ بیگ بی اے — **ف ۱۲۸۳** وطن حیدرآباد دکن۔ والد کا نام مرزا محمد علی بیگ ولادت ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۱ء۔ ۱۳۴۶ھ میں گریجویٹ ہوئے۔ فوج میں ملازمت اختیار کرلی۔ ترقی کرتے ہوئے کرنل کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ۱۳۶۸ھ میں اسی عہدے سے وظیفہ حسن خدمت پر سبکدوش ہوئے۔ فارسی۔ عربی شاعری میں مولانا سید اشرف شمسی و جلال الدین توفیق سے تلمذ رہا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی و پروفیسر سید نبی صاحب سے عربی ادب میں و مولانا عبدالرحیم صاحب مفسر سے تفسیر میں استفادہ کیا۔ دو مرتبہ حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ پہلی دفعہ ۱۳۵۶ھ میں اور دوسری دفعہ ۱۳۷۱ھ میں۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت سید شاہ ضیاء الدین حسن صاحب بھوپالی سے ۱۳۴۴ھ میں بیعت و ۱۳۵۵ھ میں خلافت حاصل کی۔

(ب) تجوید و قراءت میں ابتداءً مقری شیخ سالم صاحب سے ۱۳۵۷ھ میں استفادہ کیا۔ ایک روایت سے ختم کرنے کے بعد ۱۳۵۸ھ میں سبعہ قرات کی تکمیل کی۔ بعد ازاں مقری حافظ فضل علی صاحب سے و مقری حافظ عبدالرحمن بن محفوظ صاحب و مقری سید احمد یمنی سے استفادہ کیا۔ قاری محمد اسحق داماد شیخ القراء عبدالحق مکی کو بھی قرآن پاک سنایا۔

(ج) شیخ القراء میر روشن علی کو ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں حضرت امام عاصم کی قراءت سے قرآن شریف سنایا۔ ۱۳۷۳ھ میں قراءت سبعہ وعشرہ کی تکمیل کی۔ استاد محترم نے آپ کو عماد القراء کا خطاب و نیز خلافت و نیابت سے ممتاز فرمایا۔

(د) حیدرآباد کی کئی مساجد و ہندستان کے بعض شہروں میں اعزازی طور سے تجوید و قراءت کی تعلیم دی ہے شاگردوں کی تعداد کئی سو تک پہنچ چکی ہے جن میں سے بعض کا ذکر اپنی اپنی جگہ کیا گیا ہے۔ عشرہ سے ختم کرنے والوں میں ممتاز نام یہہ ہیں :- (۱) قاری عبدالعلیم (۲) شوکت ربانی بیگم بنت مرزا بسم اللہ بیگ (۳) حکیم احمد علی مرزا برادر خورد (۴) ربانی بیگم زوجہ حکیم احمد علی مرزا (۵) وحیدہ بیگم بنت حکیم احمد علی مرزا (۶) سرفراز احمد (۷) غیاث الدین (۸) شکیلہ بیگم زوجہ امجد حسین خطیب (۹) محمود حسین حیدرآبادی (۱۰) سکندر علی ساکن سیوہ (۱۱) جمیل احمد ساکن مالیگاؤں (۱۲) محمد ادریس ساکن مالیگاؤں (۱۳) حافظ مشتاق احمد ساکن شولاپور (۱۴) حافظ محمد بشیر ساکن بیڑ (۱۵) جلال الدین ساکن مالیگاؤں (۱۶) حاجی حسین احمد ساکن مالیگاوں (۱۷) عبدالرحمن ساکن بمبئی (۱۸) دبیر احمد (۱۹) عبدالاحد جام نیری (۲۰) ڈاکٹر پیر محمد تکمیلی (۲۱) سید احمد ساکن مالیگاؤں (۲۲) حسیب احمد ساکن مالیگاؤں (۲۳) ریاض احمد ساکن مالیگاؤں (۲۴) عظیم الدین ساکن مالیگاؤں (۲۵) ریاض احمد دوم ساکن مالیگاؤں (۲۶) عبدالرزاق ساکن بیڑ (۲۷) عبداللطیف ساکن بیڑ (۲۸) محمد عثمان ساکن مالیگاؤں (۲۹) عبدالودود ساکن مالیگاؤں (۳۰) شیخ نسیم (۳۱) محمد اسمٰعیل ساکن مالیگاؤں (۳۲) سید فضل اللہ ساکن بیڑ (۳۳) الطاف احمد ساکن مالیگاؤں (۳۴) حافظ عبدالقادر ساکن ہنگولی (۳۵) عبدالرشید ساکن مالیگاوں (۳۶) محمد اسمٰعیل دوم ساکن مالیگاؤں۔

ایک روایت سے پڑھنے والوں میں ممتاز نام یہہ ہیں :- (۱) قاری سید کلیم اللہ صاحب قادری سابق ناظم عطیات و ممبر مجلس مال (۲) قاری سید قطب الدین صاحب تعلقدار (۳) خواجہ حمید احمد صاحب مددگار معتمد محکمہ طبابت (۴) قاری ابوطالب (۵) قاری حفیظ احمد خان شیشن جج وظیفہ یاب

مولوی خواجہ محمد احمد مولوی فاضل ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی

ف ۱۳۸۴ وطن اورنگ آباد۔ والد کا نام خواجہ سید فخرالدین شاہ صابری۔ آپ شاہ محمد فضل اللہ برہان پوری کی اولاد سے ہیں ولادت ۱۳۲۲ھ۔ جامعہ عثمانیہ سے ایم'اے' ایل' ایل' بی علوم مشرقیہ میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ آپ کو اپنے برادر بزرگ حضرت خواجہ حسن احمد صابری سے جملہ سلسلوں میں بیعت حاصل ہے۔ آپ ناظم آثار قدیمہ رہ چکے ہیں۔ بعد ازاں عجائب خانہ حیدرآباد کے کیوریٹر تھے قراءت کی تعلیم ابتداءً اپنی والدہ محترمہ سے حاصل کی۔ بعد ازاں دیگر اساتذہ سے استفادہ کیا۔ قاری الحاج

جمیل خان صاحب د مؤلف کتاب ہذا سے بھی استفادہ کیا۔ قاری شیخ سالم صاحب عمودی کو امام عاصم کی قراءت سے قرآن شریف سنایا۔ بعد ازاں شیخ القراء میر روشن علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ۱۳۷۲ھ میں امام عاصم کی قراءت سے سنایا۔ ۱۳۷۳ھ میں عشرہ کی تکمیل کی۔

(ب) آپ کو فن تجوید سے بڑی دلچسپی ہے۔ تحقیق و تجسس کا میلان بہت ہے۔ اکثر مدارس و اداروں میں تجوید کی اہمیت پر تقاریر فرماتے ہیں۔ آپکے پاس تجوید و قراءت سے متعلقہ کتب کا عمدہ ذخیرہ ہے۔ حضرت استاد محترم نے آپ کو نادر القراء کا خطاب دیتے ہوئے خلافت و نیابت عطا فرمایا ہے۔

(ج) آپ کی ساعی جمیلہ سے سعید جہاں بیگم صاحبہ دختر حافظ محمد ابراھیم نے قرات عشرہ کی تکمیل کی۔ نیز آپ کی تین لڑکیوں نے اور اہلیہ محترمہ نے بقراءت عاصم قرآن پاک سنایا ہے۔

الحاج مولوی حبیب محمد خان ڈلہ زائی نقشبندی

ف ۱۲۸۵ وطن حیدر آباد۔ دکن۔ والد کا نام محمد نصیب خان۔ ولادت ۳ رجب ۱۳۱۶ھ مطابق ۷ نومبر ۱۸۹۷ء۔ ابتدائی تعلیم قاری فضل علی صاحب کے پاس ہوئی۔ مدرسہ دار العلوم میں بھی تعلیم پائی ہے۔ ابتک تین حج کئے ہیں۔ پہلا ۱۳۴۶ھ میں۔ دوسرا ۱۳۴۹ھ میں، تیسرا ۱۳۵۲ھ میں۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب سے ۱۳۴۴ھ میں بیعت ہوئے۔ ۱۳۷۳ھ میں آپ کو خلافت عطا ہوئی۔

(ب) ابتداء سے آپ کو تجوید و قراءت کا شوق رہا ہے۔ خوش الحان واقع ہوئے ہیں۔ پہلے قاری فضل علی سے پڑھا۔ پھر ۱۳۷۲ھ میں استاد محترم قاری روشن علی صاحب کو امام عاصم کی قراءت سے سنایا۔ ۱۳۷۳ھ میں عشرہ قرات کی تکمیل کی۔ آپ دو تین مسجدوں میں تجوید کا درس دیتے ہیں استاد محترم نے آپ کو حبیب القراء کا خطاب و خلافت و نیابت سے سرفراز فرمایا ہے۔

(ج) جن قراء نے سیدنا عاصم کی قراءت سے تکمیل کی ہے ادنکے نام یہہ ہیں: (۱) ڈاکٹر میجر عبد الغفار مہکری (۲) جمیل احمد شاہ عرف فقیر شاہ (۳) تمیز الدین خان براری (۴) خواجہ حبیب الدین اجمیری۔

قاریہ سعید جہاں بیگم ایم اے ایم ایڈ

ف ۱۲۸۶ وطن حیدر آباد۔ دکن والد کا نام حافظ محمد ابراھیم تاریخ ولادت ۵ اگست ۱۹۱۹ء (مطابق ۱۳۳۸ھ) ۱۹۴۶ء میں بی اے ۱۹۴۹ء میں ایم اے اور ۱۹۵۰ء میں ایم ایڈ۔ تجوید و قراءت بقراءت امام عاصم ۱۹۵۲ء و قرات عشرہ کی تکمیل ۱۹۵۷ء اس کے علاوہ کامل التفسیر کا امتحان ۱۹۵۸ء میں کامیاب کیا۔ پھر اوسی سال عربی ادب میں ایم اے کیا اور درجہ اول میں کامیاب ہونے والے امیدواروں میں اول رہیں۔ سائنس کا ڈپلومہ ۱۹۳۷ء میں حاصل کیا تھا۔

(ب) مدرسہ خیابان کی بانی اور اوس کی صدر ہیں۔ گرل گائڈ کی اسسٹنٹ کمشنر اور کئی مدارس نسوان کے مجالس انتظامی کی رکن ہیں جن میں سے بعض یہہ ہیں (۱) منہاج الشرقیہ (۲) معظم جاہی ہائی اسکول (۳) سن رائنر اسکول مرادنگر۔ ہوم نرسنگ کی تنظیم کررہی ہیں ۱۷ سال مختلف سرکاری مدارس میں بحیثیت ناظر مدارس و مہتم مدارس کام انجام دیا ہے۔ ہندی پرچار سبھائیں بھی کام کیا ہے۔ تجوید و قراءت کا درس روزانہ مکان پر دیا کرتی ہیں۔ لڑکیوں اور طبقہ اناث میں تجوید و قراءت کا اچھا ماحول پیدا کیا اور کررہی ہیں۔

(ج) آپ نے تجوید و قرات عشرہ خواجہ محمد احمد صاحب سے سیکھیں۔ نیز قاری روشن علی صاحب سے استفادہ کیا اور انکو بھی قرآن شریف سنایا۔ ختم قرآن قاری روشن علی صاحب کے مواجہ میں ہوا۔ شیخ القراء نے آپ کو سید القراء کا خطاب اور خلافت و نیابت سے سرفراز فرمایا۔ عشرہ قرات کے شاگردوں میں مندرجہ ذیل طالبات قابل ذکر ہیں :۔ آمنہ بیگم بنت یعقوب علی (۲) عزیز سلطانہ بنت محمد عمر (۳) امتہ النور بنت خواجہ حسن (۴) شجاعت بیگم بنت شمس الدین (۵) صغیرہ رخسانہ بنت خواجہ حسن (۶) محمودہ بیگم بنت محمد عمر (۷) امتہ الکریم زوجہ خواجہ حمید احمد (۸) سلیم النساء صدیقی۔ ایک روایت سے تقریباً ایک سو طالبات نے ختم کیا۔

ف ۱۲۸۷ حافظ قاری محمد سلیمان وطن۔ اورنگ آباد۔ والد کا نام فیض محمد۔ ولادت ۱۳۲۵ھ حفظ کی تکمیل ۱۳۳۶ھ میں کی۔ ایک روایت سے قرآن مجید قاری احمد اورنگ آبادی کو سنایا جو شیخ القراء عبدالولی کے شاگرد تھے۔ یہ ختم ۱۳۵۷ھ میں ہوا۔ دارالعلوم سے مولوی کا امتحان پاس کیا پھر مولوی عالم کی تعلیم حاصل کی۔ قرات عشرہ کی تکمیل شیخ القراء میر روشن علی صاحب کے پاس ۱۳۷۷ھ میں کی۔ حضرت نے آپ کو "اکمل القراء" کا خطاب عطا فرمایا ہے۔

(ب) آپ خوش الحان قاری ہیں۔ تحقیق سے بہت صاف پڑھتے ہیں۔ تراویح میں حیدرآباد سے باہر جاکر بھی قرآن پاک سناتے ہیں۔

ف ۱۲۸۸ حافظ قاری محمد احمد وطن۔ حیدرآباد۔ والد کا نام حافظ محمد محبوب ولادت ۱۳۲۸ھ میں ہوئی۔ حفظ کی تکمیل ۱۳۴۳ھ میں کی۔ ایک روایت سے تجوید سیکھنے کے بعد بقرات امام عاصم ۱۳۴۵ھ میں سنایا۔ عشرہ قراءت کی تکمیل شیخ القراء میر روشن علی صاحب سے ۱۳۷۷ھ میں کی۔ مسجد خدیجہ بیگم سلطان شاہی کے امام ہیں۔ استاد محترم نے آپ کو اعظم القراء کا خطاب دیا ہے۔

ف ۱۲۸۹ حافظ قاری خیر اللہ وطن۔ حیدرآباد۔ والد کا نام حافظ محمد محبوب۔ آپ حافظ قاری محمد احمد کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ولادت ۱۳۳۰ھ۔ حفظ کی تکمیل ۱۳۴۸ھ میں کی۔ اوسی کے ساتھ قرادت امام عاصم کی تکمیل کی۔ مسجد کوکاٹی کے امام ہیں۔ قرات عشرہ کی تکمیل شیخ القراء

میر روشن علی صاحب سے ۱۳۷۷ھ میں کی۔ استاد محترم نے آپ کو اشرف القراء کا خطاب دیا ہے۔

قاری حافظ خواجہ محمد معین الدین ف ۱۲۹۰ مولد قصبہ پلگنڈل ضلع کریم نگر علاقہ حیدرآباد والد کا نام خواجہ محمد ابراہیم۔ ولادت ۱۳۴۸ھ میں ہوئی۔ حفظ وایک روایت سے تجوید کی تکمیل ۱۳۷۱ھ میں ہوئی۔ قرات عشرہ کی تکمیل شیخ القراء میر روشن علی صاحب سے ۱۳۷۷ھ میں کی۔ استاد محترم نے آپ کو اجمل القراء کا خطاب دیا ہے۔ آپ محلہ ایرانی گلی کی مسجد کے امام ہیں۔

قاری سید عبدالشکور بہاری ف ۱۲۹۱ مولد قصبہ جے پور صوبہ بہار۔ والد کا نام سید محمد علی ولادت ۱۳۲۲ھ میں ہوئی۔ فارسی وعربی پڑھ کر ایک قراوت امام عاصم سے قرآن شریف حضرت شیخ القراء میر روشن علی کو ۱۳۶۳ھ میں سنایا۔ عشرہ کی تکمیل حضرت ہی سے ۱۳۷۷ھ میں کی۔ حضرت نے آپ کو اکرم القراء کا خطاب دیا ہے۔ آپ قدیم جامع مسجد چار مینار کے امام ہیں

قاری مولانا فضل اللہ صاحب محدث ف ۱۲۹۲ ولادت ۲۷ رمضان ۱۳۲۰ھ وطن مونگھیر۔ خانقاہ رحمانیہ مونگھیر میں تعلیم ہوئی۔ تجوید قاری ظہور الدین صاحب قاری ضیاء الدین صاحب اور قاری روشن علی صاحب سے سیکھی۔ مفتی عبداللطیف صاحب سے حدیث سیکھی عثمانیہ یونیورسٹی میں حدیث کا درس دیتے رہے۔ بہت بامروت صاحب اخلاق وانکسار ہیں۔ بزرگوں کے واقعات بہت موثر پیرایہ میں بیان کرتے ہیں۔ اب بھی عابد شاپ کی مسجد میں درس حدیث و قرآن دیا کرتے ہیں۔ وظیفہ کے بعد جنرل مرچنٹ کی دوکان عابد روڈ پر ہے۔

مولانا مفتی قاری عبداللطیف صاحب ف ۱۲۹۳ والد کا نام حکیم محمد اسحاق۔ ولادت ۱۲۸۲ھ وفات شعبان ۱۳۷۹ھ۔ وطن افضل گڑھ ضلع بجنور۔ تعلیم سنبھل ضلع مرادآباد میں۔ حکیم محمد اسحاق صاحب سے حاصل کی۔ پھر لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے رجوع ہوئے پھر مولانا محمد علی کانپوری ثم مونگھیری سے حاصل کی۔ محدث تھے۔ تین سال مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں فقہ وحدیث کا درس دیتے رہے۔ قاری احمد کے استاد تھے۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں صدر شعبۂ دینیات ۱۷ سال تک رہے۔ ۱۳۵۶ھ میں چلے گئے۔ پھر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے چیرمین دینیات مقرر ہوئے ۱۳۲۳ھ میں حج کے لئے مولانا محمد علی صاحب مونگھیری کے ساتھ گئے۔ ۱۳۲۸ھ میں واپس ہوئے۔ شام۔ دمشق۔ قسطنطنیہ۔ مصر۔ بیت المقدس کا سفر کیا۔ ۱۳۱۱ھ میں ندوے کے پہلے مفتی ہوئے۔

الحاج قاری عبدالستار خان ف ۱۲۹۴ محمد عبدالستار خان ابن محمد اسمٰعیل خان۔ وطن۔ حیدرآباد

ولادت ۲۱ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۴ء۔ عثمانیہ یونیورسٹی سے ۱۹۴۷ء میں ایم اے پاس کیا۔ دائرۃ المعارف میں منتظم ہیں۔ شیخ القراء عبدالرحمٰن بن محفوظ سے قرات عشرہ کی تکمیل کی ۱۳۷۷ھ میں حج سے فارغ ہوئے۔ خوش الحان قاری ہیں۔ ادائی پر اچھا عبور ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت عبداللہ شاہ مرحوم کے مرید ہیں۔ خدمت قوم کا بڑا جذبہ رکھتے ہیں۔ خوش اخلاق واقع ہوئے ہیں۔

الحاج قاری عبدالباری | **ف ۱۲۹۵** وطن حیدرآباد۔ جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل۔ ولادت ۱۳۲۰ھ ۱۳۴۳ھ میں حج کئے۔ تجوید قاری روشن علی صاحب سے سیکھی۔ حج کے بعد قرائے حجاز سے بھی استفادہ کیا۔ مختلف لہجوں سے واقف ہیں۔ ایک روایت کے جاننے والے ہیں حیدرآباد ریڈیو سے ایک عرصے تک قرآن شریف سناتے رہے۔ خوش الحان ہونے کی وجہ سے عوام میں بہت مقبول ہیں آپ ایک عرصے تک عابد روڈ کی مسجد میں بھی تجوید کا درس دیتے رہے۔ سکندرآباد کی جامع مسجد کے امام ہیں

ف ۱۲۹۶ شیخ القراء میر روشن علی صاحب سے جن اصحاب نے ایک روایت سے ختم کیا اونکی تعداد ایک ہزار تک پہونچتی ہے اون میں سے جن قراء نے کام کیا ہے اونکے نام درج ذیل ہیں :۔

(۱) قاری حضرت شیخن احمد صاحب شطاری قاری عشرہ قرات (۲) قاری عبدالخالق خان صاحب بی اے معتمد تنظیمات دیہی جنھوں نے ورنگل و حیدرآباد میں کئی اصحاب کو ایک روایت سے ختم کرایا (۳) قاری انیس الدین صاحب وکیل مرحوم (۴) قاری ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب رشید پی۔ ایچ۔ ڈی (۵) قاری خواجہ حمید احمد صاحب بی اے ڈپٹی سکریٹری وظیفہ یاب (۶) قاری سید کلیم اللہ قادری صاحب جنھوں نے اورنگ آباد میں قراءت کا اچھا ماحول بنا دیا۔ (۷) بیگم سید کلیم اللہ قادری صاحبہ (۸) قاری غوث داد خان صاحب انجنیر۔ خوش گلو اور صاحب تحقیق ہیں۔ (۹) پروفیسر احمد حسین خان صاحب جو حیدر حسن خان صاحب ٹونکی کے بھتیجے ہیں (۱۰) قاری عبدالرحمٰن سعید صاحب ادیب و اہل قلم (۱۱) قاری عبدالعلیم قاری عشرہ قراءت جنھوں نے مراذنگر میں ایک سو۔ سے زیادہ طلباء کو ایک روایت سے اور چند کو عشرہ قرات سے ختم کرایا (۱۲) قاری احمد علی مرزا صاحب حکیم۔ قاری عشرہ قرات (۱۳) بیگم احمد علی مرزا صاحب قاریہ عشرہ (۱۴) قاریہ وحیدہ بیگم قاریہ عشرہ قراءت، دختر احمد علی مرزا صاحب (۱۵) قاریہ شکیلہ بیگم قاریہ عشرہ قرات بیگم امجد حسین صاحب خطیب (۱۶) بیگم خواجہ حمید احمد صاحب قاریہ عشرہ (۱۷) قاریہ امتہ الغفور صادقہ بیگم قاریہ عشرہ قرات (۱۸) امتہ اللطیف دختر خواجہ محمد احمد صاحب قاریہ عشرہ (۱۹) امتہ الحمید لئیقہ دختر خواجہ محمد احمد صاحب قاریہ عشرہ قرات (۲۰) ڈاکٹر عظیم النساء بیگم منظور حسین

(۲۱) غلام رسول صاحب مرحوم۔ مددگار ناظم جنگلات (۲۳) قاری قطب الدین صاحب تعلقدار وظیفہ یاب
(۲۲) قاری حفیظ احمد صاحب سشن جج وظیفہ یاب (۲۴) قاری سید محمود حسن قاری عشرہ قرات (۲۵) قاریہ
شاہدہ بیگم دختر ڈاکٹر غلام دستگیر رشید (۲۶) بیگم شیخ لعل پٹیل اورنگ آبادی (۲۷) دختر شیخ لعل پٹیل
اورنگ آبادی (۲۸) ڈاکٹر ابو طالب مرحوم پرنسپل اورنگ آباد کالج (۲۹) قاری بشیر احمد (۳۰) ابو طالب دوم
(۳۱) محمد صلاح بن شمشیر نواز جنگ۔

حضرت سید شیخ احمد صاحب شطاری المتخلص بہ کامل

ف ۱۲۹۷ والد کا نام سید غلام غوث شطاری مرحوم جن کا ذکر فقرہ نمبر ۳۲۷ و ۱۰۳۵ میں آچکا ہے

وطن حیدر آباد دکن۔ ولادت ۲۳ صفر ۱۳۲۳ھ۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ نظامیہ میں حاصل کی۔ پھر مولانا عبد الواسع پروفیسر و شیخ الحدیث دار العلوم سے تلمذ رہا۔ بعد ازاں مولانا عبد القدیر حسرت و عبد الباقی صاحب سے سیکھکر مولوی فاضل کا کورس ختم کیا۔ تجوید ابتداءً مدرسہ نظامیہ میں سیکھی۔ پہلے ایک روایت سے اور بعد ازاں عشرہ قرات سے شیخ القرا، میر روشن علی صاحب مرحوم کو سنایا۔ مشائخین میں اونچا درجہ رکھتے ہیں مریدین کی تعداد بہ کثرت ہے۔ آپ بہت اچھے شاعر بھی ہیں۔ کامل تخلص کرتے ہیں۔ حضور اکرمؐ سے والہانہ محبت ہے۔ نعتیہ کلام پرتاثیر ہوتا ہے۔ حیدر آباد کے باہر بھی آپ کا کلام پڑھا جاتا ہے۔ نعتیہ کلام کا پہلا مجموعہ "واردات کامل" کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔ اردو کے علاوہ فارسی میں بھی رباعیات کہی ہیں[۱]

---

[۱] تبرکاً حضرت کا کلام پیش کیا جاتا ہے۔ رباعی

(۱) بگذشت تمام عمر در خدمت دوست ٭ نازِ کامل مدام بر نسبتِ دوست
خواہم کہ ہمیشہ ہرچہ یابم از دوست ٭ بے منت خلق یابم از منت دوست

(۲)
فکرِ دنیا عبث۔ فکرِ عقبیٰ عبث۔ ہم سے بڑھکر ہماری انھیں فکر ہے۔
وقت کیسا ہی کامل کٹھن کیوں نہ ہو۔ اونکی چشمِ عنایت سے ٹل جائے گا
ناسمجھ خود تری عقل کا پھیر ہے۔ کام لینا نہ آنے سے اندھیر ہے
اون کو آواز دینے کی بس دیر ہے۔ خود بخود سارا نقشہ بدل جائے گا

(۳)
ایک مرتبہ ایک فلمی گانا سنا۔ اپنے رنگ میں برجستہ اشعار کہے جو سننے کے قابل ہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۶ پر

(ب) آپ اچھے مقرر بھی ہیں اور اچھے ناصح بھی۔ آپ کا ایک شعر ہے ؎

دُور ہو جائے اگر حفظ مراتب کا خیال ؛ ہے وہ توہین مساوات۔ مساوات نہیں

سید نور اللہ صاحب قادری ف ۱۲۹۸ وطن حیدر آباد۔ ولادت سنہ ۱۳۲۰ھ۔ شیخ القراء میر روشن علی کے قدیم شاگردوں میں ہیں۔ جامعہ نظامیہ حیدر آباد کے فاضل۔ پہلے ایک روایت سے ختم کرکے سبعہ وعشرہ قرات کی تکمیل کچھ حیدر آباد میں اور کچھ کرنول میں کی ہے حافظ قاری اظہر حسن صاحب سے سند حاصل کی۔ آپ ۱۸ یا ۲۰ سال سے عربی کالج کرنول میں پروفیسر ہیں تجوید سکھلانے کا والہانہ شغف ہے۔ تلنگی میں تجوید کے قواعد لکھنے کے لئے پہلے تلنگی سیکھی۔ اوسکے بعد دینی تعلیم پر اٹھارہ رسائل طبع کئے۔ تبلیغی کاموں میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔ تعطیلات میں دیہاتوں کا دورہ کرکے مسلمانوں کو اچھا مسلمان بنانے اور مسجد سے لگاؤ پیدا کرنے کی طرف راغب کرتے ہیں دیہاتوں میں دینی مدارس بھی کھولے ہیں۔ جہاں تجوید سکھلانے کا خاص اہتمام ہے۔ آپ کی ہستی علاقہ کرنول و جنوبی ہند کے لئے ایک شمع ہدایت ہے۔ کرنول کے علاوہ نندیال۔ ویل گوڑ میں بھی تجوید و دینی مدرسے چلا رہے ہیں۔

خصوصیات شیخ القراء میر روشن علی صاحب ف ۱۲۹۹ قاری صاحب نہایت فہیم۔ سمجھدار۔ دور اندیش دور رس۔ تبحر علمی کے حامل اور ذوق سلیم رکھتے تھے حافظہ قوی ہونے کی وجہ سے قراءت کی متعلقہ کتابوں میں جو پڑھتے تھے خوب یاد رہتا تھا۔ برمحل حوالے دیدیا کرتے تھے اس عمق کا صاحب نظر میری نظر سے نہیں گذرا۔

(۲) حضرت مخارج و صفات کے اچھے ماہر اور جید الادا تھے مگر کسی خاص لحن کے مالک نہ تھے۔ صرف جاننے والا ہی حضرت کی ادائی سے لطف اندوز ہو سکتا تھا۔ ایک عامی قاری عبد الرحمٰن پانی پتی کی طرح

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۳۵)

میرے بنے کی بات نہ پوچھو مرا بنا ہریالا ہے۔

خسرو خوباں سرور عالم تاج شفاعت والا ہے

پھیلا ہوا ہے دامن رحمت خوش قسمت ہے کتنی یہ امت

سارے گنہ گاروں پر اوس نے کملی کا پردہ ڈالا ہے۔

دیکھو اوسی کے نور سے دو جگ جگمگ جگمگ کرتے ہیں

اوس کے روشن رخ ہی سے تو سارا یہہ اجیالا ہے

کوئی امتیاز نہ کرسکتا۔

(۳) حضرت کا قاعدہ تھا کہ مبتدی کی استعداد کو پیش نظر رکھ کر اوس کو بتلاتے تھے تاکہ مبتدی پریشان نہ ہو۔ رفتہ رفتہ فن کی نزاکتوں اور لطافتوں کو سمجھتا جائے اس کے متعلق صرف وہی شاگرد جو ایک عرصے تک آپ کی صحبت سے مستفید ہوتے ہیں وہی صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ مبتدی بھونڈی بھونڈی غلطیاں کررہا ہے اور حضرت خاموش بیٹھے سن رہے ہیں۔ لبعض نو آموز شاگرد جو حضرت کی اس عادت سے ناآشنا تھے وہ بیچ میں ٹوک دیتے تھے مگر حضرت کا خاموش رہنا اس مصلحت سے ہوتا تھا کہ یہہ بات آگے چل کر سمجھانے کی ہے ابھی نہیں۔ یہہ فراست سب کو نصیب نہیں ہوتی۔ یہہ بات حضرت کی صحبت میں زیادہ بیٹھنے والے ہی سمجھ سکتے تھے ؎

دمے گردر حضور جلوۂ جانانہ بنشینی ❊ چو ما مستانہ برخیزی چو ما دیوانہ بنشینی

(۴) حضرت کا طریقہ کلیہ تھا کہ ایک روایت سے ہو یا ایک قراءت سے۔ سبعہ قرات ہوں یا عشرہ جب تک پورا قرآن شریف سن نہ لیتے سند نہ دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے تھوڑا بہت سنکر سند دیدینا یہہ موجودہ عجلت پسند مکاتب کا طریقہ ہے۔ کم از کم قرآن شریف کی حد تک سلف صالحین کے نقش قدم پر چلنا ہی برکت کا حامل ہے۔ مجھ سے قاری نور الحق صاحب قاری عشرہ نے بھی یہی شکایت کی تھی کہ اکثر مدارس میں سبعہ و عشرہ کا دور پورے قرآن مجید کا نہیں سنا جاتا بلکہ دو چار رکوع پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۵) تلاوت کے ادب ملحوظ رکھنے کی خاص تاکید فرماتے۔ آداب میں یہہ بھی داخل سمجھتے کہ کان پر ہاتھ دھر کر نہ پڑھا جائے یہہ قوالوں سے مشابہت ہے۔ نیز چہرہ بگاڑنا۔ منھ پھاڑنا۔ جبڑوں کو حرکت دینا یہہ سب مکروہ بتلاتے تھے۔

(۶) حضرت کی طبیعت میں بے انتہا استقلال تھا جس کی وجہ سے حضرت نے حیدرآباد دکن میں تجوید وقرات سبعہ و عشرہ کا ماحول اپنی ذاتی سعی سے بنادیا اور جو ناقدری اور لاعلمی اس فن کے ساتھ تھی اوس کو دور کردیا۔ مدرسہ نظامیہ میں شیخ التجوید کی جائیداد منظور کرائی اور پکڑ پکڑ کر لوگوں کو یہہ فن سکھلایا اگر کوئی شاگرد آتے آتے غائب ہوجاتا اور حضرت کو اوس کی صلاحیت غیر معمولی دکھلائی دیتی تو اوسکے گھر جاکر سمجھاتے اور دوبارہ کام کرنے کی طرف مجبور کرتے۔

(۷) حضرت کی تعلیم کا کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ صحت میں اور علالت میں۔ مدرسہ میں یا خارج الاوقات صبح ہو یا شام ہر وقت پڑھانے مستعد رہتے۔

(۸) آخری عمر میں بھی حافظہ برابر کام دیتا تھا۔ بڑھاپے میں جو بھول اور نسیان کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اس سے آپ بری رہے۔

(۹) حضرت نے اپنے شاگردوں سے کبھی معاوضہ طلب نہیں کیا۔ اگر کوئی صاحب ثروت ختم کے وقت کچھ نذرانہ پیش کرتا تو اوس کو اچھا بھی نہیں سمجھتے تھے۔

(۱۰) اس استغنا کے باوجود آپ کی معاشی حالت ہمیشہ اچھی رہی۔ چھ سات سو روپیے ماہوار مل جاتے تھے جس کو ضرورت مند عیال پر خرچ فرما دیتے۔ اپنا خرچ بہت کم تھا۔ اپنے سب لڑکوں کو ملازم کرا دیا تھا اوس کے باوجود اونکی مدد فرماتے رہتے۔

(۱۱) اعلیٰ حضرت فرمانروائے دکن میر عثمان علی خان کے لڑکوں کے اتالیق مقرر ہوئے مگر اپنا وقار ہر جگہ قائم رکھا۔ کبھی کسی کو خوش کرنے والی بات یا ہلکے تمسخر سے سنانے والی بات نہیں کہی۔ اگر مجلس میں کوئی ایسی بات ہو بھی جاتی تو آپ انجان رہتے جیسے سنا ہی نہیں۔ چنانچہ اعلیحضرت آپ کی عزت فرماتے تھے اور خطہ صالحین میں دفن کی اجازت دی۔

(۱۲) آپ کی تقریریں زیادہ تر تجوید و قراءت کی اہمیت کو واضح کرنے والی ہوتی تھیں اور پراز معلومات ہوتیں

(۱۳) ذوق شاعری بہت صاف و ستھرا تھا۔ خود بھی شعر کہتے اور اچھے اشعار بہ کثرت یاد تھے۔ خصوصاً فارسی اور اردو کے اچھے اشعار برمحل سناتے تھے۔ تصوف کے اشعار سے لیکر ظرافت آمیز اساتذہ کا کلام بہت یاد تھا۔ قاآنی نے قاری کی ہجو میں جو نظم کہی ہے وہ بھی سناتے تھے۔[۱]

---

[۱] قاآنی منفرد تھا ایک قاری کی ہجو لکھنے میں۔ اوسکے پہلے اور اوسکے بعد کسی نے یہہ جراءت نہیں کی قاآنی شیعہ مذہب رکھتا تھا جو روزہ رکھکر مغرب کی نماز پہلے پڑھتے ہیں اور روزہ بعد میں افطار کرتے ہیں قاآنی صاحب بھی روزہ رکھکر ایک امام کے پیچھے کھڑے ہوگئے مگر اوس قاری نے سورۂ فاتحہ کے ختم کرنے میں اتنا وقت لگایا کہ قاآنی بے تاب ہوگیا رکعت توڑکر بھاگ کھڑا ہوا اور یہہ ہجو لکھی۔

دوش کہ سلطانِ چرخ گشت بہ مغرب مکین ٭ جانب مسجد شدم از پئے تکمیل دین
خواستم اول نماز آن گہہ افطار زانک ٭ سنت احمد چنان مذہب جعفر چنین
دیدہ ام در پیش صف پاکِ گہر زاہدے ٭ چون قمرش تافتے نور ہدیٰ از جبین
رشتۂ تحت الحنک از بر عمامہ اش ٭ حلقۂ زنان چون افق از بر چرخ برین
سبحۂ صد دانہ اش منطقۂ آسمان ٭ خرقۂ صد پارہ اش مقنعہ بود حورِ عین

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳۹ پر ملاحظہ ہو)

ایک مرتبہ قاآنی کا ایک اور قطعہ بھی سنادیا تھا ؎[۱]

(۱۴) فرمایا کرتے تھے کہ علم کی عجیب حالت ہے کہ کم علم اپنے سے اونچے عالم کی تہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ اونچے علم والا اپنے سے کم کو بہت جلد بھانپ لیتا ہے۔ اس کی دلیل میں یہہ شعر پیش کرتے ؎

وہ بھی عالم ہو جو لیوے امتحان ؞ ورنہ جاہل پر ہو کب عالم عیان

(۱۵) حضرت اس بات پر بہت زور دیتے تھے کہ قراءت کے جلسے ہوتے رہنا چاہیئے اوس سے ذوق قرآنی تازہ ہوتا ہے۔ نوآموز طلبا ءمیں ذوق بڑھتا ہے۔ اچھے پڑھنے والے کی قدر ہوتی ہے۔ خصوصاً جب ختم قرآن ہوتا خواہ حضرت سے ختم کرنے والوں کا یا حضرت کے شاگردوں سے ختم کرنے والوں کا۔ دونوں صورتوں میں تاکید فرماتے کہ ختم شاندار ہو تاکہ ختم کرنے والے پر بھی اوس کی اہمیت واضح ہو اور دوسروں کو بھی سنت طریقہ معلوم ہو

لطیفہ: مجھے خوب یاد ہے کہ جب خواجہ محمد احمد صاحب ایم اے، ایل ایل بی عالم و فاضل مدرسہ نظامیہ نے شیخ القراء کے محضرہ میں عشرہ قراءات سے ختم کیا تو ختم سے پہلے ختم کی اطلاع باقاعدہ شادی کے رقعوں پر طبع کرا کے تقسیم کی۔ اونکے ایک عزیز جاگیردار جو برار میں رہتے تھے اونکو بھی یہہ رقعہ پہونچا بہت حیرت سے دیکھا۔ تعجب کرتے ہوئے کہا "بھئی بچوں کو تو قرآن ختم کرتے سنا تھا مگر بڈھوں کو اس دھوم

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۳۸)

راستی اندر ورع بود اویس قرن ؞ بلکہ اویس قرن نیز بجوشش قرین
او شدہ تکبیر گو از پے عقد نماز ؞ من شدہ تقلید جو از پے صدق و یقین
از پے تکبیر فرض بسملہ را داد عرض ؞ مرغ صفت زد صفیر از پے اشباع سین
بر سمت قاریان پنج محل وقف کرد ؞ از زبر بسملہ تا بسر نستعین
نیز از آن جا گذشت تا بہ علیہم رسید ؞ یکدو سہ ساعت کشید مدِ و لاالضالین
مدۂ عارض دراز چون عمل اہل آز ؞ مخرج ضادِ غلیظ چون دل ارباب کین
گفتم از شب دو پاس صرف یک الحمد شد ؞ پاس دگر ماندہ است۔ پاس نگہدار ہین
موعد تریاک شد۔ جیب سکون چاک شد ؞ نفس بہ یک سو نہاد حرمت دین مبین

[۱] وہ قطعہ یہہ تھا۔

شاہ پرسید از حکیم ارجمند ؞ در جہان آوازہا ہستند چند
گفت شاہا در جہاں آوازہاست ؞ لیک مارا این چہار آمد پسند
قلقلِ مل۔ چرچرِ سیخ کباب ؞ مچ مچ لب۔ صر صرِ شلوار بند

سے ختم کرتے ہوئے پہلی بار سنا ہے۔ حیرت ہے کہ ایک عالم و فاضل نظامیہ کا سند یافتہ۔ کالج کا ایم اے ایل ایل بی ناظم آثار قدیمہ یہہ لکھتا ہے کہ میں قرآن ختم کر رہا ہوں۔ آپ شرکت فرمائیں۔ ضرور جاؤں گا۔" چنانچہ وہ عزیز طے مسافت کرکے حیدرآباد پہونچگئے۔ جلسے میں شرکت کی۔ ختم کرتے سنا۔ اور کہا کہ بوڑھوں کو ختم قرآن کرتے ہوئے آج ہی دیکھا ہے۔ لطف یہہ ہے کہ ایک ہی نہیں کئی بوڑھے اوس میں شریک تھے۔ غرض اس قسم کی چہ میگوئیاں عوام سے گذر کر خواص کی لاعلمی کا اظہار کرتی ہیں۔

(۱۶) حیدرآباد دکن کی یہہ خصوصیت رہی ہے کہ باہر کے علماء و فضلاء و قاریان کرام یہاں آکر بڑی بڑی خدمات پر فائز رہے۔ مگر حیدرآباد کے صاحب فن کو باہر جانے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ یہیں اوس کے قدردان بہت ہوتے اس لئے حیدرآباد سے باہر اس کا علم نہو سکا کہ قراءت کا ماحول یہاں کیا ہے۔ چنانچہ قاری محمد یوسف صاحب جو دہلی ریڈیو پر کئی سال تک قراءت سناتے رہے حیدرآباد یہہ سمجھ کر تشریف لائے کہ یہاں تجوید سے کوئی واقف نہوگا۔ میں ایک تجوید کا مدرسہ قائم کرکے خدمت کرسکوں گا۔ قاری صاحب کو نواب بہادر یار جنگ نے مہمان رکھا۔ اونکی تجویز سنی اور سمجھ گئے کہ قاری صاحب اپنی لاعلمی کی بناء پر یہہ بات پیش کر رہے ہیں۔ نواب صاحب نے اپنے مکان پر ایک قراءت کا جلسہ رکھا۔ جس میں ممتاز قاریوں نے قراءت سنائی۔ اوس جلسے میں قاری صاحب کو یہہ معلوم ہوا کہ حیدرآباد میں ایک ہی روایت کے نہیں سبعہ و عشرہ قرات کے جاننے والے بھی موجود ہیں۔ چنانچہ وہ خاموشی سے واپس چلے گئے۔ مجھ سے قاری نورالحق صاحب لکھنوی نے بھی بمبئی میں یہی کہا تھا کہ ہم کو اس کا بالکل علم نہیں کہ حیدرآباد میں کوئی ایسا شیخ التجوید بھی ہے نیز شیخ القراء محمد اسمٰعیل نقشبندی رامپوری نے جو رامپور کے مدرسہ عالیہ کے شیخ التجوید ہیں اور جو مدراس اکثر جاتے رہتے ہیں وہ بھی مجھ سے تعجب سے پوچھتے تھے کہ کیا حیدرآباد میں بھی تجوید کا چرچا ہے چنانچہ بعد ازاں مدراس جاتے ہوئے حیدرآباد میں قیام کیا اور حضرت شیخ القراء سے مل کر خوش ہوئے۔

(۱۷) حضرت قراءت کا کام کرنے والوں کی بڑی ہمت افزائی فرماتے۔ چنانچہ جب شیخ القراء ڈاکٹر کلیم اللہ حسینی نے دارالقراءت کی بناڈالی تو حضرت آپ کے ہر جلسے میں شرکت فرماتے اور خانگی میں بھی یہی کہتے کہ میرے بعد ڈاکٹر صاحب سے توقع ہے کہ وہ تجوید کے ماحول کو بڑھانے میں سرگرم حصہ لیں گے۔ چنانچہ حضرت کا یہہ خیال صحیح ثابت ہوا۔

(۱۸) حضرت کی بڑی تمنا تھی کہ مشائخین حیدرآباد کا طبقہ اس فن کے حصول کی طرف متوجہ ہو۔ چنانچہ بہ لطائف الحیل کوشش فرماتے رہتے۔ نتیجہ یہہ ہوا کہ بہت سے مشائخین نے سبعہ و عشرہ قرات کی سند آپ سے لی حضرت اون کا بڑا احترام کرتے تھے اور کوئی ایسی بات نہ ہونے دیتے جو اونکے وقار کے خلاف ہو۔

(۱۹) حضرت نے اپنی زندگی میں ایک بڑا جلسہ کرکے اپنے ممتاز شاگردوں کو خطابات عطا کئے تھے یہہ محض تشویق کی خاطر سے تھا۔ گو بعض اصحاب کو اس سے ناگواری بھی ہوئی۔ مگر بعد میں یہہ بات چل پڑی۔ اور بہت سے خطابات دوسرے ادارہ جات نے بھی دیئے ؎

لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار ؛ خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

(۲۰) حضرت کے ادارے کی ۲۵ سالہ خدمات کے اعتراف میں ادارۂ حمایت القراء نے جشن سیمین منائی اور حیدرآباد کے عوام و خواص نے بڑی دلچسپی سے حصہ لیا۔ قراءت و مضامین سنے۔ وہ بھی عجیب یادگار جلسہ تھا۔ باوجود ایک وسیع عمارت میں ہونے کے جگہ کی قلت کا شاکی رہا۔

(۲۱) حضرت کی بعض خصوصیات اس لئے گنوا دی گئیں تاکہ اہل علم پر یہہ ظاہر ہوجائے کہ جو کام قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے پنجاب و نواح دہلی میں۔ قاری کرامت علی جونپوری نے بنگال و بہار میں قاری عبدالرحمن مکی نے اودھ و بہار میں انجام دیا اور تجوید کا عجیب و غریب ماحول بنایا۔ وہی کام دکن میں شیخ القراء میر روشن علی صاحب نے انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور اونکے شاگردوں سے پورے ہندستان کو فیض یاب ہونے کا موقعہ دے۔ ان سب کی خوبیاں میں کیا بیان کرسکتا کچھ کچھ باتیں ہر ایک کے متعلق عرض کردی ہیں۔

؎ داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ؛ گلچین بہارِ توز داماں گلہ دارد
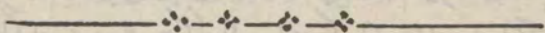
باب سوم

بنگال۔ بہار و مشرقی اتر پردیش

ف ۱۳۰۱۔ دکن کے قراء کا ذکر کرنے کے بعد ہم ہندستان کے مشرقی حصّے سے قراء کا ذکر کرنا شروع کرتے ہیں اور آہستہ آہستہ مغرب کی جانب بڑھتے جائیں گے۔ پہلے بنگال سے شروع کریں گے پھر بہار۔ پھر اتر پردیش۔ پھر دہلی و نواح دہلی اوسکے بعد مدھیہ پردیش۔ خاندیش۔ مہاراشترا و گجرات۔ پھر اڑیسہ بعد ازاں مدراس ارکاٹ وغیرہ

(ب) ان علاقوں میں بعض علاقے اپنے سابقہ قراء کی جدو جہد کی وجہ سے بہت ہی شاداب ملیں گے اور بعض عدم توجہی کی وجہ سے قراء سے بالکل خالی ملیں گے۔ چنانچہ علاقہ کاٹھیاوار۔ گجرات۔ مدھیہ پردیش (بہ استثنائے بھوپال) برار۔ اڑیسہ۔ میسور۔ یہہ علاقے قراء سے بالکل خالی ہیں۔ نام کو بھی ایک قاری نہیں ملتا۔ برخلاف اس کے اتر پردیش قراء سے بالکل بھرا پڑا ہے۔ جو اصحاب ترویج تجوید میں سرگرم حصّہ لینا چاہتے ہیں اونکو چاہیئے کہ بنجر علاقے جن کی نشاندہی کی گئی ہے اونکو اپنی جدو جہد کا مرکز بناکر ایک ایک شہر کا انتخاب کرکے وہاں جاکر چند ماہ یا چند سال بیٹھ جائیں انشاءاللہ بہت جلد زرخیزی نظر آئے گی۔ ایک زمانہ تھا کہ پیاسا کنویں کے پاس جاتا تھا مگر اب ضرورت ہے کہ کنواں پیاسے کے پاس جائے۔ میرا تجربہ ہے کہ جس علاقے میں بھی جاکر کوشش کی جائیگی وہاں اچھے مسلمان بہت شوق سے لبیک کہیں گے اور بہت جلد سازگار فضاء بن جائیگی

ع ۔ ذرا نم ہو تو یہہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی۔

(ج) ان سب علاقوں میں بمبئی کی حالت بالکل جداگانہ ہے۔ یہاں کے تجار نے مساجد کے لئے بڑے بڑے وقف چھوڑے ہیں جس کی وجہ سے بمبئی میں عام طور سے دو سو سے لیکر تین سو روپئے ماہوار تک اچھے حافظ و قاری کو ماہوار مل جاتی ہے۔ نتیجہ یہہ ہے کہ لکھنو کے مدرسہ عالیہ فرقانیہ۔ الہ آباد کے مدرسہ سبحانیہ اور کانپور کے جامع العلوم وغیرہ کے چوٹی کے تقریباً پچاس یا اس سے زیادہ قراء آپ کو بمبئی میں ملیں گے۔ ان میں سبعہ و عشرہ کے جاننے والے بھی ہیں مگر بمبئی کا ماحول اشاعت تجوید کے لئے سازگار نہیں ہے۔ اسی لئے یہہ اچھے قراء شاگرد بنانے میں ناکام رہے۔

ف ۱۳۰۲ کلکتے کے اکثر مساجد میں اچھے قاری و حافظ متعین ہیں جو امامت و خطابت کے علاوہ درس و تدریس کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔ یہہ طریقہ گذشتہ سو سال سے برابر رائج ہے۔ چنانچہ کلکتے کی زکریا مسجد میں اچھے قراء و حفاظ کا طویل سلسلہ ملتا ہے۔ جن میں سے اکثر کا ذکر ان اوراق میں آچکا ہے۔ کولوٹولہ کی مسجد میں بھی ہمیشہ اچھے قراء و حفاظ متعین رہے ہیں۔

قاری حافظ عبد المنان

ف ۱۳۰۳ والد کا نام حافظ محمد نعمان۔ ولادت ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔ دیوبند کے فارغ التحصیل۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنو جاکر قاری عبد المعبود سے بروایت حفص قرآن شریف ختم کیا۔ آجکل کولوٹولہ کی مسجد واقع کلکتے کے امام ہیں۔ خوش الحان ہیں۔ حفظ اچھا ہے رمضان شریف میں تراویح میں قرآن شریف سناتے ہیں۔ خوش اخلاق و خوش رو ہیں۔ میں آپ سے ملا ہوں۔ قراءت بھی سنی ہے۔

قاری حافظ عبد المجید

ف ۱۳۰۴ وطن کلکتہ۔ والد کا نام قاری عبد العظیم۔ سنہ ولادت ۱۳۳۵ھ ہے آپ کو حفظ و قراءت میں اپنے بڑے بھائی سے تلمذ رہا ہے۔ بروایت حفص سنایا دس سال سے کولوٹولہ کی مسجد میں موذنی کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ نیز مسجد سے ملحقہ مدرسہ میں بچوں کو تجوید و قرآن کا درس دیتے ہیں۔ نیک کردار و عابد ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں اور اونکی قراءت بھی سنی ہے۔

قاری خلیل احمد

ف ۱۳۰۵ وطن کلکتہ۔ والد کا نام عبد الرفیق۔ ولادت ۱۳۴۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد بھی اچھے قاری تھے۔ اپنے والد ہی سے ایک روایت سے قراءت سیکھی اوسکے بعد مولانا قاری سعید خان اور پھر حسن بن صباح مدنی المعروف بہ شاعر مدنی سے قراءت سیکھی۔ قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ تبلیغی جماعتوں میں بڑی مستعدی سے کام کرتے ہیں۔ کولوٹولہ کی مسجد ہی میں قیام ہے۔ میں ان سے ملا ہوں اون کی قراءت بھی سنی ہے۔

قاری حافظ عبد الحمید

ف ۱۳۰۶ وطن کلکتہ۔ والد کا نام قاری عبد العظیم۔ ولادت ۱۳۲۷ھ میں ہوئی قاری حافظ عبد المجید کے بڑے بھائی ہیں۔ قاری محمد یحیٰی مدنی سے جو زکریا مسجد (ناخدا مسجد) کے امام تھے اور جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۰۶۲ میں آچکا ہے۔ تجوید کی تکمیل کی۔ پارک سرکس میں شمس الہدیٰ روڈ کی بڑی مسجد میں بارہ سال سے امامت کرتے ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں دوسروں کے علاوہ چھوٹے بھائی عبد المجید بھی ہیں۔

قاری حافظ حمید اللہ خان

ف ۱۳۰۷ وطن کلکتہ۔ ولادت ۱۳۲۷ھ میں ہوئی۔ الہ آباد میں قاری حافظ ضیاء الدین احمد صاحب سے تجوید سیکھی ۱۵ سال سے پارک سرکس کی مسجد بیگ بگان میں امامت کرتے ہیں اور بچوں کو تجوید و ناظرہ پڑھاتے ہیں۔

قاری حافظ عزیز الرحمٰن | ف ۱۳۰۸ وطن کلکتہ۔ ولادت ۱۳۰۷ھ کی ہے۔ ایک روایت کے جاننے والے قاری ہیں۔ محلہ بھمن چودھری کی مسجد کے متولی و امام ہیں تجوید کا درس بھی دیتے ہیں۔

قاری حافظ محمد ادریس مظفر پوری | ف ۱۳۰۹ کلکتے کے لئے مایہ ناز قاری ہیں۔ آپ کا ذکر قبل ازین نقرہ نمبر (۱۲۴۵) میں آچکا ہے۔ تال بگاں کی مسجد میں درس تجوید دیتے ہیں۔

قاری حافظ متجاب الدین | ف ۱۳۱۰ آپ کا ذکر قبل ازین فقرہ نمبر (۱۲۳۰) میں آچکا ہے۔ کٹنی اور جونپور کے مدارس میں تجوید کا کام کیا۔ بنارس میں مدن پورہ اور جامع اسلامیہ میں سترہ سال تک تجوید کا کام انجام دیا۔ ۱۳۷۴ھ میں کلکتہ آئے۔ یہاں مدرسہ عظمتیہ میں شیخ التجوید ہیں۔ بڑی محنت سے طلباء کو تیار کرتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بہ کثرت ہے جن میں سے چند نام درج ذیل ہیں:۔ (۱) حافظ قاری مقیم الدین فرزند۔ عمر (۲۳) سال۔ ولادت ۱۳۵۴ھ میں ہوئی۔ والد سے تجوید سیکھنے کے بعد انوار العلوم گیا میں تجوید کا درس دیتے ہیں (۲) مولوی حافظ قاری حسین احمد بنارسی ابن فیض القدیر۔ ولادت ۱۳۵۷ھ میں ہوئی۔ دیوبند میں زیر تعلیم ہیں (۳) قاری حافظ عبدالرحیم ابن حافظ عبدالرؤف بنارسی ولادت ۱۳۵۳ھ (۴) حافظ قاری محمد عبداللہ مرحوم ابن قاری عبدالشکور بنارسی (۵) حافظ قاری شفیق احمد کلکتوی (۶) حافظ قاری محمد مسلم عظیم آبادی (۷) حافظ قاری محمد حنیف گیاوی (۸) حافظ قاری محمد مبین خان غازی پوری (۹) حافظ قاری محمد عباس دربھنگوی (۱۰) حافظ قاری محمد اسمٰعیل کلکتوی (۱۱) حافظ قاری سراج الحق مدنا پوری (بنگال)

قاری عبدالقوی | ف ۱۳۱۱ وطن اعظم گڑھ۔ والد کا نام حاجی حافظ محمد عظمت اللہ۔ ولادت ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔ تلمیذ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد۔ تجوید بروایت حفص ۱۳۶۶ھ میں ختم کی۔ پھر قاری حفظ الرحمٰن صاحب سے سبعہ کا درس لیکر سند حاصل کی۔ تکمیل کے بعد کلکتہ آکر مدرسہ عظمتیہ کی بنیاد رکھی۔ ۲۰ سال سے مدرسہ چلا رہے ہیں۔ ۱۳۶۰ھ میں کپڑے کی دوکان اعظم گڑھ میں کھولی تھی ۱۳۶۶ھ میں مدرسہ کی جانب کلیۃً متوجہ ہو گئے۔ ہر سال اس مدرسہ سے کثیر التعداد حافظ و قاری نکلتے ہیں۔ تقسیم اسناد و دستار بندی کا جلسہ بڑی دھوم سے منایا جاتا ہے۔ ۱۳۷۷ھ کے دستار بندی کے موقع پر شیخ القراء حافظ حفظ الرحمٰن صاحب شیخ التجوید دیوبند کے ہاتھ دستار بندی ہوئی۔ بچوں کو خود تیار کرتے ہیں۔ ۱۳۷۷ھ کے جلسہ میں میں بھی شریک ہو سکا۔ قاری حفظ الرحمٰن صاحب و قاری عبدالقوی صاحب سے قراءت بھی سنی۔

قاری عبدالحی اعظمی مبارک پوری | ف ۱۳۱۲ وطن مبارک پور عظم گڑھ۔ والد کا نام حاجی رحمت اللہ ولادت ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔ قاری ظہیر الدین صاحب سے تجوید سیکھی جو قاری محب الدین کے شاگرد تھے۔ قاری عبدالحی نے ڈیڑھ سال تک مدرسہ عظمتیہ میں تجوید کا درس دیا۔ گذشتہ پانچ سال سے مدرسہ حمایت الاسلام میں تجوید کا درس دے رہے ہیں۔ حمایت الوقف کے نام سے ایک رسالہ تالیف کیا جو طبع ہو چکا ہے۔ تجوید کا ایک اور رسالہ زیر طبع ہے۔ خوش الحان اور قرأت عشرہ کے قاری ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں اور ان کی قراءت بھی سنی ہے۔

قاری حافظ محی الدین ابن طٰہٰ | ف ۱۳۱۳ والد کا نام طٰہٰ۔ ولادت ۱۳۱۲ھ میں ہوئی۔ مدرسہ فخریہ مکہ معظمہ میں شیخ القراء عبدالحق صاحب مکی سے تجوید سیکھی۔ وہیں حفظ کیا۔ حجازی لحن میں خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ محلہ دھرم تلہ۔ کلکتہ میں ٹیپو سلطان کی مسجد میں امام ہیں ایک مدرسہ محلہ بیگ بگان میں چلاتے ہیں۔ محلہ میں بڑے با اثر ہیں اور جراءت سے کام کرتے ہیں۔ اسلام کا درد دل میں رکھتے ہیں۔ خلوص کے ساتھ کام کرتے ہیں۔

قاری اہل اللہ | ف ۱۳۱۴ والد کا نام الحاج مفتی ظہور احمد۔ ولادت ۱۳۴۶ھ میں ہوئی۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنو سے بروایت حفص تجوید کی تکمیل کی۔ مدرسہ ندائے اسلام کلکتہ میں تین سال سے کام کرتے ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں۔ قراءت بھی سنی ہے۔

قاری حافظ محمود الحسن | ف ۱۳۱۵ ولادت ۱۳۵۱ھ میں ہوئی۔ ندائے اسلام کلکتہ میں شیخ التجوید ہیں۔ شیخ القراء حفظ الرحمٰن صاحب پرتاب گڑھی کے شاگرد ہیں۔

شہر کلکتے کے قراء کا ذکر ختم ہوا۔ ذیل میں مونگھیر کے قراء کا ذکر درج کیا جاتا ہے۔

قاری حافظ حاجی مولانا سعداللہ بخاری قاری سبعہ | ف ۱۳۱۶ وطن بخارا۔ والد کا نام مولانا محمد سعید ولادت ۱۳۲۲ھ۔ مدرسہ فتح پوری دہلی سے عربی درسیات کی تکمیل ۱۳۶۰ھ میں کی۔ ایک سال تک وہیں مدرس کی خدمت انجام دیتے ہوئے حفظ کی تکمیل کی۔ پھر تجوید و قراءت سیکھنے کی غرض سے مدرسہ فرقانیہ میں داخل ہوئے۔ ساڑھے پانچ سال تک وہاں رہ کر شیخ القراء عبدالمالک صاحب سے پہلے بروایت حفص تجوید سیکھی اور پھر سبعہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۶۸ھ میں مونگھیر کی جامع مسجد میں امام ہو کر گئے۔ جہاں آپ نے مدرسہ تجوید القرآن قائم کیا۔ ساتھ ہی حفظ بھی کراتے رہے۔ اب تک آپ کے مدرسے سے ۲۵ حفاظ اور ۳۰ قاری بروایت حفص فارغ ہو چکے ہیں۔

(ب) تجوید کی اشاعت میں دل و جان سے کوشاں ہیں۔ ابتدا میں لوگوں نے مخالفت کی۔

مگر رفتہ رفتہ فضا، ساز گار ہوگئی۔ مدرسہ تجوید القرآن میں ۸۰ اور ۹۰ کے درمیان طالب علم ہیں۔ اون میں سے ۳۵ سے ۴۰ کے درمیان میں لڑکوں کو کھانا دیا جاتا ہے ۲۵ لڑکے حافظ ہو رہے ہیں۔ میں آپ سے ملا ہوں اور اونکی قراءت بھی سنی ہے۔

(ج) آپ کے پاس ایک خوش خط حمائل ہے جس کے حاشیے پر سبعہ کے اختلافات درج ہیں۔ یہہ حمائل اورنگ زیب کے عہد میں ۱۰۹۴ھ میں لکھی گئی۔

قاری حافظ مہدی حسن بخاری قاری عشرہ

ف ۱۳۱۷ مولد بخارا۔ والد کا نام ایشان داملہ سید مدین۔ ولادت ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۶۲ھ میں عالم کی سند حاصل کی۔ پھر مدرسہ تجوید القرآن میں ایک سال رہکر حفظ کی تکمیل کی۔ پھر مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں قاری عبدالمالک سے اولاً ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ پھر تین سال میں سبعہ و عشرہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۶۶ھ میں سندیلہ گئے۔ وہاں سے مونگھیر اور پھر کلکتہ گئے جہاں تین چار سال تک قیام کیا۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ سے پھر مونگھیر آکر مدرسہ تجوید القرآن میں شیخ التجوید مقرر ہوئے۔ تجوید و حفظ کا کام آپ کے سپرد ہے۔ اوسی میں سرگرم رہتے ہیں۔ بڑے خلوص و محبت سے پڑھاتے ہیں۔

(ب) قاری صاحب میں للّٰہیت بہت ہے۔ زہد و تقویٰ کے حامل ہیں۔ رمضان شریف میں تراویح و تہجد میں قرآن شریف سناتے ہیں۔ پڑھتے وقت تجوید و ترتیل کا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ بڑے دیندار ہیں۔ آپ کو دیکھ کر بزرگان سلف کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

(ج) میں ان سے ملا ہوں اور اون کی قراءت بھی سنی ہے۔ بہت صاف دلی سے کہدیا کہ اٹھارہ سال پہلے قرات عشرہ پڑھی تھیں۔ مگر مزاولت نہونے سے اب تو ہم راویوں کے نام تک بھول گئے۔ یہہ حقیقت ہے کہ اگر عشرہ قرات میں مزاولت نہ ہو تو پھر ذہن سے نکل جانا تعجب کی بات نہیں۔

حافظ قاری سلیم الدین

ف ۱۳۱۸ مولد موضع کٹھری۔ حال مقیم خانقاہ رحمانی مونگھیر۔ والد کا نام شیخ ناتھو علی۔ ولادت ۱۳۴۸ھ میں ہوئی۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں حفظ و تجوید بروایت حفص حاصل کیا۔ قاری عبدالمعبود و قاری محمد سابق صاحب کو سنا کر ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء میں سند حاصل کی۔ آجکل مدرسہ خانقاہ رحمانی میں تجوید کی تعلیم دیتے ہیں اور حفظ بھی کراتے ہیں۔

قاری مولانا منت اللہ سجادہ نشین خانقاہ مونگھیر

ف ۱۳۱۹ وطن مونگھیر۔ والد کا نام قاری مولانا محمد علی خلیفہ حضرت فضل الرحمٰن

گنج مرادآبادی۔ تاریخ ولادت ۹ رجمادی الثانی ۱۳۳۲ھ ہے۔ علوم کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے کی تجوید و قراءت (۱) قاری عبدالعزیز ساکن جل کوڑہ جو قاری عشرہ اور قاری عبدالرحمٰن مکی کے شاگرد تھے (۲) قاری محمد منیر لکھنوی جو قاری عبدالمالک کے شاگرد ہیں (۳) قاری عبدالخالق سہارن پوری (۴) قاری عبدالوحید دیوبندی جیسے اساتذہ سے حاصل کی۔ اسلام کا درد رکھتے ہیں خدمت قوم میں ہمہ تن مصروف ہیں

(ب) بہت خوش اخلاق، خوش رو فہیم و ذکی ہیں۔ جب میں ملا تو دیر تک باتیں کیں اور بہت سے دلچسپ قصے سنائے۔

قاری حافظ محمد صدیق مونگھیری

ف ۱۳۲۰ والد کا نام شیخ شاہد علی۔ وطن کٹھری ضلع مونگھیر سنہ ولادت ۱۳۳۴ھ ہے۔ حفظ و قراءت کی تکمیل مدرسہ تجوید القرآن جامع مسجد مونگھیر سے کرکے ۱۳۷۵ھ میں سند حاصل کی۔ اوسی مدرسے میں ۱۳۷۶ھ سے بچوں کو حفظ کراتے ہیں۔

قاری حافظ مطیع الرحمٰن

ف ۱۳۲۱ وطن جل کوڑا ضلع مونگھیر۔ سنہ ولادت ۱۳۳۷ھ ہے۔ ایک روایت کے جاننے والے ہیں۔ جامع مسجد ساکچی جمشید پور ٹاٹا نگر میں امام و خطیب ہیں۔ بچوں کو تجوید کا درس بھی دیتے ہیں۔ مدرسہ بھی قائم کیا ہے۔

قاری حافظ جلیل اشرف مونگھیری

ف ۱۳۲۲ وطن منینڈا ضلع مونگھیر۔ ولادت ۱۳۳۰ھ میں ہوئی پہلے حافظ و قاری ارادت الحق صاحب سے تجوید سیکھی۔ پھر حفظ کی تکمیل کی۔ حافظ قاری عبدالقدوس سے سلسلہ درس جاری رہا۔ پھر قاری اطیع اللہ صاحب سے اس کی تکمیل کی بعدازاں مدرسہ فرقانیہ لکھنو جاکر قاری عبدالمالک سے ابتداءً بروایت حفص اور پھر سبعہ کی تکمیل کی۔ علوم دینیہ کی تکمیل ندوۃ العلماء لکھنو سے کی۔ جب قاری عبدالمالک صاحب ٹونک گئے تو آپ بھی اونکے ہمراہ چلے گئے بعدازاں کلکتہ آکر ایک عرصہ تک مدرسہ عالیہ میں مدرس رہے۔ تقسیم کے بعد جب مدرسہ کلکتہ سے ڈھاکہ منتقل ہوا تو آپ بھی اسٹاف کے ساتھ منتقل ہوئے۔ اب ڈھاکے میں تجوید و قراءت کا درس دیتے ہیں۔

قاری حافظ محمد یٰسین دربھنگوی

ف ۱۳۲۳ وطن جلوآرا۔ ضلع دربھنگہ۔ والد کا نام محمد رفیع الدین سنہ ولادت ۱۳۱۷ھ ہے۔ ابتدائی تعلیم دربھنگہ میں ہوئی۔ حفظ و قراءت کی تکمیل قاری عبدالمعبود سے کی۔ اوسکے بعد برابر درس و تدریس میں لگے رہے۔ تین سال سے مدرسہ دھنواد متصل آسن سول میں تجوید و حفظ کا درس دے رہے ہیں۔ اس سے پہلے مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ میں یہہ کام انجام دیتے تھے پچاس سے زیادہ حافظ و قاری بنائے۔ ان کے چھوٹے بھائی نے بھی ان سے سند لی۔ مختلف لہجوں کے

جاننے والے قاری ہیں۔

قاری حافظ محمد داؤد دربھنگوی ف ۱۳۲۴ وطن جلوآرا۔ ضلع دربھنگہ۔ والد کا نام رفیع الدین سنہ ولادت ۱۳۳۷ھ ہے۔ ابتدائی علوم وحفظ وتجوید اپنے بڑے بھائی قاری حافظ محمد یٰسین سے حاصل کئے۔ بروایت حفص پڑھتے ہیں۔ ۲۲ سال سے درس وتدریس میں لگے ہوئے ہیں۔ بڑا مصری لہجہ۔ حسینی لہجہ۔ مدنی۔ عراقی۔ حجازی لہجوں کے ماہر ہیں۔ مدرسہ ضیاء الاسلام جلوآرا میں نوسال سے تجوید وحفظ سکھلاتے ہیں۔ ابتک پچاس لڑکوں کا حفظ پورا کرایا ہے۔ بڑے مستعد و باخدا استاد ہیں۔ تراویح میں قرآن شریف حدر سے سناتے ہیں۔ مجھ سے ملاقات ہوی ہے۔ میں نے انکی قراءت بھی سنی ہے۔ خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔

قاری حافظ محمد زبیر دربھنگوی ف ۱۳۲۵ وطن رتن پورہ۔ ضلع دربھنگہ۔ والد کا نام مولانا محمد ذاکر سنہ ولادت ۱۳۵۲ھ ہے۔ دارالعلوم مئو میں علوم کی تکمیل کی ۱۳۷۳ھ میں قاری محمد مصطفےٰ سے بروایت حفص تجوید سیکھی۔ قصبہ سبرحد ضلع جونپور میں مدرسہ فاروقیہ میں شیخ التجوید ہیں مجھ سے مئو میں ملاقات ہوئی۔ ان سے قراءت بھی سنی۔ خوش آواز قاری ہیں۔ ادائی اچھی ہے۔

قاری مولانا حاجی سید احمد بھاگل پوری ف ۱۳۲۶ مولد بہاڑیہ ضلع مونگھیر۔ والد کا نام مولانا فضل احمد جو بڑے باخدا بزرگ تھے۔ حضرت اشرف علی صاحب تھانوی سے بیعت تھی۔ اتباع سنت کا بڑا اہتمام کرتے تھے اونکے صاحب زادے سید احمد کی پیدائش ۱۳۴۷ھ کی ہے۔ مظاہر العلوم سہارن پور سے درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ شیخ القراء عبدالخالق خان سے تجوید سیکھی مولانا اسحٰق صاحب سے تصوف میں استفادہ کیا۔ اب مدرسہ کٹھائی کر۔ ضلع بھاگل پور میں ناظم تعلیمات ہیں۔ عربی۔ فارسی وتجوید کا درس بھی دیتے ہیں۔ افتاء و وعظ میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ صاحب وجاہت ہیں۔ حج کا فریضہ بھی ادا کیا ہے۔ والد کی طرح اچھے عالم اور متبع سنت ہیں۔

حکیم قاری حافظ تصدق حسین بہاری ف ۱۳۲۷ مولد کرنیا ضلع پٹنہ۔ والد کا نام تفضل حسین سنہ ولادت ۱۳۱۷ھ ہے۔ بہار شریف میں مطب کرتے ہیں۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے تجوید وعلوم کی تکمیل کی۔ قاری محمد ادریس صاحب وقاری محمد صدیق ان دونوں سے تجوید وقراءت میں استفادہ کیا۔ ۱۳۴۳ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ میں آپسے ملاہوں اور قراءت بھی سنی ہے۔ خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ خوش اخلاق، معاملہ فہم واقع ہوئے ہیں۔

حکیم حافظ قاری یوسف حسن خان بہاری ف ۱۳۲۸ مولد بڑاکر۔ ضلع بہار شریف۔ والد کا نام الٰہی بخش خان۔ سنہ ولادت ۱۳۱۲ھ ہے شیخ القراء،

عبدالرحمٰن مکی سے الہ آباد میں تجوید سیکھی۔ پھر مولوی عطاء اللہ سندھی اور اونکے شاگرد اطیع اللہ سے بروایت حفص تجوید سیکھی۔ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء سے بہار شریف میں مطب کرتے ہیں مولانا محمد حسین الآبادی سے طب سیکھی۔ حفظ و قراءت کی تعلیم دینے کا شوق ہے۔ بہت سے حافظ و قاری پیدا کئے۔

قاری حافظ ابوالحسن بہاری | **ف ۱۳۲۹** مولد بہار شریف۔ والد کا نام رمضان علی۔ محلہ کلان میں سکونت ہے۔ سنہ ولادت ۱۳۳۹ھ ہے۔ مدرسہ عزیزیہ میں قاری اطیع اللہ سے بروایت حفص تجوید سیکھی۔ ۱۳۵۴ھ میں فارغ ہوئے۔ ۱۳۶۶ھ سے پٹنہ میں شیخ التجوید ہیں

قاری اطیع اللہ بہاری | **ف ۱۳۳۰** وطن بہار شریف۔ فن تجوید پہلے قاری عطاء اللہ سے حاصل کیا۔ اوسکے بعد عشرہ قراءت کی تکمیل کی۔ کچھ عرصہ مدرسہ عزیزیہ بہار میں شیخ التجوید تھے۔ اب ضلع چمپارن میں مدرسہ سمرہ میں شیخ التجوید ہیں۔

ف ۱۳۳۱ بہار شریف میں مومن برادری کے پانچ ہزار اشخاص رہتے ہیں۔ یہہ جولاہے ہیں مگر بڑے نمازی اور پرہیزگار۔ اس چھوٹی سی آبادی میں پانچسو حافظ اور بہت سے قراء ہیں۔ تین سو مسجدیں ہیں اور سب آباد۔ اکثر لوگ بننے کے کام میں مشغول رہتے ہوئے قرآن شریف پڑھتے اور پڑھاتے رہتے ہیں۔ یہہ ماحول کسی اور جگہ نہیں پایا جاتا۔

قاری حافظ فخرالدین قاری عشرہ ناظم مدرسہ قاسمیہ گیا | **ف ۱۳۳۲** وطن گیا۔ والد کا نام مولانا خیرالدین۔ ضلع اٹک کے رہنے والے۔ نانیال گیلانی۔ ولادت ۱۳۱۷ھ۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ ۴۵ھ و ۴۶ھ دو سال لکھنؤ میں رہے قاری عبدالمالک سے پہلے ایک روایت سے اور پھر سبعہ قراءت سیکھیں۔ ۴۷-۴۸ھ میں ٹونک گئے۔ ۵۱ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور میں رہے۔ ۵۲ھ میں دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ درس نظامی کے ساتھ بروایت حفص تجوید سیکھی تھی۔ بعد ازان حفظ و قراءت کی تکمیل مولانا ارادت الحق۔ حافظ و قاری عبدالقدوس و حافظ فریدالدین سے کی۔ پھر ۱۳۵۷ھ میں دیوبند جاکر اوسکی تکمیل کی۔ اوسی سال رنگون گئے۔ حاجی داؤد یاتیم مرحوم کے مدرسہ تاموے۔ لیمبل روڈ میں ایک سال تک تجوید کی تعلیم دی۔ وہاں سے واپس ہوکر رنگون میں الگ مدرسہ قائم کرکے دو سال تک رنگون میں رہے۔ پھر حسب ایماء مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب دارالعلوم دیوبند رنگون میں جامعہ قاسمیہ کی بناء ڈالی۔ یہہ مدرسہ مغل اسٹریٹ میں تھا۔ گذشتہ جنگ میں جاپانیوں کی یلغار کی افواہیں سنکر ہندوستان واپس آگئے۔

(ب) گیا میں ایک مدرسہ قاسمیہ ۱۲۹۵ھ سے قائم تھا اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے ایک

خلیفہ حضرت مولانا عبد الغفار نے مدرسہ اسلامیہ کے نام سے قائم کیا تھا اور زندگی بھر اوس کی خدمت کی۔ اونکے انتقال کے بعد مولانا خیر الدین نے اس مدرسہ کو سنبھالا اور عمر بھر اوس کی خدمت کی۔ اوسکے بعد اب یہہ تیسرا دور ہے کہ اوس کا احیاء مدرسہ قاسمیہ اسلامیہ کے نام سے کرکے دار العلوم دیوبند سے اوس کا الحاق کیا گیا ہے جس کی سرپرستی مولانا حسین احمد صاحب مدنی فرماتے رہے۔ ابتدائی زمانے میں مطبخ نہ تھا بلکہ شہر کے لوگ طلباء کی خوراک کا انتظام کرتے تھے۔ اب اس تیسرے دور میں باقاعدہ مطبخ قائم کردیا گیا ہے۔ کثیر تعداد طلباء علم سے فیض یاب اور پرورش پاتے ہیں اس مدرسے نے کئی حافظ و قاری پیدا کئے اور مزید پیدا کر رہے ہیں۔

(ج) قاری حافظ فخر الدین صاحب جید حافظ اور ترتیل سے پڑھنے والے قاری ہیں۔ رمضان شریف میں دو پارے تراویح میں اور دو پارے تہجد میں سناتے ہیں۔ تین روز میں نے بھی حضرت کی اقتداء میں تراویح و تہجد پڑھی ہے والہانہ انداز میں استغراقی کیفیت میں سناتے ہیں جو دعائیں اور بشارتیں آتی ہیں اونکو تین بار دہرا کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ سامعین بھی اسی استغراق سے سنتے ہیں۔ مستعد اور باہمت ناظم ہیں۔ انتظامی سلیقہ خداداد ہے خوش اسلوبی سے انتظام فرماتے ہیں۔ منکسر المزاج باحوصلہ۔ صدق و خلوص کے پیکر ہیں۔ سلف صالحین کا نمونہ دیکھنا ہے تو لوگ آپ کی صحبت سے مستفید ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس زمانے میں بھی ایسے بزرگ ہستیاں موجود ہیں جنھوں نے حسبۃً للہ دینی تعلیم کی ترویج میں اپنی زندگی وقف کردی ہے۔

قاری حافظ عبد القدوس گیاوی

ف ۱۳۳۳ھ مولد آنا امجھر شریف۔ والد کا نام سید نادر بخش۔ ولادت ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ شیخ القراء محمد حسن گیاوی سے تجوید و حفظ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں سبعہ قرات بھی سیکھ لیں۔ حفظ کی تکمیل ۱۳۲۴ھ میں کرکے مدرسہ فیض رحمانیہ میں مدرس ہوگئے۔ حفظ و تجوید کا درس دینے لگے۔ قرآن شریف سے بڑا شغف ہے۔ آپ کی خصوصیت یہہ ہے کہ کتنا ہی کوئی شخص قرآن شریف بھول گیا ہو اگر آپ کو ایک ختم سنادے تو اوس کا قرآن محفوظ ہو جاتا ہے۔ چار پانچسو حافظ اور تقریباً ایک ہزار قاریوں کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے اون میں ممتاز نام یہہ ہیں (۱) حافظ قاری عبد الباری (۲) قاری حافظ عبد الحی مرحوم (۳) قاری حافظ محمد عبداللہ (۴) قاری حافظ محمد اشرف (۵) قاری حافظ بشیر الدین (۶) قاری حافظ جلیل اشرف (۷) قاری حافظ محمد تواب (۸) قاری حافظ محمد اسمٰعیل (۹) قاری حافظ عبد الکریم (۱۰) قاری حافظ عبد الستار (۱۱) قاری حافظ محمد اعزاز (۱۲) قاری حافظ محمد اکرام (۱۳) قاری حافظ محمد حنیف (۱۴) قاری حافظ محمد نور (۱۵) قاری حافظ محمد حفیظ (۱۶) قاری حافظ محمد ابراہیم برادر خورد (عرف ابن حسن) (۱۷) قاری حافظ محمد حنیف دوم (۱۸) قاری حافظ محمد فخر الدین۔ (۱۹) قاری حافظ شرف الدین (۲۰) قاری حافظ غلام نبی جنھوں نے لکھنؤ میں عبد المالک سے بروایت حفص

دوبارہ سنایا۔ بڑے خوش الحان قاری تھے ملاحظہ ہو فقرہ (۱۱۳۹) (۲۱) قاری حافظ غلام رسول مرحوم (۲۲) قاری حافظ عبد الرشید مرحوم۔

(ب) قاری حافظ مولانا فخر الدین صاحب نے حافظ عبد القدوس صاحب کی ایک خصوصیت یہہ بیان کی کہ طالب علم کی سطح پر آکر اس کو آہستہ آہستہ اٹھاتے ہیں جس کی وجہ سے طلباء گھبرانے نہیں پاتا۔ بلکہ شوق سے سیکھتا ہے۔ متشابہات میں چاہتے ہیں کہ طالب علم خود ہی مشکل رفع کرلے۔ پھر اوس کو ایسا گر بتلاتے ہیں کہ پھر اوس جگہ اگر نہ رکے۔ اس طرح آپ کا درس گیا میں بڑا کامیاب درس مانا گیا ہے۔

قاری حافظ عبد الرحمٰن بسمل گیاوی

ف ۱۳۳۴ مولد موضع سوسہاری۔ تواد اضلع گیا۔ ولادت ۱۲۹۹ھ میں ہوئی۔ نظیر الحق تاریخی نام ہے۔ اپنے والد سے تعلیم حاصل کی۔ ان ہی کی نگرانی میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اوسکے بعد ایک سال میں قاری محمد حسن سے تجوید سیکھی پھر دائرہ ملازمت میں داخل ہوئے۔ حسن امام اور حسین امام کو پڑھاتے رہے۔ مولانا ارادت الحق کے ملنے والے ہیں شاعر بھی ہیں بسمل تخلص کرتے ہیں۔ کلام مرحمت فرمایا۔ سنجیدہ۔ متین۔ بردبار ہیں۔ آجکل مطبع چلا رہے ہیں

قاری حافظ محمد اسمٰعیل چتراوی

ف ۱۳۳۵ مولد چترا ضلع ہزاری باغ بہار۔ والد کا نام جان محمد ولادت ۱۳۲۹ھ میں ہوئی۔ مدرسہ قاسمیہ گیا سے تجوید و حفظ کی تکمیل ۱۳۶۴ھ میں کی۔ اوس کے بعد اوسی مدرسہ میں تجوید و حفظ سکھلانا شروع کیا۔ بعد ازاں اپنے وطن چترا جاکر وہاں کے مدرسے میں بھی کام آغاز کیا۔ ۲۲ حافظ ابتک تکمیل کرچکے ہیں۔ ۲۵ کا حفظ جاری ہے۔ حفظ میں آپکے ایک ساتھی فضل الرحمٰن ابن ضمیر الدین تھے جن کا ذکر قبل ازیں فقرہ نمبر ۱۱۴۵ میں گذر چکا ہے۔ محمد اسمٰعیل صاحب کے ایک استاد حفظ، قاری حافظ احمد جان بھی تھے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۱۶۷ میں کیا گیا۔

(ب) محمد اسمٰعیل ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ پڑھنے کا شوق تھا۔ مگر کوئی سہارا نہ تھا۔ محلہ میں ایک نیک بخت زاہد و متقی خاتون رہتی تھیں اون کا نام بی بی فاطمہ تھا۔ یہہ نماز اور روزے کی بڑی پابند تھیں دن کو روزہ رکھتیں اور رات عبادت میں گذارتیں۔ ان خاتون نے شادی نہیں کی تھی۔ محمد اسمٰعیل نے اونکی خدمت میں جاکر اپنے شوق علم اور مشکلات راہ کا اظہار کیا۔ ان بی بی کو اون پر رحم آیا۔ اپنے پاس رکھ کر قرآن پڑھایا بعد ازاں اردو کی تعلیم دی۔ محمد اسمٰعیل کو اپنے بچے کی طرح رکھنے لگیں۔ ساتھ لیکر کھانا کھاتیں۔ یہہ ابھی بچے تھے ساتھ کھاتے ہوئے شرماتے تو برتن میں کھانے کے دو حصے کرکے بچہ کو اپنا پورا حصہ کھالینے پر اصرار کرتیں۔ غرض اس طرح محمد اسمٰعیل نے ابتدائی تعلیم پائی۔ اوسکے بعد حافظ احمد جان کی خدمت میں حاضر ہوکر حفظ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں مدرسہ قاسمیہ میں آکر قراءت و حفظ کی سند حاصل کی۔ تراویح میں قراءت بہت صاف باتجوید بالترتیل ہوتی ہے۔ میں نے تین روز

تراویح و تہجد میں آپ کی اقتدا، کی ہے۔ سچے مسلمانوں کا اچھا نمونہ ہیں خلوص، محبت۔ انکساری و اتباع سنت فطرت ثانی بن چکی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس زمانے میں بھی ایسے نمونے پائے جاتے ہیں

قاری حافظ محمد شرف الدین گیاوی

ولادت ۱۳۴۴ھ ف ۱۳۳۶۹ وطن گیا۔ والد کا نام مولانا خیر الدین۔ یہ حافظ قاری فخر الدین کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ابتدائی تعلیم گیا میں حافظ قاری عبد القدوس سے حاصل کی۔ بڑے بھائی کی نگرانی میں بہ مقام رنگون حفظ کی تکمیل کی۔ تجوید و قراءت کی ابتدا مدرسہ قاسمیہ گیا میں کی گئی۔ مولانا حسین احمد مدنی کی موجودگی میں ۱۳۶۳ھ میں دستار بندی کی رسم ادا ہوئی۔ پھر مدرسہ فرقانیہ جاکر قاری عبد المالک سے قراءت سبعہ کی تکمیل ۱۳۶۴ھ میں کرلی اور ایک ہی سال کے اندر مدرسہ قاسمیہ واپس آگئے۔ پھر مراد آباد گئے وہاں سے دیوبند جاکر حفظ الرحمٰن صاحب کو قرآن سنایا۔ وہاں سے سہارنپور میں قاری عبد الخالق خان کو قرآن سنایا۔ ۱۳۷۱ھ میں علوم دینیہ کے درس نظامی کی تکمیل دار العلوم دیوبند سے کی۔ شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی کے درس حدیث میں بھی شریک رہے۔ ۱۳۷۱ھ کے آخر میں قصبۂ وبٹ ضلع میرٹھ کے مدرسہ اعزاز العلوم میں درس کا سلسلہ شروع کیا۔ ۱۳۷۲ھ میں مدرسہ اشرفیہ بھوج پور ضلع آرہ میں مدرس ہوئے۔ ۱۳۷۳ھ میں مسجد گریڈیہ ضلع ہزاری باغ کے امام مقرر ہوئے۔ ۱۳۷۴ھ میں جامعہ حسینیہ کے نام سے ایک عربی دینی مدرسہ کی بناء گریڈیہ میں ڈالی۔ مگر خرابی صحت کی وجہ سے گیا واپس آگئے۔ شیر گھاٹی ضلع گیا میں ایک قدیم غیر آباد مسجد میں جو "تالاب والی مسجد" کہلاتی ہے۔ اوسی قسم کا ایک مدرسہ قائم کیا۔ جس کا نام شیخ الہند اسیر مالٹا کی یادگار میں مدرسہ عربیہ محمودیہ رکھا گیا۔ ابتک اس مدرسہ میں قرآن کریم کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ایک قلیل مدت میں لوگوں کو بڑا فیض پہونچایا ہے۔ اس مدرسہ میں بہار اور اڑیسہ کے بہت سے طالبعلم اضلاع سے آکر تعلیم پارہے ہیں۔ باقاعدہ مطبخ بھی قائم ہے جس سے نادار بچوں کی پرورش کا انتظام ہوتا ہے۔

(ب) قاری شرف الدین بڑی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ ابتک جہاں بھی رہے تھوڑی سی مدت میں وہاں دینی ماحول پیدا کردیا اسی وجہ سے آپ کو مقبولیت تام حاصل ہوئی ہے اور ہر جگہ لوگ انکو یاد کرتے ہیں۔

(ج) شیر گھاٹی میں تعلیم و تبلیغ کا بھی معقول انتظام ہے۔ آغاز تنظیم سے تھوڑی سی مدت میں متعدد عظیم الشان تبلیغی اجتماع منعقد کئے گئے۔ جن میں ملک کے اکابر علمائے کرام شرکت کرتے ہیں۔ اونمیں سے چند قابل ذکر ہستیاں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی۔ مولانا ابو الوفا شاہجہانپوری۔ مولانا حکیم شریف الحسن شیدا سنبھلی وغیرہ ہیں

مولانا حکیم شریف الحسن شیدا سنبھلی

ف ۱۳۳۷ مولد سنبھل۔ والد کا نام مولانا محمد حسن محشی ہدایہ (احمد حسن کے نام سے مشہور تھے) ولادت ۲۲ شوال ۱۲۹۲ھ میں ہوئی اپنے والد

سے علوم سیکھے۔ بروایت حفص تجوید بھی اون ہی سے سیکھی۔ علم طب سے بھی واقف ہیں۔ ہندستان کے مختلف شہروں میں رہ چکے ہیں۔ اچھے واعظ و مفسر ہیں۔ ایک سال سے مدرسہ شیر گھاٹی کو اپنا مرکز توجہ بنالیا ہے۔ یہیں قیام فرما ہیں طلباء کی تربیت اور اس علاقے کے مسلمانوں کی سدھار میں شب و روز سرگرم ہیں۔ ہر ہفتے شب جمعہ کو قصبہ کے صدر مقام میں تفسیر قرآن کا سلسلہ جاری فرمایا ہے جس میں علاقے کے مسلمان بڑے ذوق و شوق سے شریک ہوتے ہیں[۵] شگفتہ مزاج۔ بذلہ سنج بامروت و خلیق ہیں۔

قاری حافظ نسیم الدین عظیم آبادی **ف ۱۳۳۸** وطن ندول۔ پٹنہ۔ ولادت ۱۳۲۷ھ۔ ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ ۱۳۴۸ھ تک وہاں رہکر حفظ و قرات کی تکمیل کی۔ قاری عبدالمالک کے شاگردوں میں تھے۔ محلہ دریاپور پٹنہ کی مسجد میں امام ہیں۔

ف ۱۳۳۹ فی زماننا پٹنہ میں تجوید و قرات کا ماحول اطمینان بخش نہیں ہے۔ مساجد و مدرسے تجوید سے خالی ہیں۔ البتہ پٹنہ کے کتب خانے تجوید کی کتابوں کا بڑا اچھا ذخیرہ رکھتی ہیں۔ پٹنہ یونیورسٹی کی لائبریری میں رسالہ تجوید کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جس کو محمد سعد اللہ نے فارسی میں تالیف کیا اور جس کی نقل سید شرف علی عرف میر ہدایت علی رضوی نے ۱۲۸۳ھ میں ختم کی۔ (۲) قواعد القرآن مولفہ یار محمد سمرقندی ابن خداداد خان کا ایک قلمی نسخہ بھی موجود ہے۔ (۳) ایک منظوم رسالہ قرات غلام مرتضیٰ نے بزبان فارسی ۱۲۵۷ھ میں لکھا تھا اوس کا قلمی نسخہ بھی یہاں موجود ہے۔ (۴) ایک قدیم نسخہ قرآن مجید کا بھی ہے مگر تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔

ف ۱۳۴۰ پٹنہ میں تجوید و قرات کی کتابوں کا عجیب و غریب ذخیرہ خدا بخش خان کی لائبریری موقوعہ بانکی پور میں موجود ہے۔ یہہ لائبریری ۱۸۹۱ئہ میں قائم ہوئی۔ ۱۹۰۸ئہ میں اون کا انتقال ہوا۔ لائبریری کے احاطے میں دفن ہیں۔ کتب خانے میں ۳۵ ہزار کتابیں ہیں جن میں ۸ ہزار قلمی ہیں۔ اس کتب خانے میں قرآن مجید کے قلمی نسخوں کی جملہ تعداد (۹۵) ہے۔

(ب) خدابخش خان مرحوم کے بھتیجے محمد قاسم آجکل کتب خانے کے مہتم ہیں۔

(ج) جو نوادرات اس کتب خانے کا سرمایہ ہیں اون میں سے میں یہاں صرف قرآن مجید اور تجوید و قراءت

---

[۵] حکیم صاحب شاعر بھی اچھے ہیں۔ ایک غزل کے تین شعر بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

جینا ہوا ہے دوبھر۔ دقت طلب ہے مرنا ؛ دشواریاں ہیں کیا کیا اغیار کی بدولت
مضمون آفرینی ہے مثل نقش باطل ؛ فکر رسا معطل۔ افکار کی بدولت
شیدا کی قابلیت میں خوب جانتا ہوں ؛ مشہور ہو گیا ہے اشعار کی بدولت

کی کتابوں کا ذکر کروں گا۔

(۱) قرآن مجید کا ایک ورق شیشہ پر چپکا ہوا تیسری صدی ہجری (نویں صدی عیسوی) کا خط کوفی میں ہے

(۲) حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک ورق خط کوفی میں شیشے پر چسپاں ہے۔

(۳) حضرت امام حسن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک صفحہ خط کوفی میں شیشہ پر چسپاں ہے۔

(۴) قرآن شریف کا ایک نسخہ خط کوفی میں عباسی عہد کے اوائل کا ہے جس کی تقطیع حمائل سے بھی کچھ چھوٹی ہے۔

(۵) یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ۱/۲ ۵ × ۱/۲ ۱۰ کا نسخہ قرآن جس کی کتابت رمضان ۶۶۸ھ میں ختم ہوئی۔ قرآن مجید کا یہ نسخہ زیا دالدولہ مراد خاں کے پاس ۱۱۷۰ھ میں تھا۔

(۶) خط بحر میں ایک قرآن شریف جو آٹھویں صدی ہجری میں لکھا گیا۔ دو جلدوں میں بڑی سائز پر یہاں موجود ہے

(۷) خط کوفی اور خط بحر کے درمیانی خط کا ایک حمائل جو چوتھی صدی ہجری میں لکھا گیا جس کے کاتب محمود بن احمد مصری تھے۔

(۸) عبدالباقی الحداد کا وہ حمائل شریف جو مطلاّ و مذہّب ہے جسے اوس نے شاہ جہاں کو نذر کیا تھا یہاں موجود ہے۔

(۹) بڑی تقطیع کا قرآن شریف جسے عبدالباقی الحداد نے اورنگ زیب کو نذر کیا تھا وہ بھی یہاں موجود ہے

(۱۰) ایک قرآن شریف مطلاّ و مذہّب جس کی ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے اور ایک ورق میں ایک پارہ ہے کاتب کا نام درج نہیں ہے۔ اسی نمونے کے اور قرآن شریف بھی ہندستان کے شہروں میں پائے گئے جن کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

(۱۱) ملا جیون کے فرزند عبدالمجید کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ قرآن شریف مطلاّ و مذہب جس میں بین السطور فارسی ترجمہ سرخی سے ہے۔ سبب نزول و تفسیر حاشیہ پر درج ہے۔

(د) تجوید و قرارت پر عربی زبان کی پچاس قلمی تصانیف جو مستند اساتذہ کی ہیں یہاں موجود ہیں ان میں سے اکثر محمد بن الضباع کی مساعی سے مصر میں شائع ہو چکی ہیں۔ میں نے پہلی بار پٹنہ لائبریری دیکھ کر یہ محسوس کیا کہ اگر مصر میں تجوید و قراءت کی اشاعت کا کام نہ بھی ہوتا تو صرف یہی ایک لائبریری ان تمام تصانیف کو دنیا کے سامنے پیش کر دے سکتی تھی۔

(۱) کتاب الحجہ فی القرات السبع از ابوعلی الحسن بن احمد بن عبدالغفار بن محمد بن سلیمان۔ ابن ابان الفارسی مشہور نحوی (یہ کتاب تین جلدوں میں ہے) مصنف کا سنہ ولادت ۲۸۸ھ ہے۔ اساتذہ

ابوبکر محمد بن السراج سے اور پھر ابراھیم بن السہل سے پڑھا۔ سنہ وفات ۳۷۷ھ ہے۔ اس ایک قلمی نسخہ سے کئی شاگردوں نے استفادہ کیا۔

(الف) تاج الدین ابوالیمن زید بن الحسن الکندی کی دستخط بھی موجود ہے۔ جو ۵۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۱۳ھ میں وفات پائی۔

(ب) تاج الدین سے ختم کرنے والی ایک جماعت نے مسجد جامع دمشق میں ۵۸۹ھ میں ختم کیا اوس میں پندرہ اشخاص تھے (۱) قاضی ذکی الدین صدر الشام (۲) وجیہہ الدین ابوالفرج (۳) محمد بن احمد الشاطبی المتوفیٰ ۶۱۴ھ وغیرہ۔

(۲) المحتسب فی شرح الشواذ از ابوالفتح بن عثمان بن جنی الموصلی النحوی (ولادت ۳۳۰ھ وفات ۳۹۲ھ) شاگرد تھے الفارسی کے۔

(۳) جامع البیان فی القرات السبع از ابوعمر عثمان بن سعید الدانی القرطبی (چار جلدوں میں)

(۴) کتاب التہذیب۔ مصنف بالا عثمان الدانی۔

(۵) کتاب التیسیر ایضاً پانچ قلمی نسخے

(۶) الحرز الامانی و وجہ التھانی از شاطبی۔

(۷) شرح شاطبیہ از سخاوی شاگرد الشاطبی۔

(۸) کنز المعانی فی شرح حرز الامانی از الجعبری۔

(۹) رسالہ النحل الناصح فی حل المشکل الواضح از الجعبری۔

(۱۰) اللآلی الفریدہ فی شرح القصیدہ از جمال الدین ابوعبداللہ محمد ابن الحسن۔

(۱۱) ابراز المعانی من حرز الامانی از شہاب الدین ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل المعروف بابی۔

(۱۲) کنز المعانی از برہان الدین ابوالعباس ابراھیم بن عمر بن ابراھیم بن الخلیل الجعبری (المتوفی ۷۳۲ھ) تین نسخے ہیں۔

(۱۳) کتاب العنوان فی القرات السبع از ابوطاہر اسمٰعیل بن خلف بن سعید المصری۔

(۱۴) المستنیر فی القرات عشرہ از ابوطاہر احمد بن علی بن عبیداللہ بن عمر سوار البغدادی۔

(۱۵) نزہتہ البررہ فی مذاھب القراۃ العشرہ۔

(۱۶) عقد اللآلی فی القرات السبع العوالی از اثیر الدین ابن حبان محمد بن یوسف بن علی۔

(۱۷) المضبوط فی القرات السبع از عثمان بن محمد بن محمد الغزنوی۔

(۱۸) مصطلح الاشارات از ابوالبقاء علی بن عثمان البغدادی۔
(۱۹) تجسیر التیسیر از علامۃ الجزری۔
(۲۰) کتاب النشر فی القرات العشر از الجزری۔
(۲۱) طیبۃ النشر فی القرات العشر از الجزری۔
(۲۲) ایضاح الرموز و مفتاح الکنوز از شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن خلیل المعروف بہ ابن القباقبی
(۲۳) الدرّ الناظم از ابوالتوفیق عثمان بن عمر بن ابی بکر الناشری الزبیدی۔
(۲۴) الدقائق المحکمۃ فی شرح المقدمہ از زین الدین ابویحییٰ زکریا الانصاری۔
(۲۵) سراج القاری از ابوالبقاء علی بن عثمان ابن قاصح بغدادی۔

ف ۱۳۴۱ پٹنہ میں ہم قراء و مکاتیب تجوید کے فقدان کو دیکھ کر مئو کی چھوٹی سی آبادی کی طرف آتے ہیں جو مدارس حفاظ و قراء کا مرکز بنی ہوئی ہے یہاں ایک قدیم مدرسہ عالیہ دارالعلوم مئو کے نام سے مشہور ہے۔ دوسرا بڑا مدرسہ مفتاح العلوم ہے۔ تیسرا فیض عام۔ چوتھا مدرسہ محمدیہ۔ ان سب مدارس میں مستند صاحب سلسلہ شیوخ التجوید مقرر ہیں۔ جن کی بدولت قرات و تجوید و حفظ قرآنی کو بڑا فروغ حاصل ہے۔ مشہور قراء کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

قاری حافظ ریاست علی بحری آبادی

ف ۱۳۴۲ قبل ازیں شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد کے شاگردوں کے سلسلے میں آپ کا ذکر آچکا ہے ملاحظہ ہو فقرہ (۱۲۳۲)

قاری حافظ محمد مصطفیٰ

ف ۱۳۴۳ وطن مئو۔ والد کا نام حافظ محمد صدیق۔ ولادت ۱۳۲۷ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ عالیہ دارالعلوم مئو میں ہوئی۔ ۱۸ سال کی عمر میں پہلے تجوید بروایت حفص سے قرآن شریف سنایا۔ اوسکے بعد شیخ القراء حافظ ریاست علی سے دو سال میں سبعہ کی تکمیل کی۔ اوس کے بعد سے دارالعلوم مئو میں تجوید و قراءت کا درس دے رہے ہیں۔ آپ کے مشہور و معروف شاگردوں کے نام یہ ہیں: (۱) قاری ولی اللہ (۲) قاری ایصار اللہ (۳) قاری حافظ ذکر الرحمن (۴) قاری حافظ مولوی محفوظ الرحمن (۵) قاری حافظ عین الحق (۶) قاری حافظ خلیل احمد نابینا (۷) قاری جمیل احمد جو بحد خوش الحان و ادائی پر قادر ہیں (۸) قاری حافظ عبدالمعبود ابن حافظ محمد مصطفیٰ (۹) قاری حافظ محمد زبیر۔

(حب) ہماری صاحب نے اپنی عنایت سے مجھے بھی اپنی قراءت سے استفادہ کا موقعہ دیا۔ آواز میں پختگی۔ ادائی پر قدرت۔ لحن میں کشش ہے۔ آپ کی ہستی مدرسہ کے لئے باعث خیر و برکت ہے۔ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ میں انتقال ہوگیا۔

قاری حافظ عبدالمعبود | ف ۱۳۴۴ وطن مئو۔ والد کا نام قاری حافظ محمد مصطفیٰ جن کا ذکر فقرہ بالا میں کیا گیا ہے۔ ولادت ۱۳۵۱ھ میں ہوئی۔ بروایت حفص تجوید کے ساتھ حفظ کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ دار العلوم مئو کے طالب علم ہیں۔ خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔

قاری حافظ محمد زبیر دربھنگوی | ف ۱۳۴۵ آپ کا ذکر قبل ازیں فقرہ نمبر(۱۳۴۳) میں آچکا ہے آپ کا بھی شیخ القراء حافظ محمد مصطفیٰ کے اچھے شاگردوں میں شمار ہوتا ہے۔

قاری خلیل الرحمٰن | ف ۱۳۴۶ وطن مئو۔ والد کا نام مولوی محمد ابراھیم۔ ولادت ۱۳۱۹ھ میں ہوئی ابتدائی تعلیم سہارن پور اور پھر ضیاء العلوم۔ و قرآت الفرقان کانپور میں ہوئی آپکو اپنے چچازاد بھائی شیخ القراء حافظ عنایت اللہ صاحب سے جن کا ذکر فقرہ ۱۵۴۲ میں ہوچکا ہے تلمذ رہا کانپور میں شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد کے شاگرد رہے۔ ۱۳۳۶ھ میں کانپور سے تعلیم کی تکمیل کی بعد ازاں سبعہ قرات بھی سیکھتے رہے۔ اس کے بعد مئو آکر مدرسہ فیض عام میں تجوید و قراءت کا درس جاری کیا۔ آٹھ سال مدرسہ عالیہ دار العلوم مئو میں بھی شیخ التجوید رہے۔ آپ پھر مدرسہ فیض العلوم میں کام کر رہے ہیں ادائی پر قادر۔ پختہ عربی لہجہ ہے۔ آپ کے شاگردوں میں قابل ذکر یہہ ہیں: (۱) قاری حافظ عبدالسبحان (۲) قاری عبدالجبار (۳) قاری حافظ عبدالستار جو بہت خوش الحان اور ادائی پر قدرت رکھتے ہیں۔

قاری حافظ ظہیر الدین | ف ۱۳۴۷ وطن مئو۔ والد کا نام قاری حافظ عنایت اللہ۔ ولادت ۱۳۳۲ھ ہے۔ ابتدائی تعلیم کانپور کے قرات الفرقان میں ہوئی حفظ پورا کیا والد ہی سے ابتداءً ایک روایت کی اور پھر ۱۳۵۵ھ میں قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ مدرسہ محمدیہ مئو میں تجوید و قرات کا درس دیتے ہیں۔

قاری حافظ ظہیر الدین دوم مبارک پوری | ف ۱۳۴۸ وطن مبارک پور۔ ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ تلمیذ قاری ریاست علی۔ ابتدائی تعلیم دار العلوم مئو میں ہوئی۔ پندرہ سال سے مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور میں شیخ التجوید ہیں۔

ف ۱۳۴۹ مبارک پور میں دیگر قابل ذکر قراء قاری محمد یحییٰ مبارک پوری۔ قاری حافظ عصمت اللہ مبارک پوری۔ قاری حافظ عبدالمجید مبارک پوری۔ قاری محمد شفیع مبارک پوری ہیں۔ یہہ سب مدارس میں شیخ التجوید ہیں اور اچھا کام کر رہے ہیں۔

قاری حافظ عبدالحمید بنارسی | ف ۱۳۵۰ وطن بنارس۔ والد کا نام حافظ محمد عمر ابن حافظ جمن

ولادت ۱۳۲۷ھ کی ہے۔ مدن پورے میں قاری حمید الدین سنبھلی سے بروایت حفص تجوید سیکھی۔ مولوی کا درس والد محمد عمر سے پورا کیا۔ حفظ کی تکمیل بھی والد ہی سے کی۔ مدرسہ مظہر العلوم میں بیس سال سے تجوید کا درس دیتے ہیں۔

قاری حمید الدین سنبھلی

ف ۱۳۵۱ مولد سنبھل۔ ولادت ۱۳۰۷ھ۔ قاری محمد عبد اللہ تھانوی ثم مراد آبادی اور پھر قاری ضیاء الدین احمد سے قرات عشرہ کی تکمیل کی۔ مختلف مدارس و مقامات پر درس و تدریس میں مصروف رہے۔ کئی سال مدن پورہ۔ بنارس میں قیام کیا اور یہاں کئی قاری بنائے۔ فی الوقت مراد آباد میں مقیم ہیں۔

قاری حافظ محمد اسحاق نابینا بنارسی

ف ۱۳۵۲ وطن بنارس۔ ولادت ۱۳۲۷ھ الہ آباد جاکر قاری ضیاء الدین احمد صاحب سے تجوید سیکھی۔ مظہر العلوم بنارس میں کئی سال سے تجوید کا درس دیتے ہیں۔

قاری ضیاء البشیر بنارسی

ف ۱۳۵۳ ضیاء البشیر آپ کا تاریخی نام ہے۔ والد کا نام حافظ عبد الغفار۔ ولادت ۱۳۵۵ھ عمر ۲۲ سال۔ قاری عبد الرشید بنارسی سے بروایت حفص تجوید سیکھ کر دو سال قبل ۱۳۷۵ھ میں سند حاصل کی۔ تاگا بٹنے کا کارخانہ قائم کیا ہے۔ جس کے آپ مالک ہیں۔ کام کے ساتھ ساتھ تجوید کی مشق بھی جاری رہتی ہے۔ خوش گلو ہونے کے علاوہ قدرتاً آواز صاف پائی ہے۔ مجھے اونکے استاد کارخانے میں لے گئے۔ اور تعارف کراتے ہوئے کہا کہ یہہ آپ سے قرارت سننا چاہتے ہیں۔ قاری صاحب نے برقی قوت بند کردی جس سے تمام مشین بند ہوگئے۔ میں نے مشین جاری رکھنے پر اصرار کیا مگر نہ مانا۔ پورے اطمینان سے ایک رکوع سنایا۔ پھر برقی قوت جاری کردی۔ مشینین چلنے لگ گئیں۔ مجھے خوشی ہوئی کہ "دست بہ کار اور دل بہ یار" کی مثالیں اب بھی مفقود نہیں ہیں۔

قاری عبد الرشید بنارسی

ف ۱۳۵۴ وطن بنارس۔ والد کا نام عبد الرحمن۔ ولادت ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔ قاری محمد شفیع اعظمی سے بروایت حفص ۱۳۵۷ھ میں تجوید کی تکمیل کی۔ بیس سال سے فرصت کے اوقات میں درس تجوید دے رہے ہیں۔ دن بھر کپڑا بنتے ہیں اور رات میں درس و تدریس کا کام انجام دیتے ہیں۔ اگر دن میں بعض شاگرد آگئے تو کپڑا بنتے بنتے بھی درس جاری ہوجاتا ہے۔ دل بہ یار و دست بہ کار کی یہہ دوسری مثال تھی جو میں نے بنارس میں دیکھی۔ آپ اپنے شاگردوں کو بڑی شفقت سے سکھلاتے ہیں اور سیکھنے کی اہمیت بھی واضح کرتے جاتے ہیں تاکہ کام کے ساتھ کلام اللہ سے وابستگی بھی پوری طرح قائم رہے۔

(ب) آپ کے خاص شاگردوں کے نام یہہ ہیں: (۱) قاری ضیاء البشیر جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۳۵۳ میں کیا گیا۔ (۲) قاری محمد الیاس ساکن مدن پورہ (۳) قاری مولوی سعید الرحمٰن جو فی الوقت ضلع ندیہ میں ہیں (۴) قاری مولوی رمضان علی جو ضلع مالدہ میں ہیں۔ ان کے علاوہ فی الوقت جو زیر تعلیم ہیں اونکی تعداد بھی خاصی ہے

(ج) جب میں آپ سے ملنے گیا تو آپ کپڑا بن رہے تھے۔ میں تنہا اور بلا تعارف گیا تھا۔ مگر جب میں نے قرآن سننے کی خواہش ظاہر کی تو یہہ آپ کی خوش اخلاقی تھی کہ آپ فوراً اپنی بیٹھک سے نکل آئے اور اوسی وقت ایک رکوع سنایا۔ بہت اچھی ادائی ہے۔ آواز پر قدرت رکھتے ہیں۔ مخارج وصفات بہت صاف ہیں رکوع سناکر پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسے ولیوں کی زیارت سے مشرف فرمایا سادگی میں علو ہمتی۔ گدڑی میں لعل بہت شاذ دکھلائی دیتے ہیں اور بادی النظر میں اون کی وقعت بھی نہیں ہوتی۔

قاری محمد عثمان بنارسی

ف ۱۳۵۵ وطن بنارس۔ والد کا نام محمد یعقوب۔ ولادت ۱۳۴۵ھ قاری محمد شفیع صاحب اعظمی سے تجوید بروایت حفص ۱۳۵۹ھ میں سیکھی اوسکے بعد درس تجوید جاری کیا۔ آجکل مدرسہ حمیدیہ بنارس میں درس دے رہے ہیں۔

قاری محمد ابراھیم بنارسی

ف ۱۳۵۶ وطن بنارس۔ والد کا نام مولوی نور الحق۔ ولادت ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ قاری حمید الدین سنبھلی سے بروایت حفص ۱۳۴۰ھ میں تجوید سے قرآن ختم کیا۔ درس وتدریس میں مصروف ہیں۔ قرآن مجید کے نسخوں اور دوسری کتابوں کی دوکان چلاتے ہیں دوکان لب سڑک ہے جہاں لوگوں کی آمد ورفت بہ کثرت ہے۔ میں دوکان ہی پر جاکر ملا۔ مجھے تکلف ہو رہا تھا کہ یہاں رکوع سنانے کے لئے کیسے کہا جائے۔ بالآخر دبی زبان سے کہا کہ اگر مناسب خیال کریں تو کچھ قرآن پاک سنادیں۔ دوکان ہی پر بیٹھے ہوئے کڑک کر ایک رکوع سنادیا۔ آنے جانے والے سب ہی سنتے رہے۔ یہہ ایمانی جوش اور قرآن مجید سے شغف کا ثبوت ہے جو بہت قابل قدر ہے۔ خوش گلو ہیں مولانا محمد یوسف صاحب کے لہجہ میں پڑھتے ہیں جو نشرگاہ دہلی سے قرات نشر کرتے تھے۔ حسینی لہجہ۔ بڑی مصری منجھلی مصری۔ حجازی۔ مایا لحون کے جاننے والے ہیں۔

قاری احمد سعید بنارسی

ف ۱۳۵۷ وطن بنارس۔ ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ تلمیذ قاری حافظ ضیاء الدین احمد صاحب کے ہیں۔ مدرسہ رحمانیہ بنارس میں شیخ التجوید ہیں۔

ف ۱۳۵۸ بنارس کے قراء ختم کرنے کے بعد اب ہم جونپور کے قاریوں کا ذکر کریں گے۔ جونپور میں شیخ القراء مولانا کرامت علی صاحب کے خاندان کے اکثر و بیشتر افراد سے ملاقات ہوئی اور اون سبھی سے ان حالات کا علم ہوا

قاری مولانا حافظ محمد محمود احمد جونپوری | ف ۱۳۵۹ مولد جونپور۔ والد کا نام مولانا حافظ محمد عبدالرب ابن مولانا قاری محمد محمود ابن قاری مولانا کرامت علی ولادت ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔ تبلیغی دوروں پر بنگال جاتے رہتے ہیں۔ تجوید اپنے ماموں مولانا ابوالبشر سے سیکھی۔ پردرد آواز میں تلاوت کرتے ہیں۔

قاری عبدالرحیم | ف ۱۳۶۰ وطن جونپور۔ ولادت ۱۲۸۷ھ میں۔ مولانا عبدالقادر جونپوری کے شاگرد۔ مولانا عبدالقادر کی وفات ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو فقرہ (۲۸۳) قاری عبدالرحیم بہ مقام پورنیہ درس و تدریس میں مصروف ہیں۔

قاری فخر الاسلام جونپوری | ف ۱۳۶۱ وطن جونپور۔ والد کا نام عبدالسلام جونپوری ولادت ۱۳۵۰ھ میں ہوئی تجوید کی تکمیل قاری بشیر احمد تلمیذ قاری محمد نذر صاحب لکھنوی سے کی۔ جوان صالح ہیں۔ اچھا پڑھتے ہیں۔

ف ۱۳۶۲ قرائے جونپور کے بعد ہم قرائے الہ آباد کا ذکر کرینگے۔ انمیں سے اکثر کا ذکر تو شیخ القراء عبدالرحمن مکی اور اونکے شاگردوں کے تحت آچکا ہے۔ بقیہ کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

قاری حافظ رجب علی الہ آبادی | ف ۱۳۶۳ وطن الہ آباد۔ والد کا نام عبدالغفور۔ ولادت ۱۳۱۵ھ میں ہوئی۔ قاری عبدالرحمن مکی کے شاگرد ہیں اونکو ایک روایت سے قرآن سنایا۔ پھر قاری ضیاء الدین احمد سے سبعہ قرات کی تکمیل کی۔ مدرسہ عالیہ مصباح العلوم سبزی منڈی میں ۴۵ سال سے حفظ کرایا کرتے ہیں۔ جید حافظ ہیں۔ یاد بہت اچھی ہے۔ حدر سے بہت صاف پڑھتے ہیں۔

(ب) ماہ رمضان میں قرآن پاک کے عموماً گیارہ ختم کرتے ہیں۔ چاندرات کو چونکہ مصلی تازہ دم ہوتے ہیں اس لئے بیس پارے سنا دیتے ہیں۔ دوسرے روز دس پارے سناکر قرآن شریف ختم کر دیتے ہیں تیسرے روز سے دس دس پارے سناکر ہر تیسرے روز ختم کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید کا ایک دور شبینہ میں سناتے ہیں۔ نلے والی مسجد میں آپ کی تراویح ہوتی ہے۔ بڑی بابرکت ہستی ہے۔ الہ آباد میں آپ سے بڑا فیض جاری ہے۔ میں آپ سے ملا ہوں اور دو روز آپ کی اقتداء میں نماز بھی پڑھی ہے۔ جو لوگ جلد ہی قرآن مجید ختم کر دینا چاہتے ہیں وہ ابتدائی تاریخوں میں کثرت سے شریک ہو جاتے ہیں۔

قاری شاہ محمد عمر تھانوی مکی | ف ۱۳۶۴ مولد مکہ معظمہ۔ والد کا نام حمداللہ۔ والد کا وطن تھانہ بھون ولادت ۱۳۲۱ھ۔ قاری حمزہ یمنی سے مکہ معظمہ ہی میں تجوید سیکھی

بروایت حفص قرآن مجید ختم کیا۔ قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی سے بھی تلمذ تھا۔ دیگر علوم اپنے ماموں سے عدن میں حاصل کئے۔ ہندستان آکر الہ آباد میں قیام کیا۔ شیخ القراء ضیاء الدین احمد سے اور پھر قاری محب الدین صاحب سے شاطبی کی تکرار کی۔ راندھیر کے مدرسے میں سات سال تجوید سکھلاتے رہے اب خان جہاں پور میں اتالیق ہیں

قاری حافظ محب الدین صدیقی ف ١٣٦٥ آپ کے حالات قبل ازین فقرہ ١٢٣١ میں درج کئے جا چکے ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست لمبی ہے۔ ممتاز شاگرد یہ ہیں (١) مقری محمد حسین ساکن مالیگاؤن (٢) قاری احمد ضیاء فرزند اکبر جو عشرہ کے قاری ہیں۔ خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ فی الوقت مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں شیخ التجوید ہیں (٣) قاری ظہیر الدین مدرس مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور (٤) قاری محمد یحیٰی شیخ التجوید مدرسہ اشرفیہ مبارک پور (٥) قاری عبد المسجود جبل پوری (٦) قاری نظام الدین صاحب بلیاوی (٧) قاری محمد شفیع مبارک پوری (٨) قاری عبد الکریم قریشی امبالوی فاضل امینیہ دہلی ناظم مدرسہ عربیہ تجوید القرآن مسجد چاہ ملیان والی گجرانوالہ (٩) قاری دل محمد سیالکوٹی (١٠) قاری محمد اسلام سیالکوٹی (١١) قاری عبد الحفیظ پیلی بھیتی (١٢) قاری نوشاہ علی پیلی بھیتی (١٣) قاری علی حسن مدرس انجمن معین الاسلام دار العلوم شہر بستی (ایم پی) (١٤) قاری عبد الحی مدرس مدرسہ حمایت الاسلام کلکتہ (قاری ظہیر الدین کے شاگرد ہیں) (١٥) قاری محمد حامد فقیہہ قاری عشرہ۔

قاری محبوب علی الہ آبادی ف ١٣٦٦ وطن الہ آباد۔ متبنّٰی قاری عبد الرحمن مکی۔ ولادت ١٣٢٢ھ میں ہوئی۔ تجوید بروایت حفص قاری عبد المعبود سے لکھنو میں سیکھی قرات سبعہ شیخ القراء ضیاء الدین احمد سے اور قرات عشرہ قاری عبد الرحمٰن مکی سے سیکھیں۔ شاگردوں کے آخری جماعت میں جنھوں نے شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی سے استفادہ کیا اونمیں قاری محبوب علی اور قاری محب الدین احمد تھے۔

(ب) قاری محبوب علی کو شیخ القراء عبد الرحمن مکی نے اپنا کل اثاثہ اور کتب خانہ حوالے کر دیا تھا۔ حالیہ انقلابات میں قاری محبوب علی پاکستان چلے گئے۔ فی الوقت وہ گولڑہ شریف میں مقیم ہیں۔

قاری حافظ عبد اللطیف الہ آبادی ف ١٣٦٧ وطن الہ آباد۔ والد کا نام حاجی خدا بخش۔ ولادت ١٣٠٦ھ کم عمری میں والدین کا سایہ اٹھ گیا۔ بھائی کی سرپرستی میں پڑھتے رہے۔ حفظ کی تکمیل احیاء العلوم میں حافظ خیرات محمد سے کی۔ تجوید میں پہلے بروایت حفص اوسکے بعد سبعہ اور پھر عشرہ قرات کی تکمیل قاری ضیاء الدین احمد صاحب سے اور پھر شیخ القراء عبد الرحمن مکی سے کی آپکے ہم درس قاری عبد المالک اور قاری محمد نذر تھے۔ اب جنرل مرچنٹ کی حیثیت سے تجارت کرتے ہیں

میں ان سے ملاہوں اور ان کی قراءت بھی سنی ہے۔

ف ۱۳۶۸ **قاری محمد سراج الحق پروفیسر فارسی الہ آباد یونیورسٹی** وطن مچھلی شہر ضلع جونپور۔ والد کا نام حافظ فضل حق جو قاری عبد الرحمٰن کے شاگرد و ہم صحبت تھے ولادت ۱۳۱۹ھ میں ہوئی۔ گورنمنٹ کالج الہ آباد میں عربی کے پروفیسر رہے۔ قاری عبد الرحمٰن سے ایک روایتی تجوید ۱۳۴۴ھ میں سیکھی۔ ۱۳۷۲ھ میں پنشن لی۔ قاری عبد الرحمٰن کے حالات وواقعات سے بخوبی واقف ہیں ایک دلچسپ واقعہ پروفیسر صاحب نے یہہ بیان کیا کہ ۱۳۴۳ھ میں قراءت کا ایک جلسہ مولوی غلام مجتبیٰ جعفری نے اپنے گھر میں منعقد کیا۔ اہل شہر بڑی تعداد میں جمع تھے۔ اوس وقت اتفاق سے قاری ابراہیم رشید اور قاری عبد الرحمٰن دونوں جلسہ میں موجود تھے۔ پہلے قاری ابراہیم رشید نے ایک رکوع سنایا۔ اوسکے بعد قاری عبد الرحمٰن سے درخواست کی گئی۔ آپ کی بے نفسی کا یہہ عالم تھا کہ مسابقت کے تصور کے بغیر سادگی کے ساتھ قراءت سنائی مگر عام سامعین یہہ اثر لے گئے کہ قاری ابراہیم رشید ہی للکار کر خوب پڑھے۔

ف ۱۳۶۹ **محمد سلیمان سورتی** وطن سورت۔ قراءت سیکھنے کی خاطر الہ آباد آکر قاری عبد الرحمٰن مکی کی خدمت میں لگ گئے۔ تقریباً سات سال تک قیام کرکے عشرہ کی تکمیل کی۔ وہ بھی حضرت عبد الرحمٰن مکی کے حالات سے واقف ہیں۔ بار دولی میں رہتے تھے۔

ف ۱۳۷۰ **حافظ قاری محمد حسین عرف محمد میاں الہ آبادی** وطن الہ آباد۔ والد کا نام ولایت حسین مولانا محمد حسین الہ آبادی کے پوتے ہیں ولادت ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ ایک عرصے تک شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی کی خدمت میں رہکر حفظ و تجوید کی تکمیل کی۔ الہ آباد میں خوش حال زندگی بسر کررہے ہیں۔ جمعیت العلماء شاخ الہ آباد کے صدر ہیں۔

ف ۱۳۷۱ الہ آباد کے قراء کے بعد اب ہم لکھنو کے قراء کا ذکر کرتے ہیں۔ مولانا عین القضاۃ نے تجوید وقراءت سے جس دلچسپی کا اظہار کیا اوسکی وجہ سے لکھنو کا مدرسہ فرقانیہ شمالی ہند کی حد تک تجوید وقراءت کا مرکز بنا رہا۔ اس زمانے میں بھی جتنے قاری وہاں ہیں اور کہیں نہیں پائے جاتے اون میں سے بعض کا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔ بقیہ قراء کے حالات ذیل میں درج ہیں۔

ف ۱۳۷۲ **شیخ القراء حافظ محمد سابق لکھنوی** آپ کے حالات قبل ازیں شیخ القراء عبد الرحمٰن مکی کے شاگردوں کے تحت فقرہ نمبر ۱۲۵۳ میں بیان کئے گئے ہیں

ف ۱۳۷۳ **قاری حافظ محمد الطاف خان نابینا** وطن لکھنو۔ والد کا نام حاجی محمد سلطان خان ولادت ۱۳۴۲ھ۔ ۱۵ سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کی

تجوید ایک روایت سے پہلے قاری عبدالمعبود سے ۱۳۴۱ھ میں سیکھی۔ سبعہ کی مشق بھی کی۔ سنہ ۱۳۵۰ھ سے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں تجوید کا درس دیتے ہیں۔ فہیم و ذکی۔ ادائی پر قدرت رکھنے والے خوش الحان قاری ہیں۔ شاگردوں میں ممتاز نام یہہ ہیں:۔ (۱) قاری محمد سلطان احمد برمی (۲) قاری نورالدین لکھنوی (۳) قاری محمد خالد لکھنوی۔

قاری حافظ عبدالرحیم نابینا

ف ۱۳۷۴ وطن قصبۂ ڈھینکلی۔ گڑگاؤں۔ میوات۔ والد کا نام شیخ کلو ولادت سنہ ۱۳۵۲ھ میں ہوی۔ ایک روایت سے قاری محمد سابق کو سنایا سبعہ کی تکمیل قاری محمد سلیمان دہلوی سے کی۔ پانچ سال دہلی میں قیام رہا۔ سنہ ۱۳۷۶ھ سے مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں کام کررہے ہیں۔ ذہین و فہیم بہت جوشیلے نوجوان ہیں۔

قاری محمد اسلم لکھنوی

ف ۱۳۷۵ وطن لکھنو۔ والد کا نام واجد علی۔ ولادت سنہ ۱۳۳۱ھ میں ہوئی۔ پہلے قاری محمد نذر صاحب سے ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ پھر قاری عبدالمالک کو بروایت حفص سنایا۔ پھر قاری عبدالرحمن مکی کو سنایا۔ مدرسہ فرقانیہ میں ۲۵ سال تک تجوید کا درس دیا مگراب چوپٹیاں محبوب گنج میں کرانے کی دوکان کرتے ہیں۔ میں نے اونکی دوکان ہی پراون سے ایک رکوع سنا تھا۔ جھوائین ٹولہ۔ محبوب گنج میں قاری عبدالرحمن صاحب مکی کی قبر مجھے ساتھ لیجاکر دکھلایا۔

قاری حافظ عبدالمعبود ناروی

ف ۱۳۷۶ وطن نارہ۔ والد کا نام منشی عبدالرزاق۔ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد کے چھوٹے بھائی۔ ولادت سنہ ۱۳۰۷ھ۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد میں ہوئی۔ قاری عبدالرحمن مکی سے پہلے بروایت حفص اور پھر سبعہ و عشرہ کی تکمیل کی۔ اپنے بڑے بھائی شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد سے بھی استفادہ کیا ہے۔ تکمیل علم کی خاطر امروہہ چلے گئے۔ پھر سہارن پور میں پڑھتے اور پڑھاتے رہے اوسکے بعد الہ آباد آکر سبعہ کی تکمیل کی۔ عشرہ کی سند مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں قاری عبدالرحمن مکی سے حاصل کی۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں چالیس سال تک تجوید و قرات کا درس دیا۔ سنہ ۱۳۷۰ھ سے مدرسہ تجوید القرآن محلہ دریائی ٹولہ لکھنؤ میں درس دیرہے ہیں آپکی ہستی بڑی بابرکت ہے۔ قدیم اساتذہ کو دیکھے ہوئے ہیں۔ ادائی بہت عمدہ اور صاف ہے لہجہ جماہوا۔ حجازی لحن میں پڑھتے ہیں۔ مجھ سے کانپور میں ملاقات ہوئی۔ بڑی خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ ایک رکوع بھی سنایا۔ شاگردوں میں ممتاز یہہ ہیں:۔

(۱) قاری حافظ احتشام علی کانپوری؛ (۲) قاری اظہر حسن (۳) قاری نورالحق لکھنوی (۴) قاری حبیب الرحمن لکھنوی (۵) قاری محمد الطاف لکھنوی (۶) ڈاکٹر عطاء الرحمن فرزند (۷) قاری حافظ عبدالمنان کوبوٹولہ کلکتہ۔ سبعہ و عشرہ قرات کے شاگرد ستر ہوں گے۔ اور ایک روایت کے تقریباً ایک سو پچاس فارغ التحصیل جبسے مدرسہ تجوید القرآن میں آئے ہیں یہاں بھی پچاس ساٹھ ایک روایت سے فارغ ہوئے۔

قاری ودود الحی لکھنوی | ف ۱۳۷۷ آپ کے حالات — بمبئی کے قراء میں ملاحظہ ہوں۔

قاری عبدالھادی لکھنوی | ف ۱۳۷۸ مولد مکہ معظمہ۔ لکھنو میں ایک عرصہ سے اقامت اختیار کی۔ معلم الحجاج ہیں۔ ایک روایت سے تجوید سیکھی ہے۔ مدرسہ النبات سرائے میر لکھنو میں مدرس ہیں۔

ف ۱۳۷۹ لکھنو کے ممتاز قراء کا ذکر کرنے کے بعد اب ہم کانپور کے قراء کا ذکر کرتے ہیں۔ شہر کانپور ایک عرصہ سے علوم دینیہ کی خدمت کر رہا ہے۔ یہاں کے مخیر تاجروں نے ہمیشہ علماء و قراء کی سرپرستی کی ہے قاری عبدالرحمٰن مکی پہلے کانپور میں آکر غلام حسین کے پاس ٹھہرے۔ مولانا احمد حسین بھی کانپور ہی میں تھے جو تاجروں میں بہت بڑا اثر رکھتے تھے۔ اونکے لڑکے مولانا نثار احمد بھی کانپور ہی میں تھے۔ غرض علماء و تجار کے تعاون عمل سے کانپور میں چار پانچ بڑے دینی مدرسے چل رہے ہیں اور ہر مدرسے میں اچھے قراء موجود ہیں۔ مدرسہ جامع العلوم سب سے قدیم درس گاہ ہے۔

شیخ القراء اسمٰعیل احمد کانپوری | ف ۱۳۸۰ وطن کانپور۔ والد کا نام حاجی عبدالصمد ولادت ۱۳۲۰ھ ابتدائی تعلیم مدرسہ جامع العلوم کانپور میں ہوئی۔ بعد ازاں مدرسہ قراءۃ القرآن کانپور میں شیخ القراء عنایت اللہ صاحب اعظمی سے بروایت حفص ۱۳۴۳ھ میں تجوید کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں ۱۳۵۳ھ میں قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۶۸ھ سے جامع العلوم میں تعلیم دے رہے ہیں۔ ادائی پر قدرت ہے۔ ذہین و فطین ہیں۔ قراء کے متعلق بڑی معلومات رکھتے ہیں۔

(ب) آپکے شاگردوں میں ممتاز یہہ ہیں۔ (۱) قاری شفقت علی (۲) قاری عبدالخالق (۳) قاری عبدالحی (۴) قاری حافظ محمد احمد (۵) قاری عبدالقادر سلہٹی (۶) قاری مولوی محمد عثمان (۷) قاری حافظ مولوی عبدالعزیز (۸) قاری مولانا ظفر الدین احمد۔

(ج) قاری صاحب کے پاس قرآن مجید کا ایک نسخہ ہے جو ۱۳۱۳ھ میں مطبع فیض عام مظفر آباد سے قاری عبدالعلیم فرزند قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کے زیر اہتمام طبع ہوا۔ اس پر سبعہ کا حاشیہ موجود ہے۔ ابتدائی صفحات میں مجملاً قواعد بھی مندرج ہیں۔ طباعت سے پہلے مسودہ کو قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے دیکھا تھا۔

(۲) قرآن شریف کا دوسرا نسخہ آپ کے پاس ہے جو ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ میں سادھوڑے سے شائع ہوا جس کو قاری محمود حسن سہارنپوری نے طبع کرایا تھا۔ اس پر قاری عبدالرحمن مکی کی تقریظ ہے اس کی ابتدا میں سبعہ کے قواعد درج ہیں۔ بین السطور مولوی اشرف علی صاحب کا ترجمہ ہے۔ حاشیے پر اختلافات سبعہ واضح طور

سے درج کئے گئے ہیں۔

شیخ القراء حافظ عنایت اللہ اعظمی | ف ۱۳۸۱ آپ نے کانپور کے مدارس میں کام کیا ہے اور بہت سے شاگرد چھوڑے ہیں۔ تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۱۱۵۳ میں درج ہیں۔

قاری مولوی خلیل الرحمٰن | ف ۱۳۸۲ مئو کے قراء میں فقرہ (۱۳۲۶) میں آپ کا ذکر آچکا ہے۔

قاری حافظ ضمیر الدین | ف ۱۳۸۳ شیخ القراء حافظ عنایت اللہ سے آپ کو قرابت حاصل تھی ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ مدرسہ قراءۃ الفرقان سے ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ پھر قاری عنایت اللہ صاحب سے سبعہ قرات کی تکمیل کی۔ حلیم مسلم انٹر کالج میں تجوید و قرات کا درس دیتے رہے۔ اب اعظم گڑھ چلے گئے۔ جہاں تجارت کرتے ہیں۔

قاری حافظ حکیم محمود علی | ف ۱۳۸۴ وطن کانپور۔ والد کا نام منشی حاجی فتح علی۔ ولادت ۱۳۳۰ھ میں ہوئی۔ مدرسہ قراءۃ الفرقان کانپور سے حفظ کی تکمیل کی۔ قاری عنایت اللہ صاحب سے پہلے ایک روایت سے اور پھر سبعہ کی سند حاصل کی۔ لکھنؤ سے طب کی سند لی عرصے تک کانپور میں مطب کرتے رہے۔ اب پاکستان جاکر کراچی میں مطب قائم کیا ہے۔

قاری حافظ ضیاء الدین | ف ۱۳۸۵ وطن قصبۂ فتح پوری۔ اعظم گڑھ۔ ولادت ۱۳۲۰ھ میں ہوئی قاری عنایت اللہ صاحب سے پہلے تجوید بروایت حفص اور پھر قرات سبعہ کی تکمیل کی۔

قاری حافظ ظہور احمد | ف ۱۳۸۶ وطن کانپور۔ ولادت ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ قاری عنایت اللہ صاحب سے پہلے بروایت حفص اور پھر قرات سبعہ سیکھیں۔

قاری محمد عبداللہ | ف ۱۳۸۷ وطن کانپور۔ ولادت ۱۳۲۰ھ میں ہوئی۔ قاری عنایت اللہ صاحب سے پہلے بروایت حفص تجوید سیکھی۔

قاری حافظ مظفر الدین شاہ آبادی | ف ۱۳۸۸ ضلع ہردوئی کے رہنے والے۔ ولادت ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ پہلے تجوید بروایت حفص بعد ازاں سبعہ قرات قاری عنایت اللہ صاحب سے سیکھیں۔ اب ہردوئی کی مسجد میں امام ہیں۔

قاری محمد نصیر بیگ لکھنوی | ف ۱۳۸۹ وطن لکھنؤ۔ والد کا نام حاجی محمد بشیر بیگ صاحب

ولادت ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ ۳۲ سال سے کانپور میں ہیں۔ تعلیم کانپور ہی میں حاصل کی۔ مدرسہ جامع العلوم میں قاری جمیل احمد صاحب سے ۱۳۵۷ھ میں تجوید سیکھی۔ ۱۰ سال سے درس و تدریس کا کام انجام دیتے ہیں۔

ف ۱۳۹۰ — قاری ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عرف قاری عبدالودود | وطن لکھنو۔ والد کا نام قاری عبدالمعبود ولادت ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنو کے فارغ التحصیل ہیں۔ ڈاکٹری کی سند مڈیکل کالج لکھنو سے حاصل کرکے اب کانپور میں خانگی مطب کرتے ہیں بروایت حفص تجوید سیکھی ہے۔ اپنے والد ہی سے تلمذ رہا ہے۔

ف ۱۳۹۱ — قاری حافظ سلطان احمد نابینا | وطن کانپور۔ والد کا نام منشی نیاز احمد۔ ولادت ۱۳۲۷ھ میں ہوئی۔ مدرسہ جامع العلوم میں تعلیم پائی۔ ۱۳۵۲ھ میں حفظ و تجوید کی بروایت حفص تکمیل کی۔ قاری عصام الدین ناردی استاد تھے۔ اوسوقت سے لیکر اب تک مدرسہ ضیاء الاسلام کانپور میں تجوید کا درس دیتے ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں۔ جہیر الصوت۔ ادائی پر قادر تحقیق و خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ انکے شاگرد بہ کثرت ہیں۔

ف ۱۳۹۲ — قاری حافظ عرفان احمد | وطن کانپور۔ والد کا نام قاری حافظ سلطان احمد۔ ولادت ۱۳۶۱ھ میں ہوئی۔ والد سے حفظ و قرارت کی بروایت حفص تکمیل کی جوان صالح۔ مطیع و اطاعت گذار ہیں۔ میں نے اونکے والد کے بعد انکی قراوت بھی سنی ہے اچھا پڑھتے ہیں

ف ۱۳۹۳ — قاری حافظ ولی اللہ | وطن کانپور۔ والد کا نام قاری حافظ محمد عبداللہ سابق امام جامع مسجد کانپور۔ جن کا ذکر فقرہ نمبر (۱۰۰۸) میں درج ہے۔ قاری ولی اللہ کی پیدائش ۱۳۰۱ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ جامع العلوم کانپور میں اپنے والد سے پائی۔ حفظ کی تکمیل بھی ان ہی کی نگرانی میں ہوئی۔ مولانا حاجی قاری جلال الدین سے ۱۳۱۹ھ میں بروایت حفص تجوید سیکھی ۱۳۲۲ھ سے تجوید و حفظ کا درس دیتے ہیں۔ بیحد خوش مزاج۔ شگفتہ رو۔ فہیم و ذکی ہیں۔ ادائی پر قادر ہیں۔ تحقیق اچھی ہے۔ میں آپ سے کانپور میں ملا ہوں۔ آپ سے قرارت بھی سنی ہے۔

ف ۱۳۹۴ — قاری حافظ عبدالستار نابینا | وطن کانپور۔ والد کا نام ماسٹر چھدو۔ ولادت ۱۳۳۵ھ کی ہے۔ حفظ کے ساتھ ساتھ بروایت حفص تجوید کی تکمیل قاری ولی اللہ صاحب سے کی۔ مدرسہ جامع العلوم میں مدرس ہیں۔ آواز بلند اور دلکش ہے تحقیق اچھی ہے میں نے ان کی قراوت سنی ہے۔

ف ۱۳۹۵ — قاری حافظ محمد صدیق کانپوری | وطن کانپور۔ والد کا نام حافظ عبدالکریم

ولادت ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ مدرسہ فیض عام میں ابتدائی تعلیم پائی۔ دوجانہ ریاست میں قاری سید حسن صاحب کے ساتھ آٹھ سال تک رہے۔ ۱۶ سال کی عمر میں یعنے ۱۳۱۳ھ میں وطن واپس آئے۔ پہلے بروایت حفص اور پھر سبعہ قرأت سیکھیں۔ ۱۳۱۳ھ میں شادی ہوئی۔ کچھ عرصے تک تجارت کرتے رہے۔ لیکن گذشتہ ۳۵ سال سے تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہے۔ چار سال سے بوجہ معذوری چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہے۔ لوگ بزرگ مانتے ہیں اور مکان پر ملنے آیا کرتے ہیں۔ ۱۳۷۰ھ میں مجھے بھی حضرت سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ایک روایت سے اچھا پڑھتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے مرید ہیں۔ اونکی کرامتوں کے قصے بیان کرتے رہے۔ اس وقت عمر ۸۲ سال کی ہے۔

قاری حافظ محمد عتیق

ف ۱۳۹۶ وطن کانپور۔ والد کا نام قاری حافظ محمد صدیق جن کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ لکھیناں بازار میں قیام ہے۔ ولادت ۱۳۲۷ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ مسجد چوک میں پائی۔ قاری عبدالرحیم صاحب امروہی سے حفظ و قرارت کی تکمیل مدرسہ جامع العلوم میں کی۔ اب سات سال سے مدرسہ انوار القرآن میں مدرسی کر رہے ہیں۔ کچھ روز سفری ایجنٹ بھی رہے۔

قاری شفقت علی

ف ۱۳۹۷ وطن ملیح آباد۔ ضلع لکھنو۔ والد کا نام سلامت علی۔ ولادت ۱۳۴۱ھ درسیات و دینیات کی تکمیل مدرسہ جامع العلوم جامع مسجد کانپور سے کی۔ حضرت حفص کی روایت میں تجوید کی تعلیم قاری مظفر الدین شاہ آبادی سے پائی۔ تکمیل قاری جمیل احمد صاحب سے کی۔ ۱۳۵۸ھ میں سند لی۔ اٹھارہ سال سے مسجد صوبہ دار میں امامت کرتے ہیں۔ نیز آٹھ سال سے مدرسہ جامع العلوم میں دینیات کی تعلیم دے رہے ہیں۔ تین سال سے پکے چمڑے کی تجارت بھی کرتے ہیں خوش الحان ہیں۔ مخارج و صفات اچھے ہیں۔ میں نے اونکی قرأت سنی ہے۔

قاری حافظ امداد احمد

ف ۱۳۹۸ وطن کانپور۔ والد کا نام مولانا قاری مشتاق احمد ابن مولانا احمد حسن مرحوم شارح مثنوی مولانا روم۔ ولادت ۱۳۲۲ھ۔ سات سال کی عمر میں والد کے ساتھ مکہ معظمہ چلے گئے۔ تقریباً ایک سال قیام کرکے واپس آئے۔ دو سال کے بعد پھر جاکر چھ سال تک قیام کیا۔ مدرسہ صولتیہ میں شریک ہوئے۔ تجوید قاری عبداللطیف مکی سے سیکھی۔ تحفۃ الاطفال بھی ان ہی سے پڑھی قاری محمد عبداللہ صاحب سے بھی تجوید سیکھی ہے۔ سولہ سال کی عمر میں واپس ہوئے۔ دو سال کے بعد ۱۸ سال کی عمر میں حج کے لئے جاکر واپس ہوئے۔ ۱۳۵۳ھ میں اپنی کمائی سے حج کیا۔ جملہ دس حج کئے۔ آخری حج ۱۳۷۴ھ میں ہوا۔ درسی کتابیں اپنے والد اور دادا مرحوم کے شاگرد مولانا سلیمان صاحب سے پڑھیں ۱۳۵۴ھ میں تجارت شروع کی جس کا سلسلہ ۱۳۷۴ھ تک جاری رہا۔ تین سال سے بانس منڈی کی

مسجد کے امام ہیں۔ عیدین میں بھی امامت وخطابت کا کام انجام دیتے ہیں۔ ایک روایت سے اچھا پڑھتے ہیں۔ مجھے اپنی عنایت سے ایک رکوع سنایا۔

قاری حافظ احتشام علی | **ف ۱۳۹۹** وطن لکھنو۔ والد کا نام منشی فاضل حسین۔ ولادت ۱۳۳۳ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں ہوئی۔ خوشنویسی بھی سیکھی۔ ۱۳۵۴ھ میں قاری عبدالمعبود الہ آبادی سے تجوید سیکھی وہاں سے مدرسہ مظاہرالعلوم سہارن پور میں چار سال تک تعلیم پاتے رہے۔ ۱۳۵۷ھ میں کانپور آئے دو سال جامع العلوم میں رہے۔ ۱۳۵۹ھ میں سردار میمن سنگھ کی مسجد میں امامت کے لئے مقرر ہوئے اوس وقت سے ابتک اس مسجد کی امامت کرتے ہیں۔

قاری حافظ عبدالستار کانپوری | **ف ۱۴۰۰** آپ کا تفصیلی ذکر فقرہ نمبر (۱۲۰۰) میں ہو چکا ہے۔

قاری محمد یوسف کانپوری | **ف ۱۴۰۱** وطن کانپور۔ والد کا نام مولانا شاہ غلام حسین۔ عمر ۴۶ سال ولادت ۱۳۳۱ھ تاریخی نام ضیاء الرحمٰن۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں ہوئی۔ قاری محمد صدیق میمن سنگھی سے تجوید سیکھی۔ ۱۳۴۱ھ میں بروایت حفص پورا قرآن شریف سنایا۔ والد کی جگہ سجادہ نشین ہوئے کمال خان کے احاطہ میں خانقاہ حسینیہ میں فروکش ہیں۔

قاری محمد یونس کانپوری | **ف ۱۴۰۲** وطن کانپور۔ والد کا نام شاہ غلام حسین صاحب۔ محمد یوسف صاحب کے برادر خورد۔ عمر ۴۵ سال۔ ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام فضل الرحمٰن ابتدائی تعلیم مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں ہوئی۔ تجوید کی تعلیم پہلے قاری محمد صدیق میمن سنگھی سے اور پھر قاری عبدالمالک سے حاصل کی۔ جہیر الصوت ہیں۔ مدرسہ فرقانیہ مصری بازار میں مدرس ہیں۔ خانقاہ حسینیہ سے قریب ایک مسجد کی امامت کرتے ہیں۔

ف ۱۴۰۳ کانپور کے قراء کا ذکر ختم کرنے کے بعد ہم مارہرہ جو ضلع ایٹہ میں ہے اوس کے حفاظ و قراء کا ذکر کرتے ہیں۔ مارہرہ میں خانقاہ برکاتیہ ہے جس کی بدولت مارہرہ علم قرآنی وتصوف کا اچھا مرکز رہا ہے

قاری حافظ ابوالقاسم سید اسمٰعیل حسن | **ف ۱۴۰۴** وطن مارہرہ ضلع ایٹہ۔ ولادت ۱۳ محرم ۱۲۷۲ھ میں ہوئی۔ پہلے میٹرک پاس کیا۔ اوسکے بعد ایک خواب دیکھا جس میں اپنے بزرگوں کو علوم دینی حاصل نہ کرنے پر ناراض پایا۔ فوراً حفظ و قرات کی طرف رجوع ہوئے قاری حافظ عبدالکریم صاحب ساکن اترولی (علیگڈھ) سے حفظ و تجوید کی تکمیل کی۔ ۱۹ سال کی عمر میں حفظ سے فراغت پائی۔ تعلیم و درس میں لگے رہے۔ یکم صفر ۱۳۴۷ھ کو انتقال ہوا۔

قاری حافظ سیّد فقیر عالم مارہروی

ف ۱۴۰۵ وطن مارہرہ۔ ضلع ایٹہ۔ ولادت ۱۳۰۱ھ میں ہوئی۔ اپنے والد پھر قاری حافظ عبدالکریم سے حفظ و قراءت کی تکمیل کی۔ اچھے عالم تھے۔ بڑے محنتی اور جفاکش۔ تعلیم و تعلم میں عمر گذاری۔ ۲۸ رمضان ۱۳۳۰ھ کو انتقال ہوا۔

قاری حافظ سیّد شاہ علی احسن لقب شاہ میاں

ف ۱۴۰۶ وطن مارہرہ۔ لقب شاہ میاں ولادت ۱۲۹۳ھ۔ عالم و فاضل۔ اپنے خسر عبدالجلیل صاحب سے تجوید سیکھی اور حفظ بھی کیا۔ پھر قاری عبدالکریم سے رجوع ہو کر حفظ و قراءت کی تکمیل کی علیگڈھ کالج میں چالیس سال اردو کے پروفیسر رہے۔

(ب) طبیعت میں متانت و سنجیدگی۔ با اخلاق۔ متقی و پرہیزگار تھے۔ کالج کے طلباء پر بڑا اچھا اثر پڑا جامع الکمالات تھے۔ شاعر بھی تھے۔ احسن تخلص کرتے تھے۔ قراءت بھی بالحن پڑھتے تھے اور اشعار بھی گا کر پڑھنے کے سخت مخالف تھے۔ ایک مشاعرہ میں یہہ قطعہ برجستہ کہا تھا ؎

سازندوں کے انداز کہاں سے لاؤں ❊ بجتی ہوئی آواز کہاں سے لاؤں
رکھنا مجھے معاف نونہالان برحسن ❊ بوڑھا ہوں نیا ساز کہاں سے لاؤں

وفات ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں واقع ہوئی۔

قاری حافظ عبدالکریم اترولی

ف ۱۴۰۷ وطن اترولی ضلع علیگڈھ۔ ولادت تقریباً ۱۲۵۰ھ بڑے اچھے حافظ و قاری تھے۔ خاندان برکاتیہ کے فیملی استاد تھے۔ اکثر افراد خاندان خواہ مرد ہوں خواہ عورتیں، سب ہی نے حضرت سے حفظ و تجوید کی تکمیل کی۔ آپ کی بدولت اس خاندان میں بہت سے حافظ و قاری ہوئے۔ وفات تقریباً ۱۳۱۵ھ میں ہوئی۔

قاری حافظ سید مصطفےٰ احسن

ف ۱۴۰۸ وطن مارہرہ۔ ولادت ۱۰ ارشعبان ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔ ماں باپ سے قراءت سیکھی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو قرائے بمبئی۔

قاریہ امت الحی عائشہ

ف ۱۴۰۹ وطن مارہرہ۔ ولادت ۱۳۳۰ھ۔ تجوید کے ساتھ حفظ کی بھی تکمیل کی ہے۔ قرآن شریف سے بیحد شغف رہا ہے۔ خوش الحانی سے پڑھتی ہیں۔ خاندان برکاتیہ کی فرد ہیں۔ لڑکیوں کو قرآن و تجوید سکھلاتی ہیں۔

قاریہ فاطمہ صغرا طاہرہ

ف ۱۴۱۰ وطن مارہرہ۔ ولادت ۱۳۴۱ھ۔ تجوید کے ساتھ حفظ کی تکمیل کی قرآن مجید بہت پڑھتی و پڑھاتی ہیں۔ لڑکیوں کو محنت سے

قرآن شریف ناظرہ پڑھایا کرتی ہیں۔ خاندان برکاتیہ کی ایک فرد ہیں۔

ف ۱۴۱۱ مارہرہ کے قراء کا ذکر کرنے کے بعد اب ہم مصطفےٰ آباد رامپور کے قراء کا ذکر کریں گے یہ شہر فن تجوید و قراءت کا بڑا مرکز رہا ہے۔ یہاں جن بزرگان سلف نے کام کیا اون کا تذکرہ حصہ دوم میں کر دیا گیا ہے اب صرف ان قراء کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس وقت بقید حیات ہیں۔

(ب) رامپور کی اسٹیٹ لائبریری بھی قابل ذکر ہے۔ نوابان رامپور نے اس کتب خانے میں بہت سے نایاب قرآن مجید اور قلمی کتابیں جمع کی تھیں۔ اون میں سے بعض کتابیں تو مرکزی لائبریری دہلی میں منتقل ہوئی ہیں۔ باقی یہاں موجود ہیں۔ اس کتب خانے کے مہتمم امتیاز علی صاحب عرشی بڑے سلیقہ کے آدمی ہیں۔ بے انتہا خلیق اور کتب بین اشخاص کی ہر طرح مدد فرماتے رہتے ہیں۔ میں نے بھی کئی روز تک اس کتب خانے سے استفادہ کیا ہے۔

قاری حافظ حاجی محمد اسمٰعیل مجددی | **ف ۱۴۱۲** مولد رامپور۔ والد کا نام حافظ حاجی شاہ عبداللطیف مجددی۔ ننھیال سے ابوالخیر مجددی ہیں۔ ولادت ۱۳۲۰ھ ہے۔ ۱۳۲۱ھ میں والد کے ساتھ ہجرت کر گئے۔ ۳۵ سال تک حجاز میں رہ کر ۱۳۵۵ھ میں واپس آئے۔ مدرسہ فخریہ میں ابتدائی تعلیم پائی۔ حفظ و تجوید و دیگر علوم کی تحصیل میں اساتذہ ذیل سے استفادہ کیا۔ (۱) قاری محمد اسحاق مہتمم و مدیر مدرسہ فخریہ (۲) قاری محمد حسن شاعر مصری مدنی (۳) شیخ عبدالعزیز مدنی (۴) شیخ محمد حسن مجددی۔ لہجہ بالکل عربی ہے۔ کوئی شخص مشکل سے آپ کو غیر عرب مان سکتا ہے۔ خوش الحان بھی ہیں۔ قرات سبعہ کی تکمیل بھی اسی مدرسہ میں کی۔ اور ۱۳۵۵ھ میں واپس رامپور آئے۔

(ب) اکیس سال سے مدرسہ عالیہ رامپور میں شیخ التجوید کی حیثیت سے کارگذار ہیں۔ مدراس میں آپ کے بہت سے قدر دان ہیں۔ وہاں آپ کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے۔

قاری حافظ ابوالقاسم مجددی | **ف ۱۴۱۳** وطن رامپور۔ والد کا نام مولوی محمد یوسف، ولادت ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔ مدرسہ فخریہ مکہ معظمہ میں شیخ حسن سے حفظ و قراءت کی ۱۳۴۴ھ میں تکمیل کی۔ آجکل رامپور میں مقیم ہیں۔ عربی مادری زبان کی طرح بولتے ہیں۔

قاری عبدالحمید مجددی | **ف ۱۴۱۴** مولد رامپور۔ والد کا نام مولانا شاہ ابوسعید مجددی۔ حافظ قاری محمد اسمٰعیل جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۴۱۲ میں کیا گیا اونکے بھتیجے ہیں۔ ولادت ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ عربی بالکل مادری زبان کی طرح بولتے ہیں۔ حجاز میں ایک زمانہ گذارے۔ بروایت حفص تجوید سیکھی ہے۔ فی الوقت حجازی قونصل خانہ بمبئی میں ملازم ہیں۔

ف ۱۴۱۵ وطن سہارن پور۔ والد کا نام مولوی رحیم الدین
قاری ضیاء الدین آفروز رامپوری
ولادت ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔ شیخ القراء عبدالخالق سہارن پوری سے تلمذ ہے ۶ سال سے رامپور کے مدرسہ عالیہ میں تجوید کا درس دیتے ہیں۔ قاری نور الحسن خطیب جامع مسجد رامپور آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ میں نے ان کی قراءت سنی ہے۔

ف ۱۴۱۶ وطن رامپور۔ والد کا نام سید جمیل حسن۔ ولادت ۱۳۳۲ھ میں
قاری نور الحسن رامپوری
ہوئی۔ قاری ضیاء الدین افروز سے ایک روایت سے تجوید سیکھی ہے۔ رامپور کے جامع مسجد کے امام ہیں۔ میں نے ان کی قراءت سنی ہے۔

ف ۱۴۱۷ وطن رامپور۔ والد کا نام عبدالغفار خاں۔ ولادت
قاری عبدالرحمٰن خان رامپوری
۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔ آپ نے بھی مقری ضیاء الدین افروز سے بہ روایت حفص تجوید سیکھی ہے۔ مقامی محکمۂ بلدیہ میں ملازم ہیں۔ میں نے آپ کی قراءت سنی ہے۔

ف ۱۴۱۸ وطن رامپور۔ والد کا نام عبدالحفیظ خان ولادت
قاری حافظ مولوی عبدالحق رامپوری
۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ تجوید بروایت حفص قاری محمد یوسف دہلوی سے سیکھی ہے جن کی قراءت کسی زمانے میں نشر گاہ دہلی سے نشر ہوا کرتی تھی۔ عبدالحق صاحب آجکل رامپور کی جامع مسجد میں امام دوم ہیں۔ میں نے آپ کی قراءت سنی ہے۔

ف ۱۴۱۹ وطن رامپور۔ والد کا نام نور الدین خان۔ ولادت
قاری حافظ محمد صابر اعمٰی صابری
۱۳۵۴ھ میں ہوئی۔ قاری حافظ عبدالحق کے شاگرد ہیں۔ مدرسہ فرقانیہ میں پانچ سال سے مدرس کی حیثیت سے کام انجام دے رہے ہیں۔

ف ۱۴۲۰ وطن رامپور۔ والد کا نام مرزا حمید اللہ بیگ
قاری حافظ عبدالواحد بیگ نابینا رامپوری
ولادت ۱۳۳۲ھ۔ عمر ۴۵ سال۔ آپ نے اساتذہ ذیل سے استفادہ کیا (۱) قاری محمد نذر نابینا لکھنوی جو ۱۳۵۳ھ میں مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں مدرس تھے۔ (۲) قاری علی محمد سنبھلی جو سبعہ کے بہت اچھے قاری اور شیخ القراء عبدالرحمٰن پانی پتی کے شاگرد تھے (۳) قاری مرزا محمود بیگ جو قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی کے داماد تھے۔ ان سے ۱۳۶۵ھ میں استفادہ کیا۔ (۴) قاری حفظ الرحمٰن پرتاب گڑھی سے ۱۳۶۷ھ میں بہ مقام دیوبند تعلیم پائی۔

(ب) قاری عبدالواحد بیگ صاحب غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ ادائی بہت اچھی۔ مخارج وصفات پر پوری قدرت ہے۔ جہیر الصوت اور ذہین ہیں۔ اپنے اطراف تجوید کا اچھا ماحول بنا رکھا ہے

ایک مدرسہ بھی قائم کیا ہے جس میں دن بھر تجوید کا درس ہوتا رہتا ہے۔ میں قاری صاحب سے ملا ہوں آپ نے میری خاطر ایک تجوید کا جلسہ کر کے اپنے تمام شاگردوں کو سنایا۔ آپ کے شاگردوں میں قابل ذکر یہ ہیں (۱) قاری احمد الزماں (۲) قاری عبدالرحمن (۳) قاری حافظ ریاض الدین (۴) قاری حافظ عبدالحی خان (۵) قاری مولوی نظام الدین منی پوری (۶) قاری ضیاء الدین کچھاری (۷) قاری مولوی نظام الدین دوم کچھاری (۸) قاری عبدالرحمن نابینا جے پوری (۹) قاری خوشنود حسین وغیرہ۔

قاری حافظ احمد الزمان رامپوری | **ف ۱۴۲۱** وطن رامپور۔ والد کا نام سعید الزمان ولادت ۱۳۴۲ھ (مطابق جنوری ۱۹۲۴ء) قاری حافظ مرزا عبدالواحد بیگ سے بروایت حفص ۱۳۷۱ھ میں تجوید کی تعلیم پائی ہے۔

قاری عبدالرحمن رامپوری | **ف ۱۴۲۲** وطن رامپور۔ ولادت ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔ مدرسہ فرقانیہ رامپور میں تعلیم پائی۔ قاری حافظ مرزا عبدالواحد بیگ سے بروایت حفص تجوید سیکھی ہے۔

قاری حافظ عبدالحی خان رامپوری | **ف ۱۴۲۳** وطن رامپور۔ والد کا نام رفیع الدین خان۔ ولادت ۱۳۲۷ھ میں ہوئی۔ حفظ کے ساتھ تجوید بھی قاری مرزا واحد بیگ صاحب سے سیکھی ہے۔ آپ کے فرزند بھی ان ہی قاری صاحب کے شاگرد ہیں۔

قاری حافظ ریاض الدین خان رامپوری | **ف ۱۴۲۴** وطن رامپور۔ والد کا نام قاری حافظ عبدالحی خان ۱۳۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ قاری مرزا عبدالواحد بیگ صاحب سے حفظ و تجوید حاصل کیا۔

قاری مولوی نظام الدین منی پوری | **ف ۱۴۲۵** وطن منی پور۔ والد کا نام ضمیر الدین ولادت ۱۳۵۵ھ میں ہوئی۔ قاری حافظ مرزا عبدالواحد بیگ کے شاگرد ہیں۔

قاری ضیاء الدین کچھاری | **ف ۱۴۲۶** وطن کچھار۔ آسام۔ والد کا نام محمد الدین۔ ولادت ۱۳۷۲ھ میں ہوئی۔ قاری مرزا عبدالواحد بیگ صاحب سے تجوید کی تعلیم پائی ہے۔

قاری مولوی نظام الدین دوم | **ف ۱۴۲۷** وطن کچھار۔ آسام۔ والد کا نام غلام علی ولادت ۱۳۵۴ھ میں ہوئی۔ قاری حافظ عبدالواحد بیگ صاحب کے شاگرد ہیں۔

قاری عبدالرحمن نابینا | **ف ۱۴۲۸** مولد ریاست جے پور۔ والد کا نام علاء الدین۔ ولادت ۱۳۵۲ھ

میں ہوئی۔ قاری حافظ عبدالواحد بیگ سے تجوید سیکھی۔ مدرسہ فرقانیہ میں گذشتہ پانچ سال سے مدرسی کی خدمت پر مامور ہیں۔

قاری خوشنود حسین رامپوری | **ف ۱۴۲۹** وطن رامپور۔ والد کا نام احمد حسین خان۔ ولادت ۱۳۵۸ھ میں ہوئی۔ قاری حافظ مرزا عبدالواحد بیگ صاحب سے تجوید سیکھی

قاری حافظ محمد حسن امروہی | **ف ۱۴۳۰** وطن امروہہ۔ ولادت ۱۳۱۶ھ قاری محمد صدیق سے ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ بہت خوش الحان۔ لاجواب پڑھنے والے ہیں۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں چند سال مدرس بھی رہے ہیں۔ شاہی مسجد مراد آباد میں امام وخطیب رہ چکے ہیں رنگون کی سورتی مسجد کے کئی سال تک خطیب رہے۔ اب بیس سال سے نواب قلات کی شاہی مسجد کے خطیب ہیں۔ نواب صاحب کے استاد بھی رہے ہیں۔ کچھ روز ہوئے ایک ہاتھ پر فالج ہوگیا۔ باتوں میں فالج کا اثر معلوم ہوتا ہے مگر قرآن مجید اب بھی ویسا ہی پڑھتے ہیں۔ قرآن شریف کی ادائی میں فالج کا اثر معلوم نہیں ہوتا۔ ادائی صاف ہے۔

قاری سبعہ حافظ قطب الدین سنبھلی نابینا | **ف ۱۴۳۱** وطن سنبھل۔ ولادت ۱۲۹۱ھ میں ہوئی۔ ریاست دان پور میں شیخ التجوید تھے۔ شاطبی زبانی یاد تھی۔ سبعہ قرات کے بہت اچھے جاننے والے ہیں۔ اب بھی مختلف مقامات پر درس میں مشغول ہیں۔

قاری سبعہ حافظ عبدالستار نابینا | **ف ۱۴۳۲** وطن سنبھل۔ ولادت ۱۳۰۱ھ میں ہوئی۔ عمر (۸۰) سال ہے مگر اب تک برابر درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ حیدرآباد دکن۔ مراد آباد۔ دہلی میں درس تجوید دیا ہے۔ فی الوقت وطن ہی میں مقیم ہیں۔

قاری حمید الدین سنبھلی | **ف ۱۴۳۳** وطن سنبھل۔ ولادت ۱۳۰۷ھ۔ قاری عشرہ تھے۔ بنارس میں مدن پورے میں اور شاہ جہاں پور میں درس دیتے رہے۔ آجکل مراد آباد میں مقیم ہیں۔

قاری حافظ خدا بخش | **ف ۱۴۳۴** وطن کانتھ ضلع مراد آباد۔ ولادت ۱۳۱۵ھ۔ قاری محمد صدیق کے شاگرد ہیں۔ درس وتدریس کا مشغلہ ہے۔ ممتاز شاگردوں کے نام یہ ہیں۔
(۱) قاری محمد شریف لاہوری (۲) قاری کریم بخش (۳) قاری محمد اسمٰعیل (۴) قاری فضل کریم

ف ۱۴۳۵ مراد آباد ایک عرصہ سے تجوید وقراءت وعلوم دینیہ کا مرکز رہا۔ یہاں تین بڑی درس گاہیں ہیں (۱) مدرسہ شاہی (۲) مدرسہ امدادیہ (۳) مدرسہ جامع مسجد۔ مقری حافظ

محمد عبداللہ صاحب تھانوی نے یہاں برسوں تجوید کا درس دیا ہے۔ اپنے متعدد شاگردوں کو استادی کا شرف عطا کیا ہے۔ اونکی بدولت مراد آباد میں تجوید و قراءت کا اچھا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔

قاری عشرہ حافظ محمد کامل افضل گڑھی

ف ۱۴۳۶ وطن افضل گڑھ ضلع بجنور۔ ولادت ۱۳۲۶ھ قاری محمد عبداللہ تھانوی کے ممتاز و قابل فخر شاگرد۔ تجوید اون ہی سے سیکھی۔ پھر سبعہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں الہ آباد جاکر ۱۳۴۸ھ میں شیخ القراء محمد عبدالرحمٰن مکی سے عشرہ کی تکمیل کی۔

(ب) مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ (میرٹھ) میں تیرہ سال تک تجوید و قراءت کی خدمت انجام دی۔ وہاں سے نکلنے کے بعد مدرسہ شاہی مراد آباد میں تیرہ سال سے شیخ التجوید کی حیثیت سے مامور ہیں۔

(ج) بہت مستعد۔ محنتی۔ اپنے فن میں شغف رکھنے والے ہیں۔ میں ۱۳۷۷ھ میں آپ سے ملا ہوں اور آپ کی قراءت بھی سنی ہے۔ ادائی بہت صاف۔ مخارج و صفات پر قدرت۔ خوش الحان قاری ہیں۔

(د) تجوید سے متعلق تین رسائل تصنیف کئے ہیں (۱) رسالہ باب الھمزہ (۲) رسالہ لمح القرآن (۳) اشتباہ الصوت ضاد و داد۔

(ہ) شاگردوں میں ممتاز نام یہہ ہیں: (۱) قاری عبدالسلام نجیب آبادی عشرہ کے قاری ہیں (۲) قاری عبدالحق رامپوری سبعہ کے قاری ہیں۔ فی الحال کراچی میں مقیم ہیں (۳) قاری حامد حسین قاری سبعہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے خلیفہ ہیں (۴) قاری عاشق الٰہی نے سبعہ قراءت پڑھیں (۵) قاری ابوبکر (۶) قاری محمد ایوب عشرہ کے قاری فی الوقت ہزاری باغ میں ہیں۔

(و) غرض قاری صاحب کی مستعدی اور انہماک سے ہر سال دو تین قاری سبعہ و عشرہ کی تکمیل کرتے رہتے ہیں۔

قاری عشرہ حافظ امیر علی بجنوری

ف ۱۴۳۷ وطن نگینہ۔ بجنور۔ ولادت ۱۳۳۷ھ میں ہوئی ابتدائی تعلیم مدرسہ امدادیہ میں پائی۔ حفظ کی تکمیل کے بعد شیخ القراء محمد عبداللہ صاحب تھانوی سے تجوید اولاً بروایت حفص سیکھی۔ پھر سبعہ و عشرہ کی تکمیل ۱۳۶۱ھ میں کی۔ آپ بھی حافظ محمد کامل کی طرح اپنے استاد کے مایہ ناز شاگردوں میں ہیں۔ میں آپ سے دو مرتبہ ملا ہوں ایک مرتبہ مراد آباد میں آپ کے مکان پر ۱۳۷۷ھ میں۔ دوسری بار ایک سال کے بعد کلکتے کی مسجد ندائے عام میں۔ مخارج اچھے ہیں صفات پر عبور حاصل ہے۔ خوش الحان سلیقہ مند۔ متین و سنجیدہ قاری ہیں۔ آپکی قراءت کو قبول عام کی سند عطا ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف تراویح میں ہر سال کلکتے کی مسجد ندائے عام میں سناتے ہیں۔ کلکتے میں بھی آپ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کا موقعہ ملا ہے۔

(ب) آجکل مراد آباد کی بڑی مسجد کے امام ہیں جو رستم خان کی تعمیر کردہ لب دریا واقع ہے۔ آپ کے شاگردوں میں ممتاز قراء یہہ ہیں۔

(۱) قاری حافظ محمد شفیع قاری سبعہ جو فی الوقت پاکستان میں ہیں (۲) قاری حافظ عبدالاحد قاری سبعہ جو فی الوقت ڈھاکہ میں ہیں (۳) قاری عبدالکریم قاری سبعہ جو فی الوقت مرشد آباد میں ہیں (۴) قاری حافظ محمد عمر عشرہ کے قاری ہیں۔ فی الوقت پورنیہ بہار میں ہیں (۵) قاری ثناء اللہ سبعہ کے قاری ہیں۔ فی الوقت چاندپور علاقہ پاکستان میں ہیں۔

قاری حمید الدین سنبھلی

ف ۱۴۳۸ فی الوقت آپ مراد آباد میں مقیم ہیں۔ آپ کا ذکر قبل ازین فقرہ نمبر ۱۴۳۳ میں کردیا گیا ہے۔

قاری حافظ خدا بخش نابینا

ف ۱۴۳۹ مولد کانٹھ ضلع مراد آباد۔ والد کا نام شیخ اللہ بخش۔ ولادت ۱۳۱۵ھ میں ہوئی (مطابق یکم جنوری ۱۸۹۷ء) مولانا نور احمد صاحب نقشبندی مجددی سے حفظ و تجوید کی تکمیل کی۔ ۱۳۳۷ھ میں مدرسہ فرقانیہ لکھنو جاکر قاری محمد صدیق سے تحفہ جزری رائیہ پڑھا اور دوبارہ بروایت حفص قرآن شریف سنایا۔ ۱۳۴۱ھ سے لے کر ۱۳۴۳ھ تک شاطبیہ حفظ کرکے سبعہ کی سند حاصل کی۔ ۱۳۴۵ھ سے لیکر ۱۳۶۷ھ تک امرتسر میں تجوید کی تعلیم دی تقسیم کے بعد بڑے مصائب برداشت کرکے کانٹھ ضلع مراد آباد آگئے جہاں مسجد بنجاران محلہ پرتھی گنج میں امام ہیں۔ تجوید کا درس دینا جاری ہے۔

ف ۱۴۴۰ سہارن پور بھی تجوید و قراءت و دیگر علوم دینیہ کا مرکز رہا ہے۔ مدرسہ دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور دونوں کی بنیاد ۱۲۸۳ھ میں رکھی گئی۔ اور اوس وقت سے یہہ دونوں مدرسے اشاعت علوم کی بڑی اہم خدمت انجام دیرہے ہیں۔ سہارن پور میں ایک اور مدرسہ تجوید القرآن کے نام سے قائم ہے جس کو شیخ القراء عبدالخالق کی جدوجہد نے چار چاند لگا دیئے۔ سہارن پور کے قراء کا ذکر جلد دوم میں کردیا گیا ہے۔ اس وقت جو قراء بقید حیات ہیں انکے حالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں

شیخ الحدیث قاری مولانا محمد زکریا

ف ۱۴۴۱ مولد سہارن پور۔ والد کا نام مولانا محمد یحیٰی شاگرد وخلیفہ مولانا خلیل احمد صاحب بانی مدرسہ مظاہر العلوم۔ ولادت ۱۳۱۲ھ میں ہوئی۔ حفظ و قراءت کی تکمیل لڑکپن ہی میں کرلی۔ ۱۳۴۵ھ میں جب حج کی غرض سے تشریف لے گئے تو مقری حسن مدنی شاعر سے تجوید و قراءت سیکھی۔ اون ہی سے شاطبی بھی پڑھی ہے۔ مقری حسن ایک عربی رسالہ سے تجوید سکھلاتے تھے۔ مگر ہندستانی طلباء کو عربی زبان میں تجوید کی کتاب

پڑھنا بار ہوتا تھا۔ اسلئے مقری صاحب کی فرمائش پر حضرت محمد زکریا صاحب نے اوس رسالے کا ترجمہ اردو میں کرکے قاسمیہ پریس دیوبند سے ۱۳۴۷ھ میں طبع کرایا اور اوس کے کئی نسخے مدینہ منورہ بھیجے۔ اس رسالہ کا نام "تحفۃ الاخوان فی بیان الاحکام تجوید القرآن" ہے۔

(ب) مولانا محمد زکریا صاحب بڑی خوبیوں کے حامل ہیں۔ سہارن پور میں آپ کی ذات مرجع خلائق ہے۔ قریب سے جاننے والوں نے بیان کیا کہ حضرت اپنی معمولات کے علاوہ روزانہ قرآن شریف کا ایک دور ختم کرتے ہیں۔ تبلیغی جماعتوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں اور بڑے اشتیاق کے ساتھ حدیث کا درس دیتے ہیں۔

قاری حافظ محمد سلیمان دیوبندی | ف ۱۴۴۲ وطن دیوبند۔ والد کا نام منشی فضل حق۔ ۳۲ سال سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں تجوید سکھلا رہے ہیں۔ آپ کا ذکر فقرہ نمبر ۱۲۳۶ میں آچکا ہے۔ ۱۳۹۵ھ میں انتقال ہوگیا۔

قاری حافظ محمد ابراھیم سہارن پوری | ف ۱۴۴۳ وطن سہارن پور۔ والد کا نام سید نذیر احمد تاریخی نام مظفر حسن ہے۔ ولادت ۱۳۳۸ھ میں ہوئی عمر ۳۹ سال۔ مظاہر العلوم میں تعلیم پائی ہے۔ تجوید بروایت حفص اور پھر قراءت سبعہ کی تکمیل شیخ القراء محمد سلیمان دیوبندی سے ۱۳۶۰ھ میں کی۔ بہاول پور میں دو سال تک تعلیم دی ہے۔ سہارن پور میں ۱۲ سال سے یعنے ۱۳۶۵ھ سے تجوید کی تعلیم دے رہے ہیں۔ ایک رسالہ بھی تجوید میں تالیف کیا ہے۔ مخارج اچھے ہیں۔ صفات پر پورا عبور ہے۔ مستعد و کارگذار۔ ذہین و ہوشیار معلم ہیں۔ میں ان سے ملا ہوں قراءت بھی سنی ہے۔

قاری حافظ مظفر حسین سہارن پوری | ف ۱۴۴۴ وطن سہارن پور۔ والد کا نام قاری حافظ حاجی مفتی سعید احمد جن کا ذکر فقرہ ۱۲۰۴ جلد دوم میں آچکا ہے مظفر حسین کی پیدائش ۱۳۴۹ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ مظاہر العلوم میں ہوئی۔ شیخ القراء قاری محمد سلیمان سے بروایت حفص تجوید سیکھی۔ خوش الحان اور ادائی پر قادر ہیں۔ طبعاً شریف۔ صالح۔ عابد و ملنسار ہیں مدرسہ مظاہر العلوم کے مدرس اور مسجد متعلقہ کی امامت کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔ میں آپ سے ملا ہوں بہت خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ اپنی قراءت بھی سنائی

شیخ القراء عبد الخالق علیگڈھی | ف ۱۴۴۵ آپ کے تفصیلی حالات جلد دوم فقرہ نمبر (۱۲۰۲) میں درج ہیں۔

قاری حافظ محمد اسحاق سہارن پوری

ف ۱۴۴۶ والد کا نام قاری حافظ محمد ابراھیم جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۴۱۵ میں کیا گیا ہے۔ محمد اسحاق کا وطن سہارن پور۔ ولادت ۱۳۴۹ھ۔ شیخ القراء عبدالخالق خان سے تجوید بروایت حفص سیکھی۔ حضرت نے اپنی موجودگی میں آپ کو تجوید سکھلانے کے لئے مدرسہ تجوید القرآن میں شریک کر لیا تھا۔ ۱۳۶۷ھ سے مسلسل تجوید کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

قاری حافظ عبدالباری سہارنپوری

ف ۱۴۴۷ وطن سہارنپور۔ والد کا نام شیخ القراء عبدالخالق ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ والد سے حفظ و قراءت عشرہ کی تکمیل کی۔ دس بارہ سال مدرسہ تجوید القرآن میں رہے۔ پھر علیگڈھ چلے گئے۔ اب غالباً قصبہ بھینٹ میں مقیم ہیں۔

قاری حافظ محمد صدیق سہارنپوری

ف ۱۴۴۸ وطن سہارنپور۔ والد کا نام حاجی حیدر علی ولادت ۱۳۳۲ھ۔ شیخ القراء عبدالخالق سے ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ ۱۳۵۰ھ سے اسی مدرسہ تجوید القرآن میں تجوید کا درس دے رہے ہیں۔

قاری حافظ اللہ بندہ

ف ۱۴۴۹ وطن سہارن پور۔ والد کا نام عبدالمجید۔ ولادت ۱۳۴۷ھ میں ہوئی۔ ایک روایت سے شیخ القراء عبدالخالق سے تجوید سیکھی۔ خوش الحان قاری ہیں۔ مخارج و صفات پر عبور حاصل ہے۔ ان کو ہر دلعزیزی بھی حاصل ہے۔ ماہ رمضان میں مدراس وحیدرآباد جاکر تراویح میں قرآن شریف سنایا کرتے ہیں۔ مدرسہ تجوید القرآن میں ایک سال سے کام کر رہے ہیں۔

ف ۱۴۵۱ امرتسر میں قاری حافظ خدا بخش نابینا کی وجہ سے جن کا ذکر فقرہ نمبر (۱۴۳۹) میں کیا گیا ہے، قراءت کا اچھا ماحول بن گیا۔ ۱۳۴۵ھ سے ۱۳۶۷ھ تک امرتسر میں آپ کی تعلیم کے نتیجہ کے طور پر جو مجودین پیدا ہوئے اون کا حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

قاری حافظ محمد شریف نابینا

ف ۱۴۵۲ وطن امرتسر۔ والد کا نام شیخ مولا بخش۔ ولادت ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ قاری حافظ خدا بخش کی نگرانی میں حفظ کی تکمیل کی

تین سال تک نابینا اسکول میں دستکاری و صنعت سیکھتے رہے۔ اوسکے بعد تجوید سیکھنی شروع کی پہلے قاری فضل کریم سے بروایت سیدنا حفص قرآن مجید ختم کیا۔ پھر مدرسہ فرقانیہ لکھنو جاکر قاری عبد المعبود سے اولاً ایک روایت سے اور پھر سبعہ قراءت کی تکمیل کی۔ پھر قاری محمد عبد اللہ مراد آبادی کے پاس جاکر امتحان دیا۔ کامیابی کے بعد شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد سے استفادہ کرتے رہے۔ پہلے چند روز آپ نے کراچی میں کام کیا۔ اب لاہور میں بڑی مستعدی سے کام کر رہے ہیں۔ ۱۳۵۵ھ سے اب تک درس کا سلسلہ جاری ہے

قاری کریم بخش امرتسری | **ف ۱۴۵۳** مولد جلال آباد۔ ضلع شاہ جہان پور۔ والد کا نام شیخ الٰہی بخش ولادت ۱۳۰۸ھ۔ قاری محمد صدیق میمن سنگھی سے مدرسہ فرقانیہ میں پہلے ایک روایت سے اور پھر سبعہ قرات سے قرآن شریف سنایا۔ ۱۳۲۷ھ میں امرتسر گئے۔ وہاں تجوید کی خدمت کرکے بہت سے شاگرد پیدا کئے اون میں ممتاز نام یہہ ہیں۔ (۱) قاری محمد طفیل (۲) قاری فضل کریم۔ (ب) تقسیم ہند کے بعد لاہور چلے گئے۔ جہاں اب درس و تدریس میں مصروف ہیں۔

قاری محمد اسمٰعیل امرتسری | **ف ۱۴۵۴** مولد کھنڈہ ضلع مردان۔ حفظ کے بعد قاری خدا بخش اور قاری کریم بخش سے تجوید سیکھی۔ پھر امروہہ جاکر قاری محمد نذر صاحب سے شاطبی پڑھی۔ پھر قاری عبد المالک سے استفادہ کرتے رہے۔ بعد ازاں مراد آباد جاکر قاری محمد عبد اللہ سے استفادہ کیا۔ سبعہ و عشرہ قرات کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ بعد ازاں امرتسر میں کام کرتے رہے اب لاہور میں مقیم ہیں

قاری امیر الدین بجنوری | **ف ۱۴۵۵** وطن کھاری۔ ضلع بجنور۔ ولادت ۱۳۳۰ھ میں ہوئی ۱۳۴۱ھ میں امرتسر جاکر قاری خدا بخش سے تجوید سیکھی۔ نیز قاری عبد الشکور کی نگرانی میں قراءت کی مشق جاری رہی۔ پھر سہارنپور جاکر قاری عبد الخالق کے پاس تجوید کا امتحان دیا۔ اب لاہور میں سکونت اختیار کرلی ہے۔

قاری عبد الشکور امرتسری | **ف ۱۴۵۶** مولد بجنور۔ والد کا نام بلال عرف بلو۔ نسلاً راجپوت ہیں ولادت ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔ ۱۳۲۰ھ میں قاری محمد ادریس صاحب سے ایک روایت کی سند لی۔ پھر قاری محمد صدیق صاحب کو سہارنپور میں سناتے رہے۔ ۱۳۲۵ھ میں بہ مقام بہرائچ دو سال تک مدرس رہے۔ ۱۳۲۷ھ میں مدرسہ فرقانیہ لکھنو چلے گئے۔ جہاں ۱۳۳۵ھ تک درس دیتے رہے۔ ۱۳۳۶ھ سے ۱۳۴۷ھ تک امرتسر میں اور ۱۳۴۷ھ سے ۱۳۵۵ھ تک مراد آباد میں تجوید کا درس دیتے رہے۔ اب غالباً دہلی میں ہیں۔

قاری حافظ فیض کریم امرتسری | **ف ۱۴۵۷** مولد امرتسر۔ والد کا نام شیخ مہتاب الدین پہلے

قاری خدابخش کی نگرانی میں حفظ کرتے رہے۔ پھر قاری مظفر علی سے کچھ یاد کیا۔ حفظ کی تکمیل قاری حافظ عبداللطیف کی نگرانی میں کی۔ درس وتدریس میں لگے رہے۔

ف ۱۴۵۸ دارالعلوم دیوبند میں گذشتہ ۲۵ سال سے تجوید و قراءت پر بڑا زور دیا جارہا ہے۔ مولانا حافظ حسین احمد مدنی نے دارالعلوم کے ہر طالب علم کے لئے ایک روایت سے تجوید سیکھنا لازمی قرار دیا تھا چنانچہ پانچ مقربان کرام یہاں مقرر ہیں اور ہر درجہ میں کثیر التعداد طلباء اون سے استفادہ کرتے ہیں ذیل کے شیوخ قابل ذکر ہیں:۔

شیخ القراء، حافظ حفظ الرحمٰن پرتاب گڑھی

ف ۱۴۵۹ آپ کا تذکرہ فقرہ نمبر ۱۲۲۵ میں بھی ہے مگر حضرت سے ملنے کے بعد جو واقعات خود حضرت نے بیان کئے وہ یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ وطن پرتاب گڑھ۔ والد کا نام مولانا عبدالشکور ولادت ۱۳۱۷ھ روز چہار شنبہ۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا محمد یعقوب سے اور پھر اسکول میں حاصل کی۔ والدہ سے گلستان بوستان پڑھی۔ بارہ سال کی عمر میں ۱۳۲۹ھ میں جامع العلوم کانپور میں داخل ہوئے جہاں تین سال تک تعلیم پائی۔ آگرے میں مولوی سعداللہ صاحب کے پاس معقولات کا درس حاصل کیا۔ ایک سال کے بعد الہ آباد آکر مولانا عبدالرحمٰن مکی سے شاطبی رائیہ۔ تیسیر۔ درہ۔ وجوہ المسفرہ وغیرہ جیسی مستند کتابیں بالاستیعاب مطالعہ کیا اون سے فارغ ہونے کے بعد طلباء کی جدید جماعت جب یہہ کتابیں شروع کرتی اوسکے ساتھ خود بھی شریک ہوجاتے۔ اس طرح چار سال تک الہ آباد میں تعلیم حاصل کرکے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے جہاں چار سال تک علوم کی تکمیل کی۔ قاری عبدالرحمٰن مکی کی اجازت سے عشرہ کا درس دیتے رہے حافظ بہت قوی پایا ہے جو کچھ استاد نے بتایا اوس پر مزاولت کی وجہ سے حفظ ہوگیا۔ درس کا طریقہ ہی یہہ مقرر کرلیا کہ جو کچھ استاد نے بتایا ہے من وعن اوسکو شاگردوں تک پہونچادیتے ہیں۔

(ب) ڈھاکے میں تین سال تک قیام کیا۔ گذشتہ ۲۵ سال سے دارالعلوم دیوبند میں شیخ التجوید ہیں۔ اخلاق وملنساری میں نظیر نہیں رکھتے۔ طبیعت میں عجز وانکساری بیحد ہے۔ خوش الحان قاری ہیں ادائی پر عبور ہے۔ آواز پر قابو ہے۔ شاگردوں سے خلوص کا برتاؤ ہے۔ یوپی بہار اور بنگال میں آپکی بہت شہرت ہے۔ اکثر شہروں میں جایا کرتے ہیں۔

(ج) ایک مرتبہ ایک شہر میں پہونچے تو وہاں قراءت کا جلسہ مقرر تھا۔ احباب کے اصرار پر حضرت بھی جلسے میں تشریف لے گئے۔ جاتے ہی حاضرین نے پڑھنے کی فرمایش کی۔ حضرت نے ایک رکوع سنادیا۔ اوسکے بعد ایک نوجوان پڑھنے لگا جس نے تجوید نہیں سیکھی تھی۔ جب وہ پڑھ چکا تو لوگوں نے اوس سے

پوچھا کہ تم نے تجوید کس سے سیکھی۔ اوس نے قاری حفظ الرحمن کا نام بتایا۔ سوال کیا گیا کہ کیا تم نے اونکی صورت دیکھی ہے کہا ہاں کیوں نہیں۔ پوچھا اون کا حلیہ کیا ہے۔ تب تو نوجوان پریشان ہوا۔ کسی نے کہا کہ یہہ صاحب جنھوں نے ابھی قراءت سنائی ہے قاری حفظ الرحمن ہیں۔ تم کو تجوید آتی نہیں اور تم نے حضرت کا نام لے دیا۔ حالانکہ تم صورت آشنا بھی نہ تھے۔ طالب علم خفیف ہوا۔ مگر جلسے کے بعد آموجود ہوا اور کہا کہ ایک مدرسے میں قاری کی ضرورت تھی میں نے وہاں درخواست دی۔ پوچھا کس سے قراءت سیکھی ہے تو میں نے آپ کا نام بتا دیا۔ ارباب مدرسہ نے خوش ہوکر سند دیکھے بغیر مجھے ملازمت دیدی۔ اب اگر اونکو یہہ معلوم ہوگا کہ آپ سے تلمذ نہیں ہے تو مجھے ملازمت سے علٰحدہ کردیا جائے گا اس لئے آپ میری لاج رکھ لیں۔ حضرت نے مشورہ دیا کہ چند روز میں تجوید سیکھ لو۔ ورنہ تمہارا جہل خود تمہاری غلط بیانی کے راز کو فاش کردے گا۔

(د) حضرت کے شاگردوں میں قابل ذکر یہہ ہیں:۔ (۱) قاری عشرہ فتح محمد نابینا (۲) قاری عشرہ عبدالشکور پانی پتی (۳) قاری عشرہ محمد حسن لاباری (۴) قاری سبعہ محمد میاں (۵) قاری سبعہ عبدالجلیل (۶) قاری عشرہ محمد عبداللہ دیوبندی (۷) قاری محمد طیب (۸) قاری عشرہ فیض الحسن حموی (۹) قاری عشرہ گل محمد قندھاری (۱۰) قاری سبعہ محمد عثمان سورتی۔

(ھ) حضرت کو بزرگان دین اور قراء کے واقعات بہت یاد ہیں۔ بعض واقعات کو میں نے ان صفحات میں نقل کیا ہے۔ حضرت کا انتقال ہوگیا۔

قاری حافظ عتیق احمد دیوبندی

ف ۱۴۶۰ وطن دیوبند۔ والد کا نام حافظ لطیف احمد۔ ولادت ۱۳۲۵ھ۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم میں پائی۔ قاری عبدالوحید سے بروایت حفص تجوید سیکھی۔ بعدازاں سبعہ کی تکمیل کی۔ خوش الحان قاری ہیں۔ ایک عرصے سے دیوبند میں تجوید کے معلم ہیں۔ میں نے ان کی قراءت سنی ہے۔

قاری حافظ جلیل الرحمن دیوبندی

ف ۱۴۶۱ وطن دیوبند۔ والد کا نام مفتی عزیز الرحمن۔ ولادت ۱۳۲۹ھ۔ عمر ۴۸ سال۔ قاری محمد یامین سے بروایت حفص تجوید سیکھی ۱۷ سال سے دیوبند میں تجوید سکھلا رہے ہیں۔ میں نے آپ سے ملاقات کرکے آپکی قراءت سنی ہے۔

قاری حافظ محمد نعمان بلیاوی

ف ۱۴۶۲ وطن بلیا۔ والد کا نام علامہ محمد ابراہیم بلیاوی۔ غلام ربانی تاریخی نام ہے۔ عمر ۴۵ سال۔ ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوی شیخ القراء حفظ الرحمن و قاری عبدالمالک سے بروایت حفص تجوید سیکھی۔ ڈابھیل میں بھی تجوید کا درس دیا ہے گذشتہ چار سال سے دیوبند میں شیخ التجوید ہیں۔

قاری عبدالوحید دیوبندی | ف ۱۴۶۳ وطن دیوبند۔ ولادت ۱۳۵۲ھ میں ہوئی۔ قاری محمد یامین سے بروایت حفص اور پھر سبعہ قراءت سیکھیں۔

قاری محمد یامین | ف ۱۴۶۴ ولادت ۱۳۱۲ھ ہے۔ اولاً مدرسہ فرقانیہ لکھنو سے بروایت حفص اور پھر سبعہ قرات کی تکمیل شیخ القراء ضیاء الدین احمد سے کی۔ دیوبند میں ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۴۶ھ تک شیخ التجوید کی خدمت پر مامور رہے۔ بعد ازاں ڈابھیل کی جامعہ میں تجوید کا درس دیتے رہے۔ فی الوقت سخت علیل ہیں۔

قاری احمد میاں | ف ۱۴۶۵ وطن دیوبند۔ والد کا نام اعزاز علی ولادت ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔ ایک روایت کے قاری ہیں۔ تجوید کا درس دیا کرتے ہیں۔

قاری مولانا شبیر احمد عثمانی | ف ۱۴۶۶ ولادت ۱۳۰۳ھ۔ قاری عبدالوحید سے تجوید سیکھی ہے۔ مفسر۔ محدث اور فقیہ بھی تھے۔ پاکستان جاکر انتقال کیا۔

قاری حافظ حبیب اللہ نابینا | ف ۱۴۶۷ وطن ڈبائی۔ ضلع بلند شہر۔ والد کا نام حسین احمد ولادت ۱۳۳۴ھ۔ شیخ القراء حافظ ضیاء الدین احمد سے کانپور میں ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ اوسکے بعد قاری حافظ قطب الدین سنبھلی سے جن کا ذکر فقرہ نمبر ۱۲۰۷ میں گذر چکا ہے۔ ایک روایت سے دور کرتے رہے۔ نظام آباد میں دو دفعہ تراویح میں قرآن مجید سنایا۔ اور ۱۴ سال تک ہر سال بودھن میں، چار سال تک میسور میں تراویح سنائی۔ جہیر الصوت ہیں۔ مخارج وصفات کی ادائی صاف ہے۔

قاری حافظ عصام الدین صدیقی ناروی | ف ۱۴۶۸ آپ کا ذکر فقرہ ۱۲۰۹ میں کیا گیا ہے

قاری حافظ محمد امین کٹھوری | ف ۱۴۶۹ وطن قصبہ کٹھور۔ ضلع میرٹھ۔ شیخ القراء عبدالخالق خان صاحب سے سہارن پور میں تجوید سیکھی۔ سبعہ کے جاننے والے ہیں۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ قصبہ کٹھور کے مدرس ہیں۔

قاری حافظ مولانا خلیق احمد کٹھوری | ف ۱۴۷۰ وطن قصبہ کٹھور۔ ضلع میرٹھ۔ والد کا نام مولانا سید محمد صدیق۔ مہتمم مدرسہ اسلامیہ کٹھور۔ ولادت ۱۳۲۴ھ میں ہوئی۔ قاری عبدالوحید صاحب سے دیوبند میں بروایت حفص تجوید سیکھی۔ پھر سبعہ قرات کی مشق کی۔

ف ۱۴۷۲ پانی پت تین سو سال سے تجوید و قرات کا مرکز رہا۔ جہاں بڑے باکمال قراء پیدا ہوئے ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے باعث پانی پت نہ صرف قراء سے بلکہ مسلمانوں سے یکسر خالی ہو گیا۔ تاہم جو بزرگ اس وقت وہاں ہیں یا وہاں سے پاکستان چلے گئے اونکے کچھ حالات ذیل میں درج ہیں۔

قاری حافظ محمد عمر

ف ۱۴۷۳ وطن سہسپور۔ ضلع بجنور۔ والد کا نام محمد مظہر اللہ ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ پہلے ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ پھر قرات سبعہ کی تکمیل قاری حافظ محی الاسلام پانی پتی سے کی ایک مدرسہ موسومہ "تجوید القرآن" میں جسے مولانا لقاء اللہ صاحب نے حضرت کبیر الاولیاء کی درگاہ میں قائم کیا ہے۔ محمد عمر صاحب درس دیتے ہیں۔

ع داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی ٭ اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

ف ۱۴۷۴ قاری عبد السلام انصاری کے شاگردوں میں قاری حفیظ الدین احمد مدرس مدرسہ حفظ القرآن پانی پت (۲) قاری مولوی عبد المجید (۳) قاری عبد القیوم ابن عبد السلام عباسی (۴) قاری شیر محمد خان (۵) قاری شیخ محمد اسمٰعیل ہیں جنھوں نے عذار القرآن کے نام سے تجوید کا ایک رسالہ ۱۳۵۶ھ میں شائع کیا تھا۔ (۶) قاری مشتاق احمد خان قاری سبعہ شاگرد عبد السلام عباسی۔ (۷) قاری حافظ حکیم اللہ مدرس مدرسہ تعلیم القرآن (۸) قاری عبد الرحیم صدر المدرسین مدرسہ عربیہ گنبدان (جن کی وفات ۱۳۶۵ھ میں ہوئی) یہ سب اچھے قاری تھے۔ ان میں سے اکثر فسادات کے بعد پاکستان ہجرت کر گئے ہیں۔ بقول وجد ع

بے باک شناور ہمت کی توہین گوارا کیا کرتے ٭ دل چیر گئے طوفانوں کے۔ موجوں سے کنارا کیا کرتے
چنگیز خزاں کے حکم سے آخر ترک چمن کرنا ہی پڑا ٭ پھولوں کی روش پامال ہوئی کانٹوں میں گذارا کیا کرتے

ف ۱۴۷۶ اس گئی گذری حالت میں بھی شہر دہلی قرائے باکمال سے خالی نہیں ہے اون میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

قاری زید ابو الحسن مجددی

ف ۱۴۷۷ مولد دہلی۔ والد کا نام قاری حافظ شاہ محی الدین عبد اللہ المعروف بہ ابو الخیر مجددی جن کا ذکر فقرہ (۱۰۷۳) میں کیا گیا ہے۔ سکونت خانقاہ حضرت غلام علی شاہ۔ ولادت ۱۳۲۴ھ میں ہوئی۔ مصر میں پانچ سال کے دوران قیام میں تجوید و قراءت شیخ التجوید شیخ رفعت سے سیکھی۔ فن قراءت کی مطبوعہ کتابیں وہاں سے ساتھ لے آئے۔ چنانچہ منار الھدیٰ کا نسخہ میں نے اون کے پاس دیکھا ہے۔ شیخ شیشی کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ مصر کے بہترین قاری ہیں خطابت کے انداز میں قرآن شریف تلاوت کرتے ہیں۔ جب آپ کی قراءت ریڈیو سے نشر ہوتی ہے تو قاہرہ میں سڑکوں پر سامعین کے ٹھٹھ لگ جاتے ہیں۔ راستے رک جاتے ہیں۔

(ب) قاری زید صاحب کو حفظ نہ کرنے کا افسوس ہے۔ والد کی اوس وصیت کو دہراتے رہتے ہیں جو انتقال سے قبل فرمایا تھا۔ "کہ میاں تمہارے خاندان میں دس پشت سے حافظ و قاری و عالم رہے ہیں تم نے قراءت تو سیکھ لی ہے۔ حفظ کی تکمیل کر لینا"۔

صاحب زادے زید ابوالحسن کے ساتھ اونکے دونوں بھائیوں کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

قاری بلال ابوالفیض مجددی — **ف ۱۴۷۸** مولد دہلی۔ والد کا نام قاری حافظ شاہ محی الدین عبداللہ المعروف بہ ابوالخیر مجددی۔ سکونت خانقاہ حضرت شاہ غلام علی قاری زید ابوالحسن کے بڑے بھائی۔ ولادت ۱۳۱۶ھ میں ہوی۔ قاری سبعہ۔ اٹھارہ پارے تک یہاں حفظ کر چکے تھے۔ خوشنویس بھی ہیں۔ دہلی میں ایک عرصہ تک قیام رہا۔ فی الوقت کوئٹہ میں قیام ہے جہاں آپ کے مریدین بہ کثرت ہیں۔

قاری سالم ابوسعد مجددی — **ف ۱۴۷۹** مولد دہلی۔ والد کا نام قاری حافظ شاہ محی الدین عبداللہ المعروف بہ ابوالخیر مجددی۔ سکونت خانقاہ حضرت شاہ غلام علی۔ ولادت ۱۳۲۶ھ میں ہوئی۔ یہہ زید ابوالحسن کے چھوٹے بھائی ہیں۔ یہہ بھی مصر گئے تھے۔ ایک روایت کے قاری ہیں بڑے بھائی کے ساتھ فی الوقت کوئٹہ میں مقیم ہیں۔

قاری سید محمد میاں دہلوی — **ف ۱۴۸۰** وطن گلاوٹھی ضلع بلند شہر۔ والد کا نام مولانا سید حمید الدین مہتمم مدرسہ منبع العلوم گلاوٹھی ضلع بلند شہر۔ ولادت ۱۳۴۳ھ ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں ہوئی۔ شیخ القراء حافظ حفظ الرحمٰن سے ۱۳۶۷ھ میں ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ مسجد فتح پوری کے مدرسہ عالیہ میں شیخ التجوید ہیں۔ ادائی بہت صاف ہونے کے علاوہ آپ خوش الحان بھی ہیں۔ مخارج و صفات پر قدرت حاصل ہے۔

(ب) آپ کے ایک شاگرد محمد رمضان ہیں جنھوں نے فتح پوری میں ایک روایت سے سنا کر سندلی پھر دیوبند جاکر سبعہ کی تکمیل کی۔ فی الوقت سورت میں شیخ التجوید ہیں۔

قاری حافظ محمد سلیمان رہتکی — **ف ۱۴۸۱** مولد رہتک۔ والد کا نام ملک محمد۔ ولادت ۱۳۳۹ھ (مطابق یکم نومبر ۱۹۲۰ء) میں ہوئی۔ فوجی خاندان سے تعلق ہے۔ قاری محمد سبحان اللہ مراد آبادی سے مدرسہ امدادیہ میں بہ روایت حفص ۱۳۵۱ھ میں تجوید سیکھی۔ بعد ازاں دہلی آکر قاری محمد عبداللہ المعروف بہ محمد عالم گجراتی سے سبعہ کی تکمیل ۱۳۵۵ھ میں کی۔ ۱۳۶۲ھ سے مدرسہ عالیہ فتح پوری میں شیخ الحدیث ہیں

(ب) میں نے اپنی ملاقات میں آپ سے ایک رکوع سنا۔ بہت صاف پڑھتے ہیں۔ مخارج و صفات اچھے ہیں

خوش الحان بھی ہیں۔ متعدد قراء کے حالات سے واقف ہیں۔

قاری مفتی حفیظ الدین دہلوی | ف ۱۴۸۲ وطن دہلی۔ ولادت ۱۳۱۷ھ۔ قاری محمد عبداللہ المعروف بہ محمد عالم گجراتی سے پہلے بروایت حفص اور پھر سبعہ کی سندلی۔ مسجد رنگریزان باڑہ ہندوراؤ۔ دہلی میں امام ہیں۔ فن تجوید کی اشاعت کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔

قاری عبدالغفور افغانی | ف ۱۴۸۳ ولادت ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔ دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہیں علوم کی تکمیل کی۔ قاری حافظ محمد عبداللہ المعروف بہ محمد عالم گجراتی سے تجوید سیکھی۔ ۱۳۵۵ھ میں قاری حافظ محمد سلیمان کے ساتھ دستار بندی ہوئی۔ آپ کو تجوید سے بہت دلچسپی تھی۔ بہت سے لوگوں کو دہلی میں قاری بنادیا۔

قاری حافظ محمد سلیمان خان قاری سبعہ | ف ۱۴۸۴ وطن گڑگاؤں۔ میوات۔ والد کا نام کالے خان۔ ولادت ۱۳۳۵ھ عمر ۴۲ سال۔ پہلے اپنے چچا حافظ شمس الدین سے تعلیم حاصل کی۔ پھر قاری شیر محمد خان پانی پتی (شاگرد قاری عبدالسلام و قاری محی الاسلام) اور قاری فتح محمد پانی پتی سے قراءت سبعہ کی تکمیل کی۔ گذشتہ دس سال سے تکیہ والی مسجد جو آزاد مارکٹ میں بنگال پریس کے قریب ہے تجوید و قراءت کا درس دیتے ہیں۔ ایثار و صداقت کا نمونہ ہیں۔ بہت منکسر المزاج خلیق و ملنسار ہیں خوش الحانی سے اچھا پڑھتے ہیں۔ قراء میں آپ کی بڑی عزت ہے۔ میں آپ سے ملا ہوں اور آپ کی قراءت بھی سنی ہے۔

قاری حافظ عبداللطیف پانی پتی مجددی | ف ۱۴۸۵ مولد پانی پت۔ ولادت ۱۳۱۵ھ قاری محی الاسلام سے ایک روایت اور پھر سبعہ قراءت کی تکمیل کی۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہیں۔ حفظ و قراءت کی تعلیم سے خاص شغف ہے۔ گھر پر مدرسہ جاری کر رکھا ہے محلہ شیخان باڑہ ہندوراؤ میں رہتے ہیں۔ جب میں آپ سے ملا تو اپنی اور اپنے بہت سے طالب علموں کی قراءت سنائی خود قرائے پانی پت کے حالات سے بہت واقف ہیں۔ دیر تک دلچسپ قصے بیان کرتے رہے جن کو ان ہی کے حوالے سے ان صفحات میں درج کیا گیا ہے۔

قاری حافظ نعمت اللہ مظفر نگری | ف ۱۴۸۶ وطن مظفر نگر۔ والد کا نام حافظ رحمت اللہ۔ ولادت ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ قاری حفظ الرحمٰن سے بروایت حفص تجوید سیکھی۔ تین سال سے مدرسہ تعلیم القرآن گلی قاسم جان دہلی میں کام کر رہے ہیں۔

قاری حافظ نجم الدین دہلوی | ف ۱۴۸۷ وطن دہلی۔ ولادت ۱۳۲۷ھ میں ہوئی۔ فتح محمد نابینا سے تجوید سیکھی۔ محلہ بلی ماران میں بوٹ ہاؤس کے مالک ہیں۔

حاجی حافظ قاری عبدالرزاق بخاری ف ۱۴۸۸ مولد بخارا- والد کا نام مولانا عبدالعزیز ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی- دہلی میں صدیقیہ مدرسے سے فارغ التحصیل ہوئے- حفظ بھی کیا- ۱۳۶۴ھ میں فریضۂ حج ادا کیا- مسجد فتح پوری میں دن بھر تلاوت میں مشغول رہتے ہیں کسی روز دس پارے اور کسی روز پندرہ پارے ختم کرتے ہیں- ایک عرصہ سے یہی شغلہ جاری ہے ایک خاص لذت لیتے ہوئے اپنی رو میں بڑی خوبی سے پڑھتے ہیں- ملنسار- خوش اخلاق ہیں- میں آپ سے ملا ہوں اور قراءت بھی سنی ہے۔

قاری محمد یوسف دہلوی ف ۱۴۸۹ وطن دہلی- والد کا نام قاری محمد اسحاق- ولادت ۱۳۱۷ھ میں ہوئی ایک عرصے تک دہلی ریڈیو سے قرآن پاک سناتے رہے- انتظامی قابلیت بہت اچھی ہے- درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا- ۱۳۶۷ھ میں حیدرآباد بھی آئے تھے اور نواب بہادر یار جنگ کے پاس مہمان ٹھہرے تھے- اوس وقت آپ کو حیدرآباد کے قراء سے ملنے کا اتفاق ہوا- دہلی میں آپ نے جمعیت القراء کی بنیاد ڈالی- بہت سے ممبر ہوئے- فی الوقت پاکستان میں ہیں۔

قاری محمد ادریس دہلوی ف ۱۴۹۰ وطن دہلی- والد کا نام قاری محمد یوسف ولادت ۱۳۳۷ھ میں ہوئی- والد سے تجوید سیکھی- مستعد نوجوان ہیں- نئی دہلی کے جامع مسجد کے امام ہیں- تجوید کا درس بھی دیتے ہیں۔

قاری حافظ فیاض احمد پانی پتی ف ۱۴۹۱ وطن پانی پت- قاری عبدالسلام عباسی پانی پتی آپ کے پھوپھا تھے- حفظ و تجوید کی تکمیل پانی پت میں کی- فی الوقت جامعہ ملیہ دہلی میں درس دیتے ہیں۔

قاری حافظ نبی احمد پانی پتی ف ۱۴۹۲ وطن پانی پت- آپ قاری حافظ فیاض احمد کے چھوٹے بھائی ہیں- حفظ و قراءت کی تکمیل پانی پت میں کی- فی الوقت جامعہ ملیہ میں درس دیتے ہیں۔

قاری حافظ حامد حسین ف ۱۴۹۳ وطن دہلی- ولادت ۱۳۱۲ھ میں ہوئی- حاجی بنے کی سرائے میں رہتے ہیں- تجوید و قراءت کے اچھے جاننے والے ہیں- چالیس سال تک فتح پوری کی مسجد کے مدرسے میں درس قراءت دیتے رہے- خوش الحان ہیں، آپکی قراءت کو سند قبول حاصل ہوئی ہے۔

ف ۱۴۹۴ اکبر آباد آگرے میں زیادہ قراء تو نہیں ملے- تاہم شہر قاریوں سے خالی نہیں ہے- تین چار دینی مدارس جو مختلف محلوں میں ہیں اون میں قراء کام کرتے ہیں- درس و تدریس میں مصروف ہیں جن سے میں مل سکا وہ یہ ہیں:-

قاری حافظ فیض محمد خان نابینا کرنالی ف ۱۴۹۵ وطن کرنال۔ ولادت ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ ایک روایت سے تجوید وحفظ پہلی دفعہ قاری ضیاء الاسلام اکبرآبادی سے سیکھی جو قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کے شاگرد تھے بعدازاں قاری فتح محمد سے از سرنو تجوید سیکھی۔ آجکل آگرہ کی جامع مسجد میں جو جہاں آرا کی تعمیر کردہ ہے بچوں کو قرآن شریف کی ناظرہ تعلیم دیتے ہیں اور حفظ کراتے ہیں۔ خوش اسلوبی کے ساتھ ادائی پر قدرت رکھتے ہیں

قاری اخلاق حسین کرت پوری ف ۱۴۹۶ وطن کرت پور ضلع بجنور۔ والد کا نام مفتی اشرف حسین حال مقیم چھم چھم گلی۔ آگرہ۔ ولادت ۱۳۳۰ھ دیوبند کے فارغ التحصیل قاری حفظ الرحمٰن سے ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ مارکٹ میں نگینہ شو کمپنی کے مالک ہیں

قاری محمد عارف بلند شہری ف ۱۴۹۷ وطن بلند شہر۔ والد کا نام حافظ عبدالعزیز۔ ولادت ۱۳۴۶ھ دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ تجوید قاری عتیق الرحمٰن سے سیکھی ہے۔ آجکل آگرے میں چھم چھم گلی کی مسجد میں بچوں کو درس قرآن دیا کرتے ہیں۔ ایک روایت سے صاف پڑھتے ہیں۔ مخارج وصفات پر اچھا عبور ہے۔ خوش الحان ہیں۔ میں نے آپ کی قراءت سنی ہے۔

قاری محمد حسین نگینوی ف ۱۴۹۸ وطن نگینہ ضلع بجنور۔ ولادت ۱۳۲۲ھ میں ہوئی۔ قاری عبدالستار سے تجوید ایک روایت سے ۱۳۵۴ھ میں سیکھی۔ فی الوقت آگرے میں درس دیتے ہیں۔

قاری حافظ عبدالعزیز اکبرآبادی ف ۱۴۹۹ وطن آگرہ۔ محلہ ہینگ کی منڈی لاڈو گلی میں ڈبے والے مشہور ہیں سنہ ولادت ۱۳۳۰ھ ہے۔ والد کا نام نور محمد۔ تجوید وقراءت شیخ القراء عبدالمالک سے ۱۳۴۷ھ میں سیکھی۔ ایک روایت سے اچھا پڑھتے ہیں۔ مخارج وصفات پر عبور ہے۔ خوش الحانی سے استاد کی طرز میں پڑھتے ہیں۔ میں نے آپ کی قراءت سنی ہے۔ ملاحظہ ہو فقرہ نمبر ۱۲۵۱۔

قاری محمد علی میکش اکبرآبادی ف ۱۵۰۰ وطن آگرہ۔ ولادت مارچ ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳۱۹ھ میں ہوئی مدرسہ عالیہ سے عربی وفارسی کی تکمیل کی۔ قاری عبدالمالک سے اولاً ایک روایت سے پھر قرآت سبعہ سیکھیں۔ شاطبی اور الجزری سبقاً سبقاً پڑھی ہیں۔ ایک روایت سے اچھا پڑھتے ہیں۔ آگرے کے ممتاز شعرا میں آپ کا شمار ہے۔ مجھے اپنا کلام عنایت فرمایا۔

قاری مولوی حکیم احمد حسن خان جے پوری ف ۱۵۰۱ مولد ٹونک۔ ولادت ۱۳۲۷ھ میں ہوئی۔ ٹونک میں ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ رام گنج بازار جے پور میں مطب کرتے ہیں۔

ف ۱۵۰۲ ریاست ٹونک حفظ و قراءت کا اچھا مرکز رہی ہے۔ اس ریاست کے حکمرانوں نے حفظ و قراءت میں ایسی دلچسپی لی کہ ٹونک کا بچہ بچہ حافظ و قاری ہونے لگا۔ امراء و علماء میں حفظ کا ذوق ترقی کرتا گیا۔ اس زمانے میں بھی دینی علوم کی چار درس گاہیں ہیں۔ ان کے منجملہ مدرسہ فرقانیہ بہت قدیم ہے اس میں حفظ و قراءت کی تعلیم اچھی ہوتی ہے۔ دوسرا مدرسہ مدرسۂ خلیلیہ ہے۔ جو حکیم محمد ظہیر احمد صاحب کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔ تیسرا مدرسہ مدرسہ ناصریہ ہے جس میں قاری صبغۃ اللہ صاحب درس دیتے ہیں۔ تال کٹورہ قاریوں کا محلہ کہلاتا تھا۔ جن قاریوں کا انتقال ہو چکا ہے ان کا ذکر جلد دوم میں کیا گیا ہے۔ یہاں صرف موجودہ قراء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قاری مولابخش ٹونکی

ف ۱۵۰۳ وطن ٹونک۔ ولادت ۱۳۰۵ھ میں ہوئی۔ آپ مدرسہ فرقانیہ ٹونک کے قدیم ترین استاد تجوید ہیں جنہوں نے عرصۂ دراز تک اس مدرسہ میں تجوید کا درس دیا ہے۔ اب کچھ زمانے سے علیل ہیں۔ اب بھی مخارج کی غلطیاں بڑی خوبی سے بتلاتے ہیں۔

شیخ القراء عبدالمالک علیگڈھی

ف ۱۵۰۴ آپ کا ذکر قبل ازیں فقرہ نمبر ۱۲۲۴ میں آچکا ہے۔ آپ نے ٹونک میں بھی ایک عرصہ تک درس دیا ہے (۱) قاری امیر احمد (۲) مقری صبغۃ اللہ (۳) مقری حبیب اللہ آپ کے شاگردوں میں ہیں۔

مقری حبیب اللہ قاری عشرہ

ف ۱۵۰۵ آپ کا ذکر قبل ازیں فقرہ نمبر (۱۲۵۴) میں آچکا ہے۔

مقری صبغۃ اللہ خان ٹونکی

ف ۱۵۰۶ آپ کا ذکر قبل ازیں فقرہ نمبر (۱۲۵۵) میں آچکا ہے میں آپ سے ملا ہوں اور آپ کی قراءت بھی سنی ہے اپنی طالب علمی کے زمانے کا ایک دلچسپ واقعہ قاری صاحب نے سنایا اور وہ یہہ ہے کہ ان کو شکار کا بڑا شوق تھا۔ انکے چچا نواب سعادت علی خان کے پاس مہتمم شکار گاہ کے عہدہ پر فائز تھے۔ ایک مرتبہ نواب صاحب شکار کو گئے تو چچا کی اجازت سے خود بھی ساتھ ہولئے اور چچا کے ساتھ ہی اونکے ڈیرے میں قیام کیا۔ کسی نے نواب صاحب سے ذکر کردیا کہ مہتمم صاحب کا بھتیجا خوش الحان قاری ہے اور کیمپ میں موجود ہے قاری صاحب کو بلانے کیلئے چپراسی بھیجا گیا۔ چپراسی نے آکر صبغۃ اللہ صاحب سے کہا کہ نواب صاحب نے یاد کیا ہے۔ پوچھا کیوں؟ چپراسی نے جواب دیا کہ کسی نے آپ کی قراءت کی تعریف کردی ہے۔ نواب صاحب آپ سے سننا چاہتے ہیں جواب دیا کہ اگر نواب صاحب کو قراءت سننے کا شوق ہے تو وہ میرے پاس آئیں۔ میں

کیوں اون کے پاس جاؤں؟ چپراسی نے قاری صاحب کا یہہ جواب من وعن نواب صاحب تک پہونچا دیا۔ نواب صاحب نے ہنسکر کہا بات تو معقول ہے۔ لیکن قاری صاحب کے چچا کو جب اس کی اطلاع ملی تو پریشان ہو کر خیمہ میں آئے اور قاری صاحب پر خفا ہوئے کہ یہہ کیا حرکت تھی؟ اب تیرا دماغ اتنا خراب ہو گیا ہے کہ تو چاہتا ہے کہ نواب صاحب تیرے پاس آئیں تو تو ہمیں ملازمت سے چھڑائے گا وغیرہ" غرض صبغۃ اللہ کو ساتھ لے کر نواب صاحب کے قیامگاہ پر پہونچے اور اطلاع کرائی کہ صبغۃ اللہ حاضر ہے۔ نواب صاحب سمجھ گئے کہ مہتمم صاحب لڑکے پر خفا ہوئے ہونگے۔ کہنے لگے کہ یہہ معاملہ میرے اور صبغۃ اللہ کے درمیان ہے آپ اس میں دخل نہ دیں۔ بچے نے غلط نہیں کہا۔ اگر مجھے قراءت سننے کا شوق ہے تو واقعی مجھے جانا چاہیئے۔ مہتمم صاحب نے بہت معذرت کی۔ مگر نواب صاحب نے نہ مانا۔ اور بچے سے کہا کہ اچھا ہم تمہارے پاس آکر ہی سنیں گے۔ شکار سے واپسی کے بعد ایک روز آئے اور قراءت سنکر بڑی داد دی۔

ف ۱۵۰۷ قاری محمد سابق لکھنوی تفصیلی حالات فقرہ نمبر ۲۵۳ میں بیان کئے گئے ہیں۔ قاری عبدالمالک کے ساتھ آپ بھی ٹونک میں ایک عرصے تک مقیم رہے اور بہت سے شاگرد پیدا کئے۔

ف ۱۵۰۸ قاری حافظ غلام محمد ٹونکی وطن ٹونک۔ والد کا نام حبیب اللہ خان ولادت ۱۳۳۹ھ ہے۔ سات سال کی عمر سے انھوں نے حفظ و تجوید شروع کی۔ قاری حبیب اللہ استاد تھے۔ ۲۰ سال کی عمر تک یہہ سلسلہ جاری رہا۔ ایک روایت سے تجوید ختم کی۔ سترہ سال سے مدرسہ خلیلیہ میں شیخ التجوید ہیں۔ ادائی اچھی ہے۔ مخارج و صفات پر پوری طرح حاوی ہیں۔ بچوں کی تعلیم پر بڑی محنت کرتے ہیں۔

ف ۱۵۰۹ قاری حافظ محمد امین وطن ٹونک۔ والد کا نام حاجی محمد بشیر۔ ولادت ۱۳۱۰ھ میں ہوئی۔ ۱۳۲۵ھ میں مولوی کامل کا امتحان پاس کیا۔ قاری حبیب اللہ سے تجوید سیکھی۔ جامع مسجد ٹونک کے امام ہیں۔

ف ۱۵۱۰ قاری کریم حسین وطن ٹونک۔ والد کا نام غلام امام بخش۔ ولادت ۱۳۵۱ھ میں ہوئی۔ قاری حبیب اللہ کے شاگرد ہیں۔ تراج ٹونک میں مدرس ہیں۔

ف ۱۵۱۱ قاری معین الدین وطن ٹونک۔ ولادت ۱۳۴۹ھ میں ہوئی۔ عمر ۲۸ سال۔ قاری حبیب اللہ سے قراءت سیکھی۔ خوش الحان ہیں۔ فی الوقت درگاہ شاہ عالم واقع احمد آباد میں تجوید کا درس دیتے ہیں۔

قاری اسد حسن خان | ف ۱۵۱۲ وطن ٹونک۔ والد کا نام قاری حیدر حسن خان جو ندوۃ العلماء لکھنؤ میں شیخ الحدیث رہ چکے ہیں۔ ولادت ۱۳۲۹ھ۔ لکھنؤ جاکر مدرسہ فرقانیہ سے تجوید کی سند ۱۳۴۹ھ میں حاصل کی۔ واپس آکر ٹونک میں درس میں لگے رہے۔ اب پاکستان میں مقیم ہیں۔

قاری ناز خان | ف ۱۵۱۳ مولد کانپور۔ قاری اسد حسن خان کے ہم سبق ہیں۔ لکھنؤ جاکر مدرسہ فرقانیہ سے تجوید کی سند ۱۳۴۹ھ میں حاصل کی۔ عرصۂ دراز تک ٹونک میں تجوید کا درس دیتے رہے۔

قاری حافظ عبدالحق | ف ۱۵۱۴ وطن ٹونک۔ ولادت ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ قاری حبیب اللہ سے حفظ و تجوید کی تکمیل کی۔ قرآن شریف بہت اچھا یاد ہے۔ آواز بلند اور پختہ خوش الحان۔ پونا میں گنج پیٹ کی مکہ مسجد کے امام ہیں۔ ۱۳۵۲ھ میں حج کیا۔ حرم میں بیٹھ کر قرآن شریف ختم کیا پھر تیس طواف میں ایک دور پورا کیا۔

قاری محمد عبداللہ نابینا | ف ۱۵۱۵ مولد رامپور۔ دیوبند سے فارغ التحصیل ہوکر ٹونک آئے۔ قاری حبیب اللہ صاحب سے تلمذ رہا۔ قاری سبعہ ہوئے۔ ٹونک کے مدرسہ خلیلیہ میں تعلیم حاصل کی۔ بعد میں پانی پت میں بھی تعلیم پائی۔ خوش الحان قاری تھے۔ ٹونک میں اونکی بڑی مقبولیت تھی قرآن شریف خوب یاد تھا۔

قاری حافظ ظفر اللہ خان | ف ۱۵۱۶ وطن ٹونک۔ والد کا نام سعد اللہ خان۔ پیدائش ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔ قاری سبعہ تھے۔ پاکستان چلے گئے۔

حافظ قاری سید سعید احمد برکاتی | ف ۱۵۱۷ والد کا نام حکیم سید ظہیر احمد برکاتی۔ مولانا برکات احمد صاحب کے خاندان کے نونہال۔ وطن ٹونک۔ ولادت ۱۳۵۹ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام مختار حسن۔ مدرسہ خلیلیہ سے حفظ و تجوید کی سند لی۔ قاری غلام محمد صاحب کے شاگرد رہے۔ جوان صالح ہونہار۔ ذہین و خوش الحان ہیں۔ ایک روایت سے اچھا پڑھتے ہیں۔

حافظ قاری سید فرید احمد برکاتی | ف ۱۵۱۸ وطن ٹونک۔ والد کا نام حکیم سید ظہیر احمد برکاتی۔ مولانا برکات احمد صاحب کے خاندان کے دوسرے نونہال۔ ولادت ۱۳۶۰ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام حکیم افتخار۔ مدرسہ خلیلیہ سے حفظ و تجوید کی سند لی۔ قاری غلام محمد صاحب کے شاگرد رہے۔ جوان صالح۔ ذہین۔ خوش الحان۔ ایک روایت سے اچھا پڑھتے ہیں۔

ف ۱۵۱۹ مدرسہ خلیلیہ سے جو طالب علم تجوید کی سند لے کر نکلے اونکی فہرست یہ ہے:۔
(۱) قاری حافظ سعید احمد برکاتی (۲) قاری حافظ سید فرید احمد برکاتی (۳) قاری حافظ ضیاء الحسن ابن

حافظ محمد تمکین خان (۴) قاری حافظ عبدالرشید ابن عبدالغفور (۵) قاری حافظ محمد یحییٰ ولد محمد میاں (۶) قاری حافظ مجید احمد ولد نصیر احمد (۷) قاری حافظ رفیق علی ابن منشی سید برکت علی (۸) قاری حافظ محمد صادق ابن حافظ محمد صدیق (۹) قاری حافظ سمیع اللہ خان ابن حافظ محمد صدیق (۱۰) قاری حافظ صاحب زادہ عباد اللہ خان ولد صاحب زادہ اسد اللہ خان (۱۱) قاری حافظ عبدالکریم ابن منشی حافظ محمد اسمٰعیل (۱۲) قاری حافظ سید صابر علی ابن سید حشمت علی (۱۳) قاری حافظ ظہور احمد ابن محمد یعقوب (۱۴) قاری حافظ محمد علی بیگ ولد حافظ احمد بیگ (۱۵) قاری حافظ فضل الرحمٰن ابن حافظ عبدالرحمٰن خان (۱۶) قاری احمد خان (۱۷) قاری مصطفےٰ خان۔ (۱۸) قاری سعید احمد ثانی۔

ف ۱۵۲۰ بھوپال اسلامی ریاست ہونے کی وجہ سے علوم دینیہ کا مرکز رہا۔ یہاں کی بیگمات بڑی متقی، پرہیزگار۔ عالموں اور قاریوں کی قدرداں رہی ہیں۔ اس لئے بھوپال میں اچھے اچھے قاری آتے رہے اور یہ خصوصیت بھوپال کو اب تک حاصل ہے کہ جو مناصب مساجد و ائمہ کو سابق عہد میں جاری ہوئے تھے وہ اب بھی بحال ہیں اور وہاں کے قراء و حفاظ خوش حال ہیں۔ جن قراء کا انتقال ہو چکا ہے اونکے حالات جلد دوم میں مذکور ہو چکے آئندہ صفحات میں صرف موجودہ قراء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حاجی قاری حافظ مرزا محمود بیگ مکّی

ف ۱۵۲۱ آپ کا ذکر قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی کے ضمن میں فقرہ نمبر ۳۱۳ میں درج ہے۔ آپ کے والد کا نام مرزا احمد یار بیگ تھا جو غدر کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے وہاں مرزا محمود بیگ ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم مدرسہ صولتیہ میں ہوئی۔ حفظ کرنے کے بعد قاری محمد عبداللہ صاحب مکی سے تجوید اولاً بروایت حفص سیکھی۔ پھر سبعہ کی تکمیل ۱۳۳۵ھ میں کی۔ شاطبیہ بھی حضرت سے پڑھی۔ بعد ازاں قاری محمد عبداللہ صاحب نے اپنی لڑکی سے ان کا عقد کر دیا۔ ستمبر ۱۹۱۸ء مطابق ۱۳۳۷ھ میں ہندستان آکر پہلے الہ آباد میں اور پھر بھوپال میں قیام کیا۔ جنرل عبید اللہ خان نے مکہ معظمہ میں آپ کی قراءت سنکر بھوپال آنے کا پیشکش کیا تھا مگر اوس وقت وہ نہ آسکے۔ بعد کو جب آئے تو جنرل عبید اللہ خان نے آپ کی قراءت پسند فرماکر مدرسہ عبیدیہ میں مدرس اول مقرر کیا۔ محلات میں بھی آپ کی قراءت بہت پسند کی گئی۔ ۱۹۲۳ء سے مسلسل یہاں خدمت کر رہے ہیں مرض الموت میں جنرل عبید اللہ ان سے قرآن شریف سنا کرتے تھے۔

(ب) لہجہ بالکل عربوں کے جیسا ہے۔ ادائی پر کمال قدرت ہے۔ مخارج و صفات پر پورا عبور ہے۔ آواز میں غنائیت ہے۔ دوران ملاقات میں ضاد کے مخرج اور قدیم و جدید اخفاء پر گفتگو رہی۔

(ج) اب مدرسہ حمیدیہ میں قرآن اور تجوید کے مدرس ہیں۔ تجوید کی تعلیم کے وقت طالب علم کے

صوت طبعی کا لحاظ رکھتے ہیں۔

قاری حافظ بشیر اللہ خان بھوپالی

ف ۱۵۲۲ وطن بھوپال۔ والد کا نام نذیر اللہ خان۔ ولادت ۱۳۲۲ھ۔ مدرسہ احمدیہ بھوپال میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ حفظ کی تکمیل کے بعد تجوید و قراءت کی تکمیل بروایت حفص شیخ القراء بختیار خان شیخ التجوید مدرسہ عبیدیہ سے ۱۸ سال کی عمر میں کی۔ اوسکے بعد درس و تدریس میں لگے رہے جامع مسجد میں بیس سال سے امامت کرتے ہیں۔
(ب) آپ کے شاگردوں میں (۱) قاری عبدالماجد ابن صدرالدین (۲) قاری نعام اللہ قابل ذکر ہیں۔

قاری حاجی لطیف الرحمٰن بھوپالی

ف ۱۵۲۳ مولد بھوپال۔ والد کا نام قاری زین العابدین یمنی نسلاً عرب تھے۔ ولادت ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ عبیدیہ میں شیخ القراء محمد بختیار خان سے پائی۔ پھر قاری ابراہیم رشید مکی سے بروایت حفص تجوید کی تکمیل کی۔ تاج المساجد میں مدرس ہیں۔

قاری حافظ حاجی مولوی محمد عثمان

ف ۱۵۲۴ آپ کا ذکر فقرہ نمبر (۱۲۵۰) میں آچکا ہے۔

قاری حافظ عبدالحمید بھوپالی

ف ۱۵۲۵ وطن بھوپال۔ والد کا نام قاری حافظ عبدالرحیم۔ ولادت ۱۳۰۷ھ میں ہوئی۔ مدرسہ قمرن بی میں ابتدائی تعلیم ہوئی۔ بعدازاں مدرسہ عبیدیہ میں داخل ہوئے۔ لڑکپن ہی میں والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ بروایت حفص خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ لہجہ عربی ہے۔ دو شادیاں کی ہیں۔ پانچ چھ بچے ہیں۔

قاری حافظ پیر محمد صدیق حسین بھوپالی

ف ۱۵۲۶ وطن بھوپال۔ والد کا نام پیر حافظ محمد کرم حسین ولادت ۱۳۲۷ھ۔ مدرسہ عبیدیہ میں قاری علی محمد سے حفظ و قراءت سیکھی۔ پھر قاری بختیار خاں سے تجوید بروایت حفص سیکھی۔ خوش الحان ہیں۔ ادائی میں تحقیق ہے مخارج بہت صاف ہیں۔ ۱۳۴۷ھ میں تجوید کی تکمیل کرکے تجوید سکھلاتے ہیں۔ دارالعلوم میں پانچ سال سے پڑھا رہے ہیں۔

قاری حافظ شفیق الحسن بھوپالی

ف ۱۵۲۷ وطن بھوپال۔ والد کا نام احمد یار خان۔ ولادت ۱۳۲۰ھ ابتدائی تعلیم مدرسہ سلیمانیہ بھوپال میں ہوئی۔ اوسکے بعد مدرسہ عبیدیہ۔ پھر جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی۔ فاضل درس نظامیہ ہیں۔ تجوید و قراءت پہلے ایک روایت سے اور پھر سبعہ قرات سیکھیں۔ قاری مرزا محمود بیگ مکی۔ قاری محمد بختیار خان و قاری عبدالسلام ان کے اساتذہ میں تھے عشرہ قرات

بھی پڑھی ہیں۔ قراء کو منظم کرنے اور تجوید کا شوق دلانے کی غرض سے ایک ادارۂ قراءت و تجوید مدار ڈومنی کی مسجد میں کھول رکھا ہے۔ اس ادارے کی اعزازی خدمات ۱۳۶۸ھ سے انجام دے رہے ہیں۔ ہفتہ واری جلسے بھی اس مسجد میں ہوتے ہیں۔

(ب) فن تجوید میں ایک رسالہ مصباح القرآن اور ایک رسالہ معلومات قرآنی کے نام سے لکھا ہے۔ پہلا رسالہ ۱۳۶۸ھ میں بھوپال سے شائع ہوا۔ خود بھی خوشنویس ہیں "مشاہیر بھوپال" کے نام سے ایک کتاب لکھ رہے ہیں

قاری ابراھیم بیگ بھوپالی ف ۱۵۲۸ وطن بھوپال۔ ولادت ۱۳۲۲ھ۔ قاری محمد سلیمان و قاری محمد بختیار خاں سے ایک روایت سے تجوید سیکھی اوسکے بعد افریقہ چلے گئے فی الوقت وہیں مقیم ہیں۔

قاری حافظ منشی عبدالرؤف بھوپالی ف ۱۵۲۹ وطن بھوپال۔ والد کا نام منشی حاجی عبدالحی ولادت ۱۳۲۷ھ۔ بروایت حفص قاری محمد بختیار خاں سے تجوید سیکھی۔ فی الوقت مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں مدرس ہیں۔

قاری حافظ مفتی محمد عبدالھادی خان ف ۱۵۳۰ وطن بھوپال۔ والد کا نام علامہ عبدالواحد مرحوم ابن عبدالرب۔ ولادت ۱۳۰۲ھ۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ سلیمانیہ واحمدیہ میں ہوئی۔ پھر مہتمم مدرسہ سلیمانیہ واحمدیہ وعبیدیہ ہوگئے۔ پھر رکن مجلس علماء ہوئے اوسکے بعد مفتی کی خدمت ملی۔ پھر قاضی مقرر ہوئے۔ سبعہ کی تکمیل قاری عبدالھادی خان سے کی ہے۔ ایک کتاب ہدایت المسالک فی حل تفسیر المدارک لکھی ہے جس میں اختلافات قرات عشرہ اور اون کی توجیہات بیان کی ہیں۔ کچھ روز پہلے انتقال ہوگیا۔

قاری حافظ محمد اسحاق بھوپالی ف ۱۵۳۱ وطن بھوپال۔ ولادت ۱۳۱۷ھ میں ہوئی۔ شیخ القراء محمد بختیار خان و قاری محمد سلیمان صاحب سے سبعہ قراوت سیکھیں مقبرہ سرکار عالیہ میں ملازم ہیں۔

قاری حافظ محمد یونس خان بھوپالی ف ۱۵۳۲ وطن بھوپال۔ والد کا نام حاجی محمد ابراھیم خان۔ ولادت ۱۳۳۵ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مکتب مسجد ابراھیم پورہ سے شروع ہوئی۔ حفظ و قراءت کی تکمیل مدرسہ عبیدیہ دینیہ سے کی۔ قاری محمد بختیار خان استاد تھے ایک روایت سے تجوید سیکھی ہے۔ مدرسہ سلیمانیہ میں مولوی کے امتحانات میں شریک ہوئے۔ دارالعلوم جامع احمدیہ سے عالم کا امتحان پاس کیا ہے۔ مختلف مدارس میں کام کیا۔ لڑکیوں کے مدرسے میں تجوید سکھلاتے ہیں

نیز تاج المساجد کے مرکز تبلیغی میں تجوید کا درس دیتے ہیں۔

قاری حافظ عبد الشکور بھوپالی ۱۵۳۳ وطن بھوپال۔ والد کا نام عبد الرؤف۔ والد بنگالی تھے ولادت ۱۳۵۹ھ میں ہوئی۔ قاری محمد بختیار خان و محمد عرب و قاری مرزا محمود بیگ مکی سے استفادہ کیا ہے۔ بروایت حفص تجوید سیکھی۔ دار العلوم تاج المساجد کے شیخ التجوید ہیں۔ سلطان جہاں بیگم کے مقبرے پر حافظ کی حیثیت سے متعین ہیں۔

قاری حافظ عبد الرشید بھوپالی ۱۵۳۴ وطن بھوپال۔ والد کا نام قاری حافظ عبد الحمید ہے ولادت ۱۳۴۶ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم علی محمد صاحب کے پاس ناظرہ قرآن مجید سے شروع ہوئی۔ قاری محمد بختیار خان سے بروایت حفص تجوید سیکھی۔ حفظ کی تکمیل بھی کی میر ظہور اللہ صاحب کی مسجد میں بارہ سال سے امامت کرتے ہیں۔ خوش الحان قاری ہیں۔ ادائی اچھی ہے مخارج وصفات پر اچھی قدرت ہے۔

قاری حافظ عبد العزیز بھوپالی ۱۵۳۵ وطن بھوپال۔ والد کا نام قاری حافظ عبد الحمید۔ ولادت ۱۳۵۱ھ میں ہوئی۔ والد سے حفظ و تجوید حاصل کی۔ مسجد سبزی فروشان میں آٹھ سال سے امامت کرتے ہیں۔

قاری حافظ فضل الرحمٰن بھوپالی ۱۵۳۶ وطن بھوپال۔ ولادت ۱۳۲۱ھ میں ہوئی۔ قاری محمد بختیار خان سے بروایت حفص تجوید سیکھی۔ مجذوبانہ رنگ ہے قرآن مجید کا روزانہ ایک دور کرتے ہیں۔ مچھلی کے شکار کا شوق ہے۔ گل ڈالکر بیٹھ جاتے ہیں۔ تلاوت شروع کردیتے ہیں۔ مچھلیاں قرآن سننے جمع ہو جاتی ہیں۔

قاری محمد حسن بھوپالی ۱۵۳۷ وطن بھوپال۔ والد کا نام شیخ عبد اللہ۔ ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ تاجر پیشہ ہیں۔

قاری حافظ محمد سلیمان بھوپالی ۱۵۳۸ وطن بھوپال۔ ولادت ۱۳۳۷ھ میں ہوئی۔ قاری محمد بختیار خان سے تجوید سیکھی۔ صوفیہ مسجد میں امام ہیں۔ مقبرے پر قرآن خوانی کرتے ہیں۔

قاری حافظ حاجی بھیا فضل الرحمٰن فاروقی بھوپالی ۱۵۳۹ وطن بھوپال۔ والد کا نام حافظ عبد الرحمٰن۔ ولادت ۱۲۹۳ھ میں ہوئی۔ قاری عبد الهادی و محمد بختیار خاں کے شاگرد رہے۔ تجوید کا درس دینے میں کمال رکھتے ہیں۔ تیرہ مہینے میں

قاری وحافظ بنا دیتے ہیں۔ بمبئی۔ سورت۔ گجرات۔ نوساری (بڑودہ) کھلو لوڈ (بڑودھ) مورس (علاقہ فرانسیسی افریقہ) سینٹ ڈینس یونین آف افریقہ میں رہے۔ آپ کے طریقہ تعلیم کو مولوی اشرف علی صاحب نے بہت پسند کیا تھا۔ جب آپ نے ایک آٹھ سالہ لڑکے کو حافظ و قاری کی حیثیت سے اونکے روبرو پیش کیا تو انھوں نے حیرت سے پوچھا تھا کہ کیا ایسے اساتذہ بھی موجود ہیں۔

قاری بنّے میاں بھوپالی | ف ۱۵۴۰ وطن بھوپال۔ والد کا نام رمضان علی۔ ولادت ۱۳۳۲ھ میں ہوئی۔ ایک روایت کے قاری ہیں۔ سیکل کی تجارت کرتے ہیں۔

ف ۱۵۴۱ بھوپال میں لڑکیوں کیلئے دو دینی مدارس ہیں۔ ایک مدرسہ بنات کے نام سے قائم ہے جس کو چھ سال قبل بیگم حافظ مولانا عمران خان صاحب نے قائم کیا تھا۔ اس میں فی الحال ۲۵ لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔ حافظ صاحب کی بیگم کے علاوہ اونکی دو بہنیں اور ایک پھوپھی زاد بہن بھی اس مدرسہ میں تعلیم دیتی ہیں قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم کے علاوہ عربی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ اس خاندان میں لڑکیوں کو پڑھانے کا ذوق بہت قدیم ہے۔ شیخ القراء عبدالهادی خان صاحب اور اونکی لڑکیوں کی تعلیمی مصروفیات کا ذکر فقرہ نمبر ۱۰۹۶ (ج) میں کیا جا چکا ہے۔

(ب) دوسرا دینی مدرسہ۔ مدرسہ حیات العلوم ہے جو دارالعلوم دیوبند سے الحاق رکھتا ہے۔ یہہ مدرسہ موتی مسجد واقع سبزی منڈی میں واقع ہے اس میں تین سو لڑکیاں پڑھتی ہیں۔ تجوید و قراءت سکھلانے کے لئے تین قاری۔ قاری لطیف الرحمن۔ قاری محمد یونس اور قاری عبدالحق مقرر ہیں۔ اس مدرسہ کی مہتمہ محترمہ طیبہ بی ہیں جن کو علوم دینیہ سے بڑا شغف ہے۔ مولوی عبدالرحمن سے تفسیر و حدیث و تجوید سیکھی ہے۔ طالبات کی دس جماعتیں ہیں۔ حدیث و تفسیر کا درس خود دیتی ہیں۔

ف ۱۵۴۲ خاندیش میں مالیگاوں علوم دینیہ کی ترویج میں حصہ لے رہا ہے۔ یہاں تبلیغی جماعتیں بھی کام کر رہی ہیں اور مساجد کے امام بھی تجوید و قراءت کی ترویج میں حصہ لے رہے ہیں۔ یہاں چار دینی مدارس ہیں جو صاحب خیر حضرات کی بدولت چل رہے ہیں۔ ان سب میں قدیم مدرسہ بیت العلوم ہے۔ جہاں تفسیر حدیث و تجوید کی تعلیم ہوتی ہے۔ دوسرا مدرسہ، مدرسہ ملت ہے جس کے ناظم مولانا عبدالحمید نعمانی صاحب ہیں۔ یہاں بھی عربی جدید طریقہ سے پڑھائی جاتی ہے۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ و تجوید کی تعلیم باقاعدہ دی جاتی ہے۔ اس مدرسہ میں گذشتہ تین سال سے تجوید و قراءت عشرہ کی تعلیم دیجاتی ہے۔ فارغ التحصیل عشرہ قراءت کے طلباء کی فہرست ۱۹۶۸ء تک (۴۲) تھی

قاری محمد حسین | ف ۱۵۴۳ ولادت ۱۳۲۳ھ - الہ آباد میں قاری محب الدین سے بروایت حفص ۱۳۴۲ھ میں قرآن مجید ختم کیا - قرات عشرہ کی تکمیل ۱۳۴۷ھ میں کی - تجوید میں دو رسالے (۱) مفید الاطفال (۲) مفید الاقوال شرح تحفۃ الاطفال تالیف کئے ہیں - ۱۳۴۷ھ سے ابتک درس و تدریس میں مشغول ہیں - آجکل مالے گاؤں کی مسجد میں امام ہیں - اسی مسجد میں درس تجوید بھی دیتے ہیں۔

(ب) آپکے تلامذہ میں قرائے ذیل قابل ذکر ہیں - (۱) قاری مدار بخش برہان پوری (۲) قاری جمال الدین (۳) قاری عبد الواحد مدرس مدرسہ تجوید القرآن بمبئی (۴) قاری شمس الضحیٰ ساکن مالیگاوں (۵) قاری محمد عثمان شیخ الحدیث مدرسہ ملت وغیرہ۔

قاری محمد قاسم بخاری | ف ۱۵۴۴ شاگرد شیخ القراء محمد سابق لکھنوی - کچھ عرصہ مالیگاؤں کی ایک مسجد میں امام رہے تھے - تجوید و قرات کا درس بھی دیتے رہے - آجکل مالیگاؤں سے چلے گئے۔

قاری جنید علی اورنگ آبادی | ف ۱۵۴۵ مولد حیدرآباد - والد کا نام محمد علی - ولادت ۱۳۳۷ھ میں ہوئی - حیدرآباد میں مغلپورہ میں قاری احمد اللہ سے جو قاری سید محمد تونسی کے شاگرد تھے - تجوید سیکھی - سرکاری ملازم رہے - ایک عرصے تک اورنگ آباد میں تجوید کا درس دیتے رہے گذشتہ چار سال سے مالیگاؤں میں مدرسہ قائم کیا ہے اور اوس میں تجوید کا درس دیتے ہیں۔

(ب) آپ کی لڑکی بھی قاریہ ہے اور طالبات میں تجوید کی اشاعت کا کام انجام دیتی ہیں۔

قاری غلام رسول | ف ۱۵۴۶ قاری غلام رسول نے قاری محمد حسین سے تجوید سیکھی تھی - اوسکے بعد مدرسہ ملت کی جانب سے آپ کو قاری ڈاکٹر کلیم اللہ حسینی کے مدرسہ میں بھیجا گیا ایک سال میں قاری غلام رسول نے قرات عشرہ کی سند لی - اوسکے بعد مدرسہ ملت میں کام کیا - بعد ازاں مدرسہ ملت چھوڑکر مناڑ کی مسجد میں پیش امامت کرنے لگے - خوش الحان قاری ہیں

ف ۱۵۴۷ ان کے علاوہ بیالیس قاریوں نے مدرسہ ملت سے عشرہ قرات کی سند لی ہیں - بعض کے نام یہہ ہیں :-

(۱) قاری جمیل احمد (۲) قاری محمد ادریس (۳) قاری حافظ محمد بشیر (۴) حافظ عبد القادر (۵) قاری جلال الدین (۶) قاری عبد الرحمن (۷) قاری ریاض احمد - (۸) قاری پیر محمد - (۹) قاری سکندر علی (۱۰) قاری مختار احمد (۱۱) قاری عبد الاحد ازہری (۱۲) قاری حافظ عبد الخالق ازہری (۱۳) قاریہ مس اختر سید (۱۴) قاریہ محبوبیہ بیگم (۱۵) قاری عبد الواحد۔

بمبئی کے قراء

ف ۱۵۴۸ بمبئی کی عالیشان مساجد جو مخیر تاجروں کی یادگار ہیں خاص نوعیت رکھتی ہیں۔ ان تاجروں نے مساجد کے اطراف دوکانیں بناکر اونکی آمدنی کو مسجد کیلئے وقف کر دیا ہے۔ اور ہر مسجد کا ایک وقف بورڈ ہے جو آمدنی کو مسجد کی ضروریات پر صرف کرتا ہے۔ چنانچہ مساجد کے امام وخطیب کو دوسو یا ڈھائی سو عام طور سے ماہانہ تنخواہ دی جاتی ہے اور وقف بورڈ کے صدر وسکریٹری کی کوشش یہہ ہوتی ہے کہ اچھا حافظ وخوش الحان قاری مسجد کے لئے مل جائے۔ اس معقول تنخواہ دہی کا یہہ نتیجہ ہوا کہ ہندستان کے بہترین قاری وحافظ بمبئی کی ان مساجد میں جمع ہو گئے۔ چنانچہ لکھنو کے اکثر فارغ التحصیل عالم وقاری شیخ القراء عبدالرحمٰن اور اونکے شاگردوں کے اکثر تلامیذ یہاں مسجدوں کی امامت کرکے خوش حال زندگی گذار رہے ہیں۔ اس لئے یہہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ہندستان کے مایہ ناز قراء وحفاظ کی تلاش مقصود ہے تو صرف ایک بمبئی میں اونکو دیکھ لیجئے۔ نیز محمد علی عرب ابن زینل رضا جو جواہرات کے مشہور تاجر ہیں، اور سیتارام بلڈنگ میں جو کرافورڈ مارکٹ کے پاس ہے سکونت پذیر ہیں۔ ہر دوشنبہ کو عشاء کے بعد اپنے مکان پر قراءت کا جلسہ کرتے ہیں جس میں قراء آکر تقریبًا دو گھنٹے قرآن پاک کا ایک ایک رکوع سناتے ہیں۔ اون کی ضیافت چاء، کافی وبسکٹ سے کر دی جاتی ہے۔ بعض قراء کو رقمی امداد بھی دی جاتی ہے۔ اس طرح بمبئی میں ایک خاص ماحول پیدا ہو گیا ہے۔

(ب) مسجدوں کے اماموں کے ذمہ پانچ وقت کی نماز پڑھانا اور جمعہ کی نماز وخطبہ ہوتا ہے۔ اون کو ایک اچھا کمرہ اوسی مسجد کے بالائی حصہ میں دیا جاتا ہے وہاں وہ اطمینان سے رہ سکتے ہیں مگر بیوی بچوں کو نہیں رکھ سکتے۔ ان اماموں کیلئے اچھا موقعہ ہے کہ وہ تجوید وقراءت کا مدرسہ کھول کر مسلمان بچون کو قرآن شریف صحت سے پڑھانا سکھلائیں۔ مگر بمبئی کے تجارتی کاروبار والدین کو فرصت نہیں دیتے کہ وہ خود یا بچوں کو اس طرف رجوع کریں۔ بعض جگہ ابتدائی مدارس ہیں مگر اون سے اچھے قراء بنکر نہیں نکلتے جس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ جو بمبئی آتا ہے یا جو بمبئی میں رہتا ہے اوس کی بڑی غرض تلاش معاش ہوتی ہے اور پھر بمبئی کی گرانی اوس کو دین کے طرف رجوع ہونے کے کم مواقع فراہم کرتی ہے۔

(ج) بمبئی کے قراء جن سے میں نے ملاقاتیں کیں اونکے حالات درج ذیل ہیں:-

قاری حافظ مولوی نور الحق فاروقی

ف ۱۵۴۹ والد کا نام شیخ معشوق علی ابن شیخ حسین علی (سلسلۂ نسب حضرت عمرؓ سے ملتا ہے) وطن لکھنو۔ ولادت ۱۳۲۶ھ م (۱۹۰۶ء)
حفظ حافظ عبد الصمد صاحب سے حاصل کیا جو حفظ کرانے میں غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔ محمد صدیق میمن سنگھی سے تجوید و قرارت سیکھی۔ ایک روایت کی سند ۱۳۴۸ھ میں لی۔ مدرسہ میں چھوٹی عمر میں معین المدرس مقرر ہوئے۔ سبعہ پڑھنے کے دوران میں بڑے بھائی کے اصرار پر رنگون چلے گئے وہاں کئی مقامات پر رہے۔ رنگون۔ مانڈلا۔ ٹانڈو میں رہنے کے بعد برما کی پہلی شورش میں جو ۱۹۳۷ء میں ہوئی برما چھوڑ دیا۔ ۱۳۷۴ھ میں قاری عبد المعبود صاحب سے عشرہ کی تکمیل کر کے سند لی۔ کچھ عرصہ کاٹھیا وار اور ویراول میں خطیب رہے۔ پھر نوساری ضلع سورت میں خطیب رہے۔ پھر جنوبی افریقہ چلے گئے ۵ سال رہکر واپس آئے۔ کوچین اور وانمباڑی میں بھی رہے۔ اکثر جگہ بدعات نہ کرنے پر اختلاف کی صورت پیدا ہو کر علٰحدگی عمل میں آئی۔ درس نظامی کی تکمیل کر چکے ہیں۔ ۱۳۸۰ھ سے منارہ مسجد بمبئی میں امام و خطیب رہے۔ اختلافات کی بنا پر لکھنو چلے گئے۔ ۱۳۸۷ھ میں پھر واپس بمبئی آگئے۔

(ب) قاری صاحب خوبرو۔ خوش الحان۔ خوش خلق و عربی لہجوں کے ماہر ہیں۔ آواز پر قدرت مخارج میں تحقیق اور تطنین سے پاک ادائی فرماتے ہیں۔ سمجھ اچھی پائی ہے۔ سبعہ و عشرہ کے اختلافات پر اچھا عبور ہے۔

(ج) آپ کے ایک شاگرد محمد انوار الحق آپ سے تجوید سیکھنے آتے ہیں۔ یہ عرب مسجد اگری پاڑہ متصل مدن پورہ میں امامت کرتے ہیں۔

قاری حافظ حکیم مولوی سید ودود الحی ندوی

ف ۱۵۵۰ والد کا نام حاجی سید صادق علی مرحوم۔ وطن ٹونک ولادت ۱۳۳۳ھ م (۱۹۱۳ء) آسودہ خاندان میں پرورش پائی۔ قاری محمد صدیق میمن سنگھی سے بروایت حفص سند حاصل کی۔ ندوۃ العلماء میں عالم تک تعلیم حاصل کی۔ حفظ حافظ اسلم صاحب شہید کے روبرو کیا۔ (حافظ اسلم صاحب مدرسہ فرقانیہ کے استاد تھے جو بحالت سجدہ شیعوں کے ہاتھوں شہید ہوئے) سبعہ و عشرہ کی تکمیل قاری عبد المعبود سے کی۔ افریقہ جا کر وہاں کے قراء سے ملے حجاز کے قراء کی مجالس میں شریک رہے۔ شاطبی کا ترجمہ اور مقدمہ الجزریہ کا ترجمہ اردو میں کیا جو ابھی طبع نہیں ہوا۔ نہایت خوش بیان مقرر ہیں۔ بہترین آواز پائی ہے۔ رفیع و بلند۔ صاحب اخلاق حمیدہ۔ شعر و شاعری سے ذوق ہے نفیس تخلص فرماتے ہیں۔

(ب) فی الحال بمبئی میں طبابت و تبلیغ فرماتے ہیں۔ آپ کا سفرنامہ مشرقی افریقہ اور سیاسی خطبات طبع

ہو چکے ہیں جو اصلاحی حیثیت سے بلند ہیں۔

قاری حافظ حاجی مولوی محمد ریاست علی لکھنوی

ف ۱۵۵۱ والد کا نام حکیم نعمت علی۔ وطن لکھنو۔ ولادت ۱۳۳۶ھ۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو میں تعلیم پائی۔ قاری محمد نذر صاحب نابینا سے سند لی۔ پھر قاری محمد سلیمان صاحب بھوپالی و قاری بختیار خان بھوپالی کو سنایا۔ پھر قاری ضیاء الدین صاحب الہ آبادی کو سنایا۔ قاری عبد الرحمن مکی کو بھی سنایا۔ پھر قاری عبد المالک سے پڑھا۔ رنگون میں مدینے کے ایک قاری سے بھی سیکھا۔ کلکتے کی سورتی مسجد میں ۱۵ سال امامت کی۔ رنگون میں ۴ سال۔ ترسا پوری مسجد میں ایک سال تین سال ماما مسجد کی امامت کی۔ دہلی کی صدر مسجد میں ایک سال امامت کی۔ کانپور میں مچھلی بازار کی مسجد میں ۵ سال امامت کی۔ اوس کے بعد رانڈھیر میں تین سال رہے۔ بمبئی میں خوجہ مسجد مجیدیہ مسجد (فلورا فونٹن) موتی مسجد (بھائی کھلا) میں امامت کی۔ بمبئی آئے ہوئے دس سال ہوئے۔ اب مسجد نواب ایاز میں امامت شروع کی ہے۔ پانچ سال سے بنگلور گھر تراویح سنانے جاتے ہیں۔

(ب) آواز میں پختگی ہے۔ جہیر الصوت خوش الحان۔ حفظ بہت عمدہ ہے۔ کسی قاری کی بھی نقل بہت اچھی کرتے ہیں۔ بزرگوں کے صحبت یافتہ ہیں۔ چونکہ لکھنو میں ایک عرصہ قیام رہا وہاں کے دلچسپ قصے سناتے ہیں۔ آپ نے بیان کیا کہ ایک فوجی افسر فردوس خان ۶۰ سال کی عمر میں تائب ہو کر تجوید سیکھنے مدرسہ فرقانیہ آئے تھے۔ حفظ بھی کر رہے تھے وہیں لکھنو میں انتقال ہوا۔ ایک اور قصہ کابل کے ایک بزرگ (پیر غلام دستگیر) کا سنایا کہ بہت اچھے صوفی اور صاحب سلسلہ تھے مگر تجوید نہ جاننے کی وجہ سے گمنامی میں آکر مدرسہ فرقانیہ میں شریک ہوگئے اور قاری عبد المعبود سے تجوید سیکھی جب ان کی شخصیت کھلی تو قاری صاحب اونکے مرید ہو گئے۔

(ج) جس وقت قاری ریاست علی صاحب کلکتے میں تھے اوس وقت ۱۳۴۲ھ میں قاری عبد المالک رنگون جانے کیلئے اونکے پاس مقیم رہے اور اون سے کہا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ جھنڈے خان پنجابی جو بڑے ہارمونیم ماسٹر ہیں اور جو حیدر آباد دکن میں بھی رہ چکے ہیں وہ آجکل یہاں ہیں اون کا پتہ لگایا جائے میں اون سے ملوں گا۔ قاری ریاست علی صاحب نے اون کا پتہ چلایا اور جا کر اون سے کہا کہ قاری عبد المالک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں آپ کوئی وقت دیں۔ قاری صاحب کا نام سنکر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ کل دس بجے دن کو آپ انھیں میرے پاس لائیے۔ دوپہر کا کھانا میرے ساتھ تناول فرمائیں غرض دوسرے روز قاری عبد المالک صاحب اور قاری ریاست علی صاحب اونکے مکان پر پہونچے۔ تھوڑی دیر میں ایک پارسی نے آکر ہارن بجایا تو خان صاحب نے کہا کہ یہ ایک پارسی مجھ سے ہارمونیم سیکھنے آتا ہے اگر آپ کی اجازت ہو تو اوس کو بلا لیا جائے۔ غرض وہ پارسی آیا۔ خان صاحب کی فرمائش پر اوس نے ہارمونیم سنایا جس سے حاضرین محظوظ ہوئے۔ قاری عبد المالک نے کہا کہ میں قراءت سناتا ہوں اور آپ دیکھیں کہ

آپ کے سُر اور راگ سے علیحدہ تو نہیں ہوتا۔ چنانچہ قاری عبدالمالک ایک رکوع سنا رہے تھے وہ پارسی راگ کے فن سے جانچ رہا تھا اور میں تجوید کے اصول سے۔ رکوع سنانے کے بعد اوس پارسی نے کہا کہ کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ مگر میں جس راگ میں کہوں اوسمیں سنائیے۔ چنانچہ اوس کی فرمائش پر عبدالمالک صاحب نے ایک دوسرا رکوع پڑھا۔ اس پر اس پارسی نے بڑی داد دی کہ یہہ بات بہت مشکل تھی۔ اس کے بعد جھنڈے خان صاحب کے کمالات دیکھنے کا بھی موقعہ ملا۔ قاری ریاست علی صاحب کا بیان ہے کہ مجھے پہلی مرتبہ یہہ معلوم ہوا کہ قاری عبدالمالک صاحب کو راگ میں تنی دستگاہ ہے۔

(د) ایک قصہ سنایا کہ قاری عبدالستار بخاری جو فی الوقت مدینہ میں مسجد بلال کے امام ہیں ۲۳ سال کی عمر میں کلکتہ آئے تھے۔ عمر حماد کے پاس قرات کا ایک جلسہ ہوا۔ اوس میں قاری عبدالستار نے ایسا پڑھا کہ لوگ عش عش کرنے لگے۔ قاری عبدالمالک مع اپنے دو شاگردوں کے وہاں موجود تھے۔ قاری عبدالستار کے بعد ہی عبدالمالک صاحب نے قاری ریاست علی کو پڑھنے کا اشارہ کیا۔ انھوں نے بالکل اسی طرز میں سنادیا جس سے حاضرین کو اور خود قاری عبدالستار کو بڑا تعجب ہوا۔

(ھ) اپنے استاد قاری عبدالمالک کی تعریف میں یہہ بھی کہا تھا کہ اون کو قرآن مجید سے غیر معمولی شغف تھا۔ خوب تلاوت کرتے تھے اور مجھے بھی تاکید کی تھی کہ خوب پڑھا کرو۔ جتنا زیادہ پڑھوگے اتنا ہی وہ تم پر کھلے گا۔ چنانچہ تاکید کرتے تھے کہ رات میں ایک قرآن مجید ختم کرلیا کرو۔ اکثر اوقات رات میں مجھے قرآن پاک پڑھنے کا موقعہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ استراحت کررہے ہیں مگر جہاں غلطی ہوئی اودھر اونھ کہا۔ یہہ عجیب خوبی تھی۔

(و) ماحول کے اثر سے لوگ کس طرح بنتے ہیں اوس کی تائید میں مولانا عبدالشکور مناظر فاروقی کا قصہ بیان کیا کہ وہ النجم کے مدیر تھے انھیں حفظ قرآن کا شوق ہوا تو ۷۵ سال کی عمر میں تکمیل کی۔ بہت صحیح پڑھنے لگے تھے۔ یہ ہندستان کے بڑے علماء میں سے تھے۔

قاری مولوی عبدالمجید افتخار احمد سنبھلی

ف ۱۵۵۲ والد کا نام افضل العلماء، مولانا عبدالوحید سابق نائب صدر مظاہر العلوم۔ سہارنپور (بزمانہ حضرت خلیل الرحمٰن مرحوم) وطن سنبھل۔ ولادت بروز یکشنبہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ (جنوری ۱۹۱۷ء) ۱۳۴۶ھ تک مدرسہ یوسفیہ ریاست منڈھو (علیگڑھ) میں قرآن مجید و حدیث کا درس حاصل کیا۔ پھر ۱۳۴۹ھ میں مئو جاکر تحصیل علم کیا۔ ۱۳۵۴ھ و ۱۳۵۵ھ میں قاری ریاست علی بحری آبادی سے تجوید بروایت حفص پھر قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۶۲ھ میں مدرسہ سعیدیہ جامع مسجد شاہجہاں پور میں درس دیتے رہے ۱۲ سال سے بمبئی میں مقیم ہیں۔ اسال سے کھوکھلا محلہ کی مسجد میں امامت کرتے ہیں۔ آپ نے قرات سبعہ میں ایک تالیف اغاثۃ اللطمان بسبعۃ احرف القرآن الملقب بہ ضیاء البذور فی اصول قرات شفاء الصدور مرتب فرمائی ہے جو زیر طبع ہے۔ اس کا مسودہ میں نے بھی

دیکھا ہے۔ بڑی ضخیم اور عمدہ کتاب ہے۔

قاری حافظ مولانا مولوی عبدالحمید صاحب ٹونکی | ف ۱۵۵۳ وطن ٹونک۔ ولادت ۱۳۳۰ھ۔ حفظ و قراءت کی تکمیل ٹونک میں مدرسہ امیریہ سے کی (جو مدرسہ ناصریہ کی ایک شاخ تھی اور جو اب بند ہوگیا ہے) پھر اپنے نانا حافظ محمد اکرم سے تجوید سیکھی۔ پھر ایک عرصے تک سورت میں درس دیتے رہے۔ اب ایک سال سے چھوٹی مسجد سورتی محلہ میں امامت کا کام کر رہے ہیں۔

قاری حافظ عبدالغنی بخاری | ف ۱۵۵۴ ولادت ۱۳۲۰ھ۔ چونا بھٹی کی مسجد میں امامت کرتے ہیں۔ نہایت خوش الحان قاری ہیں اکثر جلسوں کی تلاوت سے افتتاح کیلئے بلایا جاتا ہے قاری عبداللہ صاحب مکی کے شاگرد ہیں آپکے ۲ لڑکے مکہ وغیرہ میں کام کرتے ہیں۔

قاری مولانا اشرف علی | ف ۱۵۵۵ والد کا نام روشن علی۔ وطن نواکھالی۔ ولادت ۱۳۲۶ھ بروایت حفص تجوید سیکھی۔ آجکل صابو صدیق کے مسافر خانے کی مسجد میں امامت کرتے ہیں۔

قاری مولانا سید جمال الدین مونگھیری | ف ۱۵۵۶ والد کا نام سید نذیر الدین۔ وطن موضع بارہ ضلع مونگھیر ولادت ۱۳۲۱ھ۔ ابتدائی تعلیم بمبئی میں ہوئی۔ یہاں سے ڈابھیل پھر اجمیر اور دیو بند میں سات سال گذارے۔ تجوید کی تکمیل دیو بند میں کی۔ قاری عبدالوحید صاحب سے تجوید سیکھی دیناج پور میں ایک سال رہکر بمبئی آئے جس کو پندرہ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ پتھر والی مسجد چکلا اسٹریٹ میں ڈھائی سال سے امامت کرتے ہیں۔

قاری حافظ حکیم عبدالولی لکھنوی | ف ۱۵۵۷ والد کا نام محمد فضل وطن لکھنو۔ ولادت ۱۳۲۴ھ۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں تعلیم ہوئی۔ قاری محمد نذر صاحب سے تجوید سیکھی۔ ۱۱ سال کی عمر میں حفظ کر لیا۔ طبیہ کالج دہلی میں بھی کچھ روز پڑھے ہیں۔ فی الوقت بمبئی میں فروٹ مرچنٹ کا کام کرتے ہیں۔

قاری حافظ حاجی عبدالحی لکھنوی | ف ۱۵۵۸ والد کا نام محمد فضل۔ وطن لکھنو۔ ولادت ۱۳۲۶ھ۔ قاری عبدالولی کے چھوٹے بھائی۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں تعلیم ہوئی۔ قاری محمد صدیق میمن سنگھی سے تجوید سیکھی۔ قاری ضیاء الدین کو بھی قرآن سنایا۔ پھر ایک سال مدرسہ فرقانیہ میں تجوید کا درس دیا بعد ازاں ۱۳۴۵ھ میں رنگون چلے گئے۔ آٹھ مہینے رہکر واپس آئے۔ لکھنو سے بمبئی آگئے۔ ۲۵ سال سے بمبئی میں پھلوں کی تجارت کرتے ہیں مگر قرآنی شغف و ذوق جاری ہے۔ تراویح شاہ مخدوم مینا کی مزار کے پاس کی مسجد واقع لکھنو میں چھ روز میں ختم سناتے رہے۔ ایک سال رنگون کی جامع مسجد میں تراویح میں قرآن سنایا۔ بمبئی میں بادا عبدالرحمن کی مزار کے پائی جھتری سرنگ محلہ میں دو سال تراویح میں قرآن سنایا۔ چھ سال سنی خوجہ مسجد میں

تراویح میں قرآن سنایا۔ ۲۵ سال سے اسمٰعیل حبیب کی مسجد میں قرآن سنا رہے ہیں۔ ۱۳۴۳ھ میں جب حج کو گئے تھے تو اوس وقت قاری عبدالرحمٰن مکّی کا ساتھ رہا۔ ۱۳۷۱ھ میں ہوائی جہاز سے جاکر حج کیا۔

(ب) آپ کو قرآن شریف بہت اچھا یاد ہے۔ نہایت صاف صاف کھلے طور پر پڑھتے ہیں۔ بزرگوں کی صحبت سے بہت فیض یاب ہوئے ہیں۔ بہت دلچسپ قصّے سناتے ہیں۔ مجرب وظیفوں کے متعلق بہت دلچسپ واقعات سناتے ہیں۔ ہر شخص آپ سے فیض حاصل کرکے اٹھتا ہے۔

(ج) اللہ تعالیٰ نے آپ کو پھلوں کے کاروبار میں بہت نفع دیا اور آپ مالدار آدمی ہیں۔ بڑا لڑکا ڈاکٹر ہے۔ منجھلا لڑکا پھلوں کے بیوپار میں مصروف ہے۔ چھوٹا لڑکا عبدالواحد اسکول میں پڑھتا ہے مگر اس لڑکے پر چھ سال کی عمر سے عالم مثال کھلا تھا۔ اور ایک عرصے تک کھلا رہا۔ جس کے دلچسپ واقعات انکے والد ہی سے سنے جاسکتے ہیں۔ اب بھی قاری صاحب کو قرآنی شغف غیر معمولی ہے۔

قاری حافظ محمد ادریس بخاری

ف ۱۵۵۹ والد کا نام محمد عیسٰی۔ ولادت ۱۳۳۱ھ۔ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں تعلیم ہوئی۔ قاری عبدالمالک سے پہلے ایک روایت سے قرآن سنایا پھر سبعہ کی تکمیل کی۔ فوائد مکیہ والجزری بھی انھیں سے پڑھی۔ قصیدہ شاطبی بھی انھیں سے پڑھا۔ ۱۳۶۷ھ تک فرقانیہ میں رہے۔ پھر سورت گئے۔ وہاں سے جلگاؤں جاکر دس بارہ سال جامع مسجد میں امامت کی پھر آکولے کی کچی مسجد میں دو سال امامت کی۔ مسجد نو پاڑہ باندرا میں چھ سال سے امامت کرتے ہیں۔ خوش الحان۔ جید الادا۔ خوش اخلاق واقع ہوئے ہیں۔ اوقات بہت عمدہ ہیں۔

قاری حافظ خطیب افتخار احمد اعظم گڑھی

ف ۱۵۶۰ وطن اعظم گڑھ۔ ولادت ۱۳۳۱ھ جامع مسجد باندرا میں امامت کرتے ہیں۔ مقرر بھی اچھے ہیں۔ اکثر وعظ کیلئے باہر جاتے رہتے ہیں۔ جمعیت العلماء کے رکن ہیں۔

قاری حافظ احمد حسن سیتاپوری

ف ۱۵۶۱ والد کا نام محمد حسن خان۔ وطن اورنگ آباد ضلع سیتاپور۔ ولادت ۱۳۳۱ھ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں تعلیم ہوئی قاری محمد نذر صاحب سے ایک روایت سے ۱۳۵۵ھ میں ختم کیا۔ پھر لکھنؤ میں رہے۔ بعد ازاں حیدرآباد دکن ہوتے ہوئے ۱۳۵۷ھ میں بمبئی آگئے۔ پائے دھونی کے پاس پرفیومری (عطر و تیل) کی دوکان ہے۔ تبلیغی جماعت کے سرگرم رکن ہیں۔ باخدا بزرگ ہیں۔

قاری حسن مکی

ف ۱۵۶۲ ابن محمد معلم الحجاج۔ ولادت مکہ معظمہ ۱۳۰۰ھ۔ مصر میں قاری شیخ محمد پھر شیخ احمد سے و قاری عالی سے تجوید سیکھی۔ ۴۰ سال سے ہندوستان میں رہتے ہیں۔

آٹھ سال سے بمبئی میں زو مینل علی رضا کے پاس امامت کرتے ہیں۔

قاری حافظ عبدالخالق لکھنوی

ف ۱۵۶۳ والد کا نام حاجی محمد علی۔ وطن لکھنو۔ ولادت ۱۳۵۶ھ۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں قاری عبدالمالک سے بروایت حفص تجوید سیکھی۔ تکمیل ۱۳۷۰ھ میں کی۔ ۱۳۷۵ھ سے بمبئی میں مقیم ہیں۔ ادیب کامل کا امتحان علی گڑھ سے ۱۹۴۵ء میں (م ۱۳۶۵ھ میں) پاس کیا۔ لکھنو میں ۱۳۷۴ھ تک ریڈیو پر قرآن مجید سناتے رہے اور اس وقت مدرس بھی تھے خوش الحان قاری ہیں۔

پیرزادہ سید محمد زین الدین احمد آبادی

ف ۱۵۶۴ والد کا نام سید میاں علوی الحسینی القادری۔ وطن احمد آباد۔ ولادت ۱۳۳۱ھ۔ علوم کی تکمیل ڈابھیل۔ سورت اجمیر و دہلی میں ہوئی۔ تجوید کی تکمیل مدرسہ فرقانیہ لکھنو میں قاری سید محمد یامین سے کی۔ بعد ازاں قرات سبعہ کی سند لی۔ قاری عبدالرحمٰن مکی سے بھی استفادہ کیا وہاں سے راندھیر جاکر شیخ القراء عطا واللہ سندھی سے ۱۳۴۰ھ میں سبعہ کی تکمیل کی۔ بعد ازاں احمد آباد جاکر الف خاں کی مسجد شاہی میں ۱۸ سال امامت کی۔ پیری مریدی بھی کرتے رہے۔ پھر جنوبی افریقہ جاکر دو سال ناتال میں رہے۔ ۴۲ یورپین نے اسلام قبول کیا۔ واپس احمد آباد آئے۔ وہاں سے ۱۳۷۶ھ میں بمبئی آئے۔ اب پائے دھونی کی مسجد میں امامت کرتے ہیں۔

قاری حافظ محمد عثمان مکی

ف ۱۵۶۵ والد کا نام عبدالمعطی میرداد۔ وطن مکہ معظمہ۔ ولادت ۱۳۰۹ھ۔ والد سے حفظ و قرات سیکھی۔ عربی لہجہ میں اچھا پڑھتے ہیں۔ ۴۶ سال سے بمبئی میں ہیں حمیدیہ مسجد۔ منارہ مسجد میں امامت کی۔ اب ۲۵ سال سے اسمٰعیل حبیب کی مسجد کے امام ہیں۔

قاری حافظ سید ابوالحسنین آل مصطفیٰ سید میاں قادری

ف ۱۵۶۶ والد کا نام سید آل عبا قادری ولادت ۲۵ رجب ۱۳۳۳ھ م (۹ جون ۱۹۱۵ء) سید ظہور حیدر تاریخی نام ہے۔ وطن مارہرہ۔ ضلع ایٹہ (یو۔پی) سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ مارہرہ سادات بلگرام سے ہیں شاعر بھی ہیں۔ سید تخلص کرتے ہیں۔ شاعری میں احسن مارہروی کے شاگرد ہیں۔ ابتدائی درس نانا حضرت محمد اسمٰعیل حسن سے شروع کیا اور چچا سید محمد آل رسول سے علوم سیکھتے رہے۔ گھر میں مرد اور عورتیں سب ہی حافظ، قاریہ تھیں اس ماحول میں آپ نے ۱۱ سال کی عمر میں حفظ کی تکمیل کی۔ والدہ سے اور قاری شمس الدین نابینا سے استفادہ کیا دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر۔ ادارہ شرقیہ حیدرآباد دکن اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے علوم دینیہ کی تکمیل کی مسلم یونیورسٹی میں بھی درس لیا۔ طبیہ کالج سے سند لی۔ تجوید کی سند ایک خاندانی ہے۔ علامہ قاری سعد اللہ مکی سے سبعہ قرات کی تکمیل کی سن ۱۳۷۰ھ میں بمبئی آکر کھڑک کی مسجد میں امامت پر مامور ہیں۔ آپ کی دو بہنیں حافظ و قاریہ ہیں۔ یہ دونوں بہنیں مارہرہ میں ہیں۔ رمضان شریف میں تراویح میں قرآن سناتی ہیں۔ دونوں کے

شوہر کراچی میں ہیں۔

قاری سید مصطفےٰ حیدر حسن مارہروی

ف ۱۵۶۷ ابن سید آل عبا قادری۔ برادر خورد قاری سید ابوالحسین۔ ولادت ۱۰ ر شعبان ۱۳۴۵ھ۔ وطن مارہرہ۔ اپنے ماموں سے تجوید سیکھی۔ مارہرہ میں رہتے ہیں۔ بمبئی بڑے بھائی کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ مجھ سے بمبئی ہی میں ملاقات ہوئی۔ آپ کے خاندان کا ماحول سب حفظ و تجوید کا ہے۔ آپ کی والدہ اور خالائیں بھی حافظہ قاریہ تھیں۔ اب ان کا انتقال ہو چکا ہے مگر بزمانہ حیات گھر میں تراویح کی زنانہ جماعت ہوتی تھیں جس میں یہہ خواتین قرآن عورتوں کو سناتی تھیں اوس وقت سے زنانہ جماعت کا سلسلہ ابتک برابر جاری ہے۔

قاری زبیر احمد عثمانی سہارنپوری

ف ۱۵۶۸ والد کا نام طفیل احمد۔ وطن سہارن پور۔ ولادت ۱۳۴۷ھ (م ۱۹۲۷ء) ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی۔ تجوید و قراءت حضرت عبدالخالق سہارنپوری سے سیکھی۔ بروایت حفص تکمیل ۱۳۶۱ھ میں کی۔ سہارن پور کے مختلف مدارس میں درس دیتے رہے۔ دھولا بڑا میں بھی رہے۔ ۱۳۷۱ھ میں بمبئی آکر نیلی محلہ میں رسول مسجد کی امامت پر فائز ہوئے اوس وقت سے ابتک یہیں ہیں۔ مسجد میں طلباء کو عشاء کے بعد درس دیتے ہیں۔

(ھب) جہیر الصوت۔ خوش الحان ہیں۔ فضا پر چھا کر پڑھتے ہیں۔ علاوہ ازین نعتیہ کلام بھی خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔

قاری حافظ مطیع اللہ پشاوری

ف ۱۵۶۹ والد کا نام عبدالرزاق۔ وطن ضلع پشاور۔ ریاست صاد ولادت ۱۳۴۱ھ۔ آپ کے اساتذہ تجوید و حفظ میں قاری محمد علی رامپوری و قاری تروایار ہیں۔ رامپور میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مدرسہ عالیہ رامپور سے مولوی کی سند لی۔ پھر رامپور ہی میں تجوید کا درس دیتے رہے۔ دو تین سو شاگرد بنائے۔ کچھ دنوں دہلی میں رہ کر ۱۳۷۸ھ میں بمبئی آگئے۔ اب پٹھان مسجد میں امامت کرتے ہیں۔ بمبئی میں سید محمد نے آپ سے حفظ و تجوید پڑھنی شروع کی ہے۔ حفظ میں آٹھ پارے کئے ہیں۔ آواز و ادائی دونوں اچھی ہیں۔ جوان صالح و با اخلاق ہیں

ھب قاری مطیع اللہ جہیر الصوت۔ طاقتور آواز رکھنے والے ہیں۔ بڑی محنت سے پڑھتے ہیں متقی و پرہیزگار ہیں۔

قاری حافظ عبدالسلام اعظم گڑھی

ف ۱۵۷۰ والد کا نام مولوی عبدالقیوم۔ وطن فتح پور تال نرجا ضلع اعظم گڑھ۔ ولادت ۱۳۴۰ھ۔ قاری ریاست علی صاحب

بجری آبادی سے مدرسہ دارالعلوم مئو بھنجن ناتھ میں پہلے ایک روایت سے تجوید سیکھی۔ بعد ازاں سبعہ قرات بھی سیکھتے رہے۔ فراغت حصول تعلیم کے بعد چار سال اوسی مدرسہ میں تجوید سکھلاتے رہے۔ پھر قصبۂ خیرپور (ریاست بھاولپور) میں مدرسہ تجوید القرآن میں ایک سال کام کیا۔ ۱۳۴۷ھ میں وہاں سے چلے آئے۔ فیض آباد یوسف پور (ضلع غازی پور) میں کام کرتے رہے۔ ایک سال ڈابھیل کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ میں کام کیا۔ ۱۳۴۷ھ سے مرغا گرین کی مسجد واقع بمبئی میں امامت کرتے ہیں اور تجوید کا درس بھی دیتے ہیں خوش الحان قاری ہیں۔ ادائی صاف ہے۔ خوش گلو واقع ہوئے ہیں۔ حفظ کی تکمیل اپنے والد سے کی۔ آپ کے دو چھوٹے بھائی بھی حافظ و قاری ہیں جو بمبئی کے مساجد میں امامت کرتے ہیں۔

قاری حافظ ابصار اللہ اعظم گڑھی

ف ۱۵۷۱ والد کا نام مولوی عبد القیوم۔ وطن فتح پور تال نرجا ضلع اعظم گڑھ۔ ولادت ۱۳۴۲ھ قاری محمد مصطفٰے صاحب جو قاری ریاست علی بجری آبادی کے شاگرد ہیں۔ اون سے مدرسہ دارالعلوم مئو بھنجن ناتھ میں بروایت حفص تجوید سیکھی۔ ۱۳۷۰ھ میں فارغ ہوئے۔ کچھ روز وہیں دارالعلوم میں پڑھایا۔ ۱۳۷۱ھ میں بمبئی آگئے۔ کماٹی پورے کی مسجد کے امام ہیں۔ تجوید سے بچوں کو قرآن شریف سکھلانے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

قاری ولی اللہ اعظم گڑھی

ف ۱۵۷۲ والد کا نام مولوی عبد القیوم وطن فتح پور تال نرجا ضلع اعظم گڑھ ولادت ۱۳۴۴ھ۔ قاری محمد مصطفٰے سے مدرسہ دارالعلوم مئو بھنجن ناتھ میں تجوید سیکھی۔ یہ قاری عبد السلام کے چھوٹے بھائی ہیں۔ بنگالی پورے کی مسجد میں (جو چار نل کے نیچے ہے) امامت کرتے ہیں۔

خطیب قاری غلام محمد کوکنی ایم اے

ف ۱۵۷۳ والد کا نام محمد ابراہیم۔ وطن کوکن۔ ولادت ۱۳۲۱ھ (م ۱۹۰۱ء) تعلیم جامع مسجد کی مکتب محمدیہ میں ہوئی۔ بمبئی ہی سے عربی سے ایم اے کیا۔ مدرس ہو کر مکہ معظمہ گئے۔ چار سال قیام کیا۔ وہاں بھی پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ حج کئے۔ مدرسہ الفلاح میں بھی درس حاصل کیا۔ ۱۳۵۲ھ سے جامع مسجد متصل کرافورڈ مارکٹ کے خطیب ہیں۔ سنڈہم کالج میں ۱۵ سال تک اردو پڑھاتے رہے۔

قاری یار محمد فیض آبادی

ف ۱۵۷۴ والد کا نام عبد الشکور۔ وطن موضع ہیھنا راج۔ ضلع فیض آباد (یوپی) ولادت ۱۳۲۶ھ۔ قاری حافظ عبد الواحد صاحب بارہ بنکی والوں سے بمبئی میں تجوید سیکھی۔ ۹ سال سے دائم کی مسجد محلہ سورتی میں امام ہیں۔ بچوں کو قرآن مجید کا درس بھی دیتے ہیں۔

قاری عبدالواحد | **ف ۱۵۷۵** بمبئی میں ایک مسجد کے امام ہیں۔ مدرس مدرسہ تجوید القرآن ہیں۔

قاری محمد شفیع مبارک پوری | **ف ۱۵۷۶** تلمیذ قاری محب الدین صدیقی بمبئی میں بھینڈی مسجد کے امام ہیں۔

پونہ

مولوی حافظ قاری عبدالحق صاحب | **ف ۱۵۷۷** ولادت ۱۳۴۱ھ۔ شاگرد قاری حبیب اللہ ٹونکی ر ۱۳۵۲ھ میں حج کیا۔ حرم میں قرآن شریف پڑھا۔ پھر تیس طواف میں ایک ختم کیا۔ گنج پیٹ کی مکہ مسجد کے پیش امام ہیں۔ خوش الحان قاری ہیں۔ تبلیغی جماعتوں میں حصہ لیتے ہیں۔ آپ سے دو مرتبہ میں مل چکا ہوں۔ پہلی بار ٹونک میں اور دوسری بار مالیگاؤں میں۔

سورت

قاری حافظ مولوی انوار الحق فاروقی | **ف ۱۵۷۸** والد کا نام شیخ معشوق علی۔ یہ قاری نورالحق کے بڑے بھائی تھے۔ وطن لکھنو۔ پیدائش ۱۹۰۳ء۔ حافظ عبدالصمد صاحب سے حفظ کی تکمیل کی۔ پھر قاری ضیاء الدین صاحب سے تجوید سیکھی۔ پھر محمد صدیق صاحب میمن سنگھی سے پہلے بروایت حفص اور پھر قرات سبعہ کی سند لی۔ اپنے زمانے میں مدرسہ کے بہترین قاری مانے جاتے تھے۔ ایک جلسہ میں پوری سورۂ طٰہٰ پڑھی۔ آٹھ سال کی عمر میں حفظ کر لیا تھا۔ اسی زمانے میں ابراھیم رشید مکی لکھنو میں اپنے خسر عبدالقادر سکندر کی فرمائش پر رمضان میں قرآن شریف سنا رہے تھے۔ انوار الحق بھی جاکر شریک ہوگئے اور کئی بار لقمہ دیا۔ عبدالقادر سکندر نے شاباشی دی اور ڈھائی روپئے انعام دیئے۔ انوار الحق صاحب پہلے مراد آباد میں رہے۔ پھر رنگون چلے گئے وہاں چھ، سات سال رہ کر بمبئی آگئے اور مرچی محلہ کی مسجد کے امام ایک عرصے تک رہے۔ اوس کے بعد نظام آباد کے ایک مدرسہ میں درس دیتے رہے۔ وہاں سے برما چلے گئے۔ وہاں سے ڈابھیل کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ میں انور شاہ صاحب کے زمانے میں شیخ التجوید رہے ۵ سال وہاں گذار کر ۴ سال علی گڑھ میں رہے ۱۵ سال سورت کی جامع مسجد میں امام رہے۔ سنا ہے کہ انتقال ہو گیا۔

مدھیا پردیش

ف ۱۵۷۹ مدھیا پردیش کا اکثر علاقہ دینی مکاتب اور تجوید سے خالی ہے۔
تاہم بعض بڑے شہروں میں یا باہر سے آکر جو قراء بس گئے ہیں اونکے حالات درج ذیل ہیں۔

مئو۔ مالوہ

ف ۱۵۸۰ مفتی مولانا قاری محمود احمد صاحب ابن شیخ محمد اسمٰعیل۔ وطن نانوتہ۔ ضلع سہارن پور۔ پیدائش ۱۳۱۲ھ۔ دار العلوم دیوبند سے عالم کی سند لی۔ تجوید قاری عبد الوحید صاحب سے سیکھی۔ ایک روایت کے جاننے والے ہیں۔ فارغ ہونے کے بعد بیاور (راجپوتانہ) کے مدرسے میں درس دیا۔ وہاں سے مولانا معین الدین کی دعوت پر اجمیر چلے گئے۔ مدرسہ معینیہ میں تجوید و دیگر علوم کی تعلیم دی۔ اجمیر میں تین سال رہکر اجین تشریف لائے۔ یہاں دس سال رہے۔ گوالیار کے مہاراجہ اور راوس کی ریاست کی مخالفت سے ریاست بدر ہوکر چھاؤنی مئو میں قیام کیا۔ وہاں ۱۳۵۲ھ سے قیام پذیر ہیں۔ قاضی۔ مفتی۔ عالم ہیں۔ دار الافتاء میں کام کرتے ہیں۔ اچھے سیاسی لیڈر ہیں۔ اس علاقہ میں مرکزی شخصیت رکھتے ہیں۔ آپ کے دو لڑکے ہیں۔ قاری مسعود احمد (۲) قاری حماد احمد جن کا ذکر ذیل میں درج ہے۔

مولانا قاری حماد احمد | ف ۱۵۸۱ ابن مولانا مفتی محمود احمد۔ پیدائش ۱۳۳۹ھ۔ دار العلوم دیوبند کے فاضل ۱۹۴۲ء م ۱۳۶۳ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ قاری حفظ الرحمٰن سے تجوید سیکھی۔ کوئٹہ (بلوچستان) کے مدرسے میں تعلیم دی۔ وہاں سے بڑے بھائی کے پاس اجین آگئے چند روز کھنڈوے میں رہے۔ پھر نائب قاضی ہوکر والد کے پاس مئو میں مقیم ہیں۔

اجین

مولانا قاری مسعود احمد | ف ۱۵۸۲ ابن مولانا مفتی محمود احمد صاحب۔ یہہ قاری حماد احمد صاحب کے بڑے بھائی ہیں۔ وطن نانوتہ۔ پیدائش ۱۳۳۵ھ دیوبند کے فارغ التحصیل۔ مولانا حفظ الرحمٰن سے تجوید سیکھی۔ اب والد کی جگہ اجین میں کام کررہے ہیں۔ عالم و

متقی ہیں۔ سیاسی لیڈر بھی ہیں آپ کے خلاف بھی راجہ گوالیار نے شہر بدر کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔ انقلاب کے بعد اوس پر عمل نہوا۔ اجین میں آپ کی مرکزی شخصیت ہے۔ چوک کی بڑی مسجد میں نماز پڑھایا کرتے ہیں گو دوسرے امام بھی مقرر ہیں۔ آپ بہت خوش اخلاق۔ خوش رو۔ صاحب فہم و مروت واقع ہوئے ہیں اسلامی طرز کی زندگی گذارتے ہیں۔

مولانا حاجی مولوی محمد ایوب میاں

ف ۱۵۸۳ ابن سید جبار میاں وطن مردان (لائل پور) پیدائش ۱۳۳۴ھ۔ پشاور میں تعلیم ہوئی حضرت بادشاہ صاحب افغانی سے ایک روایت سے ۱۳۵۳ھ م ۱۹۳۲ء میں تجوید حاصل کی۔ جہیر الصوت۔ خوش الحان قاری ہیں۔ صاف گو۔ سمجھدار۔ صاحب مروت ہیں۔ ۲۵ سال سے زیادہ سے اجین کی جامع مسجد کی امامت کرتے ہیں اہل محلہ آپ کے معتقد ہیں آپ ہی سے آپ کے استاد کے حالات معلوم ہوئے جو درج ذیل ہیں۔

حضرت سید بادشاہ صاحب

ف ۱۵۸۴ ساکن قصبہ بان خیل سرحدی علاقہ ضلع مردان۔ بڑے عالم و فاضل۔ مفسر و محدث و قاری تھے۔ قرات سبعہ کے جاننے والے تھے۔ عمر بھر درس و تدریس میں لگے رہے۔ (۷۰) سال کی عمر میں ۱۹۳۳ء میں انتقال کیا۔ آپ کے بہت سے شاگرد تھے۔ جن میں ممتاز قاری خلیل الرحمٰن تھے۔ جن سے مولانا ایوب میاں نے قرارت سیکھی۔

مولوی محمد صالح میاں

ف ۱۵۸۵ ابن حاجی مولانا محمد ایوب میاں۔ وطن اجین۔ پیدائش ۱۳۶۰ھ تجوید و علوم والد سے سیکھے۔ اجین کی جامع مسجد کے موذن ہیں۔

مولوی شیخ محمد یٰسین

ف ۱۵۸۶ والد کا نام شیخ محمد قاسم۔ وطن تر ورہ۔ ضلع اورنگ آباد۔ پیدائش ۱۳۴۰ھ۔ دار العلوم دیوبند میں ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۸ء سے لیکر ۱۳۶۴ھ تک رہے۔ تجوید قاری حفظ الرحمٰن صاحب سے سیکھی۔ متوکل۔ عالم و صوفی ہیں۔ تبلیغی جماعت کے سرگرم ممبر ہیں۔ اصلاح المسلمین کا بڑا جذبہ رکھتے ہیں۔ اجین میں خواجہ شکیب کی مسجد خراب حالت میں تھی۔ وہاں جاکر آپ بیٹھ گئے۔ اوس کی مرمت کرائی۔ سات سال سے زیادہ سے امامت کر رہے ہیں۔ مسجد کی درستگی اور محلہ کے مسلمانوں کی اصلاح میں کوشاں ہیں۔

حافظ قاری مصطفےٰ علی صاحب

ف ۱۵۸۷ ابن خورشید علی۔ وطن قصبہ سہسوان ضلع بدایون یوپی حال مقیم حویلی میر صاحب اجین۔ پیدائش ۱۳۲۵ھ م چھتاری ضلع بلند شہر میں حافظ عبد الرزاق صاحب مدرسہ قرآن ریاست چھتاری میں حفظ و تجوید کی تکمیل کی۔ ۱۳۵۹ھ سے اجین میں مقیم ہیں۔ مختلف مساجد میں تراویح میں قرآن مجید سناتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے

سرگرم ممبر ہیں۔

قاری ابو احمد صاحب ف ۱۵۸۸ ابن پیر سید رؤف احمد صاحب۔ وطن بھوپال۔ پیدائش ۱۳۲۱ھ ۲۵ سال سے زیادہ سے اجین میں کپڑے کی تجارت کرتے ہیں۔ مذہبی لگاؤ ہونے کی وجہ سے اپنی طور پر عربی و قواعد سیکھے۔ پھر بھوپال میں تجوید سیکھی۔ جس محلہ میں رہتے ہیں وہین ایک چھوٹی سی مسجد آباد رکھنے کے خیال سے امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ تبلیغی جماعت سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ بامروت اور خوش اخلاق تاجر ہیں۔

حافظ قاری عبدالرشید صاحب ف ۱۵۸۹ وطن اجین۔ پیدائش ۱۳۰۷ھ بی اے، ایل ایل بی پاس کرنے کے بعد سشن ججی سے وظیفہ لیا۔ ایک دیانتدار منصف مزاج افسر رہ چکے ہیں۔ آپ کی انصاف پسندی اور قابلیت کی اجین میں بڑی شہرت ہے۔ دودھ تلائی۔ متصل اسٹیشن میں ایک بڑا مکان ہے جہاں آپ رہتے ہیں۔ مہاراجہ گوالیار آپ کی انصاف پسندی کی وجہ سے آپکی بڑی قدر کرتا تھا وظیفہ لینے کے بعد آپ نے ذکر و فکر میں عمر گذارنا مناسب سمجھا۔ ساتھ ہی اصلاح المسلین کا جذبہ رکھتے تھے۔ جمعہ کے روز وعظ کیا کرتے تھے اور محلہ کی تنظیم میں بڑی کوشش کی مگر جب آپ نے اپنی تلقین و وعظ کا اثر نہ دیکھا تو پھر شہر سے دور ایک مزار پر جاکر دن بھر مراقبہ اور ذکر و فکر میں بسر کرنا شروع کیا۔ اب بہت کم کسی سے ملتے ہیں۔ نوجوانوں کی بے حسی سے بہت نالاں ہیں اور ادن کی مذہب کی طرف سے لاپروائی پر شاکی۔ مجھ سے شکایتاً کہتے تھے کہ "یہہ نوجوان تنظیم کرتے نہیں۔ محنت سے جان چراتے ہیں۔ مذہب سے لاپروا ہیں۔ پھر اصلاح ہو تو کیسے ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب حالت بد سے بدتر ہی ہوتی جائیگی مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ وہ مردے سے بھی زندگی پیدا کر سکتا ہے۔"

اندور

حافظ قاری مفتی رضوان الرحمٰن فاروقی ف ۱۵۹۰ وطن بریلی۔ پیدائش ۱۳۳۵ھ۔ مرادآباد سے تجوید کی سند لی۔ جونپور میں کچھ دن رہے۔ اچھے واعظ ہیں اندور کی جامع مسجد کے امام و خطیب ہیں۔ آپ نے ۱۳۷۰ھ م ۱۹۵۰ء میں تجوید کا ایک مدرسہ جامع مسجد میں کھولا تاکہ اندور میں تجوید کا چرچا ہو۔ اس مدرسے کیلئے قاری محمد حسن سنبھلی (مرادآبادی) کو شیخ التجوید مقرر کیا۔ یہہ مدرسہ ۱۹۵۳ء تک چلا۔ مگر قاری صاحب ناراض ہوکر چلے گئے۔ ادن کے جانے کے بعد کچھ روز چل کر مدرسہ بند ہو گیا۔

قاری حافظ محمد حسن سنبھلی ف ۱۵۹۱ ابن مولانا قاری حامد حسن سنبھلی۔ وطن سنبھل (مراد آباد) پیدائش ۱۳۴۸ھ۔ مراد آباد میں تجوید کی تکمیل کی۔ خوش الحان قاری ہیں۔ مفتی صاحب کے بلانے پر آپ سنہ ۱۹۵۰ء میں اندور آئے۔ تین سال تک مدرسہ میں تجوید کا درس دیا۔ سنہ ۱۹۵۳ء میں ناراض ہوکر واپس چلے گئے۔

حافظ قاری حبیب احمد سنبھلی ف ۱۵۹۲ ابن مولانا قاری حامد حسن۔ قاری محمد حسن صاحب کے چھوٹے بھائی۔ پیدائش سنہ ۱۳۵۰ھ مراد آباد ہی میں تجوید کی سند لی۔ خوش الحان قاری ہیں۔

قاری حافظ زین الدین احمد ف ۱۵۹۳ وطن الہ آباد۔ پیدائش سنہ ۱۳۴۵ھ الہ آباد میں شیخ القراء محب الدین احمد الہ آبادی سے ایک روایت کی سند لی۔ جامعہ عربیہ ناگپور میں سنہ ۱۹۵۲ء میں ایک سال شیخ التجوید کا کام انجام دیا۔ اوسکے بعد الہ آباد چلے گئے۔ اندور بھی آئے تھے۔

حافظ قاری عبد المجید خان ف ۱۵۹۴ ابن حافظ عبد القدیر خان ابن حافظ عبد العزیز خان مرحوم۔ پیدائش سنہ ۱۹۳۳ء۔ وطن اندور۔ سنہ ۱۹۵۲ء میں جب حافظ محمد حسن سنبھلی نے اندور میں خوش الحانی سے ایک رکوع سنایا تو آپ کے دل میں تجوید سیکھنے کا شوق ہوا۔ اونکی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ حافظ محمد حسن صاحب کی واپسی کے بعد جامعہ عربیہ ناگپور جاکر حافظ قاری زین الدین صاحب سے ایک روایت کی تکمیل کی۔ درس نظامی کی مولوی فاضل کی سند مدرسہ منظر الاسلام بریلی سے حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان اندور ایجوکیشنل بورڈ سے پاس کیا۔ جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب و ادیب ماہر کی سندیں لیں۔ دو سال سے جامع اندور میں امام ثانی کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

اڑیسہ

ف ۱۵۹۵ اڑیسہ کے علاقے میں پہاڑیوں کا سلسلہ ہے جن کے درمیان وادیاں ہیں۔ جنگل کثرت سے ہے۔ تین ندیاں جنوب کی جانب بہہ کر خلیج بنگال میں گرتی ہیں۔ ان میں جنوبی ندی مہاندی ہے پہاڑیوں کے سلسلے نے۔ وادیوں کی بہتات نے۔ جنگل کے گھنے ہونے سے درندوں کی کثرت نے۔ تین ندیوں پر پختہ پل نہونے نے اس علاقہ کو بقیہ ہندوستان سے الگ رکھا اور آبادی بھی بہت مختصر رہی۔ علاقائی زبان اڑیہ ہے۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں الگ صوبہ قرار دیا گیا اور پانچ ریاستیں اوس میں ضم کردی گئیں۔ سب میں بڑی ریاست وجیانگرم کی تھی۔ اڑیسہ کا پایہ تخت ایک زمانے تک کٹک رہا ہے مگر اب بھوبنیشور کو پایہ تخت بناکر از سر نو عمارات

کی تعمیر عمل میں آرہی ہے۔ یہاں کے قدیم باشندے دراوڑی تھے جنکو بھیا۔ سوارہ۔ گونڈ اور کھونڈ کہا جاتا ہے آریوں کی آمد کے بعد بھی اس علاقہ میں دراوڑی سردار برسراقتدار رہے اور اندرونی علاقے پر آریائی کلچر کا اثر نہ پڑا۔ اس لئے اونکی زبان۔ موسیقی۔ کلچر۔ یہہ سب اپنی خصوصیات رکھتی ہیں۔

ف ۱۵۹۶ جب مسلمانوں کا تسلط بنگال پر ہوا تو فیروز شاہ تغلق نے ۱۳۶۱ھ میں بذات خود حملہ کرکے اس علاقہ پر قبضہ جمایا۔ ۱۵۶۸ء میں سلیمان کرانی کے جنرل کالا پہاڑ نے مکند راؤ کو شکست دیکر اپنا قبضہ جمایا ۱۵۹۲ء میں اکبر نے راجہ مان سنگھ کو بھیجکر اس علاقہ کو سلطنت مغلیہ میں ضم کرلیا۔ اورنگ زیب کے زمانے میں دو صوبیدار اپنے عدل و انصاف اور رحمدلی کی وجہ سے مشہور رہے ہے۔ ادن میں سے ایک اکرام خان تھے جنھوں نے کٹک کی جامع مسجد تعمیر کرائی۔ دوسرے شجاع الدین محمد خان تھے جنھون نے کٹک میں مساجد تعمیر کرائیں اور آبادکاری میں حصہ لیا۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد یہہ علاقہ صوبہ بنگال کے تحت رہا۔ ۱۷۵۱ء میں علی وردی خان نے یہہ علاقہ راجہ بھونسلا کو دیدیا۔ ۱۸۰۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو مل گیا۔ ۱۸۶۵ء میں مہاندی کی نہر نکالی گئی جس کی وجہ سے یہہ علاقہ شاداب ہو گیا۔

ف ۱۵۹۷ اڑیسہ میں تعلیمی حالت خراب رہی تاہم مساجد میں سلسلہ درس جاری رہا۔ اس وقت قراوت کے دو بڑے مرکز (۱) کٹک اور (۲) سنگھڑا ہیں۔

ف ۱۵۹۸ کٹک سے ۲۲ میل جانب جنوب مشرق ایک قصبہ ہے جس کو سنگھڑا کہتے ہیں۔ یہہ علاقہ مہاندی کی نہر سے سیراب ہونے کی وجہ سے زرخیز ہے۔ یہاں سادات کا خاندان ایک عرصۂ دراز سے آباد ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر کی والدہ مریم زمانی بیگم جب حج کے لئے گئی تھیں تو کربلائے معلیٰ کے ایک سادات کے خاندان کے تین بھائیوں کو ساتھ لائی تھیں۔ بڑے کا نام سید محمد۔ دوسرے کا نام سید قاسم۔ تیسرے کا نام سید ہاشم تھا۔ سید محمد کو دہلی کی جامع مسجد کا امام مقرر کیا۔ سید قاسم یوپی کی جانب نکل گئے۔ سید ہاشم بنگال ہوتے ہوئے اڑیسہ کی طرف آئے اور سنگھڑے میں قیام کیا۔ یہہ اپنے ساتھ قدم رسول لائے تھے جو اب کٹک میں زیارت گاہ ہے۔ سید ہاشم کو سنگھڑے میں ۹۰۰ بائی زمین دیگئی (ایک بائی ۲۰۔ ایکڑ کی ہوتی ہے) جس کی توثیق سید شجاع الدین محمد خان اور بعد ازاں لارڈ کارنوالس نے کی۔ نہر کی وجہ سے یہہ خطہ زرخیز ہو گیا۔ سادات سنگھڑے کی آبادی ڈھائی ہزار اور مسلمانوں کی تعداد دس ہزار اور تقریباً اسی قدر ہندو بھی آباد ہیں مگر آپس کے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ نہر کی وجہ سے دھان کی کاشت ہوتی ہے اس علاقہ میں علم کا بڑا چرچا رہا۔ ایک عرصہ تک فارسی اس علاقہ کی مقبول زبان رہی ہے جس کو مسلمان ہندو دونوں سیکھتے تھے ایک کہاوت یہاں مشہور ہے کہ سنگھڑے کا کوا بھی فارسی دان ہے

مدرسہ اسلامیہ عربیہ | ف ۱۵۹۹ ۱۹۴۸ء میں ایک عربی مکتب قائم کیا گیا۔ ۱۹۵۲ء میں مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے اس مدرسہ میں دلچسپی لینی شروع کی۔ یہہ صوبے کا واحد مدرسہ ہے جہاں عربی۔ فارسی اور اردو کی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔ تقریباً دو سو طالب علم یہاں پڑھتے ہیں اون میں سے ۳۰ طلباء دوسرے صوبوں کے ہیں۔ خور و نوش کا انتظام مدرسے کی جانب سے ہوتا ہے۔ خوش حال مسلمان مدد کرتے ہیں۔ سات اساتذہ ہیں جن میں سے کئی قاری ہیں۔ پانچسو روپئے ماہانہ کا خرچ ہے۔ یہاں سے تکمیل کے بعد طلباء کو دار العلوم دیوبند بھیجدیا جاتا ہے۔ اس علاقہ کو مدرسہ نظامیہ حیدرآباد سے بھی قریب کا ربط رہا ہے اور اکثر یہاں کے علماء حیدرآباد ہی کے فارغ التحصیل ہیں۔ قصبۂ سنگھڑا میں جو قرا ہوئے اونکے نام یہہ ہیں (۱) قاری ملا سید عبد الوحید ولادت ۱۲۵۰ھ وفات ۱۳۲۲ھ (۲) قاری سید احمد مدنی ولادت ۱۲۵۹ھ۔ وفات ۱۳۲۱ھ (۳) قاری سید امین اللہ ولادت ۱۲۷۷ھ وفات ۱۳۱۲ھ (۴) قاری عبد الرؤف ولادت ۱۳۱۲ھ۔ وفات ۱۳۳۹ھ (۵) قاری مولانا محمد عمر قاری عشرہ قرات ولادت ۱۳۱۸ھ وفات ۱۳۴۸ھ (۶) قاری مولانا سید محمود النبی قاری عشرہ قرات ولادت ۱۳۲۵ھ وفات ۱۳۵۴ھ (۷) قاری سخاوت حسین ولادت ۱۳۳۲ھ وفات ۱۳۷۲ھ (۸) قاری فضل الرحمن ولادت ۱۳۳۰ھ وفات ۱۳۵۷ھ موجودہ قرا میں درج ذیل نام قابل ذکر ہیں۔

قاری مولانا محمد اسمٰعیل | ف ۱۶۰۰ والد کا نام سید محمد خلیل مرحوم۔ وطن سنگھڑا۔ ولادت ۱۳۳۴ھ مراد آباد جاکر قاری محمد عبد اللہ سے مدرسہ شاہی میں تجوید سیکھی۔ دار العلوم دیوبند سے ۱۳۵۰ھ میں سند لی۔ قاری عبد الوحید دیوبندی سے بھی تلمذ رہا۔ ایک روایت کے جاننے والے ہیں۔ نہایت مستعد۔ کارگذار۔ جفاشعار۔ ذہین و خوش بیان ہیں۔ قادیانیوں سے اکثر مناظرے کرتے رہے۔ دس سال سے ناظم مدرسہ اسلامیہ عربیہ سنگھڑا ہیں۔ مجھ سے ۱۹۶۰ء میں کئی گھنٹے ملاقات رہی۔ بڑی دلچسپ گفتگو فرماتے ہیں۔ دیر تک گفتگو سنکر بھی آدمی سیر نہیں ہوتا۔ طبقہ علماء میں ایسے خلوص و ایثار کے لوگوں کی بڑی ضرورت ہے۔ بڑی حسرت سے صاحب موصوف نے فرمایا کہ یہہ سنگھڑے کی بد قسمتی تھی کہ اوس کے قاری کم عمری میں رخصت ہو گئے۔

قاری مولانا محمد اسحاق | ف ۱۶۰۱ والد کا نام سید غلام آلِ عبا۔ وطن سنگھڑا۔ ولادت ۱۳۲۴ھ۔ تعلیم پہلے سنگھڑے میں پائی۔ قاری عبد الرؤف سے قراءت سیکھی۔ بعد ازاں مراد آباد جاکر شاہی مدرسے میں شریک ہوئے۔ قاری محمد عبد اللہ صاحب سے تجوید سیکھی۔ ایک روایت کے جاننے والے ہیں۔ مراد آباد میں فقہ۔ اصول۔ منطق کی تعلیم بھی پائی۔ اب سنگھڑے کے مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں فقہ۔ اصول و منطق کی تعلیم دیتے ہیں

قاری احمد النبی | ف ۱۶۰۲ وطن سنگھڑا۔ ولادت ۱۳۲۷ھ۔ مرادآباد جاکر علوم کی تکمیل کی۔ قاری محمد عبداللہ صاحب سے تجوید کی سند لی۔ اب سنگھڑے میں درس دیتے ہیں۔

قاری عبدالماجد | ف ۱۶۰۳ وطن سنگھڑا۔ ولادت ۱۳۳۵ھ دیوبند جاکر علوم کی تکمیل کی۔ قاری حفظ الرحمٰن سے تجوید سیکھی۔ ایک روایت کے جاننے والے ہیں۔ خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔

قاری حافظ عبدالشکور | ف ۱۶۰۴ والد کا نام محمد یٰسین۔ وطن اسر دھا پور ضلع پری۔ دیوبند سے علوم کی تکمیل کی۔ حفظ و تجوید کی تکمیل قاری حفظ الرحمٰن سے کی ۱۳۷۶ھ میں سند لی۔ قاری حفظ الرحمٰن کی سفارش پر مدرسہ اسلامیہ عربیہ سنگھڑا میں ۱۳۷۸ھ میں شیخ التجوید ہوکر آئے۔ خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ طلباء کے سکھلانے میں مستعدی کا اظہار کرتے ہیں۔

ف ۱۶۰۵ اڑیسہ میں دوسرا مرکز تعلیمی کٹک رہا ہے۔ یہاں بابرکت اشخاص کی وجہ سے اسلامی مدرسے قائم رہے۔ مولوی اکرم علی صاحب نے جو تاجر تھے۔ ایک مدرسہ مکرم العلوم کے نام سے جاری کیا جس کا خرچ سات سو روپیے ماہانہ کا تھا یہاں اچھے عالم و قاری جمع تھے۔ گراب یہ مدرسہ بند ہوگیا مولوی مکرم علی صاحب کے تین فرزند اچھے عالم و فاضل ہوئے۔ اون کا ذکر بعدازین آئیگا۔ کٹک میں دوسرا مدرسہ، مدرسہ اسلامیہ ہے۔ جس میں قاری سید محسن علی درس دیتے ہیں۔ تیسرا مدرسہ۔ مدرسہ سلطانیہ ہے جس میں قاری مولوی عبدالرشید درس دیتے ہیں۔ چوتھا مدرسہ مدینۃ العلم جامع مسجد سے ملحقہ ہے جس میں یتیم خانہ بھی ہے۔ ان چاروں مدرسوں میں عربی و دینیات کی تعلیم ہوتی ہے۔ تجوید کا بھی اچھا انتظام ہے علاوہ ازین پانچ مسجدیں ہیں جہاں اچھے قاری امام ہیں۔ کٹک کے قراء کے حالات درج ذیل ہیں۔

قاری محمد عبدالغفار | ف ۱۶۰۶ والد کا نام محمد عبدالرحمٰن۔ وطن کٹک۔ ولادت ۱۳۰۱ھ۔ قاری مولوی کلیم الدین سے، پھر قاری محمد حسن سے تجوید سیکھی۔ اڑیہ بازار کی مسجد میں ۱۶ سال امامت کی۔ پھر اجلے خان کی مسجد میں تیس سال تک امامت کی۔ اب سردار خان کی مسجد میں ۱۳۷۵ھ سے امامت کرتے ہیں۔ ایک روایت کے جاننے والے ہیں۔ انکے فرزند عبدالمنان جامع مسجد بالو بازار میں امام ہیں۔

قاری حافظ عبدالرشید | ف ۱۶۰۷ والد کا نام منشی عبدالغنی۔ ولادت ربیع الاول ۱۳۱۶ھ درسی علوم و تجوید کی تحصیل کے بعد ۳۸ سال سے یعنی ۱۹۲۱ء م ۱۳۴۱ھ سے کٹک کے عربی مدرسہ، مدرسہ سلطانیہ میں پڑھاتے ہیں۔

قاری سید برکت اللہ | ف ۱۶۰۸ والد کا نام مولوی سید کرم علی۔ وطن کٹک۔ ولادت ۱۳۳۶ھ

والد سے علوم سیکھے۔ الہ آباد جاکر قاری محمد حسین تلمیذ قاری عبدالرحمٰن مکی سے تجوید سیکھی پھر قاری محمد عبداللہ مراد آبادی سے عشرہ کی تکمیل کی۔ اب کٹک میں درس وتدریس کا سلسلہ ہے۔

قاری حافظ محسن علی
ف ۱۶۰۹ والد کا نام سید مبارک علی۔ وطن کٹک۔ ولادت ۱۳۲۷ھ مراد آباد کے مدرسہ شاہی میں حفظ و تجوید کی تکمیل بروایت حفص کی۔ قاری محمد عبداللہ صاحب استاد تجوید تھے۔ حافظ محمد نور صاحب حفظ کے استاد تھے۔ واپس کٹک آنے کے بعد جامع مسجد کے امام مقرر ہوئے۔ ۲۴ سال امامت کی۔ ۱۳۷۵ھ سے مدرسہ اسلامیہ کٹک میں حفظ و تجوید کا درس دیتے ہیں۔ شاگردوں میں ممتاز (۱) حافظ ممتاز علی (۲) حافظ محمد حسن (۳) حافظ عبدالحمید (۴) حافظ امام بخش مرحوم (۵) حافظ حبیب اللہ (۶) حافظ وسیم الدین ہیں۔

قاری عبدالرب ترکی قاری سبعہ
ف ۱۶۱۰ وطن مراد آباد۔ ولادت ۱۳۲۹ھ۔ مراد آباد اور پھر الہ آباد میں درسیات کی تکمیل کی۔ سبعہ کے قاری تھے۔ مختلف مقامات پر تجوید کا درس دیتے رہے۔ ۱۳۵۱ھ میں کٹک آئے تھے۔ اوس وقت قاری حافظ قمرالدین نے اون سے تجوید سیکھی۔ پھر جامع حبیبہ الہ آباد چلے گئے۔ اب تک وہیں ہیں۔

قاری سید نعمت اللہ
ف ۱۶۱۱ والد کا نام سید مکرم علی۔ قاری سید برکت اللہ کے چھوٹے بھائی ولادت ۱۳۳۱ھ والد سے علوم سیکھے۔ مدرسہ نزم العلوم میں تجوید بھی سیکھی۔ اب مختلف مساجد میں ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں۔

قاری ابرار الحق
ف ۱۶۱۲ وطن ہردوئی۔ ولادت ۱۳۳۴ھ۔ مظاہر العلوم سہارن پور سے فاضل ہوئے۔ قاری عبدالخالق سہارن پوری سے تجوید سیکھی۔ مولانا اشرف علی صاحب کے خلیفہ مجاز ہیں۔ ہردوئی میں ایک عربی مدرسہ کے مہتمم ہیں۔ قاری سید معین الاسلام نے آپ سے تجوید کی تکمیل کی

قاری سید معین الاسلام
ف ۱۶۱۳ والد کا نام ڈاکٹر محمد صدیق۔ وطن منڈا۔ کٹک۔ ولادت ۱۳۵۵ھ دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ تجوید قاری محمد نعمان سے اور پھر قاری ابرار الحق سے سیکھی۔ ۱۳۷۷ھ سے کٹک کے مدرسہ سلطانیہ میں تجوید کا درس دیتے ہیں۔

قاری محمد معین الدین
ف ۱۶۱۴ والد کا نام محمد قطب الدین۔ وطن موضع دھام نگر ضلع بالیسر۔ اڑیسہ۔ ولادت ۱۳۴۳ھ۔ ابتدائی تعلیم الہ آباد۔ پانی پت۔ امبالہ۔ بہار شریف میں پائی۔ الہ آباد میں حافظ عبدالوحید سے تجوید سیکھی۔ عربی درسیات کی تکمیل مدرسہ اسلامیہ بہار میں کی۔ ۱۳۶۰ھ سے پٹنہ کی مسجد میں امام ہیں۔

قاری حافظ ابرار الحسن

ف ۱۶۱۵ والد کا نام کمال الدین۔ وطن موضع دینگرپور ضلع مراد آباد۔ ولادت ۱۳۴۷ھ ابتدائی تعلیم کے ساتھ تجوید وحفظ کی تکمیل جامعہ نعیمیہ مراد آباد۔ جامعہ حبیبیہ الہ آباد مدرسہ اسلامیہ میرٹھ میں ہوئی۔ قاری عبدالرب صاحب سے الہ آباد میں قرات سبعہ کی تکمیل کی۔ آپ قرآن شریف پر اختلافات سبعہ حاشیہ پر اور بین السطور لکھ رہے ہیں۔ ۱۳۷۹ھ سے جامع مسجد کٹک کے یتیم خانہ مدرسہ مدینۃ العلم میں تجوید وحفظ سکھلاتے ہیں۔ طالب علم بھی خوش الحانی سے پڑھتے ہیں۔ جوان صالح منکر المزاج ہیں

قاری حافظ سید قمر الدین

ف ۱۶۱۶ والد کا نام سید سراج الدین۔ وطن بھدرک۔ ضلع بالیسر اڑیسہ۔ ولادت ۱۳۳۹ھ قاری مولوی عبدالرب ترکی جب کٹک آئے تھے تو اون سے تجوید ۱۳۵۲ھ میں بروایت حفص سیکھی ۱۳۵۳ھ میں کٹک میں قدم شریف کی مسجد میں امام مقرر ہوئے۔ ۱۳۵۷ھ سے جامع مسجد کے یتیم خانہ میں قراءت وحفظ کا درس دیتے ہیں۔

قاری حبیب اللہ

ف ۱۶۱۷ والد کا نام مولوی امانت اللہ۔ قاری برکت اللہ کے برادر زادہ۔ وطن کٹک۔ ولادت ۱۳۶۱ھ۔ کلکتہ میں مدرسہ عظمتیہ میں تجوید کی تعلیم ہوئی۔ قاری حافظ عبدالقوی صاحب استاد تھے۔

قاری حافظ عبدالسلام

ف ۱۶۱۸ وطن کنڈاپارہ۔ کٹک۔ ولادت ۱۳۴۰ھ نابینا ہیں۔ سہارنپور جاکر حفظ وعلوم کی تکمیل کی۔ قاری عبدالخالق صاحب سے عشرہ کی سند لی تکمیل کے بعد پانچ سال میرٹھ میں تجوید وحفظ پڑھاتے رہے اوس کے بعد وطن کنڈاپارہ آگئے اب وہیں درس دیتے ہیں۔

ف ۱۶۱۹ اڑیسہ جانے سے پہلے مجھے بالکل توقع نہ تھی کہ ایک پس ماندہ صوبہ میں اتنے عربی کے مدارس ہونگے اور تجوید کے اتنے ماہر نظر آئیں گے مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اوس نے اپنے کلام کے خدمت گذار ہر جگہ بڑی تعداد میں چھوڑ رکھے ہیں جو صرف خوشنودی باری تعالیٰ کی خاطر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں اور اس سے بالکل مستغنی ہیں کہ اون کو معاوضہ کیا ملتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَوْسِعْ رِزْقَھُمْ۔

اورنگ آباد

ف ۱۶۲۰ (الف) یہہ علاقہ حیدرآباد کے زیر اثر رہنے سے یہاں قرات وتجوید کا اچھا شوق رہا۔ قاری عبدالولی صاحب اور اونکے شاگرد قاری نظام الدین صاحب۔ سید اصغر علی مہتمم پولیس مرحوم وقاری فیض محمد صاحب کا ذکر قبل ازیں جلد دوم میں آچکا ہے مگر اونکے بعد آہستہ آہستہ ذوق کم ہونے لگا

مقری سید کلیم اللہ قادری

ف ۱۶۲۰ (ب) والد کا نام سید برہان بادشاہ قادری۔ وطن حیدرآباد دکن ولادت ۱۷رشوال ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۲رنومبر ۱۹۰۸ء ذہین وفہیم ۱۹۲۸ء میں نظام کالج سے بی۔ایس۔سی پاس کیا۔ سائنس کے طالب علم ہونے کے باوجود ذوق سخن بہت ستھرا ہے۔ حیدرآباد سیول سروس کیلئے منتخب ہوئے۔ تعلقداری سے ترقی کر کے صوبیدار ہوئے۔ پھر ناظم عطیات وبعدازاں ریونیو ٹریبونل کے جج بنا کر اورنگ آباد بھیجے گئے وہاں ساڑھے سات سال کام کرنے کے بعد وظیفہ پر علٰحدہ ہوئے۔ آپ اپنی دیانتداری۔ پابندی شرع اور بے لاگ انصاف کیلئے ہمیشہ مشہور رہے۔

(ج) آپ کو قرآن مجید سے ہمیشہ شغف رہا۔ تجوید۔ تفسیر وحدیث کو ہمیشہ سیکھتے وسکھلاتے رہے تجوید میں آپ مقری محمد تاج الدین کے شاگرد ہیں۔ شیخ القراء میر روشن علی صاحب کو بھی سنایا ہے اور اکثر اوقات ادبی مجالس میں سرگرم حصہ لیتے رہے۔ شیخ القراء آپ کی تحقیق و فراست کی تعریف فرماتے تھے ۱۳۶۸ھ میں آپ نے ایک ادارہ قرآن خوانی و قرآن فہمی کا قائم کیا جو قرآن ہاؤس سوسائٹی کے نام سے موسوم ہے۔ تقریباً بیس سال عابد شاپ کی مسجد کے کتب خانے میں اس کے جلسے ہوتے رہے۔ اس سوسائٹی نے بھی تجوید سکھلانے اور قاری بنانے میں بڑا حصہ لیا ہے۔

(د) جب آپ اورنگ آباد تشریف لے گئے اوس وقت وہاں تجوید کی طرف بے رخی تھی۔ قدیم جاننے والے بھی کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ آپ نے بڑی مستعدی سے تجوید کا ماحول بنایا۔ آپ کی بیگم صاحبہ بھی خواتین میں مذہبی شغف پھیلانے میں حصہ لیتی رہیں۔ جن شاگردوں نے آپ سے تجوید سیکھی اون میں سے چند نام درج ذیل ہیں :۔

(۱) قاری حبیب الرحمٰن (۲) قاری ڈاکٹر عبدالخالق (۳) قاری ابوطالب پرنسپل اورنگ آباد کالج (۴) قاری حافظ عبدالستار (۵) قاریہ ممتاز فاطمہ وغیرہ

(ہ) آپ نے اپنی بیگم اور سب لڑکوں ولڑکیوں کو تجوید سکھلائی۔ آپ کے سب لڑکے بہت اچھا پڑھتے ہیں میں نے بھی سنا ہے۔ قاریان بالا کے علاوہ اصحاب ذیل بھی قابل ذکر ہیں :۔

مولانا حکیم قاری ابوالخیر محمد صابر صاحب

ف ۱۶۲۱ والد کا نام محمد عبداللہ شاہ۔ فارغ التحصیل جامعہ ازہر وطن گولکنڈہ۔ پیدائش ۱۳۰۱ھ وفات ۱۳۸۵ھ۔ قاری محمد سلیمان بھوپالی اور قاری فضل علی سے تلمذ رہا۔ پھر قاری عبدالحق مکی سے ایک روایت کی تکمیل کی۔ بہت اچھے عالم وصوفی تھے۔ ایک عرصے تک اورنگ آباد کالج میں فارسی کے پروفیسر رہے۔ مطب بھی کرتے رہے قاری عبدالحی فرنگی محلی سے استفادہ کیا ہے۔ طالب علموں کا ذہن بنانے کیلئے موثر تقریر فرماتے تھے۔ ایک

عرصے تک مالیگاؤں اور حیدر آباد میں بھی رہے ہیں۔

ف ۱۶۲۲ حافظ فیض محمد صاحب کے فرزندان حسب ذیل تھے۔ (۱) حافظ قاری فیض احمد (۲) حافظ قاری فیض مصطفےٰ (۳) قاری فیض حامد (۴) حافظ فیض جلیل۔

حاجی قاری حافظ محمد حسن ف ۱۶۲۳ والد کا نام ابو محمد خلد آبادی۔ ولادت ۱۳۲۰ھ۔ والد سے تجوید سیکھکر ۳۰ سال سے شاہ گنج کی مسجد میں امامت کر رہے ہیں۔ منکسر المزاج اور خلیق آدمی ہیں۔ قاری کلیم اللہ صاحب سے بھی استفادہ کیا۔

قاری حافظ عبد الستار ف ۱۶۲۴ والد کا نام قاری شیخ احمد اورنگ آبادی۔ ولادت ۱۳۳۳ھ قاری فیض محمد کے شاگرد تھے۔ بروایت حفص تجوید سے پڑھا۔ قاری کلیم اللہ صاحب سے بھی استفادہ کیا۔

قاری حافظ فیض محمود ف ۱۶۲۵ والد کا نام فیض محمد۔ وطن اورنگ آباد ولادت ۱۳۲۷ھ والد سے تجوید سیکھی۔

قاری امجد علی خان ف ۱۶۲۶ والد کا نام محمد علی خان۔ وطن اورنگ آباد۔ ولادت ۱۳۱۷ھ قاری منیر علی صاحب حیدرآبادی سے تجوید سیکھی۔ اورنگ آباد میں مدرس رہے اب وظیفہ پاتے ہیں۔ درس و تدریس جاری ہے۔

قاری جنید علی ف ۱۶۲۷ والد کا نام محمد علی خان۔ وطن اورنگ آباد۔ ولادت ۱۳۲۲ھ آپ نے مقری احمد اللہ مدرس وظیفہ یاب ساکن مغل پورہ حیدر آباد سے تجوید سیکھی۔ مقری قاری تونسی صاحب کے شاگرد تھے۔ آپ اورنگ آباد سے مالیگاؤں منتقل ہو گئے۔ وہاں ایک تجوید کا مدرسہ قائم کیا جس میں آپ کی صاحبزادی بھی عورتوں میں درس دیتی ہیں۔

قاری حافظ فیض احمد ف ۱۶۲۸ والد کا نام فیض محمد۔ وطن اورنگ آباد۔ ولادت ۱۳۱۷ھ سلسلہ قراءت قاری ذاکر صاحب اور عبد الحق مکی سے ملتا ہے۔

قاری حافظ غلام محمد ف ۱۶۲۹ وطن خلد آباد۔ ولادت ۱۳۱۵ھ آپ نے قاری میر روشن علی صاحب سے بقراءت عاصم تجوید سیکھی۔ خلد آباد کے مدرسہ حفاظ و تجوید میں صدر مدرس کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

قاری حافظ جان محمد ف ۱۶۳۰ وطن خلد آباد۔ والد کا نام شیخ امیر۔ ولادت ۱۳۴۵ھ آپ نے تجوید قاری حافظ غلام محمد سے سیکھی۔ خلد آباد ہی میں مدرس ہیں

سیّد نظام الدین اورنگ آبادی | ف ۱۶۳۱ والد کا نام سید جلال الدین۔ وطن اورنگ آباد۔ ولادت ۱۳۹۲ھ۔ قاری عبد الولی کے شاگرد۔ اپنے استاد اور دیگر قرآئے اورنگ آباد کے تفصیلی حالات سے واقف ہیں۔

قاری مولانا ریاست علی خاں شاہجہاں پوری | ف ۱۶۳۲ وطن شاہ جہاں پور رامپور میں بھی رہ چکے ہیں۔ قاری عبد الولی کے بھتیجے تھے اورنگ آباد میں بھی قیام کیا تھا۔ تجوید کا درس دیتے رہے۔

بروده

الحاج قاری مولانا محمد شاکر صاحب | ف ۱۶۳۳ والد کا نام حاجی سید محمد جاپان والے۔ وطن برودہ گجرات۔ ولادت ۱۳۰۷ھ دار العلوم حیدر آباد دکن سے فاضل کی سند لی۔ ندوۃ العلماء میں تین سال گذار کر وہاں سے بھی فاضل کی سند لی اور تجوید سیکھتے رہے۔ پھر حیدر آباد آکر مولانا حمید الدین فراہی۔ مولانا عبد الواسع۔ علامہ سید اشرف شمسی۔ مولانا عبد القدیر صدیقی قاری سید ابراہیم و قاری محمد حسین سے تفسیر و حدیث و تجوید کے حصول میں استفادہ کیا۔ اوسکے بعد سیام میں تین سال گذارے۔ جاپان میں ۱۳ سال تک قیام کیا۔ بمبئی میں تجارت کے سلسلے میں پندرہ سال۔ کلکتے میں دو سال گذارے۔ اس عرصے میں اسلامی خدمت بھی کرتے رہے۔ کوبے (جاپان) میں ڈیڑھ لاکھ کے چندے سے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ علوم قرآنی کی تحصیل میں مولانا شاہ فتح اللہ صاحب و شاہ غلام حسین صاحب سے استفادہ کیا تحصیل عربی کیلئے یمن گئے۔ وہاں چھ ماہ رہے۔ نجران اور بدر میں ۶ ماہ گذارے۔ دینیات و عربی کی عرب میں تکمیل کی۔ برودے میں چھ سال سے مقیم ہیں۔ درس و تدریس کا سلسلہ جاری ہے۔ لکھنؤ میں سید غلام مصطفےٰ رشید نبیرہ (نواسے) انیس سے شاعری میں تلمذ رہا۔ وہی رنگ غالب ہے۔ حضور اکرم سے دلی محبت رکھتے ہیں۔ نعتیہ اشعار میں قرآن پاک کا ترجمہ خوبی سے فرماتے ہیں۔ ۱۳۷۵ھ میں مولانا سید محمد اسحاق صاحب کے جانشین ہوئے۔ برودے ہی میں قیام ہے۔ پرخلوص، بامروت اور ہمدرد سادگی پسند انسان ہیں۔[1]

---

[1] چند اشعار نمونتاً پیش ہیں۔ (۱) بہت چاہا کہ باز آؤں میں نظم شعر سے لیکن :: کہا کرتا ہوں جب مجبور ہو جاتا ہوں فطرت سے (۲) پراثر جو کلام ہوتا ہے :: جاذب خاص و عام ہوتا ہے (۳) جس کے قبضے میں جام ہوتا ہے :: وہ کہیں تشنہ کام ہوتا ہے

قاری حافظ محمد صدیق ف ۱۶۳۴ ولادت ۱۳۰۸ھ۔ جامع مسجد برودے کے خطیب و امام ہیں تجوید کے اچھے جاننے والے۔ دیوبند کے فارغ التحصیل۔ حفظ و قراءت کی تکمیل بھی دیوبند سے کی۔ رنگون میں ایک عرصے تک رہے۔ برودے میں تجوید کا درس دیتے ہیں۔ خوش الحانی سے پڑھتے ہیں جامع مسجد کے خطیب و امام ہیں۔

قاری مولوی نجم الدین صاحب ف ۱۶۳۵ ولادت ۱۳۲۵ھ چنا پٹنا۔ میسور۔ ابن مولوی محمد تفضل صاحب ذہین باپ کے ذہین بیٹے۔ حیدرآباد میں عثمانیہ یونیورسٹی میں بی اے تک تعلیم پائی۔ عربی و فارسی و تجوید میں علامہ سید اشرف شمسی کے شاگرد رہے۔ پھر والد کے ساتھ برودہ چلے گئے وہاں تعلیم و تلقین کا کام ۲۵ سال سے کر رہے ہیں۔

ڈھبوئی

ف ۱۶۳۶ برودے کے علاقہ میں ایک مقام ڈھبوئی ہے۔ جہاں مسلمانوں کی آبادی اچھی ہے یہاں کے تاجر پیشہ اصحاب نے ایک دینی مدرسہ قائم کر رکھا ہے۔ جس میں بچوں کو قرآن شریف اور ضروری مسائل کے ساتھ مڈل اسکول تک کی پڑھائی ہوتی ہے۔ اصحاب خیر اس مدرسہ کو چلاتے ہیں نعمت اللہ خاں صوفی نے اس مدرسے کو بہت رونق بخشی اور انھیں کی کوشش سے یہاں تجوید کا درس بھی شروع ہوا۔ جن لوگوں نے ایک روایت کی سند لی اونکے نام درج ذیل ہیں:۔

(۱) مولانا سید شہاب الدین صاحب (۲) مولانا اچھے میاں صاحب (۳) قاری مولوی سید علی المعروف

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۱۱۷)

(۴) ہے الست بھی وہ بلا کی مئے :: لطف جس کا مدام ہوتا ہے (۵) بادۂ حب ساقی کوثر :: ناخلف پر حرام ہوتا ہے (۶) دین فطرت میں آپ دیت کا :: غیر فانی نظام ہوتا ہے (۷) سنگدل کو بھی ہم نے دیکھا ہے :: نرم باتوں سے رام ہوتا ہے (۱) کہہ چکے آپ ناز کی باتیں :: سنیئے کچھ اب نیاز کی باتیں (۲) تلخ ہوں پھر بھی ہیں مجھے شیریں :: آپ سے دلنواز کی باتیں (۳) ہے ضیا، عاشق شہ یثرب :: اوس سے سنئے حجاز کی باتیں۔

رباعیات

احکام شریعت میں لچک ہے نایاب :: گلزار طریقت میں ہے مہک نایاب۔ جب چشم بصیرت میں ضیا اور بڑھی :: دیکھا کہ حقیقت میں جھلک پایا خودی سے جو جہاں میں بے خبر ہیں :: برائے نام وہ انسان بشر ہیں۔ شرافت کے بجائے شر و آفت :: و بشر تو ہیں مگر مائل بہ شر ہیں خواب غفلت میں جو ہے سویا ہوا :: دولت دارین ہے کھویا ہوا۔ یہہ دنیا کشت زار عاقبت :: پائیں گے جو کچھ بھی ہے بویا ہوا

بہ روشن میاں (۴) قاری مولوی سید علی المعروف بہ بڑے میاں (۵) قاری میاں محمد خوبن بھائی (۶) قاری میاں محمد لعل بھائی (۷) قاری امیر الدین ماسٹر (۸) قاری حسن بھائی (۹) قاری پیر بھائی (۱۰) قاری حکیم سید قطب الدین (۱۱) قاری عالم قمر الدین (۱۲) قاری میاں محمد پیر بھائی کوکنی (۱۳) ابراھیم بھائی یعقوب بھائی (۱۴) قاری حسن بھائی چاند بھائی (۱۵) کالو بھائی حسن بھائی (۱۶) ابراھیم بھائی تاج بھائی (۱۷) نور بھائی چاند بھائی (۱۸) اسمٰعیل بھائی عبدو بھائی (۱۹) علی بھائی پیر بھائی (۲۰) فتح محمد چاند بھائی (۲۱) ملا خوبن بھائی پیر بھائی (۲۲) راجے بھائی کالو بھائی (۲۳) اسمٰعیل بھائی راجے بھائی (۲۴) اسمٰعیل بھائی عبدو بھائی (۲۵) عبدالکریم نور بھائی

مدراس

ف ۱۶۳۷ قراء مدراس کا ذکر قبل ازین جلد دوم میں آچکا ہے۔ مفتی قاری محمد محمود کے بعد کچھ کام قاری حافظ محمد مرتضیٰ ابن حافظ عبدالحکیم نے کیا۔ انکے بعد قاری حافظ عبدالغفور صاحب نے سنہ ۱۳۵۰ھ تک سنبھالا اونکے شاگردوں میں قابل ذکر قاری غلام رسول تاجر پارچہ (۲) حافظ قاری عبدالقادر (۳) قاری عبدالخالق (۴) سید محی الدین پیران اور عبدالغفور صاحب کے فرزند عبدالرحمٰن ہیں۔

(ب) مدراس میں بڑی میٹ کی مسجد میں جمیل احمد امامت کرتے ہیں یہ اچھے قاری ہیں

ویلور

ف ۱۶۳۸ علاقہ مدراس میں دینی تعلیم کا ماحول ویلور میں بھی اچھا ہے۔ یہاں دو مدرسے عرصہ دراز سے کام کر رہے ہیں (۱) مدرسہ لطیفیہ میں قاضی بشیر الدین پیارم پیٹی کام کرتے ہیں۔ ان کے فرزند جمیل احمد بڑی میٹ کی مسجد میں امام ہیں۔

ف ۱۶۳۹ ویلور میں دوسرا مدرسہ باقیات الصالحات ہے جہاں قاری محمد محمود کام کرتے ہیں۔

ف ۱۶۴۰ علاقہ مدراس میں ایک دینی مدرسہ امر آباد میں ہے۔ جہاں تجوید کی تعلیم بھی دی جاتی ہے یہاں قاری عبیداللہ نابینا جو قاری محی الاسلام پانی پتی کے شاگرد ہیں تجوید سکھلاتے ہیں ان کے والد کا نام حکیم عبدالرحیم ہے۔ ولادت ۱۳۱۶ھ ہے۔

ف ۱۶۴۱ علاقہ مدراس میں وانم باڑی میں بھی دو۲ دینی مدرسے ہیں جہاں تجوید کی تعلیم ہوتی ہے یہاں کے تجار بہت فراخ دلی سے ان مدرسوں کی مدد کرتے آئے ہیں اور ان دونوں مدرسوں کی شہرت پورے جنوبی ہند میں ہے۔ ایک مدرسہ نسوان بھی بہت سلیقہ سے چل رہا ہے۔ مولانا عبدالباری صاحب عالم و فاضل تجوید کے اچھے جاننے والے مدرسہ ذکور کے استاد ہیں۔

بجواڑہ

ف ۱۶۴۲ ضلع مظفر نگر یو-پی کے ایک قصبہ بگھرہ میں ایک خاندان سادات فروکش تھا۔ خاندان کے بزرگ سید قاری حافظ الطاف حسین ایک نمبردار تھے۔ پچاس سال کی عمر میں حیدرآباد دکن آکر بس گئے بہتر سال کی عمر میں ۱۳۳۹ھ میں انتقال ہوا۔ مرزا سردار بیگ صاحب کے احاطے میں مدفون ہیں۔ اونکے پانچ بیٹے تھے (۱) حکیم سید عزت حسین (۲) حافظ سید عترت حسین (۳) حافظ سید جعفر حسین (۴) حافظ سید عشرت حسین (۵) حافظ سید حشمت حسین۔ یہہ پانچوں جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے فارغ التحصیل اور قاری تھے اون میں سے چار حافظ تھے۔

(الف) حکیم سید عزت حسین حیدرآباد کے محکمہ طبابت میں ناظر الاطباء تھے۔ گلبرگہ سے وظیفہ پر علٰحدہ ہوئے فی الوقت بگھرہ میں طبابت کرتے ہیں۔

(ب) حافظ سید عترت حسین کاکی ناڈا کی جامع مسجد میں ایک عرصے تک امامت کرکے وہیں انتقال کیا۔ وہیں مدفون ہیں۔

(ج) حافظ سید جعفر حسین بجواڑہ کی جامع مسجد میں امامت کرتے رہے وہیں انتقال ہوا غالب شہید کے قبرستان میں دفن ہیں۔

(د) حافظ سید عشرت حسین بھی بجواڑہ۔ کاکی ناڈا وغیرہ میں امامت کرتے رہے۔ فی الوقت کڑپہ کے قصبے میں امامت کرتے ہیں۔

(ھ) حافظ سید حشمت حسین حیدرآباد کے محکمۂ مال میں ملازم تھے۔ وظیفہ پر علٰحدہ ہونے کے بعد کاکی ناڈا کی جامع مسجد میں امامت کرتے ہیں۔

ان میں سے صرف قاری حافظ سید جعفر حسین کے دو لڑکے قاری شوکت حسین اور شاہد حسین ہیں جو فی الوقت بجواڑے کی مساجد میں امامت کرتے ہیں۔

قاری سید شوکت حسین ف ۱۶۴۳ ولادت ۲۶ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ۔ ابتدائی تعلیم والد کی نگرانی میں ہوئی۔ بعد ازاں حیدر آباد میں ادارہ شرقیہ کالی کمان میں تعلیم پائی۔ بجواڑے میں بائیس سال سے مقیم ہیں۔ مختلف مقامات میں بچوں اور بڑوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیتے ہیں۔ قرآن مجید کا شوق دلانے کا خاص ملکہ ہے۔ تجوید کی سند کرنل مرزا بسم اللہ بیگ سے لی۔ مسجد دینیات جامع مسجد میں ۱۴ سال سے درس قرآن دیتے ہیں۔ تقریباً ایک سو اشخاص نے آپ سے ختم قرآن کیا ہے۔ خوش الحان قاری ہیں۔ ادائی پر قدرت ہے۔

قاری محمد عبد العظیم ف ۱۶۴۴ والد کا نام محمد غوث مرحوم۔ ولادت ۱۹۳۲ء۔ وطن بجواڑہ۔ ابتدائی تعلیم بجواڑے میں ہوئی۔ بعد ازاں گنتور اور اسحاق پٹن جاکر بی اے بی ایل پاس کیا بجواڑے میں ایڈوکیٹ ہیں۔ آپ کا تعلق ایک مشہور متقی خاندان سے ہے جو لا بلڈنگ کے نام سے مشہور ہے آپ کو دینیات اور عربی کا شوق ہونے سے آپ نے اپنی طور پر عربی سیکھی اور تجوید سے پورا قرآن شریف سنا کر سند حاصل کی۔ بہت ہمدرد قوم ہیں۔

قاری ڈاکٹر محمد عبد الغفور ف ۱۶۴۵ والد کا نام محمد زین العابدین۔ ولادت ۷ ستمبر ۱۹۴۱ء سات سال کی عمر میں ۱۹۴۷ء میں حجاز کا سفر کیا۔ بعد ازاں تعلیمی سلسلہ شروع کیا۔ ۱۹۶۵ء میں ایم بی بی یس پاس کرکے سرکاری ملازمت میں منسلک ہوگئے۔ مذہب سے قدرتی لگاؤ تھا اس لئے عربی و تجوید کی تکمیل دوران ملازمت ہی میں کی۔ اسلامی جذبہ رکھتے ہیں۔ مسلمان بچوں کو مذہب سے قریب لانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ طلباء کو تجوید سکھلانے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔

قاری حافظ الحاج حبیب الرحمن ف ۱۶۴۶ وطن بجواڑہ۔ ولادت ۱۹۲۵ء۔ بجواڑے کے متمول خاندان سے تعلق ہے۔ کپڑے کی دوکان ہے۔ مذہب سے لگاؤ رکھنے کی وجہ سے حفظ و قراءت کا شوق ہوا۔ اپنے طور پر دونوں کی تکمیل کی۔ ۱۹۶۹ء میں حج کیا۔ تعلیمی اداروں اور مسجدوں کی دامے، درمے۔ سخنے مدد کرتے رہتے ہیں۔

قاری الحاج ملا حسن ف ۱۶۴۷ والد کا نام محی الدین۔ ولادت ستمبر ۱۹۲۲ء وطن بھٹکل۔ ابتدائی تعلیم وطن ہی میں ہوئی۔ نہایت ذہین و معلومات رکھنے والے۔ مذہب سے غیر معمولی دلچسپی اور اسلام کا درد رکھتے ہیں۔ کئی مساجد و مکاتب چلاتے ہیں۔ بجواڑے میں الفا ہوٹل کے مالک ہیں۔ تجوید سے

قرآن شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔ اب کئی مساجد میں درس دیتے ہیں۔ تبلیغی جماعتوں میں مختلف مقامات میں جاتے رہتے ہیں۔ توقع ہے کہ تجوید کی اشاعت میں بہت کام کریں گے۔

قاری علاء الدین | ف ۱۶۴۸ والد کا نام عبدالرحمٰن۔ وطن بجواڑہ۔ ولادت ۱۹۵۰ء۔ ذہین و طباع اپنے شوق سے تجوید و عربی و فارسی سیکھی اور ایک روایت کی سند حاصل کی۔

قاری محمد ادریس | ف ۱۶۴۹ والد کا نام عبدالرشید۔ وطن بجواڑہ۔ پیدائش جولائی ۱۹۵۲ء ۱۹۶۸ء میں میٹرک پاس کیا۔ ذہین و طباع۔ اپنے شوق سے تجوید و عربی و فارسی سیکھی۔ ایک روایت سے سند حاصل کی۔ ہونہار جوان صالح ہے۔

قاری حسین خان ایم اے | ف ۱۶۵۰ وطن گنتور۔ ولادت ۱۹۱۰ء۔ ایم اے پاس کیا۔ ایم ایڈ ہوئے تعلیمات میں ملازم ہو گئے۔ پہلے ہیڈ ماسٹر اور پھر ڈویژنل ایجوکیشنل افسر ہوئے۔ وظیفہ پر علیحدہ ہونے کے بعد نمبور کے مدرسہ دینیات کے آنریری ہیڈ ماسٹر ہوئے۔ اپنی طور پر عربی سیکھی۔ تجوید سے ہمیشہ شغف رہا۔ قرات عشرہ کی تکمیل مقری کرنل مرزا بسم اللہ بیگ سے بجواڑے میں کی بڑی خوبیوں کے حامل ہیں۔ منضبط اوقات ہیں۔ دینی جذبہ رکھتے ہیں۔ مذہبی تعلیم کی اشاعت میں سرگرم حصہ لیتے ہیں۔ ایسے بزرگوں سے توقع ہے کہ گنتور اور بجواڑے میں تجوید اور قرات عشرہ کی اشاعت خوب ہوگی اور جو فقدان فی الوقت ہے وہ جاتا رہے گا۔

قاری عمر شریف ایم۔اے | ف ۱۶۵۱ وطن بجواڑہ۔ ولادت ۱۹۲۰ء۔ ابتدائی تعلیم بجواڑے میں ہوئی پھر علیگڈھ چلے گئے۔ ایم اے۔ ایم ایڈ کے بعد سرکاری ملازمت میں منسلک ہو گئے۔ انسپکٹر آف اسکول کے عہدے پر فائز ہیں۔ دینی تعلیم کا شوق ہونے سے اپنے طور پر عربی و فارسی سیکھی۔ پھر تجوید کا درس لیتے رہے۔ بہت با اخلاق۔ فہیم و ملنسار ہیں۔

قاری رحمت اللہ شریف بی اے | ف ۱۶۵۲ وطن بجواڑہ۔ ولادت ۱۹۲۳ء۔ ابتدائی تعلیم بجواڑے میں ہوئی۔ پھر بی اے پاس کر کے ریلوے میں ملازم ہو گئے۔ مذہبی ذوق ہونے سے اپنی طور پر عربی اور تجوید بڑی محنت سے سیکھی۔ فی الوقت منماڑ میں سکونت رکھتے ہیں

بیجاپور

قاری محمد صمصام الدین | ف ۱۶۵۳ والد کا نام محمد فرید الدین۔ وطن حیدرآباد۔ دکن۔ پیدائش ۱۹۲۵ء۔ آپ نے اپنے بڑے بھائی قاری محمد حبیب الدین سے تجوید سیکھی

(قاری محمد حبیب الدین کا ذکر ذیل میں فقرہ (۱۶۵۴) میں کر دیا گیا ہے) بیجا پور میں آپ ایک ہوٹل کے مالک ہیں۔ صبح و شام بچوں کو قرآن شریف و تجوید کا درس دیتے ہیں۔ آپکی وجہ سے بیجا پور میں تجوید کا اچھا ماحول بن گیا ہے۔ آپ نے دار القراءت والدینیات الکلیمیہ کی ایک شاخ کھول دی ہے۔ ہر سال ۲۰-۲۵ طلباء کو حیدر آباد کے امتحانات میں شریک کرا کر کامیاب کراتے ہیں۔

قاری محمد حبیب الدین — **ف ۱۶۵۴** والد کا نام محمد فرید الدین۔ وطن حیدر آباد۔ پیدائش سنہ ۱۹۱۰ء آپ قاری محمد صمصام الدین کے بڑے بھائی ہیں۔ ابتداً قرآن مجید حافظ محمد قاسم صاحب سے سیکھا۔ پھر قاری منیر علی صاحب سے استفادہ کیا۔ بعد ازان قاری قریب اللہ صاحب کو سنایا۔ بعد ازان مقری ڈاکٹر کلیم اللہ حسینی کو سنا کر سند لی۔ بعد ازان عنبر پیٹھ کی مسجد میں دار القراءت والدینیات کی ایک شاخ کھولکر بچوں کو تجوید۔ حدیث اور دینی علوم سکھلانے میں مصروف ہیں ابتک ۸ بچے فارغ ہو کر سند لے چکے ہیں۔ آپکی وجہ سے اس علاقے میں دینی ماحول اچھا بن گیا ہے۔

(ب) آپ کے بھتیجے محمد رؤف الدین ابن محمد معز الدین مرحوم نے بھی ایک روایت سے تجوید سیکھی علوم دینیہ کے پھیلانے میں سرگرم حصہ لیتے ہیں۔ جوان صالح ہیں۔

(ج) آپ نے بچوں کی سہولت کیلئے تجوید کے ابتدائی قواعد جمع کر کے اوس کا نام "بچوں کی تجوید" رکھا ہے اوسی پر بچوں کو تجوید کے قواعد سکھلاتے ہیں۔

ورنگل - آندھرا

قاری عبد الجبار قریشی — **ف ۱۶۵۵ (الف)** وطن حیدر آباد۔ دکن۔ والد کا نام محمد عبد الرحمن قریشی۔ ولادت ۲۶ رجب سنہ ۱۳۰۵ھ۔ والد اور دیگر افراد خاندان فوج میں ملازم رہے۔ بعد ازان ورنگل میں منتقل ہو گئے۔ عبد الجبار صاحب کی ابتدائی تعلیم اسکول میں ہوئی۔ حافظ سید شاہ صاحب جو کتہ گوڑہ کی مسجد کے امام ہیں اون سے تلمذ رہا۔ بعد ازان کچھ روز حیدر آباد میں تجوید سیکھتے رہے جب قاری عبد الخالق خان صاحب معتمد دینی ہو کر ورنگل آئے تو عبد الجبار صاحب اونکی خدمت میں حاضر ہو کر اونکو پورا قرآن شریف سنایا۔ سنہ ۱۹۶۱ء میں ختم کر کے سند لی۔ سنہ ۱۹۶۳ء میں ورنگل میں دار القراءۃ القریشیہ کی بنا ڈالی۔ اوس وقت سے کام اچھا چل رہا ہے۔ ہر عمر کے طالب علم آکر مستفید ہوتے ہیں۔ عبد الجبار صاحب نے سبعہ قرات بھی سیکھیں۔ خوش گلو واقع ہوئے ہیں۔ ہمکنڈہ میں اچھا ماحول بنا رکھا ہے۔

حافظ قاری شمیم احمد — **ف ۱۶۵۵ (ب)** والد کا نام عبد الحی۔ وطن نگینہ۔ بجنور۔ پیدائش سنہ ۱۳۵۵ھ مطابق سنہ ۱۹۳۷ء

ابتدائی تعلیم نگینہ میں ہوئی۔ وہاں ایک اچھے قاری احمد حسن کی زیر نگرانی حفظ و تجوید کی تکمیل ۱۳۷۵ھ میں کی بعد ازاں مظفر نگر جاکر درس قرآنی میں مصروف رہے۔ وہاں سے کچھ روز کے لئے پاکستان جاکر آئے۔ مختلف مقامات پر قرآنی تعلیم دیتے رہے۔ ۱۳۶۶ھ سے گنتور میں تجوید کے ساتھ قرآن شریف پڑھاتے ہیں۔ آواز پختہ ہے مخارج و صفات کی ادائی عمدہ ہے۔ خوش گلو واقع ہوئے ہیں۔ تبلیغی کاموں سے بڑا شغف ہے۔ اسلامی درد رکھتے ہیں۔ منکسر المزاج واقع ہوئے ہیں۔ آپکے شاگردوں میں قابل ذکر یہہ حضرات ہیں (۱) حافظ قاری عبدالرشید (۲) حافظ قاری کفایت اللہ (۳) حافظ قاری عاشق حسین۔

۱۶۵۵ (ج) حافظ قاری احمد حسن

وطن نگینہ۔ ضلع بجنور۔ پیدائش ۱۳۲۰ھ۔ نگینہ ہی میں ابتدائی تعلیم ہوئی پھر مظاہر العلوم سہارنپور جاکر تعلیم کی تکمیل کی۔ حفظ و قراءت قاری محمد سلیمان سے حاصل کیا۔ اب نگینہ میں پچاس سال سے تعلیمی کام انجام دے رہے ہیں۔ قاری محمد سلیمان صاحب نے شاطبی کا ترجمہ بھی شاگردوں کی سہولت کیلئے کیا تھا مگر طبع نہ ہوسکا۔ قاری محمد سلیمان صاحب کا انتقال ۱۳۸۵ھ میں ہوگیا۔

۱۶۵۶ ف قاری محمد سرور سلطان بی۔ اے۔ یل۔ یل۔ بی

والد کا نام محمد قاسم۔ ولادت ۱۳ / مئی ۱۹۲۷ء وطن نندیال ضلع کرنول۔ آندھرا پردیش۔ ابتدائی تعلیم شہر نیلور میں ہوئی۔ ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ پاس کرنے کے بعد نظام کالج سے معاشیات و سیاسیات کے مضامین لیکر ۱۹۵۱ء میں بی۔ اے پاس کیا۔ ۱۹۵۳ء میں عثمانیہ یونیورسٹی سے ایل ایل بی پاس کیا۔ کچھ روز ملازمت کا سلسلہ رہا۔ ۱۹۶۱ء میں بمبئی بار کونسل سے اجازت حاصل کرکے بمبئی میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۶۰ء سے تبلیغی جماعتوں سے تعلق رہا۔ بزمانہ وکالت بھی یہہ سلسلہ جاری رکھا اور چلّے دیتے رہے ۱۹۶۴ء میں وکالت کے پیشے سے بیزار ہوکر تجارت کی طرف مائل ہوئے۔ نندیال میں کام شروع کیا۔ قاری محمد جمیل احمد دیوبندی سے تجوید سیکھنا شروع کیا۔ بعد ازاں قاری عبدالغنی سے سیکھتے رہے۔ پھر پروفیسر سید نور اللہ قادری سے (جو شیخ القراء میر روشن علی مرحوم کے نامی شاگردوں میں ہیں اور جن کا قبل ازیں ذکر آچکا ہے) تجوید کی تکمیل ایک روایت سے کی۔ اب بھی تبلیغی کاموں میں غیر معمولی دلچسپی لیتے ہیں۔ بہت بافیض بزرگ ہیں۔ آپ کی وجہ سے آندھرا کے اکثر علاقوں میں دینی ماحول بن رہا ہے۔

۱۶۵۷ ف الحاج قاری کرنل تاج احمد خان

وطن حیدرآباد۔ دکن پیدائش سنہ ۱۹ء۔ نظام کالج میں بی۔ اے تک تعلیم پاکر ۱۹۲۱ء میں فوج میں افسری کی خدمت پر لئے گئے۔ ترقی کرتے ہوئے کرنلی تک پہونچے۔ تین حج کئے۔ ایک حج پیدل بھی کیا۔ قاری زکریا عباسی بھی آپ کے

ہمسفر تھے۔ دوسری جنگ عظیم میں ملایا اور سنگاپور کے محاذ پر تھے۔ واپسی پر نواب اعظم جاہ و معظم جاہ کے سکریٹری رہے۔ تجوید کا شوق ہوا تو پہلے قاری فضل علی صاحب سے تجوید سیکھی۔ قاری محمد اسحاق مکی کو قرآن شریف سنایا۔ مولانا محمد اسحاق شیخ القراء عبدالحق مکی کے داماد تھے۔ اور دو برس حیدرآباد آکر گئے بعد ازاں شیخ القراء میر روشن علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر باقاعدہ سند بروایت حفص حاصل کی تکمیل کے بعد تجوید کا شوق اس قدر غالب ہوا کہ اپنے مکان ہی پر درس شروع کر دیا۔ صبح و شام پابندی سے بلا معاوضہ درس دیا کرتے۔ اکثر تجوید کے جلسے کبھی اپنے مکان پر کرتے۔ اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو بھی تجوید سکھلائی۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء مطابق ۸ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ کو بعارضہ قلب انتقال ہوا۔ اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ۔

ف ۱۶۵۸ شیخ القراء حضرت سید نوراللہ قادری کا ذکر قبل ازیں آگیا ہے آپ کی ممتاز شخصیت نے کرنول اور اطراف کو تجوید کا گہوارہ بنا دیا ہے۔ آپکے فرزند سید عبداللہ قادری، حافظ و قاری و عالم ہیں۔ پروفیسر عبدالحکیم صاحب بی ایس سی۔ عبدالرزاق فاروقی ایم اے ایم ایڈ۔ سید محمود میران صاحب شاعر بے بدل و دیگر اصحاب نے سند لی ہے۔ آپ کی چھوٹی بیٹی منی میمونہ بھی قاریہ ہے۔ میں اپنی کتاب کو منی میمونہ کی تمنا پر ختم کرتا ہوں۔ اللہ کرے یہہ تمنا ہر مسلمان لڑکی کی دلی پکار ہو اور اس پر عمل ہوتا ہے کیوں نہو بڑے باپ کی بیٹی ہے۔ اونچی تمنائیں نہ رکھیں تو اور کیا ہوگا۔ اس تمنا کا ذکر منی میمونہ نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے خط میں کیا ہے۔

مُنّی میمونہ کی تَمنّا

روحانی ابا! میری یہہ تمنا ہے کہ بڑا تخت بچھا ہو اوس پر سفید چادر پڑی ہو۔ مسند درس مزین ہو منی میمونہ اوس پر ادب سے قبلہ رو بیٹھی ہو۔ سامنے قرآن شریف ایک رحل پر دھرا ہو۔ منی اوس وقت چھوٹی نہیں بڑی ہوگی۔ خوش الحان ہوگی۔ عشرہ قرات کی قاریہ ہوگی۔ خوش الحانی سے جھوم جھوم کر پڑھتی ہوگی فرشتے سننے جمع ہو جائیں گے۔ منی کے سامنے چھوٹی بڑی طالبات ایک حلقہ میں مودب بیٹھی ہونگی۔ خوش الحانی سے باری باری سے قرآن پاک سناتی ہونگی۔ ایک شمع ہوگا اطراف میں پروانے۔ ایک گل ہوگا اور اطراف میں بلبل ہزار داستان۔ منی اونکی غلطیاں بتاتی ہوگی۔ فرشتے مسکراتے ہونگے۔ یہہ کام روز ہوگا۔ صبح و شام ہوگا بلا ناغہ ہوگا۔ کوئی چھٹی نہیں۔ یوں دن رات گذار یں گے۔ نشہ قرآنی کے متوالے یوں زور سے چیخیں گے

پھر میکدہ ہو ہم ہوں اور سامنے ساقی ہو ٭ وہ وقت خدا لائے، پھر دور میں جام آئے

نوٹ :۔ کیوں نہو قرآن مجید سے والہانہ شغف رکھنے والے کو چھٹی سے کیا سروکار۔ وہ اسکول و کالج کے طالب علم تو نہیں ہیں جو سال میں چھ مہینے کی چھٹی یہہ کہتے ہوئے مناتے ہیں کہ ؎

طالب علم نہیں طالب تعطیل ہیں ہم ٭ لطف جنت کا ملا ہمکو جو اتوار آیا۔

کاش یہہ تمنا ہر مسلمان لڑکی کی ہو۔ این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد۔

٭٭٭٭٭٭٭٭
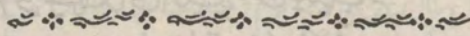
اختتام

(تیسری جلد نا تمام ہے۔ اس میں اضافے کی گنجائش ہے۔)

میں نے قراء کے حالات جمع کرنے میں بڑی کدوکاوش کی مگر کس حد تک کامیابی ہوئی اس کا اندازہ تو ناظرین کرام ہی فرماسکیں گے۔ تالیف کے تعلق سے ایک بات عرض کر دوں کہ بعض نکات سمجھانے کیلئے مبحث سے ہٹنا بھی پڑا۔ مگر اہمیت کو ذہن نشین کرنے یہہ طریقہ کار مجھے پسندیدہ تھا۔ میرے استاد مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی کا بھی یہی اسٹائل تھا جس کو میں نے اختیار کیا۔ انگریز مصنفین میں ہیولاک الس کا بھی یہی طریقہ تھا۔ اور امام فخر الدین رازی نے بھی اسی کو پسند کیا تھا۔ کسی قاری کی پوری شخصیت کو واضح کرنے کیلئے ناگزیر تھا کہ اونکے کارنامے نہ چھوڑ دیئے جائیں۔ سبق آموز حصہ تو یہی ہوتا ہے اور کسی کتاب کے پڑھنے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ ہم کو کونسی نئی بات بزرگوں سے معلوم ہوتی ہے تاکہ اونکے تجربے اور ارشادات کی روشنی میں زندگی کا چرخہ چلتا رہے۔

(۲) بعض قراء کے حالات طباعت کے بعد معلوم ہوئے جو انشاء اللہ بار دوم کی طباعت میں شریک ہوسکیں گے۔ ناظرین کرام سے استدعا ہے کہ قراء کے جو حالات اون کو معلوم ہوں اون سے اس خاکسار کو مطلع فرماتے رہیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان کو شریک کرلیا جاسکے۔ جو لغزشیں یا غلطیاں محسوس ہوں اون سے مطلع فرمایا جائے ممنون ہوں گا۔

(۳) ان قراء کے حالات پڑھنے سے یہہ سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مجید سے وابستگی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مشعل محمدیؐ دست بدست چلتی رہی اور اصحاب برگزیدہ کی زندگیاں شمع ہدایت کا کام انجام دیتی رہیں۔

گرچہ از نیکان نیم خود را بہ نیکان بستہ ام
در بیاض آفرینش رشتۂ گلدستہ ام

خاکسار
مرزا بسم اللہ بیگ مکان نمبر ۵۷۰-۵-۱۱
نامپلی۔ حیدرآباد۔ دکن۔ ۴

قطعۂ تاریخ

از

کلک گہربار فیض آثار۔ فضیلت مآب معلیٰ القاب ضیاء الدین شکر مجسم
شیریں رقم قاری مولانا محمد شاکر المتخلص بہ ضیا ندوی لکھنوی ثم حیدر آبادی ثم برودوی

اعداد نام ۱۷۴۶

پیش نظر ہے تذکرۂ قاریان ہند
(تذکرۂ ۱۳۲۵ + قاریان ۳۶۲ + ہند ۵۹)

کچھ شک نہیں کہ یہہ ہے دُرِ بے بہا کتاب
(دُرِ بے بہا ۲۲۴)

۲۲۴
۱۹۷۰ء

تاریخ عیسوی ہے عیاں نام و وصف سے
جی چاہے جس کا گن لے ز روے جمل حساب

قطعۂ دیگر

لکھ کر کتابِ تذکرۂ قاریانِ ہند
مرحوم قاریوں کو حیاتِ دوام دی

بسم اللہ بیگ صاحب تصنیف ہے دلیل
اس کام میں خدا نے مدد بالتمام دی

ہم کیوں کہیں نہ آپکو بھی عیسوی نفس
قرّا کو تازہ جان بصد اہتمام دی